فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

۱۲۸۷ھ

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع ثالث فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنے

جلد تیسری غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در مختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم مغفور نے کیا اور حاشیہ دیکر اتمام کیا ساتھہ کمال تصحیح و تکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی

مطبع صدیقی واقع بریلی میں باہتمام مولوی محمد صدیق مطبوع ہوا

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

صفحہ	مضمون

تیسری جلد ترجمہ دُر المختار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام مین لَمَّا فرغ مِن حقوقِ اللہِ العباداتِ والعقوباتِ شرعَ فی حقوقِ العبادِ المعاملاتِ
جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھی فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہی بحر الرائق
مین ہے کہ مشروعات چار قسم پر ہین ۱ حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمین دونون حق مجتمع ہین لیکن حق اللہ غالب ہے
۴ وہ جسمین دونون حق مختلف ہین مگر حق العبد غالب ہی سو اول حقوق اللہ مذکور ہوئی یعنے صلوة اور زکوة اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن اور
انس کی خلقت سی یہی مقصود ہی اوسکے بعد معاملات شروع ہوئی اونمین ابتدا النکاح سی ہوئی اسواسطے کہ اوسمین معنی عبادت کا شمول ہی انتہے تو اس سے
معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہی اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہی لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر تر ہی چنانچہ فتح القدیر مین تصریح
ہے کہ ابتداء معاملات بیع سی نہین بلکہ لقطہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات مین داخل ہونا غیر مخفی ہی ومناسبتُہ للوقفِ اِزالةُ
المِلکِ لکن لا اِلی مالکٍ وھُنا اِلیہ فکانا کبسیطٍ ومرکبٍ اور مناسبت بیع کی وقف سی ازالہ ملک ہی لیکن وقف مین بعد ازالۂ ملک
کے کسی مالک کیطرف ملک راجع نہین اور یہان یعنی بیع مین مالک کیطرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالۂ ملک بائع سی مشتری کی ملک ثابت ہوتی
ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کی مانند ہوئی م کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہی وجود مین مرکب پر لہذا تعلیم مین بھی مقدم ہوا
بیع کو مرکب کی مانند کہا اسواسطے کہ بیع فے الحقیقت مرکب نہین اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہے تو اوس سی ترکیب متحقق نہین ہوسکتی وجمعَ لکونہ
باعتبارِ کلٍّ من البیعِ والمبیعِ والثمنِ انواعًا اربعةً نافذٌ موقوفٌ فاسدٌ باطلٌ ومقایضةٌ صرفٌ سلمٌ بیعٌ مطلقٌ ومرابحةٌ تولیةٌ
وضیعةٌ مساوَمةٌ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف
فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ م کہتا ہے یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہے اور مصدر
تثنیہ اور جمع نہین ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہی تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہین یا
مفید ملک ہی سنے الحال وہ نافذ ہی یا مفید ملک عند الاجازة ہی وہ موقوف ہی یا مفید ملک عند القبض ہی وہ فاسد ہی یا مفید ملک اصلا نہین
وہ باطل ہے اور مبیع یا عین ہی یا دین یہہ بھی چار احتمال سے خالی نہین یا بیع العین بالعین ہے وہ مقایضہ ہی یا بیع الدین بالدین ہے

اور صرف ہی اور مراد دین سے بیان نقدین میں لیتے ہوا جاتا ہی یا بیع الدین بالعین سے وہ سلم ہی یا بیع العین بالعین ہو وہ بیع مقایضہ ہے
اور یہی قسم اکثر ملک میں رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور بیان دین سے مراد ہی جو نقد اور
اسکے سوا دونوں کو شامل ہے اور بیع یا تو اشارتین کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول سے زائد ہی تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے
وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعہ ہی یا بیع اوس ثمن پر ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوگیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے
اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہے کہ مصدر کو بمعنے مفعول لیجئے تو اب بیع کی مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع ذکر کرنا صحیح ہوگا هي لغة مقابلة شيء بشيء
مالاً او لا بدليل وشروه بثمن بخس بیع لغت میں عبارت ہی ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھہ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو
بدلیل کلام باری کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا اقل ثمن سے هم کہتا ہے یوں کہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے واللہ تعالی مال کا انپر
نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہی تملیک المال بالمال سے
اور اصطلاح شرع میں بھی اسیطرح ہے اور اسیطرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہی اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت
لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتی ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو
مخصوص ہی انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تھا اور جسنے خرید کیا تھا اوسنے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا
تھا کذا فی الطحطاوی وهو من الاضداد اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہے یعنی خریدا اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہی تو اسکے لفظ کی
اضداد ويستعمل متعديا وبمن للتاكيد او باللام يقال بعتك الشيء وبعت لك فهي زائدة قاله ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی
مستعمل ہوتا ہی دو مفعولوں کے ساتھہ اور من کے ساتھہ تاکید کیواسطے یا لام کے ساتھہ مستعمل ہوتا ہی عرب بولتے ہیں بعتک الشی وبعت لک تو لام
زائدہ ہے ایسا کچھہ کہا ہی ابن قطاع نے وباع عليه القاضي اي بلا رضاه اور بولتے ہیں باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اوسکا مال بدون اسکی
رضامندی کے بیچ لیا هم کہتا ہی شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علی کے لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ
مفید عام اعتبار سے وشرعا مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله خرج غير المرغوب كتراب وميتة ودم اور شرع میں بیع عبارت
ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی
چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون هم کہتا ہے یہہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اسواسطے کہ دونوں بھی مبادلہ ہی مرغوب
کا مرغوب سے اور وہ دونوں وجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہی یا تعاطی طحطاوی نے
کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی یعنے مال کو مال سے بدلنا برضا رضامندی یہہ حقیقت ہی بیع کی اور منفعت کا تقوم
خود مال میں داخل ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اوسکا رکھہ چھوڑنا حاجت کیوقت کیواسطے ممکن
اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے تمول سے یا بعض آدمیوں کے تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہی مالیت سے اور شرعا اوسکی اباحت
انتفاع سے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہیں جیسے گیہوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اوس سے
فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور جبکہ دونوں امر یعنے تمول اور اباحت نہوں تو دونوں سے ایک بھی ثابت نہوگا جیسے
خون کہ نہ اوسکو مال کہتی ہیں نہ متقوم بولتے ہیں على وجه مفيد مخصوص اي بايجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر
ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہی یا تعاطی هم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہی اور اگر فقط ایجاب مراد لیجئے
تو تبرع من الجانبين بیع میں داخل ہوجاتا ہی اسواسطے کہ فقط ایجاب اوسمیں بھی ہوتا ہی فخرج التبرع من الجانبين تو تبرع من الجانبین
یعنے باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا هم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ تبرع

من الجانبین مبادلہ مین داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہین بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر
شارح تبرع کو مبادلہ پر متفرع کرتا تو کچھہ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ مین داخل تھا والھبۃ
بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہون ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہین لیکن منتہا
انتہا بیع ہے وشرحہ بمفید یا لا یفید فلا یصح بیع درھم بدرھم استویا وزنا وصفۃ اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین
بیع درم کی درم سے جوکہ وزن اور صفت مین برابر ہین ہم کہتا ہے اور اگر ایکدرم کا وزن دوسری سے کم یا زیادہ ہو تو فاسد ہے بسبب
بیاج سکے نہ بسبب عدم فائدہ کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو چنانچہ ایک سفید ہو اور دوسرا سیاہ تو نہ ہرا بیع جائز
ہے بسبب فائدہ کے کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الآخر صیرفیۃ اور صحیح نہین بدلنا اور مجرا کر لینا ایک
شریک کا گہر کے حصہ کو دوسرے شریک کے حصہ سے کذا فی الصیرفیہ یعنے ایک گہر کے دو شریک ہین اور دونونکے حصے برابر ہین سوا ونکا
مبادلہ صحیح نہین ہے اسواسطے کہ اسمین کچھہ فائدہ نہین ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ اور نہ اجارہ ایک گہر کے سکنے کا دوسرے گہر کے
سکنی سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیہ کے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی
الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وھما رکنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب
اور قبول ہے اور یہہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہے فتح القدیر مین ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے
ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہو قولی ہو یا فعلی
وشرطہ اھلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہو بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہے شرط بیع کی عاقد مین تمیز اور وہ ولایت ہے جو
ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اور اوسکی اثر کو سمجھتا ہو تو
اوسکی بیع منعقد ہے اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونونکا وکیل ہو اوسکی بیع منعقد نہو گی مگر باپ اور
قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا
نہین اور تمام اہل مجلس نے اوسکو سنا تو اوسکی تصدیق نہو گی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کی بحر الرائق مین چھتر شمار کی ہین جسکا
جی چاہے اوسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کہتا ہے بیع مین شرط یہہ ہے کہ مال متقوم شرعاً مقدور التسلیم ہو فی الحال
یا ثانی الحال تو مال کی قید سے حر یعنے آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام
گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا مبیع مین یہہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کیوقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا
علے المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اوسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہے بائع ثمن کا
مالک ہو جاتا ہے اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہو گی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہو گی ہم کہتا ہی ثبوت ملک بیع کا حکم
اصلی ہے اور اوسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اوسکی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر
مبیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور جواز بیع کی حکمت انتظام ہے بقاء
معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہے انسان حاجتمند ہے طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کیواسطے کہیت کا جوتنا پہر اوسمین
بیج بونا پہر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پہر کہیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پہر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات
خود بالاستقلال کرتا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلے ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان مین اوسکو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ
اوسکی حاجات روا ہونے اسطرح پر کہ کچھہ خرید کرے اور کچھہ آپ کرے تو اگر بیع شرعاً سبب تملیک بدلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شئے

مطلوبہ کو بازور دستی و زبردستی سے چھین لیتا یا سوال کرتا یا صبر کرکے مرجاتا اور ہر امر ان حالتوں سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقاء بشریت ہے جس میں ہر شخص کی مصلحت ہے اور وہ دفع حاجات ہی بطریق انتظام معقول کے کذا فی النہر وصیغتہ مُباحٌ مکروہٌ حرامٌ واجبٌ اور بیع کی صفت یہ ہے کہ بعض بیع مباح اور بعض مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہو بیع مباح وہ ہے جو مسلمانون مین کثیرالوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعہ کے وقت ہوا اور حرام بیع فاسد ہے اور اوسکو فسخ کرنا بر بنا بر حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونیکا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اوسکے خود مال کے تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی اللطحاوی وثبوتہ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم کہتا ہے قرآن مین ارشاد ہوا وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث مین بکثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی عن البیان ہے اور قیاس سے بیان قیاس شرعی مراد نہین اسواسطے کہ یہان مقیس اور مقیس علیہ نہین بلکہ استحسان عقلی مراد ہی چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش مین مستغنی نہیں ہو سکتے فالایجاب ہو مایذکر اولا من کلام احد المتعاقدین والقبول ما یذکر ثانیا من الاخر دالا علی موافقتہ اوسکا رکن ایجاب و قبول ہے پس ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوگیا کہ قبول اوسکا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہے اگر بائع نے اول یون کہا کہ مین نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا مین نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یون کہا کہ مین نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول ہے فتح القدیر مین ہے کہ لغت مین ایجاب بمعنی اثبات ہے مطلقا اور یہان اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضامندی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے متمیز ہو جاے والدال علی التراضی قید بہ اقتداء بالایۃ وبیانا للبیع الشرعی ولذا لم یلزم مع المکرہ والا انعقد ولم ینعقد مع الہزل لعدم الرضاء بحکمہ معہ ہذا ایجاب اول کلام کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کیواسطے ولہذا مکرہ کی بیع لازم نہین ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہین ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہین خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت کرنے ہم کہتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونو جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل نہین ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہے ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی اور قرآن مجید مین تراضی یون ارشاد فرمائی اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ شارح کا کلام اسکا متقضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے فضولی کی بیع کی مانند اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ بحرالرائق مین مصرح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اوسکی شرح مین مصرح ہے کہ ہزل یعنے خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اسواسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع مین لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہے تو شارح کا یون کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہین ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ویرد علی التعریفین ما فی التاتارخانیۃ لو خرجا معا صح البیع اور ایجاب اور قبول دونون کی تعریفون پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی نکلین تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت مین ایجاب کی قبلیت اور قبول کی بعدیت ثابت نہین تو مصنف کی دونون تعریفین مسلم نہین لکن فی القہستانی لو کانا معا لم ینعقد کما قالوا فی السلام لیکن قہستانی مین ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہون تو بیع منعقد نہو گی چنانچہ فقہا نے سلام مین کہا ہے یعنی اگر سلام اور اوسکا جواب ساتھ ہی نکلین تو جواب ادا ہو گا اعادہ اوسکا لازم ہے یہ شارح نے استدراک کرکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم وعلی الاول ما فی الاشباہ تکرار الایجاب مبطل للاول الا فی عتق وطلاق علی مال

وسیجیٔ فی الصلح اور تعریف اول یعنے ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر
عتق اور طلاق بعوض مال مین مبطل نہین اور اسکا ذکر کتاب الصلح مین آویگا ھم تکرار ایجاب کیصورت بیع مین صاحبین کے نزدیک یون ہی کہ بائع نے
کہا کہ مین نے اسکو ہزار درم کو بیچا پہر بولا کہ مین نے اسکو دو سو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہہ قبول ایجاب ثانی کیطرف
راجع ہوگا اور دوسو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سی مولے نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پہر بولا کہ تو آزاد ہی دو سو دینار پر
سو غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اوسپر دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہان گفتگو ہے تکرار ایجاب مین اور
اسیطرح نظم آیندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی
اور اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اول سے مراد یہہ ہی کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ بنسبت غیر قبول ثانی ہو یا یون کہیو کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی
گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی وَفی المنظومۃ المحبیۃ ؎ وکلُّ عقدٍ بعدَ عقدٍ جُدِّدا * فَابطِلِ الثانی لانہ سُدی * فالصلحُ بعدَ الصلحِ
اَضحی باطِلا * کذا النکاحُ ماعدی مسائلا * منہا الشراءُ بعدَ الشراءِ صحَّحوا * کذا الکفالۃُ علی ما صرّحوا * اذ المرادُ صلۃٌ فی المحقّقِ *
منہا اذا زیادۃُ التوثُّقِ اور منظومہ محبیہ مین ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ
ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسیطرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہی یعنی دوسری نکاح سی مہر مسمی لازم نہین آتا مگر چند مسائل مین عقد ثانی باطل
نہین ہوتا ازانجملہ خرید بعد خرید کو علمانے صحیح کہا ہی اسیطرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین بموجب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق مین
اسوقت یعنی درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہی یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سی یا اصیل سی اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سی
زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہین وھما عبارۃٌ عن کلّ لفظین یُنبئان عن معنے التملُّکِ والتملیکِ ماضیین کبعتُ واشتریتُ
او حالیین کمضارعین لم یقترنا بسوف والسین کابیعُک فیقول اشتریہ او احدھما ماضٍ والاخر حالٌ اور ایجاب اور قبول عبارت ہے
اُن دو لفظون سی جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دونو لفظین ماضی کی ہون چنانچہ بعتُ واشتریتُ یعنی مین نے
بیچا اور مین نے مول لیا یا دونون لفظین حال کی ہون جیسی لغت عرب مین دو لفظ مضارع کے جن سی سوف اور سین متصل نہین چنانچہ ابیعک یعنے
مین تیری ہاتھہ بیچتا ہون تو مشتری کہے اشتریہ یعنی مین اوسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرط نیت ایجاب فی الحال کے
کذا فی النہر ھم شرح زیلعی مین ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہرایک اوس لفظ سی جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ مین نے بیچا اور خرید کیا
یا مین راضی ہوا یا اسکو لے بعوض اتنے کے اور برہان مین ہے یا بائع نے کہا کہ کھالے اس کھانے کو بعوض درم کے پہر مخاطب نے طعام مذکور کہایا
تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اوسکا حلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہہ گھر یا یہہ غلام تجکو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہہ بیع بالاجماع
صحیح ہی اور حاشیہ سری الدین مین ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجکو اوسکی قیمت دیے تو مین نے اوسکو تیری ہاتھہ بیچا پہر مخاطب نے اوسی مجلس مین قیمت ادا
کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا کہ وہ تیری واسطے ہی اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجکو پسند
آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بحرالرائق مین ہی تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور
تملک حاصل ہون گے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ اونمین معنی معتبر نہین اونمین تو وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کیواسطے
صراحۃً یا کنایۃً موضوع ہین اور جبکہ بائع نے ایجاب مین مخاطب کیطرف خطاب کیا تو قبول مین خطاب کرنا شرط نہین تو اگر بائع نے یون کہا کہ مین نے اسکو
تیرے ہاتھہ اتنے پر بیچا اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا اور یون نکہا کہ مین نے تجھہ سی قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ق لکن لا یحتاج
الاولُ الی نیۃٍ بخلافِ الثانی فان نوی بہ الایجاب للحالِ صحَّ علی الاصحِّ والّا لا الّا اذا استعملوہ للحالِ کاھلِ خوارزم فکالماضی
کابیعک الآنَ لتمحضہ للحالِ ولیکن اول یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کیواسطے نیت کی کچھہ حاجت نہین بخلاف

ثانی کے یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بلفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے بنابر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جبکہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اپنے مضارع ماضی کی مانند ہے عدم اشتراط نیت میں اور اپنے اَلْآنَ کی مانند ہے یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اسواسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہے ہم نے ذکر اصح کے خلاف وہ قول ہے جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر میں ہے کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحاوی چونکہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جسکو مضارع کہتے ہیں لہذا اوسکو استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت ہندی کہ اسمیں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچونگا اور مول لونگا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں وَاَمَّا الْمُتَمَحِّضُ لِلْاِسْتِقْبَالِ فَكَالْاَمْرِ لَا يَصِحُّ اَصْلًا اِلَّا الْاَمْرُ اِذَا دَلَّ عَلَى الْحَالِ كَخُذْهُ بِكَذَا فَقَالَ اَخَذْتُ اَوْ رَضِيْتُ صَحَّ بِطَرِيْقِ الْاِقْتِضَاءِ فَلْيُحْفَظْ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہے جیسے سوف اور سین سے تو وہ امر کی مانند ہے اور اس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اسکو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہو بطریق اقتضا کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم شرح طحاویہ میں ہے کہ لفظ امر سے بیع منعقد نہیں ہوتی اسطرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیع اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید لیا تو بیع منعقد نہوگی جیسے لفظ استقبال سے منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اسکو تیرے ہاتھ بیچونگا اور مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا اسیطرح بحر الرائق میں کہا کہ خُذْهُ بِكَذَا مستدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بالاخذ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کی مانند لیکن مستدعی ماضی سابقیت کو با عتبار وضع کے ہے اور مستدعی خُذْهُ کا بطریق اقتضا کے ہے اور تقدیر کلام یوں ہے بِعْتُكَ فَخُذْهُ یعنی اوسکو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اوسکو لے کذا فی الحلبی ہندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے مثلا مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تاوقتیکہ مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونوں لفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا لفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو مبیع دیگا اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہو گی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے وَتَصِحُّ اِضَافَتُهُ اِلٰى عُضْوٍ يَصِحُّ اِضَافَةُ الْعِتْقِ اِلَيْهِ كَوَجْهِهٖ وَفَرْجِهٖ وَاِلَّا لَا كَظَهْرِهٖ وَبَطْنِهٖ اور صحیح ہے اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اوس عضو کیطرف جسکی طرف اضافت عتق کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کیطرف اضافت عتق صحیح نہیں اوسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلا بائع کہے اس غلام کا سر بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہیگا کہ اوسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وَكُلُّ مَا دَلَّ عَلٰى مَعْنٰى بِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ نَحْوُ قَدْ فَعَلْتُ وَنَعَمْ وَهَاتِ الثَّمَنَ وَهُوَ لَكَ وَعَبْدُكَ اَوْ فِدَاكَ اَوْ خُذْهُ قبول اور جو لفظ کہ دلالت کریں بعت اور اشتریت کی مانند اس قول کے کہ مقرر میں نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھپر فدا ہے یا اوسکو لے یہ سب الفاظ قبول میں ہیں فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنے میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دے تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور وجیز کردری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا خادم ہے یا تجھپر فدا ہے تو بیع تمام ہو گئی لکن فی الولوالجیۃ ان بدأ البائع فقبل المشتری بنعم لم ینعقد لانه لیس بتحقیق ویمکنه صح لانه جواب لیکن ولوالجیہ میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہہ کے تو بیع منعقد نہوگی اسواسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس سکے یعنی اگر مشتری نے ابتدا کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہکر تو صحیح ہے اسواسطے کہ وہ جواب ہے و فی القنیۃ نعم بعد الاستفہام کھل بعت منی بکذا بیع ان نقد الثمن یصح النقد

دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز کذا فی المحیط اور تتمہ مین ہی کہ ہان کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کی کہ کیا تو
مجھسے بیچا بعوض استے درم کے بیع ہی اگر ثمن نقد دی اسواسطی کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے اوسکو بیچا سوا ای فلانی اوسکو
خبر کر دی سو خبر پہونچانیوالے نے اوسکو خبر کر دی تو جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو
قال بعت من فلان الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ او رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغہما اور موقوف الصحۃ نہین بیع
کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہی تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے فلانے غائب کے ہاتھہ بیع کی پہر اس شخص کو ایجاب مذکور کی
خبر پہونچی بلا کتابت و رسالت اور اوسنے بیع قبول کی تو منعقد نہوگی بالاتفاق مگر جبکہ ایجاب مذکور اوسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہنچا تو قبول معتبر
ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس مین ہم ہکذا فی الہدایۃ و صدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی فلہ الرجوع
لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین نہایۃ چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح مین درصورت
قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنیوالیکو ایجاب سی رجوع کرنا جائز ہے اسواسطی کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے
بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ انمین ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنیوالیکو خلع اور عتق مین رجوع کرنا جائز نہین اسواسطی
کہ یمین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہی کذا فی النہایۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہین کہ ایجاب کرنیوالیکو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہی اسواسطی
کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہہ ہی کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہی واما الفعل فی التعاطی وہو التناول
قاموس فی خسیس ونفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہی وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہی تناول سی کذا فی القاموس ایجاب کرنیوالا
یعنے باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دی اور مشتری بائع کو قیمت دی بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیز مین ہو خواہ عمدہ مین بخلاف کرخی کے
یعنے اونکی نزدیک بیع منعقد نہین ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی مین نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہی بیش قیمت سی اور خسیس کم قیمت سی اور بعضون نے کہا
کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہی اور اس سی کم قیمت خسیس ہے بحر الرائق مین کہا کہ یہان اطلاق ہی معتمد ہی کذا فی الطحطاوی ہدایہ مین ہے کہ بیع
کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہی فتح القدیر مین کہا وجہ صحت یہہ ہی کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہہ سبکو شامل ہی یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس
ناطفی مین ہی کہ مشتری نے بائع سی کہا کہ استے گیہون کتنے کو بیچتا ہی اوسنے کہا ایکدرم کو مشتری نے کہا اوتنے جدا کر دی سو اوسنے جدا کر دی تو یہہ
بیع ہوگئی اور اسیطرح اگر قصاب سے کہا اور اوسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہی تو وہ بیع ہوگئی یہان تک کہ اگر مشتری ثمن دینے اور گوشت لینے سی
یا قصاب گوشت دینے سی انکار کریگا تو قاضی دونون سے زبردستی دلا دیگا انتہی ما فی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح وبہ
یفتی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سی ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسیکا فتوی ہی کذا فی الفیض ہم فتح القدیر
مین ہی کہ اسمین اختلاف ہی کہ بیع التعاطی مین قبض بدلین شرط ہی یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہی صحیح قول ثانی ہی اسواسطی کہ امام محمد نے تصریح کی ہی کہ بیع التعاطی
قبض احد البدلین سی ثابت ہوتی ہے اور یہہ ثمن اور مبیع کو شامل ہی انتہی طحطاوی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہی کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہون پہر مشتری بائع
کی رضامندی سی مبیع لیکر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دیکر بلا تسلیم مبیع چلا جاوی بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی للقول الصحیح اذا
لم یصرح معہ مع التعاطی بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ البطاطیخ والبائع یقول لا اعطیہا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی جبکہ
تعاطی کے ساتھہ عدم رضا کی تصریح نہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دئیے اور خربوزے لئے اور حالانکہ بائع کہتا ہی کہ مین اونکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع
منعقد نہوگی کما لو کان بعد عقد فاسد خلاصۃ وبزازیۃ وصرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بہما البیع قبل متارکۃ
الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولی وعلیہ فیحمل ما فی الخلاصۃ وغیرہا علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہین ہوتی اگر بعد عقد فاسد کے ہو کذا
فی الخلاصۃ والبزازیۃ اور بحر الرائق مین تصریح کی ہی کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہین ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی

بیان تعاطی

مین بطریق ادنے بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہوگی اور بنابر تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہا مین ہے وہ اسی پر محمول ہے ہم یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح مین خلاصہ سے یون نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی مین یہہ بھی ضرور کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہے انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ مین موجود ہے تو بحر الرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہے اور حموی کیطرح نہر الفائق مین بھی خلاصہ کی روایت منقول ہے ہم حمامہ فے الاشباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی علے الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد مین اس قاعدہ کے تحت مین مذکور ہے کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدہ کے تحت مین کہ جسکی بنا فاسد پر ہوتی وہ خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا وقیل لابد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الحلوانی واکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثۃ اقوال وقد علمت المفتی بہ اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بیع التعاطی مین اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوکا دینا ضرور ہے طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر ہامین اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہے اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہے اور کرمانی نے اکتفا کیا ہے مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اسمین منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتے بہ کو ہم قول اول یہہ ہے کہ ایک کا دینا کافی ہے خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہہ ہے کہ تعاطی مین دونو کا دینا ضرور ہے اور تیسرا قول منقول کرمانی کا ہے کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہے اور منشاء اختلاف کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہہ تفسیر تعاطی مین اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضی سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہے اور بعضی مقام مین اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہے اور بعضی مکان مین تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہین بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی وحررنا فی شرح الملتقی صحۃ الاقالۃ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہمنے تحریر کی ہے شرح ملتقی مین صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع مین خاص نہین ہم شرح ملتقی مین صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کی صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہے

فروع مسائل ملحقہ شارح کے ما یستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا جو چیزین آدمی لیتا ہے بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ بائع اوس سے ان چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد اونکے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہہ جائز ہے ہم بحر الرائق مین ہے کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہوگی لیکن اس قاعدہ سے وہ مسئلہ مستثنی ہے جو قنیہ مین ہے کہ جن چیزون کی بقال سے بدون بیع کے لینے کی عادت ہے علی وجہ الخرج یعنی بطور اوچاپت کے چنانچہ مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد معدوم ہونے کے تو صحیح ہے انتہی تو یہان معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی بیع البراءات التی یکتبہا الدیوان علی العمال لا یصح بخلاف بیع حظوظ الائمۃ لان مال الوقف قائم ثمۃ ولا کذلک ھنا اشباہ وقنیۃ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبزہ قبل قبضہ من المشرف بخلاف الجندی بحر وتعقبہ فی النھر بیچنا تنخواہ کی ان چٹھیوکا جنکو متصدیان دفتر عاملون پر لکھدیتے ہین صحیح نہین بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ اونکی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ وقف کا مال وہان قائم اور موجود ہے اور ویسا نہین ہے یہان یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہین بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذا فی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنیوالے مشرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے ہم نہر الفائق مین کہا کہ ظاہر اقنیہ کی روایت ضعیف ہے اسواسطے کہ فقہا کا اسپر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہین اور اسیطرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہین تو اوسکی بیع کہان صحیح ہوگی اور اوسکو یاد رکھنا چاہیے وہبان نے کتاب الشرب مین کہا ہے کہ قنیہ کی روایت مخالف قواعد کے التفات کے لائق نہین جبتک کہ دوسری کی نقل سے اوسکی تائید نہو انتہی ملخصا

وَافتی المصنف ببطلان بیع الجامکیة لِمَا فی الاشباہ بیعُ الدَّین اِنَّمَا یجوز مِنَ المدیون اور فتوی دیا ہی مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ
بیچنا باطل ہے اسواسطے کہ اشباہ مین ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہین مگر مدیون سے جائز ہے ہم جامکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہین جو سلطان یا امیر
نے اوسکو واسطے بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہے تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی چڑھی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھہ بیع کرے تو
جائز نہین اسواسطے کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہی اور دین کا بیچنا غیر مدیون سے جائز نہین اور مدیون سے بیچنے کیصورت یہہ ہی کہ کپڑا بیچا بعوض
غلام کے سوا ایک نے غلام پر تو قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اوسی شخص کے ہاتھہ بیچا چند دراہم معینہ کی عوض تو بیع صحیح ہے اور
اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ بیع ہی منقول کی اوسکے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہہ جائز نہین کذا فی حاشیة المدنی وفیہا د
فی الاشباہ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعة وعلی ھذا لایجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی مصنف
اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہین چنانچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدہ کے جائز نہین عوض
لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ مین ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض
کرنا جائز نہین حق مجرد کی قید اسواسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفیہا فی اٰخر بحث تعارُض العُرف مع
اللغة المذھب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بمالٍ اور اشباہ کی تعارض
عرف اور لغت کی آخر بحث مین ہی کہ ظاہر مذہب یہہ ہی کہ عرف خاص کا اعتبار نہین لیکن بہت علمانے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہی تو بموجب
اسکی فتوی دیا جاتا ہی وظائف اوقاف سے کنارہ کرنیکے جواز کا بعوض مال کے ہم یہہ قول مخالف نہین قول سابق سے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز
نہین اسواسطے کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہین ظاہر الروایة مین اور یہہ قول متفرع ہی قول مفتی بہپر کہ عرف خاص معتبر ہی بنای
احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد متعامل عام ہی جو سب لوگون مین رائج اور مشہور ہو اور عرف خاص سے مراد وہ ہی جو
چند لوگون مین رائج ہو چنانچہ فقہا مین خلاصہ یہہ ہی کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہی لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم
اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنی فتاوی مین کہا کہ جواز نزول کیواسطے کوئی اصل معتمد نہین لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت
کے اسپر چلتے ہین اور بعضی علمانے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہی کہ امام حسن نے معاویہ سے نزول عن الخلافة پر صلح کی اوسقدر مال پر جو ہر سال
اونکو کافی ہوا در حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وبلزوم خلو الحوانیت فلیس لرب الحانوت اخراجه ولا اجارتها
لغیرہ ولو وقفاً انتہی اور بنابر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہی خلو دکاکین کے لزوم پر تو دوکانون کے مالک کو صاحب خلو کا خارج کر دینا جائز
نہین اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اوسکے سوا کو اگرچہ دوکانین وقف ہون انتہے مافی الاشباہ ہم حقیقت خلو یہہ ہی کہ دافع دراہم اوس منفعت کا
مالک ہو جسکے مقابلہ مین اوسنے دراہم دئے خواہ یہہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہہ ہے کہ وقف مین مکانات قریب الانہدام ہون تو واقف
یا ناظر وقف اوس شخص کو بکرایہ دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچہہ صرف کریگا سو اوس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت
عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ ہوا اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جاے تو صاحب خلو دو تہائی مین واقف کا شریک ہوگا
بعد اسکے سوا گر اون مکانات مین پہر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ مین واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم
کرنا چاہیئے کہ جواز خلو مین اختلاف ہی مقدسی حنفی اور اجہوری مالکی اوسکو باطل کہتے ہین اور صاحب اشباہ وغیرہ اوسکی جواز اور لزوم کے قائل
ہین اسواسطے کہ اوقاف مصر مین مسئلے کہ دکاکین بازار کی اراضی جبکہ اون لوگون کے پاس اجارہ ہو جنہون نے دوکانونکو بنایا ہی تو وقف جائز ہے
اسواسطے کہ ہمنے اون دوکانونکو اونکے تصرف مین دیکہا کہ اونکو بیچڈالتے ہین اور اونکو بمیراث لیتے ہین سلطان اون سے مزاحمت نہین کرتا اون
لوگونپر تو فقط غلہ اور محصول ہی جو دیا کرتے ہین یہی عادت جاری ہی متاخرین کی مدتہای دراز سے انتہی لہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دکان کو

اوسكا خارج كرنا اور غير شخص كو اوسكا اجاره دينا جائز نهين اگرچه دوكان اصل مين وقف هوا تهے اور محمد بن بلال حنفى نے جواز خلو مين ايك مستقل رساله
لكها هو اور صحت خلو كى شرط يهه هے كه دراهم مبذوله جهت وقف مين صرف هوئين سو بالفعل جو وقف كے ناظر دراهم ليتے هين اور اپنى ذات پر صرف
كرتے هين اور واقع دراهم كيو اسطے خلو مقرر كر ديتے هين تو يهه خلو صحيح نهين اور فائده خلو كا يهه هے كه وه بمنزله ملك كے هے تو اوسپر ملك كے احكام جارى
هونگے چنانچه بيع اور اجاره اور هبه اور رهن اور اداء دين اور وراثت اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت هون تو اوسمين حق شفعه بهى جارى
هوگا علامه مدنى نے صحت خلو كى ترجيح دى هے اسواسطے كه اسپر كثرت عمل جارى هوگيا هے تمام ممالك مين خصوصاً ديار مصر مين تو اسكى صحت پر اعتماد
كرنا چاهئے بارتكاب اخف الضررين اسواسطے كه حكم ببطلان كى تقدير پر تضييع اموال خلق اور كثرت اختصام بين الانام لازم آتا هے على الخصوص جبكه وقف
خيرات اور حسنات پر هو تو اوسكے ابطال سے ابطال خيرات لازم آتا هے والله اعلم كذا فى حاشية المدنى مختصراً وفى معين المفتى للمصنف عن الواقعات الحسامية
ساباط فى ارض بيعت فان بناءه او اشجاره اجاز اور مصنف كى كتاب معين المفتى مين هے واقعات حساميه كيطرف نسبت كركے كه زمين كى عمارت بيچى گئى
سو اگر عمارت بناى مكان تهے يا درخت هين تو بيع جائز هے يعنى فقط عمارت پر بيع واقع هوتى بلا ذكر ارض چنانچه كسيكى عمارت وقف كى زمين
مين هو يا عمارت كى بيع زمين كے ساتهه اسطرح كه عمارت كا ثمن زمين سے جدا مذكور هوا هو تو عقد صحيح هے كيونكه مكان اور درخت مال هين اور ثمن مشترى پر
لازم هے كذا فى حاشية المدنى وان كريا او كرى انهار ونحوها ممالم يكن ذلك بمال ولا بمعنى مال لم يجز انتهى اور اگر عمارت كهودى
هوئى زمين هے يا نهر ونكا كهودنا اور صاف كرنا هے مٹى وغيره سے كه پانى خوب جارى هو اور مانند اسكے اوس قسم سے كه جو چيز خود مال هے نه بمعنى مال تو
بيع اوسكى جائز نهين انتهى افى الواقعات الحساميه مع جو تنے اور صاف كرنے كى مانند زمين كا هموار كرنا هے اونچ نيچ سے اور بمعنى مال سے مراد ارض موقوفه
كا سكنى هے بطريق خلو كے كذا فى الطحطاوى قلت ومفاده ان بيع المسكة لا يجوز وكذا رهنها ولذا اجلوها الآن فراغا كالوظائف فليحرر
انتهى ..... فى بيع الوفاء مصنف نے معين المفتى مين كها اور واقعات حساميه كى عبارت كا مفاد يهه هے كه بيع مسكه جائز نهين اور ايسيطرح اسكا رهن جائز نهين اور اسواسطے
اب علماء اسكو فراغ قرار ديا يعنى مسكه كو مسمى بفراغ كيا هے مثل وظائف متعلقات وقف كے تو اسكى تحرير اور تنقيح كرنى چاهئے انتهى ما فى معين المفتى - اور قريب هے كه هم اسكو بيع الوفا مين ذكر كرينگے
هم در المختار كے محشيونكا كلام اسمقام مين مختلف هے لفظ مسكه مين طحطاوى نے بيع المسكه ضبط كيا هے بكسر سين اور شرح اوسكى يون كى هے كه بيع مسكه يعنى كوچه
غير نافذه ..... كى حق مرور كى بيع جائز نهين اور شيخ ابو الطيب اور شيخ عابد سندى مدنى نے مسكه باضافه ميم ضبط كيا هے اور اكثر نسخ در المختار كے اسيكے
موافق هين پهر مسكه كى مراد مين اختلاف هے شيخ ابو الطيب نے كها كه ظاهر اً مسكه بالضم سے كنوئين كا كهودنا سخت مكان مين مراد هے كذا فى القاموس تو بيع اسكى ان
كى نهر كهودنے كى بيع كى مانند هے انتهى اور شيخ عابد مدنى نے كها كه مسكه بيكى اوس مسئله مقرره كے فراغ كا لفظ مناسب نهين اسواسطے كه فراغ اوسكو
كهتے هين كه كوئى چيز كسى انسان كيواسطے سلطان كيطرف سے يا وقف سے باعتبار استحقاق كے مقرر هو پهر وه انسان وه چيز دوسرے كيواسطے ٹهرا دے كچهه
عوض ليكر تو كنوئين كهودنے كى بيع كو فراغ كهنا مجكو نهين معلوم هوتا هے تو بهتر يهه هے كه مسكه سے يهه صورت مراد هو كه ايك شخص پر كوئى چيز وقف هو
اور وه دوسرے شخص كو دے عوض ليكر تو اسكو بيع مسكه اور فراغ كهنا ممكن هے كيونكه قاموس مين منجمله معانى مسكه يهه بهى مذكور هے كه مسكه ما يتمسك به
اور مفتى ابو السعود كى معروضات سے معلوم هوتا هے كه مسكه متعلق بوقف هے متعلق بحكم پر انتهى والله اعلم وينعقد ايضا بلفظ واحد كما فى بيع
القاضى والوصى والاب من طفله وشرائه منه فانه يتولى طرفيه لشفقته حتى يلتقط عبارته كعبارتين تمامه فى الدرر اور بيع منعقد هوتى هے
ايك لفظ سے بهى چنانچه قاضى اور وصى كى بيع مين اور باپكے بيچنے مين اپنے طفل سے اور اوسكے مول لينے مين طفل سے اسواسطے كه بسبب وفور شفقت
باپ كے اوسكى عبارت دو عبارتون كى برابر ٹهرائى گئى اور پورا بيان اسكا درر مين هے هم يعنى اگر قاضى ايك يتيم كا مال دوسرے يتيم سے بيع كرے يا
خريد كرے تو فقط ايك لفظ سے بيع صحيح هو اسطرح كه كهے كه مين نے اسكى چيز اس سے بيچى يا مول لى اور اگر قاضى يتيم كى چيز خريد كرے يا بيع كرے اپنى
ذات كيواسطے تو جائز نهين كذا فى البحر اور وصى كو اگر كوئى آدمى كهے كه اپنے يتيم كى چيز مجهے مول ديدے تو بيع جائز نهين اور اگر وصى اوسكى چيز اپنے ...

کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازیہ یعنے دس درم کی قیمت والیکو پندرہ درم دیکر خرید کرے اور باپ کی خرید وفروخت میں اپنے طفل سے منفعت طفل مشروط نہیں بخوف شفقت کے سبب سے فاذا اوجب واحد قبل الآخر بائعا کان او مشتریا فی المجلس لان اختیار القبول مقید به پھر جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا خواہ بائع ہو یا مشتری اوسکو قبول کرے مجلس میں اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید بمجلس ہے ف یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طحطاوی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہے جسمیں وہ قول اور فعل نہ پایا جاے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کردے اگرچہ اعراض کیواسطے نہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ متغیر ہو کل المبیع بکل الثمن او ترک لئلا یلزم تفریق الصفقة مجلس ایجاب میں عاقد ثانی کل مبیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ لازم نہ آوے ف صفقہ عبارت ہے ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کیوقت اور اب اصطلاح فقہ میں صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنے غیر کیلی اور وزنی چیز میں یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اسمیں بعض مبیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا جائز نہیں تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یوں ایجاب کیا کہ میں نے یہہ دس امرود یا پونڈے یا لیموں چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس میں چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیموں کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ امرود یا لیموں کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہوگی کیونکہ قبول مخالف ہوگیا ایجاب کے الا اذا اعاد الایجاب والقبول تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کریں تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے او رضی الآخر وکان الثمن منقسما علی المبیع بالاجزاء کمکیل وموزون یا راضی ہوجاے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر چنانچہ مکیل اور موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہوسکتا ہے ف مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ آنے کو خرید کئے اور بائع اسپر راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی سو اس صورت میں قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہوگئی اور ایجاب اول باطل ہوگیا والا لا وان رضی الآخر لعدم جواز البیع بالحصة ابتداء کما حررہ الوانی اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق بالقبول پر راضی ہوجاے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا میں جائز نہیں کذا حررہ الوانی المحشی للدرر ف اگر انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہو بلکہ انقسام بالقیمة ہو یعنے مبیع کے اجزا متفاوت القیمة ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑے دونکو بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ بائع راضی ہوجاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا میں جائز نہیں اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اوسکے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید سے راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اوس صورت میں ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نکی ہو کذا فی الطحطاوی او بین ثمن کل کقوله بعتهما کل واحد بمائة وان لم یکرر لفظ بعت عند ابی یوسف ومحمد وهو المختار کما فی الشرنبلالیة عن البرهان یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہوگیا ہو چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑے دونکو بیچا ہر ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعت کا دوبار نکہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے ف صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ بیع چنانچہ اوسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ میں تکرار لفظ بیع شرط ہے اسطرح پر کہ بعتک ہذین العبدین بعتک ہذا بخمسمائة وبعتک ہذا بخمسمائة یعنے ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض میں نے بیچا اور فتح القدیر میں صاحبین کے قول کو یوں ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے کہ ظاہرا بائع کی غرض

یہہ ہو کہ دونون مین سے کوئی اوٹھ جاوے اور اگر دونونکو کہا گیا ہی بیچا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کہ جدا جدا بیان کرنا مفید ہے وہما دما لم یقبل بطل الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول او قام احدھما وان لم یذھب عن مجلسه علی الراجح غرر ابن الکمال فانه کمجلس خیار المخیرۃ وکذا سائر التملیکات فتح اور جبتک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنیوالے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنے یون بولا کہ مین نہین بیچتا یا نہین خرید کرتا یا دونون مین سے کوئی کہڑا ہوگیا اگرچہ اوس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنابر قول راجح کے کما فی النہر وبہذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کی مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسیطرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم بہرالفائق مین ہے اختلاف مجلس اوس عمل کے اشتغال سے ثابت ہوتا ہی جو اعراض پر دلالت کرے جیسا کچہ کہانا اور بہنا اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کہانا یا پانی پینا اوس برتن سے جو ہاتہ مین تھا ایجاب کیوقت اور سو جانا درصورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پوراکرنا مجلس کو نہین بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مشتری فرض نماز پڑہتا تہا سواوسنے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز مین دوسری رکعت پڑہکر قبول کریگا تو بہی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دیگا اور چار پڑھکر قبول کریگا تو صحیح نہین اور چلنا تو مطلقا ظاہر الروایت مین اختلاف مجلس کا سبب ہی یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کیحالت مین خرید و فروخت کرین تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونون سوار ہون اور طحطاوی وغیرہ کا یہہ مختار ہے کہ اگر بعد متصل قبول کیا چلنے کیحالت مین تو جائز ہے اور محیط مین اسکی تصحیح ہے اور خلاصہ مین ہے کہ ایک دو قدم چلنے مین جائز ہے مجمع التفاریق مین کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور مجتبی مین ہے کہ مجلس متحد وہ ہی کہ جسمین احد المتعاقدین بجز گفتگوی ایجاب اور قبول کے اور کام مین مشغول نہون یا وہ اشتغال نکرین جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گہر کی مانند ہی تو مجلس منقطع نہوگی اوسکے چلنے سے اسواسطے کہ بائع اور مشتری اوسکے ٹہرانے پر قادر نہین انتہی اور فتح القدیر مین سوا خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہین کذا فی الطحطاوی واذا وجدا لزم البیع بلا خیار الا لعیب او رؤیۃ خلافا للشافعی اور جبکہ ایجاب اور قبول پائی گئی تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین سوای خیار العیب اور خیار الرؤیۃ کی بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنی شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسیکو نفس بیع مین اختیار نرہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسیطرح امام احمد بن حنبل کا یہہ مذہب ہی کہ بائع اور مشتری دونونکو بقای مجلس تک اختیار ہی امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین عبداللہ بن عمر سے مروی ہی کہ البیعان بالخیار ما لم یتفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہین جب تک جدا نہین ہوئی شارح نے اسکا جواب قول آیندہ مین ذکر کیا وحدیثه محمول علی تفرق الاقوال اذ فی الاحوال ثلث قبل قولهما وبعدہ وبعد احدھما والطلاق المتبایعین فی الاول مجاز وفی الثانی مجاز الکون وفی الثالث حقیقة فیحمل علیه اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اسواسطے کہ بیان مین حالات محتمل ہین قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت مین مجاز ہی باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت مین مجاز ہے باعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت مین حقیقت ہی تو اوسی پر محمول ہوگا ہم حدیث ممدوح مین تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہی اور تفرق سی مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہین بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسری عاقد کا یون کہنا کہ مین نہین مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہے جیسا کہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے اونکو متبایع بولنا بہی مجاز ہے جیسا کہ پیر کو جوان بولنا تو مشتغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا یہی حقیقت ٹہرا اور مشاغل اوسوقت صادق آتا ہی جبکہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نکرے لہذا یہی بالیقین مراد ٹہرا اور یہہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہہ تقریر ہی ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہہ ہوا کہ جو دو شخص خرید و فروخت کی گفتگو کر رہے ہین ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہین دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نکرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکہے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بہی مجاز سے خالی نہین اسواسطے کہ

کو جب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایک ہی بائع ثابت ہو نہ متبایعین اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ اول مواضع سے ہے یہان حقیقت بعض لفظ کے معنی سے صادق
آتی ہے جیسے مخبر کی حقیقی معنی صادق نہین مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعۃً حاصل نہین بلکہ علے التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے
بولنے سے مخبر کہنا اوسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث مین تفرق کی اسناد متبایعین کیطرف صریحًا ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہوسکیگا اوسکا
جواب یہہ ہے کہ شرع اور عرف مین تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ یعنے تفرق نہین ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث مین وارد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا
تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث مین افتراق رجال سے صریحًا افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے
دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرانیہ ہین اور قیاس قال اللہ تعالے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ یعنے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور
بیع عقد ہے قبل تخییر کے وقال اللہ تعالے وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ یعنے نہ کہاؤ اپنے اموال کو فیما بین خود
بطریق باطل کے مگر یہہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت بر رضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو
اس آیت مین حق تعالی نے خرید کی چیز کے کہانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنے گواہ کرلو جبکہ باہم بیع کرو
اس آیت مین توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار
ثابت ہو اور بیع لازم نہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا تا قران اور حدیث کے
مطلب مین اختلاف باقی نرہے اور قیاس کی دلیل یہہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک اونمین سے
عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیار مجلس بمجرد اوس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہوجاتا ہے علے ہذا القیاس بیع بہی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر
بتصرف وَشَرْطُ صِحَّتِهِ مَعْرِفَةُ قَدْرِ مَبِيعٍ وَثَمَنٍ اور بیع صحیح ہونے کیواسطے مشروط ہے مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت ف مصنف نے لفظ
معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور انکا ذکر کرنا شرط نہین سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھہ
خرید فروخت کا رواج نہو تو بیع صحیح نہین تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھہ اپنا سب مال بیچا جو اس گہر مین ہے منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب
کے اور مشتری نہین جانتا کہ اوسمین کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہے تیرے
ہاتھہ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اوسکو نجانتا ہو اسواسطے کہ جہالت ما فی البیت کمتر ہے جہالت ما فی الدار سے تو نہایت جہالت نہوئی جو مانع ہے
صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سقے سے اوسکی مشکین فرات کے پانی کی مثلا خرید کریگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہے
تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکہال اور گہڑے کا اور یہہ استحسان ہے اور قیاس مین جائز نہین اگر اوسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہہ قول
امام کا ہے اور ظاہر ظہیریہ جواز پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اوس صورت مین شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہین چنانچہ زید
نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پہر زید نے اوسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اوسکی
مقدار کو نجانتے ہون اور اسیطرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اوسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا
شخص یا بقدر اپنی راس المال کے یا بیچنا مثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اوس ثمن کو نجانا یہانتک کہ جدا ہوگئے اور اگر اوسی مجلس مین علم
حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہے مع الخیار اور اگر کوئی چیز خریدی سونے سے بوزن اوس پتہر کے تو جائز نہین اسواسطے کہ پتہر کا وزن معلوم نہین اور اگر اوسکا
وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکہا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونون کو شامل ہے اسواسطے
بزازیہ مین کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اس گہر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خرید کیا اور اوس شہر مین دراہم اور
دنانیر اور فلوس سے خرید کرنیکا رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ مین سے کوئی چیز ذکر نکی تو گہر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر اور خربوزے

کی بہیون ہو منعقد ہوگی اور اگر انکے سوا کوئی اور چیز سے خرید و فروخت کا رواج ہوگا تو اسپر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوئی تو
معدود متعین ہو جائیگا مبیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت مین شک پڑیگا تو بیع تمام نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر المحیط
اسنا دو وصف ثمن کمصری او دمشقی اور صحت بیع کیواسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہے چنانچہ درم کا مصری ہونا یا دمشقی م مصنف اور صاحب
کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دیوے اور بائع
چاہیگا کہ عمدہ لے تو بیع مشروع ہونیکا فائدہ حاصل نہوگا مصنف نے وصف ثمن کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ وصف مبیع کی معرفت شرط نہیں آگے باب بائع مین
مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اوسکی بیع جسکو نہین دیکھا
کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہو شے مین تو موجب ہو اوس شے کے حسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعۃ چنانچہ روپیہ
یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ لایشترط ذلک فی مشار الیہ لنفی الجہالۃ بالاشارۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ
مین شرط ہے اور اوسمین یہ شرط نہین جسکی طرف اشارہ ہو بسبب دور ہونے ناواقفگی کے اشارہ سے م معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین
اسواسطے شرط ہے کہ تسلیم اور تسلم یعنے دینا لینا بیع مین واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع باہمی کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلم نہو سکیگا
اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اوسمین معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہین سو اگر بائع کہے کہ مین نے اس گیہون
کے ڈہیر کو ان درمون سے جو تیرے ہاتھ مین ہین بیچا اور حالانکہ دراہم مذکورہ نظر آتے ہین پہر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ جہالت صفت
یعنے مقدار کی ناواقفگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہین کذا فی النہر مالم یکن ربویا قوبل بجنسہ او مسلما اتفاقا او راس مال
سلم کو مکیلا او موزونا خلافا لہما کما سیجیء وقتیکہ مشار الیہ ایسا مال ربا نہو جسکا مقابلہ ہوا اپنی ہم جنس سے یا سلم نہو باتفاق امام اور
صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہو اگر وہ مکیل اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم مین آویگا م یہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ مین معرفت
مقدار شرط نہین یہ اوس صورت مین ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہو چنانچہ گیہون کی ڈہیر کو دوسرے گیہون کے ڈہیر سے اشارہ
کرکے بدلنا بلا کیل اور وزن صحیح نہین بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈہیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے
صحت بیع کا اور سلم مین اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہین دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین
کے نزدیک اشارہ اوسمین کافی ہے چنانچہ زرع اور حیوان مین کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او مسلما اتفاقا کی کچھ حاجت تہی
کہ اوسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام ہے راس المال مین نہ مسلم فیہ مین اسواسطے کہ مسلم فیہ کیطرف اشارہ نہین ہو سکتا کہ وہ اوسوقت موجود
نہین کیونکہ وہ موجل ہے **فرع** مسئلہ شارح کا لو کان الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خاصتہ خیر ویسمی خیار الکمیۃ لا
خیار الرؤیۃ لعدم ثبوتہ فی النقود فتح اگر ثمن تہیلی مین ہو اور جو دراہم اوسمین ہین باہر سے معلوم نہوتے ہون تو بائع کو اوسمین اختیار
ہے اور اسکو خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود مین ثابت نہین کذا فی الفتح م طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق
مین عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہہ ہے کہ اگر کہا کہ مین اسکو خرید
کرتا ہون بعوض اس دراہم کی تہیلی کے پہر بائع نے اوسمین وہ دراہم پائے جو اوس شہر مین رائج نہین تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے
کہ مطلق دراہم بیع مین نقد بلد کیطرف منصرف ہوتے ہین اور اگر اوسمین نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہین بخلاف اوسکے اگر اوسنے کہا
کہ مین نے خرید کیا بعوض اوسکے جو اس خم مین ہے پہر اون درمون کو دیکہا جو اوسمین ہین تو اوسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تہیلی مین
ہے اوسکی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہے اور خم مین خارج سے معلوم نہین ہوتی اور اس صورت مین اوسکو اختیار ہوگا اور اس خیار کو
خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ نقود مین خیار الرؤیۃ ثابت نہین وصح بثمن حال وھو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن بلا مدت سے اور

یہی اصل ہے م حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف موجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اسکا یہہ ہے
کہ حلول مقتضای عقد ہے اور اجل یعنے مدتِ ثمن ثابت نہین ہوتی مگر بشرط تأجیل سے ومؤجلٍ الی معلومٍ لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح
ہے ثمن موجل سے جسکی مدت معلوم اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پونہچے م یعنے اوس ثمن موجل سے بیع صحیح نہین جسکی مدت مجہول ہے کہ باعث
نزاع ہے وجہ نزاع یہہ ہو کہ بائع مدت قریب مین تقاضا کریگا اور مشتری اوسکا انکار کریگا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہو ولو باع مؤجلاً صرف
لِشہرٍ بہ یفتی اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کیطرف پہیری جاویگی اسیکا فتوی ہو کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجلِ فالقول
لِمنا فیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت مین اختلاف کیا تو اوسکا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم مین مثبتِ مدت کا
قول معتبر ہوگا م اختلاف مدت کی یہہ صورت کہ بائع کہتا ہو کہ مین نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہو کہ نہین مدت پر بیع واقع ہوئی ہو تو بائع ہی کا
قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع مین عدم تأجیل اصل ہے اور سلم مین مُثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہے فسادِ سلم کا اسواسطے کہ سلم بلامدت
کے صحیح نہین ولو فی قدرِہٖ فللمدعی الاقلِ اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ تو کمتر مدت
کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃ فیہما للمشتری اور دونو صورتون مین یعنے اختلاف مدت اور مقدار مدت مین
مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کیواسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونون مختلف
ہون مدت کے گذر جانے مین بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی وبطل الاجل
بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے م مدت کا فائدہ یہہ ہے کہ مدیون تجارت کرکے ثمن ادا کرے منفعت سے پہر جب مدت
مقرر کرنے والا مرگیا تو اوسکا متروکہ ادای دین کیواسطے متعین ہوگیا تو اب تأجیل کا کیا فائدہ ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع بحالٍ ثم اجلہ
اجلا معلوما او مجہولا کنیروز وحصاد صار مؤجلا صحیحا بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پہر اوسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول جیسا نحیہ
نوروز یا کہیت کی کٹائی تو یہہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخہ مین بعینہ کی جگہ بعینہ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من ثمنِ مبیعٍ فقال اعطِ کل شہرٍ مائۃ فلیس بتأجیلٍ
بزازیۃ بائع کے ہزار درم ہین مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے مین سو درم دیا کر تو یہہ مدت معین کرنا نہین ہو کذا فی البزازیۃ
یعنے سنے الحال طلب کرسکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف ثمنٍ جعلہ ربہ نجوما ان اخل بنجمٍ حل الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وہی کثیرۃ الوقوع
مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہین جنکی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یون کہکر کہ اگر کسی قسط مین خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا
ہو تو دونون کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے م حلبی نے کہا ان اخل حال ہے جعل کے فاعل کا بتقدیر قول کے
قلت وما یکثر وقوعہ ما لو شری بقطعٍ رائجۃٍ فکسدت بضربٍ جدیدٍ یجب قیمتہا یوم البیع من الذہبِ لاغیر اذ لا یمکن للحکام الحکم
بمثلہا للمنع السلطان منہا ولا یدفع قیمتہا من الفضۃ الجدیدۃ لانہا ما لم یغلب غشہا فجیدہا وردیہا سواء اجماعا اما ما غلب غشہ
ففیہ الخلاف کما سیجیٔ فی فصل القرض فلتنبہ وبہ اجاب سعدی آفندی مین کہتا ہون اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہہ مسئلہ ہے کہ اگر چلن کے روپیون
سے خرید کیا پہر اونکا رواج موقوف ہو گیا دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو ان روپیون کی قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوا اسکے
اسکی اسواسطے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکمون کو ممکن نہین بسبب منع کردینے سلطان حال کے اونکی رواج سے اور اونکی قیمت نقرئہ جدیدہ
سے بہی مشتری نہ دے اسواسطے کہ جبتک چاندی کی ملونی غالب نہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونون برابر ہین باجماع امام اور صاحبین کے
اور جس چاندی مین ملونی غالب ہوگی اوسمین امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل مین آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہے
اس مسئلہ کا سعدی آفندی نے م طحطاوی نے کہا غلبۂ غش باب الصرف مین مذکور ہے نہ قرض مین اور قرض مین رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید غلبۂ غش

م رائجۃ الزمان بیع قطعہ نقد الزمان

وهذا اذا بيع بثمن دين فلو بعين فسد فتح اور یہ یعنے صحت بیع بثمن موجل اسوقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین
موجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح م ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی سے اور
اوسکے دینے کا مثلاً دس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اوسکی ادا میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہے
وبخلاف جنسه ولم يجمعهما قدر لما فيه من ربا النساء كما سيجئ في بابه (الى اجله) اور جبکہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل
ہو اسواسطے کہ اسمین تاخیر کا بیان ہی چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا میں آویگی م خلاصہ یہ ہی کہ بیع بثمن موجل درست ہی دو شرطوں سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقود
کے ہو یعنے اعیان کے دوسری شرط یہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو لیکن بشرطیکہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہوں چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت
مقرر کرکے صحیح ہے تو بیع بہر کی بہر سے یا من بہر گیہون کی من بہر گیہون سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہیں کہ یا جزو الاجل ابتداءه
من وقت التسليم ولو فيه خيار فمن سقوط الخيار عندهما خانيه اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کیوقت سے ہی اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو
جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اوسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے (اور صاحبین کے) نزدیک کذا فی الخانیۃ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد سے ہے نہ بعد ایجاب اور قبول
کے وللمشتري بثمن موجل الى سنة منكر الاجل سنة ثانية مذ تسليم لمنع البائع السلعة عن المشتري سنة الاجل المنكر
تحصيلا لفائدة التاجيل اور اوس مشتری کے لیے جسنے سال غیر معین کے تک موجل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت ہی تسلیم مبیع کیوقت سے بسبب
روکنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت میں تاکہ مدت کا فائدہ حاصل ہو م خلاصہ یہ ہے کہ مشتری نے ادای ثمن کیواسطے سال بہر کی مدت
بلا تعیین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب اور قبول کے بعد سال بہر تسلیم مبیع نکی تو تسلیم کے بعد دوسری سال سے اوسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تاکہ مشتری
مبیع میں تصرف کرکے ادا ثمن پر قادر ہو یہ قول ہے امام کا خلافا للصاحبين فلو معينة اولم يمنع البائع من التسليم لا اتفاقا لان التقصير
منه تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نکیا ہو تو دوسری سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور
ہے م اگر مشتری نے کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسیطرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر
یا رجب تک تسلیم مبیع نکی تو مشتری کیواسطے دوسری مدت بالاتفاق نہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری میں ہی کہ محل اختلاف
امام اور صاحبین در صورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہین کیا تو ابتدای مدت عقد کیوقت سے ہی بالاجماع والثمن المسمى قدرا لا وصفا
ينصرف مطلقه الى غالب نقد البلد بلد العقد بحر الفتاوى لانه المتعارف اور جس ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ اوسکا وصف تو اوس
ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کیطرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہان کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے
کہ جسکا رواج غالب ہی وہی متعارف ہے م یعنے مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اوس شہر کے نقد
غالب کیطرف راجع ہوگا جسمیں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کی شہر کیطرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہی تو مطلق اوسیطرف پہریگا اگرچہ اوس شہر
میں اور دراہم بہی موجود ہوں جنسے معاملہ نہین ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر میں ہے کذا فی النہر طحطاوی نے مجمع الفتاوی سے نقل
کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایک گدہے اصفہان میں بعوض اتنے دنانیر کے سوا اونکے قیمت ندی یہان تک کہ مشتری بخارا میں ملا تو اوسپر عیار
اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہے وان اختلفت النقود مالية كذهب شريفي ومنذرقي فسد العقد مع
الاستواء في رواجها الا اذا بين في المجلس لزوال الجهالة اور اگر نقود شہر کے مختلف ہوں باعتبار مالیت کے جیسے شریفی
اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہی اونکی رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اوسوقت فساد نہین جبکہ مشتری بیان کردے ایک نقد کو اوسی مجلس میں بسبب
دور ہو جانے جہالت کے م بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے جو باعث نزاع ہی اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین باعتبار رواج کے اور
اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ جہالت دفع ہوگئی قبل اوسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود

کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہی مشتری کو اختیار ہی جو چاہی ادا کرے اور اسیطرح اگر نقود مالیت اور رواج
دونون مین مختلف ہون یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہے باعتبار اوس نقد کے جو غالب الرواج ہی کذا
فی النہر وصحّ بیعُ الطعام ہو فی عُرفِ المتقدمین اسمٌ للحنطةِ ودقیقِہا کیلاً وجزافاً بتثلیث الجیم معرّبُ گزاف المجازَفة ۱۲ اور صحیح ہی
بیع طعام کی پیمانے سے ناپ کر اور بطور تخمین اور اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اوسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم گزاف
فارسی کا معرب ہی بمعنے مجازفت نہر کہتا ہی علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہی حدس اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت گمان ۱۲
بیع مین عبارت ہی مساہلہ سے الحاصل مصنف کے کلام مین طعام سے جمیع حبوب مراد ہین نہ فقط گیہون اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے
حبوب کی بیع اٹکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہوجانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ کی مین عینی سے منقول ہی کہ اٹکل کی بیع مین شرط
یہہ ہی کہ ممیز اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کانَ بخلافِ جنسِہ ولم یکن رأسَ مالِ سَلَمٍ لشرطیةِ معرفتہ کما سیجیٔ اوکان بجنسہ
وہو دونَ نصفِ صاعٍ اذ لا ربٰو فیہ کما سیجیٔ بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہی جب کہ بیع اوسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہون کی بیع جَو سے اور جبکہ سلم کا
رأس المال نہو اسواسطے کہ رأس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع سی کمتر ہے
اسواسطے کہ نصف صاع سی کمتر مین بیاج نہین چنانچہ باب الربٰو مین آویگا ومن المجازفةِ البیعُ بِاِناءٍ وحجرٍ لا یُعرَف قدرُہ قیّدٌ فیہما وللمشتری
الخیارُ فیہما نہر اور منجملہ تخمین ہی بیچنا اوس برتن اور پتہر سے جسکی مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہی کذا فی النہر کہتا ہی نہر الفائق مین
کہا اسواسطے یہہ بیع جائز ہی کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت مین کیل
نہین اور شرط صحت یہہ ہی کہ برتن گہٹتا بڑہتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہی کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین
بسبب رواج کے جائز ہی اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمع النوازل مین ثبوت خیار پر تصریح ہی اس صورتمین کہ خریدکرے اس پتہر
کے برابر سونے سے لیتے اور لائق یون ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بہی اختیار ثابت ہولتے وہذا اذا لم یحتمل الاناءُ النقصانَ فی الحجمِ
التغیّرَ فان احتملہما لم یجز کبیعہٖ قدرَ ما یملأ ہذا البیتَ ولو قدرَ ما یملأُ ہذا الطستَ لجاز سراج اور یہہ یعنی برتن
کی پڑی اور پتہر کے وزن سے بیع اوسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتہر ٹوٹنے پہوٹنے کا محتمل نہوا اور اگر نقصان اور پہوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز
نہوگی چنانچہ اوس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہہ کوٹہری بہر جائے اور اگر اوس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بہردی تو جائز ہی کذا فی السراج وصحّ فی ما سُمّی
صاعٍ فی بیعِ صُبرةٍ کلّ صاعٍ بکذا امّا الخیارُ للمشتری لتفرقِ الصفقةِ علیہ ویُسمّی خیارَ التکشّفِ اور صحیح ہی بیع ہر ایسی کی
چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہی اناج کے ڈہیر کی بیع مین اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری
پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین م کہتا ہی ایک ڈہیر ہی گیہون یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ مین نے اسکو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے
کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر ہی تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار
ہی اور بیع نے نفسہ متفاوت چیز نہین اور اس سی زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم ہین کہ سب ڈہیر کے صاع یا کے سیر کا ہی اور درم یا آنے
کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہوگیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہی کہ ایک صاع
مین بیع لازم ہی بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہی واللہ اعلم وصحّ فی الکلِّ ان کیلَت فی المجلسِ لزوالِ المفسِدِ قبلَ تقرّرہ ۱۲ وسمّی
جملةَ قفزانِہا بلا خیارٍ لو عند العقدِ وبہ لو بعدہ فی المجلسِ اوبعدہ عندہما وبہٖ یُفتیٰ اور صحیح ہی بیع سب ڈہیر مین اگر
اوسکا پیمانہ ہوگیا عقد کی مجلس مین بسبب دور ہوجانے مفسد کے قبل اوسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاء مجلس زائل ہوگئی یا بائع نے اوس
ڈہیر کے قفیز بیان کردیئے تو بیع صحیح ہوگی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس مین ہوا تو بیع باختیار مشتری

بیانہ ۱۲ بیان ۱۲

ہو گی یا بعد مجلس کے تشبیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہو گی اور اسیکا فتوی ہو ہم کہتا ہو تغیر ایک جماعت نے شرح ملتقی مین ہو کہ صاحبین کے قول پر فتوی
اس نظر سے نہین کہ امام کی دلیل ضعیف ہو بلکہ اس نظر سے ہو تا خلق اللہ پر آسانی ہو فان تراضی ہل یلزم البیع بلا رضی من البائع الظاہر
نعم کذا یسیر در صورت خیار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہو گی بلا رضامندی بائع کے ظاہر جواب یہہ ہو کہ ہان بیع لازم ہو گی کذا فی النہر بیان ہو کہ
اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کر لے تو اوسکا فسخ معتبر نہو گا اور مشتری سب ڈھیر کو لیگا کذا فی النہر ایضا وفسد فی الکل فی بیع ثلۃ بفتح فتشدید
قطیعۃ الغنم وثوب کل شاۃ وذراع لفا ونشرا بکذا اور تمام میں بیع فاسد ہو بھیڑ بکری کی ریوڑ اور کپڑے کی بیع مین اسطرح کہ ہر بکری
عوض اتنے کے ہو اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلہ بفتح ثاء مثلثہ وتشدید لام عبارت ہو گلہ غنم سے اور شاۃ اور ذراع مین لف ونشر
مرتب ہو ہم کہتا ہو یعنی بائع نے بھیڑ بکریون کے طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسمین سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپے کو ہو یا کپڑے کے تھان کیطرف اشارہ
کرکے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہو تو بالکل فاسد ہو تمام افراد مین امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد درمیان مختلف ہین تو قیمت سب پر برابر منقسم نہوگی
تو تنازع واقع ہو گا ایک کی تعیین مین بائع چاہیگا کہ مشتری چھوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہون کے ڈھیر کے
کہ وہان ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہو اسواسطے کہ گیہون کے افراد یعنی اوسکے دانون مین تفاوت نہین یکسان حال ہو مصنف نے کپڑے مین
کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن شامی نے جامع صغیر مین حضرت جنیس کی قید لگائی ہو یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت
کم ہو جاتی ہو اسمین بیع ہر گز صحیح نہین تو اگر اس تھان سے گز دو گز اوترنا موجب نقصان نہو تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اسمین ایک گز کی بیع جائز ہو
جیسے گیہون کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہو کذا فی النہر عن غایۃ البیان وان علم عدد الغنم فی المجلس لم ینقلب صحیحا عندہ علی الاصح اور
اگر بھیڑ بکری کا شمار مجلس مین معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بصحت نہوگی امام کے نزدیک بنابر قول اصح کے ہم کہتا ہو یعنی بعد عقد کے مجلس مین شمار معلوم
ہونے سے صحیح ہو گی ولو صحیحا انعقد بالتعاطی ونظیرہ البیع بالرقم سراجیہ اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین بیع مذکور سے تو بیع
منعقد ہو گی بسبب تعاطی کے اور نظیر اوسکے بیع بالرقم ہو کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہو کذا فی السراجیہ ہم رقم کے معنی نقش کے ہین جسکو ہندی مین
آنک کہتے ہیں اور سراجیہ میں ہو بیع بالرقم یہہ کہ بائع کہے کہ میں نے یہہ کپڑا بیچا موافق اوسکی رقم کے یعنی جو ثمن کہ کپڑے پر لکھا ہو اور مشتری کو وہ معلوم نہین اگر
بعد حصول عقد مشتری دیکھیگا تو بیع فاسد ہو اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھیگا اور بیع کو پسند رکھیگا تو بیع صحیح ہو گی اور اگر قبل عدم تفرق ہوا تو فساد
موکد ہو جائیگا اور بعد اوسکے منقلب بجواز نہو گا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی شرح القدیر مین ہو کہ بیع بالرقم فاسد ہو اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب
عقد مین متمکن ہو گئی ہو نہ قمار کے معلوم نہین کہ ثمن کیا ہو اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہو اگر مجلس مین ثمن معلوم ہو جائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی
تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہہ منافی ہو فقہا کے کلام سو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی مین یہہ ضرور ہو کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور
اگر ہو گی تو قبل متارکہ منعقد نہو گی مگر یہہ کہ اسی انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے وکذا الحکم فی کل معدود متفاوت کابل وعبید وبطیخ
وکذا کل ما فی تبعیضہ ضرر کمصوغ واوانی بدائع اور اسیطرح غنم اور ثوب کا حکم ہو ہر معدود مختلف مین جیسے اونٹ اور غلامون اور خربوزون
مین اور اسیطرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہو جیسے ڈھلے برتن کذا فی البدائع ولو سمی عدد الغنم والذراع او جملۃ الثمن صح اتفاقا اور اگر
بائع نے بھیڑ بکریون کی گنتی اور کپڑون کے گزون کا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل مین بیع صحیح ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے
ہم کہتا ہو یہہ تسمیہ مفروض ہو قبل عقد کے یا صلب عقد مین اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہین وہان تسمیہ مفروض ہو
بعد عقد کے تو دونون صورتون مین کچھہ تناقض نہ رہا کذا فی الطحطاوی عن البحر والضابطۃ لکلمۃ کل ان الافراد ان لم تعلم
نہایتہا فان لم تؤد للجہالۃ فللاستغراق کیمین وتعلیق ورنہ قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہہ ہو کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت
کا باعث نہو تو وہان لفظ کل استغراق کے واسطے ہو یعنی جمیع افراد مراد ہونگی چنانچہ یمین اور تعلیق مین ہم کہتا ہو طحطاوی نے کہا جہالت سے مراد جہالت

مراد ہو جو موجب نزاع نہو شاید کہ یون کہنا مناسب تہا کہ ہوا ہی یمین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود یمین ہی تعلیق کی یہہ مثال ہی کہ کلما تزوجت امرأة
فہی طالق یعنی جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی وکلما اکلت اللحم فعلی درہم اور ہر بار کہ مین گوشت کہاؤن تو مجہہ پر ایک درہم دینا واجب
تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمہ پر درہم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہہ ہی کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے مین ایکدرہم دیا کر سو مامور نے
ایک مہینے سے زیادہ دئے تو آمر پر وہ لازم ہونگے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ واقرار اور اگر جہالت
موجب نزاع ہی تو اگر افراد کی نہایت مجلس مین نہ معلوم ہو تو وہان لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارہ اور
ضمانت اور اقرار مین ہم کہتا ہی اجارہ کی مثال یہہ ہی کہ مین نے اجارہ دیا اپنا گہر کل شہر عوض اتنے کے تو اوسپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت
یہہ ہی کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اوسپر ایک مہینے یا ایکدن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور
اقرار کی صورت یہہ ہی کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری مجہپر کل درہم ہین تو ایکدرہم لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والا فان تفاوتت الافراد
کالغنم لم یصح فی شیء عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت مین متفاوت ہون چنانچہ غنم تو کسی چیز مین امام کے نزدیک بیع
صحیح نہین نہ ایک فرد مین نہ سب افراد مین والا صح فی واحد عندہ کالصبرۃ اور اگر افراد مین تفاوت نہو تو ایک صاع یا ایک سیر مین امام کے
نزدیک بیع صحیح ہی چنانچہ گیہون جو کے ڈہیر مین وصححاہ فیہما فی الکل مجہا اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہی دونون مین یعنی سب غنم اور سب ڈہیر مین
کذا فی البحر ہم کہتا ہی صاحبین اور شافعی کی یہہ دلیل ہی کہ مبیع معلوم ہو چکی اشارہ کے سبب سے اور جہالت ثمن کی شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ
کرنے سے زوال پذیر ہی تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہی وفی النہر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرہان و
القہستانی عن المحیط وغیرہ وبقولہما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق مین عیون سے اور شرنبلالیہ مین برہان سے اور قہستانی مین محیط
وغیرہ سے منقول ہی کہ اسمین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انہا مائۃ قفیز بمائۃ درہم وہی اقل او
اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل وموزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈہیر کو بیچا اس
شرط پر کہ وہ سو قفیز ہی سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہی یا زیادہ ہی تو مشتری کم کو لے اوسکے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہی یعنی مثلا اگر
ساٹہہ قفیز گیہون ہون تو ساٹہہ درم کو لے یا چاہی بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہی ہر ایک اوس کیلی یا وزنی چیز مین جسکے
پارہ پارہ ہونے مین ضرر نہین ہم کہتا ہی ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا کہ اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بہر ہی پہر وہ وزن مین مثقال سے زیادہ
نکلا تو مشتری اوسکا مالک ہی یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اوس چیز مین جسکو تبعیض مضر ہی وصف ہی جیسے ذراع کپڑے مین وصف ہی کذا فی
الطحطاوی وما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈہیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہی بسبب واقع ہونے
بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہین تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع
مثلہ علی انہ مائۃ ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرور بہ
واخذ الاکثر بلا خیار البائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر والوصف لا یقابلہ شیء من الثمن
اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلا سو گز ہی سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک
کرے مگر جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اوسکو دیکہہ لیا تو اوسکو ترک بیع مین اختیار نرہیگا بسبب منتفی ہو جانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لیگا
بلا اختیار بائع اسواسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہی بسبب معیوب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہین اور وصف کے
مقابلہ مین ثمن کچہہ نہین مترجم کہتا ہی توضیح اسکی یہہ ہی کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہی مثلا پہر وہ ساٹہہ یا اسی گز نکلی یا ایکسو دس گز
ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر مین اختیار ہی چاہی ساٹہہ یا اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دیکر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایکسو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا

پس واجب ہوا بائع سے تفاوت کیلی اور وزنی چیز کے کہ جسمین کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ ذرعیمین ذراع وصف ہو اور کیلی
اور موزون مین کیل اور وزن وصف نہین ہو اور اللائق یہی ہو کہ اصطلاح فقہ مین وصف شی اوس سے عبارت ہی جو تابع ہونیکا اور منفصل نہو اور اوسکے سبب
اوسمین حاصل ہو تو اوسکی خوبی کو زیادہ کردی چنانچہ ذراع وصف ہی کپڑے مین اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی قیمت دس درم مثلا قیمت ہو اگر ایک گز
کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ بکیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہین اور دس گز کافی ہو لہذا بعضون نے وصف کی یون تعریف کی ہی کہ وصف
وہ ہو جو جسمین ہو معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہی اور جو ایسا نہو وہ اصل ہی اتنے تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب مین اوسکا زائد کی نسبت
اوسکی مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوتا چنانچہ گیہون وغیرہ مین منقسم ہوتا ہی الا اذا کان مقصودا بالتناول کما افادہ
بقوله وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرهم اخذ الاقل بحصته ان شاء لصیرورته اصلا بافراده بذکر الثمن او ترکه لتفریق الصفقة
مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اوسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اوسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع مین کہا کہ ہر گز
ایک درم کے عوض ہی تو مشتری کو اسکے حصے کے موافق ہے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہی مگر یہان اصل ہوگیا بسبب اوسکے علیحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر
کر دینے سے یا ترک بیع کر دے بسبب متفرق ہونے عقد کے مترجم کہتا ہی یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم ثمن مقرر کیا
اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہی ساٹھ گز کو ساٹھ درم دیکر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہی لیکن جب اوسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل ہی
ہوگیا وکذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرهم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد اوسیطرح سو گز سے زیادہ کو مشتری چاہے ہر گز ہر ایک درم کے
لیا ہی فسخ بیع کر دے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو مترجم کہتا ہی چونکہ بیع ہوئی تہی سو گز کی لہذا زائد کے خرید کرنے مین مشتری کو اختیار ہوا تا التزام مالا یلزم لازم نہ آوے
وفسد بیع عشرة اذرع من مائة ذراع من دار او حمام وصححاه وان لم یسم جملتها علی الصحیح لان ازالتهما بیدهما اور فاسد ہی بیع
دس گز کی گہر یا حمام کی سو گز مین سے اور صاحبین نے اسکو صحیح کہا ہی اگرچہ بائع نے سب گزون کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح ہو اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا
عاقدین کے ہاتھ مین ہو مترجم کہتا ہی فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہی کہ ذراع حقیقت مین اوس آلہ کا نام ہی جس سے ناپتے ہین خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے
کا سو وہ حقیقی معنے یہان متعذر ہین تو مجازا یہان ذراع سے زمین مراد ہی جو ذراع سے ناپی جاتی ہو اور زمین پر اطلاق ذراع نہین ہو سکتا مگر
معین اور مشخص ہو کر اسواسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہی کہ محل محسوس کا مقتضی ہی تو اس صورت مین دس گز غیر معلوم ٹہیری کہ گہر یا حمام کے کس جانب سے مراد
ہین تو یہ جہالت باعث منازعت ہی بائع کہیگا کہ مین دس گز فلانے طرف سے دونگا مشتری کہیگا کہ نہین مین فلانے طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر
عقلی ہی محل محسوس کا مقتضی نہین تو اوسکا شائع ہونا جائز ہی کیونکہ اوسکی جہالت باعث نزاع نہین اسواسطے کہ وہ حصے کا مالک تو ہی ہے وہ ایکا شریک
ہی تمام گہر مین بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہی کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا بائع اور مشتری کے اختیار مین ہی
ہرچند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہو خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نکرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کئے تا قول ائمہ صحیح ہو
اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہین کذا فے اللطائف ولا یفسد بیع عشرة اسهم من مائة سهم
اتفاقا لشیوع السهم لا الذراع فاسد نہین بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے
کیونکہ سہم امر عقلی ہی تو محل کا مقتضی نہین اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہو چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان بالمجلس
وینبغی انقلابه صحیحا لو فی المجلس ولو بعده فبیع بالتعاطی باقی رہی یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین گزون کی تعیین پر ایک مکان
خاص مین تو اسکو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکہا اور لائق یہ ہی کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد مین ہوا اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی
ہوگی کذا فی النہر اشتری عددیا متفاوتا ثیابا او غنما علی انه کذا فنقص او زاد فسد للجہالۃ خرید کئے چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ
کپڑے ہون یا بہیڑ بکری کذا فے الجوہرہ اس شرط پر خرید ہوئی کہ اتنے ہین پہر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے مترجم کہتا ہی مثلا دس

دس تھان کی گٹھری خریدی بیس روپیہ کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تھان یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اسواسطے کہ نقصان کی صورت
میں ثمن مجہول ہے کیونکہ ثمن کے اجزا قیمت والی مبیع کے اجزاء پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جسکو بیس روپیوں سے
کم کر دیجے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور در صورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے
کی حاجت ہوگی تو اسمیں نزاع واقع ہوگا مشتری نکمے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری ارضا علی ان
فیہا کذا نخلا مثمرا فاذا واحدۃ فیہا لا تثمر فسد البیع اور اگر ایک زمین خرید کی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کھجور کے درخت پھلنے والے ہیں سو ان میں ایک
غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد ہے کذا فی البحر یعنی فاسد ہے ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں در صورت کمی وجہ اسکی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلا من الثیاب
او غنما واستثنی واحدا بغیر عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیہ ۞ چنانچہ کپڑوں کی گٹھری بیچی یا بکریاں بیچیں اور ان میں سے ایک کپڑا یا ایک
بکری بلا تعیین مستثنی کی تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کر لی تو بیع جائز ہے کذا فی الخانیہ یعنی در صورت استثناء غیر معین بیع فاسد
ہے جہالت کے سبب سے مشتری ادنے کے دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اعلے لینے کا قصد رکھیگا اور در صورت تعیین یہہ جہالت نہیں ولو بین ثمن کل من القیمی
بان قال کل ثوب منہ بکذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا
یعنی اسطرح کہا کہ اس گٹھری میں سے ہر تھان کی یہہ قیمت ہے اور ایک تھان کم نکلا تو بیع صحیح ہو گی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خرید اور عدم
خرید میں مختار رہیگا بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہے مسئلہ سابقہ میں مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی میں جہالت طاری ہوئی اور یہان ہر تھان کا
جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت نہوئی مثلاً دس تھان بیچے بیس روپیہ کو اسطرح کہ ہر تھان کے دو دو روپیے ثمن ٹھیرے پھر اگر نو تھان نکلیں گے تو انکا
ثمن اٹھارہ روپیہ ہوگا ایک تھان کے دو روپیے کم ہو جائیں گے وان زاد ثوب فسد لجہالۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلاً دس تھان کی
شرط میں گیارہ تھان نکلے تو بیع فاسد ہوگی بسبب جہالت مزید کے ہم کہتا ہے در صورت زیادتی جہالت ثمن نہیں بلکہ جہالت مبیع ہے یعنی دس تھان مبیع کی تعیین
میں نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھان کو عشرہ مبیعہ میں مشتری داخل کریگا اور بائع برعکس اسکے ولو رد الزائد او عزلہ
هل یحل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا یا اسکو جدا رکھدیا تو کیا باقی اسکو حلال ہیں اسمیں اختلاف ہے ہم کہتا ہے بزازیہ میں ہے کہ
گٹھری خریدی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کپڑے ہیں پھر اسکو زائد پایا اور بائع غائب ہے تو زائد کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال میں لادے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک
ہو گیا انتہی اور گویا یہہ استحسان ہے والا بیع فاسد ہے جہالت مزید کے سبب اور خانیہ اور قنیہ میں مصرح ہے کہ محمد کا یہہ استحسان ہے کہ اسمیں سے ایک کپڑا جدا کر کے
باقی استعمال میں لادے اور اسمیں قبل اسکے یہہ ہے کہ ایک شے خرید کی سو اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدیا تو باقی حلال ہے مثلیات میں اور قیمت والی چیز میں حلال نہیں
تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نکرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جسمیں تحمل جاری نہو تو اسوقت میں اسکو جدا کر رکھے انتہے ملخصا فی البحر اور نہر الفائق میں ہے کہ یہہ جو
بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہے اور حاشیہ میں ہے کہ گٹھری خرید کی جسمیں بیس تھان ہیں ہر تھان عوض اتنے کے پھر اسکو
زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو علماء نے کہا ہے کہ مشتری اسمیں سے ایک تھان کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہہ استحسان
محمد کا بنظر مشتری کے انتہے مافی النہر اور ظاہرا یہہ ترجیح ہے کل علماء کے نزدیک جدا کر دینے کیوقت بائع کے غائب ہونے میں اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی
تو حلت مابقی ظاہر امر ہے کذا فی الطحطاوی اشتری ثوبا یتفاوت جوانبہ فلو لم تتفاوت ککرباس لم یحل لہ الزیادۃ ان لم یضرہ القطع وجاز
بیع ذراع منہ نہر خرید کیا کپڑا جسکے جوانب متفاوت ہیں تو اگر جوانب اسکے متفاوت نہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ
لینا حلال نہیں اگر اسکو پھاڑ لینا ضرر نکرتا ہو اور بیع ایک گز کی اسمیں سے جائز ہے کذا فی النہر ہم کہتا ہے زاہد عتابی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے
فرمایا کہ یہہ یعنی حلت زیادت کم از ذراع اس کپڑے میں ہے جو قطع بعض سے معیوب ہو جاتا ہو چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عمامہ اور زندہ اسکے اور اگر کرباس یعنی
تھان ہو جسکو قطع مضر نہیں اور مشتری نے خرید کیا بشرط دس گز ہونیکے پھر اسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اسکے لئے مسلم نہیں بلکہ اسکو بائع کو پھیر دے چنانچہ کملات

اور موزونات مین پھیر دینا لازم ہی کہتے شلبی نے کہا مشائخ نے کہا ہی کہ اگر ایک گز اس کرپاس سے بیچے تو جائز ہی نہ بیع تفریق کے ڈھیر سے اسواسطے کہ قطع اور
تمیز بائع کو مضر نہیں کذا فی الطحطاوی علی انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرہم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ ونصف بلا خیار لانہ
انعم واخذہ بتسعۃ فی تسعۃ ونصف بخیار لتفرق الصفقۃ و قال محمد یأخذ فی الاول بعشرۃ ونصف بالخیار
وفی الثانی بتسعۃ ونصف بہ وہو اعدل الاقوال بحر واقرہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القہستانی وغیرہ
قول الامام وعلیہ المتون فعلیہ الفتوی یعنی مختلف الجوانب کپڑا کمیص وغیرہ کے نہ خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز عوض
درہم کے تو مشتری اوسکو دس درہم سے ساڑہے دس گز کے ہونے مین بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اوسکو نافع تر ہی اور اسکو نو درہم
سو لے ساڑہے نو گز کے ہونے مین اور چاہی نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت مین اوسکو ساڑہے دس درہم سو لے اگر
چاہی اور دوسری صورت مین ساڑہے نو درہم کو لے اگر چاہی اور یہہ قول معتدل ترین اقوال ہی کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہی مین
کہتا ہون لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہی اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہین تو امام ہی کے قول پر فتوی ہے م امام کی دلیل یہہ ہی کہ
ذراع وصف ہی اصل مین اور حکم اصل کا اوسکو ملتا ہی جب شرط پائی جاوی سو شرط یہان ہر ذراع مین پائی گئی نہ نصف ذراع مین تو کمتر از ذراع اپنی اصالت پر وصف
رہا اور وصف کے مقابل کچھہ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھہ کیا ہی اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درہم کے ہوا تو نصف ذراع نصف
درہم کے مقابل ہوگا بالضرور اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہین اور فتح القدیر مین ہی کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہی اور توخیر مین
کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع مین گفتگو ہی اسواسطے کہ گاہی فتوے قول صحیح پر ہوتا ہی نہ اصح پر یا گاہی غیر متون کی روایت
پر فتوی ہوتا ہی آسانی کیواسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہی اتقانی کا قول واللہ اعلم
بالصواب **فصل** فیما یدخل فی البیع تبعا وما لا یدخل یہہ فصل ہی اسمین جو بیع یعنی مبیع مین بطریق تبعیت داخل ہوتا ہی اور جو بالتبع داخل نہین ہوتا الاصل
ان مسائل ہذا الفصل مبنیۃ علی قاعدتین احداہما ما افادہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما ہو
متناول اسم المبیع عرفا فانہ یدخل بلا ذکر اصل یہہ ہی کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدون پر ہی ایک قاعدہ کو مصنف نے اپنے اس
قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر مین ہی از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہی عرف مین وہ بیع مین داخل ہی بدون ذکر کئے م شارح
نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام مین گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہی نہ بطریق قید کے اور اسیطرح قاعدہ ثانیہ مین شارح تعمیم کی طرف اشارہ کر گیا یعنی
جو چیز رواج مین اسم مبیع کو شامل ہو جیسے گھر کو عمارت شامل ہی وہ بدون ذکر کے مبیع مین داخل ہے تو گھر کی بیع مین عمارت بلا ذکر داخل ہی اسواسطے کہ گھر
عبارت ہی زمین اور عمارت سے وذکر الثانیۃ بقولہ او متصلا بہ تبعا لہا تدخل فی بیعہا یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال
قرار وہو ما وضع لا لان یفصلہ البشر دخل تبعا وما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا
کہ جو چیز اوس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع مین داخل ہی گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جو اسواسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اسکو اوکھاڑ ڈالے
چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑہی وہ بیع مین داخل ہی بالتبع اور جو ایسی متصل نہین وہ داخل بیع نہین چنانچہ لکڑی کی سیڑہی جسکا ایک سرا زمین مین گڑا ہو
وما لم یکن من القسمین فان من حقوقہ او مرافقہ دخل بذکرہما والا لا اور جو دونون قسمون مین نہو یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع
سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہین تو داخل نہوگی م
شارح نے تو اسیطرح اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کئے اور بہتر یہہ تہا کہ صاحب درر کی مانند تین قاعدے ذکر کرتا اسطرح پہلا قاعدہ
یہہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفا وہ بیع مین بلا ذکر صریح داخل ہی دوسرا قاعدہ یہہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہی مبیع کا اور اوسکی بیع مین
داخل ہی تیسرا قاعدہ یہہ کہ جو دونون قسمون مین نہو تو اگر حقوق اور مرافق مبیع مین ہی تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہوگا والا نہین کذا فی الطحطاوی

قید خل البناء والمفاتیح المتصلۃ اغلاقہا لتصیبۃ وکیلون ولو من فضۃ لا القفل لعدم اتصالہ والسلم المتصل والسرر والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا مبنیا والبکرۃ لا الدلو والحبل مالم یقل بمرافقہا بیعہا ای الدار تو گھر کی بیع مین عمارت داخل ہی اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل مین کاہی جدا نہین ہوتین چنانچہ قصبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہون نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل ہی اور گھر کی بیع مین داخل ہی نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین مین گڑا اور جما ہی اور چکی اگر اوسکا نیچے کا پاٹ زمین مین گڑا ہوا اور کنوئین کی گھرلی داخل وار ہی اور ڈول اور رسی داخل نہین جبتک بائع مرافق وار کا لفظ نکہے ھم اغلاق جمع ہی غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی مین کلیدانہ اور بند در کہتی ہین یعنی آلہ حدید جو دونون کواڑون مین کیلون سی جڑا ہوتا ہے دروازہ کہولنے اور بند کرنیکے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کہنکا کہتے ہین اور بعضے بلین اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہین فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر زینہ لکڑی کا ایکطرف زمین مین گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع مین داخل ہی اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہی اور تاتارخانیہ مین ہی کہ سلاسل اور قنادیل جو چہت مین کیلون سے جڑی ہون وہ گھر کی بیع مین داخل ہین اور فتح القدیر مین ہی کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین مین گڑا ہی بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع مین داخل ہے لیکن دیار مصر مین نیچے کا پتھر زمین مین نہین جماتے بلکہ دونون پتھر منتقل اور متحول رہتے ہین تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گھر کا اور اسکی گھرلی داخل بیع ہی نہ وہ ڈول اور رسی جو اوسپر معلق ہی انتہی اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اوسمین سے رانگا اور لکڑیان نکلین تو اگر وہ منجملہ عمارت مین استحکام کیواسطے تہین چنانچہ لکڑی کی مجوسی تو اونکا مالک مشتری ہی اور اگر بطور ودیعت کے ہون تو بائع اوسکا مالک ہی اور وجیز کردری مین ہی کہ اگر دوکان کے آگے چہپا ہو چنانچہ بازارون مین ہوتا ہی تو داخل بیع نہوگا مگر بذکر مرافق انتہے وکذا بستانہا اور اسیطرح گھر کی بیع مین خانہ باغ داخل ہی م فتح القدیر مین ہی کہ خانہ باغ مراد ہی جو گھر کے اندر ہی خواہ چہوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہی تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہین اگرچہ اوسکا دروازہ گھر مین ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چہوٹا ہو اور کہولنے کی زنجیر گھر کے جانب ہی تو داخل ہی اور اگر اوسکا دروازہ گھر کے دروازے سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہین انتہی واما البیر الکائنۃ فی الدار فتدخل نیج کما سیجئ فی باب الاستحقاق اور وہ کنوان جو گھر مین ہی سو گھر کی بیع مین داخل ہی کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق مین آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین نہ کاسے ھم دہوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالین کے تغار اور تیلیون کے مٹہور اور مٹکے اور دہوبیون کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہین وہ سب بیع کی بیع مین داخل نہین اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو مین کہتا ہون کہ لائق یون ہی کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیاء مذکورہ داخل ہون کذا فی فتح القدیر وفی الحمار اکافہ ان شراہ من المزارعین واہل القری لا لو من الحمارین اور گدہی کی بیع مین اوسکا پالان داخل ہی اگر گدہی کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والون سے خرید کیا ہو اور اگر گدہے والون سے یعنی جو گدہے بیچنے کی تجارت کرتے ہون اون سے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہوگا طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہی کہ سوداگرون کی عادت یہ ہی کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہین وتدخل قلادتہ عرفا اور گدہی کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہی باعتبار رواج کے ھم جو رسی کہ گدہی کے گلے مین بندہی ہی وہ حمار کی بیع مین داخل ہی عرف مین لیکن جہان اسکا رواج نہین وہان داخل نہین اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندہی ہو اور جہول بدون شرط کے داخل بیع نہین کذا فی العالمگیریۃ اور گہوڑی کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین نکیل داخل ہی اور کسی کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین کہ گہوڑا بکے اور اوسپر زین ہو بعضون نے کہا کہ زین داخل نہین بلا تنصیص یا بحکم عرف کذا فی فتح القدیر ویدخل ولد البقرۃ الرضیع وفی الاتان لا رضیعا اولا یعنی اور گای کا دودہ پیتا بچہ گای کی بیع مین داخل ہی اور گدہی کی بیع مین اوس کا بچہ داخل نہین خواہ دودہ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسیکا فتوی ہے ھم وجہ اسکی یہ ہی کہ گای کا دودہ بخوبی حاصل نہین ہو سکتا بدون اوسکے بچے کے اور گدہی کا دودہ حلال نہین جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہی اور ان امور کا مدار عرف پر ہی ویدخل ثیاب عبد وجاریۃ ای کسوۃ مثلہما یعطیہما اہلہا او غیرہا اور غلام اور لونڈی کے کپڑے اونکی بیع

ہیں تو داخل ہیں یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہیں بائع کو اختیار ہے کہ اور کوئی لباس وہی جو وقت کے بدن پر ہی یا سوای اسکے ہم اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے
ہون تو داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذافی العالمگیریہ لایدخلھا الا ان سلمہا او قبضہا و سکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل ہے
یعنی جسطرح کہ بائع اسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اوسے زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صیرفیہ میں ہے وَ
یدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر وقید فی المسئلتین فالذکر اولی مثمرۃ کانت او لا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہ علی
شرف القطع فتح اور داخل ہیں درخت زمین کی بیع میں بلا شرط بیع اشجار خواہ بارآور ہون یا ہون چھوٹے ہون یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع
نہین اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہوتا ہے کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر
دونوں مسئلون میں قید ہے یعنی گھر کی بیع میں عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع میں اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا
ذکر ہو گیا تو بطریق اولے داخل ہونگے اذا کانت مغروسۃ بہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیع میں اوسوقت داخل ہیں جبکہ وہ زمین
مین موضوع ہون قرار اور دوام کے واسطے مثل عمارت کر فلو نبتہا صغارا تنقلم تمن الزیعان ین آ صلہا تدخل ولمن تیس وجلہا الارض
لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اگر زمین مبیع میں ایسے چھوٹے درخت ہون جو فصل ربیع میں اوکھاڑے جاتے ہون سو اگر جڑ سے
اوکھاڑے جاتے ہون تو زمین کی بیع میں وہ بھی داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہون تو بدون شرط کے داخل نہین اور پورا اسکا بیان شرح
وہبانیہ میں ہے ہم علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ میں یون مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع میں اور نیشکر داخل نہین کیونکہ زراعت کی
طرح ہے اور گلاب اور یاس اور چنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہین کہ بمنزلہ اثمار کے ہین اور انکے اصول داخل ہین اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہین اور روئی اور کپاس
بمنزلہ اثمار داخل نہین اور انکی جڑون میں دخول اور عدم دخول کے دو قول ہین اور قاضی خان میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہین
اور سرخسی نے کہا کہ بیگن کی اصل داخل نہین اور گندنا وغیرہ جو چیزین کہ وجہ الارض پر ہون وہ داخل نہین اور گاجر اور پیاز اور شلغم رسیدہ بائع کا ہے خواہ
ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسید و نہین تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہین اور ایسے اصول میں مجہری دو روایتین ہین اور جوب اور کتان اور جزاء کا
کھیت کی بنہد ہے انتہی کما کذا فی الطحطاوی و فی القنیۃ شری کرما دخل الوثائق المشدودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض کذا
الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض اللتی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل یعنی کاتر الکرم اور قنیہ میں ہے خرید کیا انگور
کے درختون کو تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون میں بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تھونیان جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہین
جن پر انگور کی شاخین پہیلتی ہین جنکا نام ارض خلیل ہین یعنی کاتر الکرم ہے ہم قائل جمع ہے وثیقہ کی یعنی رسی یعنی رسی اور بعض نسخون میں بجای الم
تارہ کی جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیان جو گھر کے ستونون میں تانی جاتی ہین کپڑے لٹکنے کو جنکو بعض اہل ہند الگنی کہتے ہین یہان مراد وہ رسیان ہین جن پر
انگور کی شاخین پہیلتی ہین و فی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیٔ من الثمن لکونہ کالوصف و ذکر المصنف فی باب الاستحقاق
قبیل السلم اور نہر الفائق میں ہے کہ جو چیز مبیع میں بالتبع داخل ہے اوسکے مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف کی مانند ہے اور مصنف نے اسکو
باب الاستحقاق میں باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے ہم نہر الفائق میں کہا و لہذا قنیہ میں ہے کہ ایک گھر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی
اسواسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدیر میں ہے جیسے بیعین اشیا داخل ہوتی ہین بلا تسمیہ البتہ اسیطرح بیع سے چند چیزین بلا تسمیہ خارج ہو جاتی ہین چنانچہ قریہ
کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہرپناہ خارج ہو جاتی ہین خلاصہ مین ہے قریہ بیچا مسجد ہے اور اسکو مستثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حد و شہر طہر یا نہین اس میں
اختلاف مشائخ ہے اور اسیطرح حیاض کا حکم ہے اور قبرستان مین ذکر حد و ضرور ہے مگر یہ کہ مقبرہ سے ٹیلے پر ہو انتہی انتہی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع
الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہین زراعت زمین کی بیع میں بدون نام لینے
زراعت کے مگر جب کہ کھیت جما ہو اور اوسکی کچھ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح مین کذا فی شرح المجمع ہم زراعت اسواسطے بیع ارض مین

نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل باتصال قرار نہین بلکہ اوسکا اتصال فصل کے واسطے ہے یعنی آدمی نے اُسکو بہ نیتِ قطع بویا ہے تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی
فتاوی عالمگیری مین ہے کہ مالک نے زمین مین بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیج بیع مین داخل نہین اسواسطے کہ جبتک بیج نہین جما تو اوسپر تابع ہونا ثابت
نہین اور اگر جما ہے اور بے قیمت ہے تو صواب یہہ ہے کہ داخل ہے چنانچہ ظہیریہ مین ہے انتہے اور دریافتِ قیمت کا یہہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت
کے اور پھر قیمت کی جاوے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فے فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین
کی قیمت بلا زراعت سو درم ہون مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہون تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت
بہر صورت سو درم ہون تو زراعت بلا قیمت ہے **ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط** عبر ہنا بالشرط وثمہ بالتسمیۃ لیفید ان
لا فرق وان ہذا الشرط غیر مفسد وخصہ بالثمر اتباعا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبائع الا ان یشترطہ
المبتاع اور نہ پھل داخل ہے درخت کی بیع مین بدون شرط کرلینے مشتری کے مصنف نے یہان یعنی دخول ثمر مین شرط کر تعبیر کی اور وہان یعنی دخول زراعت
مین تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ مین کچھہ فرق نہین اور تا معلوم ہو کہ یہہ شرط مفسد بیع نہین اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھہ
خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پھل بائع کا ہے مگر یہہ کہ مشتری اُسکو شرط کرلے ہم مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر
مثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہے کہ مادہ کھجور کی غلافِ شگوفہ کو چیر کے نر کھجور کا شگوفہ اُسمین ڈالا جاوے کہ اس
طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیثِ مرفوع ہے جو امام محمد نے اصل مین روایت کی کہ من اشتری ارضا فیہا نخل فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع
یعنی جو کوئی زمین خرید کرے جسمین کھجور کے درخت ہین تو پھل بائع کا ہے مگر یہہ کہ مشتری شرط کرلے یہہ حدیث مطلق ہے اسمین تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہین
اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل مین تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پھل کا بائع مالک ہے اور نہین تو مشتری مالک ہے اسواسطے کہ صحاح
ستہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ من باع نخلا مؤبرۃ فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع کہ جسنے کھجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہوچکی
ہے تو پھل بائع کا ہے مگر یہہ کہ مشتری شرط کرلے حنفیہ کہتے ہین اس حدیث سے صریحاً یہہ ثابت نہین ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہین اور مفہوم
صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہین کما فے الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اُس
حدیث کی تصحیح پر دلیل ہے واللہ تعالے اعلم **ویؤمر البائع بقطعہما** الزرع والثمر **وتسلیم المبیع** الارض والشجر عند وجوب تسلیمہما فلو لم ینقد
الثمن لم یؤمر بہ خانیہ اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونون کے قطع کرلینے کا یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ
ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد نہ دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہوگا کذا فے الخانیہ اسواسطے کہ درصورتِ عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہین
ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خرید کرنا تین صورت سے خالی نہین ایک صورت یہہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اوکھاڑ لینے کیواسطے
تو مشتری کو اوسکے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اوسکو اختیار ہے کہ جڑون سمیت کھودلے کیونکہ جڑ بھی بیع مین داخل ہے لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور
یہہ جائز نہین کہ جڑ کی باریک باریک ریشون تک کھودتا چلا جاوے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع مین بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت
دیوار کے قریب ہو یا اسیطرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے
درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اب شاخین نکلین گی اونکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہہ ہے کہ درخت
خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم نہوگا اور اگر کھودلیگا تو اوسکو اختیار ہے کہ دوسرا درخت وہان جماوے تیسری صورت یہہ ہے کہ
درخت خرید کرے اور کچھہ شرط نکرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک زمین بھی بیع مین داخل ہے صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہے
کہ زمین داخل ہے چنانچہ محیط مین ہے بحر الرائق مین ہے کہا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور یہہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اوسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی
چنانچہ نہر الفائق مین ہے اور اگر درخت قرار وثبات کیواسطے لیا تو بالاتفاق بیع مین زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور جہان زمین ما تحت الشجر داخل ہے

تو اتنی داخل ہے جتنا وہ درخت موجود ہی بیع کے وقت یہان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد عقد سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اوتنا چھیل ڈالے اور جہان تک شجر کی عروق اور شاخین پہنچی ہین وہ داخل تحت بیع نہین اور اسی پر فتوی ہے محیط مین کذا فی العالمگیریہ ولان لم یظھر صلاحہ لان ملک المشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فارغا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہے اگرچہ اسکی صلاحیت انتفاع ظاہر نہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہے تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جدا کر کے کما لو اوصی بنخل لرجل علیہ بسر حیث یجبر الورثۃ علی قطع البسر ھو المختار من الروایۃ کذا فی الجنیۃ وما فی الفصولین بان ترکھا بلا اذن الزرع فھو للبائع باجر مثلھا محمول علی ما اذا رضی المشتری نحو چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختون کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہین تو وارثون پر زبردستی کیجائیگی گدر پھل کے قطع کرنے مین یہی روایت مختار ہے کذا فی الولوالجیۃ اور جو فصولین مین یہ روایت ہے کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہے زمین کی اجرت مثل دیکر اوسپر محمول ہے جب کہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے ہکذا فی النہر یعنی اگر راضی نہو تو قطع زراعت واجب ومن باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظھور فلا یصح اتفاقا ظھر صلاحھا اولا صح فی الاصح اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اوسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہے بیع قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہین م بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہے اور باقی مین اتفاق ہے اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اوس پھل کے جو لائق انتفاع ہو تو بیع بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلون کو درخت پر رہنے دے قطع نکرے تو بیع بالاتفاق صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد درصورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اوسمین شیخین اور محمد مین اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہے جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ اونمین پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین مین انس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الثمار حتی تبدو صلاحھا وعن بیع النخل حتی تزھو قیل ما تزھو قال تحمار وتصفار یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہان تک کہ اونکی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہانتک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہے کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اوسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہانتک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہے جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو چکی یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اوسکی شرط کرلے تو حدیث مین پھل کو مشتری کا ٹھیرایا بشرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقا ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراط مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہ ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہون گے چنانچہ اس دعوے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو نسائی وغیرہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہونے دے کسطرح لیتے بھائی کا مال تجھکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئی تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہے تو اسمین احتمال مذکور کی گنجائش نہین تو حدیث نہی اسکو شامل نہوئی اور جبکہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھیرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہے بلکہ ایک حدیث دوسرے کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف ویقطعھا المشتری فی الحال وان شرط ترکھا علی الاشجار فسد ویکون بیعھا ان لم یتناہ عظمھا ۔ تعرض ۔ وتوبری بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہین اور

پہنچے ہیں تو ظاہر مذہب میں یہ بیع صحیح نہیں اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر اکثر پہل نمودار ہو گئے ہوں کذا فی شرح الزیلعی م
قید اکثریت میں شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں حلوانی کا فتوے کل ثمار میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت
عقد اصل مبیع ہے اور جو اُسکے بعد پیدا ہو گا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہے بسبب تعامل اور عرف کے کذا فی الطحاوی
ویقطعها المشتري في الحال جبرًا عليه اور پہلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کر لے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار میں م قطع
بعد البیع اسواسطے لازم ہے تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے وان شرط تركها على الاشجار فسد البيع كشرط القطع على
البائع حاوی اور اگر مشتری نے پہلوں کا قائم رکھنا درختوں پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہو گی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے
کذا فی الحاوی القدسی وقيل قائله محمد لا يفسد اذا تناهت الثمرة للتعارف فكان شرطا يقتضيه العقد وبه يفتى بحر عن الاسرار
لكن في القهستاني عن المضمرات ان على قولهما الفتوى فتنبه اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کے محمد ہیں کہ بیع ثمار کی بشرط ترک
علی الاشجار فاسد نہیں جب کہ پہل بڑہ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہہ شرط ایسی ہے جسکو عقد بیع مقتضی ہے اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی البحر
عن الاسرار لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتویٰ ہے تو خبردار رہنا م شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں دو
قول مفتے بہ ہیں تو مفتی یہاں فتویٰ دینے میں مخیر ہے محشی مدنی نے کہا شارح سے یہاں بے تاملی واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی میں شیخین کے قول کا فتویٰ
نہایہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتویٰ مضمرات سے قيد باشتراط الترك لانه لو شراها مطلقا وتركها باذن البائع طاب له الزيادة
وان بغير اذنه تصدق بما زاد في ذاتها مصنف نے فساد بیع میں شرط ترک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر پہلوں کو مشتری نے مول لیا مطلقًا یعنی
بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پہلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پہلوں میں زیادتی ہو گی وہ مشتری کو حلال ہے
اور اگر بغیر اذن بائع کے پہلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جسقدر پہلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہو اُسکو تصدق کرے فقیروں پر م زیادتی معلوم
ہونے کا یہہ طریقہ ہے کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پہر جب پختہ ہوں پہل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہو گا مابین میں وہی زیادتی ہے کذا فی العینی مثلًا
تیس روپیے قیمت ہے بیع کے دن اور چالیس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپیے زیادہ ہیں سو اتنے خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک
بدون اُسکی اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی وان بعد ما تناهت لم يتصدق بشيء اور اگر پہلوں کے بڑہ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے
پہلوں کو درختوں پر رکہا تو کچھہ خیرات نہ کرے یعنی اسواسطے کہ ثمار کی ذات میں کچھہ تغیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ
کواکب سے بتقدیر تعالیٰ حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استاجر الشجر الى وقت الادراك بطلت الاجارة وطابت الزيادة لبقاء
الاذن ولو استجار الارض لترك الزرع فسدت لجهالة المدة ولم تطب الزيادة ملتقى الابحر لفساد الاذن بفساد الاجارة
بخلاف الباطل كما حررناه في شرحه اور اگر ثمار کی بیع میں درخت کو اجارہ لیا پہل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہے اور زیادتی پہل کی حلال
ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کہیت کی حلال
نہو گی کذا فی ملتقے الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ہے ملتقے کی شرح میں م وجہ فرق اجارہ
باطلہ اور فاسدہ میں یہہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود بنفسہ ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعًا ثابت نہیں اور معدوم صلاحیت تضمن کی نہیں
رکہتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹہیرا تو تضمن کی لیاقت رکہتا ہے تو جب متضمن بالکسر فاسد
ہو گا تو متضمن بالفتح بہی فاسد ہو گا والحيلة ان يأخذ الشجرة معاملة على ان له جزءا من الف جزء اور پہلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر
رکہنے کا یہہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہے ہزار حصوں میں سے م معاملہ اور مساقاۃ یہہ ہے کہ
اشجار کو سینچنے کے واسطے لے کچھہ پہل مقرر کر کے شرح ملتقے میں ہے کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ مینے تجہسے یہہ درخت بطریق معاملہ لئے اس

شرط پر کہ پھلون مین تیرا ایک حصہ ہی اور ایک کم ہزار میرے حصے ہین اتنے لیکن اسمین یہہ خلل ہے کہ مشتری نے پھل قیمت دیکر لئے سوا اونکو بطور معاملہ
کے چھوڑ کر لئے کا مالک گردون کہیئے کہ ثمن بطریق احسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے وَاَنْ یَشْتَرِیَ اُصُوْلَ الرَّطْبَۃِ کَالْبَاذِنْجَانِ وَالْبِطِّیْخِ
وَالْخِیَارِ لِیَکُوْنَ الْحَادِثُ لِلْمُشْتَرِیْ اور تمام حادثہ کے مالک ہوئے مشتری کا یہہ حیلہ ہے کہ اصول رطبہ خرید کرے جیسے بینگن کے اور خربوزے
اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہون وہ مشتری کے مملوک ہون ہم جو شخص خربوزے وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے
کہ درختون مین لگے رہین تاکہ بڑہین یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہین وہ میرے مملوک ہون تو اوسکا یہہ طریقہ ہے کہ پھلون کو اونکے درختون سمیت مول لے
بشرطیکہ زمین کا مالک بقاء اشجار کا اپنی زمین مین اذن دے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الدرر والحیلۃ فی
الشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیہا الادراک بباقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے
اور قائم رکھنے کا یہہ طریقہ ہے کہ جسقدر موجود ہے اسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اور مدت میں کہ جسمین کھیت کی پختگی معلوم کرے
ہم مثلاً چالیس روپیہ کو ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپیے کو کھیت مول لے اور دس روپیہ اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک
وَفِی الْاَشْجَارِ الْمَوْجُوْدِ وَیُحِلُّ لَہُ الْبَائِعُ مَا یُوْجَدُ اور ثمار اشجار کے مول لینے مین یہہ حیلہ ہے کہ موجود پھلون کو مول لے اور بائع مباح کرے
اون پھلون کو جو ہنوز پیدا نہین ہوئے یعنی اباحت کے بعد اسکا بھی بائع اذن دے کہ پھل درختون پر قائم رہین کذا فی الطحطاوی فَاِنْ خَافَ اَنْ یَرْجِعَ
یَقُوْلُ عَلٰی اَنِّیْ مَتٰی رَجَعْتُ فِی الْاِذْنِ تَکُوْنُ مَاذُوْنًا فِی التَّرْکِ پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر
پلٹ جاے اور کہے کہ اب بقاء ثمار وغیرہ کا اذن نہین دیتا تو اوسکا یہہ طریقہ ہو کہ بائع یون کہے کہ جب مین اذن مین رجوع کرون تو تو ماذون ہی ترک
مین یعنی درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہی کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث مَا جَازَ اِیْرَادُ الْعَقْدِ عَلَیْہِ بِانْفِرَادِہٖ صَحَّ اسْتِثْنَاؤُہٗ مِنْہُ
اِلَّا الْوَصِیَّۃَ بِالْخِدْمَۃِ یَصِحُّ اِفْرَادُہَا دُوْنَ اسْتِثْنَائِہَا اور جو چیز بالانفراد تنہا بک سکتی ہو مثلاً اوسکا نکال لینا مبیع سے صحیح ہو مگر خدمت
کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ نہ اوسکا نکال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی الاشباہ ہم اور جس چیز پر ایراد عقد
بیع تنہا نہین ہوسکتا چنانچہ حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اوسکا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہین تو اگر بائع یون کہے کہ مین نے اس لونڈی کو
بیچا سوا اسکے حمل کے یا یہہ دنبہ بیچا سوا اسکی چکتی کے یا ہاتہہ پاؤن کے تو یہہ استثنا صحیح نہوگا اور وصیت بالخدمۃ کے استثنا کرنیکی قاعدہ مذکورہ سے کچھ
حاجت نہتھی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ عقود مین جاری ہے اور وصیت عقد نہین لھذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی جائز ہے اور عقد بعد موت کے
صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن الفتح والنہایہ ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰی ہٰذِہِ الْقَاعِدَۃِ بِقَوْلِہٖ فَصَحَّ اسْتِثْنَاءُ قَفِیْزٍ مِنْ صُبْرَۃٍ وَشَاۃٍ مُعَیَّنَۃٍ مِنْ قَطِیْعٍ وَ
اَرْطَالٍ مَعْلُوْمَۃٍ مِنْ بَیْعِ ثَمْرِ نَخْلَۃٍ لِصِحَّۃِ اِیْرَادِ الْعَقْدِ عَلَیْہَا وَلَوِ الثَّمَرَۃُ عَلٰی رُؤُوْسِ النَّخْلِ عَلَی الظَّاہِرِ پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول خود
تفریع کی کہ صحیح ہی استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈہیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلون کی بیع سے
بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگرچہ پھل درختون پر لگے ہون بنا بر ظاہر مذہب کَصِحَّۃِ بَیْعِ بُرٍّ فِیْ سُنْبُلِہٖ بِغَیْرِ سُنْبُلِہٖ لِاحْتِمَالِ
الرِّبٰوا چنانچہ صحیح ہی بیع گیہون کی اونکی بالی مین گیہون کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہون بالی کے اندر ہوا اور عوض غیر جنس اسکی بیع ہو تو
صحیح ہی اور اگر گیہون کی بالی کو گیہون کی بالی دیکر خرید کرے تو صحیح نہین بسبب احتمال کے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہوجاویگا اور گیہون
کی مانند جو اور جوار کی بیع اونکی بالیون مین صحیح ہے وَبَاقِلَّاءَ وَاَرُزٍّ وَسِمْسِمٍ فِیْ قِشْرِہَا اور باقلا اور چاول اور تل کی بیع اونکے چھلکون مین
صحیح ہو وَجَوْزٍ وَلَوْزٍ وَفُسْتُقٍ فِیْ قِشْرِہَا الْاَوَّلِ وَہُوَ الْاَعْلٰی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع اونکے بیرونی چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست
مین درست ہی خلافاً للشافعی وَعَلَی الْبَائِعِ اِخْرَاجُہُ اِلَّا اِذَا بَاعَ بِمَا فِیْہِ اور بائع پر لازم ہی اوسکا نکال دینا یعنی گیہون وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے
بالی اور چھلکے سمیت بیچی ہو تو نکالنا اوسپر نہین وَیَثْبُتُ لَہٗ خِیَارُ رُؤْیَۃٍ الْوَجِیْزُ نعم اور ایسی بیع مین مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے یا نہین دلیل

اسکو مقتضی ہو کہ ہان اسکو دیکھنے کے بعد اختیار رہے لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیعہما فی تمر
وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانہ معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے
دودہ کی بیع اسواسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ گیہون وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح
ہے اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونون غلاف مین ہین تو دونون مین کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ
عرف مین کالعدم ہین اسواسطے کہ لوگ بولتے ہین کہ یہہ خرما اور یہہ روئی ہے اور یون نہیں بولتے کہ یہہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر اور یہہ بنولہ ہے روئی کے
اندر اور یون بولتے ہین کہ یہہ گیہون ہین بالی کے اندر اور یہہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یون نہیں کہتے کہ ان چھلکون مین بادام ہے بلکہ اسکے
طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح واجرۃ کیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور
گز ناپنے کی مزدوری بائع پر ہے اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہیں
ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن ونقدہ وقطع ثمر واخراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور
اوسکے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اُجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ہم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر
الروایۃ ہے کذا فی الخانیہ خلاف اوسکے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر ہونا ہے جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری مین تخلیہ کردیا ہو ولا اذا قبض البائع الثمن
ثم جاء یردہ بعیب الزیافۃ مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اسواسطے کہ
اب پرکھنا اسواسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ہے کذا فی المنح فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ظہر بعد نقد الصراف ان الدراہم زیوف ردّ الاجرۃ
وان وجد البعض فبقدرہ نہر عن اجارۃ البزازیۃ صراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ درہم کھوٹے ہین تو صراف پرکھائی کی مزدوری
پھیر دے اور اگر بعض درہم کھوٹے نکلین تو اوسکے بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ البزازیۃ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا
فاجرتہ علی البائع وان سعی بینہما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہہ حکم ہے کہ
اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہے اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے
بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت مین بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور
پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے وتسلیم الثمن اولا فی بیع سلعۃ بدنانیر ودراہم ان احضر البائع السلعۃ اور اول دیا جائے ثمن
متاع کی بیع مین دنانیر اور درہم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کردیا ہو ہم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیون یا اشرفیون یا پیسون سے اور
بائع نے اشیاء مبیعہ کو حاضر کردیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن مین معین ہوجائے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع مین بمجرد عقد کے متعین
ہوگیا کیونکہ مبیع اسکی ملک مین داخل ہوگئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہان تک کہ اگر مبیع ہلاک ہوگی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ
ہوجائیگی اور بائع کا حق ثمن مین بدون قبض کے متعین نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثمن مین تعین شرط نہیں یہانتک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے
تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہے تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم
نہین اور اگر مشتری کچھہ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو
بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون اذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور تصرف
مشتری صحیح ہے اور اگر ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہیں چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ العلامۃ شاہین عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی
چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اوسپر قبضہ نہیں ہوا اور نہ ثمن دیا یہان تک کہ مشتری غائب ہوگیا تو بائع کو اوسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری
ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہوگیا اور بازارون مین اکثر ہوا کرتا ہے اور

بائع کو حبس مبیع باستیفای کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہو گئی ہو تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض مؤجل تو تا استیفای ثمن حال حبس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط نہیں ہوتا اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اوس کا حق ساقط ہو گیا اب بائع مبیع کو استرداد نہیں کر سکتا تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنے کے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اوسکی غیبت میں تو یہ قبضہ ہو گیا اور اسیطرح ہر کیلی اور موزون کو جب پیمانہ کر کے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اوسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اوس پر قبضہ نکیا یہاں تک کہ اوسکو دوسرے آدمی نے لیلیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اوسکو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے ورنہ نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول میں لیسے دوسرے مکان میں بیجانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے خصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اوسپر قبضہ کرنیکا امر کیا اور بائع اوسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسیطرح ہوتی ہے کذا فی المطالب المضمرات فی بیع سلعۃ بمثلہا او ثمن بمثلہ سلما معاً ما لم یکن احدہما دیناً کسلعۃ وثمن مؤجل اور متاع کی بیع میں اوسکی جنس دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اوسکی مثل دوسرے ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساتھ ہی تسلیم کریں جب تک کہ احد البدلین دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن مؤجل ہم یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپوں کا مبادلہ اشرفیوں یا روپوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھی بلا توقف تسلیم کریں اسواسطے کہ دونوں متاع متعین میں یکسان اور دونوں ثمن غیر متعین میں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مرجح ہے ہاں مگر بیع سلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتھی نہیں اسواسطے کہ اسمیں تاجیل شرط ہے اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کر لی ہو تو اوسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے اور بائع مبیع کو حبس نہیں کر سکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اوسکا حق در باب حبس ساقط ہو گیا بحر الرائق میں ہے کہ درصورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہیں کر سکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اسطرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے کہ اوسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضاً والناس عنہ غافلون فانہم یشترون قریۃ ویقرون بالتسلیم والقبض وھو لا یصح بہ القبض علی الصحیح وکذا الہبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس میں سوا عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کر دیا تیرے مابین اور مبیع کے مابین میں تو اگر یوں نکہیگا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نٹھیریگا اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں اسواسطے کہ مثلا گانون کو خرید کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسیطرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی میں کیا ہے ہم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہاں مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہیں اور اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لیگا اگر ثمن دیچکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہے کہ اگر گیہون کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے اونکو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہو اور اگر کوٹھری بھر کے گیہون خرید کیے

اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نکیا تو قبض نہین اور کنجی دینی گھر کی بیع مین تسلیم ہے اگر مشتری بلا تکلف اوسکو کہول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ مین نے گھر تجھکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مینے اوسپر قبضہ کیا تو یہہ در حقیقت قبضہ نہین اور اگر گھر قریب ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہے کہ مشتری اوسکے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اوسکو قریب کہین گے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہے انتہے کذا فی الطحاوی وَجَدَ هُ ای البائعُ الثمنَ زُیوفًا فلیس له استردادُ السِلعةِ وحَبْسُہا بہ لسقوطِ حقّہٖ بالتسلیم وقال زفرُ له ذلك کما لو وجدَها رصاصًا او سَتّوقةً او مُستحقًا وکالمرتہن عنیۃ بائع نے ثمن کو ایسا کہوٹا پایا جسکا لینا دینا سوداگرون مین رایج ہے مگر سرکار بادشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع پہیر لینی اور اوسکے حبس کر رکہنے کا اس سبب سے اختیار نہین بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اوسکو اوسکا اختیار ہی چنانچہ اگر دراہم رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہی اور چنانچہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی المنیہ ع یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا کئی پہر وہ دراہم کہوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اونکو پہیر دے اور مرہون پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدلَ دَراهمِ الجِیادِ التی کانت له علی زیدٍ زیوفًا علی ظنِّ انّہا جیادٌ ثم عَلِمَ بانّہا زیوفٌ یَردُّها ویستردُّ الجیادَ اِن کانت قائمةً وَ فلا یَردُّ ولا یستردُّ خالد نے اپنے کہرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھری ہین پہر معلوم ہوا کہ وہ کہوٹے ہین تو اونکو پہیر دے اور کہرے پہیر لے اگر موجود ہون اور اگر کہوٹے روپیے خرچ ہوگئے ہون تو نہ پہیر دے اور نہ پہیر لے کما لو عَلِمَ بذلك عندَ القبضِ چنانچہ اوس صورت مین پہیر لینے کا اختیار نہین جب کہ اوسکو قبضہ کرنیکے وقت اونکا کہوٹا ہونا معلوم ہوگیا ہو قال ابو یوسفَ یَردُّ مثلَ الزیوفِ ویرجعُ بالجیادِ کما لو کانت رصاصًا او سَتّوقةً اور ابو یوسف نے کہا اگر کہوٹے روپیے صرف ہوگئے ہون تو ویسے اور کہوٹے پہیر دے اور کہرے پہیر لے چنانچہ اگر رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر ہو تو پہیر نا بالاتفاق ثابت ہی اشتری شیئًا وقبضَہ ومات مفلسًا قبل نقدِ الثمنِ فالبائعُ اُسوةٌ للغرماءِ وقال الشافعی هو احقُّ بہ کما لو لم یَقبِضْہ المشتری فان البائعَ احقُّ بہ اتفاقًا ولنا قولُہ علیہ الصلوٰة والسلام اذا مات المشتری مفلسًا فوجد البائعُ متاعَہ بعینہٖ فہو اُسوةٌ للغرماءِ شرح مجمع للعینی خرید کی کوئی چیز اور اوسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہوکر مرگیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہی باقی قرضخواہون کے یعنی وہ ماسا ہی اور قرضخواہون کے مانند بائع کو بہی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ ترحقدار ہی اوس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نکیا ہو اور مفلس مرگیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ حدیث ہی کہ جب مشتری مفلس ہوکر مرے پہر بائع اپنی متاع کو بعینہٖ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی م امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہی کہ من ادرکَ مالَہ بعینہٖ عندَ رجلٍ قد اَفلسَ فہو احقُّ بہٖ من غیرہٖ یعنی جو اپنا مال بعینہٖ مرد مفلس کے پاس پاوی تو وہ اوس مال کا زیادہ ترحقدار ہے اوسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہہ حدیث ہی جو شارح نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داؤد مین مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہہ جواب ہی کہ ہماری حدیث مفسر ہی اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے اعم اخص کی کچہہ حاجت نہین وتمامہ فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی باعَ نصفَ الزرعِ بلا ارضٍ اِن باعَہ الاکّارُ لربِّ الارضِ جاز وبعکسِہٖ لا الّا اذا کان البذرُ من الاکّارِ فینبغی ان یجوز خانیۃ نصف کہیت بدون زمین کے بیچا اگر اوسکو کشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدہا کہیت کشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین مگر جب کہ بیج کشتکار کا ہو تو لائق یہہ ہی کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیہ باعَ شجرًا او کَرمًا مثمرًا لا یدخلُ الثمرُ وحینئذٍ فیُعارُ الشجرُ الی الادراكِ فلو اَبَی المشتری اِعارتَہ خُیِّرَ البائعُ ان شاءَ ابطلَ البیعَ او قطعَ الثمرَ جامع الفصولین قال فی الفرو لا فرقَ بظاہرٍ بین المشتری والبائعِ پہل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پہل داخل بیع نہوگا اور اسوقت مین درخت عاریت لیا جائی مشتری سے

پھل پکنے تک پس اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا پھلوں کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین اور
السائحی مین کہا کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین ہم یعنی عن قریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری فقط پھل خرید کرے بدون درخت کے
تو اوسپر فی الحال پھل توڑنا واجب ہے درصورت عدم اعارہ بائع اگرچہ پھل خام ہوں اور یہاں بائع ابطال بیع اور قطع ثمر مین مختار ہے اور مشتری
مختار نہیں حالانکہ مشتری اور بائع مین کچھ وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب **باب خیار الشرط** یہہ باب ہے خیار الشرط کے
احکام مین خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہیں بیع کو قائم رکھیں چاہیں توڑین قوله
تقدیمہ مع بیان تقسیمہ منبتی فی الدر خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اوسکی تقسیم کے بیان کے ساتھ درر مین مصرح ہے ہم صاحب درر نے
کہا کہ بیع کا ہے لازم ہوتی اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہے جسمین اختیار ہو
وہ جو لازم اوی ہے لہذا اوسکو پہلے ذکر کیا اوسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط
ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند
قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری یوں کہے کہ مجھکو اختیار رہے یا مجھکو چند روز اختیار ہے یا مجھکو ہمیشہ اختیار رہے اور ایک قسم جائز
ہے بالاتفاق یعنی یوں کہنا کہ مجھکو تین دن یا اس سے کم میں اختیار ہے اور ایک قسم مین اختلاف ہے وہ یہہ ہے کہ یوں کہے کہ مجھکو اختیار ایک
مہینہ یا دو مہینہ کہ یہہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی
الحلبی اور معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے
حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اوسکے سر مین زخم لگا تھا تو اوسکے واسطے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تھا اوس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اوسکی زبان ثقیل ہو گئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہہ لا خلابۃ یعنی مجھکو فریب مت دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر اپنے گھر والوں کے طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہہ تو گران قیمت
ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو بیع مین اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ اور بخاری
نے اپنی تاریخ اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کذا فی فتح القدیر قوله الخیارات ثلثة سبعة عشر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا
شمار سترہ تک پہونچا ہے الثلاثۃ المبوبۃ الخ اور یہہ تین خیار وہ ہیں جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہیں یعنی باب خیار الشرط اور باب
خیار الرؤیۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وغبن ونقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وفوات
وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ وهلاک بعض مبیع واجازۃ عقد الفضولی وظهور المبیع مستاجرا او مرهونا اسیا من
احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہہ ہے کہ دو یا تین مین سے ایک بشرط کہ مشتری ایک کو اختیار کرے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوگی
ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار ہے اور اختیار نقد یہہ ہے کہ اس شرط پر بیع
ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں اور اختیار کمیت یہہ کہ خرید کی بعوض اون دراہم کے جو اس برتن مین ہیں پھر بائع نے دراہم
مذکورہ کو دیکھا تو اوسکو اختیار ہے اور یہہ خیار الرویۃ نہیں اسواسطے کہ نقد دین خیار الرویۃ نہیں ہوتا اور خیار استحقاق یہہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک
نکلے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام بائع سے ہو جس سے مشتری دہوکا کہا دے جیسے بکری یا گائے کے تھن چند روز باندھ رکھنا تا بہت دودھ نظر آئے
تو جیسا ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہہ ہے کہ خرید کی بعوض سونے کے جو اس پتھر کے ہموزن ہو
اور خیار کشف مین خیار المکشف بھی داخل ہے وہ یہہ ہے کہ ایک ماپ ایک ڈھیر پر ہر صاع عوض درہم کے تو بیع صحیح ہے ایک صاع مین لیکن بسبب تفریق
صفقہ مشتری کو اختیار ہے بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہوں سے یا بائع کے قسم نکہانے سے

خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن سے لے چاہے مٹے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہہ کہ بیع التولیہ مین بامور مذکورہ خیانت ثابت
ہو تو مشتری مختار ہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہی اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب
ہی یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن دیکر لے چاہے لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض
مبیع کے اور یہہ نہین ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہی مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونیکے
ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہی تو مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہی اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے
معلوم ہوا کہ مبیع کسیکے پاس گرو ہی تو مشتری کو اختیار ہی اور اگر مستاجر یا مرتہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہین کذا فی الاشباہ من احکام الفسوخ
قال و یفسخ باقالۃ و تحالف فبلغت تسعۃ عشر سببًا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہی اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا
انیس کو پہونچا ہم اقالہ یہہ ہی کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہوجائین اور تحالف کی صورت یہہ ہی کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونون کی مقدار مین خلاف ہوا
اور دونون گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی نہوا تو دونون سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کر دیگا ایک
عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہین سوای تحالف کے کہ اوسکو قاضی فسخ کرتا ہی کذا فی الحلبی عن الاشباہ و اغلبہا ذکرہا المصنف
یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہی جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہو وہ جانتا ہی صح شرطہ للمتبایعین معًا
و لاحدہما و لو وصیًا و لغیرہما و لو بعد العقد لا قبلہ تتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھی اور دونون مین سے ایک
عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کیواسطے صحیح ہی اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح نہین قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ
ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح
شرط کری کہ مینے تجھکو اختیار دیا اوس بیع مین جسکو مین منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلہ او بعضہ
کثلثہ او ربعہ و لو فاسدًا شرط خیار صحیح ہے سب بیع مین یا بعض مین چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتہائی مین اگرچہ وہ عقد جسمین شرط ہوئی ہی فاسد ہو
و لو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے مین تو اوسکا قول معتبر ہی جو
اختیار کی نفی کرتا ہی بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر و النہر ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہی تین دن یا اس
کمتر مین ہم تین دن کا اختیار اسوقت صحیح ہے جبکہ مبیع سریع الفساد نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد
سڑ جاتی ہی تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہہ ہی کہ مشتری پر کچھہ جبر نہین لیکن استحسان مین مشتری سے یون کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور
تجھپر ثمن کا دینا واجب نہین یہان تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہوجاے تاجانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی و فسد عند
اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہی اطلاق یا ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد
حلبی نے کہا توقیت مجہول بہی تابید کے مانند ہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر اطلاق خیار بسلب عقد مین ہو تو بیع فاسد ہی اور اگر بیع بلا خیار رہوئی پھر بائع نے بعد
مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھکو اختیار ہے تو یہہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھکو اقالہ بیع کا اختیار ہی لا اکثر فیفسد فلکل فسخہ
خلافا لہما صحیح نہین تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اوسکے فسخ کرنیکا اختیار ہی بخلاف
صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط درصورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ
ایک مرد نے ایک اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا کہ الخیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار
تین ہی دن ہی کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح مین جاکڑ کہتے ہین اور بعضے تین دن سے زیادہ جاکڑ لیتے
ہین سو شرعًا جائز نہین غیر انہ یجوز ان اجاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحًا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین مگر

بلکہ دو دن تین دن کا ... زیادہ ... نہین ۱۲

یہہ کہ بیع جائز ہو جاویگی اگر صاحب خیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاویگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم اوسکے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنے تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابع میں ہو تا عدم طلوع فجر اور یہہ قول خنفیہ عراق کا ہے اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تہا کہ اب ترتب مدت مذکورہ سے تامہ ہو گیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہو گی تو وہ فاسد ہے فائدہ خلاف کا یہہ ہے کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحطاوی وصح شرطہ ایضا فی لازم یحتمل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں بہی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ موصی وصیت میں اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہے اور موصی لہ کو قبول اور عدم قبول میں اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کمزارعۃ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر عینہ وکتابۃ وخلع ورھن وعتق علی مال لو شرط الزوجۃ والراھن والقن عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنی مساقات اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہوا ہو زوجہ کیواسطے خلع میں اور راہن کے واسطے رہن میں اور مملوک کے واسطے عتق میں ہم زوجہ اور راہن اور مملوک کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہے بخلاف زوج اور موسلے کے کہ اونکے جانب سے عقد لازم ہے لیکن محتمل فسخ نہیں اسواسطے کہ یمین ہے اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اوسکی جانب سے عقد لازم نہیں مرتہن کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ونحوھا ککفالۃ وحوالۃ وابراء وتسلیم شفعۃ بعد الطلبین وقف عند الثانی اشباہ واقالۃ بزازیۃ یعنی مثل اور مانند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابرا اور تسلیم شفعہ دو طلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور جیسا کہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور جیسا کہ اقالہ کذا فی البزازیہ تو یہہ سب عقود میں بیع کو ملاکر جنمیں شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے ہم مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہے بزازیہ میں ہے کہ ضامنی میں اس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہے بخلاف بیع کے اور وقف بہی ضمانت کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی لا فی نکاح وطلاق ویمین ونذر وصرف وسلم وابراء الا الاقرار بعقد یقبلہ اشباہ ووکالۃ ووصیۃ نہر فی وسعۃ تہ صحیح نہیں شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اوس عقد کا اقرار جو شرط خیار کا قابل ہے تو اوس اقرار میں شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت میں شرط خیار صحیح نہیں کذا فی النہر یہہ تو عقد ہوئے ہم جب اقرار کیا کہ مجہپر ہزار درم ہیں اس شرط پر کہ مجہکو تین دن اختیار ہے تو اقرار لازم ہوگا اور شرط خیار باطل ہوگی اسواسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار نہیں ہان اگر یون اقرار کریگا کہ مجہپر ہزار درم ہیں ثمن مبیع کی جسکو مینے بشرط خیار خریدکیا تو یہہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع ان عقود سے ہے جو قابل خیار ہیں کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی وقد کنت غیرت ما نظمہ فی النہر فقلت ؎ یاتی خیار الشرط فی الاجارۃ ❊ والبیع والابراء والکفالۃ ❊ والرھن والعتق وترک الشفعۃ ❊ والصلح والخلع کذا والقسمۃ ❊ والوقف والحوالۃ والاقالۃ ❊ لا الصرف والاقرار والوکالۃ ❊ ولا النکاح والطلاق والسلم ❊ نذر وایمان فھذا ینتظم ❊ اور مینے بدل ڈالا نہر الفائق کی نظم کو اور یون کہا ہے کہ شرط خیار آتی ہے اجارہ میں اور بیع اور ابرا اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور اسیطرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ میں نہ صرف اور اقرار اور وکالت میں اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین میں اس نظم کو غنیمت جانا چاہیئے ہم شارح نے نہر الفائق کی نظم میں کچہہ بہی تغیر نہیں کی سوا اسکے کہ بجای حوالہ قسمت لایا اور نکو بہی عقد او سپر زیادہ کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہر ہے قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم میں داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت فان اشتری شخص شیئا علی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا لزفر فلو لم ینقد فی الثلثۃ فسد فنفذ عتقہ بعد ھا لو فی یدہ فالحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدکی اس شرط پر کہ وہی مشتری

اگر اوسکا ثمن نہ دیوے تین دن تک تو بیع نہیں یہہ صحیح ہے بطریق استحسان کے برخلاف زفرؒ کے اور جو تین دن مین نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سوا اوسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ اور اسیطرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہین یہہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت مین مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت مین بائع کو خانیہ مین ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہین تو اگر مبیع غلام ہوا اور مشتری اوسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہے کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ مین ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ ولو اشتری کذلک الی اربعۃ ایام لا یصح خلافاً لمحمدؒ اور اگر مشتری نے خرید کیا اسیطرح چار دن تک تو بیع صحیح نہین بخلاف محمدؒ کے ھ یعنی مشتری نے اسطرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن ندی تو بیع نہین تو امام اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہہ بیع صحیح نہین اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہے اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہین فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقاً لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولیٰ پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کر کے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمدؒ کے جائز ہو جاویگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہے خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ھ یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشتری مین فاء تفریع نہ لاتا تو خوب تہا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ خیار الشرط مین داخل نہین بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہے اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اوسکی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کنز اور درر وغرر نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ہے ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقاً فیھلک علی المشتری بقیمتہ ای بدلہ لیعم المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہین جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو بیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل مبیع سے تا مثلی کو بھی شامل رہے جس صورت مین کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اوسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوئی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنیکے بعد مضمون بالقیمۃ ہے جتنی اوسکی قیمت پہونچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن مثے سے قیمت زیادہ ہو ضمان اوسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اوسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ ھ در صورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہو گئی ہو بہر صورت اوسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء مین بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیثؒ نے عیون مین ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اوسپر ضمان نہین اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درہم کو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اوسکی قیمت کا اوسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونون کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی نہر الفائق مین ہے کہ مشتری پر قیمت اسواسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو گئی اور بیع نافذ نہین ہو سکتی بدون محل کے تو یہہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اسمین ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی مین اور مثل ہے مثلی مین یہہ اوس صورت مین ہے کہ جب مدت خیار مین ہلاک ہوا اور اگر ہلاک ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالتسلم اور اگر مقبوض علی سوم الشرا وکیل کے ہاتھ مین ہلاک ہوا تو وکیل اوسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جب کہ موکل نے وکیل کو اوسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ھ وکیل شرا نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اوسنے پسند نکیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اوسکا ضمان قیمت وکیل پر ہے موکل سے نہین لے سکتا مگر اوس صورت مین لے سکتا ہے جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنیکا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقاً اور جسپر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اوسکا تاوان مطلقاً

لازم نہین خواہ اوسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا ہنوا ہو مقبوض علی سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجھکو دیکہ مین اسمین نظر اور تامل کرون یا غیر کو
دکہاؤن پہر کپڑا ضائع ہو گیا تو امام کے نزدیک اوسپر کچہہ تاوان نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تہا اور اگر یون کہے کہ یہ کپڑا مجھکو دیکہ اگر
مین راضی ہونگا تو تجہکو لونگا پہر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ یہہ قبض پہلے سوم الشرا ہوا سوم النظر باقی نرہا وجہ فرق یہہ ہے کہ پہلی
صورت میں اوسنے تامل اور غیر کے دکہانیکے واسطے دیا تہا اور یہہ بیع نہیں اور دوسری صورت مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہوا اور خرید کرے اور یہہ
بیع ہو کذا فی النہر وعلی سوم الرہن بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور
دین میں اوسکا ضمان لازم آویگا صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص پر قرض تہا سو اوسنے گرو رکہنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے
اوسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پہر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہو گئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اوس چیز کی قیمت دین سے
اقل ہے تو اوسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اوسکا ضمان لازم ہی تو رہن کی گفتگو سے حقیقت رہن کے ہوئی کذا فی الطحطاوی
وعلی سوم القرض بقدر ما ساومہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اوسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے صورت اوسکی
یہہ ہو کہ زید نے خالد سے دس روپیہ قرض مانگے خالد نے اوسکو مثلاً ایک تلوار دی کہ اسکو دس پر رہن رکہلے پہر تلوار زید کے پاس ضائع ہو گئی
تو زید پر دس روپیہ کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اسمین اور رہن کے مسئلہ مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہہ کہ دین ثابت ہی راہن کے ذمہ پر اور
مستقرض کے ذمے پر ثابت نہین دوسری یہہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض مساوم علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وعلی سوم
النکاح لامۃ بقیمتہا تمما اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اوسکی قیمت کے ہو کذا فی النہر یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی
لونڈی پر تا اوسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہو گئی اوسکے پاس تو اوسکی قیمت کا ضمان اوسپر لازم ہے وتخرج عن ملکہ ای البائع
مع خیار المشتری فتہلک فی یدہ بالثمن اور مبیع خارج ہو جاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتہہ تو ہلاک ہوگی مبیع
مشتری کے ہاتہہ میں بعوض ثمن کے ہم اسواسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہیں اور وجود عیب مانع رد ہی تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد
ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا ثمن اور قیمت مین یہہ فرق ہو کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہو جاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے
شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا بعیب لا یرتفع کقطع ید مانند معیوب ہو جانے
مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہو سکتا چنانچہ ہاتہہ کا ٹنا جاتا یعنی یہہ تعیب جو معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتہہ دونون صورتون مین یعنی در
صورت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورتین موجب قیمت کا ہی اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا
کذا فی النہر فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ البیع واخذ نقصان القیمی لا المثلی لشبہۃ الربو تو واجب ہوگی تو مشتری کو
عیب دار ہو جانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنی درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود
شبہہ کے سبب سے کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچہہ عیب اسمین لاحق ہوا باوجود باقی
رہنے اوسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنہ فی الثانیۃ اور درصورت ثانی یعنی درصورت خیار مشتری
عیبدار ہو جانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا ولو کان تعیبہ کمرض فان زال فی المدۃ فہو علی خیارہ والا لزمہ العقد لتعذر الرد ثم
ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہو سکتا ہو چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے چاہے لے چاہے
پہیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اوسکو عقد لازم ہو گیا بسبب متعذر ہونے پہیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکہ المشتری خلافا لہما
لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ہی التی لا ملک فیہا لاحد ولا تعلق بملک والثانی موجود حکما ویلزم اجتماع البدلین العوض
علی موضوعہ بالمعوض بتراء قریبۃ اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک

سیع ... مین ... (حاشیہ)

مشتری اوسکا مالک ہوجاتا ہی تا مبیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹھہرجای اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری
بہی اوسکا مالک نہو تو پہر مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کے طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسیکی ملک نہو اور علاقہ
ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطے منقوض
ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین
موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی
ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجے جیسا صاحبین کا مذہب ہی تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی
ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک
مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہہ ہے کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہی تا عاقد غور اور تامل کرکے
اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہوجاوے اور مبیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہوجای بلا اختیار
مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فے
البحر والطحطاوی عن البحر ولا یخرج شئ منہما ای من مبیعٍ وثمنٍ من ملک بائعٍ او مشترٍ عن مالکہ اتفاقاً اذا کان الخیار لہما وایّہما
فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایّہما اجاز بطل خیارہٗ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی
ملک سے نکل نہین جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور اونمین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ
ہوجاویگی اور جو دونون مین سے بیعکو جائز کہے گا تو فقط اوسیکا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرےکا ہم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا
ثمن مین بجائی فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذرگئی تو بیع لازم ہوجاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت
ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے ہر صورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح وہٰذا الخلاف یظہر ثمرتہٗ فی
عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اسیحق عزک فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہی دس مسئلون مین جنکو علامہ
عینی نے اپنے اس قول اسیحق عزک فخم مین جمع کیا ہی بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامۃ لو شراہا
بخیارٍ وہی زوجتہ بقی النکاح الف اشارہ ہے امۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خریدکیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہی مشتری کی تو نکاح باقی
ہی یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین زوجہ زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک نکاح فسخ ہوگیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پہر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولے کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے
نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من الاستبراء فحیضہا فی المدۃ لا یعتبر استبراءً اور سین اشارہ ہی استبرا سے
تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبرا معتبر نہوگا ہم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو یہہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا
امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پہیر دیجاوے
تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر والحاء من المحرم فلا یعتق محرمہ
ح اشارہ ہی محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک
بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے والقاف من القربان لمنکوحتہ المشتراۃ فلہ ردہا الا اذا نقصہا بہ ق اشارہ ہی قربان بالکسر سے
یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار مین اوس سے قربت کی تو مشتری کو اوسکا پہیر دینا جائز ہے مگر جبکہ اسمین نقصان لگ
گیا ہو قربت سے تو پہیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا

مگر در صورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر مخصوص نہ کہا اسواسطے کہ بحر الرائق
اور نہر الفائق میں ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا موجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک وطی بملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری
اسکو پھیر نہیں سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق ہوا ہو نہر الفائق میں درایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی ہے
کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز ہوگا اگرچہ اسمیں کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو (ومن الودیعة عند بائعه فیہلک
علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک) اشارہ ہے وولیت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کی اذن
پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب باطل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے سے بواسطہ عدم ملک
کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہیں تو اوسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کے بعد
ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اوسکی وولیت صحیح ہے اوسکا قبضہ رفع نہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھ میں ہلاک ہوئی کذا فی شرح الوقایۃ (ومن الزوجة المشتراة لو ولدت فی المدة فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید
المشتری لزمه العقد لان الولادة عیب) درر وابن کمال زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا
اور وہ مدت خیار میں لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبضہ میں جنی تو عقد بیع لازم ہو گیا
اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر وابن کمال اسیطرح شرح وقایہ میں بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی تو اوسکی ام ولد ہوجاویگی
بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمیں عیب لگ گیا تو اب مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا سو وہ اسکی مملوک ہو گئی (وفی البحر عن الخانیة اذا ولدت
بطل خیاره وان کان الولد میتا ولم تنقصها الولادة لا یبطل خیاره واقره المصنف) اھ بحر الرائق میں خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی
مشتری کے پاس تو اوسکا اختیار باطل ہو گیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی میں نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم
تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے کذا فی الطحطاوی (وفی الکسب للعبد فی المدة فهو للبائع بعد الفسخ) ا
شارہ ہے کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اوسنے کچھ مال کمایا مدت خیار میں تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور
صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور در صورت عدم فسخ زوائد مبیع کا تابع ہو کذا فی الطحطاوی (وفی الفسخ لبیع الامة فلا استبراء
علی البائع) ف اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبراء واجب نہیں اسواسطے کہ استبراء جب
ہوتا ہے کہ جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسری ملک کیطرف سو انتقال یہاں امام کے نزدیک پایا نہیں گیا کیونکہ مشتری اوسکا مالک نہیں بخلاف
صاحبین کے (ومن الخمر فلو شراه ذمی من مثله بالخیار فاسلم احدهما فهو للبائع) عینی وتبعه المصنف لکن عبارة ابن الکمال
(اسلم المشتری) خ اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مثل دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک ان دونوں میں مسلمان ہو گیا
تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح میں اوسکا تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہو گیا اور
شرح وقایہ میں بھی اسلام مشتری مذکور ہے حلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت میں لفظ احد کا معین پر محمول ہے
یعنی مشتری پر انتہی تو بائع اسواسطے شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل کی جاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اوسکا مالک ہو کر
تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کیواسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک عقد نافذ ہے اور خیار باطل ہے اسلئے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے
کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہے اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہیں کذا فی شرح الوقایۃ (ومن المأذون لو ابرأه البائع عن الثمن بعد قبضه فی المدة
بقی خیاره لانه یلی عدم التملک کل ذلک عنده خلافا لهما) رمز ہے ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط
خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کردیا یعنی مدت خیار میں تو صحیح ہے بنابر احسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونیکا

اختیار رکہتا ہی یہہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک درصورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اوسکو رد کرنیکی ولایت ثابت رہی تو اوسکا رد کرنا تملیک بلاعوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلاعوض کی ولایت نہین اور امام اعظم کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اوسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو عدم تملک کی ولایت ثابت ہی اسواسطے کہ جب اوسکو کوئی چیز ہبہ کیجاوی تو اوسکو قبول نکرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایہ قلت وینبنی علی ذلک مسائل منہا التعلیق کان ملکته فهو حر فشراہ بخیار لم یعتق مین کہتا ہون اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہین ازانجملہ تعلیق ہی جسکا اشارہ تت ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پہر اوسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہوگا بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت واستدامة السکنی باجارة او اعارة لیس باختیار ت اشارہ ہی استدامت سے یعنی دوام سکنے بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہین ہم صورت اسکی یہہ کہ ایک گہر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اوسکا ساکن ہے بواسطے اجارہ یا عاریت مانگنے کے پہر سکونت مستدام ہوئی خواہرزادہ نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین مین ہی کہ درصورت ابتداء اوسکے خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہی صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پہر حج کا احرام باندہا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی مبیع بائع کو پہیر دیجاوی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم اور اگر بائع کا اختیار ہی تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحاوی عن البحر د والزوائد الحادثة فی المدة بعد الفسخ للبائع د اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزین زوائد پیدا ہون مدت خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اونکا حدوث مشتری کی ملک مین نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اونکا مالک مشتری ہی حلبی نے کہا زوائد عام ہین زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلہ کے علحدہ ذکر کرنے کی کچہہ حاجت نتہی اسواسطے کہ یہہ آٹہوین مسئلہ مین داخل ہے یعنی کسب مین جسکی رمز کاف ہی ز والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدة فسد خلافا لہما فینبغی ان یرمز لہا لفظ تتصدر ویضم الرمز الی الرمز ولم ار من لا حل فلیحفظ ز اشارہ ہی عصیر سے یعنی اگر دو مسلمانون نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہہ ہی کہ ان مسائل کے واسطے بلفظ تتصدر رموز کیجیے اور یہہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور مینے یہہ نہین دیکہا کہ کسی نے ان مسائل کو باین لفظ رمز کیا ہوا اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہہ ترکیب ہوئی انتج عزتک تتصدر یعنی اپنی عزت کو رگر ڈال حق تعالی کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگون کی تعظیم کر بقدر اونکے مراتب کے تا حق تعالے اور لوگون کے نزدیک تو صدر نشین ہوا جاز من له الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما وفسخ احدہما فلیس للاخر الاجازة لان المفسوخ لا تلحقه الاجازة جسکے واسطے اختیار دیا تہا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہوا اوسنے بیعکو نافذ کردیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتہی کے بالاتفاق مگر یہہ کہ بائع اور مشتری دونو کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کردی ہو تو دوسریکو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہین ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسری کا علم ضرور نہین مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الاخر فی المدة فلو لم یعلم لزم العقد پہر اگر صاحب اختیار نے بیعکو فسخ کیا قول کر تو صحیح نہین جبتک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ شخص ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت مین بیع فسخ کی اور اوسکی ساتہی کو علم نہوا تو بیع موقوف ہی طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکہی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور فسخ باطل ہے والحیلة ان یستوثق بکفیل مخافة الغیبة او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیه عینی اور تدبیر فسخ کی یہہ ہی کہ مضبوطی کرلے صاحب اختیار اپنے ساتہی سے حاضر ضامن لیکر اوسکے غائب ہوجانیکے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اوس شخص کو قائم کرے جسپر تو بیع پہیر دیجاوے

لہذا اگر وہ یعنی ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہین ہوتی اور صاحب خیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہو جاوے
تو بیع کو فسخ کا اختیار رہے گا تو اوسکی یہ تدبیر ہے کہ اوس کو حاضر ضامن لے یا حاکم سے التماس کرے تا وہ کسی شخص کو اوسکی طرف سے مقام
وارث ہو صاحب خیار مبیع ا متن اسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر
قید نا بالقول لصحتہ بالفعل بلا علمہ اتفاقا کما افادہ بقولہ ثانیا کہا و سنے عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی ہو اسواسطے
صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی آیندہ قول مین مصرح کیا ہے ہم فسخ بالفعل کی مثال یہہ ہے
کہ بائع نے اپنے واسطے خیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرفات مالکانہ شروع کئے مثلا مبیع اگر غلام ہے اسکو آزاد کر دیا یا اوسکو بیچ ڈالا یا لونڈی ہی
تو وطی کی یا بوسہ لیا تو یہہ فسخ فعلی ہے اور اگر خیار مشتری کے واسطے شروط ہوا اور یہہ افعال کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن میں ہو یعنی جملہ
نقود وغیرہ اور مشتری اسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور
بیع تمام ہو جاتی ہے اوسکی موت سے یعنی جسکے واسطے خیار شروط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہو گئی خواہ بائع ہو یا مشتری سوا اسکے بائع صاحب خیار
مر گیا تو ثمن اوسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اوسکے وارثون کی ملک مین داخل ہو گئی اور بائع نے اگر ثمن
لیا ہوگا تو اوسکے مثل کرسے لیگا اور اگر وہ عاقد مر گیا جسکے واسطے خیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہے کذا فی
الطحطاوی اور جنون اور بیہوشی موت کے حکم مین ہے کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رؤیۃ وتغریر ونقد لانہ الا وصاف لا تورث
اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا مورث کا جیسے خیار رؤیت اور خیار تغریر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات
مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ہم معنی یہ ہے فسخ نہین ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اوسکی
حیات مین اسواسطے کہ خیار عبارت ہی ارادہ اور مشیت سے مراد وہ مورث کا اوسکی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اوسکے منقطع ہو گئے
مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہے کہ وارث اوسمین جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ اسمین جسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے
منح الغفار مین ہے کہ خیار تغریر یہہ ہے کہ بیع النجش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے انتہی محشی نے لکھا کہ عدم ارث خیار التغریر
کی ظاہرا بحث ہو مصنف کی اور خیار النقد بحث ہو صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تہا کہ اسکو بطور تفریع حسب ذکر کرنا واما خیار العیب والتعیین
وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لانہ یورث خیار کا ذکر فلیحفظ اور خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ
کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے اور مذکورہ مین یہہ نہین کہ مورث کی خیار کا وارث ہوتا ہی کذا فی الدر اسکو یاد
رکہنا چاہئے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہے تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیون ثابت ہوتا ہی خلاصہ جواب یہہ ہی کہ وراثت
کو یہہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلا خیار العیب وارث کو ابتداء ثابت ہی اسواسطے کہ مورث اوس مبیع کا مستحق ہی جو عیب سے سالم
ہی اسیطرح اوسکا وارث ہی اسواسطے کہ وہ اوسکا قائم مقام ہے تو مثلا تعیین مورث عین مبیع ہی بصفت مثلا عیوب اور اسیطرح خیار التعیین وغیرہ
علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کی کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار العیب
اور خیار التعیین بہی وراثت جاری ہے تو ظاہرا ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ وان لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو بعضہ
وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ او لا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرجہ داخل بشہوۃ والقول للمنکر
الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہو جاتی ہی مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد
کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسیطرح ہر ایک اوس تصرف سے جو نافذ
نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح مین اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو

شہوت سی دیکھنا اور درصورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح هم اجارہ اور نظر مین لف نشر مرتب ہی یعنی اجارہ ایسا
تصرف ہی جو بدون ملک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون ملک کے حلال نہین مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے
اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دوا پلانا کھیت کا سینچنا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل خیار
اور اتمام بیع کے سبب ہین کذا فی السراج الوہاج ومفاده انه لو شراها بالخيار على انها بكر فوطيها ليعلم اهي بكر ام لا كان اجازة ولو وجدها
ثيبا ولم يلبث فله الرد بهذا العيب نهر وسيجئ فی بابه اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر
کہ وہ باکرہ ہی پھر اوس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہین تو یہ اجازت بیع کی ہوگی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فورا قربت سی باز رہا بلا توقف تو اسکو
پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سی ساقط ہوگیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار العیب کے باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سی باز نہ رہیگا تو رضامندی
ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نکرسکیگا هم جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسی تصرف کرنیسی جو نفاذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہوجاتی ہے اور خیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ
قربت کرنا امتحان بکارت کیواسطے اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہی لیکن یہ حلال نہین بدون مالک
ہونے کے ولو فعل البائع ذلك كان فسخا اور اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا طلب
الشفعة وان لم يأخذها معراج بها اى بدار فيها خيار الشرط بخلاف خيار رؤية وعيب معراج اور بیع تمام ہوجاتی ہی شفعہ
طلب کرنے سے بواسطے اوس گھر کے جسمین خیار شرط ہی اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج هم صورت
اوسکی یہ ہی کہ زیدنے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اوسکے پڑوس مین دوسرا گھر بیع ہوا سو زیدنے بسبب خانۂ اول کے خانۂ ثانی کا شفعہ طلب کیا
تو خانۂ اول کی بیع تمام ہوگئی بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رؤیت کے خرید کیا اور اوسکے ہمسایہ مین دوسرا گھر بواسطے شفعہ
کے لیا تو اوسکو اختیار ہی کہ رؤیت کے بعد خانۂ اول کو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر دی کذا فی الدرر من المشتری اذا كان الخيار له لانه دليل الاجازة
یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اوسکے واسطے مشروط ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب
شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اوسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہین ہوسکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی
بیع تمام ہوگئی ولو شرط المشتری او البائع كما يفيده كلام الدرر وبه جزم البهنسي الخيار لغيره عاقدا كان او غيره بهنسي صح
استحسانا وثبت الخيار لهما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البہنسی تو یہ
صحیح ہے بنابر استحسان کے اور اسصورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم مین بائع بھی مشتری کے مانند ہی چنانچہ درر کے
کلام سے معلوم ہوتا ہی اور اسیکا یقین کیا ہی بہنسی نے هم قیاس یہ ہی کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہوا سواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے
کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہی کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی
اوسکا نائب ٹھیرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا
کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سی نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین مصرح ہی کہ احد المتعاقدین کو غیر کیواسطے اختیار کا
شرط کرنا صحیح ہے ملکی نے کہا بہتر یہ تہا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہوچکا وکذا فی
البحر طحطاوی نے کہا اوسکی صورت یون ممکن ہی جب کہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجه الاشتراک اور ایک مشتری دوسری مشتری کیواسطے یا ایک
بائع دوسری بائع کیواسطے اختیار شرط کری فان اجاز احدهما من النائب والمستنيب او نقض صح ان وافقه الاخر پھر جبکہ نائب اور منیب
مین سے ایک نے بیع کو لازم کردیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اوسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدهما وعكس الاخر فالاسبق اولى
لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے برعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت

با فسخ نافذ ہی اسواسطے کہ موقت تعارض تھا اور شخص مسافر کا فعل للنوث ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح ہزیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لایجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی ان دونوں سے ہو گئے تو فسخ زیادہ تر ثابت ہو قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہی اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لوتفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز فدخو الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کون نہ اجازۃ بل بیع ابتداءً اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہو اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود عقد کے اعادہ پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہو اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہو بلکہ یہ دوسری بیع ہے مبتدئ ہے یہ نہر الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولے ہونا یہ روایت ہی کتاب المأذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہو کہ تصرف مالک کا اولے ہی اور بعضوں نے کہا اول قول ابو یوسف ہی اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو خیار ہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اوس غلام کو معین کر دیا جسمین اختیار شرط کیا تو بیع صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درہم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص میں اختیار ہی والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اوس غلام کی جسمین خیار شرط کیا تعیین نکی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل کی بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہو گی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ہم عدم تعیین اور تفصیل اسطرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں کو بیچا ہزار درہم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھکو اختیار ہی تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ جسمین اختیار شرط ہی وہ خارج ہے بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جسمین خیار شرط ہی وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیز میں ثمن مبیع پر برابر تقسیم نہیں ہوتا وکذا لو کان الخیار للمشتری تاتی فیہا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کیواسطے مشروط ہو اسمین بھی چاروں صورتیں حاصل ہوتی ہیں ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن وتعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے **فرع** مسئلہ ملتقطہ نہایہ وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المأمور بخلاف البیع فتح وسیجیئ فی الفضولی والوکالۃ فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار لیکن جبکہ وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنیکے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہو وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہی کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہو گی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اوسکی رضامندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اوسکی مخالفت سے بیع نافذ نہو گی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد میں تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درہم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درہم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکی افراد یکساں ہوں بلا تفاوت چنانچہ کیل اور موزون ہیں جب مثلیات میں تفاوت نہوا تو ان میں خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہی ولو للبائع فی الاصح کما فی خیار التعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی

ھ مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام تیرے ہاتھہ بیچا اس شرط پر
کہ انمین سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہی کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام
خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے قول اصح کی یہہ وجہ ہے کہ یہہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھہ تو بائع کی خیار کے ساتھہ بھی جائز
ہو گی فتح القدیر مین اسکو رد کیا ہے اسطرح پر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو
اپنے موافق اور مناسب تر جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھہ حاجت نہین اسلیئے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اسکو اوسکا حال خوب
معلوم ہے اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا لانه قد يرث قيميا ويقبضه وكيله ولا يعرفه فيبيعه بهذا الشرط فمست الحاجة
اليه ھ اسواسطے کہ بائع کبھی قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اوسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اوس چیز کو نہین پہچانتا
تو اوسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت مین بائعکو حاجت پڑی خیار تعیین کی تا اوسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النھر
ھ سید حموی نے کہا کہ یہہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط احکام نوادر پر نہین کذا فی الطحطاوی فیما دون الاربعة لاندفاع الحاجة بالثلثة
لوجود جيد ورديء ووسط ھ خیار تعیین صحیح ہے چار چیزون سے کمتر مین بسبب حاجت روائی کے تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص
اور متوسط کے ھ یعنی خیار التعیین دفع حاجت کیواسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیز مین بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا
ہونا تین مین حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہی تو غیر مشروع ہے ومدته كخيار الشرط اور خیار التعیین کی مدت خیار
الشرط کے مانند ہی یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ھ اگر تین دن مین تعیین کر دی تو بہتر ہی اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین تو متعین کرنیکے واسطے
اوسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین سب کے ساتھہ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اوسکو اختیار ہی فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت کے اوسکو
خیار تعیین ہو گا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النھر ولا يشترط معه خيار شرط في الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھہ خیار
الشرط کا ہونا مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح ھ منح الغفار مین ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کے لیا اور قبضہ کیا پھر ایک مین
عیب لگ گیا تو معیوب مین بیع لازم ہو گئی ثمن معین کے ساتھہ اور دوسرا مبیع امانت ہی اور اگر دونون ساتھہ ہی ہلاک ہو گئے تو دونون مبیع کا
نصف نصف ثمن لازم ہو گا خواہ ثمن متفق ہو یا مختلف ولو اشتريا شيئا على انهما بالخيار فرضي احدهما بالبيع صريحا او دلالة لا يرده الاخر
بل يبطل خياره خلافا لهما اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہی پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صراحة
یا دلالة اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اوسکو رد نہین کر سکتا بلکہ اوسکا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک
بخلاف صاحبین کے وكذا الخلاف في خيار الرؤية والعيب فليس لاحدهما الرد بعد رؤية الاخر اورضاه بالعيب خلافا لهما لضرر البائع
بعيب الشركة اور اسیطرح خلاف ہی امام اور صاحبین کا خیار الرؤیہ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد
جائز نہین بسبب مضر ہونے بائع کے شرکت کے عیب سے ھ عیب شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہی یعنی اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک
خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رؤیت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب
مین راضی ہو گیا تو دوسرا پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو مبیع مین نصفا نصف
اسمین صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اوسکا مالک تہا اب اوسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہہ عیب ہی اسواسطے کہ مشترک مین
ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کر سکتا كما يلزم البيع لو اشترى رجل عبدا من رجلين صفقة واحدة على ان الخيار لهما للبائعين
فرضي احدهما دون الاخر فليس لاحدهما الانفراد اجازة او ردا خلافا لهما جمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہی اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو
مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور عدم بیع مین پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع مین تنہائی

جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجامع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی
تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت سے خود راضی ہوگیا اشترى عبدا بشرط خبزه او كتبه اى
حرفته ثم ذلك فظهر بخلافه بان لم يوجد معه ادنى ما يطلق عليه اسم الكتابة والخبز اخذه بكل الثمن ان شاء او تركه
لفوات الوصف المرغوب فيه غلام خرید کیا اوسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اوسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر
ہوا اسطرح پر کہ اسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنے رتبہ صادق آوے تو مشتری اوسکو اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے یا
اوسکو چھوڑ دے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم در صورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا
کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از قبیلہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتریکو اوسکے نہونے سے رد
بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بد خط
لکھ لیتے ہین بقدر نقل سے اوسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعى المشترى انه ليس كذلك لم يجبر على القبض حتى يعلم
ذلك وكذا سائر الحرف اختيار اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہین یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اوسپر قبض بیع
کے واسطے زبردستی نکیجائیگی یہان تک کہ اوس وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلا معلوم ہو جاوے اور یہی حکم ہے باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ولو
امتنع الرد بتعيب ما قوم كاتبا وغير كاتب ورجع بالتفاوت في الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیرنا ممتنع ہوگیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب
اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون مین اوسقدر مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح مین ہم مثلا کاتب کی قیمت سو
درم ہو اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دئے ہون تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شرائه شاة على انها حامل او
تحلب كذا رطلا او يخبز كذا صاعا او يكتب كذا قدرا فسد لانه شرط فاسد لا وصف حتى لو شرط انها حلوب او لبون
جاز لانه وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیر دن کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے
ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہہ شرط فاسد ہے وصف نہین ہے یہان تو اگر یہ شرط کریگا کہ مثلا بکری دودھ والی ہے یا شیر دار ہے تو بیع جائز
ہوگی اسواسطے کہ یہہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہوسکتا کیونکہ احتمال ہے کہ گل
یا ریح یا بیماری ہو اسیطرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہوسکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا
ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین اسواسطے کہ نهر الفائق مین مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ
جس وصف مین غرر نہو یعنی اوسکے وجود مین تردد نہو تو اوس کا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہے اوسکا اشتراط صحیح نہین مگر بمعنی براءت
وجود اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہی وکذا فی الطحطاوی عن الحموی والقول للمنكر لو اختلفا في شرط الخيار على الظاهر اور قول منکر
معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایہ کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہین ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا
لہذا انکار کرنیوالے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا كما في دعوى الاجل والمضي والاجازة والزيادة چنانچہ مدت اور اوسکے گذر جانے اور
اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی مین منکر کا قول معتبر ہے ہم یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر
ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادتی کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتون مین منکر کا قول
معتبر ہوگا اشترى جارية بالخيار فرد غيرها بدلها قائلا بانها المشتراة فقال البائع ليست هي ولا بينة له فالقول للمشترى
بيمينه وجاز للبائع وطؤها درر وانعقد بيعا بالتعاطي فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اوسکے دوسری لونڈی پھیر دی یہ ان
کہکر کہ یہہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہہ نہین ہے اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور بائع کو اوس لونڈی سے

قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہو گی تعاطی سے کذا فی الفتح ھ جب یہہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا واجب ہے اور ہر مبیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی مین یہہ حکم ہوا تو اوسکے غیر مین بطریق اولے یہی حکم ہے اسواسطے کہ فرج مین زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے مین تو یاد رکھنا چاہئیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھہ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھانیوالا اسکا منکر ہے اور ادسکے گواہ نہین تو وہ چیز اوسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہرا عاریت اور اجارہ کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع

عند ردہ کان یحسن ذلک لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری لان الاصل عدم الخبز والکتابۃ فکان الظاہر شاہدا لہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہہ وصف اوسمین نپایا گیا اور مشتری نے اوسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیر نیکے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے ھ صفات عارضہ مین عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ مین وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیۂ عارضہ سے ہین لہذا اوسمین مشتری کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتابۃ وخبز وکان یحسن ذلک فنسیہ فی ید البائع ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مران الاوصاف لا یقابلھا شیٔ من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب تغیر ہوجانے مبیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باینہمہ اوسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اوصاف کے مقابل کچھہ ثمن نہین پڑتا ھ باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اوسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باعتبار دلالت حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر

فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا بما فیھا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیھا شیٔ من ذلک لاخیار للمشتری گھر بیچا اون چیزون کے ساتھہ جو اوسمین داخل ہین منجملہ دھنیون اور دروازون اور لکڑیون[کڑیون ۱۲] اور کھجور کے درختون کے پھر اوسمین یہہ چیزین کچھہ نہ نکلین تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین یعنی اسواسطے کہ دار عبارت ہے عرصہ سے اور اشیاء مذکورہ تابع ہین اور تابع کے مقابل مین کچھہ ثمن نہین پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہین لہذا اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرؤیۃ البتہ اسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءھا اٰجر فاذا ھو لبن او ارضا علی ان شجرھا کلھا مثمرۃ فاذا واحدۃ منھا لا تثمر او ثوبا علی انہ مصبوغ بعصفر فاذا ھو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اوسکی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اوسکے سب درخت پھلتے ہین سوا اوسمین سے ایکدرخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اوسپر کسم کا رنگ ہے اور اوسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ھ اسواسطے کہ صفات مذکورہ مین اغراض طالبین بنہایت بکثرت متفاوت ہوتی ہین اور اختلاف غرض بجای اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی انھا بغلۃ مثلا فاذا ھو بغل جاز وخیر وبعکسہ جاز بلا خیار لکونہ علی صفۃ خیر من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابطۃ اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے اور اوسکو اختیار ہے لینے نہ لینے مین اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط مین مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہئیے ھ قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہین چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہے یا غلام عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اوسکو پھیر نہین سکتا البیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہین ہوتی شرط سے تبیس مقام مین جو اشباہ مین مذکور ہین ھ مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اوسکا یون ہے کہ جو شرط کہ بیع مین مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی ہے

بلا شرط ہو پھر شرط کرنا فاسد عقد کا موجب نہیں ہے اور ایک وہ شرط ہے کہ ہر چند اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کو مناسب ہے یعنی موجب کی موکد ہے اسیطرح وہ شرط ہے کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اسکا جواز ثابت ہے جیسے شرط خیار اور شرط تاجیل اسیطرح وہ شرط ہے کہ ہر چند شرع میں اسکا جواز وارد نہیں لیکن اسکا رواج ہے چنانچہ جوتہ خریدا اس شرط پر کہ بائع اسکو درست کر دیوے یا پیوند لگا دیوے اور اخیر کا ایک شرط یہ کہ بائع اسکو جوڑ کر دیوے یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہے چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے اور مختار النوازل میں ہے کہ ہر وہ شرط جو عادتاً متعارف ہو جائز ہے اسی طرح ہر وہ شرط جس میں احد المتعاقدین کا نفع ہو بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازانجملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسیکو ضامن دے اور ازانجملہ شرط ہے جیسی مبیع اور ازانجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جاوے اور ازانجملہ پھیر دینا بیع کا اگر اسمیں عیب ہو اور ازانجملہ گائی کا شیردار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیر ذلک شرط علی انہا مغنیۃ ان للتبری لایفسد وان للرغبۃ فسد بدائع بیع میں یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہے اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہو تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہو تو فاسد ہے کذا فی البدائع مع سرود از بسکہ شرعاً حرام ہے لہٰذا اگر گانیکی جو شرط کی تو بیع فاسد ہو و لو شرط حبلہا ان الشرط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلاد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع میں اوسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کے طرف سے ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بائع کیطرف سے ہے تو جائز ہے کہ حاملہ ہونا لونڈی میں عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو براءت کیواسطے ہے یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہ شرط ایسے شہر میں واقع ہوئی جسمیں لوگ لونڈیوں کی خرید میں راغب ہیں اونکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط حمل کو براءت عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہو سکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موہوم ہے بسبب احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ حمل ہے یا بیماری ہے کذا فی الطحطاوی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاصح قلت والضابط للاوصاف ان کل وصف لاغرر فیہ فاشتراطہ جائز لا ما فیہ غرر الا ان یترغب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہے تو بیع جائز ہے بنا بر قول اکثر فقہا کے میں کہتا ہوں اور قاعدہ شتراط اوصاف کا یہ ہے کہ جس وصف میں تردد نہو چنانچہ شیردار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اس کا شرط کرنا جائز ہو نہ اوس وصف کا جو محتمل الوجود ہے چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اوسکی شرط مفسد نہیں و فی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متی قابن ما یعرف بالعیان ابتغی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل میں ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اوس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہو تو احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے انہیں سیر بھر گھی لت کیا ہے اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اوسکو دیکھ چکا پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اوسکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری اوسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پھر جب معائنہ کیا تو فریب نرہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے تیار ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہے تو مشتری کو اختیار نہیں پھیرنیکا فرع اسکی کثیر ہیں اور اعمار قصیر اگر تو اہل تفسیر سے ہو تو کثیر بھی بے فائدہ ہے کذا فی النہر

باب خیار الرؤیۃ

یہ باب ہے خیار الرؤیۃ کے احکام میں یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشیء الی شرطہ غیر ظاہر لما سیجیء ان لہ الرد قبل الرؤیۃ اضافت خیار کی رؤیت کے طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہے سبب کی طرف اور وہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ منجملہ اضافت شے کے ہے اپنی شرط کے طرف سو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہے قبل رؤیت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رؤیت سبب ہے ثبوت اختیار کی نہ شرط ویثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیء بعینہ لان کلا منہا معاوضۃ تنفسخ بالرد ...

والنقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرؤیۃ فیہ خیار الرؤیۃ ثابت ہی چار مقام مین اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح بعوض
یعنی وہ صلح جو شے معین پر ہوئی ہو مال کے دعوے سے اسواسطے کہ ہر ایک ان چارون مین سے معاوضہ ہی تو دیون اور نقود اور ان عقود
مین جو فسخ کرنے سے فسخ نہین ہوتے خیار الرؤیۃ نہین کذا فی الفتح ھم فتح القدیر مین ہے کہ جب دیون مین خیار الرؤیۃ نہوا تو مسلم فیہ مین نہوگا اور
نقود سے اثمان خالصہ مراد ہین تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اوسمین خیار رہی اور عقود غیر منفسخہ جیسا نچہ مہر اور بدل صلح قصاص سے
اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو صح شراء والبیع لما لم یرہ یا صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اوس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے
نہین دیکھا ھم خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذالک
لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کے طرف یا اوسکے مکان کیطرف شرط ہی جواز کی اور اگر
مبیع یا اوسکے مکان کے طرف اشارہ نکیا تو بالاتفاق بیع جائز نہین کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے حاشیہ مین قول اصح یہہ ہے کہ
بلا اشارہ بہی بیع جائز ہے ھم خلاصہ مین ہی کہ اگر گیہون شہر مین دو جگہہ ہون تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی صحیح ہی اور منتقی مین ہی کہ اگر
گیہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہون تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک مین ہون اور محیط مین ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہون بیچے اور اشارہ
اونکے طرف نکیا تو جائز ہی لکھتے یہہ نقول دلالت کرتی ہین کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہوا اور مشار الیہ نہوا اور اسیطرح اطلاق
متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الرملی نہر الفائق مین بعد ذکر اشتراطہا
حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارہ کے شرط جواز ہونے مین علے الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم وله ای للمشتری ان یردہ اذا
راٰہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پہیر دی جب اوسکو دیکھے ھم ابن ابی شیبہ اور بیہقی مین مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہی
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہی جب کہ دیکھے اگر چاہی تو لے
اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا اور حدیث مین رؤیت
سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل اون مسائل اتفاقیہ کے جنمین فقط رؤیت کفایت نہین کرتی چنانچہ مبیع جب کہ
سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اوسکو اختیار ثابت ہی سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اوسکو اختیار ہے سونگھنے
کے وقت بعد رؤیت کے اسیطرح اگر چیز کو دیکھکر خرید کیا پھر اوسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رؤیت معرفت مقصود مین کافی نہین اور اسیطرح
اعمی کی خرید مین اختیار ثابت ہی جبکہ کوئی مبیع کا حال اوس سے بیان کرے تو اوسکے حقمین بیان شخص غیر بجای رؤیت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا
یردہ اذا راٰہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ بعد رؤیت کی مشتریکو اختیار ہی مگر جبکہ مبیعکو بائع اوٹھا لایا مشتری کی گہر تو اوسکو پہیر جبکہ اوسکو دیکھی مگر اسطرح بعد حمل کے بہی پہیر سکتا
ہی جبکہ مبیعکو پہنچادے بائع کے مکانکی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود للمعلق قبل
الشرط خیار الرؤیۃ ثابت ہی اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اوسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتریکا معلق ہے رؤیت کے ساتہہ بنص حدیث مذکور
اور معلق بالشرط کا وجود نہین قبل شرط کے ھم رضائی قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رؤیت پائی جائے اسطرح کہ اوسمین تصرف کرے تو اختیار اوسکا زائل
ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری نے بیعکو فسخ
کیا قبل رؤیت کے تو صحیح ہی فسخ اوسکا قول اصح مین کذا فی البحر بسبب لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع مستحکم ہی نہ واقع ہوئی تہی لہذا فسخ
مشتری قبل رؤیت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بل ھو الاصح عنایۃ لاطلاق النص مالم
یوجد مبطلہ اور خیار الرؤیۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار
ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار

ثم ذلک بعد م اور فرمایا صحیح یہ قول ہے کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ رؤیت کے بعد وهو مبطل لخیار الشرط مطلقا ومفید الملک بعد
الرؤیۃ لا قبلہا لما مر اور خیار الرؤیۃ کو باطل کرتی ہے وہ چیز جو خیار شرط کو باطل کرتی ہے مطلقا یعنی صراحۃ یا دلالۃ اور جو مفید ہے رضامندی کا بعد رؤیت کے
نہ قبل رؤیت کے کذا فی الدرر مفید رضا جیسا کہ مبیع کا قبضہ کرنا اور ہبہ کرنا مبیع کے اسواسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فانہ لو اخذ بالشفعۃ ثم ردہ لا خیار
الرؤیۃ درر من خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رؤیت مبطل خیار نہ ہوا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا
بسبب رؤیت کے کذا فی الدرر من باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مشتری نے گھر لیا اور دیکھے بغیر دوسرا گھر اوسکے پاس بکنے لگا تو اوسکو
بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر اسکے بعد پہلا گھر دیکھا تو اوسکو پھیر سکتا ہے ویشترط لفسخہ علم البائع بالفسخ خوف التغریر اور بیع فسخ ہونے کے
واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو شرط ہے تاکہ دھوکا نہ پڑے یعنی فریب سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا
علم بائع شرط فسخ ہوا اور دھوکا کھا دے ولا خیار للبائع ما لم یر فی الاصح اور اختیار نہیں اوس بائع کا جسنے مبیع کو بن دیکھے بیچا قول اصح میں
ہم ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اوسنے بدون رؤیت کے بیچ ڈالی تو بعد رؤیت اوسکو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے
کہ اول امام صاحب کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کیطرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہے کہ معتبر نہیں
ہوتا تو شارح کو اسکا صحیح کہنا مناسب نہ تھا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے وکفی رؤیۃ ما یؤذن بالمقصود کوجہ صبرۃ ودقیق اور اوسقدر کا دیکھنا کافی
ہے جس سے مقصود معلوم ہوجاوے جیسے ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا منہ دیکھنا یعنی تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اوتنا
دیکھنا کافی ہے جس سے مبیع کا حال معلوم ہوجاوے ڈھیر سے کیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلا ڈھیر دیکھ لیا تو اب اوسکو بسبب خیار
الرؤیۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجای کل کے ہے ہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اوسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب جائز ہوگا
نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ اسکی افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو جب تک سبکو نہ دیکھے گا
اختیار ساقط نہ ہوگا بحر الرائق میں ہے لونڈی غلام کی ہتھیلیاں اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے بلکہ یہی ہے کہ جب آدمی
کو تمام بدن دیکھے سوای چہرہ کے تو خیار الرؤیۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی ووجہ دابۃ ترکب وکفلہا ایضا فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور
اوسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہے قول اصح میں یعنی چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہے ہم سواری کی قید سے بکری گاے نکل گئی کہ اوسکا حکم آگے آتا ہے
ورؤیۃ ظاہر ثوب مطوی وقال زفر لا بد من نشرہ کلہ وهو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا
کافی ہے اور زفر نے کہا ہے کپڑے کو سب کھولنا ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم قول زفر اسواسطے
مختار ہے کہ اس زمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط وداخل دار وقال زفر لا بد من رؤیۃ داخل
البیوت وهو الصحیح وعلیہ الفتوی جی مرۃ وهذا اختلاف زمان لا برهان وبینہ الکرم والبستان اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا
کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھڑیوں کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہ بنا بر اختلاف
زمان ہے نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسیطرح حکم ہے باغ کا انگور ہوں یا درخت ہوں متفرق ہم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا
کافی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بنا اونکی عادت کے ہے اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف ہوتے تھے مگر خوردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں
بخلاف ہمارے دیار کے کہ اونمیں نہایت تفاوت ہوتا ہے اسواسطے کہ مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف
ہوتے ہیں تو اونکا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق میں تو معلوم ہوگیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے
نہ باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسیطرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر وکفی جس شاۃ لحم اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی
ہے یعنی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بکری مول لیتا ہو تو اگر اوسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہوا اسواسطے کہ اس طرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی

معلوم ہوجاتی ہی تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہی اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنی کے معلوم نہین ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ونظر جمیع جسد شاۃ قِنیۃ للدر والنسل مع ضرعہا ظہیریہ اور جو گوسفند پالو دودہ اور بچہ لینے کے واسطے ہو
تو اوسکے تمام بدن کا دیکہنا تھنون سمیت کے ساتھہ کافی ہے کذا فی الظہیریہ وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ لانہ المقصود جوہرہ اور گای اور اونٹنی شیردار
کے تہن کا دیکہنا کافی ہے اسواسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کہانے کی چیز کا چکہنا اور سونگہنے کی
چیز کا سونگہنا کافی ہی لا خارج دار وصحنہا علی المفتی بہ کما مر اولرؤیۃ دہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہین خارج دار اور اوسکے
صحن کا دیکہنا بموجب قول مفتے بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا یا دیکہنا تیل کا شیشے مین کافی نہین بسبب وجود حائل کے وکفی رؤیۃ وکیل قبض اور
کافی ہی دیکہنا وکیل قبض کا اور وکیل قبض وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکہی خریدی چیز کے قبضہ کرلنے مین و وکیل شراء
اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلانی چیز خریدکر لارؤیۃ رسول المشتری وبیانہ فی
الدرر کافی نہین رؤیت مشتری کے پیامی کی اور بیان اوسکا درر مین ہے ہم صورت رسالت یہہ ہی کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا کر
قبضہ کرنیکا تو وکیل قبض کی رؤیت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی رؤیت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا
ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وہو کالبصیر الا
فی اثنتی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندہی کا اگرچہ اوسنے غیر کیواسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندہا
بصیر کے مانند ہی مگر بارہ مسئلون مین جو مذکور ہین اشباہ مین ہم از انجملہ اوسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہین اگرچہ لیجلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق
شہادت مطلقا نہین اور نہ لائق قضا نہ امامت عظمی یعنی بادشاہی اور اوسکی آنکہہ مین دیت نہین بلکہ حکومت واجب ہی اور اوسکی امامت نماز مین مکروہ
ہی مگر اوسوقت مکروہ نہین جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اوسکا آزاد کرنا کفارہ سے صحیح نہین اور اوسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم مین نے
نہین دیکہا اور وصف مبیع بجای اوسکی رؤیت کے ہے کذا فی الاشباہ ویسقط خیارہ بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور
اندہی کا اختیار ساقط ہی مبیع کے ٹٹولنے اور اوسکے سونگہنے اور چکہنے سے اون چیزون مین جو معلوم ہوجاتی ہو اس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگہنے اور چکہنے سے
ووصف عقار وشجر وعبد وکذا کل ما لا یعرف بجس وشم وذوق حرادی اور ساقط ہوتا ہی خیار اندہی کا زمین اور درخت اور غلام
کی صفت بیان کرنیسے اور اسیطرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگہنے اور چکہنے سے معلوم نہین ہوتی اوسمین ذکر وصف بجای رؤیت مسقط خیار ہی ہم بیان
اون اشیا و مذکور بالغ وجوہ ممکنہ لازم ہی تا اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رؤیت ہو او بنظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار
اندہی کا ساقط ہوتا ہی اوسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندہی کو سوجہنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اوسکو اختیار نہین بیع کے فسخ کرنیکا
ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکہے خریدکی پہر وہ اندہا ہوگیا تو اوسکا اختیار بیان وصف کیطرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا وجدت
المذکورات کشم الاعمی وکذا رؤیۃ البصیر وجسۃ البصیر وشمہا ہم قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات
لانہا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح ما لم یوجد منہ ما یدل علی الرضی من قول او فعل
او تعیب او ہلاک بعضہ عندہ ولو قبل الرؤیۃ یہ سبکچہہ اوسوقت ہی جبکہ اشیاء مذکورہ چنانچہ سونگہنا اندہی کا اور دیکہنا آنکہیاریکا ڈہیر اور
اوسکے پسند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اوسکے خرید کرنیکے یعنی اگر قبل خرید اعمی نے سونگہہ یا چکہہ لیا اور بصیر نے ڈہیر یا چہرہ غلام کو دیکہلیا تو اختیار
فسخ بیع ساقط ہی اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اوسکو بواسطے اشیاء مذکورکے اختیار ثابت ہی کیونکہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار
نہین جیسا کہ بعضون نے اسکو غلط سمجہا ہی تو اوسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنابر قول صحیح کے جبتک کہ مشتری سے وہ چیز نپائی جاوے جو رضامندی
پر دلالت کرتی ہی مثلا قول یا فعل کے یا مبیع عیبدار ہوجاوے یا بعض مبیع ہلاک ہوجاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رؤیت ہو ہم درمختار

ہے اسواسطے پھیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس نہین عیب تہا تو اب پھیرے مین اوسکا نقصان ہوگا اور بالکل بعض مبیع کی یہ صورت ہے مثلاً دو کپڑے مشتری نے خریدے پھر ایک کپڑا ہبہ یا رہن مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان یزرعہا فالرؤیۃ بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ بنفسہ اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اوسنے زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی ولو اشتری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رؤیۃ ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پہر اوس مین سے مشک نکال لیا تو اوسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج سے اوسین عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی البحر منحۃ اور یہی ہے کہا نہر الفائق مین خیار العیب کو نہین اس مسئلہ مین لیکن حکم یہی ہے جو شارح نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب ثابت ہوتا ہے جبتک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا ہوا اور یہان اخراج نافہ معیوب ہو گیا ومن رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الآخر فلہ ردہما اوسنے دو کپڑوں مین سے ایک کپڑا دیکہا پہر دونون کپڑے خرید کیے بعد اوسکے دوسرا کپڑا دیکہا تو اوسکو دونون کا

پھیر دینا جائز ہے اگر چاہے پہیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین یکبست لیکر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے و تو اشتری ما کان راہ فلہ الخیار ان وجدہ متغیرا لانہ بتغیرہ صار شیئا آخر فکانہ لم یرہ الا اذا کان المصنف ولقوا معاملہ عولنا علیہ فالماباہ مرئیۃ السابق وقت الشراء فلولم یعلم بہ تخیر لعدم الرضی فلا خیار لہ الا اذا تغیر اگر خرید کیا اوس چیز کو جسکو پہچانا تہا قصد خرید دیکہا تہا خریداری کے وقت یہہ جانا کہ یہہ چیز وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہو گئی ہو ما سابق تو اوسکو اختیار ہوگا اگر جیسکو بلا قصد خریداری دیکہا پہر اوسکو خرید کیا تو حصول کیا کہ اوسکو اختیار ہے کذا فی الظہیریۃ اور وجہہ اوسکی ظاہر ہی ہے اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہیں دیکہتا وہ خوب تامل نہین کرتا کذا فی البحر تو اوسکی رویت کا لعدم ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب ثبوت دلیل اس قول کے ہمنے اوسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہہ نجانے کہ یہ وہ دیکہی چیز ہے تو اوسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر و قایہ اور کنز مین یہہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکہی چیز کی خرید مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب نہایہ نے یہہ قید لگائی ہے کہ وقت خرید کے مشتری نے یہہ جانا ہو کہ یہہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اوس متن مین رویت بقصد خریداری کی قید دیا وہی اور شرح مین اوسکی وجہہ بیان کی کہ قوت دلیل موجب اعتماد تقیید مذکور کی ہوئی یہی اگرچہ ظہیریہ مین تقیید بصیغہ تمریض ذکر ہے اور قید عدم علم کی یہہ کہ زید ایک لونڈی دیکہی پہر نقاب دار لونڈی خرید کی اور یہہ نہ جانا کہ یہہ وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکہا ہون پہر معلوم ہوا کہ یہہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکہا پہر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپٹا ہوا خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا ولو رای ثیابا فرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین وثمنہما متفاوت لانہ ربما یکون الآخر لا بالا ثمنا و کپڑے پہر بائع نے کوئی کپڑا اوٹہا لیا پہر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اوسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور اسیطرح اگر دو کپڑے کسی چیز مین لپیٹے ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب ثمنا لا خیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر مجملہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہو گئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہو گئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر ہذا لو المدۃ قریبۃ ولو بعیدۃ فالقول للمشتری عملا بالظاہر وفی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتہ جبکہ بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر ہو جانے مین یہہ اوس وقت ہے کہ اگر مدت قریب ہوا اور اگر مدت بعید ہوئی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اوس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کی مانند مین ایک مہینہ قلیل ہے ہم عمل بالظاہر دونون مسئلون کا ظاہر القلیل سے یعنی مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہے لہذا

مشتری کا قول معتبر ہوا تمر تنبالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہی باعتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہی اور جانورون کا تغیر اس سے
کم مدت مین ہوتا ہے چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی مدت مذکور نہین کی اور اسیطرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کہا
ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ لانہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے اگر دونون اصل
رؤیت مین مختلف ہون اسواسطے کہ مشتری منکر ہی رؤیت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہی وکذا لو انکر البائع کون المردود مبیعا فی بیع بات
او فیہ خیار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسیطرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پہیر دی وہ مبیع نہین بیع قطعی بلا خیار مین یا
اوس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے ھم یعنی بیوع ثلثہ مذکورہ مین جب تعیین مبیع مین اختلاف ہوگا تو مشتری کا
قول معتبر ہے اور بیع بلا خیار مین پہیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بظہور خیانت تولیہ یا مرابحہ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے
ہوگا ولو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر اور اگر بیع مین خیار العیب ہے تو بائع کا قول معتبر ہی اور فرق
یہہ ہی کہ مشتری فسخ بیع مین منفرد ہی اول قسم مین یعنی جسمین مشتری کا قول معتبر ہی یعنی مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مین قسم ثانی مین یعنی خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب
مین عقد منفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنیسے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی واشتری عدلا من متاع
ولم یرہ وباع او لبس ثوبا منہ ولو بعد القبض او وھب وسلم رد لا بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط الاصل ان رد البعض یوجب
تفریق الصفقۃ وھو بعد التمام جائز لا قبلہ فخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامہا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکہی نہین اور
ایک کپڑا اوسمین سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کروا دیا تو اوسکو پہیر سکتا ہی خیار العیب سی نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سی قاعدہ اسکا
یہہ ہے کہ بعض مبیع کا پہیر دینا موجب تفریق صفقہ ہی اور تفریق بعد تمام ہوجانے بیع کے جائز ہی نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقہ تمام
ہونیکے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وھل یعود خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ عن الثانی لا کخیار شرط فیہ
صححہ قاضیخان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہی خیار الرؤیۃ بعد اوسکے ساقط ہونیکے ابی یوسف سی منقول ہی کہ عود نہین کرتا جیسے خیار الشرط بعد سقوط اسکے عود نہین کرتا اوسی قول کو
قاضی خان وغیرہ نے صحیح کہا ہی یعنی اگر کوئی چیز بن دیکہی خرید کی پہر مشتری نے اوسکو بیچا یا ہبہ کی اور اوسپر موہوب لہ کا قبضہ کروا دیا پہر اوسکی طرف اوس چیز نے
عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد ہبہ کے تو اب اوسکو بائع اول کیطرف پہیر نہین سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہی کہ رضا پر دلالت کرتا ہی اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہے اور
جب خیار ساقط ہوگیا تو اوسکا عود بلا سبب جدید کے نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل الملحقہ بشارح شری شیئا لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکہی خریدی
تو بائع ثمن کو قبل رؤیت کے طلب نہین کر سکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہین ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلکل الخیار مجتبی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلا
کتاب کا مبادلہ کپڑی یا گہوڑی سی کیا تو دونون کو واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہی کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اوس عین کا جو اوسکو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وعن البحر شری جاریۃ
بعبد والف فتقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف تحریرا ما مر انہ لا خیار فی الدین خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام
اور ہزار درہم کے پہر دونون نے باہم قبضہ کیا پہر لونڈی کے بائع نے غلام کو پہیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو بیع باطل نہوگی لونڈی مین بقدر حصہ ہزار درہم کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ خیار
ثابت نہین دین مین یعنی زر نقد مین اراد بیع ضیعۃ ولا یکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب لانسان ثم یبیعہ الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یستحق الثوب
المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وھو لا یجوز الا فی الشفعۃ ولوالجیہ ارادہ کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار رد بیع فسخ کا تو تدبیر اوسکی یہہ ہی کہ
کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کیواسطے پہر اوسی کپڑے کو زمین کے ساتھہ بیع کری پہر مقر لہ اوس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کرچکا تو مشتری کا اختیار
زمین مین باطل ہوجاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے اور وہ جائز نہین مگر شفعہ مین کذا فی الولوالجیہ ھم طحطاوی نے لکہا یہان تفریق عقد سی کچہہ ضرر نہین اسواسطے کہ
اگر مشتری دو تو مبیع کو رد کرتا تو بہی مستحق کپڑے کو لیتا گواہون سے اوسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال مین ماخوذ ہی علاوہ اسکے یہہ ضرر خود بائع کے طرف سی پیدا ہوا اوسکے
اقرار کرنے سے شری شیئین وبکل منہما عیب ان قبضہما لہ رد المعیب الا لالمام شا خرید کیا دو چیزون کو اور ایک چیز مین عیب ہے اگر دونون پر

تسلیم کر چکا ہو تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا اور مذکور یہہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کر لینے کے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہہ باب ہے خیار العیب کے احکام مین ھو لغۃ ما یخلو عنہ اصل الفطرۃ السلیمۃ عیب لغت عرب مین وہ چیز ہے جس سے فطرۃ سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت مین داخل نہو وشرعا ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب وہ ہے جسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین ذکر کیا من وجد بمشتریہ ما ینقص الثمن ولو یسیرا جوہرۃ عند التجار المراد بہم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف احلہ بکل الثمن او ردہ جسنے اپنی خریدی چیز مین ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوھرۃ تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اوسکو پھیر دے سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہے ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھہ مصنف نے کہا ہے اپنی شرح مین ھم تو معلوم ہوا کہ فقہ مین عیب اوسکا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاے واقفکارون کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع مین نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہے اگرچہ منفعت مین کچھہ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب مین داخل ہے تجار کو عام اسواسطے کیا کہ گاہے مبیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہان کاریگرون کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت مین اوسکے لوگ معتبر ہین اور صنعت مین اوسکے اہل کا اعتبار ہے انتہے اور یہہ مراد نہین کہ عیب وہ ہے جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہین اگرچہ اونکی تجارت اور صناعت سے بہت دور ہو عیب مین اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھہ ثمن نہین پڑتا ہان اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اوسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اوسکے لینے کا ارادہ کریگا اور مسئلہ خیار العیب مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہہ ہے کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دہو ڈالنا اور مشتری عدم نقصان تو عیب ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط برارت ایک عیب سے یا مبیع ہر عیب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سو اگر زائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکہہ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاے یا تپ زائل ہو جاے تو مشتری کے پھیر دینے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحطاوی وما لم یتعین امساکہ کحلالین فاحرما او احدہما درصورت عیب اوسوقت تک اختیار ہے جبتک امساک مبیع متعین نہوگیا ہو چنانچہ دو حلال مردون مین ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونون نے احرام باندہا یا ایک نے تو اب رد مبیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی وفی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف وقیمتہ ثلثۃ الاف لم یرد بعیب بخلاف خیار الشرط والرؤیۃ اشباہ للاضرار بیتیم وموکل ومولی وفی النھر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکۃ کفنا ووجد بہ عیبا ولو تبرع بالکفن اجنبی لا یرجع اور محیط مین ہے وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اوسکی تین ہزار ہین تو رد بیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ کے کہ اونمین رد بیع کر سکتا ہے کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا بسبب ضرر پہونچنے یتیم اور موکل اور مولے کے اور نہر الفائق مین کہا ہے لائق یون ہے کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہو مانند اوس وارث کے جسنے ترکہ سے کفن خرید کیا اور اوسمین عیب پایا اور اگر کفن دینے مین شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہیں وھذہ احدی ست مسائل لا رجوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہہ یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے اون چھہ مسئلون سے جنمین رجوع بنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین وذکرنا فی شرح الملتقی معزیا للقنیۃ انہ قد یرد بالعیب ولا یرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقے کی شرح مین قنیہ سے نقل کرکے ذکر کیا ہے کہ گاہے بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہے اور ثمن نہین پھیر لیا جاتا چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اوسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ مینے ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہے تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہین پھر اگر مشتری نے

غلام مین عیب پایا اور اوسکو پھیر یا تو ثمن کو بائع سے نہین پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لیسکتا ہی کیونکہ
وہ امین ہے اور عاقد نہین کذا فی النہر عن القنیہ کالاباق الا اذا ابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب چنانچہ
غلام مین بہاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بہاگا اور اوسی شہر مین بائع کے پاس گیا اور اوسکے پاس چھپ نرہا تو یہہ بہاگنا عیب نہین یعنی اگر
دوسرے شہر مین بائع کے پاس بہاگے گا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے مین کہ عیب ہے
یا نہین اور قول بہتر یہہ ہی کہ بیل کا بہاگنا بہی عیب ہے ہم آمین تین قول ہین ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہہ کہ بھاگنا عیب نہین تیسرا قول کہ ہمیشہ
بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بہاگنا عیب نہین اور ظاہرا اور جالوزدن کا بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن
قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہین کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ
والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی او یسیرا کفلس وفلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر
جب کہ کوئی چیز کہانیکے واسطے چورا وے مولے سے یا کمتر چیز چورا وے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہین ہم اگر پیچنے کے واسطے چوری کرے یا کہانے سے زیادہ چراوے
یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چرا وے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے
مشتری کے پاس بہی چوری کی سوا وسکا ہاتہہ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیر لے بسبب اوسکے مقطوع ہونیکے دونون چوریون سے ملاکر ہم ربع ثمن کے رجوع کی
یہہ وجہ ہی کہ غلام کے ہاتہہ کا خونبہا اوسکی نصف قیمت ہی اور یہہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب
متنصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہوگیا غلام
کے لینے سے تو مشتری تین ربع اوسکے ثمن کے پھیر لے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وکلما تختلف صغرا ای مع التمیز وقدرہ بخمس سنین
او یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لانہا فی الصغر لقصور العقل وضعف
مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب اخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب ہین طفلی اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بہاگنا
اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی مین بہاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا
عیب ہے طفلی سے مراد طفلی باتمیز ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت تنہا کہانے پہننے لگے اور پورا بیان اس کا جوہرہ مین ہے سو اگر وہ
بذات خود نکہاتا ہو کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اوسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ بان
ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے مین اسطرح کہ غلام کا بہاگنا ثابت ہوا
بائع کے پاس پہر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بہاگنا اوسکی طفلے مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اوس کا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ہم جب طفلے یا جوانی مین دونو
کے پاس سے بھاگا تو اوس کا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلے مین قصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار رہا کیونکہ یہہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط
مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین اسواسطے
کہ وہ نیا عیب ہے ہم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بہاگنا بائع کے پاس حالت طفلے مین اور مشتری کے پاس سے جوانی کے حالت مین تو اب مشتری اوسکو اس عیب سے پھیر نہین
سکتا کیونکہ طفلے کا سبب فرار کم عقلی ہی اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوائی اوس عیب کے
جو قبل اسکے بائع کے پاس تہا اور پھیر دینا جائز نہین مگر اوس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد حم عند بائعہ ثم حم عند مشتریہ ان من نوعہ
لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہہ تپ اوسی تپ کی قسم سے ہی تو اوسکو پھیر دینا جائز ہے اور
اگر دوسری قسم سے ہی تو جائز نہین کذا فی شرح العینی ہم خانیہ مین مذکور ہے کہ نوع حمے سے مراد یہہ ہے کہ ایک ہی وقت مین دونون کے پاس تپ آئی ہو
اور اگر اسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین یہی محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی بقی لو وجد بہ عیب ثم تعیب حتی رجع بالنقصان

ثم بلغ هل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلك العیب بالبلوغ ینبغی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر
پیشاب کرتا پایا اور اسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہانتک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی
کہ نقصان پھیرے مشتری سے بسبب زائل ہوجانے اُس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہہ ہی کہ ہان استرداد نقصان جائز
ہی کذا فی فتح القدیر والجنون هو اختلال القوة التی بها ادراك الكلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنی دیوانہ ہوجانا جنون عبارت ہی اُس قوت کے
اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی التلویح م یہہ تعریف جنون کی صاحب بحر کی ہے اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اوس قوت کے
اختلال سے جو تمیز دے اشیاء حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی مدرک ہی کذا فی الطحطاوی وبه علم تعریف العقل انه القوة المذكورة ومحله
القلب وشعاعه فی الدماغ م اسی سے عقل کی تعریف معلوم ہوگئی کہ عقل عبارت ہی قوت مذکورہ یعنی جو تمیز کرے بھلائی اور برائی کو اوسکا نام عقل ہی اور اوسکی جگہ دل ہی اور اوسکی
روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدر وهو لا یختلف بها لاتحاد سببه بخلاف ما مر وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلے اور جوانی
اوسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اوسکے جو عیوب کہ مذکور ہوچکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی
سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح العینی م جب اختلاف سبب نہوا تو اگر غلام مجنون ہوا طفلے مین بائع کے پاس پھر مجنون ہوا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد
جوانی کے تو یہہ عیب بعینہ اول ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی ومقداره فوق یوم ولیلة اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنی اس
قدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہہ کہ جنون مطبق عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر
ولابد من معاودته عند المشتری فی الاصح والا تلازم الا فی ثلث الجنایة والتولد من الزنا والولادة فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری
کے نزدیک ضروری ہی قول اصح مین اور نہین تو بلامعاودہ عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین رد مبیع بلامعاودہ جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا
سے تولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح م ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اوس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی کہ کبھی زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا
کہ اسی قول پر فتوی ہے قلت لکن فی البزازیة الولادة لیست بعیب الا ان توجب نقصانا وعلیه الفتوی واعتمده فی النهر میں کہتا ہون
لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہے اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی م پہلا قول بھی مفتیٰ بہ
ہی تو بیان قاضی اور مفتی مخیر ہین وفیه الحبل عیب فی بنات آدم لا فی البهائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہی نہ جانورون مین
والجذام والبرص والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور کوڑھ اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور
بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب ہین وکذا الادر وهو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسیطرح فتق یعنی دونون فوطے پھولنا
اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی م بہتر یہہ تھا کہ شارح یون کہتا العنة والخصا عیبان اور ظاہر ہوا کہ ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحطاوی ولذا اشتری
علی انه خصی فوجده فحلا فلا خیار له جوهره اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پھر اوسکو تندرست نر پایا تو اوسکو
پھیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوهره اسواسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط سے بہتر پایا والبخر وهو نتن الفم والذفر وهو نتن الابط وکذا نتن الانف
بزازیه والزنا والتولد منه کلها عیب فیها لا فیه ولو امرد فی الاصح خلاصه اور بخر یعنی گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بغلی اور اسیطرح
گندہ دہنی کذا فی البزازیہ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہہ سب عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح مین کذا فی الخلاصہ
م اور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہین یعنی لونڈی کی خرید سے ہمبستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت
کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہہ اشیاء اوسکی مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الا ان یفحش الاولان فیه
بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہو اسطرح پر کہ میان کے پاس آنے کی مانع ہون تو البتہ عیب ہین غلام
مین بھی او یکون الزنا عادة له بان یتکرر اکثر من مرتین یا یہہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اسطرح پر کہ زنا اوس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے

زیادہ تو عیب ہے غلام میں بھی وَاللّوَاطَۃُ بِہَا عَیْبٌ مُطْلَقًا اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقاً یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر اسواسطے کہ مانع
ہم بستری ہو کذا فی البحر وَبِہٖ اِنْ مَجَّانًا لِاَنَّہٗ دَلِیْلُ الْاُبْنَۃِ وَاِنْ بِاَجْرٍ لَا قُنْیَۃٌ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت اُبنہ کی
دلیل ہے اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہیں کذا فی القنیہ ھ اُبنہ اوس علت کا نام ہے جسمیں السبی چل ہو مبرز مین کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہہ سخت
عیب ہے یہان تک کہ جانوروں میں بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ
مرض مال کی علامت ہے اور یہہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقاً عیب نہیں شرعاً اسواسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وَفِیْہَا شَرٰی حِمَارًا تَعَلَّمَ
الحمیر اِنْ طَاوَعَ فَعَیْبٌ وَاِلَّا لَا اور قنیہ میں ہے کہ خریدا گدھا جسپر گدہی چڑہتی ہیں اگر برضامندی اوسکے یہہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ مرض کی دلیل ہے
اور نہیں تو عیب نہیں وَاَمَّا التَّخَنُّثُ بِلِیْنِ صَوْتٍ وَتَکَسُّرِ مَشْیٍ فَاِنْ کَثُرَ رُدَّ لَا اِنْ قَلَّ بَزَّازِیَّۃٌ اور زنخا اور ڈھیلا ہونا نرم آواز بناکر اور چال
مٹکاکر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ وَالْکُفْرُ بِاَقْسَامِہٖ وَکَذَا الرَّفْضُ وَالْاِعْتِزَالُ بَحْرٌ بَحْثًا
عَیْبٌ فِیْہِمَا وَلَوِ الْمُشْتَرِیْ ذِمِّیًّا سِرَاجٌ اور سب قسم کا کفر اور اسیطرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر بحثاً لا نصاً عیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ مشتری بھی ذمی ہو کذا فی السراج
ھ موئی نے کہا کہ مناسب بحرنی رافضی سے مراد وہی کہ جو علی مرتضیٰ کو اصحاب سے افضل کہتے وہ رافضی جو شیخین کو برا کہے اسواسطے کہ وہ کافرین داخل ہے کذا فی الطحطاوی وَعَدَمُ الْحَیْضِ
لِبِنْتِ سَبْعَۃَ عَشَرَ وَعِنْدَہُمَا خَمْسَۃَ عَشَرَ وَیُعْرَفُ بِقَوْلِہَا اِذَا انْضَمَّ اِلَیْہِ نُکُوْلُ الْبَائِعِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَبَعْدَہٗ ہُوَ الصَّحِیْحُ مُلْتَقٰی اور حیض نا آنا
سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جب کہ
اوسکے ساتھہ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی وَلَا تُسْمَعُ فِیْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَۃِ اَشْہُرٍ عِنْدَ
الثانی اور مسموع نہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک ھ اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور امام اور زفر کے
نزدیک دو سال سے کمتر میں دعوی مسموع نہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آیسہ میں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی
مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے وَالْاِسْتِحَاضَۃُ وَالسُّعَالُ الْقَدِیْمُ لَا الْمُعْتَادُ اور استحاضہ اور قدیم
کہانسی عیب ہے نہ عادت کی کہانسی ھ بحر الرائق میں ہے کہ مرض کی کہانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی وَالدَّیْنُ الَّذِیْ یُطَالَبُ بِہٖ فِی
الْحَالِ لَا الْمُؤَجَّلُ لِعِتْقِہٖ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بِعَیْبٍ کَمَا نَقَلَہٗ مِسْکِیْنٌ عَنِ الذَّخِیْرَۃِ اور لونڈی غلام پر اوس دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال
مطالبہ ہو نہ وہ دین جس کی مدت اوس کی آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے ھ دین
مؤجل بعتق وہ ہے جو غلام پر خرید کرنیسے لازم ہوا ہو بلا اذن مولے لٰکِنْ عَمَّمَ الْکَمَالُ وَعَلَّلَہٗ بِنُقْصَانِ وَلَائِہٖ وَمِیْرَاثِہٖ لیکن کمال الدین محقق
نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہے ھ وجہ نقصان ولا اور میراث یہہ ہے کہ ارباب دیون مولی اور
عصبات پر مقدم ہیں کذا فی الطحطاوی وَالشَّعْرُ وَالْمَاءُ فِی الْعَیْنِ وَکَذَا کُلُّ مَرَضٍ فِیْہَا فَہُوَ عَیْبٌ مِعْرَاجٌ کَسَبَلٍ وَحَوَصٍ وَکَثْرَۃِ دَمْعٍ وَالثُّؤْلُوْلُ
بِمُثَلَّثَۃٍ کَزُنْبُوْرٍ بَثْرٌ صَغِیْرٌ صُلْبٌ مُسْتَدِیْرٌ عَلٰی صُوَرٍ شَتّٰی جَمْعُہٗ ثَاٰلِیْلُ قَامُوْسٌ وَقَیَّدَہٗ بِالْکَثْرَۃِ بَعْضُ شُرَّاحِ الْہِدَایَۃِ اور بال
اور نزول آب آنکہ میں اور اسیطرح ہر مرض آنکہ میں عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کوئے تنگ ہونا اور آنسوؤں کا ڈھلکا اور مسنا ثولول ثا
مثلثہ بروزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہیں اور جمع اوسکی ثاٰلیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض
شارحین نے مسے میں کثرت کی قید لگائی ہے یعنی مسون کی کثرت عیب ہے نہ قلت وَکَذَا الْکَیُّ عَیْبٌ لَوْ عَنْ دَاءٍ وَاِلَّا لَا اور اسیطرح داغ عیب ہے
اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں وَقَطْعُ الْاُصْبُعِ عَیْبٌ وَالْاُصْبُعَانِ عَیْبَانِ وَالْاَصَابِعُ مَعَ الْکَفِّ عَیْبٌ وَاحِدٌ
اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو انگلیون کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیون کا قطع ہونا ہتیلی کے ساتھہ ایک عیب ہے وَالْعَسَرُ
وَہُوَ مَنْ یَعْمَلُ بِیَسَارِہٖ فَقَطْ اِلَّا اَنْ یَعْمَلَ بِالْیَمِیْنِ اَیْضًا کَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائین ہاتھہ سے کام کرے

اگر بوجہ ضعف اپنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب و شرب خمر جہرا وقمار ان عُدّ عیبا اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند انکے کذا فی البحر عن البحر وعدم ختان لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ھم بالغ کی قید اوسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہیں اور اسیطرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اوسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضیخان کے فتاوی میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی البحر وعدم قوت حمار وقلۃ اکل دابۃ وکثرۃ کذب ونمیمۃ وترک صلوۃ لکن فی القنیۃ ترکھا لا یوجب الرد اور نہ بولا کہ ہوگا اور کم کھانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا کم بولنا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب رد بیع نہیں وفیہا لو ظہر ان الدار مشئومۃ ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اوسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والخال عیب لو علی الذقن او الشفۃ لا الخد والعنق کتبہ [illegible] اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھڈی یا ہونٹھ پر ہو نہ گال پر اور اوسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالی ہمکو ان سے بچاوے

ومن حدث عیب اٰخر عند المشتری بغیر فعل البائع قال بہ بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن ورحب الکرخی واما قبلہ فلہ اخذہ او ردہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سواگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے یا بیع اوسکے حصہ نقصان کو کم کرکے یا اوسکو پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ھم ملیٹے نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ او ردہ سے فقط اور اسکی کچھ حاجت نہتی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہہ قول خلاف مراد کا موہم ہے یعنی قولہ فلہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہئے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اوسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سواگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اوسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اوسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کرسکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اوسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اوسکو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اوسکو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کرسکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہئے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اوسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچوں صورتوں میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنے کردیا اوسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اوسمیں پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی ملخصا

ولو برھن البائع علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اوسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں ھم نہر الفائق میں قاضی خان کی شرح سے مصرح ہے کہ درصورت متعاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے انتہی تو بائع کا

قول اوسوقت معتبر ہی جبکہ مشتری کے گواہ نہون اور شارح کی عبارت اس پر دلالت نہین کرتی کما لا یخفے ولا یرجع اذا کان له حمل ومؤنة الا فی
بلد العقد یعنی اور نہ پھیرے مشتری زبردستے اوس مبیعکو جسکے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اوسمین
پھیر دینا جائز ہی باوجود بار برداری کے بہی کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ حاجت بار برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانه الا فیما
استثنی ومنه مالو اشتراه تولیة او خاطه لطفله زیلعی او رضی به البائع جوہرہ یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا
ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیرے مگر اون مسائل مین رجوع نہین جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے
بزازیہ سی اور از انجملہ یہہ ہے کہ اگر مشتری نے مبیعکو بطور تولیت خرید کیا یا اوسکو اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع
ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوہرہ ہم رجوع نقصان کا یہہ طریقہ ہی کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاوے پھر عیب کے ساتھہ کی جائے یعنی عیب قدیم کے
ساتھہ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکھا جاوے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پھیر لے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی
کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہوا اور قیمت اوسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوان حصہ پھیر لے یعنی ایک درم اور اگر ثمن دو سو
ہوا اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیر لے وعلے ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنیکی کچھہ حاجت نہتی کہ بعد اسکے
متن مین موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اوسمین
ایک قدیم موجود تہا تو اسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضائے تولیت
یہہ ہی کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہی اور قبض مین باپ اوسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب
بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کر کے کذا فی الطحطاوی وله الرد برضی البائع اور اوسکو پھیر دینا جائز ہی بائع
کی رضامندی سے ہم یعنی اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہے عیب قدیم کے
حصہ کے موافق ثمن پھیر لے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضای بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے مین ضرر ہی بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع
اوسکی ملک سے خارج ہوئی تہی تو عیب حادث سے سالم تہی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر درصورت رضای بائع مشتری مختار ہی پھیر دینے مین
اور رکھہ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا لمانع عیب او زیادة کان اشتری ثوبا فقطعه فاطلع علی عیب قدیم رجع به ای بنقصانه
لتعذر الرد بالقطع بشرط رضای بائع پھیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہی رد کا یا بسبب زیادت مانعہ کے پھیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا
پھر اوسکو قطع کیا پھر مشتری اوسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے اس حالت مین پھیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کر دینے
سے ہم یہہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبله البائع کذلک له ذلک لانه اسقط حقه پہر اگر
بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اوسکو جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتری بعیرا فنحره فوجد امعاءه فاسدا
لا یرجع لافساده مالیته اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اوسکو حلال کیا اور اوسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے
بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اوسمین فساد مالیت نہین لہذا اوسمین
رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کله او بعضه او وهبه بعد القطع لجواز رده مقطوعا لا مخیطا کما
افاده بقوله چنانچہ رجوع نہین کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تہوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے مبیع کے کاٹکر نہ سیکر
چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین بیان کیا فلو قطعه المشتری وخاطه او صبغه ای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن
او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع بنقصانه لامتناع الرد بسبب الزیادة لحق الشرع لحصول الربوا حتے
لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی به درر وابن کمال پہر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اوسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی

یا ستو کو گھی میں ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اوس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان
ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب ایسے زیادہ ہو جانے مبیع کے اور یہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربوا کے یہاں تک
کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد مبیع پر راضی ہو جاویں تو حاکم اوسپر حکم نکرے کذا فی الدرر وابن کمال ہم زیادتی مبیع میں امتناع رد اسواسطے ہوا کہ
اصل مبیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہیں تو بغیر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو
مناسب تھا کہ یوں کہتا بحصول تشبیہ الربوا اسواسطے کہ حقیقت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہے سو یہاں دونوں مفقود ہیں کذا فی الحلبی و تمامہ رجع لو باعہ
ای المشتری بعد العلم بالعیب او رضی به صریحا او دلالۃ تا پر مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہو اگر مبیع ممتنع
الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اوسکے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضامندی ثابت
ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اسطرح ہو کہ مبیع کو باتس ایکو بیس میں استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ
امتناع سابق ہو بیع پر تو بیع کو امتناع میں کچھہ تاثیر نہیں تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہیں البتہ رجوع نقصان میں اوسکو اختیار ہوگا کذا فی
الحلبی او مات العبد المراد هلاك المبیع عند المشتری او اعتقه او دبره او استولد او وقف قبل علمه بعیبه یا غلام
مرگیا مراد عبد سے ہلاک مبیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اوسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو
وقف کیا اوسکے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکله او بعضه او اطعمه عبده او مدبره او ام ولده او لبس الثوب حتی
تخرق فانه یرجع بالنقصان استحسانا عندهما و علیه الفتوی بحر و عنهما یرد ما بقی و یرجع بنقصان ما اکل و علیه الفتوی اختیار
و قہستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اوسکو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا یہاں تک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان
ثمن پھیر لیگا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہہ ہی کہ طعام باقی کو پھیر دے اور بقدر
کھانا کھایا ہے اسکے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاختیار و القہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف میں شرط
ہی کہ یہہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب میں بھی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے تو شارح کو
مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد ذکر کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام میں ہے اور شارح کے بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتوی ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق میں استحسان کہا ہے اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح
زیلعی میں یوں مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی و لو کان فی وعائین فله رد الباقی بحصته من
الثمن اتفاقا ابن کمال و ابن ملك و مسکین قلت فعلی ما فی الاختیار و القہستانی یترجح القیاس فتنبه اور اگر طعام دو برتن
میں ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اوسکے حصہ کے موافق ثمن کم کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح و ابن
ملک اور یہہ مسئلہ اسی باب میں آویگا میں کہتا ہوں بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہو جا ہم قیاس یعنی رجوع نقصان
یہی قول صاحبین ہے یہاں شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی
الحلبی و لو اعتقه علی مال او کاتبه او قتله او ابق او اطعمه طفله او امرأته او مکاتبه او ضیفه مجتبی بعد اطلاعه علی
عیب کذا ذکره المصنف تبعا العینی فی الرمز لکن ذکره فی المجمع فی الجمیع قبل الرؤیة و اقره شراحه حتی العینی فیفید البعدیة
بالاولی فتنبه لا یرجع بشیء لامتناع الرد بفعله اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اوسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ
گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع
ہوکر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن مجمع میں جمیع مسائل میں قبل رؤیت کو ذکر کیا ہے اور شارح کے شارحین نے اس قید کو مسلم کہا ہے

یہان تک کہ عینی نے بہی شرح مجمع مین توقع کلام عینی مین بعدیت اوسکے ہونے کی مفید ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ مین مشتری کچہہ بہی رجوع
نہین کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اوسکے فعل سے ھم عینی کے کلام مین تناقض ہے شرح کنز مین بعدیت مذکور ہی اور شرح مجمع مین قبل رویت
حلبی نے کہا روایت مجمع بہی حق ہے والا ان مسائل مین یعنی اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ مین یعنی ہبہ اور موت اور اعتاق اور
تدبیر مین کچہہ فرق نہین رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا یرجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان
مسائل مین یہہ ہے کہ جہان کہین بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہی تو وہان مشتری ثمنکو بقدر نقصان پہیر لے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے
اپنی ملک سے والا پہیر سکتا ہی کذا فی الاختیار ھم بحر الرائق مین ہے کہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل
مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور جب رد ممتنع ہو بلاجہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک
ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہوجانا یا زیادہ ہوجانا اسطرحپر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہین کذا فی
الطحطاوی وفیہ الفتوی علی قولھما فی الاکل واقرہ القہستانی اور اختیار مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام مین اور ثابت رکہا ہے
اسکو قہستانی نے ھم ذکر اسکو عنقریب گذر ہوچکا تو مکرر ہوگیا شری نحو بیض او بطیخ او جوز وقثاء فکسرہ فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علفا
للدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کئے انڈے اور خربوزے کی مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا ککڑی کہیرا
پہر اسکو توڑا تو ایسا گرا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانورون کا چارا ہوسکے تو اوسکو بقدر نقصان ثمن پہیر لینا جائز ہے اگر اوسمین سے بعد
عیب دریافت ہونیکے کچہہ کہایا ہو یعنی بعد چکہہ لینے کے کچہہ پہیر لینا درست نہین کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اوسکے پہیر لینے
پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اوسکا عیب جان گیا قبل اوسکے توڑنیکے تو اوسکو
پہیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرحپر کہ انڈا گندہ ہو یا ککڑی کڑوی ہو
یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتریکا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے ہو اسطے کہ توڑنیکے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی النہر ولو وجد
اکثرہ فاسدا جاز بحصتہ عندھما ھر اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے
نزدیک کذا فی النہر ھم نہایہ مین ہی کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہی جس سے اخروٹ خالی نہوسکتے ہون عادت مین چنانچہ سو مین ایک اور دو تو
ایک دس مین کثیر ہی چنانچہ قنیہ مین مصرح ہے اور خسروی نے کہا کہ تین عفو ہین یعنی سو مین کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا
فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب عندھما وبہ یفتی اور مجتبی مین ہی کہ اگر گہی پگہلا ہوا اور اوسکو مشتری نے
کہایا پہر اوسکے بائع نے اوسمین چوہی گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پہیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ھم یعنی طاہر گہی کی
قیمت کیجاے پہر نجس گہی کی جو اس نجاست سے نجس ہوگیا ہو پہر قدر تفاوت کو بائع سے پہیر لے کذا فی الطحطاوی باع ما اشتراہ فردہ المشتری
الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردہ علیہ بقضاء لانہ فسخ ما لم یحدث بہ عیب اخر عندہ فایرجع بالنقصان مثلا زید نے
بیچا اوسکو جسکو خرید کیا تہا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پہیر دی بسبب عیب کے تو زید اوسکے بائع کو یعنی خالد کو پہیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی
ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تاوقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہوگیا ہو تو اب مشتری
ثانی نقصان پہیر لیگا ھم مشتری ثانی کے رد بیع کی ہو اسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پہر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اوسکے پاس پیدا
ہوا اور اوسنے عیب قدیم کا نقصان پہیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اوسکے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پہیر سکتا
ہی اور صاحبین کے نزدیک پہیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وھذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رؤیۃ
او شرط در مختار اور یہہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اوسوقت ہی جبکہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے مبیعکو قبل

قبض کرنیکے پہیر دیا ہو تو مطلقاً خواہ بقضا ہو یا برضا پہیر سکتا ہی خیار اراضی مین نہ ہو دخیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنی اگر مشتری ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی پہیر دینا اوسکے بائع پر مطلقاً جائز ہی خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ کہ رد مطلق مین اور اراضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اوسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کرسکتا بدون حکم قاضی کے کذا فی الحاوی وھذا اذا باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بحر اور یہ یعنی جواز رد اوسوقت ہی جبکہ مشتری اول نے اوسکو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہین کذا فی البحر یعنی اگرچہ بحکم قاضی ہوا اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے رضامندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینھما فلہ الرد مطلقاً شرح مجمع اور یہ یعنی تفصیل مذکور رد بیع مین باعتبار قضا اور رضا نقدین کے سوا مین ہی بسبب متعین ہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع م بحر الرائق مین ہی کہ مبیع مین عین ہونیکی قید لگائی تا صرف سے احتراز ہو جائے و اسواسطے کہ اوسمین رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین تو جب کہ دینار درم سے مول لے پہر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پہر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اوسکو پہیر دیا تو مشتری اول بائع کو پہیر دے کذا فی الحاوی و لو ردہ برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پہیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اوسکو بائع پر نہین پہیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح مین اسواسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنی بائع کے حق مین کذا فی النہر اور قول غیر اصح یہ ہی کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو جیسے زائد انگلی تو اوسکو مشتری اول بائع پر پہیر سکتا ہی اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہی کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تہا کذا فی المنح ادعی عیبا موجبا للفسخ او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرھن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ علی نفیہ و یدفع الثمن ان لم یکن شھود کسی مشتری نے دعوی کیا اوس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہی بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہو گا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اوسکا قسم کہاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہون تو ان ادعی غیبۃ شھودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کہائی ہو ہم اگر مشتری اسکے بعد گواہ لا دیگا تو ثمن پہیر لیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اوسکو مہلت دے و لو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بھا تقبلت خلافا لما فیھا اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پہر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہو گی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح و لزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہو گا بائع کے قسم نکہانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہی ماسوای حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقا و نحوہ مما یشترط لردہ وجود العیب عندھما کبول و سرقۃ و جنون لم یحلف بائعہ اذا انکر قیامہ للحال حتی یبرھن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برھن حلف بائعہ عندھما باللہ ما ابق وما سرق وما جن قط وفی الکبیر باللہ ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا و کبرا مشتری نے غلام کے بہاگنے کا دعوی کیا اور بہاگنے کی مانند وہ عیب جسکے پہیر دینے کے واسطے وجود عیب کا دونون کے پاس شرط ہی جیسے بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اوسکے بائع سے جب وہ اوس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بہاگ گیا مشتری کے پاس سو اگر یہ امر گواہی سے ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اوسکے بائع سے یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہین بہاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم کہائے کہ قسم خدا کی کہ وہ نہین بہاگا جب سے کہ وہ جوان مردون کے برابر پہونچا بسبب مختلف ہونے گریختگی کے طفلی اور جوانی مین یعنی طفلی مین گریختگی عیب نہین اور جوانی مین عیب ہے کما مر سابقاً اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اوس سے سؤال ہو گا کہ تیرے پاس بہی یہ عیب موجود تہا تو اگر وہ

اسکا ہی اقرار کیا تو پہیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اس پر کہ یہہ عیب بائع کے پاس
بہی موجود تھا سو اگر اوس نے گواہون سے ثابت کیا تو پہیر دیا جائیگا اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیب
انواع خفی کالاباق وعلم حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہی چنانچہ بہاگنا اور اوسکا حکم معلوم ہوچکا ہم یون معلوم ہوچکا کہ
گاہ متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہی اور گاہے شرط نہین اور اوسکو اختیار ہی قبول اور رد مین مگر جب کہ دوسرا عیب
اوسکے پاس پیدا ہو کما تقدم گر تخشنگی کی مانند وہ عیب ہے جو معلوم نہو بدون تجربہ اور آزمائش کے چنانچہ سرقہ اور بول فی الفراش اور جنون کذا فی الطحاوی
وظاہر کعور وصمم واصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر
ہی چنانچہ یک چشمی اور گونگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس
جب کہ بائع نے یہہ دعوی نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہوگیا تہا ہم اسیطرح اگر بائع نے دعوے کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے وقت
یا اوس نے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اوسکا دعوی ثابت ہوا گواہون سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہوسکتا والا مشتری سے قسم لیجائیگی پہر اوس نے
اگر قسم کہائی تو پہیرے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہی کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد فیکفی قول عدل ولاثبات عند بائعہ قول
عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا سوای اطباء کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہی ایک عادل طبیب کا قول اور اوس عیب کے
ثابت کرنیکے واسطے اوسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اوسکو دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع
وما لا یعرفہ الا النساء کالرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع یعنی اور چوتہی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین چنانچہ عورت کی
شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پہر بائع سے قسم لیجاوے کذا فی العینی ہم عینی مین یون مذکور ہی کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت کا
قول کافی ہے پہر اگر یہہ اختلاف بعد قبض کے ہی تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فی الطحاوی قلت وبقی خامس ما لا ینظرہ
الرجال والنساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی جسکو نہ مرد
دیکہین نہ عورتین سو قاضی خان کی شرح مین ہی کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثی ہی تو اس مین بائع سے قسم لیجائیگی یعنی جب اوسکو
نہ مرد دیکہہ سکے نہ عورت تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق
الصفقۃ یعنی بعض مبیع مین غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی مین مختار ہے
چاہی باقی مین بیع قائم رکھے چاہے پہیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجہا ہی اسواسطے کہ بعض مستحق
مین بیع باطل ہے بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہے کذا فی الطحاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما سیجی اور
اگر استحقاق بعد قبض کے ہی تو مشتری مختار ہی قیمی مین نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ آویگا ہم یعنی اگر استحقاق سے باقی مین
عیب پیدا ہو چنانچہ گہر یا زمین یا غلام تو مشتری باقی مین مختار ہی چاہے اوسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پہیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ
شئے واحد کے ہین حکم مین پہر ایک چیز مستحق نکلی تو بہی اوسکو باقی مین اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو
غلام ہون پہر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈہیر ہوا اور اوسمین بعض مستحق غیر ہو تو اوسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اوسمین اختیار
پہیرنے کا نہین کذا فی النہر وان شری شیئین فقبض احدہما دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدہما
خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اوسکا حکم وہ ہی جو ما قبل قبض کا حکم ہی یعنی اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو
مشتری مختار ہی وہو ای خیار العیب بعد ثبوت العیب علی التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی غریب بحر اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکہنے
عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی مین ہے سو غریب ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر ہم حاوی مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد

[illegible]

عیب دیکہنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکہہ لیا تو یہہ رضامندی ہی یعنی اب اوسکو پہیرنے کا اختیار نہین کذا فی الحلیہ فلو خاصمہ ثم ترکہ ثم عاد و خاصمہ فلہ الرد مالم یوجد مبطلہ کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جہگڑا کیا پہر جہگڑا چہوڑ دیا بعد مدت پہر آیا اور جہگڑا کیا تو اوسکو پہیرنے کا اختیار ہے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہان تک کہ مبیع ہلاک ہو گئی تو بقدر نقصان ثمن سے پہیر لیگا واللبس والرکوب والمکر اواۃ لہ وبہ علیٰ رضی بالعیب الذی یداویہ فقط لا العیب قصۃ برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہی عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا بھی سکو ملاج مین صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اوسی عیب کی جسکی دوا کی تا وقتیکہ وہ دوا سے اوسکو ناقص نکر دیا ہو کذا فی البرجندی یعنی اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اوسکے عیب کی دوا کی تو یہہ رضا ہی کیونکہ یہہ دلیل ہے اوسکے رکہہ لینے کی لیکن اگر غلام مین دو بیماریان ہین اور ایک بیماری کی اوسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب اوسکے پہیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہوگیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتہ مین درد تہا اور اوسکی دوا کے سبب سے ہاتہ اوسکا شل ہوگیا یا آنکہہ مین اوسکی سفیدی تہی اور دوا کے سبب سے آنکہہ پہوٹ گئی تو اب وہ مرض عیب کے سبب سے اوسکو پہیر نہین سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس اوسمین دوسرا نقصان پیدا ہوگیا کذا فی الخطاء وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضا سے کا بعد دریافت کرنے عیب کے پہیرنے کا اور بقدر نقصان ثمن پہیر لینے کا مانع ہی ومنہ العرض علی البیع الا اذا امر اذا وجد ما یرد فعرضہا علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیہ ام لا او عرضہ علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے واسطے سوای دراہم کے جبکہ اونکو کہوٹا پایا پہر اونکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہہ پیش کرنا رضامندی نہین چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکہے کہ اوسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہین یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والون کے آگے تا اوسکی قیمت ٹہرائی جاوے رضامندی نہین ہے اور منجملہ دلائل رضا کے اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور مبیع پہیر کر دوسری بار کا خدمت لینا رضا ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال لہ البائع اتبیعہ قال نعم لزم ولو قال لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر لملکہ بزازیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اوسکو بیچتا ہی اوسنے کہا ہان تو بیع لازم ہو گئی اب خیار العیب سے نہین پہیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہین تو بیع لازم نہین اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہین کہنا بائع کی ملک ثابت رکہنا ہی کذا فی البزازیہ یعنی یہہ چیز میری مملوک نہین اسواسطے کہ مین اسکو پہیر دونگا بلکہ یہہ تیری ملک ہے لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع او لشراء العلف لہا او للسقی والحال ان المشتری لا بد لہ منہ ای الرکوب بعجزہا وصعوبتہا رضامندی نہین سوار ہونا بائع کو پہیر دینے کے واسطے یا جانور کے چارہ خرید کرنیکے واسطے یا اوسکو پانی پلانیکے واسطے اور حال آنکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ہم یعنی مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہین جا سکتا یا جانور سرکش ہی کہ بدون سوار ہونیکے نہین ٹہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہین تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہی وہل ہو قید للاخیرین او للثلثۃ استظہر البرجندی الثانی واعتمد المصنف تبعاً للدرر والبحر والشمنی وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینون کی قید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہی اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اپنی شرح مین درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا لا بد لہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق مین اعتماد کیا ہی انتہے تو اول سے اخیرین مراد ہین اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجای اول ثانی کہتا تو بہتر تہا یعنی تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہہ کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین اطلاق ہے اور دوسرے مین تفصیل ہے کذا فی الخطاوی ولو قال البائع رکبتہا لحاجتک وقال المشتری بل لاردہا فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کیواسطے اور مشتری نے کہا نہین بلکہ اوسکے پہیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وقنیہ

الفتح وجدہا عیبًا فی السفر فحملہا فہو عذر اور فتح القدیر مین ہی کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پہراء سپر بوجہ لادا تو یہہ عذر ہی یعنی بعد سفر کے اوسکو پہیر سکتا ہی ہم طحطاوی نے بزازیہ سی نقل کیا کہ بوجہ لادنے سے پہیر نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے راہ مین ڈالدینے سے خوف تلف ہوجانیکا ہو اور قول ضعیف یہہ ہی کہ پہیر سکتا ہی بقیاس اوسکے چارہ لادنیکے انتہے تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہے اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع او احدا متعددہ لیتوزع الثمن علی تقدیرہ او فی عدد المقبوض فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد مین کہ ایک ہی یا چند عدد تا قیمت منقسم ہوجائے پہیرنیکی صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین یا اوسکی صفت مین یا تعیین مین ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہہ صورت ہی کہ دو غلام خریدکے بائع نے مشتری سی کہا کہ تونے دونون غلام قبض کئے اور مشتری نے کہا کہ مینے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیۃ فقال البائع لیس ہو المبیع فالقول للمشتری فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا مبیع کو پہیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرؤیۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اوسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اوسکو پہیرے خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت مین داخل ہے تو اسمین مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہے ظہیریہ سی خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی اشتری عبدین ای شیئین ینتفع باحدہما وحدہ صفقۃ واحدۃ خرید کئے دو غلام یعنی وہ دو چیزین بصفقہ واحدہ خریدکین کہ اونمین سی فقط ایک چیز سے انتفاع متصور ہے ہم شارح نے تصریح کردی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہہ صورت ہی کہ دونون کا ثمن جدا جدا ذکر نہین کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پہیر دینا جائز ہے وقبض احدہما ووجد بہ او بالآخر عیبا لم یتعلم بہ الا بعد القبض اخذہما او ردہما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اوسمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر قبضہ کرنیکے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پہیر دے ہم یعنی فقط عیب والی چیز کو پہیر نا یا رکہہ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین ہو اسواسطے کہ اسمین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہین ولو قبضہما رد المعیب بحصتہ سالما وحدہ لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونون چیزون پر قبضہ کرلیا تو فقط عیبدار چیز کو پہیر دے مبیع سالم کے حصہ کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہوجانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر لما لو قبض کیلیا او وزنیا او زوجی خف ونحوہ کزوجی ثور الف احدہما الآخر بحیث لا یعمل بدونہ ووجد ببعضہ عیبا فان لہ ردکلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشیء واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایہ وہو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گہی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا ہل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اوسکے اور بعض کیلے یا وزنے مین یا ایک موزی یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ سب کو پہیر دے یا عیبدار کو بہی رکہے اوسکے عیب کے ساتہہ ہو اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ شئے واحد کی مانند ہین اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنون مین ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایہ اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان اشتری جاریۃ فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوۃ ثم وجد بہا عیبا لم یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی ماءہا وہو جزءہا خرید کی لونڈی اور اوس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اوسکو مساس کیا شہوت سی پہر اوسمین عیب پایا تو اوسکو نہ پہیرے کسیطرح اگرچہ وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہہ دلیل ہی کہ مشتری نے بسبب قربت کے اوسکی منی نکالی اور منی اوسکا جزو بدن ہے ہم یعنی اگر اب پہیر دے تو ایسا ہو کہ گویا اوس نے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پہیر دیا کذا فی الطحطاوی

من الشر فیلا بیہ اور تقبیل اور مساس میں اگرچہ غرض منی تہو لیکن چونکہ مقدمہ ہو وطی کا لہذا حکم وطی میں ہو ولو الوطی زوجہا ان ثیبا ردہا وان بکرا لا
عنہا اور اگر قربت کرے والا لونڈی کا زوج ہو اگر وہ ثیبہ ہو تو اوسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہے تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع
الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومة المحبیة لو شرط ابکارہا
فبانت ثیبا لم یردہا بل یرجع باربعین درہما نقصان ہذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبة لیست بعیب الا اذا شرط
البکارة فیردہا لعدم الملتزم اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اوسکو نہ پھیرے
بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیر لے اور حاوی اور ملتقط میں ہو کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اوسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہ ہونے
شرط کے ہم منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہو کہ اوسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا ماقبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی اور ملتقط کی روایت
اس پر محمول ہو کہ اوسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نرہا کذا فی الطحطاوی والا اذا قبلہا البائع
لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ویعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال
المانع درر وینبغی ان یخیر البائع مع النقصان علی الراجح نہر مگر جب کہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اوس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہو
اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تہا سو جب کہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے
بعد زائل ہونے عیب حادث کے اسواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور چاہیے کہ اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول
راجح کے کذا فی النہر ۔ ہم نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنی جب کہ پھیرنا ممنوع تہا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تہا اوسقدر ثمن کو بھی پھیر دے
کذا فی الطحطاوی وظہر عیب بمشتری البائع الغائب واثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ہلک ہلک علی المشتری الا
اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب بلا خصم ینفذ علی الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اوس چیز میں جو خریدی گئی
تہی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے بیع کو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہوگی تو مشتری کا مال
ہلاک ہوگا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اوسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور خصم نافذ ہو جاتی ہو
بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ۔ ہم نفاذ قضا علی الغائب میں دو روایتیں ہیں کتاب المفقود میں نفاذ کی روایت کی تصحیح ہو اور کتاب القضا میں عدم نفاذ
کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی میں ہو کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہی جسکے مذہب
میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رای پر قرار دیگے حالانکہ اوسکے واسطے کوئی رای نہیں باوجود اعتقاد کرنے
اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ولمشتری قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او ردة ورد المقطوع او امسکہ
ورجع بنصف ثمنہ جمع واخذ ثمنہما ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اوس سبب سے جو
واقع ہوا تہا بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا
ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اوسکا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے
پاس اوسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اوسکا پھیر لینا قبول کرے
تو پورا ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعة بعضہم علی بعض وان علموا
بذلک لکونہ کالاستحقاق لا کالعیب خلافا لہما اور اگر اوسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اوسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ
مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ اونکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے
مانند استحقاق کے نہ مانند عیب بخلاف صاحبین کے ہم یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اس کا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک

مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہے کذا فی الحاوی وصحّ البیع بشرط البراءۃ
من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءۃ عن الحقوق المجھولۃ لا تصح عندہ وتصح عندنا لعدم افضائہ
الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یردّہ بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونیکے
ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے اونکے نزدیک صحیح نہین اور ہمارے
نزدیک صحیح ہے اسواسطے کہ عدم تعیین برات مین منازعت کو نہین پہنچاتی اور اس شرط مین داخل ہے وہ عیب جو موجود ہے قبل عقد کے اور
جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری مبیع کو پھیر نہین سکتا ھ برائتِ عیب کی یہہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہہ غلام تیرے
ہاتھہ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اوسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ غرض اس شرط
سے یہہ ہے کہ عقد لازم ہو جاوے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہہ حاصل نہین ہوتا اگر عیب قدیم اور حادث کی برات سے خواہ بائع
عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اوسکا واقف ہو یا نہو اوسکے طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصّہ محمد ومالک بالموجود کقولہ من کل عیب بہ
اور محمد اور امام مالک نے برات کو عیب موجود کے ساتھہ مخصوص کیا ہے نہ عیب حادث کے ساتھہ چنانچہ یون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے
ہر عیب سے عیب موجود کے ساتھہ بالاتفاق مخصوص ہے تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اوس
صورت مین مشتری پھیر سکتا ہے ولو قال مما یحدث صحّ عند الثانی وفسد عند الثالث ھ اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اوس
عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہے یہہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابرا محتمل اضافت کا نہین تو یہہ شرط
فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاب بیع ہے اسطرحپر کہ استحقاق سلامت عیوب اوسمین نرہے کذا فی الجلبی ابرأہ
من کل داء فھو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمدہ المصنف تبعا للاختیار والجوھرۃ لانہ المعروف فی العادۃ
وما سواہ فی العرف مرض ھ بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہے اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہے اور اسی قول
ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کا تابع ہوکر اسواسطے کہ لفظ داء عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہے اور سوای بیماری باطن کے
عرف مین مرض مشہور ہے ھ مذہب مشہور یہی ہے کہ داء مطلق مرض ہے اسواسطے کہ لغت مین مرض ظاہر اور باطن دونون کو داء کہتے ہین لیکن
عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی النخ ولو ابرأہ من کل غائلۃ فھی السرقۃ والاباق
والزنا ھ اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہے ھ ہرچند لغت مین غائلہ بمعنے شر اور بدی ہے لیکن یہہ
تخصیص عرف سے اس واسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہے اشتری عبدا فقال لمن ساومہ ایاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یتفق بینھما
البیع فوجد مشتریہ بہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرطہ ولا یمنعہ من الرد علیہ اقرارہ السابق بعدم العیب لانہ
مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اوس سے کہا جو اوس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس مین کوئی عیب نہین پھر
دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اوس غلام مین عیب پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اوسکے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق
اور پھیر دینے کا مانع نہو گا اوسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہے ترویج سے ھ یعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کریگا کہ
نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اوسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولی کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ
شتم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی ولو عیّنہ ای العیب فقال لا عور بہ او لا شلل
لا یردہ لاحاطۃ العلم بہ الا ان لا یحدث مثلہ کالاصبع زائدۃ ثم وجدھا فلہ ردہ للتیقن بکذبہ اور اگر مشتری مذکور
نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اوس شخص سے جو خریدار ہے ظاہر کرتا ہے کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اوس نے خرید نکیا

اور پھر ہی عیب اوسمین ظاہر ہوا تو اب مشتری اوسکو پھیر نہیں سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں
ہو جاتا ہو چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ ہکو زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اوسمین پائی تو اوسکو اس صورت مین پھیر دینا جائز ہے باوجود
لہ عیب کو بسبب متیقن ہوجانے اسکے جھوٹ کے قال لاخر عبدی ہذا آبق فاشترہ منی فاشتراہ وباعہ من آخر فوجدہ المشتری
الثانی آبقا لایردہ بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یبرہن انہ آبق عندہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ
علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کہا ایک شخص نے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو اسکو مجھ سے خرید کرلے پھر اوسنے اوسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اوسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اوسکو پھیر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہوں سے ثابت
نکرے کہ وہ اوسکے پاس سے بھاگا ہے اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع
اول کے اقرار کا مصدق نہیں ہوسکتا کذا فی الہادی اشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا
لانہ استخدام خرید کی شیر دار لونڈی پھر اوس سے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اوسمین عیب پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اسواسطے
کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے یعنی اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہے بخلاف الشاۃ المصراۃ اذ فلا یردہا مع لبنہا وصاعا من تمر بل
یرجع بالنقصان علی المختار تمر وحجہ وحررناہ فیما علقناہ علی المنار مسئلہ اوس بکری کے جو کم شیر تھی ہو اوسکے بائع نے
اوسکے تھن باندھ یعنی دو چار روز دودہ نہ دوہا تا اوسمین دودہ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودہ والی ہے تو اوس بکری کو
دودہ کے ساتھ پھیر نہیں سکتا بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیر لیگا بقول مختار کذا فی شرح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہے منار کی
شرح میں ... من مسقط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس
یتوسعون فیہ وہو الاختیار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انہ مرۃ
لیس برضی الا علی کرہ من الغیر جبرا چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودہ پلوانے کے سوا کسی اور کام میں تو پھیر دینا جائز ہے اور
مبسوط میں ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اسواسطے کہ استخدام میں لوگوں کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہیں اور استخدام
آزمایش کے لئے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کام کا ہے یا نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جبکہ مملوک سے دوسری قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری
میں ہے کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کر کے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری
لیس بہ بالمبیع اصبع زائدۃ او نحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجد بہ ذلک کان لہ الرد بلا یمین لما مر
مشتری نے کہا کہ جیمین زائد انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہیں جو اتنی مدت میں پیدا ہوسکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا
تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار رہیگا بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنی نئے عیب کو بہ کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوسکتی
تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجدہ
آبقا فلہ الرد ولو قال الا اباقہ لا لانہ فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ بہ فلم یکن اقرارا باباقہ للحال وفی الثانی
اضافہ الیہ فکان اخبارا بانہ آبق فیکون راضیا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ میں بری الذمہ ہوا تیری
جانب اسکے ہر عیب سے سوائے گریختگی کے پھر اوسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اور اگر اوسنے کہا کہ میں اوسکے ہر عیب سے
بری الذمہ ہوں سوای اوسکے بھاگنے کے تو پھیر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت میں بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کیطرف نہیں کی اور نہ
اوسکو موصوف بگریختگی کیا تو اوسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت میں گریختگی کو اوسکے طرف نسبت کیا تو اوسنے خبر کیا
کہ وہ بھگوڑا ہے تو مشتری راضی ہوچکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع میں اختیار نہیں وقیل لو بیاع من

كلِّ حقٍّ له قِبَله دخل العيبُ لا الدرك ۱ ھ اور خانیہ مین ہی کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اوس کی براءت کی تو اوس قول مین براءت عیب داخل ہوگی نہ درک ھ یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمین عیب داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہین سکتا ہی اور اگر مبیع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری سے ساقط نہوگا یعنی اگر یہہ قول کفیل بالدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہوگی شاید اسواسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق نہین ہوا اوسکی براءت سے ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی مُشترٍ لعبد اوامة قال اَعتقَ البائعُ العبدَ او دبّرا واستولد الامة او ھی حرّۃ الاصل وانکر البائع حلّف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یالونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حرہ اصلی ہے اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجاویگی بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوی کے اثبات سے یعنی درصورت عدم شہادت قاضی قسم لیگا فان حلف قضی علی المشتری بما قاله من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلك پھر اگر بائع نے قسم کہائی تو مشتری پر حکم ہوگا بموجب اوسکے قول کے یعنی عتق اور مانند اوسکے اسواسطے کہ مشتری اوسکا اقرار کرچکا ھ یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہوجائیگی مشتری کے اقرار کے سبب تو اب بائع ملک کا دعوی مشتری کر سکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہی ورجع بالعیب ان علم به لان المبطل للرجوع ازالته عن ملکه الی غیرہ بانشائه اولاقرارہ ولم یوجد حتی لو قال باعه وھو ملك فلان وصدقه فلان واخذہ لا یرجع بالنقصان لازالته باقرارہ کانه وھبه اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے ثمن پھیر لے اگر عیب کا ہونا اوس غلام یالونڈی مین معلوم ہو اسواسطے کہ رجوع نقصان مبطل مشتری کا ازالہ ہی اپنی ملک سے غیر کو مالک کرکے انشاء تملیک سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہین یعنی رجوع نقصان اوس صورتمین درست نہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کردیا ہوتا بیع وغیرہ سے یا اقرار ملک غیر سے سو یہان کوئی بات حاصل نہین تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور وہ فلان شخص کی ملک ہی اور فلان شخص نے بہی اوسکی تصدیق کی اور اوس غلام کو لیلیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہین کرسکتا بسبب ازالہ اوسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اوسکو ہبہ کردیا وجد المشتری لغنیمة محرزۃ بدارنا او غیر محرزۃ لو البیع من الامام او امینه بحر قال المصنف فقید محرزۃ غیر لازم عیبا لا یرد علیھما لان الامین لا ینتصب خصما عیب کو پایا اوس غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہوگئی دار الاسلام مین اگرچہ غنیمت غیر محفوظہ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اوسکے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا غنیمت مین محفوظ ہونیکی قید لازم نہین تو مشتری بعلت عیب امام اور اوسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت نہین ہوسکتا ھ امین سے عام مراد ہی تا دلیل مدعا کی موافق ہوجاوے اسواسطے کہ خود امام بہی امانت دار ہی بیت المال کا کذا فی الطحطاوی بل ینصب له الامام خصما فیرد علی منصوب الامام ولا یحلف لان فائدۃ الحلف النکول ولا یصح نکوله واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اوسکے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کریگا اور مشتری بیع کو منصوب پر رد کریگا اور قسم نلے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہی یعنی انکار قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا صحیح نہین ھ تو اب رد متصور نہین بدون گواہون کے کذا فی النہر فاذا رد علیه المعیب بعد ثبوته یباع ویدفع الثمن الیه ویرد النقص والفضل الی محله لان الغرم بالغنم درر پھر جب عیب والی چیز اوسکو پھیر دی بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی جاویگی اور ثمن مشتری کو دیا جاویگا اور کمی اور زیادتی پھیری جاویگی اوسکے محل مین اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر ھ یعنی امام اوسکو بیچے اسلیے اگر ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر بیع مجملہ چار خمس کے ہو تو اوسمین سے ثمن پورا کردے اور اگر خمس مین سے ہو تو اوسمین سے ہی اور اسیطرح اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی ویسی ہی رکھے جہان کی مبیع ہو کذا فی النہر وجد المشتری بمشتریه عیبا واراد الرد به فاصطلحا علی ان یدفع البائع الدراھم الی المشتری ولا یرد علیه جاز ویجعل حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز مین عیب پایا اور دونون نے اس پر مصالحہ کیا کہ بائع چند دراہم مشتری کو دے اور مشتری اوسکو نہ پھیرے تو جائز ہی اور یہہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ھ بحر الرائق مین کہا کہ یہان تک ظاہر ہوگیا کہ خیار العیب ساقط ہوتا ہی وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہوجانے سے بعد بیع اور قبض کے اور شرط براءت ہر عیب سے اور کسی چیز پر

ف ترجمہ مین مخلوط مترجم اسطرح مذکور ہوئی لیکن ظاہر یہہ ہی کہ قبل بکسر قاف ہو یعنی مشتری نے اپنا حق جو بائع کے طرف نکلے اوس کے براءت کی اور رہا سبب غلام بیچ کا قائل بری ہوگا بائع ہوا اور ضمیر دلی مشتری کے طرف اور قبله کی بائع کیطرف ۱۲

سیکڑی ... دی العیب وھوان یصطلحا ان یدفع المشتری الیہ دراھم الی ان یبرئہ علیہ لا یجوز لانہ لا وجہ لہ ھذا الرشوۃ
فتاویٰ ... اگر اسکے دینے کو دونون آپس مین صلح کرین کہ مشتری چند درہم بائع کو دیکر عیب سے بری ہو تو صحیح نہین ہے اسواسطے کہ اس شی کی
کوئی وجہ نہین سوائے رشوت کے تو جائز نہو گی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سو اگر ان کی اصطلاح مین اسکو امتحانہ کہتے ہین سو معلوم ہو کہ حرام ہے
کیونکہ رشوت ہی تو ہے لہذا اسکی شرح تدوین مین ہے کہ رشوت اور ہدیہ مین یہ فرق ہو کہ رشوت وہ ہی جو ایک شخص دوسرے کو پہلے
بشرط اسکی اعانت کے اور ہدیہ مین اعانت شرط نہین وفی الصغریٰ ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم برئ او ظہران لا عیب فللبائع
ان یرجع بما دفع ولو زال بمعالجۃ المشتری لا فیرجع اور صغریٰ مین ہے کہ مشتری نے جب عیب کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ
کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب اچھا ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اسمین کچھ عیب نہین تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اسکو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے
علاج کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہین کذا فی القنیۃ رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن
المسمی والا لا یلزم الموکل راضی ہو گیا وکیل بیع کے عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہو گی اگر بیع اس عیب کے ساتھ جو اسمین موجود ہے
قیمت مین برابر ہو ثمن مسمی کے اور اگر قیمت اسکی ثمن معین سے برابر نہو تو موکل کو بیع لازم نہین چاہئے تو پھیر دے **فروع** مسائل ملتقطہ شتی کی
لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہین چھپانا عیب کا مبیع یا ثمن مین اسواسطے کہ غش یعنی
تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہے مگر دو صورتون مین حرام نہین الاولی الاسیر لو شری شیئا ثمہ ودفع الثمن مغشوشا جاز ان
کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہان یعنی دار الحرب مین خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ
غلام ہم اشباہ مین جہان سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یون ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے
اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہین انتہیٰ اور اسی کی موافق قاضیخان مین یون ہے کہ ایک مرد نے قیدیون کو اہل حرب سے خرید کیا تو
ان کو کھوٹے اور مغشوش درم دینے جائز ہین اسواسطے کہ احرار کی خرید درحقیقت خرید ہی نہین اور اگر قیدی غلام ہین تو کھوٹے درم دینے جائز
نہین انتہیٰ تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کر لے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت مین وہم کہا یا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا
الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشتباہ دوسری صورت یہ ہو کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم مین جائز
ہین کذا فی الاشباہ جبایات جمع جبایۃ موحدہ ہے جنانچہ بعضے غلط سمجھتے ہین اور جمع ہے جبایت کی جبایت وہ ہی جو لوگون سے بظلم مال لیا
جاوے کذا فی الطحطاوی وفیھا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ مین ہو کہ پھیر دینا مبیع کا
عیب کی بابت بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگون کے حق مین مگر دو صورتین فسخ نہیں ہم سب کے حق مین فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق
مین فسخ ہو اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد بیع مشتری کے ملک ہین تو اولکو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی
عن البحر احدھما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہی کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر
مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہین ہو تمام صورت اوسکی ذخیرہ مین یون ہو کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے ثمن
ہزار درم کو مشتری پر حوالہ کیا لیفبض ثمن پھر غلام مر گیا قبل قبض جسکو بیان تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل
قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہین استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اوسکو باطل کر دیگا انتہیٰ بعض الفاظ سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح
کی عبارت مین جو ہے باعتبار غلبہ کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز
قبل قبضہ ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت یہ ہو کہ اگر بائع نے بیچا اسکو یا غیر مشتری سے بعد اسکے پھیر دینے کے عیب کی بابت بحکم قاضی
اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہین قبل اوسکے قبضہ کرنیکے اور اگر رد بعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی قید ...

کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اوسکے پاس ہے اور منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے وفی
البزازیۃ شری عبدًا فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لانہ ضمان العہدۃ وضمنہ الثانی لانہ
ضمان العیوب وان ضمن السرقۃ او الحریۃ او الجنون او العمی فوجدہ کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہی کہ ایک غلام
خریدکیا اور ایکمرد اوسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اوسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت
عہدہ کی ہی اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اوسکو ضامن کہا ہے اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہی اور ضمان عیوب جائز
ہی اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اوسکو اسیطرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہو وفی جواہر
الفتاوی تشری ثمرۃ کرم ولا یمکن قطافہا بغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان انتقص المبیع بتناول الزنابیر
فلہ الفسخ لتفرق الصفقۃ علیہ اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ خریدکئے پہل انگور کے اور ممکن نہین اونکا توڑنا بہرون کی کثرت کے سبب اگر
بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پہیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پہل کم ہوگئے ہون بہرون کے کہا جانے سے تو اوسکو
فسخ بیع مین اختیار ہی بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پہل خرید کئے تھے وہ پورے باقی نرہی بہرون کے کہا جانے سے

بابُ البیع الفاسد

یہہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین ہم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہے کیونکہ مشروعیت عقود
سے سلامت دین مقصود ہے تاکہ مطالب مندفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو ہواسطے موخر کیا کہ مخالف دین ہی اور فاسد مشتق ہی
فساد سے جو ضد صلاح ہی اور حاصل معنے لغوی تغیر وصف کیطرف راجع ہے اور اصطلاح شرعین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا اور
مشروعیت اصل سے مراد یہہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اوسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اوسکی صحت کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی اور
اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اسوجہ سے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی بعدد اسباب کے سبب سے کذا فی النہر المراد بالفاسد الممنوع
مجازًا عرفیا فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیہ بعض الصحیح تبعًا فاسد سی مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل
اور مکروہ کو بھی شامل ہوگئی اور کاہی اس باب مین بعض اقسام بیع صحیح کی بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور
عشر سے عرف فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ اونکے نزدیک فاسد اور باطل
مین کچھہ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنے فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ مین بیع باطل وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون
اور حکم باطل عدم ملک ہی قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہی مکروہ لغت مین ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہے جسکی اصل اور وصف
دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہو بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وکل ما اورث خللًا فی رکن البیع فہو مبطل
وما اورثہ فی غیرہ فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کی رکن مین وہ مبطل بیع ہی اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد ہے
بیع کا ہم شرح بدیعین ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو اسطرحپر کہ ایجاب
اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سی بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اوسکے ہونیکے مردار یا خون یا شراب
تو بیع باطل ہے بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جس کا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہو اسطرحپر
کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہو جو مقتضای عقد کے مخالف ہی تو اسطرحکی بیع فاسد ہو نہ باطل کیونکہ رکن اور
محل بیع خلل سے محفوظ ہے انتہے تو بہتر یہہ تہا کہ شارح یون کہتا کہ جو موثر خلل ہے رکن بیع اور اوسکے محل مین وہ مبطل ہے تو فقہا کی مقتضای کلام سے
ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہی رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بناء بیع انہین دونون چیزون پر ہی اور اصل شئے اوسیکا نام ہی
جسپر اوس شئے کی بنا ہو اور یہہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اوس سے عبارت ہے جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہہ صفت ہی عقد کی کیونکہ

متمسک تابع ہو اور چنانچہ شرط مخالف مقتضای عقد کذا فی الطحاوی تبطل بیع مالیس بمال المال ما یمیل الیہ الطبع وتجری فیہ البذل والمنع
درمہا فی بحر الرائق والصحیح باطل ہے بیع اوس چیز موجود کی جو مال نہین مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اوسمین دینا
بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اوسکے تصرف سے باز رکہنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے چنانچہ ذرہ خالص
نکل گئے ہم موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جسکی آدمی
آرزو رکہتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی قاذورات سے ملکر کہات ہوجاوے تو اوسکی بیع باطل نہین چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح
فجاز بیع کبد وطحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہوگئی باطل سے کیونکہ کلیجہ اور
طحال اگرچہ اصل اونکی خون ہے لیکن جاری نہین والمیتۃ سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلمین التی ماتت حتف انفہا
او بالخنق والجرح اور چنانچہ مردہ جانور سوای مچھلی اور ٹڈی کے کہ اونکی بیع باطل نہین اور کچھ فرق نہین مسلمان کے حق مین اوس مردار جانور مین
جو خود بخود مرگیا یا کسی نے اوسکو گلا دابکے یا کسی اور سبب سے سوای ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والبیع بہ ای جعلہ ثمنا بادخال الباء
علیہ لان رکن البیع مبادلۃ المال بالمال ولم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع
مبادلہ ہو مال کا دوسرے مال سے سو پایا نگیا حر سے خرید کرنا یعنی حر کو ثمن ٹہیرانا اوسپر باء جارہ داخل کرکے ہم لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا
اسطرح ہوتا ہے کہ بعتک الدار بہذا الحر یعنی مینے گہر بیچا بعوض اس حر کے تو حر اس مثال مین ثمن ہے نہ مبیع خلاصہ یہہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع
باطل ہے خواہ یہہ چیزین مبیع قرار دیجاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علو سقط لانہ
معدوم اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنی وہ بالاخانہ جسکی عمارت گرپڑی ہے تو اوس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم
ہے حق تعلی کی مثال یہہ ہے کہ ایک گہر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونون درجے یا اوپر کا درجہ
گرپڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع علو کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اسواسطے کہ وہ متعلق
ہوا ہو اور ہوا مال نہین کیونکہ مال وہی جس کا رکہہ چہوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہہ امر حاصل نہین ومنہ بیع ما اصلہ
غائب کجزر وفجل او بعضہ معدوم کورد ویاسمین وورق فرصاد جوزہ مالک لتعامل الناس وبہ افتی بعض
مشائخنا عملا بالاستحسان وہذا اذا نبت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز ولہ خیار الرؤیۃ وتکفی رؤیۃ البعض
عندہما وعلیہ الفتوی شرح مجمع اور معدوم ہی مین سے ہے اوسکی بیع جسکی جڑ نظر سے غائب ہو چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم
چنانچہ گلاب اور چمبیلی کے پہول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہین اور توت کے پتون کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگون کے معمول کے سبب اور
ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہے قیاس چہوڑ استحسان پر عمل کرکے اور یہہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اوس وقت
ہے جب کہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اوسکا موجود ہونا معلوم نہو پہر جبکہ معلوم ہوجاوے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور بعض بیع کا دیکہنا صاحبین
کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح المجمع والمضامین ما فی ظہور الآباء من المنی اور مضامین کی بیع باطل ہے مضامین جمع ہے
مضمونہ کی یعنی وہ منی جو نرون کی پیٹہون مین ہو یعنی جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اوسکی پشت سے جدا نہین ہوا باطل ہے معدوم ہونیکے سبب والملاقیح
جمع ملقوحۃ ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہے ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ مین ہو والنتاج بکسر النون
حبل الحبلۃ ای ما تحمل النتاج لانہا ادمی او ادمی اور باطل ہو بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہے حبل الحبلہ سے یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ
ہم حبل الحبلہ اوس بچے کا بچہ جو ہنوز پیٹ مین ہے زمانہ جاہلیت مین دستور تہا کہ گابہن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تہے یعنی مشتری یون کہتا تہا کہ
اگر یہہ گابہن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اوسکے بچے کو مینے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کردیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن مین ابن عمر سے

روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور مؤطا مین بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہی اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح وبیع امۃ تبین انہ ذکر ای ظہر لتذکیر الخبر عبد وعکسہ بخلاف البہائم اور اوس لونڈی کی بیع باطل ہی جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے یعنی اوس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہے بخلاف جانورون کے مصنف نے ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والانثی من بنی آدم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح ویتخیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہہ ہے کہ نر اور مادہ بنی آدم مین دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونیسے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم آدمی مین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھیرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنیمین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ اونمین بہت تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی ومتروک التسمیۃ عمدا ولو من کافر بزازیۃ وکذا ما ضم الیہ لان ضمامتہ بالبیض اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جسکے ذبح کے وقت نام خدا عمدا متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اوسکو بیچا ہو اور اسیطرح اوس چیز کی بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیہ کے ساتھ ملاکر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی ہم متروک التسمیہ عمدا امام شافعی کے نزدیک حلال ہی اگر ذابح اوس کا مسلم ہوا اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل مین ہے۔ تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیہ عمدا مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اوسکے ساتھہ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھہ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اس کا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی اور مورد نص مین مساغ اجتہاد نہین تو یہہ اختلاف معتبر نہین اور بحکم قاضی بھی نافذ نہین وبیع الکراب وکری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء وشجر فیصح اذا لم یشترط ترکہا ولوالجیۃ اور کہیت جوتنے اور نہر کہودنے کی بیع باطل ہی اسواسطے کہ یہہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہی تو بیع اوسکی صحیح ہے بشرط اوسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پہر اوس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اوسمین ہل چلایا اوسمین پانی کی نہر کہودی پہر اجارہ فسخ ہوگیا یا اوسکی مدت منقضی ہوگئی پہر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہہ عمل بیچے تو جائز نہین کیونکہ یہہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی وما فی حکمہ ای حکم ما لیس بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہؤلاء باطل ای بقاء فلو ملکہا بالقبض ابتداء فسخ بیعہم من انفسہم وبیع قن ضم الیہم درر اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہی یعنی جو چیز کہ مال نہین ہی چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی یعنی باعتبار انجام کار باطل ہی تو اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود اونکی ذات سے صحیح ہی اور اوس مملوک کی بیع صحیح ہے جو اونکے ساتھہ ملاکر بیچا گیا کذا فی الدرر ہم حر کی بیع ابتدا اور بقاءً دونون طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسیطرح محل بیع نہین اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہین کیونکہ ان مین صفت حریت بالفعل نہین موجود ہین لیکن باعتبار انجام کار کے اونکی بھی بیع باطل ہے اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہی کہ اوسکو اوسکے ولد نے آزاد کر دیا اور بسبب حریت مدبر مین فی الحال متحقق ہے کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہر تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہہ سب حقوق باطل ہوجاوین کذا فی الطحطاوی وقول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل معنی موقوف [illegible] فی البحر بان الاظہر [illegible] المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الا ان یقال [illegible] فی قضاء [illegible] اولی وہم فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل موقوف ہے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضای مکاتب ہی قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضا ہی ام ولد کی بیع مین اور فتح القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہے مین کہتا ہون کہ قوی تر یہہ ہے کہ قضا بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہی حکم اول کے جاری رکھنے مین یا رد کرنے مین کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اوس صورت پر محمول ہی جب دوسرے قاضی

[illegible] ۱۲

قاضی اول کے موافق حکم ندیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اوس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسری قاضی نے اوسکو جاری کر دیا ہو ام بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تہا عمر فاروق اوسکی بیع کو جائز سمجہتے تہے اور حضرت مرتضے مجوز تہے پہر تابعین کا اجماع ہوگیا عدم جواز پر پہر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہوگا یا نہیں بعضون کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول استروشنی مین ہے کہ قضاء بیع ام ولد مین دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع مین یون ہے کہ قضاء قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہے ورنہ باطل اور یہہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فی الطحاوی عن العینی وفی السراج وللذهول کمکنوزٍ مبتحیض آخر اور سراج مین ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد اونکے مانند ہے عدم جواز بیع مین اور عبد معتق البعض حکم مانند ہے بطلان بیع مین وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع به ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعا جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکہنا چاہیے ام ابن کمال نے کہا کہ تلویح مین مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احراز اور غیر محرز جیسے شکار اور گہاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی بیان مراد ہے کذا فی الطحاوی کخمر وخنزیر ومیتة لم تمت حتف انفها بل بالخنق ونحوه فاما مال عند الذمی کخمر وخنزیر یا مال غیر متقوم جیسے شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہیں مرگیا بلکہ گلا دبا اور مانند اوسکے جیسے مرگیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور وهذا ان بیعت بالثمن ای بالدراهم والدنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکه بالقبض بقیمته ابن کمال اور یہہ یعنی شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون ہے تو مبیع اور ثمن ہر ایک مین بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بہی مملوک نہین ہوتے اور اگر انکی بیع ہوی بعوض عین یعنی متاع اور اسباب کے تو شراب وغیرہ مین بیع باطل ہے اور اسباب مین فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اوسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال وبطل بیع قن ضم الی حر وذکیة ضمت الی میتة ماتت حتف انفها قید به لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لهما اور باطل ہے بیع اوس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اوس مردار کے ساتہہ جو خود بخود مرگیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن بیان ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہوجاوے عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک ومبنی الخلاف ان الصفقة لا تتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لا بد من تکرر لفظ العقد عنده خلافا لهما وظاهر النهایة یفید انه فاسد اور امام اور صاحبین کی بناء خلاف یہہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہین ہوتا مجرد تفصیل ثمن سے بلکہ عقد مین مکرر کہنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ مین کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہے بخلاف بیع قن ضم الی مدبر ونحوه او قن غیره وملك ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانه کالحر بخلاف العامر بالمسجد الخراب تکملة ذکر الشباه من قاعدة اذا اجتمع الحرام والحلال ای غلب الحرام بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اوسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتہہ یا غیر کے غلام کے ساتہہ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتہہ سوای مسجد آباد کے اوسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتہہ مل کر بکیگی تو اوسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتہہ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اوسکے ساتہہ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتہہ جائز ہے چنانچہ یہہ تقریر اشباہ مین ہے منجملہ اوس قاعدہ کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکوما به فی الاصح خلافا لما افتی به المنلا ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو تو بہی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح مین برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوی کے ہم مفتی مرحوم کا یہہ فتوی ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اوسکے ساتہہ ملک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہے اور

اور احسان وقف کی تصحیح کی ہو فیصح بحصتہ فی الثمن وعبدہ والمالک لا فما قال فی الجملۃ تو صحیح ہو بیع لبقدر اوسکے حصہ کے ثمن مین مدبر کے ساتھہ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھہ اور ملک مین وقف کے ساتھہ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملہ مال ہین ولو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کی مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا نکرلیا تو بیع صحیح نہین کذا فی العینی ھ بحرالرائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اوسمین کی مساجد اور مقابر کو استثنا کرلیا تو قول اصح یہہ ہے کہ ملک مین بیع صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنابر عادت کے مستثنے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحرالرائق کا قول اولے ہے اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہے وہ شرط کے برابر ہے کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ھ غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول ورجیع ادمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز کسرقین وبعر واکتفی فی البحر بمجرد خلطہ بتراب اور باطل ہے بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحرالرائق مین اکتفا کیا ہے بمجرد اوسکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونیکے ھ طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ نقط گوہ مال نہین اور خالص مٹی مال نہین پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہو گئی اسکا جواب یہہ ہے کہ جواز بیع کا مدار انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع جائز ہے نہ بدون خلط کے وشعر انسان لکرامۃ الادمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اسکو سور کے بال کی بحث مین مذکور کیا ہے وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم وما لہ خطر العدم اور باطل ہے بیع اوس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے ھ معقود علیہ کی شرط یہہ ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اوسکے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اوسکے پاس نہین تو وہ نہ اوسکی ملک ہے نہ مقدور التسلیم ہے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے اوسکی بیع بھی جائز نہین چنانچہ حمل اور تھن کا دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پایے زندہ بکری کے اندر کی اور کھلی تلون کے اندر کذا فی البحر لا بطریق السلم فانہ صحیح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اوسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اوسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین ھ اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اوس سے بیع کیا کرون پھر اوسکو بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنی نہ بیچ اوس کو جو تیرے پاس نہین ہے کذا فی التیسیر وبطل بیع مع صریح نفی الثمن فیہ لانعدام الرکن وھو المال اور باطل ہے وہ بیع جسمین نفی ثمن کی تصریح ہے بسبب نہونے رکن کے یعنی مال ھ اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہو گی چنانچہ مذکور ہو گا والبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ہلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہے یعنی مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر مبیع اوسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے کہ وہ امانت ہے اور قنیہ مین تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہے ھ حموی مین ہے کہ خصی کے نزدیک ضمان مختار ہے اور قنیہ مین وجہ صحت یہہ مذکور ہے کہ مشتری نے اوسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سراجیہ مین قاضی خان سے منقول ہے کہ ضمان دینا صحیح ہے تو خلاصہ یہہ ہے کہ دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا بیع الحربی اباہ او ابنہ قیل باطل وقیل فاسد کذا فی وصایاہا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل وقیل فاسد وصحح اور قنیہ مین ہے کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور قنیہ کی وصایا مین ہے کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو بنقصان صریح باطل

اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور یہی تحریم ہے بعضوں کے نزدیک ہم فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ در صورت باطل ہونے کے بعد قبض کے مبیع مملوک نہیں
اور فاسد میں مملوک ہو وفی المنتقی بیع المضطر وشراؤہ فاسد اور منتقی میں ہے کہ مضطر کا بیچنا اور خریدنا فاسد ہے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ
ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس کیطرف باضطرار محتاج ہے اور بائع اشیاء مذکورہ کو نہیں بیچتا مگر کثرت ثمن زیادہ کرکے اور ایسے ہی مضطر سے خرید
کرنا نہایت ثمن کو کم کرکے کذا فی الفتح ابو داؤد نے علی مرتضے سے روایت کی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنی حضرت نے
منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التیسیر وفسد بیع ما سکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہے وہ بیع جسمیں سکوت
واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا میں نے خرید کیا اور دونوں نے ثمن کو ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے
اور اگر نفی ثمن کی تصریح ہوئی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کبیعہ بقیمتہ جیسے بیع مبیع کی بعوض اوسکی قیمت کے فاسد ہے یعنی بلا تعیین ثمن
قیمت مجملہ بیع فاسد ہے وفسد بیع عرض مع المتاع والقیمی ابن کمال بخمر وعکسہ فلینعقد فی العرض لا الخمر کما افادہ اور فاسد
ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب میں نہ شراب میں ہر صورت چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض متاع
ہے قیمت والی ہے کما صرح ابن کمال تو بعدہ اور شراب فی المتاع حرم میں وفسد بیعہ ای العرض بام الولد والمکاتب والمدبر حتی لو
تقابضا ملک المشتری العرض لما قرنا بمتقوم مالکن الجملۃ اور فاسد ہے بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہانتک کہ اگر
متعاقدین تقابض کرلیں گے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہیں بخلاف شراب یا سور یا مردار کے
وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ اور فاسد ہے بیع اوس مچھلی کی جو ہاتھ میں نہ آئی شکار کرنے سے
پیشتر بشرطیکہ اوسکی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم و دنانیر یا کیل و موزون سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا کہ جو
مچھلی شکار نہیں ہوئی تو مراد اوس سے یہ ہے کہ بیع باطل ہے اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اسواسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہے اسلیے کہ
تقوم احراز سے ہوتا ہے اور احراز یہاں حاصل نہیں او صید ثم القی فی مکان لا یؤخذ منہ الا بحیلۃ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر
ڈالی گئی ایسے مکان میں یعنی حوض وغیرہ میں کہ اوسمیں سے گرفتار نہیں ہوتی مگر جال کے حیلہ سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان
اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرؤیۃ اور اگر مچھلی کو بغیر حیلہ جال کے پکڑ سکے تو بیع اوسکی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے الا اذا دخل
بنفسہ ولم یسد مدخلہ فلو سدہ ملکہ مگر جبکہ مچھلی خود حوض میں گھس گئی اور اوسنے اوسکا مدخل بند نہ کیا تو اوسکی بیع صحیح نہیں بلکہ
باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اوسنے اوسکا مدخل بند کر دیا تو اوسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور موجب ملک کا جیسے
جال میں پڑنا موجب ملک ہے بحر الرائق میں ہے کہ جب مچھلی حوض میں گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اوسکا مالک ہو گیا اور بیع اوسکی بموجب تفصیل مذکور
کے ہے یعنی در صورت تسلیم بیع ہے الا عیر بیع اور بعضوں نے کہا مطلقا بیع صحیح نہیں بواسطے عدم احراز کے اور خلاف اوس صورت میں ہے جب کہ اوسنے
وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الخلاصی ولم یجز اجارۃ برکۃ لیصاد منہا السمک مجمع اور
جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اوسمیں سے مچھلیوں کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر وبیع طیر فی الھواء لا یرجع بعد ارسالہ من یدہ اما
قبل صیدہ فباطل اصلا لعدم الملک اور فاسد ہے بیع اون چڑیوں کی ہوا میں جو پلٹ نہیں آتیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور اونکا بیچنا
قبل اونکے شکار کرنیکے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے ہم یعنی اگر چڑیا کو پکڑ کر کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اوڑتی پھرتی ہے اور اوسکی پلٹ آنے کی عادت نہیں تو
اوسکی بیع فاسد ہے اور اگر ہنوز اوسکو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے
مانند کذا فی الحلبی وان کان یطیر ویرجع کالحمام صح وقیل لا ورجحہ فی النھر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اوڑ جاتی ہو اور پھر آتی ہو مثل کبوتر کے چنانچہ پالا
کبوتر تو اوسکی بیع اوڑنے کی حالت میں صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق میں ہم وجہ صحت یہ ہے کہ معلوم

بطریق عادت کے واقع کے مانند ہو اور یہہ احتمال کرنا کہ شاید نہ پلٹ آوے مانع جواز بیع نہین چنانچہ تجویز ہلاک مبیع قبل قبض مانع نہین پہر در صورت عرض ہلاکی بیع فسخ ہوتی ہے اسیطرح یہان در صورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح تفرد الفائق مین کہا اسمین نظر ہے اسواسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت ہو تسلیم پر بعد بیع کے و لہذا بندہ گریختہ کی بیع جائز نہین انتہی اور مین کہتا ہون کہ جواز بیع در صورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کے نہین اسواسطے کہ جب پہر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تو معتاد در التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہین اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجے تو بیع فسخ ہو جاویگی بخلاف بندہ گریختہ کے کہ عادت مین اوسکا عود کرنا معتاد نہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی وبیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنی پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق مین اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند ہم مصنف نے باتباع صاحب درر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی مین اسکو باطل کہا ہے اسواسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی ہے اوسکی خرید سے جو جانورون کے پیٹ مین ہے تا وضع رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ اور اسواسطے کہ مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحطاوی وامۃ الا حملھا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ ووصیۃ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سوای اوسکے حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہے ولبن فی ضرع وجزم البرجندی ببطلانہ اور فاسد ہے دودہ کی بیع تہن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فساد بیع کی چند وجوہ ہین اول معلوم نہین کہ تہن مین دودہ ہے یا ریح ۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت مین فالبا نزاع واقع ہوگا علاوہ جائز ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودہ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اسطرح کہ تخلیص اوسکی متصور نہین ہم امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحطاوی ولؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ نیستی کے یعنی اوسکا وجود اور مقدار معلوم نہین وصوف علی ظہر غنم وجوزہ الثانی ومالک اور فاسد ہے بیع اون کی بہیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اوسکو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑہتا ہے تو مبیع غیر مبیع سے مخلوط ہوگی کذا فی النہر وفی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج مین ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودہ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو یہہ بیع منقلب ہو کر صحیح نہو جاویگی وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان ونوای تمر وبزر بطیخ لما مر انہ معدوم عرفا اور اسیطرح جس چیز کا اتصال پیدایشی ہو جیسے کہال جانور کی اور گٹھلی کہجور کی اور بیج خربوزہ کا کہ اوسکی بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیاء مذکورہ عرف مین معدوم ہین وانما صححوا بیع الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باغصانھا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتون کی بیع کو شاخون کے ساتھہ فقہا نے صحیح کہا ہے فقط رواج کے سبب سے ہم یہہ جواب ہے اوس سوال کا جو فقیہون کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے بڑہتا ہے تو بائع اور مشتری کی ملک مین اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بہی نیچے سے بڑہتا ہے حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑہتا ہے بسبب رواج کے انتہے لیکن بید اور توت مین اس تعلیل یعنی تعامل اور رواج کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ وہ دونون درخت اوپر سے بڑہتے ہین تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مخلوط نہین ہوتی لیکن قنیہ مین ہے کہ توت کی بیع اوسوقت صحیح ہے جب کہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ بسنۃ جاز وبسنتین لا لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا اور قنیہ مین ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہین ہوا قبل بیع کے ایکسال سے تو بیع جائز ہے اور اگر دو سال سے قطع نہین ہوا تو بیع جائز نہین اسواسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف مین مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہے وجذع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہے بیع اوس شہتیر اور کڑی معین کی جو چہت مین منصوب ہے اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بہی منقلب بصحت نہین ہوتی کذا صرح ابن کمال ہم معین شہتیر اور کڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اوسکی تسلیم مین لزوم ضرر ہے

بائع کے واسطے اور غیر معین ہیں دو علتیں ہیں ایک لزوم ضرر دوسری جہالت میر ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور
نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع وسلم
قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع کذراع من کرباس جاز لانعدام المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اوس کپڑے سے جسکو پھاڑنا
ضرر کرتا ہے جیسے عمامہ اور قمیص پر اگر بائع نے ایک گز اوس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چھت سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر کر صحیح ہو
جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہو چنانچہ ایک گز کا پھاڑنا کرباس سے تو بیع جائز ہے بسبب نہونے مانع کے ہم مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت
سو یہاں میں ضرر مذکور حاصل نہیں لہذا اوسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہوگئی کہ
مفسد بیع زائل ہوگیا بعد اوسکے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا فلو قطع او قلع تا کہ شہتیر کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے
اوس کا ترجمہ زیادہ کر دیا وضربة القانص تاف وغوص الغائص اور فاسد ہے بیع شکاری کے ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی تا الخیر تو اف
دونوں عبارت ہے شکار کرنے والے سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ شکاری کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ تجھکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کھینچنے میں
نکلی تو یہہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہے کہ شکار جال میں آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والغائص نعتی صیغة الغواص اور فاسد ہے
بیع غواص کے ایکبار غوطہ لگانے کی فالکل یعنی بعید دما دخلہ غوطہ مارنے والا ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ میں ایکبار غوطہ مارتا ہوں جو
تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرے ہاتھ بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی والبیع فیہما باطل للغرر بحر ونہر
وابن الکمال قال المصنف وقد نظمه منلا خسرو فی سلک الفاسد تبعیة فی المختصر ویجب ان یراد به الباطل
لانه مالیس فی ملکه کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے میں بیع باطل ہے غرر کے سبب کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ خسرو نے
درر میں اس بیع کو فاسد کی لڑی میں پرو دیا ہے اوسی کا پیرو ہو گیا اس مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہہ مراد اوس
قسم سے ہے جو بائع کی ملک میں نہیں چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک میں نہیں اوسکی بیع باطل ہے سوائے سلم کے والمزابنة ہی بیع الرطب علی النخل
بتمر مقطوع مثل کیله تقدیرا شرح مجمع ومثله العنب بالزبیب عنایه للنهی ولشبهة الربوا قال المصنف فلو لم یکن الرطب
جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزابنہ وہ بیع ہے تر کھجور پکی کی جو لگی ہو درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اوسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل
سے کذا فی شرح المجمع اور مانند اوسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے کذا فی العنایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شارع کے
اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کھجور ہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس کا
شبہہ پایا جاتا نہیں ہم اکثر کتب میں تفسیر مزابنہ یون مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالثلثة علی رأس النخل بتمر بالثمار المشتاة لیکن یہہ خلاف تحقیق کے ہے ہو سکتا
کہ ثمر شارح شلتہ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہے حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن وتخمین جائز
ہے اختلاف جنس کے سبب لہذا تفسیر مزابنہ کی بہتر ہے جو شارح نے کی والملامسة للسلعة اور فاسد ہے بیع الملامسہ یعنی بیع میں ہاتھ لگانے سے
بیع کا واجب ہونا ہم مغرب میں ہے کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تونے میرا کپڑا چھوا یا میں نے تیرا کپڑا چھوا
تو بیع واجب ہوگئی اور منتقی میں امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہہ ہے کہ کہے میں تیرے ہاتھ یہہ متاع بیچتا ہوں باقی کو سو جب کہ میں تجھکو چھوؤن اور ہاتھ لگاؤن
تو بیع واجب ہے یا مشتری اسیطرح کہے کذا فی الطحطاوی وفتح القدیر میں کہا ملامسہ یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھوئے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے
بلا خیار الرؤیۃ اور یہہ اسطرح ہے کہ مثلا اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذة ای نبذها للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی پھینکنا ڈالنا مشتری کے
سامنے ہم منابذہ یہہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیرے طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میرے طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تامل بلا
خیار شرط والقاء الحجر علیها اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع ہم القاء حجر کی یہہ صورت ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہوں تو جس

کپڑے پر سنگریزہ پڑی اوسپر بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رؤیت و بلا خیار کے اسکے بعد دھی ؐ من بیوع الجاھلیۃ فنھٰی عنھا کما عینی
لوجود القمار فکانت فاسدۃً ان سبق ذکر الثمن مجرا اور یہہ یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اوسمین
ان سب سے تہی داقع ہو ہی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہہ سب بیوع فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر ان
بیوعین وجود قمار ہے بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتہہ لگادی
تو مین نے بیچڈالا ہتہہ اوسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اسواسطے
قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہی ذکر ثمن کیوقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ
فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین
جابر سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہہ کہ گیہون کو اوسکی بالیون مین بیچے بعوض
گیہون کے برابر پیمانے مین ظن و تخمین سے کذا فی النہر وبیعُ ثوبٍ من ثوبین او عبدٍ من عبدین لجھالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو
کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ دو کپڑون مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون
غلام مبیع ہی تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کسپر قبضہ کرے بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید
لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہی فلو قبضھما وھلکا معاً فضمن نصف قیمۃ کلٍ اذ الفاسد معتبرٌ بالصحیح پھر اگر مشتری نے دونون
کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھی ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع فاسد معتبر ہی بیع صحیح
سے ہر ایک کی نصف بنصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہی کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہی اور دوسرا کپڑا امانت ہی اور ایک
اولے نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہوگئے کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہہ صورت ہی کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اسطرح
شرط سے کہ ایک مین مشتری مختار ہی پہر دونون ضائع ہوگئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے
ثمن بیع صحیح مین کذا فی البحر ولو مرتبین فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئی تو اوس کپڑے کا
تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اوسکا پہیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی درصورت تعذر رد ہالک اوسکا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا
کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وھذا اذا لم یشترط خیار التعیین فلو شرط اخذ ایھما شاء جاز لما مرّ اور تعیین مضمون مین ضامن
یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہ اوسنے دعوی کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہالک ہوا نہ فلانا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور یہہ یعنی فساد بیع ایک
کپڑے کی دو کپڑون مین سے اوسوقت ہی جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع
جائز ہی چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہوچکا والمراعی ای الکلاء واجارتھا اما بطلان بیعھا فلعدم الملک لحدیث الناس
شرکاء فی ثلٰث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہی بیع گہاس اور چاری کی اور اجارہ اوسکا بطلان اوسکی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے
بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گہاس اور آگ مین ہم ابوداؤد مین حدیث مذکور بایں لفظ ہی کہ المسلمون شرکاء
فی ثلٰث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہی کہ پانی کی شرکت کا یہہ مطلب ہی کہ غیر کے کنوئی اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور
جانورون کے پانی پلانے کا اختیار ہی اور گہاس کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گہاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک
اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگارا لینا بدون اذن مالک
جائز نہین اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہی کہ پانی کو برتنون مین نہ رکہہ چہوڑا ہوا اور گہاس کو کاٹ نرکہا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بہر رکہنے
اور گہاس کاٹ رکہنے کے پانی اور گہاس کی بیع جائز ہی کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے اونکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہہ بہی محل ہے جب کہ گہاس

موتر و ہوا اور اگر ایک شخص نے پانی سینچکر گھاس بنائی ہو تو اوسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اوسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور
یہی قول ہے اکثر فقہا کا فمنعا ما القدوری کذا فی الحاوی تبعنت واما بطلان اجارتہا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گھاس
کے اجارہ کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شی مباح کے استہلاک پر ہے کذا شرح ابن کمال حالانکہ شے مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں
چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو بالاتفاق اوسکے جائز نہوگا کذا فی البحر فہذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بان سقی وقربہ
فملکہ وجاز بیعہ علی دلیل لا یسیس گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اوسوقت ہے جب کہ گھاس خودرو ہو اور اگر اوسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو
تو اوسکا وہ مالک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضوں نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال وبیع القصیل والرطبۃ
علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ اولیرسل دابتہ فتاکلہ جاز وان لیترکہ لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے
اگر اسواسطے ہے کہ اوسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اوسمیں چھوڑ دے کہ اوسکو کہالین تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تا مشتری اوسکو
قائم رکھے تو جائز نہیں ہم قصیل نبات وما دہ ہلہ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت میں اوسکو لیجرے ہیں فارسی میں اوسکو سپست
کہتے ہیں وحیلتہ ان یستاجر الارض لیضرب فسطاطہ اولایقاف دوابہ او لمنفعۃ اخری کمقیل ومراح وتمامہ فی وقف
الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو اجارہ لے اپنے خیمے کھڑی کرنیکے واسطے یا اپنے چوپایوں کے باندھنے کے
اور سعت کے واسطے چنانچہ آدہی دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانوروں کے بٹھلانے کے واسطے اجارہ دیتے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے
وقف میں ہے یعنی اس طرح اجارہ لینے میں دونوں مطلب حاصل ہیں منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس بھی وبیاع دود القز اے
الابریسم وبیضہ ای بزرہ وہو بزر الدود الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اوسکے انڈے کی یعنی اوسکے
بیج کی جسکو عرب بزر القز کہتے ہیں جسمیں ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وہو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد
کی مکھی مقابلیشیم جبکہ جمع اور جمع ہے شہد اوسکی بیع ہو کذا فی العطاء وہذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وابن
ملک وخلاصۃ وغیرہا اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اوسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ
مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصۃ وغیرہم نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ منفعت
کی چیز حقیقت میں اور شرعاً منتفع ہے اگرچہ کھی ماکول میں سے نہیں اور گدھے کی بیع کذا فی الشرح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے
جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اوسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی العطاء واجاز ابو اللیث بیع العلق وبہ یفتی للحاجۃ
مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے جلق کی بیع جائز رکھی جسکو عربی میں زلو اور ہندی میں جونک کہتے ہیں اور اسکا فتوی ہے بسبب حاجت اور
ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرہا من الہوام فلا یجوز اتفاقاً کالحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع
بجلدہ او عظمہ والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمدہ المصنف وسیجی فی المتفرقات بخلاف
اور کیڑوں کے سوای ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کہ اونکی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گوہ اور اون حیوانات کی جو دریا میں
رہتے ہیں کہ اونکی بیع جائز نہیں سوای مچھلی کے اور اوس جانور کی جسکی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت
انتفاع ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسکا بیان متفرقات میں آویگا فرع مسئلہ المحقہ شارح کا الحقوق
الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما وہی بینہما نصفا ثلاثا فلو دفع بزر القز او بقرۃ او دجاجا لآخر
بالعلف مناصفۃ فالحادث کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصا ومثلہ دفع
البیض کذا الاختصار شرکت ریشم میں جائز نہیں مگر جسکا انڈا ریشم کے کیڑے کا دونوں شریکوں کا ہو اور عمل بھی دونوں کی طرف سے

ہوا اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں میں آدھوں آدھ ہو نہ تین تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو دین نصف النصف
پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے کے اور مرغی کے پیدا ہوں گے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے پیدا ہونیکے اوسکی ملک سے اور مالک پر چارہ کی
قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الینابیع ملخصاً اور اسیکے مانند ہی انڈے دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہہ مسئلہ نہیں م فتاوی
عالمگیری مین باب الاجارہ مین مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہہ ہے کہ انڈوں کا مالک آدہے انڈے اور مرغیوں کا مالک
آدہی مرغیاں اوس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر ثمن سے ابرا کرے تو اب جوکچھہ پیدا ہوگا وہ دونوں مین نصا نصف ہوگا کذا فی الطحطاوی والآبق
ولو لطفله او ليتيم في حجره ولو وهبه لهما صح عيني وما في الاشباه تحريف بحر اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند
صغیر سے یا اوس یتیم سے جو اوسکی گود مین ہے بیع کی ہو اور اگر اوسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ مین ہے وہ تحریف
ہے کذا فی النہر م نہر الفائق مین مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھہ بیع درست نہیں ہبہ درست ہے اور خانیہ کے بعضے نسخے مین اسکے برعکس مذکور
ہے اور دوسرے نسخہ مین اسکے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہےٰ شارح کو مناسب تہا کہ بعض
نسخ خانیہ کیطرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کیطرف اسواسطے کہ اشباہ کی روایت اسیکے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والنہر الا ممن يزعم انه
اي الآبق عنده فحينئذ يجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے مگر اوس شخص سے بیچنا فاسد نہیں جسکو یہہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام
گریختہ اوسکے پاس موجود ہے تو اب اوسکی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا التسلیم پر تہا پھر جب مشتری نے
اوسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھہ حاجت نہ رہی وهل يصير قابضاً ان قبضه لنفسه او قبضه ولم يشهد نعم اور کیا
مشتری اوسکا قابض ٹہیرےگا یا نہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ اگر اوسنے اوس پر قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض
ٹہیرےگا یعنی اسواسطے کہ یہہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجای قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے مانند وان اشهد لا لانه
قبض امانة فلا ينوب عن قبض الضمان لانه اقوى عنايه اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنیکے وقت لوگونکو
گواہ کیا ہے کہ مین اوسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ٹہرےگا اسواسطے کہ یہہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے
نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ م اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے
تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والا اذا ابق من الغاصب فباعه المالك منه فانه يصح لعدم لزوم التسليم ذخيره
اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جب کہ غلام بہاگ گیا غاصب کے پاس سے پہر مالک نے اوسکے ہاتہہ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے
کذا فی الذخیرہ م یہہ قول عطف ہے الا ممن یزعم پر ولو باعه ثم عاد وسلمه يتم البيع على القول بفساده ورجحه الكمال
وقيل لا يتم على القول ببطلانه وهو الاظهر من الرواية واختاره في الهداية وغيرها وبه كان يفتي
البلخي وغيره بحر وابن كمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پہر غلام پہر آیا اور مالک نے اوسکو مشتری کے قبضہ مین کر دیا تو بیع
تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسیکی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بعد تسلیم بہی بیع تمام نہیں ہوتی اسکے
باطل ہونیکے قول پر یعنی جنکے نزدیک یہہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بہی صحیح نہیں ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایہ ہے اور اسیکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے
پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسیکا فتوی دیتا تہا کذا فی البحر وابن کمال م فتح القدیر مین ہے کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور بلخی ہے
بنا بر تثلیث وجیم کذا فی الطحطاوی ولبن امرأة ولو في وعاء ولو امة على الاظهر لانه جزء آدمي والرق مختص بالحي ولا حياة في
اللبن فلا يحله الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودہ کی اگرچہ وہ دودہ برتن مین ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے اسواسطے کہ
دودہ آدمی کا جزء ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتہہ مخصوص ہے اور حالانکہ دودہ مین حیات نہیں تو اوسمین ملک کا حلول نہیں وشعر الخنزير

للعامة فيه فانه يبطل بيعه ابن كمال وان جاز الانتفاع به لضرورة الخرز حتى لو لم يوجد بلا ثمن جاز
الشراء للضرورة وكره البيع فلا يطيب ثمنه ويفسد الماء على الصحيح خلافا لمحمد قيل هذا في المنتوف اما المجزوز فطاهر
عناية اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اوسکے نجس العین ہونے کے سبب سے کذا مر ابن کمال اگرچہ اوس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی
ضرورت سے یہاں تک کہ اگر بے دام نہ مل سکتے تو اوسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اوسکی بیع کرنی مکروہ ہے تو حلال نہیں
ہیں ثمن اوسکا اور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح فاسد یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہے اوکھاڑے بال میں اور
تراشا بال طاہر ہے کذا فی العنایہ ہم سور کا بال سرے پر سخت ہوتا ہے اونگلی کی مقدار اور بعد اوسکے نرم ہوتا ہے تاگے میں گرہ دینے کی لائق
لہذا زمانہ قدیم میں موچی اوس سے جوتیاں اور موزے سیتے تھے جیسا اب سوئی سے سیتے ہیں وعن ابی یوسف یکرہ الخرز به لانه
نجس ولذا لم يلبس السلف مثل هذا الخف ذكره القهستاني ولعل هذا في زمانهم واما في زماننا فلا حاجة
اليه كما لا يخفى اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ
نہیں پہنتے تھے چنانچہ اسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے
زمانے میں اوسکی کچھ حاجت نہیں یعنی بسبب سوئی وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت
کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اوسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اوس سے فائدہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی
وجلد ميتة قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم يفصله هنا اعتمادا على ما سبق قاله الواني
فليحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کھال کی اوسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کے عوض کی ثمن یعنی چاندی
یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف نے یعنی صاحب درر نے یہاں فاسد اور باطل کی تفصیل نہیں بیان کی سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہے
وانی محشی درر نے سو یاد رکھنا چاہیے وبعده اى الدبغ يباع الا جلد انسان وخنزير وحية اور بعد دباغت کے یعنی
چمڑا پکانے کے اوسکی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں وينتفع به لطهارته حينئذ لغير الاكل
ولو جلد ما كول على الصحيح سراج لقوله تعالى حرمت عليكم الميتة وهذا جزءها اور جانور مردہ کی کھال
سے فائدہ لینا جائز ہے بسبب اوسکے پاک ہو جانے کے اسوقت میں انتفاع جائز ہے سوا اوسکے کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ
کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ تم پر حرام کیا جانور مردہ اور یہ یعنے کھال جز ہے مردہ کی وفي المجمع ونجيز
بيع الدهن المتنجس والانتفاع به في غير الاكل بخلاف الودك اور مجمع میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع
اور اوس سے فائدہ لینا سوا کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ میں جلانا سوا مسجد کے ودک عبارت
ہے چربی اور ہڈیوں کے گوشت سے کذا فی ... كما ينتفع بما لا تحله حيوة منها كعصبها وصوفها كما مر في
الطهارة جیسے فائدہ لینا مردہ کی اوس چیز سے جائز ہے جسمیں زندگی حلول نہیں کرتی چنانچہ اوسکا پٹھا اور روئیں چنانچہ مذکور
ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ انمیں حیات کا دخل نہیں کہ موت حلول
کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجہ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنے کے جائز ہو کذا فی النہر وفسد
شراء ما باع بنفسه او بوكيله من الذى اشتراه ولو حكما كوارثه بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد
كل الثمن الاول صورته باع شيئا بعشرة ولم يقبض الثمن ثم شراه بخمسة لم يجز وان رخص السعر للربا
خلافا للشافعي اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل سے بیچی اوسکا خرید کرنا اوس سے جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ

مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہی صورت اوسکی یہہ ہی کہ کوئی چیز مثلاً دس
درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اوسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اوس چیز کا نرخ ارزان ہوگیا ہو جیسا دیہہ لسبب بیاج کے ہی بخلاف
امام شافعی کے مذہب کے کہ جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچدرم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہہ فائدہ ہوا در صورت عدم ضمان کے
حالانکہ یہہ حرام ہی کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل
قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کے قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایکدرم بھی باقی رہیگا تو خرید
جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی و شراء من لا تجوز شہادته له کابنه وابیه کشرائه بنفسه فلا یجوز ایضاً خلافاً لهما فی غیر
عبده ومکاتبه اور خرید کرنا اوسکا جسکی گواہی بائع کے فائدہ کے واسطے جائز نہین چنانچہ اوسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے
تو اوسکا خرید کرنا بھی جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہی سوای اوسکے غلام اور
مکاتب کے ولابد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحاله فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقاً
کما لو شراه بازید او بعد النقد اور ضروری ہی عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن
مختلف ہو یا مبیع مین مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہی اگر بائع نے
ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراهم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل
منها هنا وفی قضاء دین وشفعة واکراه ومضاربة ابتداء وانتهاء وبقاء وامتناع مرابحة ویزاد زکوة وشرکات
وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطه المصنف معزیا الی العمادیة اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین آٹھ
مسئلون مین از انجملہ یہہ مقام ہے اور ادار دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع
مرابحہ مین اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ
اسکو مصرح بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ کیطرف نسبت کرکے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہہ ہی کہ عقد اول دراہم سے تھا
پھر بائع نے اوسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہان متحد
الجنس ہین اور ادای دین کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سوا اوسنے ادار دین مین کیلو تہی کیا پھر اوسکے دنانیر قاضی کے
ہاتھہ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہی کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادار دین کرے اور غیر دنانیر کی اور مال سے قاضی ادار دین نہین کر سکتا
امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین اور شفعہ کی یہہ صورت ہی کہ شفیع کو خبر ہوئے کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی
پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اوسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ کی یہہ صورت
ہی کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اوسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درم ہے تو یہہ بیع علی حکم الاکراہ ہوئی اور
اگر کپلی یا ذرتی یا اسباب سے جسکی قیمت اوتنی ہے بیع ہوگی تو یہہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتدا و مضاربت کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے
ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کردیا پھر مضارب کو اوتنے درم دیے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہوا اور
فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسیطرح انتہا اور بقای مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہہ صورت ہی کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا
پھر اوسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اوسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اوسکو بطور مرابحہ بیع نکرے اور اسیطرح اگر دس درم کو خرید کرے
اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہو تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہہ صورت ہی کہ ضم دراہم کا دنانیر سے اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا
دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکات کی یہہ صورت ہی کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون تو دونون مین شرکت عنان

تفصیل اشیاء اثنا عشر یعنی دران دینار و درم مکر الجنس

مستفہ ہوگی اور تنبیہ مسلقہ مین ثمن بیعت کرنے والے مختار ہے جیسے دراہم ہے اوسکی تعیین مقرر کرنے چاہیے دنانیر میں اور جنایات کی دیت کی یہہ صورت ہے
کہ موضحہ میں نصف عشر دیت ہے اور ہاشمہ میں عشر ہے اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہے اور جائفہ میں ثلث ہے اور دیت باندازہ دینار ہزار دینار ہیں اور دس
ہزار درہم ہیں تو شیاء مذکورہ میں چاہیے دیت سونے کی مقرر کرے چاہیے چاندی کی کذا فی الکفایہ وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد
ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ میں ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جاتا ہے اوس کی
ہلاکی سے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے تو اوس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اوسکے قبض کیے جیسا کہ مال منقول کو جب کہ خریدا ہو تو مشتری کو
اوسمین تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہیں سو عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اوسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اوسکے مقبوض ہونے کے جائز
ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو تعیین سے جیسا کہ کیلی یا متعین نہ ہو جاتا ہو جیسا کہ نقود اور اسکی علت یہہ ہے کہ عقد بیع فسخ نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے
کہ اصل بیع میں مبیع ہوتی ہے ثمن نہیں وصح البیع فیما ضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم اشتراہ مع شیء آخر بعشرۃ قبل نقد الاول
وجاز فی الآخر فینقسم الثمن علی قیمتہما ولا یتعدی الفساد لانہ طارئ ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہے بیع اوس چیز میں جو ملائی
گئی اوسکے طرف چنانچہ تخت بیچا اوس نے دس درہم کو مثلا اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اوسکو دوسری چیز یعنی مثلا کپڑے کے ساتھ دس درہم کو مول لیا تو بیع
اول یعنی تخت میں بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے میں بیع جائز ہوگی تو ثمن اوسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی میں شائع نہ
ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اوسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الرشد
بیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ
بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز لانہ مقتضی العقد فسد اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو
تول دے اوسکے ظرف کے ساتھ اور اوس میں سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضای عقد کم کر ڈالنا ہر برتن کے وزن کے برابر
ہوتا ہے اور اس شرط میں یہ تحقیق حاصل نہیں چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ جائز
ہے جیسا کہ یہی بیع جائز ہے کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہو جاوے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونات کا ہے بنایہ
میں کہا اسواسطے یہہ بیع جائز ہوتی ہے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر ہو مشتری
نے تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہو تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو
عقد مقتضی ہے تا مقدار مبیع معلوم ہو جاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ
فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اوسکی مقدار میں تو مشتری کا
قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہے مطلقا دعوی کہا وقدرہ کا واؤ ہے اور یہی ہے انفع الکلام اسواسطے کہ کبھی ظرف
کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفوں کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونیکی یہہ
وجہہ ہے کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اوسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ
رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین میں ہے یا ثمن کی مقدار میں اگر اول ہے تو مشتری قابض
ہے اور قول معتبر نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا
اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ دیگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الدرر بلا بینۃ عن الخانیۃ لا یصح
اور صحیح ہے بیع راہ کی اور شرح درر میں ہے کہ خانیہ سے منقول ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہیں وفی قسمۃ الوہبانیۃ ولیس لہم قال الامام
بیدہ ... تمدد کہا البیع بذکرہ اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ میں یہہ بیت ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ

بیت زمین اور اسی طرح اوس کے بیع بھی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہیں اور غیر نافذہ کی قید ہواسطے لگائی معلوم ہو جاوے کہ گو نافذہ یعنی شارع عام کی بیع بطریق اولے جائز نہیں کذا فی الطحاوی و فی معایاۃ و ارتضاہ فی الغاز الاشباہ وما مالک ارض لیس یملک بیعہا لغیر شریک ثم لو عنہ ینظر اور وہبانیہ کے سوال مشکل سکت میں یہہ بیت ہی اور شباہ کی پہیلیون میں اسکو پسند کیا ہی کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سوای اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے یعنی ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اوسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حدّ ای بین لہ طول وعرض اولا وہبتہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اوسکی حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسیطرح اوسکا ہبہ بھی صحیح ہے واذ الم یبین یقدر بعرض باب الدار العظمیٰ اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اوس کا عرض بڑی گہر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹہیرایا جاویگا ہم بہتر یہہ تہا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنی اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اوس سے پہلا دروازہ ہے گہر کا انتہے لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بہی باب الدار العظمیٰ وارد ہی تو ظاہرا اعظم کہنے کی کچہہ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑی گہر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جسکو ہند مین پہاٹک بولتی ہین واللہ اعلم لا بیع مسیل الماء وہبتہ لجہالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اوسکا بسبب اوسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پہیلتا ہی اوسکی مقدار معلوم نہین ہم مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی چنانچہ نہر یا سطح یعنی چہت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جسمین مرور واقع ہے تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اوسکی بیع اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہے اگرچہ اوسکی حدود مذکور نہون تو اوسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہی تو اگر زمین پر مسیل ہے سو مجہول ہی اور اگر چہت پر ہے تو وہ حق تعلی ہے جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہے اسکی بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان یہہ ہے کہ یہہ مال نہین اور وجہ صحت یہہ ہی کہ اسکے طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہی یہہ اوس صورت مین ہی جب من حیث المسیل اعتبار ہو اور اوسکا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجے تو وہ زمین مملوک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے چنانچہ سرخسی نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجے لیکن اوسکی حدود مذکور ہون تو بہی اوسکی بیع جائز ہے بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیتہ للحسن الچلپی وصح بیع حق المرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححہ ابو اللیث اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتہہ بالاتفاق بلاخلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اوسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ہم حق مرور کی بیع زمین کے ساتہہ صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اوسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اوس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہہ بیع صحیح ہے کذا فی الطحاوی وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیہ وشرح وہبانیہ وسنحققہ فی احیاء الموات اور اسیطرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتہہ بالاجماع اور فقط باری بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہی کذا فی المنح اور ظاہر الروایۃ مین یہہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتہہ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسییل وہبتہ سواء کان علی الارض لجہالۃ محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلی وقد مر بطلانہ صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اوسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اوسکے مکان کے چنانچہ مذکور

ہو چکا تھا اسکے بابت پر یہ ہو اسلئے کہ وہ مدت مجہول ہو اور اوسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا البیع بثمن موجل الی النیروز وہو
اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وھذا نیروز السلطان وتنیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وہ
بعد الربیع بسبعۃ ایام الو تبایعا فالعقد فاسد کا ابن کمال اور صحیح نہین بیع اوس ثمن سے جو موجل ہو نوروز تک نوروز پہلا دن ہو
فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آئے اور یہہ نوروز سلطان ہو اور مجوسیوں کا نوروز وہ دن ہے جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور
یہ بعد ہوتے سات نوروز شاہ کے ہین بموجب مافی القنیۃ نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح کی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقد فاسد ہو کذا صحح
ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان ھو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین
مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہے فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے مہر دن سرجے مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد
ہو نوروز کی مانند لہذا بیع صحیح نہین وصوم النصارٰی وفطر ہم وفطر الیہود وصومہم اکتفی بذکر احدہا سراج اور نصارٰی
کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہین مصنف نے نصارٰی کے صوم اور یہودیون
کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لو یدرِ المتعاقدان الیہود وما بعدہ فلو عرفاہ جاز بیع اوسوقت صحیح نہین جب
کہ متعاقدین نوروز اور اوسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہون اور اگر دونون اوقات مذکورہ کو جانتے ہون سلئے التحقیق تو بیع جائز ہو یعنی اسواسطے
کہ اب جہالت مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصارٰی بعد ما شرعوا فی صومہم للعلم بہ وھو خمسون یوماً بخلاف نصارٰی کے
روزہ توڑنے کے مدت مقرر کرنا اون کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اوسکے معلوم ہونیکے اور وہ یعنی صوم نصارٰی کی مدت
پچاس دن ہین ھم ورمیں مترتا شی سے صوم نصارٰی کی مدت پچاس دن مذکور ہین اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی مین پچپن دن اور
قہستانی مین ستاون دن مسطور ہین ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانھا
تتقدم وتتاخر اور صحیح نہین بیع حاجیون کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنی کھلیان باہنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ
امور مذکورہ مین تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہو گی ولو باع مطلقاً عنہا ای عن ہذہ الاٰجال ثم اجل الثمن
الدین اما تاجیل المبیع او الثمن العین ففسد کولی الی معلوم شمنی انما صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات
مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ مین مقرر کی تو اسطرح مدت ٹھہرانا صحیح ہو اور بیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہو اگرچہ
مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ھم ثمن دین کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور یہ تاجیل بعد بیع شرع
ہو تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد مین واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی ہذہ الاوقات
لان الجہالۃ الیسیرۃ محتملۃ فی الدین والکفالۃ لا الفاحشۃ چنانچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہو اسواسطے کہ کمتر جہالت دین
اور ضمانت مین محتمل ہے جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور نزول فاسد او اسقط المشتری الاجل فی الصورۃ المذکورۃ
قبل حلولہ وقبل فسخہ وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائز اتفاقاً ابن کمال
وابن ملک بجہالۃ فاحشۃ کہبوب ریح وحینئذ فلا ینقلب جائز او ابطل الاجل علیہ یا جبکہ مشتری مدت کو
ساقط کرے امثلہ مذکورہ مین قبل آنے مدت کے اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاوین قبل
اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز ہو گا بالاتفاق کذا صحح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کی جیسے ہوا چلے
اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز ہو گی اگرچہ میعاد مذکورہ کو باطل کرے کذا فی العینی او امر المسلم بیع خمر او خنزیر او شرائہما
وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیرہ ای غیر المحرم ببیع صیدہ یعنی صح ذلک عند الامام مع اشد کراھۃ کما صح ما مر

لان العاقد يتصرف باهليته وانتقال الملك الى الآمر حكمي وقالا لايصح وهي الاظهر شرنبلالية عن البرهان يعني اگر کیا
مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمیکو شراب اور سور کے بیچنے یا خرید کرنیکے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا کہ شکار کے بیچنے کو لفظ یعنی یہہ توکیل اور
بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھہ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنی جو وکیل ہے پہلی صورت مین اور خریدار
وکیل دوسری صورت مین تصرف کرتا ہی بیع اور شرا مین اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کیطرف یہہ امر حکمی ہے اور صاحبین نے
کہا کہ یہہ توکیل صحیح نہین یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا شدت کراہت کے
ساتھہ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو سرکہ بنادے یا اوسکو زمین پر بہادے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق
کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بيع بشرط عطف على البيع وفيه اور صحیح نہین یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھہ شارح نے کہا یہہ بشرط عطف
ہی نیز دنرپر ہم بلکہ معطوف علیہ البیع الی النیروز ہے نہ لفظ نیروز کما لایخفی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہی کہ حدیث مرفوع میں بیع اور شرط سے نہی
وارد ہی کذا فی الطحطاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفع لاحدهما او
فيه نفع لمبيع هو من اهل الاستحقاق للنفع بان يكون آدميا فلو لم يكن كشرط ان لا يركب الدابة المبيعة لم يكن
مفسدا كما سيجيء مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکہا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب ہے جسکو عقد بیع مقتضی
نہین اور نہ اوسکے مناسب ہے اور اوسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اوسمین فائدہ ہے اوس مبیعکا جو اہل ہے استحقاق منفعت کا اسطرح کہ مبیع آدمی
ہوا اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدی جانور پر سوار نہو تو یہہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم جو شرط
عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے اور جو بلا شرط عقد سے واجب نہین اسکو
عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع و مشتری کی منفعت نہو
جیسے کپڑا بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسیطرح اگر ایسی شرط ہی جسمین نہ نفع ہی
نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اوسکے کہانے کے یا کپڑا مول لیا بشرط پہننے کے تو بہی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم يجر العرف به ولم يرد
الشرع بجوازه اما لو جرى العرف به كبيع نعل مع شرط تشريكه او ورد الشرع به كخيار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ
اوسکا رواج نہ جاری ہوا اور شرع مین اوسکا جائز ہونا نہ وارد ہوا اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی تسمہ لگانیکی
شرط کے ساتھہ یا اوس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین كشرط ان يقطعه البائع ويخيطه قباء
مثال لما لا يقتضيه العقد وفيه نفع للمشتري چنانچہ یہہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اوسکی قبا سیدے یہہ مثال ہی اوس شرط کی
جس کو عقد مقتضی نہین اور اوسمین فائدہ ہی مشتری کا ہم اور از انجملہ یہہ شرط ہی کہ باغکی بیع مین بائع اوسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنادے یا زمین کی
بیع مین یہہ شرط کرے کہ بائع اوسمین مسجد بنادے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اوسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی او يستخدمه مثال
لما فيه نفع للبائع وانما قال شهرا لما مر ان الخيار اذا كان ثلثة ايام جاز ان يشترط فيه الاستخدام درر یا یون شرط
کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہہ مثال ہے اوس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو
چکا ہی کہ جب خیار شرط تین دن کا ہو تو اوسمین استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدرر او يعتقه فان اعتقه صح ان بعد قبضه
ولزم الثمن عنده والا لا شرح مجمع یا یہہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہے اگر اعتاق بعد اوسکی قبض
کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او يدبره او يكاتبه
او يستولدها او لا يخرج القن عن ملكه مثال لما فيه نفع لمبيع يستحقه یا یہہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو

ذکر بیع بشرط

حرم بنا دی یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق دغیرہ کے خارج نہو جیسے اعتاق وغیرہ او رس شرط کی مثال مے جسمین نفع ہو اوس بیع کا جو مستحق ہی نفع کا
ہم اعتاق وغیرہ مین صفت مملوک مرحوم ہی او رعدم اخراج عن الملک مین ہی فائدہ ہے اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہہ آتا ہے کہ دست بدست نہ
پھری کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس
المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ
البائع او المشتری کذا فالاظہر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ بر مسئلہ تا مدۃ مذکورہ پر تفریع کی اتنی اس
قول سے کہ تو بیع صحیح ہے اوس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک بیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے
یا ایسی شرط ہی جسکو عقد مقتضی نہیں اور اوسمین کسی شخص کو فائدہ نہیں اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص
اجنبی رہی یا بائع یا مشتری اوسکو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر
دلالت کرتا ہی کنز فان لا ینتفع عند ابن کمال یدرک الدابۃ المبیعۃ فانہا لیست باھل للنفع شرط غیر مع حکمہ مقتضیہ بمعنی
جیسے یہہ شرط کرنا کہ بیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ
اوسے استحقاق منفعت آدمی میں منحصر ہے او لا یقتضیہ لکن یلائمہ کشرط رھن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا شرط جسکو عقد
مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کذا صرح ابن ملک ہم یعنی بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہوں اس
شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھہ یا فلانا شخص تو ثمن کا ضامن ہے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین
ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو اگر ایسے اور اشارہ الیہ نہو تو جائز نہین مگر جب کہ دونون اوسکی تعیین مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاوین اور قبل
تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن
غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری العرف بہ کبیع نعل ای صرم سماہ باسم ما یؤول
الیہ عینی علی ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وھو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب استحسانا للتعامل
بلا نکیر یا عادت جاری ہو گئی ہو اوس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور تسمہ ڈال دے اور اسیکے مانند کھڑاؤن کی کیلیں جڑنا ہے
کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی
شراک بکسر اول عبارت ہی سیر بفتح سین مہملہ وسکون یای تحتانیہ یعنی وہ دوال اور تسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر رہتا ہے صرم بفتح صاد معرب ہے
چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا علقہ بکلمۃ علی فلو علقہ بکلمۃ ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقتہ کخیار
الشرط اشباہ من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہی جبکہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے
اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہو گی تو بیع سب صورتون مین باطل ہے مگر اس مثال مین کہ بیچنے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہو اور اوسکی رضامندی کی
مدت تین دن معین کی خیار الشرط کی مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عد ابن
کمال باذن بائعہ صریحا او دلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اوسکے بائع کی رضامندی سے خواہ
رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے اسطرح کہ مشتری اوسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجای رضای
بائع اذن بائع مذکور ہی ہم ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضای بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر امر بائع کی ہی اور
امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اوس سے ملک ثابت ہو تی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کی مانند بجای رضا
امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل وتقدم مع حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے

امرسے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل گئی اور اوسکا حکم پہلے مذکور ہوچکا م بیع باطل کا یہہ حکم مذکور ہوچکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اوسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتویٰ ہی وحینئذٍ فلاحاجة لقول الهداية والعناية وكل من عوضيه مال كما أفاده ابن الكمال لكن اجاب سعدي بانه لما كان الفاسد يعم الباطل مجازاً كما مرّ حقق اخراجه بذلك فتنبه اور اسوقت مین یعنی جب کہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سی خارج ہوگئی تو کچھہ حاجت نہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کی اس قول کی اور بیع فاسد کہ دونون عوضون مین سے ہرایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب دیا ہی اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازاً چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہوچکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہوگیا خبردار رہنا م حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہی کہ باطل کی افراد سے وہ ہی جو اس قید سی بھی خارج نہین ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہہ بیع باطل ہی باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہی کہ یہہ قسم باطل کی فاسد ہی جو قبض سے مملوک ہوتی ہی اور حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ينهه البائع عنه ولم يكن فيه خيار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو م نہی بائع کی قید کی کچھہ حاجت نتھی اسواسطے کہ رضای بائع مغنی ہے اس قید سی لیکن خیار شرط کی قید ضروری ہی اسواسطے کہ درصورت خیار الشرط کے قبض سے ملک ثابت نہو گی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار الشرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولی نہوگی ملكه یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبض کریگا تو اوسکا مالک ہوگا م یعنی اوسکی ذات کا مالک ہوگا علمای بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کری تو صحیح ہی اور اگر اوسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب نہوتا اور علمای عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہی نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الهازل وفی شراء الاب من ماله لطفله او بیعه له كذلك فاسدا الا يملكه حتى يستعمله مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنیوالی کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے مین اپنی مال سے اپنے طفل کیواسطے یا باپ کے بیع فاسد کرنیمین طفل سے اسیطرح یعنی اپنی مال سے اوسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے م بحر الرائق مین کہ یہہ مسئلہ محیط سے باین عبارت منقول ہی باع عبدا من ابنه الصغير فاسدا او اشترى عبد الصغير لنفسه من مال الصغير فاسدا لا يثبت الملك حتى يقبضه ويستعمله انتهى یعنی باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنی ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کیواسطی اسیطرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگی تاوقتیکہ اوسپر قبضہ نکرے اور استعمال مین نلاوی اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہی تو ملک ثابت نہو گی مگر استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہوگا مگر جب کہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من ماله لطفله فاسدا او شرائه لنفسه من مال طفله كذلك لا يملكه حتى يقبضه ويستعمله تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانة لا يملكه به اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہی مشتری کے ہاتھہ مین وہ امانت ہی مشتری اس قبض سے اوسکا مالک نہوگا م یہہ قول اسپر مبتنی ہی کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہہ ہی کہ تخلیہ قبض ہی اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اوسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمیع تفاریق مین ہی کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا ملكه تثبت كل احكام الملك الا خمسة لا يحل له اكله ولا لبسه ولا وطؤها ولا ان يتزوجها منه البائع ولا شفعة لجاره لو عقارا اشباه اور جب کہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگی سوای پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اوسکا کھانا اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا اوسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سی مشتری کے پاس اور شفعہ نہین اوسکے پڑوسی کو اگر مبیع زمین ہو کذا فی الاشباہ م مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اوسپر فسخ بیع واجب ہی تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوی تو اشتغال بوطی اعراض ہی فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کی اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ

اور یہی مذہب ہے ذکرہ فی الجواہر وشرح المجمع ولا شفعۃ بھا ای بما اشتری فاسدا اور جواہر اور شرح مجمع میں ہے کہ شفعہ نہیں بسبب خرید کرنے زمین کے بطریق بیع
فاسد ہوئی یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اوسکے جوار میں دوسری زمین معرض بیع میں ہوئی تو مشتری اوسکو بھی شفعہ نہیں پہونچتا
ان مثلیا والا فقیمتہ یعنی یوم بعد ہلاکہ وتعتبر قیمتہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ
کالمغصوب مشتری قبض سے مالک ہوگا بیع کا مثل دیکر اگر مبیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہیں تو اوسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ
قیمت جو قبض کے دن اوسکی قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اوسکے ضمان میں داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اوسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند
مراد مصنف کی یہ ہے کہ مبیع کو ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ۱۲ اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے صورت وغیرہ ہی
رد میں واجب ہے نہ قیمت کذا فی البحر والقول فیہا للمشتری لانہ المنکر الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطے انکار زیادت یعنی مشتری
زیادتی قیمت کا منکر ہے اور معتبر قول منکر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہے
ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور یہ فسخ بازرہنا ہوگا بیع سے کذا ذکرہ ابن ملک ۱۲ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف
کرتا تا امتناعا مفعول لہ ہوتا اور اسکے بعد کذا یسلک العقد او بعدہ ما دام المبیع بحالہ جوہرہ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ
معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض بیع واجب ہے جب کہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ میں ہے یعنی وجوب فسخ فساد مٹانیکے واسطے ہے اسواسطے
کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اوسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر ۱۲ اور اگر مبیع میں کچھ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر
عنقریب آویگا ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء درر اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے
لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر واذا اصر احدہما علی امساکہ وعلم
بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع بزازیہ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک بیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اوسکو فسخ
کردینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کرکے جائز ہے حق شرع کیواسطے کذا فی البزازیہ ۱۲ طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کہتا اسواسطے
کہ فسخ معصیت قادر پر واجب ہے اسواسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اوسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ
او بیع او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبرئ المشتری من ضمانہ
قنیہ اور جس بیع فاسد کو پھیرے مشتری اوسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع یا کسی اور وجہ چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور
واقع ہو مبیع اوسکے بائع کے ہاتھ میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اوسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ۱۲ اگرچہ یہ متارکہ ہے
لیکن ظاہر یہ ہے کہ اون دونوں کو ارتفاع گناہ نہوگا والاصل ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ
مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق
ہو ایک جہت سے جب کہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر
دوسرے کی طرف سے پہونچی تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ۱۲ اگر مشتری نے بیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور
اوسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے
نہ پہونچی کذا فی البحر اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کئے جنمیں بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فان باعہ ای باع المشتری المشتری فاسدا
بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیچا بطریق
بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کیا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اوسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اوسکے بائع سے بیع کی تو
یہ بیع اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کرچکا یعنی مصنف کے اس قول میں وکل بیع فاسد الخ وفسادہ بعد الا کل ۱۲ فلو بہ ینتقض کل تصرف

المشتری اور حالانکہ فساد اوس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اوسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز
ہونگے او وھبہ وسلمہ او اعتقہ او کاتبہ او استولدھا ولو لم تحبل ردّ ھا مع عقرھا اتفاقاً امر یا مشتری نے بیع ہبہ کی غیر
بائع کو اور قبضہ کروا دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اوسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہو گئی ہو تو اوسکو مع اوسکے مہر مثل کے ساتھ
بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل یعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر
المشتری قابضاً اقتضاءً نفذ ملک المامور ما لا یملکہ الآمر آزاد کیا غلام کو بعد اوسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا
مشتری کے آزاد کرنے سے یعنی بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس
غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسیطرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہوں یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہوں کو پیسے یا
بکری کو ذبح کرے تو مشتری اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اوسکا جس کا امر
کرنے والا مالک نہیں وما فی الخانیۃ علی خلاف ھذا اما روایۃ او غلط من الکاتب کما بسطہ العمادی اور جو خانیہ مین برعکس اوسکے
قول ہے یا دوسری روایت ہی یا اغلاط کاتب سے ہی چنانچہ عمادی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ھم خانیہ مین ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور
قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرنے میری طرف سے پھر بائع نے اوسکے طرف سے آزاد کر دیا تو یہہ عتق بائع کیطرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے
اور اسیطرح گیہوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنح او وقفہ وقفاً صحیحاً لانہ استھلکہ حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ وما فی جامع الفصولین
علی خلاف ھذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا ہو اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو ستہلک کیا
جبکہ اوسکو وقف کیا اور اوسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایت جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہی سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو
مفصل بیان کیا ہی ھم جامع الفصولین مین یون ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تا وقتیکہ عمارت بنائے انتہی نہر الفائق
مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہی اور یہہ بہتر ہے تغلیط سے اور بحر الرائق مین اسکو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی او رھنہ او اوصی
او تصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا مبیع فاسد کو رہن رکھا
یا اوسکی کسی شخص کیواسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف
یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق العبد کے اوس سے مگر چار صورت مین جو اشباہ مین مذکور ہین ھم
اشباہ مین ہے کہ عقد فاسد بتعلق حق العبد کے لازم ہو جاتا ہی اور فساد مرتفع ہو جاتا ہے مگر چند مسائل مین اجارہ فاسدہ یا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے
کو دیا تو شخص اول کو اوسکا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اوسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اوسکا توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو
اجارہ دیا تو بائع کو اوس کا توڑنا جائز ہے اور اسیطرح اگر نکاح کر دیا انتہے چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری مین ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہین اور
اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہے اور اسیطرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آیندہ قول مین موجود ہی کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی
غیر اجارۃ ونکاح اور اسیطرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوای اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب ہے نفاذ بیع فاسد کا ھم اجارہ اور نکاح
سے ہو اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح مین خراج عن الملک نہین وھل یبطل نکاح الامۃ
بالفسخ المختار نعم ولوالجیۃ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہو جاتا ہی اوسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہہ ہی کہ ہان باطل ہو جاتا ہی کذا فی الولوالجیہ
ھم یہان گفتگو اسمین ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ مین اور کلام ولوالجیہ قبل از قبض مین مفروض ہے تو
یہہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً ومتی زال المانع کرجوع ھبۃ وعجز مکاتب وفک رھن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء
بالقیمۃ لا بعدہ اور جب کہ مانع فسخ کا دور ہو جاوے مثلاً پھیر لینا واہب کا اپنے ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا توجیع

فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادای قیمت کا حکم کیا ہو اور بعد قضا کے یعنی اگر بعد حکم
قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نہ کریگا کیونکہ بسبب ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہیں ولا یبطل حق الفسخ بموت احدھما فیخلفہ الوارث
یعنی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ ہوگا فسخ کرنے میں کیونکہ یہ فسخ حق شرع ہے وبعد الفسخ لا
یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف ما لو اشتری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا فلیس للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ
کاجارة فاسدة ورھن وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے بیعکو اوسکا بائع نہ لے تاوقتیکہ اوسکا ثمن منقود یعنی جو ثمن نقد دیا ہے پھیر دے ثمن منقود سے
منقود سے مراد ہے تا عروض نقدین کو بھی شامل ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خریدی تو
مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا بیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں جیسے اجارہ فاسد اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق
دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے ھم شرح نقایہ میں ہو کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا
دل بائع پر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور یہی حکم اگر اجارہ فا
سدہ میں سابقہ دین پر موجر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
دین سابق میں قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز
ہو اسی طرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہوگیا کہ شارح کا قول و عقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف عقد الصحیح کذا فی الحلبی و مختصرا
اور یہی طرح ہر تقادیر میں ہو وان مات احدھما والموجر او المستقرض او الراھن کا مدعی علیہ وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری و نحوہ احق
بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حق حبسہ حتی یاخذہ پھر اگر بائع بیع فاسد یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا
راہن مرجاوے بعد فسخ کے کذا فی البنایة والزیلعی تو مشتری اور مانند اسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مرجاوے اور مستاجر اور مقرض اور مرتہن زیادہ تر
حقدار ہیں باقی ارباب دیون سے بلکہ میت کی قبل تجہیز کے تو مشتری وغیرہ کو حبس مبیع کا حق ہے یہانتک کہ اپنا مال لے لے ثم بعد الفسخ نقص علی التوجہ ہے
اسواسطے کہ یہ حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولے عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہو کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری احق بالمبیع ہے استیفاء ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہے
اسکی حیات میں اسیطرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور یہی طرح اگر اجارہ فاسدہ لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد۔ اسی
واسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھی تو اسکو اجارہ کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تاوقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شی
مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غرما سے کذا فی المطلب ویاخذ المشتری دراھم الثمن بعینھا لو قائمة ومثلھا لو ھالکة بناء علی تعین الدراھم
فی البیع الفاسد وھو الاصح ترجمہ تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لیگا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور مانند انکے یعنی اور دراہم کو لیگا اگر وہ موجود نہوں
بنا پر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا اصح ہے ھم یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا متعین ہونا اصح
قول ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں تعین مال ہے تو جب ثمن
بیع کی فاسد متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول میں تفسیر کرکے
دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایة الصحیحة المقابلة للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر
متعین ولا یضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہے وہ فائدہ جو اسکو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت
صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ حلت یہی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اسواسطے کہ عقد ثانی میں ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ متعین
نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اسکو علامہ سعدی آفندی نے بیان کیا ہے ھم خلاصہ جواب یہ ہے کہ بائع کیواسطے نفع اسلئے
حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں امام اعظم سے یوں فرض کی ہے کہ ایک

مرد نے لونڈی ہزار درہم کو بعقد فاسد خریدی اور دونون مین تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض مین امام نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کئے اسکو نفع حلال ہے اسواسطے مشتری کو نفع حلال نہوا کہ عقد متعلق بمال متعین یعنے جاریہ ہو تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہین بلکہ اوسکا مثل ذمہ پر واجب ہے تو خبث اسمین متمکن نہوا تو اوسکا تصدق واجب نہوا یہ حکم اوس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تہا اور اگر خبث بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ مغصوب اور امانات مین جبکہ اسمین امانت دار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونون کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جب کہ عرض یا نقد مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہے یعنی اگرچہ دونون نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے جب تک بیع متاع قائم ہو کیونکہ اسمین دونون کو نفع حلال نہین چنانچہ عقد صرف مین دونون کو نفع حلال ہے کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بالتعیین بان باعه بازید لتعلق العقد بعینه فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق به حلال نہین مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اوس مبیع مین جو متعین ہو تعیین سے اسطرح کہ مبیع مذکور کو زیادہ ترثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع مین تو اوسکو تصدق کرے هم طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول مین منحصر ہے اور اگر مبیع بیچکر اوسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم التعیین کے عقد ثانی مین کما طاب ربح مال ادّعاه علی آخر فصدّقه علی ذلک فقضی ای اوفاه ایاه ثم ظهر عدمه بتصادقهما انه لم یکن علیه شیء لان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اوس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی پہر اوس مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اوسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھہ مال مدعی کا نہ تہا اسواسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوا ہے بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہے نہ غیر متعین مین هم مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جب کہ نقدین کا دعوی کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعیین ہے نہ نقدین مین صورۃ مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم ہین سو اونکو ادا کر اوسنے ادا کئے پہر دونون نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اوسکو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اوسکو حلال ہے اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوا ہے پہر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعیکو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پہر جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیهما کما بسطه خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہے چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونون مین عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمّد الکذب فی دعوی الدین لا یملکه اصلا وقواه فی النهر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہے هم نہر الفائق مین کہا کہ فقہا نے کتاب الاقرار مین تصریح کی ہے کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہے اپنے اقرار مین تو اسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک تو اسوقت مین اسکو نفع حلال نہوگا اور یہان کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنے مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پہر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اوسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تہا سو دونون کا عدم دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہہ نہایت خوب فہم ہے اسکو غور کر لینا چاہئے وفیه الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاه واخرجه الینا ملکه وصح بیعه لکن لا یطیب له ولا للمشتری منه بخلاف البیع الفاسد فانه لا یطیب له لفساد عقده ویطیب للمشتری منه لصحة عقده اور اسی کتاب مین ہے کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اوسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کے طرف نکال لاوے تو اوس کا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اوسکی ملک مین خبث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اوسکو حلال نہوگا اور نہ اوسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اوسکے عقد کے فساد کے سبب سے اور جسنے اوس سے خرید کیا اسکو حلال ہے

بیسہ اوسکی قیمت کے ہے جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی خریداری حرام ہے مگر یہ کہ خارج کر دے یا قسم اوسکی قیمت ادا کرے یا مالک سے اوسکو حلال کرائے تو اب اوسکو مول لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی و فی حظر الاشباہ الحرمۃ تتعدی مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ حرمت متعدی ہوتی ہے جسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں ہم اگر حرمت کا علم ہو تو اشباہ میں قید ... ہمیں بھی متحقق ہوتی ہے سوای وارث کے ملنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق میں یہ مال حلال ہے وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال و سنحققہ ثمہ اور ظہیریہ میں حلت وارث کو اس قید سے مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام میں ہم کہتے ہیں اگر وارث جانتے ہیں کہ مورث نے فلانے فلانے شخصوں کا مال لیا تھا غصب یا رشوت لیا تو اسپر واجب ہے کہ ان لوگوں کو یا انکے وارثوں کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیریگا تو وارث پر وہ مال حرام ہے محشی نے کہا کہ مورث مر گیا اور کسب اوسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے ہمارا وسی کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں بلکہ میراث وارثوں پر مطلقا حرام ہے انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہو اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی و تعذر الفسخ فی ما اشتراہ فاسدا ان ہدم فیما یقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا پیڑ لگایا اوس جس کو فاسد خریدا تھا تو اوسکو گھر اور زمین کی قیمت دینا لازم ہو گیا اور بیع منع ہو گیا شارح کہتا ہے کہ شروع ہے اون مسائل میں جنمیں حق استرداد قطع ہو جاتا ہے افعال حسیہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے اعمال قولیہ سے یعنے اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اوسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما و یرد للبیع و رجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختوں کو اوکھاڑے اور بیع کو پھیرے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا یہ جو امام کی دلیل سے امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اسواسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگائے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کبھی دوام کے واسطے ہوتا ہے اور کبھی نہیں وتعقبہ فی البحر بحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنے دفع کیا ہے بحر الرائق میں بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب بحر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اوسمیں دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ اسمیں تسلیط نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اوس وقت مسلم ہو جب کہ بائع کے حق کے سبب سے فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اوسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ میں وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ و خیاطۃ و طحن حنطۃ و لت سویق و غزل قطن و جاریۃ علقت منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہے ہر ایک وہ زیادتی جو بیع سے متصل ہے اور اوس سے پیدا نہیں ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے میں اور پیسنا گیہوں کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ سے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلۃ کولد و ثمر و لبن و کسب فلہ الفسخ و یضمنہا باستہلاکہا سوی منفصلۃ غیر متولدۃ کہبۃ ہم سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنے جدا ہو چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے کہ ... تو اوسکو فسخ کا اختیار ہو اور ... تاوان دیگا اسکے تلف کرنے سے سوای منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرۃ ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب اور ہبہ ہے کہ چاروں قسم کی زیادتی میں سے فقط متصل غیر متولد زیادتی میں فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہو باقی میں نہیں و فی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین میں ہے کہ اگر مبیع ناقص ہو گئی مشتری کے ہاتھ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے لے ... کے ساتھ یعنے بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو بیع مسترد ہو گی اور اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ کرے چاہے

اجنبی ہے کذا فی البحر وكره تحريما مع الصحة البيع عند الاذان الاول الا اذا تبايعا يمشيان فلا بأس به لتعليل النهي بالاخلال بالسعي فاذا انتفى انتفى اور مکروہ تحریمی ہے صحت کے ساتھہ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کیوقت مگر جب کہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت مین تو کچھہ مضائقہ نہین بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی ھم قرآن مجید مین منصوص ہے کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہکذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہے تبیین اسواسطے کہ نصوص معلق ہین کذا فی الطحطاوی وقد خص منه من لا جمعة عليه ذكره المصنف اور البتہ مخصوص ہے اوس سے بیع اوسکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہے یعنے عورتین اور مسافر اور بیمار دن کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ اونپر سعی واجب نہین وكره النجش بفتحتين ويسكن ان يزيد ولا يريد الشراء او يمدحه بما ليس فيه ليروجه اور مکروہ ہے لاڑیاپن بخش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑہا دے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہین تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ويجري في النكاح وغيره اور لاڑیاپن نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہے ھم یعنی حسبتر لاڑیپن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے لا تناجشوا یعنی لاڑیاپن نکرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النهي محمول على ما اذا كانت السلعة بلغت قيمتها اما اذا لم تبلغ لا يكره لانتفاء الخداع عناية پھر دریافت کرنا چاہئے کہ نہی بخش کی محمول ہے اوس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خریدی ثمن کا زیادہ کرنا بقدر قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایۃ یعنی اس صورت مین بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھہ نقصان نہین پس یہ مکروہ نہین والسوم على سوم غيره ولو ذميا او مستأمنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو ھم صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکا دے مرد اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنی بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد ہے نہ ذمی اور مستامن اوسکا جواب شارح نے اپنے اس قول مین دیا وذكر الاخ في الحديث ليس قيدا بل لزيادة التنفير اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج کیواسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہے کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھہ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہے وهذا بعد الاتفاق على مبلغ الثمن او المهر والا لا لانه بيع من يزيد وقد باع عليه الصلوة والسلام قدحا وحلسا بيع من يزيد اور یہہ یعنے کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے کہ یہہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ھم عنایہ مین ہے کہ اتفاق ثمن کی یہہ صورت ہے کہ دو شخص مول چکا دین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جادین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کیطرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہین انتہے اور جامع ترمذی مین انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیری گھر مین کوئی چیز نہین اوسنے کہا کیون نہین ایک کمل ہے جسکو کچھہ مین اوڑھتا ہون اور کچھہ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہے جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ اونکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے اونکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من يزيد على درهم کون ہے جو ایک درم سے زیادہ دیوے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت نے دونو چیزین اسکو دین اور دونون درم مرد انصاری کو دیئے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی

پیر دو پیالہ جسکو خرید کر اسکو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسمین اپنی دست مبارک سے لکڑی ڈالی پھر فرمایا کہ جا کر لکڑیاں لا لا کر اور بیچا کر اور میں تجھکو پندرہ دن نہ دیکھوں اوسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اسکو دس درہم حاصل ہوئے سو اوسنے کچھ درہموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سائلی کا داغ تیری مونہہ مین ہو قیامت کے دن کذا فی الخطا و هم بیندٹ جواز نیلام کی جو بالفعل ہند مین مشہور ہے اصل ہی وتلقی الجلب بمعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہی اناج کی بہرلی کو آگے بڑھکر لینا اور خرید کرنا جلب بالتحریک بمعنی مجلوب یا جالب ہم سے تلقی جلب کی صورت اسبیجابی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہی اور اہل شہر قحط مین گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلہ میں جا کر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں لاکر اوسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو کشایش ہوتی در صورت قحط تلقی جلب کروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہو تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ شہر والا قافلہ کو آگے بڑھکر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرلے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو یہ خرید جائز ہے لیکن گنہ گار ہی بسبب فریب کے جو اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الخطا وعن الاقانی وهذا اذا کان یضر باهل البلد او یلبس السعر علی الواردین لعدم علمهم فیکره للضرر و الغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اسوقت ہی جب کہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانیوالون پر شہر کے نرخکو مخفی رکھے بسبب اونکی لاعلمی تو مکروہ ہی بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت میں اور بسبب دھوکہ دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتفیا فلا یکره اور جب کہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون تو تلقی جلب مکروہ نہیں وکره بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کرکے بیچے صحیح مسلم وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ حاضر بادی کے واسطے بیع کرے اور چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالیٰ روزی دے بعضے آدمیوں کو بعضون سے وهذا فی حالة قحط وعوز والا لا لانعدام الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہی اور اگر قحط نہو شخص بیرونی کا مال بیچدینا بطریق دلالی کے مکروہ نہین بسبب معدوم ہونے ضرر کے صاحب تلخیص لکھتے ہین کہ قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اوس سے کہا کہ تو بیع میں جلدی کر میں تجھکو گران بیچدونگا تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراغ سالی کے قیل الحاضر المالک والبادی المشتری ولا صحیح کما فی المجتبی انه السمسار والبائع لموافقته آخر الحدیث دعوا الناس یرزق الله بعضهم من بعض ولذا عدی باللام لا بمن بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہی اور بادی سے مشتری اور قول صحیح جیسا کہ مجتبی میں ہی یہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہی اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگونکو تا اللہ تعالیٰ روزی دے بعضونکو بعضون سے اور اسیواسطے بیع کا تعدیہ لام سے ہوا ہی نہ من سے تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داود میں لا یکره بیع من یزید لما مر وتسمی بیع الدلالة مکروہ نہیں بیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین پیالہ اور کملی کا قصہ مذکور ہو چکا اور اسیکو اہل مصر عرفیین بیع الدلالہ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہی لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہی ولا یفرق عبر بالنفی مبالغة فی المنع للعنه علیه الصلوة والسلام من فرق بین والد وولده واخ واخیه رواه ابن ماجة وغیره عینی وعن الثانی فساده مطلقا وبه قال زفر والائمة الثلاثة بین صغیر غیر بالغ وذی رحم محرم منه ای محرم من جهة الرحم لا الرضاع کان عم هو ابن عمه رضاعا تاما قصدا اور جدائی نہ کی جائے صغیر غیر بالغ اور اوسکے ذی رحم محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت جیسے چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو بوجہ لے شارح کہتا ہی مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر کے تعبیر کیا مبالغہ کے واسطے منع میں بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوة والسلام کے اوسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اوسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اوسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ یہ بیع فاسد ہی ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو صم لفظ مین مبالغہ منع کا اسواسطے ہوا کہ تفریق کو محال عدم الوقوع ٹھرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کیواسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضرر دور کرنے کا کام نکر سکے تو اس قید سے مراہق یعنی قریب البلوغ بھی صغیر میں داخل رہا الا اذا کان التفریق باعتاق وتوابعه ولو

على مالٍ او بيمينٍ حلف بعتقه او كان المالك كافرا والعبد مخاطبة بالشرائع او متعددا ولو الآخر لطفله او مكاتبه فلا بأس او تعدد
محارمه فله بيع ما سوى واحدٍ غير الاقرب والابوين والملحق بهما فتح مگر جب كہ تفريق بسبب اعتاق اور اوسكے توابع كے ہو چنانچہ تدبير اور استيلاد
اور كتابت اگرچہ استاق بعوض مال كے ہو يا اوس شخص كے ہاتھہ بيع كے سبب سے تفريق ہو جسنے غلام مبيع كے آزاد كرنے كى قسم كہائى يا مالك غلام كا كافر ہو كيونكہ
كافر مخاطب باحكام شرعيہ نہين يا مالك متعدد ہون اور اگر دوسرا غلام اوسكے طفل يا مكاتب كا ہو تو تفريق مين كچھہ مضائقہ نہين يا غلام كے محارم چند ہون
تو مالك كو محارم كا بيچنا جائز ہے سواى ايك محرم غير اقرب اور والدين كے اور جو ملحق بوالدين ہے كذا فى الفتح هم اگر صغير كى دادى اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور
خالہ كى بيع جائز ہے نہ دادى كى كيونكہ وہ ماكى برابر ہے او بحق مستحقٍ كخروجه مستحقًا يا تفريق بواسطے حق مستحق كے ہو چنانچہ ايك غلام كا مستحق نكلنا يعنى
زيد كے پاس دو غلام محرم ہين اور ايك غلام اونمين دوسرے شخص كا مملوك نكلا تو اب تفريق ممنوع نہين وكدفع احدهما بالجناية وبيعه بالدين او باتلافه
مال الغير وردّه بعيبٍ لان النظر فى دفع الضرر عن الغير لا فى الضرر بالغير اور چنانچہ دينا دو مين سے ايك غلام كو بسبب اوسكے ارتكاب جنايت
كے اور بيع غلام كى غلام كے دين كے سبب سے يا غلام كا دينا غير كے مال تلف كر ڈالنے سے اور پہير دينا غلام كا عيب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذكورہ سے تفريق
جائز ہے اسواسطے كہ مالك كو جو تفريق غلام صغير اور اوسكے محرم مين منع ہے تو بنظر دفع ضرر كے ہے غير سے صغير سے نہ غير كے ضرر مين هم يعنى منظور شرع يہہ ہے
كہ صغير سے ضرر دفع ہو لہذا صغير كو جدا كرنا اوسكے محرم سے منع فرمايا اور يہ منظور نہين كہ غير كو يعنے مالك كو ضرر پہونچے تو اگر مطلقًا تفريق منع ہو تو در صورت
جنايت غلام مالك پر فديہ لازم آوے اور دوسرى صورت مين قرضخواہون كو قيمت دينى پڑے اور تيسرى صورت مين عيب دار لينا پڑے كذا فى الطحطاوى
بخلاف الكبيرين والزوجين فلا بأس به خلافًا لاحمد فالمستثنى احد عشر بخلاف كبيرين اور زوجين كى تفريق كے كہ اونمين كچھہ مضائقہ
نہين برخلاف امام احمد بن حنبل كے مذہب كے تو مستثنے گيارہ ہين هم يعنى صغير اور اوسكے محرم نسبى مين تفريق بطريق بيع يا ہبہ جائز نہين مگر گيارہ صورتون
مين جائز ہے ١ اعتاق ٢ توابع اعتاق ٣ اوسكے ہاتہہ بيچنا جسنے غلام كے آزاد كرنيكى قسم كہائى ہے ٤ جب كہ مالك غلام كا كافر ہو ٥ جب كہ مالك متعدد ہون ٦ جبكہ
صغير كے محارم كئے شخص ہون ٧ جب كہ محرم صغير غير كا مستحق نكلے ٨ دينا غلام كو غلام كى جنايت مين ٩ بيچنا غلام كا غلام مديون كے دين مين ١٠ غلام كا بيچنا اتلاف
مال غير مين ١١ پہير دينا بسبب عيب كے بحر الرائق مين بارہوين صورت يہہ زيادہ كى ہے جب كہ صغير قريب البلوغ ہوا اور اوسكى ما اوسكى بيع سے راضى ہو وكما يكره
التفريق بالبيع وغيره من اسباب الملك كصدقة ووصيةٍ يكره بشراءٍ الا من حربى ابن ملك وبقسمةٍ فى الميراث والغنائم جوهره
اور جيسے تفريق مكروہ ہے بيع سے اور اوسكے سوا اور اسباب ملك سے چنانچہ صدقہ اور وصيت سے اسيطرح خريد كرنے سے بہى مكروہ ہے مگر حربى سے خريد مكروہ
نہين كذا ذكر ابن ملك اور ميراث اور غنائم مين قسمت كرنے سے تفريق مكروہ ہے كذا فى الجوہرہ هم ايك شخص دو بيٹے اور دو غلام محرم جنمين ايك صغير ہے چہوڑ كر مر گيا
اور ايك ايك غلام ايك بہائى كو پہونچتا ہے تو واجب يہہ ہے كہ دونون غلامون كو ايك بيٹا خريد كرے اور دونون بہائى اوسكا ثمن قسمت كرلين اور اسيطرح غنيمت
كے قاسم اور غازى پر تفريق حرام ہے كيونكہ غازى بمنزلہ مشترى كے ہے كذا فى الطحطاوى اب آگے شارح بيع مكروہ كا حكم بيان كرتا ہے بعد ذكر بيوع مكروہ
كے واعلم انّ فسخ المكروه واجب على كل واحدٍ منهما ايضًا بحر وغيره لدفع الاثم مجمع اور معلوم كر كہ بيع مكروہ كا فسخ كرنا ہر ايك بائع اور مشترى
پر واجب ہے يعنى جيسے بيع فاسد كا فسخ واجب ہے ويسے ہى مكروہ كا بہى واجب ہے كذا فى البحر وغيرہ بسبب دور كر ڈالنے گناہ كے كذا فى المجمع وفيه
تصحيح شراء الكافر مسلمًا او مصحفًا مع الاجبار على اخراجهما عن ملكه وسيجئ فى المتفرقات والله اعلم اور مجمع مين يہہ بہى روايت ہے كہ ہم صحيح كہتے ہين
شراء كافر مسلمان غلام اور مصحف كو اخراج عن الملك كى اجبار كے ساتہہ اور يہہ مسئلہ متفرقات مين آويگا والله تعالى اعلم هم يعنے اگر كافر مسلمان غلام يا مصحف كو خريد كرے تو يہہ خريد
صحيح ہے باطل يا فاسد نہين ليكن كافر جبر كيا جائيگا كہ اونكو اپنى ملك مين نہ ركھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجيد اہانت سے محفوظ رہے والله اعلم بالصواب فصل فى
الفضولى يہہ فصل ہے بيع فضولى كے احكام مين هم فضولى منسوب ہے فضول كيطرف جو جمع ہے فضل بمعنے زيادت كے چنانچہ انصارى اور اعرابى مناسبته ظاهرة
مناسبت بيع فضولى كى بيع فاسد سے ظاہر ہے كہ فاسد اور موقوف كى ملك ايك شئ پر موقوف ہے يعنے فاسد مين قبض پر اور موقوف مين اجازت پر كذا فى الحلبى وذكره

ن الکنز بعد الاستحقاق لانه من صورۃ اور کنز مین یہ فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتون مین سے ایک
صورت ہے کیونکہ یہ ہے کہ مستحق دعویٰ کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری ملک ہے اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اوسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بیع فضولی کی
حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ھو من یشتغل بما لا یعنیہ قال قائل
لمن یأمر بالمعروف انت فضولی یخشیٰ علیہ الکفر فتح وہ بمعنی فضول لغت مین اوسکو کہتے ہین جو مشغول ہو بیفائدہ کام مین تو جسنے کہا اوس شخص سے جو
امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اوسپر کفر کا خوف ہے کذا فے الفتح اسواسطے کہ امر بالمعروف شرعاً واجب ہے اور قائل کو مفید ہے تو اوسکو فضولی کہنا
ظاہر اسکے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوگی اسواسطے کہ اس کلام کو نفی وجوب مقصود نہین ہوئی واصطلاحاً من یتصرف
فی حق غیرہ بمنزلۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل ووصی اور اصطلاح فقہ مین فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق مین تصرف
کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہے تو اسمین وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہین اور بغیر اذن شرعی کی
فصل ہے جس سے مانند وکیل اور وصی کے خارج ہوگئے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کے تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکاً کان کبیع وتزویج او اسقاطاً
کطلاق واعتاق ولہ مجیز ای لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفاً جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ
وہ تصرف تملیک ہو جیسا کہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو جیسا کہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اوسکا مجیز ہے یعنے اوس تصرف کیواسطے وہ شخص موجود
ہو جو قادر ہے اسکی اجازت پر تصرف مذکور کے واقع ہونے کیوقت مین تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کے اجازت پر موقوف ہوکر ہم کہتے اگر مثلاً زید نے خالد
کے مال کی بیع کی یا اوسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اوسکی زوجہ کو طلاق دی یا اوس کا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھیگا تو
بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا ورنہ باطل ہوگا وما لا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلاً بیانہ صبی باع مثلاً ثم بلغ
قبل اجازۃ ولیہ فاجازہ بنفسہ جاز لان لہ ولیاً یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلاً ثم بلغ فاجازہ بنفسہ لم یجز لانہ
وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل ما لم یقل اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہین حالت عقد
مین تو وہ اصلاً منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اوسنے بیع سابق کو جائز
رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلاً اپنی زوجہ کو
طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اوسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اوسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنی
صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اوسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یون
نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ہم
ہرچند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ غیر کی ملک مین متصرف نہین لیکن چونکہ اوسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اوسکو
فضولی قرار دیا وقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغاً عاقلاً فلو صغیراً او مجنوناً لم ینعقد اصلاً کما فی الزواہر معزیاً للحاوی اور
غیر کے مال کی بیع موقوف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلاً منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر مین سے حاوی سے
نقل کرکے وھذا ان باعہ علی انہ لمالکہ اور یہ یعنے توقف بیع اس صورت مین ہے اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے
یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط الخیار فیہ
لمالکہ المکلف او باع عرضاً من غاصب عرض آخر للمالک بہ فالبیع باطل اور اگر اسکو بیچا اس طرح پر کہ یہ مبیع میرا مال ہے یا اوسکو بیچا اپنی
ذات سے یعنے خود خرید کیا یا ثمن اوسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اوس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب
کی ہو عوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہے ہم ابو سعود نے حاشیہ اشباہ مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو

غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب کی متاع مغصوبہ کی بیع کی پھر مالک نے اس عقد کو جائز رکھا تو بیع جائز نہو گی اسواسطے کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہے سو مالک کو دونون عقد بدلین مین حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہو گی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہو گی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصون کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہرا یہی حکم ہے دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا تو غصب کچھ قید نہین اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود سحاو نسا مین متعین نہین کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعہ متوقف الا فی ہذہ الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہی مگران پانچ صورتون مین باطل ہی ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قیدا بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خریدیگا تو مشتری یعنے فضولے پر نافذ ہو گی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہو گی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہو گی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دیدے اور ثمن اوس سے لے تو دونون مین بیع التعاطی ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ہذا العبد لفلان فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیہ وغیرہا یہ یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہے جب اوسنے خریداری کو اپنے غیر کے طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کیطرف نسبت کی ہو گی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھہ سو بائع نے کہا کہ مین نے اوسکے ہاتھہ بیچا تو اوسکی اجازت پر خرید موقوف ہو گی کذا فی البزازیہ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کا ہم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنے فالبیع باطل کی یہہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ مصنف کے قول یعنے لمالکہ کی یہہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا یعنے ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوای باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہو چکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض اخر للمالک بہ فتح لکن ضعف المصنف الاول لمخالفتہا لفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہی مگر تین صورتون مین باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جب کہ انھین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اوس شخص کے ہاتھہ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوبہ کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اوسکے مخالف ہونیکے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اسکی تصریح ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اوس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھہ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الثانیۃ ففی النہر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علے الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق مین یون ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور حاصل کلام مصنف کا ہے چنانچہ ہمارے استاد نے فرمایا ہے یہہ ہے کہ بیع فضولی کی درصورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہے کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی لکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وزدت علیہ مسئلتین من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہے اور مین نے اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کئے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کی

کہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوتی یعنی باطل ہے جانتے ہو کذا فی البحر اور غلام اور صبی کی بیع دو موقوف ہے وتوقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی کذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولے اور ولی کی اجازت پر اور اسیطرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے وفی العمادیۃ وغیرہا لا تنعقد اقاریر العبد ولا عقودہ وتحقیقہ فی البحر اور عمادیہ وغیرہا میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اوسکے عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب البحر میں ہم ظاہرا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد اور جواب اسکا یوں ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہو وتوقف بیع مالہ من فاسد عاقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بالغ کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ہم غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرتا ہو بری بچاتا ہو وبیع المرھون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتھن ومستاجر ومزارع اور رہن چیز کرو ہی اور غیر کے اجارہ میں ہے اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی میں ہو انکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونوکا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی العطائے وتوقف بیع شیء برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علمہ المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل اور موقوف ہے بیع شے کی اوسکی رقم پر یعنی ثمن کی علامت اوسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کر لیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں اسکے برعکس ہے قلت وفی مرابحۃ البحر انہ فاسد یحتمل الصحۃ لا بالعکس ہو الصحیح وعلیہ فتحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جسکو صحت عارض ہو سکتی ہے یعنی علم فی المجلس سے نہ بالعکس اسکے یعنی صحیح عارض لفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اسکی حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں وترک المصنف قول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں ہم درر میں ہے کہ ایک شے کو ایک نے اپنے ہاتھ بیچی پھر اوسکو کسی کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہیں یہانتک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کردیں تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ مینے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرح ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے کہ مشتری مبیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی العطائے ملخصا وبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف

فلان والبائع یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس

موقوف ہے بعوض اوس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اوسکو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اوس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اوس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کر گیا تو تینوں صورتوں میں بیع صحیح ہے اور نہیں تو باطل ہے وبیع الشیء بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل زادی اور موقوف ہے بیع شے کی اوسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ لجہالۃ الوفاء وبیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جسمیں خیار المجلس شرط ہو یعنے اگر مجلس میں اختیار کریگا تو صحیح ہے والا غیر صحیح وتوقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مر عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے بشرطیکہ غاصب نے اوسکے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا وتوقف ایضا بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شے مغصوب کو گواہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہوں سے غصب کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے والا نہیں وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اوس چیز کی جسکی تسلیم میں ضرر ہو بائع کا اوسکی تسلیم فی المجلس پر موقوف ہے ہم جیسا کہ جبہ کی کڑی بیچا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مرد مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثوں کی

اجازت پر موقوف ہے وبیع الورثة التركة المستغرقة على اجازة الغرماء اور بیچنا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہون کی اجازت پر موقوف ہے وبیع احد الوکیلین والوصیین او الناظرین اذا باع بحضرة الآخر توقف على اجازته وبغیبته فباطل اور دو وکیلون یا دو وصیون یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہے واوصلہ فی النهر الی نیف وثلثین اور نہر الفائق مین بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ہم نہر الفائق مین اڑتیس قسمین بیع موقوف کی مذکور ہین از انجملہ مصنف اور شارح نے تیئیس قسمین ذکر کی ہین وحکمه ای بیع الفضولی لو کان مجاز حال وقوعه کامل قبول الاجازة من المالك اذا كان البائع والمشتري والمبيع قائما بان لا يتغير المبيع بحيث يعد شيئا آخر لان اجازته كالبيع حكما اور حکم یعنی اثر مرتب بیع فضولی کا اگر اوسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جب کہ بائع یعنے فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اسطرح پر کہ بیع متغیر نہو گئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے ہم تغیر بیع کی یہہ صورت ہے کہ مثلا کپڑے کی قطع اور دوخت نہوئی ہو والا اجازت مفید نہوگی کیونکہ اب اوسکا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین کرنے کے کہ اسمین اجازت مفید ہوگی ایسا ہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہے یعنے بعد رنگ کرنیکے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحطاوی وکذا اشترط قیام الثمن ایضا لو کان عرضا معینا لانه مبیع من وجه فیکون ملکا للفضولی وعلیه مثل المبیع لو مثلیا والا فقیمته وغیر العرض ملك للمجیز امانة فی ید الفضولی ملتقی اور اسیطرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹہریگا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل بیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہین تو قیمت اوسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنے منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ مین امانت ہے کذا فی الملتقی وکذا یشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا یجوز اجازة وارثه لبطلانه بموته اور اسیطرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہین اجازت اوسکے وارث کی بواسطے باطل ہوجانے اجازت کے اوسکی موت سے وحکمه ایضا ان اخذ المالك الثمن او طلبه من المشتري یکون اجازة عمادیة اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اوسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیة وهل للمشتري الرجوع على الفضولي بمثله لو هلك فی یده قبل الاجازة الاصح نعم ان لم یعلم انه فضولی وقت الاداء والا ان علم قنیة واعتمده ابن الشحنة واقره المصنف وجزم الزیلعی وابن مالك بانه امانة مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہوجاے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہہ ہے کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادای ثمن کیوقت یہہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہین اگر اوسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسیکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہین وقوله اسأت هو بئس ما صنعت واحسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یون کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی المختار ہم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہین کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہین کذا فی الطحطاوی وهبة الثمن من المشتري والتصدق علیه به اجازة لو المبیع قائما عمادیة اور ثمن ہبہ کرنا مالک کو مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیة وقوله لا اجیز رد له ای للبیع الموقوف فلو اجاز بعده لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الآجر ثم اجاز جاز اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہین اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہین ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ مین اجازت نہین دیتا اجارہ دینے والیکی بیعکو پھر بعد اسکی اجازت دی تو جائز ہے فاد کلامه جواز الاجازة بالفعل والقول وان للمالك الاجازة والفسخ وللمشتري الفسخ لا الاجازة وکذا للفضولی قبلها فی البیع لا النکاح لانه معبر محض زاد

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اسکا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو
فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع مین فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح مین کیونکہ فضولی نکاح مین سفیر محض ہے کذا فی
البزازیہ ہم جب فضولی نکاح مین سفیر ہوا تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہونگے نہ رسولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمین فضولیکو فسخ کا اختیار ہے تو حقوق
اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اوسکے طرف راجع ہونے کے تسیلم اور
تمام عیب ہوگا اور اسمین اوسکا ضرر ہے تو اوسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اوسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی الفتح و فی الجمع لو اجاز احد المالکین
خیر المشتری فی حصته واکرمه محمد بہا اور مجمع مین ہے کہ اگر دو مالکون مین سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری کو اختیار ہے اوسکے حصے لینے مین
اور محمد نے مشتری پر حصہ کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار ہم ان فضولی لیا باع ملکه فاجاز ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعتبر
اجازته لصدورها عن رضا بالاجازة کالوکیل یحط بعض الثمن مطلقا بزازیه اگر یہ سنا کہ فضولی نے اوسکا مال بیچڈالا سو اوسنے بیع کو
جائز رکھا اور حالانکہ اوسکو ثمن کی مقدار معلوم نہین پھر جب اوسکو علم ہوا مقدار کا تو اوسنے بیع کو رد کیا تو اوسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہو جانے
فضولی کے اجازت سے مانند وکیل کے مالیکہ اوسکا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنے جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت
دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقا خواہ مالک کو اوسکا علم ہو یا نہو کذا فی الفتح اشتری من غاصب عبدا فاعتقه
المشتری او باعه فاجاز المالک بیع الغاصب او ادی الغاصب الضمان الی المالک علی الاصح هدایه او ادی المشتری
الضمان الیه علی الصحیح زیلعی نفذ الاول وهو العتق لا الثانی وهو البیع لان الاعتاق انما یفتقر للملک وقت نفاذه لا
وقت ثبوته خرید کیا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا یا اوسکو بیچڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو
بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنے عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع
اسواسطے کہ اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونیکے وقت ہم یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع ضرر کے واسطے اور
بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور اس حدیث شریف مین کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہے ثبوت کے
وقت قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکه به زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اس
واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہین تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اوسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ہم یعنے غاصب کی ملک تاوان سے ثابت
ہو نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہین تو عتق اوسوقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہ تھی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اسمین ملک ثابت
ہو گی بیع کے وقت سے کذا فی العلامی ولو قطعت یده مثلا عند مشتریه فاجیز البیع فارشه ای القطع له وکذا کل ما یحدث من المبیع
کالکسب والولد والعقر ولو قبل الاجازة یکون للمشتری لان الملک تم له من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا
مثلا غلام مبیع کا اوسکی مشتری کے پاس پھر اوسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسیطرح جو چیز پیدا ہو بیع سے چنانچہ اوسکا کسب اور
لونڈی کا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت کے حادث ہو مشتری کے ملک مین اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہو گئی خرید کے وقت سے
تو قطع وغیرہ اوسکی ملک مین حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اوسکی ملک تاوان سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے وتصدق بما زاد
علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخوله فی ضمانه فتح اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کے نصف ثمن پر اوسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے
بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اوسکے ضمان مین کذا فی الفتح ہم ایک ہاتھ کی دیت غلام مین نصف قیمت ہے اور مشتری کے ضمان مین ثمن
داخل ہے جو بمقابلہ شے کے ہے تو نصف ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمین شبہہ ہو عدم ملک کا لہذا اوسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی
العلامی من الفتح باع عبد غیره بغیر امره ثم تصادقا فبرهن المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد

[illegible]

انه لم یامرہ بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع فردت بکینتہ ولم یقبل قولہ للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اوسکے امر کے بیچا
پہر مشتری نے گواہ گذرانے مثلا بائع فضولے کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولیکو بیع کے واسطے نہ کہا تہا اور مشتری نے مبیع کے
پہیر دینے کا ارادہ کیا تو اوسکے گواہ مردود ہین اور اوسکا قول مقبول نہو گا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنی اسواسطے
کہ محل نزاع بائع اور مشتری ہین تو یہی امر ہے ہم وجہ تناقض یہہ ہو کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اوسکے نفاذ پر دلیل ہو اور گواہ
مقبول نہین ہوتی مگر صحیح دعوے پر پہر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بہی مقبول نہونگے کما لو اقام البائع البینة انه باع بلا امرہ او برھن علی اقرار
المشتری بذلك واصلہ ان من سعی فی نقض ما تم من جھته لایقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اوسنے
بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرحکے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اوس چیز کے توڑنے مین جو اوسی شخص کی جہت سے
کامل اور پوری ہوئی ہے تو اوسکی سعی مقبول نہین مردود ہی مگر دو مسئلونمین مقبول ہم ایک مسئلہ یہہ ہو کہ ایک شخص نے غلام کو خریدکیا اور اوسپر قبضہ کیا
پہر دعوی کیا کہ بائع نے اوسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتہہ بیچا تہا اور اوسپر گواہ لایا تو گواہ اوسکے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہہ ہو کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ
کی اور موہوب لہ نے اوسکو حرم بنایا پہر واہب نے دعوی کیا کہ اوسکو مینے مدبرہ کیا تہا اور اوسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی پہیر لیگا اور اوسپر محمول ہوگا
کہ اوسنے یہہ فعل کیا پہر وہ تائب ہوا اور اوسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نرہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر البائع المذکور و لو عند غیر القاضی
بحر بان رب العبد لم یامرہ بالبیع ووافقه علیه علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لایمنع صحة الاقرار لعدم التھمة
فاذا توافقا بطل فی حقھما لا فی حق المالك للعبد ان کذبھما وادعی انه کان بامرہ فیطالب البائع بالثمن لانه وکیل لا المشتری خلافا
للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اسطرحپر کہ غلام کے مالک نے مجہکو اوسکی بیعکا امر نہین کیا اور عدم
امر پر مشتری بہی بائع کے موافق ہوا تو بیع لوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب نہونے تہمت کے اپنی ذات کے
اقرار مین پہر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب کرے اور اسکا
مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تہی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنے اونکے نزدیک
مشتری سے بہی مطالبہ کرسکتا ہی سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے بہتر ہے کذا فی الطحطاوی باع دارا لغیرہ بغیر امرہ واقبضھا المشتری ثم وادخلھا فی بناء المشتری فقید اتفاقی
ادخلھا فی بناء المشتری فقیدہ اتفاقی درمیانی غیر کا گہر بیچا بدون اوسکے امر کے اور اوسپر مشتری کا قبضہ کروا دیا کذا فی النھر اور گہر کا داخل کرنا
مشتری کی عمارت مین چنانچہ کنز مین واقع ہی سو قید اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الدرر ھم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہی کیونکہ یہی محل نزاع ہی تعد
اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری لم یضمن البائع قیمة الدار لعدم سرایة اقرارہ علی المشتری پہر بائع فضولی
نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گہر کی قیمت کا تاوان ندیگا بسبب نہ سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر ھم عدم سرایت
اقرار بائع اوسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزع دار کی علت ہی یعنے مشتری کے ہاتہہ سے گہر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم
ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہہ علت ہو کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف
کا بہی پہلا قول یہی تہا کذا فی الطحطاوی فان برھن المالك اخذھا لانه نور دعواہ بہا اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گہر کو لیگا اسواسطے کہ
اوسنے اپنے دعویکو شہادت سے روشن اور ثابت کردیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع عبد فضولی وآجرہ آخر او رھنه او اجرہ
مالك ثبت الاقوی فتصیر مملوکة لا زوجة فیه غیر کے غلام کو فضولے نے بیچا اور دوسرے فضولے نے اوسکو اجارہ دیا یا اوسکا نکاح کردیا یا اوسکو
رکہا پہر دونون فضولیون کے فعل کی اجازت ہوئی ساتہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح
یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہی نکاح سے اور اگر دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دو

صدرجابا ہو دونون کے واسطے اجازت ہوئی تسا بتی تو نکاح ہمن ہوگا دور دونون مشتری کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے مین اختیار ہوگا
کذا فی الہم سکوت المالک عند العقد لیس باجازۃ خانیہ مین اخر فصل الاقالۃ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہین جیسا کہ خانیہ مین ہے فصل
اقالہ کے آخر مین ہے

باب الاقالۃ

یہہ باب ہے اقالہ کے احکام مین ہم بہ نسبت اقالہ کی فضولے سے یہہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد
فضولی در صورت عدم اجازت کے فوت ہوتا ہے ہی لغۃ الرفع مین اقال ایتحو یا ئی ہو اقالہ لغت مین رفع ہے اقال اجوف یائی ہے ہم بعض نے کہا کہ اقالہ قول
سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اسکو رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہین قلت البیع بالکسر اگر قول سے
مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہہ ہے کہ اسکا مصدر قیلا ہے یائی آتا ہے واوی مجمع اللغۃ مین کہا اقال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہہ ہے کہ اہل لغت
مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہ نے اسکو قاف ی ل کے مادہ مین ذکر کیا ہے نہ ق و ل مین وشرعا رفع البیع اور شرع مین اقالہ عبارت ہے رفع
بیع سے یعنے بیع کو بعد اوسکے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا وعمم فی البحر فقال بالعقد اور جوہرہ مین اقالہ کو عام کہا ہے تو یون تعبیر کی
کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہا کو شامل ہے وتصح بلفظین ماضیین وھل ارکنہا او احدہما مستقبلا کاقلنی
فقال اقلتک لعدم المساومۃ فیہا فکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظون سے اور یہہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا
مستقبل جیسے مشتری نے کہا کہ مجھسے اقالہ کر بائع نے کہا کہ مین نے تجھسے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ مین مول چکانا نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہہ
جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ
لفظ مستقبل سے منعقد نہین ہوتی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اقالہ اسمین درحکم بیع نہین ہواسطے کہ مول چکانا اقالہ مین جاری نہین بخلاف بیع کے وقال
محمد کالبیع قال البرجندی وھو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظون سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے
کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضا بفاسختک و ترکت و تارکتک فرفعت اور اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن مین مذکور ہوئے یعنے مین نے
تجھسے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے مین نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو مین نے اوٹھا دیا ہم مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہین بلکہ
الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ہو الصحیح بزازیۃ اور اقالہ صحیح ہے تعاطے سے بھی اگرچہ ایک ہی طرف سے
بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم یعنے اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم
کرے بلا لفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفی السراجیۃ لا بد من التسلیم والقبض
من الجانبین اور سراجیہ مین ہے کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن دونون جانب سے ضرور ہے ہم یہہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنے غیر صحیح ہے و
تتوقف علی قبول الاخر فی المجلس ولو کان القبول فعلا کما لو قطعہ او قبضہ فور قول المشتری اقلتک لان من شرائطہا اتحاد
المجلس اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس مین اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے بیع کو قطع کیا یا اوسپر قبضہ کر لیا فی الفور
مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطون سے اتحاد مجلس ہے ہم نے فور سے مراد یہہ ہے کہ قبول اسی مجلس مین واقع ہو شرط اتحاد
مجلس کا وہ مسئلہ متفرع ہے جو قنیہ مین مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے اذن مطلق سے بیچا پھر اوسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ اس
ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ مین بھی نہین چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی بسبب متحد نہونے مجلس کے ورضی المتعاقدین
والورثۃ او الوصی اور منجملہ شرائط اقالہ رضا مندی ہے متعاقدین کی یا اونکے وارثون یا وصی کی وبقاء المحل القابل للفسخ بخیار فلو زادت
زیادۃ تمنع الفسخ لم تصح خلافا لہما اور شرط ہے باقی رہنا اوس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنے خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت کے تو
اگر مبیع مین ایسی زیادتی ہو گئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا للصاحبین ہم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے جیسا کہ
رنگ اور درخت اور زیادت منفصلہ متولدہ جیسا کہ ولد اور شرد وقبض بدل الصرف فی اقالتہ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا

اسرت کے اقالہ مین وان لایھب البائع الثمن للمشتری قبل قبضہ اور یہہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نکیا ہو قبل اوسکے قبضہ کرنیکے
ھم طحطاوی لکہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اوسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہین وان لایکون البیع باکثر من القیمۃ
فی بیع ماذونٍ ووصیٍ ومتولیٍ اور یہہ شرط ہے کہ بیع اوس ثمن سے نہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف
کی بیع مین ھم یعنے ایک چیز کی قیمت ایک درم ہے اور غلام ماذون لیوے یا متولے نے اوسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں
برعایت مولے اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر کثیر القیمت کو بثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہین ولتصح اقالۃ المتولی
ان شراء للوقف والا لا الاصل ان من ملک البیع ملک الاقالۃ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء قبل وبالسلم اشباہ
اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولے کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہوا ور نہین تو نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہو کہ جو بیع کا مالک ہو وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہے
مگر پانچ صورتون مین مالک بیع کا مالک اقالہ نہین تین صورتین تو مذکور ہو چکین یعنے بیع ماذون اور وصی اور متولے اور چوتھی صورت خرید کا وکیل
بعضون نے کہا اور پانچوین صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنے مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہین کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک
اوسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاحٍ وطلاقٍ وعتاقٍ جوھرہ اور اقالہ جاری نہین نکاح اور طلاق اور عتاق
مین کذا فی الجوہرہ ھم اسلیے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنے طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونیکے مرتفع نہین ہوتی عتاق کے مانند
ولا ابراءٍ بحر من باب التحالف اور اقالہ نہین ابراء مین کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہو گیا اور ساقط پھر عود نہین کرتا
دعلیکم من دینہ الا ھو
وھی مندوبۃ بحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف ھم ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالے قیامت مین اوسکی ذلت اور لغزش کو دور کرے اور بیہقے کی روایت مین
مسلما نادما وارد ہے کذا فی فتح القدیر وتجب فی عقدٍ مکروہٍ وفاسدٍ بحر وفیما اذا غرّ البائع یسیرا نھر بحثا فلو فاحشا فلہ الرد کما سیجی اور
اقالہ واجب ہی عقد مکروہ اور فاسد مین کذا فی البحر اور اسمین اقالہ واجب ہے جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے اوسکو زیادہ فریب
دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہی چنانچہ آویگا وحکمھا انھا فسخٌ فی حق المتعاقدین فیما ھو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد اور اقالہ کا
حکم یہہ ہی کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق مین اوس چیز مین جو منجملہ احکام عقد کے ہے موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہین ھم موجبات عقد وہ
امور ہین جو بنفس عقد ثابت ہون بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق
مین بیع جدید نہین مگر جب کہ بعد قبض کے ہوا اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدین کے حق مین اور غیر متعاقدین کے حق مین
بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا اما لو وجب بشرطٍ زائدٍ کان بیعا جدیدا فی حقھما ایضا کان شری بالدین المؤجل عینا ثم تقایلا لم یعد الاجل
فیصیر دینہ حالا کانہ باعہ منہ ولو رد بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیھما خانیہ
اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہوئی تو اقالہ متعاقدین کے حق مین بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی چیز
کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اوس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نکریگی تو اوسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جاویگا گویا صاحب دین نے
اوس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضے پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر
ثابت ہوگی کیونکہ یہہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہین اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون مین عود نکریگی کذا فی الخانیہ ھم
یعنی اقالہ اور رد بالعیب دونون مین کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہہ ہو کہ بیع مین مدت اور کفالت کا اعادہ نہین بعد اقالہ کے اور رد بالعیب مین مدت کا اعادہ ہی
نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونھا فسخا فروعا فالاول انھا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا
للشرع لاقبلہ مطلقا ابن الملک پھر مصنف نے بسبب ہونے اقالے کے فسخ چند فروع ذکر کیے فرع اول یہہ ہو کہ اقالہ باطل ہو جاتا ہی

بعد ولادت مبیع کے بواسطے ولد ہے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بنظر حق شرع شریف نہ قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت
قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصہ تفریع یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل
نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع والثانی تصح بمثل الثمن الاول وبالسکوت عنہ اور فرع ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر
اور ثمن کے سکوت سے بھی در صورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہوتا ویرد مثل المشروط ولو
المقبوض اجود او اردأ اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جاویگا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت
کھوٹا ہو اگر ثمن دس دینار تھا اور مشتری نے اوسکے عوض دس درم دیے پھر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ارزان ہوگئے تو مشتری دینار
لیگا نہ درم کذا فی النہر ولو تقایلا فی الدین الکاسد اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہوگئے تو لیگا کاسد جیسے ہے کذا فی النہر من
الفتح الا اذا باع المتولی او الوصی للوقف او للصغیر شیئا باکثر من قیمته او اشتریا شیئا باقل منها للوقف او للصغیر لم یجز اقالته
ولو بمثل الثمن الاول وکذا المأذون کما مر ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کیواسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے
کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خریدی وقف یا صغیر کے واسطے اسکی کم قیمت سے تو اقالہ اوسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی
مثل سے اقالہ ہوا اور اسیطرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وان وصلیة شرط خلاف جنسه او اکثر منه او اجله وکذا فی
الاقل الا مع تعیبه فیکون فسخا بالاقل لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص قیل الا بقدر ما یتغابن الناس فیه ثمن اول اور سکوت سے
اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن مین مگر مبیع کے معیوب ہو جانے کے
ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہو تو فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ تر نہ کمتر بعضوں نے کہا مگر بقدر کی زیادتی اور کمی مین کچھ
مضائقہ نہیں جسمیں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا ان شرط کا ان وصلیہ ہو یا فصلیہ ہر ان شرط متعلق ہو اقبل استثنا سے تو اسکی تقدیم انسب ہے
مناسب نہیں کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقها به کما سیجی اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد
سے اگرچہ اوسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا مع تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو ارزان
خرید کیا سو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اوسکے ہاتھ بیع کیجیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیچی تو بیع ثانی منعقد ہوگی بواسطے کہ یہ
اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی من البحر والرابع جاز للبائع بیع المبیع منه ثانیا بعدها قبل قبضه ولو کان بیعا فی حقهما لبطل کبیعه
من غیر المشتری عینی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوسری بار بعد اقالہ کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع
ہوتا دونوں کے حق مین تو بیع ثانی باطل ہو جاتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے جیسا کہ
منقول ہے قبل اوسکے قبض کے والخامس جاز قبض المکیل والموزون منه بعدهما بلا اعادة کیله ووزنه اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبض
کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اوسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہوتا والسادس
جاز هبة المبیع منه بعد الاقالة قبل القبض ولو کان بیعا فی حقهما لما جاز کل ذلک اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کیطرف سے
بعد اقالہ قبل القبض کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں یہ سبکچھ جائز نہوتا ہم وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع فسخ ہو جاتی ہے
اگر مشتری بائع کو ہبہ کرے قبل القبض وانما هی بیع فی حق ثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالة فلو قبله فهی فسخ فی حق الکل فی غیر العقار
اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہوا ور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سبکے حق
مین ماسوای زمین کے ہم زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاسخة او متارکة
او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاسخہ یا متارکہ یا تراد یعنی باہم رد کر لینے کے ہوگا تو باتفاق امام اور
باہم فسخ کرنا باہم ترک کرنا

صاحبین کے بیع ٹہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع ہے ھم بلفظ بیع اقالہ کی یہہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتہہ بیچ جسکو
تو نے خرید کیا وثمرتہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارًا فسلم الشفیع الشفعۃ ثم تقایلا قضی لہ بھا لکونہ بیعًا جدیدًا فکان الشفیع ثالثھما
اور اوسکا ثمرہ یعنے حق ثالث مین اقالہ کے بیع ہونیکا ثمرہ چند مواضع مین ہے سو موضع اول یہہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کردیا پہر بائع
اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اوسکو دلایا جاویگا بسبب اوسکے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا ۔ و
الثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمہ بعدھا لانہ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہین کرسکتا بسبب
اوس عیب کے جو اوسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اوسکے حق مین ھم یعنے جب کہ مشتری نے مبیعکو دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونون مین
اقالہ ہوا پہر معلوم ہوا کہ مبیع مین عیب تہا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اوسکو پہیر دے بائع اول کو تو اوسکو یہہ جائز نہین اسواسطے کہ یہہ گویا اوسکے
حق مین بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح و الثالث لیس للواھب الرجوع اذا باع الموھوب لہ الموھوب
من اخر ثم تقایلا لانہ کالمشتری من المشتری منہ اور موضع ثالث یہ ہے کہ واہب کو ہبہ پہیر لینا جائز نہین جب کہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے
شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونون مین اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے و الرابع المشتری اذا باع المبیع من اخر قبل نقد
الثمن جاز للبائع شراؤہ منہ بالاقل اور موضع رابع یہہ ہے کہ مشتری نے جب کہ مبیعکو بیچا دوسرے کے ہاتہہ قبل نقد ثمن کے تو بائعکو اوس سے خرید کرنا
کمتر ثمن سے جائز ہے ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہین دیا پہر اوسکو دوسرے کے ہاتہہ بیچا پہر بائع ثانی اور مشتری
ثانی مین اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پہر آئی پہر بائع اول نے مشتری مذکور سے اوسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے
گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی و الخامس اذا اشتری بعروض التجارۃ عبدًا للخدمۃ بعد ما حال علیھا الحول و
وجد بہ عیبًا فردہ بغیر قضاءٍ واسترد العروض فھلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر ثالثھما اذ الرد بعیب بلا قضاءٍ اقالۃ
اور موضع خامس یہہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام مین کوئی عیب نکلا مشتری
نے اوسکو بغیر حکم قاضی کے پہیر دیا اور اجناس کو پہیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئین مالک کے ہاتہہ مین تو اونکی زکوۃ ساقط نہوگی پس یہان فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا
اسواسطے کہ بوجہ عیب کے پہیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ھم غلام مین خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اوسکی خرید استہلاک
نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہین اور غیر قضا کی قید کا یہہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق مین فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہوئی اور جب اجناس
ہلاک ہوگئین تو زکوۃ واجب نہوئی اور رد بعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق مین تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہلک ٹہرا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہو تو فقیر کے حق مین بھی بیع اول سے مرتفع ہوجاتا
کذا فی الطحطاوی و یزاد التقابض فی الصرف و وجوب الاستبراء لانہ حق اللہ تعالی فاللہ ثالثھما صدر الشریعۃ اور مواضع خمسہ پر
تقابض صرف کا اور وجوب استبرا کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبرا حق اللہ ہے تو اللہ تعالی تیسرا ٹہرا متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعۃ ھم وجوب استبرا
کی یہہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اوسپر قبضہ کیا پہر اقالہ بیع ہوا تو یہہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث مین تو بائع اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی
مگر بعد استبرا کے و الاقالۃ بعد الاجارۃ و الرھن فالمرتھن ثالثھما فھی سبعۃ اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن
کے تو مرتہن تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع مین اور شرح کے تو ہوئے ھم نہر الفائق مین کہا کہ مجہسے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو مینے جواب
دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیعکے مانند بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق مین اور ثالث یہان مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پہر اقالہ
کیا تو بھی اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوسنے جائز
رکہا تو نافذ ہے اور نہین تو باطل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تہا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہے کذا فی الطحطاوی و الاقالۃ یمنع صحتھا ھلاک المبیع و لو حکمًا
کا باق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیعکا اگرچہ ہلاک حقیقی نہین بلکہ حکمی ہو چنانچہ بہاگ جانا غلام کا ھم اور اگر ہلاکی مبیع کی بعد اقالہ کے ہو تو اقالہ

تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہو گی کذا فی البحر لا التمن ولو تبدل الصرف بدلا کی شن کی اگرچہ ہلاک ثمن کی بدل صرف مین واقع ہو جو کہ اصل بیع مین
بیع ہی ہے بعد ہلاک کے مانع صحت اقالہ نہ ہوگا ہلاک ثمن کی وکذلک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا
ہے بقدر باقی کے جزو کو کل کے ساتھ اعتبار کرکے ہم اہل بیت ہے کہ زمین کو حرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اوسکے
حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شرح ہکوتیہ سے مذکور کر چکا دلیس منہ مالو اشتری صابونا فجف فتقایلا البیع فی کل المبیع نہر اور اگر لیس سے یہ صورت
نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونون نے اقالہ کیا بسبب اسکے تمام مبیع کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے
جائز نہیں ولو ہلک احد البدلین فی المقایضۃ وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان
قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ احد البدلین مقایضہ اور اسیطرح سلم مین ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل مین اور مشتری
پر ہالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک لازم ہے اگر وہ مثلی ہو اور اگر دونون بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف مین باطل
نہیں ہم مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو عوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثنا منقطع ہے تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز
عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعدہا قبل القبض بطلت مرازیۃ ستارہ بیچ اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اسکی
تسلیم کو بائع کو یا مبیع ہلاک ہو گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا بشجرۃ فقطعہ او عبدا فقطعت یدہ واخذ
ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شیء للبائع من ارش الشجر والید ان عالما بہ بقطع الید والشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم
خیر بین الاخذ بجمیع الثمن والترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا
تاوان لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اسکو لازم ہو اور اسکے مالک کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت
سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے مین یا ترک کرنے مین کذا فی القنیہ وفیہا شری ارضا مزروعۃ ثم حصدہا
ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ مین ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین مین اوسکے حصے کے برابر ثمن
تقسیم مبیع کے ہلاک مین اصل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونون نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اسواسطے
کہ عقد جو پہلے وارد ہے گیہون پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطئ المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ میں ہے کہ دونون نے
اقالہ کیا پھر انکو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہے تو اوسکو پھیرے اور اوسکا ثمن لے وفیہا تقایلا ثم علم ان الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ میں
ہے کہ مبیعہ بیٹے کا فرج بائع پر ہے ہر صورت یعنی خواہ اقالہ سے بیچے حضور ہوا ہو یا اوسکے غیبت میں کذا فی البحر لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت مین پایا نہیں گیا کذا فی
الحلبی ویصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون
المسلم فیہ دینا سقط والساقط لا یعود شامی اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اوٹھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوای اقالہ سلم کے
کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اسواسطے کہ سلم مین مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفیہا راس المال بعد الاقالۃ
کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ مین ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو نہیں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز
نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم مقصود مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے نہیں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف
جائز نہیں یعنے کوئی چیز راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف یکم راس المال کا قبل اقالہ اور
بعد اقالہ کے یکسان ہے مگر دو صورتوں مین یکسان نہیں ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال مین بعد اقالہ کے تو دونون پر قسم
نہیں ہم اس صورت مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونون قسم کہائینگے یعنے درصورت عدم بینہ کذا فی الحطاوی
ولو تفرقا قبل قبضہ جاز الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہو گئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف مین جائز نہیں

ھ اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثنا منقطع ہو کیونکہ کلام راس المال مین ہے وان اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور شارح نے فرمایا جائز ہو کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے خلاف مین مدعی صحت کا قول معتبر ہی قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد مین کہتا ہون مگر ایکصورت مین کہ فساد کا قول معتبر ہو جب کہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے ھ اس صورت مین مدعی فساد مشتری ہی کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادا ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہی اسواسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہی کیونکہ اقالہ صحیح نہین مگر بیع صحیح مین تو باوجود یکہ بیان صحت اور فساد مین خلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو بعکسہ تحالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استھلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے بالعکس ہو دعوی یعنے بائع مدعی ہو کہ مین نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونون پر قسم لازم آویگی لیکن بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جب کہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ مین ہلاک کر ڈالا ہو تو دونون پر قسم نہین ھ جب کہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہے مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ مین مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی الطحطاوی و در ایت معزیا للخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب بخلاصہ مین نے یہہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پہل کہا یا ایک سال پہر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین ھ نزل بضم نون وزاء معجمہ اگرچہ بمعنے روزی و نہالی کے ہی لیکن یہان پہل انگور کا مراد ہی

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہہ باب ہی مرابحہ اور تولیہ کے احکام مین لما بین الثمن شرع فی الثمین مصنف نے جب کہ مبیع و ثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ھ یعنی ابتک اون بیوع کا بیان تہا جنمین جانب مبیع ملحوظ تہا اب اون بیوع کا بیان شروع ہوا جنمین جانب ثمن ملحوظ ہی چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اسواسطے ہوئی کہ بیع مین مبیع اصل ہے اور ثمن نہر الفائق مین ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کیطرف اسواسطے حاجت ہی کہ ناواقف محتاج ہی تاجر واقفکار کی فعل کیطرف تا اوسکی مانند ثمن سے یا قدری منفعت کی ساتہہ خرید کرنیسے اوسکا نفس کی خاطر جمع ہوگا اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ ہمکو دو صدیق نے کہا وہ آپکے واسطے مفت ہی سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر المساومۃ والوضیعۃ لظہورہما اور مصنف نے مساومہ اور وضیعہ کا ذکر کیا اسلیے کہ ظاہر ہین ھ مساومہ وہ بیع ہے جسکے ثمن مین متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیون نہو تو اسمین ثمن اول کیطرف التفات نہین اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہی اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور اس کا رواج سوداگرون مین کمتر ہے کیون کہ تجارت سے غرض استرباح ہی المرابحۃ مصدر رابح مرابحہ مصدر ہی رابح کا ھ عرب بولتے ہین باع المتاع او اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جب کہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا وشرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بھبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ و بفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع مین مرابحہ عبارت ہے اوس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہوگیا ہی منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ اوسکا ثمن اوتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مملوک اسکو حاصل ہوا اور ساتہہ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مقومہ مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ مزد وری دہوبی کی اور مانند اسکے پہر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہی کذا فی المبسوط ھ خلاصہ یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی مین منحصر نہین کہ مبیع بائع کی خرید ہوا اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ ظاہر عبارت کنز اور وقایہ اسپر دال ہی بلکہ ہر مملوک چیز مین مرابحہ جاری ہی سو اگر مبیع خرید ہی بائع کی تو اسمین مرابحہ یون ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑہا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہے تو اون مین مرابحہ یون ہے کہ اوس چیز کی قیمت در مالیت پر نفع زیادہ کرکے بیچے طحطاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا رابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہین چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور حاشیہ زیلعی مین بدائع سے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت یہہ ہے کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پہر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اسکو بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے

یعنی ثمن پر نفع لیکر چلپی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کر کے کچھ کا کچھ کر ڈالا اسواسطے کہ مراد مصنف یہہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہے بیع مملوک سے ساتھہ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہہ عبارت ٹھیک تھی الی ہذا علم والتولیۃ مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی اور کارساز مقرر کیا وشرعا بیعہ بثمنہ الاول ولو حکما یعنی لقیمتہ وعبر عنہا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی ساتھ ثمن اول کے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ ثمن میں اکثر واقع ہے ہم جتنے کو خرید کرا اوتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہرا یہہ تعریف ہبہ غاصب کو شامل نہیں جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح ثمن کو عام کیا یا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی ہے اوسکو بھی شامل ہو جاوے کہ حلاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد ہر دو قیمت کو بھی شامل ہونا یہہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے وشرط صحتہما کون العوض مثلیا او قیمیا مملوکا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض ہے ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم من مثلے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور کیلی اور موزونی اور عددی متقارب اور مثلی چیز کا اسواسطے شرط صحت ہے کہ اگر ثمن غیر مثلے ہو چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت عدم پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے ہاں اگر مشتری اوسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تہا بائع کی خرید میں تو غیر مثلے سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہہ ہے کہ عمرو نے خرید کیا عوض کپڑے کے اور بکر کو تسلیم کر دیا پھر بکر سے بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر عمرو کے مشتری نے گھوڑا زید کے ہاتھ بعوض اوس کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اوسکے دینے پر قادر ہے کذا فی البحر مبسوطا وکون الربح شیئا معلوما ولو قیمیا مشارا الیہ کہذا الثوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز ہو تا کہ اسیہ ہو چنانچہ کپڑا الیسبب ہونے جہالت کے حتی کہ اگر بیع کریگا دہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچنا تو جائز نہوگا مگر یہہ کہ مشتری کو ثمن اوسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اوسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اوسکا معلوم نہوا لہذا بیع جائز نہوئی ویضم البائع الی رأس المال اجر القصار والصبغ بای لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملاوے بائع رأس المال کیساتھ مزدوری دہوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں نہو اور مزدوری کپڑے پر نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ اوٹھا لانے اور بکریوں کے ہانکنے کی مزدوری اور متوب اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور کہیت اور سینچائی انگور کی اور اونکی جاروب کشی اور بیلون اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گہر کی چونہ کاری ہم اور اسیطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور مولی میں سوراخ کرنے کی مزدوری اوسکے ثمن کے ساتھہ ملاوے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان الشائعۃ وصححہا المشروط فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر وصحح فی البحر الاطلاق اور رأس المال کے ساتھہ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں شرط ہوتی ہی قید پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں اطلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتا دے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عند فقہا ان دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع غالبا نہر الفائق میں ہے کہ عدم ضم اجرۃ دلال بالاجماع ثابت ہے وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ وکلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اوسکی قیمت میں زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنی جسکو تجار اپنے عرف میں رأس المال کے ساتھ ملاتے ہوں اسکو ملانا چاہئے ویقول قام علی بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب اور بائع کہے یہہ چیز مجھکو اتنے کو پڑی اور یوں نہ کہے

اتنے کو خریدی اسواسطے کہ یہہ جھوٹ ہے ھ مثلاً ایک کپڑا چار روپئے کو خرید کیا اور اوسکی سلائی مین خرچ ہوا تو ایک آنے بیچنے کے تب
یون کہے کہ یہہ قیمت یا یہہ قبا مجکو پانچ روپئے کو پڑی اور یون نکہے کہ پانچ کو خریدی کہ صاف جھوٹ ہے یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ بیع بطریق مرابحہ
یا تولیہ کے منظور ہوا اور اگر بطریق مساومہ بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم الموروث ونحوه …
او صار قافالرقم فتح اور اسیطرح مرابحہ جائز ہے جب کہ ترکے موروث وغیرہ کی قیمت ٹہیرا دی یا بیچکو اوسکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم مین سچا ہو لذا فی
الفتح ھ رقم عبارت ہے اوس علامت سے جو کپڑے وغیرہ پر لکہی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہہ ہے کہ مشتری رقم کو نہ پہچانتا ہو
اور کپڑے پر دس روپئے کی رقم لکہی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہہ دس کی رقم ہے مین اسپر اتنا نفع لیکر بیچون گا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ ہو
جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ بناویگا تو بیع صحیح نہو گی لا یضم اجر الطبیب والمعلم درر ولو للعلم والشعر وفیه ما فیه فلذا علله فی المبسوط بعدم
العرف نہ ملاوے طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت مین جو کچھ کہ ہے سو ہے اسیواسطے مبسوط مین عدم
ضم تعلیم کی اجرت مین عدم عرف کو علت قرار دیا ہے ھ بعضے علمانے عدم ضم کی علت یہہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک مین زیادہ نہین ہوجاتی حا
لانکہ یہہ غلط ہے بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہوجاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنے اگر رواج ہو ضم کرنیکا تو ملا دے والا نہ ملاوے کذا فی الفتح ملخصاً و
الدلال والراعی اور نہ ملاوے رأس المال کے ساتھ اجرت دلال اور چرانے والے کی ولا نفقة نفسه اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ھ یعنی جو سوداگر
کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت مین سفر تجارت کے اندر اوسکو بہی اس بیع مین حساب نکرے ولا اجر عمل بنفسه او تطوع به متطوع اور نہ ملاوے
اجرت اوس عمل کی جو بذات خود کیا یعنے مثلاً اپنا رنگنا اور سینا حساب نکرے یا کسی نے کوئی عمل مفت کردیا اوسکی اجرت بہی نہ ملاوے وجعل الآبق وکراء بیت
الحفظ بخلاف اجرة المخزن فانها تضم کما صححوا به وکانه للعرف والا فلا فرق تظهر فتدبر اور غلام گریختہ کے پکڑلانے کی اجرت اور بیت
الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اوسکو رأس المال کے ساتھہ ملاوے چنانچہ فقہانے اوسکی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم
کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہے اور اگر یہہ علت نہین تو کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا بیت الحفظ اور مخزن مین سو تامل کرے وما یؤخذ فی الطریق من
الظلم الا اذا جرت العادة بضمه هذا هو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیه کما یفیده کلام الکمال اور رأس المال کے ساتھہ نہ
ملاوے اوس خرچ کو جو لیا جاتا ہے راہ مین ظلم سے مگر اوسوقت ملانا چاہیے جب کہ رواج مین اوسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہے ضم اور عدم
ضم مین چنانچہ معلوم کرچکا تو یعنے وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلالت کرتا ہے ھ طحطاوی نے کہا کہ
عموم اعتبار عرف اسکو مقتضی ہے کہ در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بہی رأس المال کے ساتھہ ملاوے فان ظهر خیانته فی مرابحة باقراره او برهان
علی ذلك او بنکوله عن الیمین اخذه المشتری بکل ثمنه او رده لفوات الرضی پہر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ مین اوسکے اقرار سے یا گواہون
سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اوسکو لے اوسکے پورے ثمن سے یا اوسکو پہیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنے در صورت خیانت مشتری اوس
بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اوسکو لینے نہ لینے مین اختیار ہے اھ نہر الفائق مین ہے خیانت یہہ کہ ثمن کے ساتھہ اوسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہین یا جو نو درم
مثلاً خرید کی ہو اوسکو دس درم کی بتاوے وله الحط قدر الخیانة فی التولیة لتحقق التولیة اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کرڈالنا تولیہ مین
تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ھ یعنے اگر قدر خیانت کو کم نکرے تو تولیہ ثابت نہوا اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہین ہوا بخلاف
مرابحہ کے ولو هلك المبیع او استهلکه فی المرابحة قبل رده او حدث به ما یمنع منه من الرد لزمه بجمیع الثمن المسمی وسقط خیاره
اگر مبیع ہلاک ہوجاوے یا اوسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ مین اوسکے پہیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے رد کی چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو مبیع اوسکو
لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اوسکے پہیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انه لو وجد المولی بالمبیع عیباً ثم حدث آخر له ان یرجع بالنقصان
اور ہم اول ذکر کرچکے ہین کہ اگر صاحب تولیہ مبیع مین عیب پاوے پہر دوسرا عیب اسمین پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پہیر لے ھ مولی اسم مفعول ہے تولیہ سے رجوع بالنقصان

اتو بیع جائز نہیں کیونکہ جس سے بیع ثانی کی تحریم ہوئی ہو انتی ہے اور جاننا چاہئے کہ تولیہ مساوی عقدین کا متضمن ہے کذا فی البحر وشراؤہ ثانیاً بجنس الثمن الاول
بعد بیعہ بیعاً بیتاً ولو کان ذلک الشراء قبل ذلک خرید کیا اسکو دوبارہ ثمن اول کے ہمجنس سے بعد اوسکے بیچنے کے نفع لیکر پھر اگر اوسکو مرابحہ کیا چاہے تو
اگر کر دا ہے جسقدر کہ جو نفع بیچنے کے قبل اسکو ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اوسکے مشتری سے دس تقابض کے دس کو
خرید کیا تو اگر اب دوسرے بار نفع لیکر بیچا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجکو پانچ کو پڑا ہے پھر جتنا چاہے نفع
لے اور قید جنس ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہو اور ثمن ثانی دس درم ہون تو اسکو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اسواسطے کہ خرید
ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو اوسکو طرح کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور جاننا کہ قیمت کو مرابحہ میں دخل نہیں کذا فی النہر فان استغرق الربح ثمنہ
لم یرابح خلافاً لہما وھو اوفق وقولہ اوفق بحر اور اگر فائدہ اوسکے ثمن کو مستغرق ہو جائے مثلاً کہ دس درم سے خرید کرکے بیس درم کو بیچا بطور مرابحہ
پھر اوسکو مشتری سے خرید کرے تو فرض دس درم کے تو اب دوسرے بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک دونوں صورتون
میں ثمن اخیر پر نفع لینا درمیان جائز ہے اور یہ قول خلق پر آسان تر ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر ولو بین ذلک اولم یعتبر الجنس اوقال
اکتسبتہ اربعاً فاتفاقاً اور اگر اسکو بیان کرے مثلاً کہے کہ جسکو بیچا تھا اتنا نفع لیکر پھر اسکے کو خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہون یا بیچے بغیر جنس ثمن
اول کے یا تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو جیسے زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے عمرو کے ہاتھ پھر عمرو سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام
اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہو کذا فی البحر ثم ذکر اجوائے باذان یلیھم مرابحۃ لغیرہ شیئاً شریٰ من مکاتبہ او ماذونہ ولو المستغرق دینہ رقبتہ
فاعتبار ھذا القید لتحقیق الشراء نعیراً لمدیون بالاولی علی ما اشتری الماذون کذلک نفیاً للتھمۃ مرابحہ کرے بیع بطور مرابحہ غیر شخص
سے کرنا جائز ہو اور من وجہ کو جس سے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اوسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے
بالعکس ایسے یعنی ماذون اگر اپنے مولے سے خرید کرے تو مرابحہ مولے کی خرید پر کرے تہمت دور کرنیکے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی استغراق دین کا اعتبار
خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اسواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہوگا تو مولے کا اوس سے خرید کرنا صحیح نہوگا کیونکہ وہ مولے کا مال ہے تو غیر مدیون میں بطریق اولی
یہی حکم ہوگا صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اوسکے مولے نے اوس سے پندرہ درم کو مول لیا تو مولے دس
درم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولے نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اوسکے غلام مذکور نے اوس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیچکر توفیق
امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ اوسکے بیچ میں نقصان ہو کر مفید ہو مگر اسمیں عدم عقد کا شبہہ ہے اسواسطے کہ غلام کا مال من وجہ
مال نہیں تو گویا مولے نے اپنی ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ میں اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنیکے واسطے
کذا فی النہر وکذا اکل من لاتقبل شہادتہ لہ کاصولہ وفروعہ ولو کان ذلک التاجر ملی شراء نفسہ امن الکمال اور اسیطرح حکم ہر ایسے شخص کو جسکی گواہی
اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اسکی اصل اور فرع اور اگر مولے کا غلام یا اصل یا فرع بیان کرے کہ میں نے اسکو اپنے غلام یا مولے سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا
ہو تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال ھم احسن حکم من جہ الزوجین اور احد المتعاوضین اصل اور فرع کے ساتھ برابر ہین اور یہ مذہب
امام کا ہے خلافاً للصاحبین کذا فی العینی ولو کان مضارباً معہ عشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوباً وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باعہ الثوب مرابحۃ
رب المال باثنی عشر ونصف لان نصف الربح ملکہ وکذا عکسہ کما سیجیء فی بابہ وتحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جسکے
پاس دس درم ہون بالمناصفہ نفع پر اور انہیں درمون سے اوسنے کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال ساڑھے
ساڑھے بارہ درم کو بیچے اسواسطے کہ نصف نفع یعنی ڈھائی درم ملک ہے صاحب مال کی اور اسیطرح اسکے بالعکس میں حکم ہے یعنے جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب خریدی
نتیجہ اسکا ذکر کتاب المضاربت میں آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق میں ہے ورابح بلا بیان ای من غیر بیان انہ اشتراہ سلیماً اما بیان نقص العیب
لو اصابہ نعیب عندہ بالتعیب بآفۃ سماویۃ وبصنع المبیع ووطی الثیب ولم ینقصہا الوطی کقرض فار وحرق نار للثوب المشتری

قال ابو یوسف وزفر والثلثة لابد من بیانہ قال ابو اللیث وبہ ناخذ ورجحہ الکمال واقرہ المصنف مرابحہ لفع لیکر بیچے بلا بیان یعنی بیع
جائز ہے بدون اسطرح بیان کرنیکے کہ اسنے بیعکو سلامت خرید کیا تھا سو اسمین عیب لگ گیا اور سکے پاس لحوق عیب کا کسی سبب آفت آسمانی کے یا بسبب فعل
اور ثیبہ کے جماع کسی بشرطیکہ جماع سے اسمین کچھہ نقصان نہوگیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہے قطع
نظر اس سی کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب کا کی کا بیان کر دینا مرابحہ مین ضرور ہے فقیہ ابو اللیث
نے کہا اسی قول یعنے وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بھی اسکو ترجیح دی ہے اور مصنف نے بھی اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے ہم بیان نفس عیب
اسواسطے واجب ہے تا فریب دینا لازم نہ آوے خلاصہ مین ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہے تو اسپر بیان کر دینا واجب ہے بعضے مشائخ نے کہا
کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہے معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحطاوی ورابح بیان بالتعییب لو بفعلہ او بفعل غیرہ بغیر امرہ
وان لم یاخذ الارش وقید اخذہ فی الہدایۃ وغیرھا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان کی یعنے اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق
ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا اور نقصان
نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسیرہ بنشرہ وطیہ لصیرورۃ الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف ولذا قال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کر کے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اوسکے کہولنے یا لپیٹنے سے لازم ہے
بسبب ہو جانے اوصاف کے مقصود و تلف کر ڈالنے سے اور اسیواسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہہ قید لگائی کہ عدم بیان اسوقت ہے جب کہ جماع سے اسمین نقصان نہوگیا
ہو ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہین تو اونکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالۃ البکارت
کا موجب ہے لہذا اوسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اس
واسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ وباع بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتری اور ادہار خرید کیا ہزار
درم سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنے گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک
کرے فان تلف المبیع بتعیب وتعییب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پہر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پہر مشتری کو
علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو ادہار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسی
طرح مرابحہ کی مانند تولیہ کا حکم ہے جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنے درصورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہے اور درصورت عیب دار ہو جانے کے
آفت آسمانی سے اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہے اور ادہار خریدنے مین بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بالفضل
ما بین الحال والموجل بحر ومصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پہیر لینا ہے زیادتی کا جو مابین ثمن حال اور ثمن موجل کے ہے کذا فی البحر
شرح المصنف ہم یعنے اگر ثمن حال مثلا پندرہ ہون اور ثمن موجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پہیر لے ولی رجلا شیئا ای باعہ
تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری بکم قام علیہ فسد البیع لجہالۃ الثمن وکذا الحکم المرابحۃ وخیر المشتری بین
اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ والا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنے اوسکو بطور تولیہ بیچا بالعوض اسقدر کے جتنا اوسپر پڑا از قسم ثمن اور
مصارف کے یا تولیہ کیا بالعوض اوس ثمن کے جس سے اسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اوسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہے بسبب معلوم نہ ہونے ثمن کے
اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اسکے لینے اور چہوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس مین معلوم نہو تو بیع
باطل ہے ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہے کیونکہ یہہ بیع باطل نہین فاسد ہے کذا فی الحلبی عن البحر فاعلم انہ لا رد بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت
تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ
وبہ یفتی ثم رقم وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فلہ الرد والا لا وبہ افتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال وتصرفہ

فی بعض السیر قیل علیہ بالعبن غیر ما یؤمنہ فی مثل ما تلفہ ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتہی ملخصاً جاننا چاہئے کہ رد میں نہیں ظاہر الروایۃ میں غبن فاحش یعنے نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت ٹھیرانیوالوں کی قیمت مقرر کرنے میں داخل نہو اور اسی عدم رد کا مضمون سے فتوی دیا ہے مطلقاً خواہ اوسکو دہوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیہ پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھی اور کہا اور غبن فاحش میں پھیر دینے کا فتوی دیا تاکہ لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربۃ کی اکثر روایات ہیں اور اسیکا فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھی اور کہا کہ اگر اوسکو دہوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دہوکا دیا یا اوسکو دلال نے دہوکا دیا تو اوسکو رد بیع کا اختیار ہو اور نہیں تو نہیں یعنے اگر اوسکو کسی نے دہوکا نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض مبیع میں قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اوسکا مثل پھیر دے جسکو اوس نے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے بنا بر صواب قول کے انتہے قول القنیۃ المخمصام جسقدر تصرف کیا اوسکے رد مثل کے ساتھ باقی جسکو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا اور اسکا قول مردود ہے جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہو اوسکے حصہ کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی بقی لو کان قیمیا لم اَرَہ ای رہی یہہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہوا اور اسمین غبن فاحش ہوا ہو تو اس مسئلہ کو مصرح نہیں دیکھا قلت وما احد جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ میں کہتا ہوں قول اخیر صحیح اگر غبن فاحش فریب کے سبب سے ہو تو رد جائز ہے والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں اور اسکی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ثم صاحب تحفہ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مغبون رد نکرے ولیکن یہہ حکم اوس مغبون میں ہے جسکو کسی نے دہوکا نہیں دیا اور اگر اوسکو فریب ہی سے غبن ہوا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے انتہے صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کیطرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور لا یوجب الرجوع الا فی ثلث مسائل اھ اور اشباہ کی کتاب الکفالۃ میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنے دہوکا پڑنا موجب رجوع نہیں مگر تین صورتوں میں انمنجملہ ایک یہہ صورت ہے جو متن میں مذکور ہو چکی یعنے غبن فاحش سے رد ہے اگر اوسکو دہوکا دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ ولو ہلکتا ثم استحقتا رجع علی الدافع بما ضمنہ اور قاعدہ اوسکا یہہ ہے کہ غرور اوس عقد میں ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوں پھر مستحق غیر نکلیں تو دافع سے پھیر لے جسقدر اوسنے تاوان دیا دافع شامل ہے بائع اور مشتری اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور موجر اجرت سے منتفع ہوتا ہے ودیعت کی صورت یہہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہہ ظاہر کرکے کہ میں اسکا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کا مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان پھیر لیوے کیونکہ اوسنے اوسکو دہوکا دیا تھا یعنی کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت اجارہ یہہ ہے کہ مثلاً جانور اجارہ دیا یہہ ظاہر کرکے کہ یہہ میرا مملوک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اوس سے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر لینا جائز ہے کذا فی الحموی ولا رجوع فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہیں فریب دہی سے عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات کیواسطے ہے یعنی جب عاریت اور موہوب مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلا اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونوں شخص معیر اور واہب سے رجوع نہیں کرسکتے کیونکہ مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر اور موہوب لہ کے طرف راجع ہے نہ معیر اور واہب کے طرف الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کما لو قال بایعوا ابنی فقد اذنت لہ ثم ظہر حرا او ابن الغیر رجعوا علیہ بالغرور کان الاب حرا او لا لیکمل الحق اور دوسری صورت یہہ ہے کہ وہ دہوکا عقد معاوضہ کے ضمن میں ہو چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام اس میرے بیٹے سے خرید فروخت کرو مقرر میں نے اوسکو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے تو زید کا اہل بازار رجوع کر لیں بسبب غرور کے بشرطیکہ باپ اذن دینے والا شخص آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اوسکے آزاد ہونے کے بعد ہو لیں وقید بان اضافہ الیہ وامر بمبایعتہ اور قید یہہ ہے کہ دہوکا دینے والے نے بیٹا ہونا اوسکے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ یہہ میرا غلام یا بیٹا ہے اور اوسکے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو ومنہا لو بنی المشتری او استولد ثم استحق رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد اور منجملہ ثمرہ عقد معاوضہ کی یہہ صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر میں عمارت بنائی یا لونڈی سے ام ولد [illegible]

پھر گھر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت پھیرے هم بائع سے قیمت لینا عمارت کا ثبوت ہی جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دی لیکن تسلیم
ولد کو فقہا نے ذکر نہیں کیا مگر اوسکا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھہریگا اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دیگا اور بائع سے اوس
قیمت کو پھیرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومنه ما یأتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد بخلاف ارتہنی اور ازانجملہ وہ مسئلہ ہی جو باب الاستحقاق میں آویگا
کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید کرے کہ مین غلام ہون بخلاف یون کہنے کے کہ مجکو رہن رکھلو هم نے اوسکے کہنے سے اوسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب،
بغیبت معروفہ ہو تو فریب دینے والے پر کچھ نہین والاشتری اوسی سے پھیرے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کرکہ در المختار کے نسخ بیان مختلف ہین اکثر نسخون مین
یون ہی کہ اشترنی فانا عبد ارتہنی اور بعضے نسخون مین یون ہے بخلاف ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تہا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسکو
اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہی کہ خرید کرنے مین رجوع ضمان ہی نہ رہن رکھنے مین واللہ اعلم الثالثة اذا کان الغرور بالشرط کما لو زوجه امرأة
علی انها حرة ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمة الولد المستحق وسیجئ آخر الدعوی تیسری صورت یہہ ہی جب کہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے
دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہی پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے پھیرے اور یہہ مسئلہ کتاب الدعوی
کے آخر مین آویگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا هل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظهر المصنف لا لتصریحهم بان الحقوق المجردة لا تورث
قلت وفی حاشیة الاشباه لابن المصنف وبه افتی شیخنا العلامة علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمناه فی خیار الشرط فتنبه
الله ۔۔۔ کیا انتقال کرتا ہی رد بیع فریب دینے سے وارث کیطرف یعنے اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اوسکا وارث اوسکو پھیر سکتا ہی یا نہین مصنف نے اپنی شرح مین عدم
انتقال کو قوی کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہین ہوتے حالانکہ یہہ حق مجرد عن العوض ہی کیونکہ عبارت سے فقط ارادہ داد رسی ہے
مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یون ہی کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہی ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے مین کہتا ہون
اور ہم اسکو پہلے ذکر چکے ہین خیار الشرط مین دوسری نقل کرکے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومته الفقهیة ما یخالفه ومال الی انه یورث کخیار العیب
ونقل عنه ابنه فی کتابه معونة المفتی فی کتاب الفرائض وایده بما فی بحث القول فی الملك من الاشباه قبیل التاسعة ان الوارث یرد بالعیب
ویصیر مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح مین جسکا تحفة الاقران نام ہے ذکر کیا ہی وہ جو اسکے مخالف ہی اور مصنف مائل ہی
اسکے طرف کہ رد بیع غرور بھی موروث ہوتا ہی خیار العیب مانند اور مصنف سے اسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونة المفتی مین کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونیکو نقل
کیا ہی اور اسکی تائید کی ہی اشباہ کی اوس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رد بیع کرتا ہی بسبب عیب مبیع کے اور مغرور ٹہرجاتا ہی بخلاف وصی
کہ وہ مغرور نہین ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر هم وجہ تائید یہہ ہی کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مشید ہی کہ خیار الغرور موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹہیرا
مورث کی دہوکہا دینے سے وقدمنا عن الخانیة انه متی عاین ما یعرف بالعیان انتفی الغرور فتنبه اور ہمنے مقدم کر کیا ہی باب خیار الشرط مین خانیہ سے کہ جب
اوسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہی مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہی غور کرلے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض

والزیادة والحط فیهما وتأجیل الدیون یہہ فصل ہے بیع اور ثمن کے تصرف کرنے مین قبل قبضہ کرنیکے اور زیادہ اور کم کرنے دونون مین اور دیون کی مدت
مقرر کرنے مین صح بیع عقار لا یخشی هلاکه قبل قبضه من بائعه لعدم الغرر لندرة هلاك العقار حتی لو کان علوا او علی شط نهر ونحوه کان
کمنقول فلا یصح اتفاقا بیع عقار کی یعنے اوس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونیکا خوف نہین قبل اسبات کی کہ اوسکے بائع سے لیکر اوسپر قبضہ کیا صحیح ہی بسبب عدم
خطرہ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہی تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین الگہر کے
بہہ جانیکا ریت سی تو اوسوقت مین غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیعین تو اوسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین هم امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل
قبض کے جائز نہین کیونکہ حدیث شریف مین غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہی شیخین کہتے ہین کہ نہی کی علت یہہ ہی کہ بر تقدیر ہلاکی مبیع کے انفساخ بیع محتمل ہی اور ہلاکی عقار مین نادر ہے
اور نادر کا کچھ اعتبار نہین صح العقار مین ہو کہ مصنف نے تعبیر صح بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضای بائع پر موقوف ہین تو

بائع کو قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے کالکتابۃ والاجارۃ وبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما
سیجیء صحیح بالاتفاق یعنی صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے مقبوض ہونیکے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب
متن میں آویگا کذا شرح الملتقی بخلاف عتقہ وتدبیرہ وہبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد
وہو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے اور اسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے
کے دوسرے شخص کو اسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے شم یعنی اگر منقول خریدا اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا تو اسکا عتق اور
تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہے خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے
اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض میں تو قبضہ مامور کا قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کیواسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف
بیع کے وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک بیع قبل قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی
صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فجائز یعنی اور صحت
تصرفات مذکور کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہو اسکی عوض سے قبل اسکے مقبوض ہونیکے چنانچہ بیع اور اجارت بشرطیکہ عین ہو نقد
تو نہیں تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فاسخ نہو ہلاک کی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو نہیں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی ولو
وہبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح هذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن
الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقاً جوہرۃ قلت وفی المواہب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الصحۃ یحتملہما فتدبر اور بیع
منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اسکے مقبوض ہونیکے سو بائع نے اسکو قبول کیا تو بیع لوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی
اسواسطے کہ ہبہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقاً
خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کی باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہے غور کرے ھم یعنی بیع
منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور غیر صحیح یہ دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی
غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی ایجاب اور قبول ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد دربارہ
ہلاک مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہے اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریماً بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بالفساد وبانہ لا یقال لآکلہ انہ اکل
حراما لعدم التلازم کما بسطہ الکمال اگر کسی نے مکیل خریدا کیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اسکا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اسکو ناپ لے اور البتہ علماء نے
فساد کی بھی تصریح کی ہے اور یہ کہ اسکے کھانیوالے کو حرام خور نہیں کہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو مشرح بیان کیا ہے حرام خور اسواسطے نہیں کہینگے
کہ وہ اپنی ملک چیز کا کھانیوالا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اوسنے کیل کرنیکے حکم کو ترک کیا کذا فی النہر ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ
الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور اسی طرح اسکو اسحاق اور بزار اور عبدالرزاق اور
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت فقہی کو شارح آگے بیان کریگا
ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لاحتمال الزیادۃ وہی للبائع اور مکیل کی مانند ہے موزون اور معدود کو خریدنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی
بائع کا حق ہے ھم یعنی جب مکیل اور موزون اور معدود کو خریدا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو نہیں تصرف کرنا قبضہ کرنیکے بعد بغیر ناپنے اور تولنے اور شمار کرنیکے جائز نہیں کیونکہ شاید زیادہ ہو مثلاً
بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانہ یا دس سیر ہے تو اگر واقع میں بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ہے لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب تا غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم
نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اوسقدر ثمن کم کر ڈالے فتح القدیر میں کہا کہ معدود سے عددی متقارب مراد ہے چنانچہ انڈہ
اور اخروٹ بخلافہ مجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل اور موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کی چنانچہ ایک ڈھیر

گیہون کا خرید کیا تو اوسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہو تو اسمین احتمال زیادتی کا نہین وقید بقوله غیر الدراهم والدنانیر لجواز التصرف فیهما بعد
القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانه لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانه صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیه وعلیه الفتوی خلاصه اور مصنف نے
موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنیکی مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ موزونات مین دوبارہ مشتری کو وزن
کرنیکی حاجت نہین کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ھ خلاصہ یہہ ہے کہ بیع زونات مین دو صورت مین مشتری کو دوسری بار وزن کرلینا
شرط نہین ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف مین اسواسطے کہ اونکی مقدار مقرر ہی مین غالبا تفاوت نہین ہوتا اور دوسری بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دئے اور بائع نے
مقدار معلوم کو کیل یا وزن کردیا تو بیع منعقد ہوگی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیله من البائع بحضرته ای المشتری بعد البیع لا قبله اصلا وبعده بغیبته فلو
کیل بحضرة رجل فشراه فباعه قبل کیله لم یجز وان اکتاله الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانہ سے ناپنا مشتری کے سامنے
بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقا خواہ اسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پہر اوسنے مکیل کو خرید کیا پہر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اوسکے
کیل کرنیکے تو جائز نہین اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کرلیا ہو بواسطے عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض نہی ٹہیرا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ھ حضور مشتری مین کیل
بائع اسواسطے کافی ہوا کہ بیع معلوم ہوگی کیل واحد اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اوسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون پر صحیح نہین ولو کان المکیل او الموزون
ثمنا جاز التصرف فیه قبل کیله ووزنه لجوازه قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہی اسمین تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف
ثمن کی قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہی یعنی کیل اور وزن متمات قبض سے ہو پہر جب ثمن مین تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متمات بطریق اولی جائز
ہوگا لا یحرم المذروع قبل ذرعه وان اشتراه بشرطه الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فهو فی حرمة ما ذکر کموزون والاصل ما مر مرارا ان الذرع وصف لا قدر فیکون
کله للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضره التبعیض لان الوزن حینئذ فیه وصف حرام نہین بیع مذروع کی قبل ناپنے
گز اگرچہ اسکو بشرط پیمایش خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اسکا وہ ہی جو چند بار مذکور ہو گیا
کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہو جاوے تعنے ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون
سے اوس موزون کو مستثنی کیا ہے جسکو تبعیض یعنے ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نرہا وصف ہو گیا ھ مضرت تبعیض موزون
چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہین رہتا تو اس وقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط
وزن خرید کیا ہو مناسب یہہ تہا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بهبة او بیع او غیرهما لو عینا
ای مشارا الیه ولو دینا فالتصرف فیه تملیکه ممن علیه الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیره ابن ملك قبل قبضه اور قبضہ کرنے
سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنے اوسکے طرف اشارہ ہو سکتا ہو متاع ہو لفقد اور اگر
ثمن دین ہو تو اسمین تصرف اوسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اسطرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کری عوض ثمن کے جو دین ہے
اور تملیک دین جائز نہین غیر مدیون سے کذا صرح ابن ملک سواء تعین بالتعیین کمکیل او لا کنقود فلو باع ابلا بدراهم او بکر بر جاز اخذ
بدلهما شیئا اخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہی خواہ ثمن معین ہو جاتا ہو معین کرنیسے چنانچہ مکیل یا متعین نہوتا ہو تعیین سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہون سے بیچا تو درم اور گیہون کے
عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ھ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع مین بیچتے تھے تو درم کی جگہہ دینار اور بجای دینار درم لیتے تہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اس کو جائز رکھتے تھے کذا فی المنح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضه کمهر واجرة وضمان متلف وبدل خلع وعتق
بمال وموروث وموصی به والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلها قبل قبضها عینی سوی صرف وسلم
فلا یجوز اخذ خلاف جنسه لفوات شرطه اور یہی حکم ہے ہر دین مین قبل اوسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور
تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا اور وراثت اور وصیت کے چیز خلاصہ یہہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون مین

قبل قبضہ کے بیچنا جائز ہو کذا فی العینی سوائے صرف اور سلم کے کہ ان میں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے انکی شرط کے یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہے
قبل اسکے تصرف انمیں جائز نہیں وصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ من المشتری او وارثہ خلاصہ ولفظا بن مالک او من اجنبی اور صحیح
ہو زیادہ کردینا ثمن میں اگرچہ زیادتی اسکی خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد میں ہو یا بعد اسکے مشتری کیطرف سے زیادتی ہو یا اوسکے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے
کہا یا زیادتی اجنبی کیطرف سے ہو اگر اجنبی کی زیادتی بامر مشتری ہو تو مشتری پر واجب ہے نہ اجنبی پر اور اگر اسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کرلی تو اسپر لازم ہے
ورنہ باطل ہو اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنیکے وقت مشتری کیطرف سے ہونہ کرلیا یعنی اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگرچہ بامر مشتری تہا تو اجنبی مشتری سے پہیر لے اور
نہیں تو نہیں کذا فی التتارخانیہ والبحرالرائق فی غیرہ حرزنیہ ولو قبل البائع فی المجلس ولو بعدہ بطلت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بائع اسکو
زیادتی کی مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ ھم صرف میں زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود ہو جائیگا
ولا یعتبر بعد ان دفع جبراً اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنیکے بعد پہر جاوے تو اسپر جبر کیا جائیگا یہ فتاوی حاکم میں ہے ادا کرے وکان المبیع قائما فلا تعتبر بعد ھلاکہ
ولو حکما علی الظاھر بان باعہ ثم اشتراہ فزاد اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاک حکمی ہو جائے
قول ظاہر کے اسطرح پر کہ مشتری نے اسکو بیچا پھر اسکو خریدا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں ھم بیعکو ہلاک حکمی اسواسطے کہا کہ امتناع اعتبار میں اختلاف ہے کہ اگر بیچے
اور اسکے بعد بلا خریدے ثمن زیادہ کریگا تو بطریق اولے جائز ہے کذا فی البحر الرائق وزاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو باع بعد
القبض او دبر او کاتب او ماتت الشاۃ فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف ما لو آجر او رھن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام
الاسم والعین وبعض المنافع اور خلاصہ میں زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنے ہونا مبیعکا محل مقابلہ زیادتی درحالیکہ مقابلہ حقیقۃ ہو مشتری کے حق میں
اسطرح پر کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج نہوگئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مرگئی پہر مشتری نے ثمن زیادہ کردیا
تو جائز نہیں بسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اسکے کہ اگر مبیع کو باجارہ دیا یا اسکو رہن کیا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کرڈالی تو ان صورتوں میں زیادہ کرنا
جائز ہے بسبب قائم رہنے نام اور صورت اور بعض منافع مبیع کے ھم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں ہو اسواسطے کہ بیع اور مدبر اور کتابت اور موت
ہلاک حکمی میں داخل ہیں کذا فی الحلبی وصح الحط منہ ولو بعد ھلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہے کم کردینا ثمن کا یعنے بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع
اور قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد فیبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہو بطریق استناد کے یعنے
گویا زیادتی اور کمی ابتداء عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کرنا ھم وجہ بطلان یہہ ہو کہ اسمین اصل عقد کی تبدیل ہو کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا کم کرنا
ہبہ ہو یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلعی واثر الالتحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وھلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما
یظھر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے التحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہو تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور استحقاق اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف
میں لیکن شفعہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہو نہ زیادتی کا ھم یعنے اگر اول دس کو خریدا تہا پہر مشتری نے پانچ درم ثمن میں زیادہ کردیئے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم
پر ہوگا اور درصورت کم کردینے ثمن کے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پہیر لے اور بائع کو حبس مبیع
تا قبض زیادتی اختیار ہو اور صرف میں زیادتی اور کمی مفسد عقد ہے اور شفعہ میں شفیعکو زیادتی اسواسطے لازم نہوگی کہ اوسکا حق ثابت ہو چکا تہا بیع اول سے
تو لزوم زیادت میں اسکے حق کا ابطال ہے اور حالانکہ بائع اور مشتری اسکے ابطال کے مالک نہیں وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعہا ان فی غیر سلم
زیلعی وقبل المشتری اور مبیع میں زیادہ کردینا صحیح ہے بائع کیجانب سے اور بائع کو اوسکا دینا لازم ہو بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہو کذا فی الزیلعی اور مشتری
اسکو قبول کرے ھم زیلعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ دین ہے بحقیقت معدوم ہے اوسکو تو موجود فرض کیا ہو مسلم الیہ کی دفع حاجت کے واسطے اور
مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اوسکی حاجت کا دفع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں ویلتحق ایضا بالعقد فلو ھلکت الزیادۃ قبل قبض سقط
حصتھا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہو تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہوگئی قبل قبض کے تو اوسکا حصہ ثمن سے

ساقط ہوگا مثلاً تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دئیے پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبضہ کے تو مشتری کو دو درم دینا لازم ہوگا ایک درم
ساقط ہو جائیگا وکذا لو زاد فی الثمن عرضاً فہلک قبل تسلیمہ انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہوگیا
قبل التسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی جسکی قیمت پچاس
درم تھے پھر کتاب ضائع ہوگئی قبل التسلیم کے تو مبیع کی ایک تہائی میں بیع فسخ ہوگی کذا فی المنح یعنے ہو اسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قائم
ہی تو اسکا مقتضی یہ ہی کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہو واللہ تعالیٰ اعلم ولا یشترط للزیادۃ ہٰہنا قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن کما مر اور شرط نہیں
یہان کی زیادتی مین یعنی زیادت مبیع مین قائم رہنا مبیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اوسکی ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اسمین قیام مبیع شرط ہی چنانچہ عنقریب مذکور
ہوچکا ویصح الحط من المبیع ان کان المبیع دیناً وان عیناً لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بما دفع فی براءۃ
الاسقاط لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقاً اور صحیح ہے کم کر دینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہین ہو اسطے کہ کم کرنا اسقاط ہی اور
اسقاط عین کا صحیح نہین بخلاف دین کے کہ اوسکا اسقاط صحیح ہے تو پھیر لے جو اوسنے دیا تھا براءت اسقاط مین نہ براءت استیفا مین بالاتفاق ہم محیط مین ہے کہ متعین گیہون
پیمانہ بھر خرید کئے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کر دئے قبل قبضہ کرنیکے تو جائز نہین اسواسطے کہ گیہون عین ہین یعنے متعین مشار الیہ ہین اور حالانکہ اسقاط عین
صحیح نہین اور اگر گیہون کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانہ کی خرید کئے پھر چہارم ساقط کئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے ہو اسطے کہ گیہون یہان دین ہین اور اسقاط دین صحیح ہی ابھی
براءت اسقاط کی مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجھکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفا کی مثال یہ ہے کہ مینے تجھکو بری الذمہ کیا بطریق
براءت استیفا اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقہا فقولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کی تو اسمین دو قول ہین یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع مین
اختلاف ہی واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو ہبۃً او حطاً فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی فیتامل عند الفتوی بحر اور وہ
ابرا جو ثمن کیطرف مضاف ہی وہ تو صحیح ہی اگرچہ ابرا بطریق ہبہ یا کم کر دینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیر لے جو اوسنے ثمن دیا تھا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہئے
فتوی دینے کیوقت کذا فی البحر ہم یعنے شیخ الاسلام کے نزدیک ابرا مین تفصیل ہے کہ براءت اسقاط مین رجوع ہی نہ براءت استیفا مین اور شمس الدین سرخسی کی نزدیک ابرا ثمن بعد
استیفا اور قبض کے صحیح ہی تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہی اور جب براءت استیفا مین رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط مین بطریق اولے جائز ہوگا اور جب اسمین اختلاف ہوا تو
مفتی پر تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ مین رجوع کرنا براءت اسقاط مین اور عدم رجوع براءت استیفا مین باتفاق علما نقل کیا ہی سو خلاف واقع ہی
کذا فی الطحطاوی قال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنے سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفی البزازیۃ باعہ علی ان یہبہ من الثمن
کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ کذا جاز للحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ مین ہی بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کرے تو صحیح
نہین اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اتنا کم کر ڈالے تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوا ہبہ کے یعنے ہبہ اصل عقد سے لاحق نہین ہوتا والاستحقاق
للبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد ویتعلق بالزیادۃ ایضاً فلو رد بعیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا
اوس سے متعلق ہوتا ہی جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بہی متعلق ہی تو اگر عیب وغیرہ سی مبیع پھیر جائے تو مشتری سب پھیر لے یعنی ثمن اور زیادت ہم جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو
بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہی تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع سی ثمن مع زیادت پھیر لے اور جب شفیع مبیع کو بحق شفعہ لے تو اوس زیادتی کے ساتھ لے جسکو بائع نے
مبیع پر زیادہ کر دیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ولزم تاجیل کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہی تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے ہم دین وہ ہی جو کہ ذمہ پر واجب ہو بسبب
عقد یا استہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی نہر الفائق مین ہی تاجیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن مبیع ہو یا سوا اسکے ہو اسطے کہ جتنا دین کو مؤخر کرنا جائز ہی تو تاخیر مطالبہ
بطریق اولے جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنے بلا مدت باقی رہیگا اور خانیہ مین ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ مینے مدت کو باطل کیا یا اوسکو چھوڑا تو دین
حال ہو جائیگا اور اگر مدیون بولا کہ مین مدت سے بری ہون یا مجکو اوسکی کچھ حاجت نہین تو یہ قول ابطال اجل نہوگا انتہے ملخصاً النہر الا فی سبع علی ما فی مداینات الاشباہ بدل
صرف وسلم وثمن عند اقالۃ وبعدہا وما اخذ بہ الشفیع ودین المیت والمسابع القرض مگر سات صورتون مین تاجیل دین لازم نہین چنانچہ اشباہ کی مداینات مین ہے

صرف کے دونوں عوضوں میں اور سلم میں یعنی راس المال میں اور رہن میں اقالہ کے وقت اور اوسکے بعد اور اوس قرض میں جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین
میت میں اور ساتویں قرض میں تمام ہوا اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہو کہ اگر مدیون مرگیا اور دین حال ہوگیا
اور وارثون نے اُسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام ہدایہ اس پر دلالت کرتا ہو کہ مسائل مذکورہ میں تاجیل صحیح نہیں نہ یہ کہ صحیح
غیر لازم ہو چنانچہ ظاہر بحر الرائق سے یہی ظاہر ہے کیونکہ مصنف نے بحکم مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہو فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہیں ہم وجہ اوسکی یہ ہے
کہ قرض باعتبار ابتداء اسکے اعارہ و درصلہ ہے ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں چنانچہ وصی اور صبی اور ولی اور مکاتب
اور عبد ماذون پس جب عاریت ٹھیرا تو اسمین تاجیل لازم نہوئی کیونکہ معیر کو اختیار ہوا کہ اوسنے عاریت کی مدت ٹھیرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کے
قرض معاوضہ ہو کیونکہ اسمین مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے ادھار ہو اور یہ مقتضے نسیا و ربوا ہے
حالانکہ یہ خلاف اجماع ہو لہذا علماء حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہو کذا فی الایضاح وفی النہر یعنی اگر قرض مہینہ بھر کے وعدہ پر دیا ہو تو مقرض مستقرض
سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہو الا فی اربع اذا کان مجحوداً تاجیل قرض لازم نہیں مگر چار صورتوں میں لازم ہو جب کہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو اور
عدم شہادت ہم صورت اوسکی یہ ہو کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے قرض کا اقرار نکرونگا تاوقتیکہ تو اوسکی کچھ مدت مقرر کرے یا اصلاح اس سے کچھ کم کر
ڈالے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو تاجیل لازم ہو گی کہ اوسکو فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا یہ اوس صورت میں ہے جبکہ اوسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر
علانیہ گواہوں کے روبرو یہ کہا تو مقرض فی الحال ماخوذ ہو گا کذا فی الطحاوی او حکم مالکی بلزومہا بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا
حکم کیا ہو بعد ثابت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک او احالہ علی آخر فاجلہ المقرض او احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبرئۃ یا سبب قرض نے
قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کو واسطے کچھ مدت مقرر کر دی یا مستقرض نے اپنے اوس مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہے اسواسطے کہ حوالہ بری کرنیوالا
ہی تکمیل کلام مو ر کی دونوں صورتیں ملکر ایک مسئلہ ہیں جیسے مسئلہ رابعہ یعنی وصیت میں دو صورتیں ہیں والرابع الوصیۃ اوصی بان یقرض من مالہ
الف درھم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسامحوا فیہا نظر الموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ فیصح ویلزم یعنی صورت
لزوم تاجیل قرضکی وصیت ہی یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ اوسکے مال سے ہزار درم فلانے شخص کو قرض دیے جاوین سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہو گی اوسکے ثلث مال
اور آسانی کیجیگی سال کی مدت میں بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اوس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت ٹھیرانیکو وصیت کی تو صحیح ہو اور مدت لازم ہے
والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدل صرف وسلم وصحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ وشفیع ودین میت ولازم فیما عدا ذلک
واقرہ المصنف وتعقبہ فی النہر بان الملحق بالقرض تاجیلہ باطل اور خلاصہ یہ ہو کہ تاجیل دین کی تین طرح ہے بدل صرف اور سلم میں تو تاجیل باطل ہے اور
تاجیل صحیح غیر لازم ہے قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت میں اور تاجیل لازم ہے سوای انکے مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت
رکھا ہو لیکن نہر الفائق میں اوس پر اعتراض کیا ہو کہ ملحقات قرض یعنی اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہے ہم قول صاحب بحر کا سابق مفصلاً مذکور ہو چکا ثلاثہ
ومن حیل تاجیل القرض کفالتہ مؤجلاً فیتاخر عن الاصیل لان الدین واحد بحر وغیرہ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور منجملہ تدابیر تاجیل
قرض کے ضمانت ہی قرضکی مدت ٹھیرا کر تو مطالبہ قرض کا اصیل سے ضمناً متاخر ہو جائیگا اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہ پانچوین صورت عدم جواز تاجیل
قرض سے مستثنے ہوئی اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم یعنے اگر زید نے مثلاً سو درم خالد سے قرض لئے اور چاہا کہ ادای قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جاوے تو اوسکا طریقہ یہ ہے کہ
زید محمود کو ضامن دے اور محمود ایک سال یا ایک مہینہ کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمناً زید سے مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہو کہ ابو یوسف کے نزدیک
در صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہوگا مگر مستقرض سے فی الحال مطالبہ ہے تو شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہو واللہ تعالی اعلم وفی
الاشباہ حیلۃ تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلاً الی کذا ویصدقہ الطالب انہ کان مؤجلاً علیہما ولیقر
الطالب بان المیت لم یترک شیئاً والا کان للوارث البیع للدین وھذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ

اشباہ کے باب الحیل مین تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تہا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب دین
اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اوسکے کفیل پر دین مؤجل تہا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت نے کچہہ متروکہ نہین چہوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اوسکے بیچدالتی
کا ادای دین کیواسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہی کہ جب دین مؤجل نے الحال واجب الادا ہوجاتا ہی مدیون کی موت سے تو میت کے
کفیل پر فی الحال لازم الادا نہین ہوتا ھم عنقریب مذکور ہوچکا کہ ضامن پر دین مؤجل ہوجاتا ہی اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی
ہی علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہے تو اس تکلف کی کچہہ حاجت نہین خلاف واقع ظاہر کرکے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجیٔ اٰخر الکتاب انہ لو حل بموتہ
اداؤہ قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وھو جواب لمتأخرین مین کہتا ہون آخر کتاب مین آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت
سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اوسکی مدت کے آنیکے ادا کردیا تو اوسکے واسطے منافع تجارت سے کچہہ نہین مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہہ جواب ہی
متاخرین فقہا کا یعنے جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہی مدیون اور دائن کی بیچمین اسمین سے مدیون کچہہ نفع نپاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیہ۔

فصل فی القرض

یہہ فصل ہے قرض کے بیان مین ھو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب مین وہ چیز ہے جسکو تو دے تا اوسکا تقاضا کرے ھم چیز
عام ہی قیمی اور مثلی سے اور تقاضا بہی عام ہی بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وھو اخصر
من قولہ اور شرع مین قرض وہ ہی جسکو تو دے منجملہ مثلیات کے تا اوسکا تو تقاضا کرے اور یہہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آیندہ سے ھم طحطاوی
نے کہا لیکن یہہ تعریف اسپر بہی صادق آتی ہے جسمین عین شی کا تقاضا ہوتا ہی چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مالٍ
بمنزلۃ الجنس مثلیٍ خرج القیمی لاٰخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وھبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص لیناے
مال پہیرے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اوسکے چنانچہ یون کہنا کہ مجکو اتنے درم دی تا مین تجکو مثل اوسکی پہیر دون دفع مال بمنزلہ جنس کے ہی
اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کی قید سے مانند ودیعت اور ہبہ نکل گئے ھم ودیعت کی مانند عاریت ہی کیونکہ ودیعت اور عاریت
مین رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبہ کی مانند صدقہ ہی کہ دونون مین نہ رد مثل ہی نہ رد عین وصح القرض فی مثلی ھو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک
اور صحیح ہی قرض مال مثلی مین مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کرڈالنے سے اوسکے مانند تاوان دینا پڑے ھم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ
انڈہ اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ مین قرض صحیح نہین کذا فی العالمگیریہ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکسان
ہو کما فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہین مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزون مین چنانچہ حیوان اور
لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہونے رد مثل کے ھم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات مین رد مثل نہین ہوسکتا لہذا قرض ان مین صحیح نہوا فتاوی عالمگیری مین
متفاوت چیزمین قرض صحیح نہین چنانچہ ریاحین رطبہ اور بقول مین لیکن حنا اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے کچہہ مضائقہ نہین واعلم ان المقبوض
بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کرکہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہی وہ بیع
فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اوس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اوسکا بیچڈالنا حرام نہین بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ھم قرض فاسد جیسے گہر کا قرض لینا بلکہ
سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی اسمین اجازت نہین اگرچہ متعاقدین راضی ہوجاوین کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض الدراہم
والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقاربا فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجیٔ تو صحیح
ہی قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اوس چیز کا جسمین پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہی یا اوسکا شمار ہوتا ہے بشرطیکہ متقارب ہو پس صحیح ہی قرض لینا
اخروٹ اور انڈہ کا اور کاغذ کا شمار کرکے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربوا مین آویگا ھم طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقراض مین
فقہا نے عمدگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہین کہا استقرض من الفلوس الرائجۃ والعدالی فکسدت فعلیہ مثلہا کاسدۃ و لا یغرم قیمتہا وکذا
کل ما یکال ویوزن لما مر انہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ بغلائہ ورخصہ ذکرہ فی المبسوط من غیر خلاف وجعلہ فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام

وعند الثانی علیه قیمتها یوم البیع وعند الثالث قیمتها فی آخر یوم رواجها وعلیه الفتوی ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر وہ کاسد
ہوجانا رائج ہوا تو اوسپر واجب ہے کہ ایسے ہی غیر مروج فلوس انکے مثل ادا کرے اور دو صاحبوں کے نزدیک اوکی قیمت کا تاوان دے اور اسیطرح ہر کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اوسکے واسطے کہ
مذکور ہوچکا کہ قرض میں ضمان المثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں اسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط میں اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ میں وجوب مثل کو امام اعظم کا
قول لکھا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اوسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے سبب دن کی قیمت اوسپر لازم ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور
گرانی اور ارزانی کا کچھ وقت اعتبار نہیں جبکہ قرض لیا اور ادا کیا قرض کو ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا غایۃ البیان میں ہے کہ ظاہرا عدالی جمع ہے عدلی کی اور
مغرب کے باب الصرف میں بنا یسی منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ وتخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو عدال کیطرف منسوب ہیں شاید عدالی بادشاہ کا
نام ہے کے طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی العینی قال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذه صاحب القرض بمكة فعلیه قیمته
بالعراق یوم اقرضه عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیه ان یرجع معه الی العراق فیاخذ طعامه کذا فی البزازیة کہا اور اسیطرح
مسئلہ موسیکے عندالائمہ ثلثہ میں اختلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیہون یا مطلق اناج قرض لیا عراق میں مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ شریفہ میں تو اوسپر
قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اوسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور
صاحب قرض پر لازم نہیں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جا کر عراق کیطرف اور وہان اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ معظمہ کا حال بیان نہیں کیا تو اگر
دونون شہرونکی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام
ببلد الطعام فیه رخیص فلقیه المقرض فی بلد الطعام فیه غال فاخذه الطالب بحقه فلیس له حبس المطلوب ویؤمر المطلوب بان
یوثق له حتی یعطیه طعامه فی البلد الذی اخذ منه اور اگر اناج قرض لیا اوس شہر میں جسمیں اناج ارزان ہے پھر قرض دینے والے نے اوس
شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جسمیں اناج گران ہے اور طالب نے اپنے حق کا اوس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرانا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم
ہوگا کہ اعتماد کرنے ضامن دیکر یا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اوس شہر میں جسمیں اوس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکه کیلا او وزنا فلم یقبضه
حتی انقطع فانه یجبر صاحب القرض علی تاخیره الی مجیء الحدیث الا ان یتراضیا علی القیمة لعدم وجوده بخلاف الفلوس اذا کسدت کذا
فی فوائد الخانیة قرض لیا کوئی میوہ ناپکر پیمانہ سے یا تولکر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا نکیا یہان تک کہ میوہ منقطع ہوگیا یعنی اوسکی فصل جاتی رہی تو صاحب
قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونون اوسکی قیمت پر راضی ہوجاوین بسبب موجود نہونے میوہ کے بخلاف فلوس کے
جب کہ اونکا رواج جاتا رہے تو اونکی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ فلوس غیر مروجہ ناپید نہیں اور پورا بیان اسکا خانیہ کے باب القرض میں ہے ویملک
المستقرض القرض بنفس القبض عندهما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فله رد المثل ولو قائما خلافا له بناء علی انعقاده بلفظ
القرض وفیه تصحیحان وینبغی اعتماد الانعقاد لافادته الملك للحال بحر اور مالک ہوجاتا ہے مستقرض قرض کا مجرد قبضہ کرنیکے امام اور
محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک قیام قرض اوسکا
رد مثل جائز نہیں طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض لینے بدون اوسکے استہلاک کے اور اسمین انعقاد اور عدم انعقاد دونو قولونکی
تصحیح واقع ہوئی اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اوسکے مفید ہونیکے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی مجرد لفظ قرض اور قبضہ کے کہ مستقرض فی الحال مالک
ہوجاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراهم مقبوضة
فلو تفرقا قبل قبضها بطل لانه افتراق عن دین بدین بزازیة فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے
بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونون شخص متفرق ہوئے قبل قبض دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین بالدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیة
تو خرید مستقرض اسواسطے جائز ہے کہ ملک پر متفرع ہے یعنے جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا اور اوسکے ذمہ ضمان مثل ثابت ہوگیا تو اب اوسکو اوسکا خرید کرنا بثمن نقد

جائز ہوا بحرالرائق مین ہو کہ بیع الدین بالدین جائز ہی بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف مین یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف مین کذا فی الطحطاوی و اقرض
صبیا محجورا فاستهلکه الصبی لا یضمن خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعه او اودعه ومثله المعتوه قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اوسکو
تلف کیا تو اوسپر ضمان نہین بخلاف ابو یوسف کے اور اسیطرح خلاف ہی طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھہ کوئی چیز بیع کی یا اوسکے پاس امانت رکہی اور اوسنے تلف
کر ڈالی اور صغیر کے اندر معتوہ بیہوش ہے ہم ابو یوسف کی نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہی فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی
ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یؤاخذ به قبل العتق خلافا للثانی وهی کالودیعة سواء خانیه اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اوس سے قرض کا
مواخذہ نہین اوسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم مین برابر ہین کذا فی الخانیه وفیها استقرض من آخر دراهم فاتاه المقرض
بها فقال المستقرض القها فی الماء فالقاها قال محمد لا شیء علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعة فان الالقاء یعد قابضا
والفرق ان له اعطاء غیره فی الاول لا الثانی وعزاه لغریب الروایة اور خانیه مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اوسکے پاس دراہم لایا
مستقرض نے کہا کہ انکو پانی مین ڈالدی اور اوسنے دراہم پانی مین ڈالدی محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہین اور یہی حکم دین اور سلم کے راس المال کا ہی بخلاف
خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی مین ڈالدینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونون صورتون مین یہہ ہی کہ مامور کو غیر کو دیدینے کا اختیار ہے
پہلی صورتون مین یعنے قرض اور دین اور راس المال مین نہ دوسری صورتین یعنی خرید اور ودیعت مین اور صاحب خانیه یعنی قاضیخان نے اس قول کو روایت غریبہ نادرہ کیطرف
نسبت کیا ہی ہم خرید سے مراد یہہ ہی کہ بائع مبیعکو مشتری کے کہنے سے پانی مین ڈالدی اور ثمن منقود کا پانی مین ڈالنا مراد نہین کذا فی الطحطاوی وفیها القرض
لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا یبطله ولکنه یلغو شرط رد شیء آخر فلو استقرض الدراهم المکسورة علی ان یؤدی صحیحا کان باطلا
وکذا لو اقرضه طعاما بشرط رده فی مکان آخر وکان علیه مثل ما قبض اور خانیه مین ہے کہ قرض متعلق نہین ہوتا جائز شرطوں سے یعنے تعلیق بشرط کو قرض قبول
نہین کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہین کرتی ولیکن دوسری چیز کی پہیر دینے کی شرط لغو ہوجاتی ہی تو اگر ٹوٹے پہوٹے دراہم قرض لئے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح
اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اوسکو دوسرے شہر مین ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر
مانند مقبوض کی یعنے ٹوٹے پہوٹے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر مین اناج کا دینا جہان قرض لیا جامع الفصولین مین ہے کہ قرض مین محل الفاء شرط نہین اور قرض کا محل تعیین
ہی کذا فی الطحطاوی فان قضاه اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا بحر پہر اگر مستقرض نے نہایت کہری جنس ادا کی بدون مشروط ہونے
عمدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کہری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوسپر زبردستی نہین کیجائیگی کذا فی البحر ہم قول ثانی
یعنے عدم جبر صحیح ہی جیسے ناقص تر کے قبول مین جبر نہین کذا فی العالمگیریه اور اگر دین مؤجل تہا اور اوسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اوسکے قبول مین جبر ہوگا
شارح نے اسکا حکم بیان نکیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج ہو جیسا کہ
ایکدانگ یعنی بقدر حبہ جو کے سو درم مین تو جائز ہے نہ ایکدرم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز مین دو قول ہین اور اگر
ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج نہین اور مدیون اوسکو جانتا نہو تو اوسکو پہیر دینا چاہیئے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اوس چیز
کو تبعیض یعنے اوسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہین اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اسطرح پر کہ اونمین کوئی خفیف الوزن
درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہین اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہے ملخصا اور تبیین المحارم مین ہی کہ اگر مستقرض نے زیادہ
ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہین کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمة مین جائز نہین اور غیر محتمل القسمة مین جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصة القرض بالشرط حرام
والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب به الی بلد کذا لیوفی دینه اور خلاصہ مین ہے کہ شرط کر کے قرض دینا حرام ہی اور شرط لغو ہی اسطرح کہ قرض دی اس شرط پر
کہ مستقرض اوسکو فلانے شہر کیطرف لکہدے تا اوسکا دین وہان دیا جاوے ہم اور اگر استقراض مطلقاً بلا شرط ہوا اور بعد اوسکے ایفاء دین دوسرے شہر مین ہو تو مکروہ
نہین کذا فی العالمگیریه اس صورت کو ہندوستان مین ہنڈوی کہتی ہین اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ مین آویگا وفی الاشباه کل قرض جر نفعا حرام فکره

الرہن فسکنی المرتہن فیہ باذن الراہن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے تو مرتہن کو گروی مکان میں راہن کے اذن سے رہنا مکروہ
ہے یعنی حرام کے قریب ہے کیونکہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن میں بیان کریگا ہم کرخی نے کہا
نفع جو بطریق شرط ہو تو حرام ہے جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ تر ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مقرض نے درہم اسواسطے قرض دیئے تاکہ مستقرض اوسکی
اشیاء ثمن گراں پر خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی الاستقراض
پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور
ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز نکرے اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیئے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسیطرح حکم ہے شمس الائمہ
نے جو مبسوط میں کہا ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو اسپر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہو یا
بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال نہیں اور اگر دائن مدیون کے دراہم پاوے بشرطیکہ دین حال
ہو اور دراہم عمدہ تر نہوں تو اوسکو لینا جائز ہے ورنہ جائز نہیں چنانچہ اگر دراہم قرض ہوں اور اوسکے دینار پاوے تو لینا درست نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا
فروع تتمہ مسائل تحفہ شارح کے استقرض عشرۃ دراہم وارسل عبدہ لاخذہا فقال المقرض دفعتہ الیہ واقر العبد بہ وقال دفعتہا الی
مولای فانکر المولی فعلی العبد العشرۃ والقول لہ ای لاشئ علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضہا بجہتہ ایک شخص نے قرض مانگا دس درہم اور
غلام کو اوسکے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ میں نے غلام کو قرضہ دیا اور اوسکے لینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے درہم اپنے مولے کو دیئے اور مولے نے
نے قبض غلام کا انکار کیا تو غلام کے قبضے میں نہیں آئے تو مولے ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ پھیرے گا اسواسطے
کہ غلام مقر ہے کہ اوسنے دراہم کو اوسی جہت سے قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر اسلئے قبض کی وجہ یہہ ہے کہ غلام نے بواسطے استقراض مولے کے دراہم پر قبضہ کیا تو معلوم
ہوا کہ اگر مولے قبض غلام کا اقرار کریگا تو اوسی قرض اوس پر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ عشرون رجلا جاؤا واستقرضوا من رجل وامروہ بالدفع لاحدہم
فدفع لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیہ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور
اوسکو امر کیا اپنے گروہ میں سے ایک مرد کے دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہیں کرسکتا اوس شخص سے مگر بقدر اوسکے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے
مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیہ ہم فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ سے ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی
توکیل جائز نہیں اور استقراض کی پیام رسانی آمر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح پر کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے
تو قرض آمر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اسطرح پر کہ مجھکو قرض دے فلانے شخص مرسل کیواسطے تو وکیل
اپنی ذات کیواسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لئے وہ اوسیکے مملوک ہونگے اوسکو اختیار ہے چاہے موکل کو نہ دے کذا فی الطحطاوی وفیہا استقراض العجین
وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخبز بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ والسلام عن خمیرۃ یتعاطاہا الجیران ایکون ربوا فقال ما راہ المسلمون حسنا
فہو عند اللہ حسن وما راہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح اور قنیہ میں ہے کہ قرض لینا گوندہے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض کا خمیر
میں بدون وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا اوس خمیر کا جسکو پڑوسی ایکدوسرے کو دیا کرتے ہیں کہ کیا یہہ بیاج ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمان اچھا
جانیں وہ خداتعالے کے نزدیک خوب ہے اور جسکو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے ہم مختار الفتاوی میں ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہے تجرید
میں ہے کہ وزن کی قید سے اشکل نکل گئی تو اشکل سے قرض بلا وزن جائز نہیں اور حدیث ما راہ المسلمون کی مسند احمد میں ابن مسعود نے روایت کی ہے اور یہہ حدیث
موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنہ وفیہا شراء الشئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض
یجوز ویکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ میں ہے کہ کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گراں سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت کیا
ہے ہم اسکی گفتگو عنقریب کرینگے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود لو اراد ان یدین العشرۃ باثنی عشر او بثلثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی

زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا تعطی العشرۃ باثنی عشر و نصف ونبہ علی ذلک فلم یمتثل ماذا
یلزمہ فاجاب بعزر ویحبس الی ان تظہر توبتہ وصلاحہ فیترک میں کہتا ہون اور مفتی ابوسعود کی معروضات مین یہہ سوال ہو کہ اگر زید نے دس درہم
بارہ یا تیرہ درم پر قرضدئے ہمارے زمانے مین بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہی اس پر کہ دس درم ساڑھے
دس سے زائد پر نہ دیجائین پہر زید کو آگاہ کردیا گیا اور اوسنے نہ مانا کیا سزا اوس پر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جوابدیا کہ اوسکو تعزیر دیجاے اور قید کیا جاے یہان تک کہ اوسکی
توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اوسکی خلاصی ہو اور معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالۃ مین آویگا صورت اوسکی یہہ ہو کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اوسنے
یہہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار مین دس درم تھے وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پہر زید نے اوسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم
زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم وفی ہذہ الصورۃ ہل یرد ما اخذہ من الربح لصاحبہ فاجاب ان حصلہ منہ بالتراضی ورد الامر بعدم الرجوع
لکن یظہر ان المناسب الامر بالرجوع وقد تقدم من ذلک السلم حتی ان بعض القری قد خربت بہذا الخصوص انتہی اور اسی صورت مذکورہ مین سوال
ہو کہ کیا صاحب دین پہیر دے جو اوسنے نفع لیا ہی مدیون سے تو مفتی ممدوح نے جوابدیا کہ اگر اوسکو نفع اوس سے براضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہی لیکن ظاہرا
پہیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے تر سلم ہی یہان تک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص سے ویران ہوگئی انتہے جواب المفتی المرحوم ہم یہان سلم سے ایک قسم خاص
مراد ہی یعنے دراہم قلیلہ دے اور بہت سے گیہون یا گہی وغیرہ ٹہیرالے بطرحیکہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو مسلم فیہ کا یا کمتر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم **باب**
الربوا یہہ باب ہی ربوا یعنے سود اور بیاج کے احکام مین ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مین زیادت ہی مگر یہہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے
اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ اے ایمان والو بیاج نکہاؤ اس آیت مین ربوا سے
مراد قدر زائد ہے خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین ہو اور کہا ہے ربوا الفضل زیادت کو بہی کہتے ہین تسمیتہ بمعنے مصدری قال اللہ تعالی واحل اللہ
البیع وحرم الربوا یعنی حقتعالے نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنے اموال ربویہ کے قرض اور بیع مین زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصا
معلوم ہوا کہ جیسے بیع مین سود حرام ہی ویسے ہی قرض مین بہی حرام ہے تو یہہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہین کہ سود تو فقط بیع مین حرام ہے نہ قرض مین سو غلط ہے
صحیح مسلم وغیرہ مین ابن مسعود سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کہانے والے اور کہلانیوالے پر ابوداؤد اور ترمذی مین اتنی روایت
زیادہ ہو کہ سود کے دونو گواہون اور کاتب پر لعنت فرمائی ابوداؤد اور نسائی مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر
ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نرہیگا مگر سود کہائیگا اور اگر سود نکہائیگا تو اوسکو اوسکی بہاپ لگیگی اور ایک روایت یون ہو کہ اوسکا غبار لگیگا کذا فی التیسیر ہو لغۃ
مطلق الزیادۃ ربوا لغت مین مطلق زیادت کو کہتے ہین یعنے خواہ کیل یا وزن مین زیادت ہو یا سوا اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئۃ والبیوع
الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیہ وبحر اور شرع مین ربوا عبارت ہو زیادتی سے اگرچہ زیادتی
حقیقی نہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا نسیئہ یعنے تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف مین داخل ہوگئین اسواسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہین تو واجب ہے
پہیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اوسکا رد ضمان اسواسطے کہ ربوا مین عوض مملوک ہوجاتا ہی قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر ہم نسیئہ کی یہہ صورت ہو کہ درم کو درم سے
بیچے سو ایکدرم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایکدن یا دو دنکا تو اگرچہ یہان حقیقی زیادتی نہین لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیئہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ
فضل حکمی سے خالی نہین چنانچہ بیع بالشرط مین خالی عن عوض خرج مسئلۃ صرف الجنس بخلاف جنسہ ربوا وہ زیادتی ہی جو عوض سے خالی ہو اس قید سے
مسئلہ صرف جنس کا اوسکے مخالف جنس سے نکل گیا ہم باب الصرف مین مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بہر گیہون اور پیمانہ بہر جو اوسکے دوچند گیہون اور جو سے بیع کرے تو جائز
ہی کیونکہ گیہون بمقابل جو اور جو بمقابل گیہون واقع ہوگئے تو یہہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹہیری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع
والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہی تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہین ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے
خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہین مثلا دس گز ثوب ہروی کو پانچ گز ثوب ہروی سے دست بدست بیچا ربوا نہین کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور

باب الربوا

اسی طرح ایک انڈا کو دو انڈون سے دست بدست بیچا ربوا نہیں مشروط ذلک الفضل لاحد المتعاقدین ای البائع والمشتری فلو شرط لغیرہما فلیس ربوا بل بیعًا فاسدًا اور زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کیواسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کیواسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہی ہم ربوا نہیں یعنی مصطلح ربوا نہیں والا مذکور ہوچکا کہ بیع فاسد ربوا مین داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ یہ مشہور ہے اسکا ثبوت ربا شرط فضل پر موقوف ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہین امین تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمرہ یہ سب حرام ربوا ہو چنانچہ جواہر اور منح مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی فی المعاوضۃ فلیس الفضل فی الہبۃ بربوا فلو شری عشرۃ دراہم فضۃ بعشرۃ دراہم وزادہ دانقًا وہبہ منہ انعدم الربوا ولم یفسد الشراء وہذا ان ضرہا الکسر لانہا ہبۃ مشاع لایقسم کما فی المنح عن الذخیرۃ ہی عقد ربوا وہ ہے جسمین فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ مین ربوا نہیں اگر خرید کیے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ یعنی چہارم کی برابر یا نمی ثمن مین زیادہ دیے اور اگر وہ زیادتی بائع کو ہبہ کردی مشتری نے تو ربا معدوم ہوگیا اور خرید فاسد ہوئی یعنی ہو اسواسطے کہ یہ فضل نے الہبہ نہ فضل نے المعاوضہ اور فضل نے الہبہ تو ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اور یہ یعنی صحت ہبہ اسوقت ہی جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم مضر ہو اسواسطے کہ یہ ہبہ اوس شاعکا ہی جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنح عن الذخیرۃ من محمد وفی صرف المجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محمدًا اجاز الحط وجعلہ ہبۃ مبتداۃ کحط کل الثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینہما خفی عندی اور مجمع کے باب الصرف مین ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز کہا ہی اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہی تمام ثمن کے کم کرنے کی مانند اور زیادہ کرنے کو باطل کہا ہی ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنیکے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ثم قال الطحطاوی کہا یہ مسئلہ مستقلا ہی موضوع اوسکا یہ ہی کہ متعاقدین نے ثمنین متساوین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع اون دو درمون کے بیچنے کی مانند ہی جس مین ایک کا وزن زیادہ ہی قال وفی الخلاصۃ لو باع درہمًا بدرہم احدہما اکثر وزنًا فحلل لہ زیادتہ جاز لانہ ہبۃ مشاع لایقسم ولو باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنًا فوہبہ الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اوسنے حلال کردیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہی اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اوسنے ہبہ کردیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہبہ مشاع قسمت پذیر کا قلت وما قدمنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد کذا عند الامام سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علی ہذا مین کہتا ہون کہ جو ہمنے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہی عدم فرق مین درمیان زیادہ کرنے اور کم کرنیکے اور بموجب اوسکے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوای عقد کے کہ وہ فاسد ہی بواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ مین نے وہ شخص نہین دیکھا جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو ثم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہان ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہی جبکہ زیادت ظاہر ہو گئی ہو احد العوضین مین یعنی بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جب کہ عقد متساوین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض مین زیادہ کردیا تو اول مین ہبہ کی تفصیل جاری ہو اور ثانی مین زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعہود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اوسکی یعنی تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہی جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ مین علت وہ ہی جسکے طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوای کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہیں کذا فی الطحطاوی نفس عبارت ہی مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہی اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور ...

اسباب ہین وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین سوای بخاری کے عبادۃ بن الصامت سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر
والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواءٍ یداً بیدٍ فاذا اختلفت ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بیدٍ رواہ مسلم فمن زاد او استزاد فقد اربیٰ
کذا فی النہر والفتح یعنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہون گیہون سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک
نمک سے بیچو مثل کو بعوض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جب کہ یہ اجناس مختلف ہون تو بیچو تم جس طرح چاہو بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم مین اتنی زیادہ ہے
کہ جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور مین تماثل کو شرط بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہین
اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کیطرف اشارہ فرمایا ہو اسواسطے کہ سونا چاندی موزون ہین اور گیہون اور جو اور کھجور اور نمک مکیل ہین تو گویا ارشاد
ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیز مین مماثلت واجب ہی اور پوری مماثلت دو چیزون دو اعتبار سے ہوتی ہی باعتبار صورت کے اور باعتبار معنے کے تو کیل اور وزن سے
مماثلت صوری حاصل ہوتی ہی اور اتحاد الجنس سے معنوی مماثلت معنوی اور منجملہ تتمیم تماثل مساوات ہی تقابض البدلین مین کیونکہ حال کو مؤخر پر فضیلت ہے مثل مشہور ہے
النقد خیر من النسیئۃ لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ فان وجدا حرم الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمد ای التاخیر
فلم یجز بیع قفیز بر بقفیزین منہ متساویا واحدہما نساء سو اگر مقدار اور جنس دونون ساتھ پائے جائین تو فضل یعنے زیادت اور تاخیر دونون حرام ہین اور جائز
نہین قفیز بھر گیہون کی بیع قفیز بھر گیہون سے برابر اور حالانکہ ایک عوض مین تاخیر ہو ضم نساء بالمد و فتح نون عبارت ہی تاخیر سے اور اسیطرح اگر دونون عوض نسیہ
ہون تو بھی حرمت ثابت ہی شارح نے فضل پر تفریع نکی بسبب اوسکے ظاہر ہونیکے اور اگر فضل اور تاخیر دونون مجتمع ہون تو حرمت فضل کی سبب سے ہوگی کذا فی
البحر وان عدما بکسر الدال من باب علم ابن ملک حلا کہروی بمروی بین لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونون
معدوم ہون تو زیادتی اور تاخیر دونون حلال ہین چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسبب نہونے علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح
ابن ملک سے نقل کیا کہ عدما بکسر دال علم یعلم کے باب سے ہو ہم کپڑی مین نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف
مقصود کے ہی پھر جب علت تحریم کے دونون جزنہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض بھی اسیطرح نسخہ گلستان کو دو یا تین نسخون
بوستان سے بیچنا یا گاڑہے کے ایک تھان کو او ہوتر کے دو چار تھانون سے بدلنا حلال ہی اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیہ وان وجد احدہما ای القدر
وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبدا بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونون چیزون مین سے
ایک چیز پائی جائے یعنے فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر مساوی بدلین کے ساتھہ ہو تو اگر ایک غلام دوسرے غلام سے بیچا کچھہ مدت مقرر
کرکے تو بیع جائز نہوگی بسبب پائی جانے جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقے علت تہا تو ایک امر کے ہونے سے شبہہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت
فضل حرام ہوئی اور شبہہ علت سے شبہہ فضل کا یعنے تاخیر اسواسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کے ہی اور حقیقت مین فضل نہین تو اگر ایک پیمانہ بھر گیہون دو پیمانہ بھر
جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہان فقط قدر ہی اسواسطے کہ دونون کیلی ہین مگر جنس متحد نہین لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہون
اور گیہون کا وعدہ دور دراز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونیکی یہہ مثال ہی کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی
یا تخت کی تخت سے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہین اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد مین روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو
فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرو اور مؤطا مین ہے کہ علی مرتضے نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد
جنس محرم تاخیر کا نہین اوسکا جواب یہہ ہی کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرۃ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے
بطریق نسیہ یعنی بمدت ٹہیرا کر منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جز یعنے اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہی اور اس حدیث سے اگلی
دو نون حدیثین متعارض نہین ہوسکتین کیونکہ وہ مبیح ہین اور یہہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یون ہوسکتا ہی کہ اجازت
قبل تحریم ہوا سنے ہو گی [illegible] اعلم واستثنی فی الجمع والدرر اسلام منقودین فی موزون کیلا ینسد اکثر ابواب السلم اور مستثنا کیا ہی مجمع اور درر مین

نقود کی سلم کا جائز ہونا موزونات میں تاکہ اکثر ابواب سلم کے بند ہو جاوین ھم یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہے کہ دو مختلف
جنس مین بحال جائز ہو اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہو کہ نقد یعنی دراہم اور دنانیر کو راس المال قرار دینا موزونات میں جیسے زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز
ہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہ ہو کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات میں بالاجماع مستثنیٰ ہوا اسلئے کہ اکثر ابواب بند ہو جاوین اور ہدایہ مین اسکے
جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تو تولون اور ماشون سے ہوتا ہی اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیرون سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف
ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہوگئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی بیان ثابت ہو اختلاف معنوی یہ ہے کہ نقود ثمن غیر متعین ہین اور زعفران
آدمی غیر ثمن متعین اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقود مین تصرف قبل قبضہ کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہوئی ک
نقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر بانفرادہ لایحرم النساء بخلاف الجنس فانہ یحرمہ وقد مر فی
السلم ان حرمۃ النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے غایۃ البیان سے نقل کیا ہو گیہوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں مین
کہتا ہون اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اسکی تصحیح کرنا چاہئے اور سلم مین گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق
سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہئے ھم عبارت ابن کمال یہ ہے کہ ذخیرہ مین نقل کیا جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت حنفیہ کے لفظ یہ ہیں ہمارے مذہب مین گیہوں کا سلم زیتون مین
منصوص ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دونون مختلف القدر ہین کیونکہ گیہوں کیلی ہین اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہین کیونکہ
اسلام مکیل کا موزون مین فرض کیا ہو اور حالانکہ وہ دونون مختلف القدر ہین تو جواز کا حکم اس مین یا مکیل کا مکیل مین کیونکر نکلا تو اتمام خوب منقح ہو گیا
زیادہ اس کو کچھ تنقیح کی حاجت نرہی اور جب سلم مین یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تفہیم باقی نرہی کذا فی البحر ثم فرع علی الاصل
الاول بقولہ فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم کجص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہو یہ اصل اول یعنے وصف
وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہم جنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی
کھانے کی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بھی حرام ہے لیکن
مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیہ لازم ہے بالعکس اور علت تاخیر کو علت تفاضل لازم نہو بالعکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف
باختلاف الاسم الخاص وباختلاف المقصود کما بسطہ الکمال پھر معلوم کرنا چاہئے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اسم خاص کے اختلاف اور مقصود کے اختلاف
سے چنانچہ شرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے ھم فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے ہوتا ہے تو گیہوں اور جو دو جنس ہین اور ثوب
ہروی اور مروی دو جنس ہین بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہو اور تمر یعنے کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور
رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہین اور اسیطرح صوف اور بالون کا سوت اور گاے اور بھیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبہ کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ
ہین اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنس ہین اور آٹے ان جنکی اصول مختلف ہین وہ اجناس مختلفہ ہین انتہی مختصرا اور لحوم اہل جنس واحد ہین اور ابو یوسف سے مروی ہے
کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کرکے درست ہو اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہوکر بیع نہین ہوتا عادت مین کما فی النہر وحل
ذلک متماثلا لامتفاضلا اور بیع اسکی یعنی متحد القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھا کر وبلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر بالمعیار بالذرۃ وبما دون نصف
صاع کحفنۃ وحفنتین وثلاث وخمس ما لم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے بیع مع تفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے نقدر ذرا اور نصف صاع
سے کم کا کوئی معیار مقرر نہین فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ بھر کی دو لپ اور تین اور پانچ سے جب تک کہ نصف صاع کو نپہنچے ھم معیار عبارت ہی پیمانہ سے یعنی وہ آلہ جس
سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہو جیسا کہ نہر الفائق مین ہے کہ لپ دو لپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہین جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے
واجبات مالیہ مین چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر مین نصف صاع سے کمتر تقدیر نہین فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو جیسے
ربع اور ثمن تو مصر مین رائج ہو تو اوس کا تفاضل معتبر نہین یہ اوس صورت میں ہے کہ جب احد البدلین نصف صاع کو نپہنچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز

نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہے انتہے وتفاحۃ بتفاحتین وفلس بفلسین ۱ واکثر باعیانھما لو اخرہ لکان اولی لمافی
النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدھما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسہ کی دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ
دونوں بدل متعین ہوں شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالوں کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق میں ہے کہ تعیین سب میں
قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہیں باتفاق شیخین اور محمد کے وتمرۃ بتمرتین وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین وسیف
بسیفین ودواۃ بدواتین واناء باناءین ما لم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل فیہ ۱ اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے
کی دو انڈوں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن سے
بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح وذرۃ بذرتین وذرۃ من ذہب وفضۃ مما لا یدخل
تحت الوزن بمثلہا فجاز الفضل لفقد القدر وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کحفنۃ بر بحفنتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ وحرمہ
الکل محمد وصحح کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دو ذرہ کے مماثل جنس سے
یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرہ سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلۂ سابقہ میں بسبب نہونے مقدار کے یعنے اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہیں اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے
جانے جنس کے یعنے چونکہ بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہانتک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بہر گیہوں کی بیع جو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا
خواہ فضل ہو یا نہو بسبب عدم ہوجانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سبکو یعنی امثلۂ سابقہ کی بیعکو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال الدین نے
فتح القدیر میں نقل کیا ہے مم فتح القدیر میں یون ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا انہیں اموال میں ٹہیری تو واجب ہے تحریم ایک سیب
کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر مکائیل (پیمانے ۱۲) بنصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچہہ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف
صاع اسکی مستلزم نہیں کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجے اور مجکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ پہلے سے محمد روایت کی ہے کہ اونکے نزدیک
مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر میں حرام ہے وہ اوسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہے ملخصا وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر
وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذہب وفضۃ فہو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا
ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر منا شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور
کہجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسیطرح ہے تا قیامت کبھی متغیر نہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے تولکر کیونکہ
وہ کیلی ہے چنانچہ اگر سونا بیچے سونے سے یا چاندی چاندی سے کیل کرکے تو صحیح نہیں کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع
قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنے سے مم نص اسواسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج کبھی باطل پر ہوجاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور
چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد از ثبوت باطل پر نہیں ہوسکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی
فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کی کیلی یا وزنی ہونے پر شارع سے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنے اگر رواج ہے اوسکے کیل کا تو
وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر
طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے مم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہوں
وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہے تو اسوجہ سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی مروج تہیں پہر جب رواج
بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول
پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گنکر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اوسکی مثل سے تولکر یعنے دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض
دراہم اور آٹے کی بیع اوسکی مثل سے تولکر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض ہوسکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف

نہیں ہوتا فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ استقراض دراہم گن کر وارد ہوا اور حاشیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض دقیق تو لکر جائز ہے اگر لوگوں میں رواج ہو اور اسی پر فتویٰ ہے تو اب سعدی آفندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر فاقع المصنف اور کافی میں وارد ہے کہ لوگوں کی عادت پر فتویٰ ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتویٰ کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہاں رائج نہیں وزن ہی مروج ہے واللہ تعالیٰ اعلم

والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضۃ بلا شرط تقابض حتی لو باع برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر میں بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہوں گیہوں کے بیچے معین کر کے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام میں ولو احدہما دینا فان عین الدین وقبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ معین ہو اور اوس پر قبضہ کر لے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے ہم مثلا گیہوں گیہوں سے بیچا اور ایک دین ہے تو اگر وہ معین ہے تو اسے دخول اور جائز ہے اسلئے کہ نہیں بتلاتا کہ التعیین من الجانبین لتعیین جنسیہ اور جو دخول اور جائز نہیں وہ بیع ہی قبض اسواسطے شرط ہوا کہ دین متعین نہیں ہوتا مگر قبض سے والا لا لنسیئہ فالیس عندک ہے ہذا ہے اور اگر دین معین نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع ایسی چیز کی ہوا وسکے پاس نہیں کذا فی السراج وجید مال الربوا لا فی حقوق العباد ودریئہ سواء اور ربوا کے کھرا مال اور کھوٹا برابر ہے اور حقوق عباد میں کھرا کھوٹے کے برابر نہیں ہم ربوا میں کھرا کھوٹا اسواسطے برابر ہیں کہ اگر جودت اور رداءت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے گا اسواسطے کہ ایک گیہوں دوسرے گیہوں کی مثل نہیں ہو سکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو شرع تفاوت شمار نہیں کرتے اور اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جیدہا ورددیہا سواء کذا فی الطحطاوی پھر جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھیرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کر کے جائز نہیں آل ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت ردائت برابر نہیں تو اگر زید خالد کا مال تلف کریگا تو اوسکی برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو ورنہ قیمت اوسکی لازم ہوگی ولیکن مستحق جودت المغصوب ہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی اربع مال وقف ویتیم ومریض وفی القلب لرہن اذا انکسر لتہا کہ چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور رداءت برابر نہیں وقف اور یتیم اور مریض کے مال میں اور گروی کنگن میں جب کہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ ہم مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہے بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے ایک قفیز جید گیہوں ردی گیہوں کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیچے تو تہائی مال میں معتبر ہوگا یعنی رعایت حق ورثہ اور اگر گروی کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر جنس کی ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی

باع فلوسا بمثلہا او بدراہم او دنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کما مر فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے تو اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری متفرق ہوئے بغیر قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہے کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہے کہ بیع الفلوس بالفلوس میں اور بیع الفلوس بجنس النقدین میں تقابض شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد اسمیں مختلف ہے اور بیع الفلوس بالفلوس میں شرط التعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع اللحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بما لیس بموزون بخلاف ما کان بشرط التعیین اما نسیۃ فلا جیسے جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کی جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت گائے کے بدلے بیع کر کر تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جس طرح سے کم ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین کے اور بطریق نسیہ تو جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد جنس میں تاخیر حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت بکری سے بیچا اگر نسیہ کریں تو بیع سلم ہو جاویگی اور اگر وہ سکی لیں تو بیع سلم ہو گوشت میں حالانکہ حیوان کی دونوں میں سلم جائز نہیں وشرط محمد زیادۃ المجانس اور محمد نے شرط کیا ہے زیادہ ہونا اوس جنس کا ہم جنس سے گوشت مقطوع مراد ہے گوشت جانور کی گوشت کی [illegible] سود لازم آتا ہے ہوگا کذا فی الحلبی ولو باع مذبوحا بمذبوح [illegible] جاز اتفاقا ولکن المسلوخ [illegible] فی المتقطع کسیں وامعاء بحرار اور اگر مذبوح جانور کو ذبح جانور سے بدلے بیچا تو باتفاق

شلجمین اور محسنہ کے جائز ہے اور اسیطرح کہال اور چربی دو جانوروں کی باتفاق بیع جائز ہے اگر دونوں وزن مین برابر ہون کذا ذکرہ ابن ملک اور ہاں
یہ مسلوخ سے اوس جانور کا ارادہ کیا جو اوجہری اور انترون وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر هم طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین ضمیر ازا و طحاوی کیطرف راجع ہے
شارح کو مناسب تہا کہ اوسکا کلام ذکر کرتا تا اسکا ربط اوس سے ہوجاتا فتح القدیر مین کہ ستقط المتعین وہ بسیر گوشت کا نام منطبق نہین ہوا چنانچہ کہال اور اوجہری
اور انتڑیان اور تلی وکذا یجاز بیع کرباس بقطنٍ وغزلٍ مطلقا لیف ما کان لاختلاف فیاجنسا اور جیسے جائز ہے بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے
مطلقا جسطرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونون کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا بعد نقض کے سوت اور روئی نہین ہوجاتا کذا فی البحر کبیع قطنٍ
بغزل القطن فی قول محمدٍ وہی الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقا محمد کے قول مین اور یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی
وفی القنیۃ لاباس بغزل قطنٍ بثیاب قطن یدا بیدٍ لانہما لیسا بموزونین ولا جنسین وکذلک غزل کل جنسٍ بثیابہ اذا لم توزن اور قنیہ
مین ہے کہ کچہہ مضائقہ نہین روئیکی سوت کی بیع مین روئیکے کپڑون سے دست بدست اسواسطے کہ دونون موزون نہین جو زیادتی جائز نہو اور دونون مختلف الجنس
نہین کہ دست بدست شرط نہو اور اسیطرح مطلقا دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس کے سوت کی اوسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہوتا ہو هم مسئلہ سابقہ
سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہین تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بہی بطریق نسیئہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب الصواب ہے
کہ تفاضل جائز ہو نہ تاخیر کذا فے الطحطاوی عن البحر وکبیع رطبٍ برطبٍ او بتمرٍ متماثلا کیلا لا وزنا حالا فالعینی فی الحال لا المال خلافا لہما فلو باع مجازفۃ
او متساوی وزنا لم یجز اتفاقا ابن مالک اور جیسے جائز ہے بیع تر کہجور کی تر کہجور سے اور خشک کہجور سے برابر برابر کیل کی روسے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ
تماثل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار مین بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک فی الحال کی تساوی
کافی نہین ہے جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین کذا صرح ابن ملک هم صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ
کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہین کہ رطب کم ہوجاتا ہے خشک ہوکر انجام کار مین اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور ثانیا
حال کا کم ہوجانا مساوات فی الحال کا مانع نہین بشرطیکہ موجب اوسکا امر خلقی ہو مساوات کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین یا وزن سے مساوات معلوم نہین ہوتی
اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بہاری ہوتی ہے ترازو مین اور پیمانہ مین ہلکی ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب کہ بغداد مین وارد ہوئے تو اہل حدیث نے
سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہین امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہین کہ رطب تمر ہے یا نہین اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر
تمر نہین ہے تو بہی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پہر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ مین زید بن عیاش
عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہوجاتا ہے خشک ہوکر لوگون
نے کہا ہان تو اوس نے ہمکو منع فرمایا انتہے امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین بعضون نے
یون جواب دیا ہے کہ برتقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیئہ مراد ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار مین
یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی
منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے ہو تمامہ فی فتح القدیر وعنبٍ بعنبٍ او بزبیبٍ متماثلا کذا الدر اور جیسے جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سے یا خشک
انگور سے برابر برابر یعنی فی الحال نہ فی المال وکذا کل ثمرۃ تجف کتینٍ ورمانٍ یباع رطبہا برطبہا وبیابسہا اور اسیطرح جو پہل کہ خشک ہوجاتا ہے جیسے انجیر اور
انار اوسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع برٍّ رطبا او مبلولا بمثلہ وبالیابس جیسے جائز ہے بیع تر یا بہگوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع
تمرٍ او زبیبٍ منقوعٍ بمثلہ او بالیابس منہ کذا فی الزیلعی اور اسیطرح جائز ہے بیع بہگوئی خشک کہجور یا انگور کی اوسکی مثل سے یا دونون کی خشک سے بخلاف محمد کے
کذا فی الزیلعی کہ اونکے نزدیک حنطہ یابسہ کی بیع مبلولہ سے جائز نہین بشرط انتفاخ والا جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخلاصہ وفی العنایۃ کل تفاوتٍ خلقی کالرطب
والتمر والجید والردی فہو ساقط الاعتبار وکل تفاوتٍ بصنع العباد کالحنطۃ بالدقیق والمقلیۃ بغیرہا یفسد کما سیجی اور

ہوتا ہے یعنی جو تفاوت پیدائشی ہی چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور سمد اور ناقص لیس وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی اوس میں تفاضل جائز نہیں اور جو تفاوت کہ آدمیوں کے فعل سے ہو چنانچہ گیہوں کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہوں کی بیع بن بھنے سے وہ معتبر ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ویبیع اللحوم المختلفۃ بعضہا ببعض متفاضلا یدا بید اور نسیئۃ جائز ہے بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ و کم کے دست بدست ہم لحوم مختلفہ میں تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط بسبب اتحاد قدر کے ولبن البقر والغنم اور جائز ہے بیع گائے کے دودھ کی بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ اوس میں تفاضل جائز نہیں کہ دونوں ایک ہی جنس ہیں کذا فی الہدایۃ وخل الدقل بخل العنب الدقل ردی التمر وحقیقۃ باعتبار العادۃ بخل حب اور جائز ہے ناقص کھجور کے سرکہ کی بیع انگوری سرکہ سے بڑھا کر دقل بفتح دال وقاف عبارت ہے ناقص کھجور سے اسکو مخصوص کیا باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکہ کا یہی حکم ہے لیکن عادۃ چلن یہ ہے کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہیں لہذا لفظ دقل کو ذکر کیا وشحم البطن بالالیۃ والمفقودۃ ما یسمیہ العوام لیۃ او اللحم اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبہ کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دنبہ کا گوشت ہو کذا فی العتابیۃ والیہ بفتح الف وہ ہے جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہیں والخبز بالبر والدقیق دلو منہ اور جائز ہے روٹی کی بیع گیہوں اور آٹے سے اگرچہ گیہوں کی روٹی اور گیہوں کا آٹا ہو تو بھی ادہار جائز ہے اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہو گئی کیل نہ رہی بخلاف گیہوں اور آٹے کے کہ وہ دونوں کیلی ہیں تو قدر اور جنس دونوں موجود ہیں یہانتک کہ بیع بطریق نسیئۃ بھی جائز ہے کذا فی العتابیۃ وعن البحر والزیت المطبوخ بغیر المطبوخ والدہن المربی بالتنفسج بغیر المربی منہ متفاضلا ووزنا کیف کان لاختلاف اجناسہا فلو اتحد لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یوزن عادۃ حتی لو کانت تباع بالوزن لم یجز کذا فی التبیین اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا گھٹا کر جسطرح ہو بسبب مختلف ہونے اونکی اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیعیں تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہیں مگر چڑیوں کے گوشت میں باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ اونکا گوشت موزون نہیں رواج میں اگر اوسکا بھی تول رائج ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی التبیین وفی الفتح لحم الدجاج والاوز وزنی فی عادۃ مصر وفی النہر لعلہ فی زمنہ اما فی زماننا فلا والحاصل ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصفۃ فلیحفظ اور فتح القدیر میں ہے کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت میں اور نہر الفائق میں ہے کہ شاید وزنی ہوتا ہوگا اونکے (یعنے صاحب فتح کے) زمانے میں ہوگا ہمارے زمانے میں تو مصر میں وزنی نہیں او خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے ہوگا اوسکو یاد رکھنا چاہیئے جیسے اختلاف اصل چنانچہ گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبہ کی چکتی میں اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز السلم فی الخبز وزنا ولو الخبز نسیئۃ بہ یفتی وبرای اذا اتی بشرائط السلم لحاجۃ الناس والاحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس ما سمی اور جائز ہے اخیر صورت یعنی روٹی کی بیع گیہوں اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم میں تاخیر ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر یعنے تاخیر ہو تب جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری بجا لاوے فتوی بسبب حاجت آدمیوں کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم میں ہے اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہے اوسکی جنس سے جو ٹھہرا ہے اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہوا ہے گیہوں کی روٹی میں اور مقبوض جو کی روٹی ہوتی ہے تو اسمیں استبدال مسلم فیہ ہے اوسکے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں وفی القہستانی معزیا للخزانۃ الاحسن ان یبیع خاتما من الخباز بقدر ما یرید من الخبز ویجعل الخبز الموصوف بصفۃ معلومۃ ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری الخاتم بالجواز اور قہستانی میں خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہوں کی سلم کرنیکا روٹی میں یہ ہے کہ مثلا انگوٹھی نانبائی کے ہاتھ بقدر ارادہ روٹی کے بیچے اور اوس روٹی کو جو موصوف بصفت معین ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نانبائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اسکو تسلیم کر دے پھر انگوٹھی گیہوں سے خرید کرلے یعنی اس طریق سے شرائط سلم مشروط نہونگی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی وینبغی جواز استقراضہ ایضا اور قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ سلم جائز ہے روٹی میں تولکر اور اسیطرح گنکر اور اسی پر فتوی ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا ہم سلم کا جواز روٹی میں گنکر قہستانی میں مذکور نہیں علاوہ اسکے روٹی معدود منضبط نہیں تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو السعود میں نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی میں سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے اونکے نزدیک سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی العتابیۃ وجاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد والاسم حادی اور جائز ہے دودھ کا پنیر سے

بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحاوی لایجوز بیع البر بالدقیق وسمابق ہو البرّ المقلیّ ولا بیع دقیق بسویق مطلقا ولو متسا ویا لعدم تسویۃ
فیحرم بشبہۃ الربو اخلافا لہما جائز نہین گیہون کی بیع گیہون کے آٹے یا اوسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسیطرح اگرچہ دونون برابر ہون اسواسطے کہ دونون
برابر کردینے والا کوئی پیمانہ نہین تو بیع حرام ہے بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہے
دست بدست ھم گیہون کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہین تفاضل اسواسطے جائز نہین کہ دونون جنس واحد ہین کیونکہ آٹا اور ستو گیہون کے
اجزا ہین اور تساوی اسواسطے جائز نہین کہ معیار دونون مین کیل ہے اور کیل سے تسویہ یقینی نہین ہوسکتا کیونکہ گیہون پیسنے سے زیادہ ہوجاتا ہے واما بیع
الدقیق بالدقیق متساویا کیلا اذا کانا مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطۃ مقلیۃ بمقلیۃ واما المقلیۃ بغیرھا ففاسد
کما مرّ اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کرکے بشرطیکہ دونون پیمانہ مین داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع
ستو سے اور بھنے گیہون کی بیع بھنے گیہون سے جائز ہے اور بھنے گیہون کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہے چنانچہ گذر گیا ھم بھوننے سے گیہون ہلکا ہوجاتا ہے لہذا اوسکی
بیع غیر بھنے سے فاسد ہے طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے بیچے تو کل لو امسین دو روایتین ہین ولا الزیتون بزیت والسمسم بحلّ ای بحلاوۃ الشیرج روغن ۱۲
حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالثفل وکذا کل مالثفلہ قیمۃ کجوز بدھنہ ولبن بسمنہ وعنب
بعصیرہ وان لاقیمۃ لہ کبیع تراب ذہب بذہب فسد بالزیادۃ لربوا الفضل اور جائز نہین زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع میٹھے تیل
سے یہان تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ ہو اوس روغن سے جو زیتون اور تل مین ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل مین ہو اور روغن زائد کھلی کے
مقابل ہو اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکی کھل اور کھوجر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اوسکے تیل سے اور دودہ کی اوسکے گھی سے اور انگور کی اوسکے
شیرہ سے سو اگر کھوجر کی قیمت نہو جیسے زر آلود مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی کے بیاج کی ویستقرض الخبز وزنا وعددا
عند محمد علیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجاوے تو لکر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے
کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین آسانی کے واسطے وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیئۃ
جاز وبعکسہ لا وجاز بیع کسیرۃ انہ کیف کان اور مجتبی مین ہے کہ ایک نقد روٹی بیچی اودہار دو روٹیون سے تو جائز ہے اور بالعکس یعنی نقد دو روٹیون کے بدلے
ایک روٹی اودہار سے جائز نہین اور روٹی کے ٹکڑون کی بیع ہر طرح جائز ہے یعنی نقدا ورنسیۃ ولا ربوا بین سیّد وعبدہ ولو مدبرا او ام ولد لا مکاتبا اور بیاج نہین درمیان
مولے اور اوسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو نہ مکاتب ھم غلام کا مال مملوک ہے مولے کا جسطرح چاہے سو یہان ربوا کو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ بجای حر کے ہے
قبض اور تصرف کی راہ سے اذالمدیون دینہ مستغرق لرقبتہ وکسبہ فلو مستغرقا یتحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر عن المعراج التحقیق الاطلاق
وانما یرد الزائد لا للربوا بل لتعلق الغرماء غلام اور میان کے مابین سوقت بیاج نہین جبکہ غلام کا دین اوسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو تو بیاج
ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنے ہرطرح بیاج نہین خواہ اوسکا دین مستغرق ہو یا نہو
اور غلام مدیون کا زائد مال جو پہیر دیا جاتا ہے تو بیاج کے سبب سے نہین بلکہ قرضخواہون کے حق متعلق ہونیسے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا تبایعا من
مالہا ای مال الشرکۃ زیلعی اور بیاج نہین دو متفاوض اور عنان کے دو شریکون مین جب کہ دونون نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی الزیلعی
قید مذکور شرکت عنان مین ہے اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہین دونون صورتون مین بیاج اسواسطے ثابت نہین کہ ثمن اور مبیع مین
دونون شریک ہین تو احد العوضین کا فضل اوسکی ملک سے خارج نہین ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان
مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلثۃ اور بیاج نہین کافر حربی اور اوس مسلم مین جو حربیون کا مستامن ہے اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی
سے ہو بیاج نہین وہان یعنی دار الحرب مین اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب مین مباح ہے مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اوسکی رضامندی سے ہرطرح بدون دغا
بازی کے بخلاف ابویوسف اور ائمہ ثلثہ کے ھم حلت ربوا مین دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین آویگا اور مسلمان سے ایک درھم

اوس وقت مدعی کے میں گرگیا تو بالاتفاق جائز نہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اسوقت نہیں جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور مالک بیاج
حربی ہو اور زیادت مسلم کیلئے ہو بلکہ حربی کے طرف ہے اور جواب مسئلہ علت دونوں سے ہو کر ثابت ہے کذا فی الفتح اور فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف اور ائمہ
ثلثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہیں خواہ دار الحرب میں لیا ہو یا دار الاسلام میں اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب
اور یہ حدیث مرسل ہے مبسوط میں کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مراسیل سے ہے اور مکحول ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ
قبل ہجرت جب سورہ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب
اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ عین قمار ہے اور مکہ اوس وقت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل
حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور طحطاوی نے درر میں یہ التزام کیا ہے کہ علت ربوا اور قمار سے فقہا کی
مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہے انتہی ملخصا وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم
الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا جوہرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ولم یہاجرا اور جو حربی مسلمان
ہو گیا دار الحرب میں اور اوسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نہ کی اوسکا حکم حربی کی مانند ہے تو مسلم کو اوسکے ساتھ بیاج درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے
اسواسطے کہ اوسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اوسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہیں کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں
مصنف کے قول سے معلوم ہو گیا حکم اون دونوں شخصوں کا جو دار الحرب میں مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کیطرف اونہوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ دونوں حربی کے
حکم میں ہیں یہ جو شامی نے جوہرہ سے نقل کیا کہ در صورت اسلام و ہجرت ربوا نہیں سو غلط ہے ٹھیک یہ ہے کہ اس صورت میں بالاتفاق ربوا جائز نہیں چنانچہ فتح
میں ہے کذا فی النہر اور اسیطرح بحر الرائق میں ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اوسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا اونکی طرف تو اوسکے ساتھ بیاج جائز
نہیں والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الست مسائل اور خلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں ہم جواب یہ ہے کہ شارح
چھ کی جگہ پانچ کہتا مناسب ہے کہ ساقط کرکے ۱ بیان کر اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں
۵ مسلم کو اوسکے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اوسنے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجئے تو صحیح ہے واللہ تعالی اعلم کذا افادہ

الرحمانی **باب الحقوق** فی البیع اخرہا لتبعیتہا والتبعیۃ ترتیبا کالجامع الصغیر یہ باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف اس باب کو مسائل
بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے حقوق جمع حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور اوسکے
واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب جیسے راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد
مسائل بیع کے لایا والا قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیارات کے اسکو ذکر کرتا اشتری بیتا فوقہ آخر لم یدخل فیہ العلو ومنافعہ اولمیں
ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر لم یدخل علیہ لان الشیء لا یستتبع مثلہ خرید کی کوٹھری جس پر دوسری کوٹھری ہے تو اس خرید میں اوپر
داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیچتے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تا وقتیکہ تصریح کرے بالاخانہ کی بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع
نہیں ہوتی شارح نے کہا لغتا عمو ملت نہیں ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور لازم ہے ہر حال سائل سے ہم دریافت کیا چاہیے کہ یہاں تین چیزوں
معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کیواسطے وہ بنا ہو اور بعضوں کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا
بھی شرط ہے اور حکم اوسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر اوسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کی مانند ہے
مسقف ہونے اور شب باشی میں اور شے اپنے مثل کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو
جسمیں سا تدن آدمی رہیں اور نہائیں اور چنانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اوسکا صحن غیر مسقف نہیں اور اصطبل نہیں اور دار نام ہے اوس ساحت کا جسکے گرد حدود ہوں
اور وہ مکان بیوت اور اصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح وکذا لا یدخل العلو بشراء منزل ہو ما یشتمل فیہ الا بکل حق ہو لہ او بمرافقہ

اسکی حقوق ہ لطریق ونحوہ وعند الثانی المرافق المنافع اشباہ اور اسیطرح بالاخانہ داخل نہین منزل کی خرید مین منزل وہ ہی جسمین اصطبل نہین مگر مطبخ ہوکیا
بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہین چنانچہ راہ وغیرہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہین کذا فی الاشباہ ھم مرافق
جمع ہو مرفق کی بکسر میم وفتح فا مرافق ساتھ ہین توابع سے چنانچہ شرب اور مسیل اور حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل اور کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے
تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اور اسکی متصل چیز دکن سے اور جامع الفصولین مین ہے کہ حقوق عبارت ہین مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع
مراد ہین اور ظاہر الروایۃ مین مرافق حقوق ہین کذا فی النہر اوبکل قلیل وکثیر ھو فیہ اومنہ یا بالاخانہ منزل کی خرید مین داخل ہوتا ہے بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ سے
یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل مین داخل ہے یا اوس سے متعلق ہے وہ مبیع ہے ھم چونکہ منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار
کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہوگا بیت کی مشابہت سے ویدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا ولو الابنیۃ بتراب اوخیام اوقباب
اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید مین اگرچہ کچھ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع مین داخل ہے اگرچہ مکانات دار مٹی کے ہون یا خیمے یا
قبے وھذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصورکلھا فتح وکافی سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او غیرہ الا دار الملک فتسمی
سرای فتح اور یہ تفصیل بیت اور منزل اور دار کی موجب رواج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف مین بالاخانہ داخل بیع ہوجاتا ہے بدون اوسکے ذکر کے سب صورتون
مین کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوای اوسکے مگر دار السلطان سے کہ سرای ہے کذا فی النہر ھم استثنا کرنا دار الملک کا کلام سابق سے مرتبط نہین اور
یہ خلل پیدا ہوا النہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اوسکی یہ ہے وفی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کلھا سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او منزل کذلک
لان کل مسکن یسمی خانہ فی العجم ولو علوا سواء کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای انتہی اور چونکہ بنا احکام کی عرف پر ہے تو ہر اقلیم اور ہر زمین
وہان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی وکما یدخل فی شراء الدار الکنیف وبئر الماء والاشجار التی فی صحنہا وکذا البستان الداخل وان لم
یذکر لک جیسے داخل ہوتا ہے دار کی خرید مین پاخانہ اور پانی کا کنواں اور وہ درخت جو گھر کے صحن مین واقع ہین اور اسیطرح داخل بیع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل
ہے اگرچہ اوسکی بیع کی تصریح کی ہو گا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منہا فیدخل تبعا ولو مثلہا او اکبر فلا الا بالشرط زیلعی وعینی داخل بیع نہین ہے باغ
گھر کے باہر کا مگر اسوقت داخل بیع ہے بطریق تبعیت کے جب کہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کی برابر ہو یا بڑا تو داخل نہین مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظلۃ
لا تدخل فی بیع الدار لبنائہا علی الطریق فاخذت حکمہ الا بکل حق ونحوہ مما مر وقالا ان مفتحہا فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہین
ہوتا گھر کی بیع مین اسواسطے کہ اوسکی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اوسنے راہ کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اوسکے جو مذکور ہوچکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر
چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہے تو گھر کی بیع مین داخل ہے بالاخانہ کی مانند ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت ودار مع ذکر المرافق لانہ من مرافقہا منہ
اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیع مین ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق مین داخل ہے کذا فی الخانیہ لا یدخل الطریق والمسیل
والشرب الا بنحو کل حق ونحوہ مما مر داخل بیع نہین راہ اور پانی بہنے کی جگہہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہوچکا یعنے بذکر مرافق یا کل قلیل
وکثیر ھم عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان کی ملک مین ہے لیکن وہ راہ جو کوچۂ غیر نافذہ کیطرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ
بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اوس گھر کے دروازہ کے عرض کی برابر ہے اور طول اوسکا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی مین ہے
اور مسیل وہ مکان ہے جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاجارۃ للدار او
الارض فتدخل بلا ذکر لانہا تعقد للانتفاع لا غیر بخلاف گھر اور زمین کے اجارے کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ مین داخل ہونگے بلا ذکر حقوق اور مرافق کے
اسواسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کیواسطے ہے نہ سوا اسکے یعنی اجیر بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہین بخلاف بیع کے کہ اوسمین قطع نظر انتفاع کے ملک رقبہ بھی مقصود ہے
والرھن والوقف خلاصہ اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف مین طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہین ولو اقر
بدار او صالح علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا ومرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اوس پر صلح کی یا اوس

عہ اور ہمارے عرف مین بیت منزل دار ہر خانہ ہے ذکر سب ... مراد خواہ بیت ہو یا خواہ منزل ... اور جو گھر بادشاہ کا ہو وہ سرای ہے ... مکان کو سرای کہتے ہین ۱۲

عہ یعنی جو چھپر بالاخانہ راستہ پر پاٹکر بنایا ہو ۱۲

ف یعنی بعرض وطول طریق ۱۲

البئر کی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اوسنے نہر کے حقوق اور مرافق ذکر کئے تو راہ داخل ہو گی جیسے مانند ولا یدخل فی القسمۃ الا ان ذکر الحقوق
المرافق او الا بتصریح فہو علی الفتح اور قسمت میں راہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہوں مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی
الیعقوبیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ لا ینتفع بہ الا بہ فاما قلت ہو حینئذ لولا مخالفتہ للمنقول لکان ذلک لفظ الملاحظۃ ویدخل الطریق
فی الرہن والصدقۃ تملیکا وفیہ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ میں ہے کہ رہن بیع کی مانند ہو اسواسطے کہ مرہون سے انتفاع مقصود
نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ یہ کلام جید ہو اگر اوسکی مخالفت منقول سے نہ ہو تی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق رہن اور صدقہ
موقوفہ میں اجارہ کی مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا تابع ہو کر انتہی وینبغی ان تکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع
والوجہ فیہ لا یخفی انتہی یعنی لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کی مانند ہو عدم دخول طریق میں اور وجہ اسکی مخفی نہیں انتہی کذا فی النہر
ہم ہبہ وغیرہ میں یہ مسئلہ آتا ہے اور اس ملک کا جو سابق میں نہ تھی تو شاید مذکور ہونا بیع ہو تعین تو مناسب ہے کہ اونمیں بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی **باب**

الاستحقاق ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے ہے اور اصطلاح فقہ میں استحقاق عبارت
ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شی کے حق اس امکا بیان کہ تمام ابواب بیع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن چونکہ
استحقاق حقوق سے مناسب ہو الفاظ معنے کے لیے اور اسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق
والحریۃ الاصلیۃ ونحوہا کالتدبیر والکتابۃ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اسکے چنانچہ
مدبر اور مکاتب ہونا ہے جب کہ یہ ثابت ہو کہ بیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہے
وثانیہما ناقل لہ من شخص الی آخر کالاستحقاق بہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان ما فی یدہ من العبد ملک لہ وبرہن اور
قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنیوالی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح کہ زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ جو اسکے قبضہ میں
غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل فسخ عقد کا موجب
نہیں بنابر ظاہر الروایۃ کی اسواسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں ہے اسلئے عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری کے فسخ عقد نہو گا و
الحکم بہ حکم علی ذی الید وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ ولو مورثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشہادہ فلا تسمع دعوی الملک منہم للحکم
علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قابض پر اور اس شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہو گا کذا
فی الاستباہ تو مسموع نہوگا دعوی ملک کا انحصار مذکورین سے کیونکہ اونپر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث من حیث الارث
دعوی نہیں کر سکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اسطرح کہ بالعین میں سے کوئی بائع کہے کہ مبیع میری ملک میں پیدا ہوا کیونکہ مستحق کا ذب ہی ہو اسواسطے
کہ بیع میری ملک میں جنی ہے یا میرے بائع کی ملک میں لوسطہ یا بلا واسطہ کذا فی الحلبی مختصرا ولا یرجع احد من المشترین علی بائعہ بالثمن اذا رجع علیہ ولا علی الکفیل
ما لم یقض علی المکفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اوس
ثمن پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسط رجوع ثمن کرے تا وقتیکہ مشتری اخیر اوس سے نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پھیرے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہو تا دو
ثمن ایک ملک میں مجتمع نہو جاویں اسواسطے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہو ہم اتباع ثمین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہے یعنی بائعین متوسطین
میں اسواسطے کہ متوسطین میں سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر یہ شخص متوسط ثمن پھیرے قبل پھیرے دینے کے تو اسکی ملک میں دو ثمن مجتمع ہو جاویں اور حالانکہ
جائز نہیں ولو صالحہ بشئ قلیل او ابرأہ عن ثمنہ بعد الحکم لہ بالرجوع علیہ فلبائعہ ان یرجع علی بائعہ ایضا لزوال البدل عن ملکہ اور اگر مشتری نے
صلح کر لی بائع سے کمتر چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری الذمہ کر دیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع کی
ثمن پھیر لینا جائز ہے بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کر دیا ثمن سے تو گویا اوسنے بائع سے لیلیا کذا فی الطحطاوی

ولو حکم للمستحق فصالحہ المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کیواسطے حکم ہوا اور مشتری سے مستحق نے صلح کرلی کچھہ ثمن دیکر تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیر لے اسواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کردیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ھم یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھہ تھوڑا ثمن مجھہ سے لے اور مبیع مجھکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کرسکتا والمبطل موجبہ ای یوجب فسخ العقود اتفاقا اور استحقاق مبطل موجب ہے فسخ عقود کا بالاتفاق یعنے جو عقود کہ بائعین میں جاری ہوئے ہیں اونکے فسخ ہونیمین قاضی کے حکم کی کچھہ حاجت نہیں کذا فی الدرر فلکل واحد من الباعۃ الرجوع علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اوس مشتری سے ثمن نہ پھیر لیا گیا ہو وہ راجع ہوا ایضا کذلک علی الکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین اذ بدل الحر لا یملک اور مشتری اسیطرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اسواسطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہوچکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من الناس سواء کان ببینۃ او بقولہ انا حر اذا لم یسبق منہ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اوسکے اس قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے پہلے اوس سے غلامی کا اقرار نہو گیا ہو کذا فی الاشباہ ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں حر اصلی ہوں اور سابق میں اوسنے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اوسکی حریت اصلیہ کا حکم کردیا تو یہہ حکم حریت کا سب لوگوں پر ہوگا کذا فی الجلبی فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگوں پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعوی اوسپر مسموع نہوگا وکذا العتق وفروعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہیں ھم فروع عتق کتابت اور تدبیر اور استیلاد ہے اور عتق سے وہ عتق مراد ہے جو ملک مطلق میں ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی الملک المؤرخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یکون قضاء قبلہ کما بسطہ منلا خسرو ویعقوب باشا فان اکثر الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو اور یعقوب باشا نے مشرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں ھم خلاصہ یہہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر حکم ہے اور ملک مورخ میں عتق کا حکم سب خلق پر ہے تاریخ کیوقت سے یعنی قبل تاریخ سب پر حکم نہیں تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں تجھ ہی محمود کا غلام تھا چھہ برس سے سو اوسنے مجھکو آزاد کردیا اور اوس نے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا دعوی مندفع ہوگا پھر اگر حامد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں سات برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہے اور اس دعوی کو اوسنے گواہی سے ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہوگا اور بکر حامد کا مملوک ٹھہر جائیگا کذا فی الطحطاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر وھو المختار وصححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہے وقف کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کی مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کی مانند نہیں تو وقف میں دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہے اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہے وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب ونکاح وولاء وفی الوقف یقتصر علی الاصح اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار صورت میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولا میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں مقصور ہے بنابر قول اصح کے ھم یعنی جب قاضی عورت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولاء عتاقہ کا حکم کرے پھر دوسری کا دعوی مسموع نہیں وثبت رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ لما سیجیء انہا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہے ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جب کہ استحقاق گواہی سے ہو اسواسطے کہ آویگا کہ شہادت حجت متعدیہ ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا رجوع لانہ حجۃ قاصرۃ اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اوسکے انکار قسم سے یا مشتری کے خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اوسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا ثابت نہیں اسواسطے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے نہ متعدیہ والاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا فی کل شیء کما ہو ظاہر کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ کما مر ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جسکا ظہور سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر شیء میں نہیں

اسپر چاہیے کلام لیلے لیسے ہو کہ متن اور اوسکی امید یہی کتاب اور تہ مراد استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولا اور عتاقہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لا الا اذا ارید بوجہہ قاصرۃ علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ۔ اقرار بھی اقرار حجت متعدیہ نہیں مگر اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر بسبب ہونے ولایت مقر کے اوپر غیر کے ہم ہو کہ مقر کی ولایت صرف اپنی ذات پر ہے نہیں بعد اور اسکا اقرار اور پس حجت ہے غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت ہے ساتھ ملنے حکم قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا اسکا اثر سب کے حق میں ہے کذا فی المنح قیل لو اجتمعا فانی ثبت الحق بہما قیل بالاقرار لا بالبینۃ حاجۃ والبینۃ اولی [illegible] اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا گواہی ساتھ پر شہادت پر حکم کیا جاتا ہے کذا فی الفتح والبحر اجماع کی صورت یہ ہو کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ اوسکی ملک کا اقرار کیا تو حال اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑی چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الاشباہ فلو استحقت مبیعۃ ولدت عند المشتری لا باستیلاد ببینۃ تبعہا ولدہا شرط القضاء بہ ای بالولد فی الاصح [illegible] الزیلعی [illegible] لو سکت الشہود ولو شہدوا انہ لذی الید وقالوا لا ندری لا یقضی بہ [illegible] اگر کوئی مبیعہ جو مشتری کے پاس [illegible] گواہوں سے [illegible] اوسکا بچہ [illegible] ہوگا بشرطیکہ اس کا حکم ولد ہو گیا ہو قول صحیح میں کذا فی [illegible] اور [illegible] کا کلام [illegible] اس بات کو [illegible] گواہوں نے بیان کر دیا ہو کہ [illegible] الولد کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو اسی ولد کا حکم کرے کذا فی [illegible] سبیل ذلک لانہ استحقاق [illegible] بالشہود [illegible] ولد المغرور [illegible] بالقیمۃ [illegible] عوض النسب [illegible] استیلاد و ولد کے [illegible] مشتری کا ولد [illegible] کے مستحق کو ولد کی قیمت دیگر چنانچہ دعوی نسب کے باب میں مذکور ہو چکا ولد [illegible] [illegible] ملحقا [illegible] والفرق [illegible] الاحکام اور اگر قاضی نے [illegible] کا اقرار کیا [illegible] تابع ہوگا [illegible] فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہوگا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے اور اقرار حجت [illegible] [illegible] فلو ادعاہا [illegible] المعصوب [illegible] تابع ہوا ولد کا [illegible] کا ثبوت [illegible] ولد کا دعوی کیا ہو اور اگر [illegible] دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل [illegible] کے واسطے [illegible] کا اقرار کیا مگر [illegible] دعوی مقر لہ ان پیدا ہو کہ [illegible] زوائد سے [illegible] ولم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار [illegible] بالعادۃ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ [illegible] ذکر کیا ہے [illegible] منسوب کرکے ویمنع التناقض ای الدائر فی الکلام دعوی الملک لغیرہ او بعضہ لما فی العمادی حلف [illegible] دعوی [illegible] اور تناقض [illegible] مخالفت کلامی [illegible] کہ دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ [illegible] لونڈی کا نکاح طلب کرنا اوسکے مالک ہونیکے دعوی کا مانع ہے [illegible] تناقض اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہونگے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اوسکے نکاح کی درخواست کرنا امر متناقض ہے کیونکہ [illegible] ہیں [illegible] [illegible] عورت کی نکاح کا دعوی کرنا پھر اوسکے نکاح کا پیام دیا [illegible] اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسیطرح اپنی غیر کے دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض [illegible] [illegible] موکل کی ہی [illegible] دعوی [illegible] نہیں کرتا [illegible] [illegible] موکل کی [illegible] خصومت میں وکیل کیا تھا پھر اوسنے [illegible] موکل کے [illegible] خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی [illegible] امکان [illegible] مقررات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل [illegible] [illegible] ہیں [illegible] علماء کا اور اوسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضاء کی متفرقات میں وفرع ہذا الاصل کیدا [illegible] فی کتاب الدعوی ومنہا ادعی علی [illegible] [illegible] وادعی علیہ النفقۃ وقال للقاضی [illegible] ثم مات المدعی عن ترکۃ [illegible] المدعی علیہ [illegible] ان قال [illegible]

لو یقبل للتناقض وان قال ابی او ابنی قبل اور اس اصل پر بیشمار تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعویٰ مین آوینگی اور انہی مین سے یہ ہے کہ دعویٰ کیا اسنے کہ یہ میرا بہائی ہے اور اوسپر نفقہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بہائی نہین ہے پہر مدعی کچہہ متروکہ چہوڑ کر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اور اوسکی میراث طلب کرتا ہے اور اوسنے کہا کہ وہ میرا بہائی تہا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اوسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تہا تو مقبول ہوگا ھم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اور اوسکے بعد مدعا علیہ نے ابوت یا بنوت کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو شبہ ہو کہا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑ گیا بلکہ مطلب وہان کا یہہ ہے کہ اگر جائے اخوت اخوت مدعی ہوتا یا ابوت کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ یہان اوس کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوت کے کذا فی الطحطاوی و خصوصاً لا الحریۃ کلام کا تناقض دعوے حریت کا مانع نہین والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ تناقض اوسکے دعوی کا مانع نہین ہے جسکا سبب مخفی ہے چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ھم تناقض نسب کی یہہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اوسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پہر زید نے دعوی کیا کہ غلام اوسکا بیٹا ہے تو دعوی اوسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہے اور یہہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور ہے اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اوسکا وارث نہین پہر بولا کہ مین اوسکا وارث ہون تو مسموع ہے اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہہ ہے کہ زوجہ اپنے زوج سے خلع کیا پہر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تہی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پہیر لیگی اگرچہ کلام متناقض ہے اسواسطے کہ زوج القاء طلاق مین مستقل ہے اور اوسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر ای ظہر حرا فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شئ علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجکو خرید کر کہ مین زید کا غلام ہون سو اوسنے خرید کیا اوسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنے اوسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو یا غیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اوسکا معلوم ہو تو غلام پر کچہہ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنے قابض سے ثمن پہیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اوسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پہیر لیگا بخلاف ابو یوسف کے ھم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہے اون سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اوسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اوسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر ھم عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت مین یہہ ہے کہ کبہی آزاد کی خرید اوسکی خلاصی کیواسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی وجہہ دوسری صورت مین یہہ ہے کہ ایک شخص کا ہر غلام ہوتا ہے کسیکا اور اوسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پہیر لے بائع سے جب اوسکو پاوے بخلاف الرہن بان قال ارتہنی فانی عبدہ لم یضمن اصلا والاصل ان الغرر یوجب الضمان فی ضمن عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رہن کے اسطرح کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکہہ لے کہ مین غلام ہون پہر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہہ ہے کہ دہوکہا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کی ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی بیع مین ضمان اسواسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن مین اسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہے نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل والا لا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمد المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صححہ الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجی اخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پہر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہے جسکے لزوم وقف قاضی کا حکم ہوگیا ہے تو یہہ تناقض مقبول ہے اور نہین تو نہین یعنے وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصویب زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہو چکا اور آخر کتاب مین آویگا ھم شرط الحکم قاضی لزوم وقف مین امام کا قول ہے اور فتوی زوال ملک پر ہے مطلقا اشتری شیئا ولم یقبضہ حتی ادعاہ اخر انہ لہ لا تسمع دعواہ الا بحضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خرید کی ایک چیز اور اوسپر قبضہ نہین کیا تا اینکہ دوسرے شخص نے اوسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعوی اوسکا مسموع نہین بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی اون پر جاری ہو ولو قضی لہ بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کیواسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہوجاوے پہر بائع یا مشتری اسپر گواہ لائے کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتہ بیچا تہا پہر بائع نے اسکو مشتری کے

اثبات ہوا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور یہ اسیاہی اسکا فتح القدیر میں ہے لا یصح بناریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند الدعوی غابت عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ فقضی القاضی بالمستحق فقد المستحق علیہ البائع عن الفیصۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکا لی منذ سنتین مثلا وبرھن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خالی عن التاریخ من الطرفین نہیں کچھ اعتبار غائب ہونیکی تاریخ کا بلکہ مالک ہونیکی تاریخ کا اعتبار ہی تو اگر مستحق نے دعوے کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہوگیا ایک برس سے تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اسحال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا مملوک تھا دو برس سے مثلاً اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوے کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف ہم دونوں طرف سے یعنی دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہ ہے کہ منح الغفار میں کہ سی متروک ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی المحیط واللہ اعلم لیکونہ مالک الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو استولدہا مشتر لا یعلم غصب البائع ایاہا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن وان اقر بملکیۃ المبیع للمستحق درر اسکا معلوم ہونا کہ مبیع غیر کی مملوک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اوس لونڈی کو جسکو جانتا ہے کہ بائع نے اسکو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب نہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیر لیگا بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہو اور فی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ رجع لعدم صحۃ اقرارہ اللہم الا اذا تمحل الیہ بسبب آخر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا اقر بانہ محتمل بخلاف البیع اور قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق ہوئی مشتری کے قبضے میں اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل ہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اوسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اوس صورت کے جب کہ مشتری نے اکثر بائع کا اقرار کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صریح اقرار کے یعنے اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلو تجرد الاعتماد علی نفس السجل بل لابد من الشہادۃ علی مضمونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اس ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلانی قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہیں بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تاکہ مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے اور ذخیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس ایک گدھا مستحق غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل اپنی مہر سے لکھوا لی اور اوسنے سمرقند میں بایع پایا سو اوسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لیگیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ گواہ لائے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس پر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا حکم دینا جائز نہیں تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی نہ دیں کہ بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ پر گدھا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس بائع سے حکم دیا کذا فی المحیط وکذا الحکم فیما ہو نقل الشہادۃ ولو کانہ من محاضر وسجلات وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ لان المقصود العلم للقاضی لا الزام الخصم ولو الخصم کان حاضرا اعتماد کا حکم ہے سوائے نقل شہادت اور وکالت کے یعنی محاضر اور سجلات اور صکوک کی اسواسطے کہ ان میں ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اسواسطے کہ دونوں قاضی کے علم حاصل کرنے کیواسطے ہیں اور انکے واسطے اسلام شہود لازم ہے اگرچہ خصم کا فر ہو یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہے اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اوسکے مضمون کے معتبر نہیں نقل شہادت کی یہ صورت ہے کہ گواہوں نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی آپ حکم کرے بلکہ گواہی لکھدے تا قاضی مکتوب الیہ اسپر حکم کرے اور مکتوب بشہود و بطریق کو سپرد کرے اور نقل وکالت کی یہ صورت ہے کہ شلا مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی وکالت نامہ لکھکر اوس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہے جس میں قاضی حضور خصمین اور ادعای اور شہادت لکھے اور سجل وہ ہے جس میں اسکی انفاذ لکھے اور دو اوسکے پاس رہے اور صک وہ ہے جو مشتری اور شفیع وغیرہا کو لکھدے کذا فی الطحطاوی

ولا رجوع في دعوى حق مجهول من دار صولح على شيء معين واستحق بعضها لجواز دعواه فيما بقي ولو استحق كلها رد كل العوض للدخول المدعى في المستحق
اور بدل صلح کا پھیر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی میں جسکا مصالحہ ہو گیا شی معین پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا ہو اسواسطے کہ جائز ہے کہ مدعی کا دعوی بقیے
مین ہو جو مستحق مین اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیر جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین واستفید منه اي من جواب المسئلة امران احدهما
صحة الصلح عن مجهول على معلوم لان جهالة الساقط لا تفضي الى المنازعة والثاني عدم اشتراط صحة الدعوى لصحته لجهالة المدعى به حتى لو برهن
لم يقبل ما لم يدع اقرارہ به اور اوس سے یعنے جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شئے معین پر اسواسطے کہ نادانی شی ساقط
کی منازعت کو نہین پہونچاتی دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اوس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ
لاویگا تو مقبول نہونگے جب تک یہ دعوی کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنے اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا
جاویگا کذا في الطحطاوي ورجع المدعى عليه بحصته في دعوى كلها ان استحق شيء منها لفوات سلامة البدل اور سب گھر کے دعوی مین اگر کچھ اسمین سے مستحق غیر نکلی
تو مدعا علیہ بقدر اوسکے حصے کے پھیرلے بسبب فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دیکر اوس سے صلح کرلی پھر بعض
گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیرے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سالم نہ رہا قيد بالمجهول لانه لو ادعى قدرا معلوما كربعها لم يرجع ما دام في يده ذلك
المقدار وان بقي اقل رجع بحساب ما استحق منه مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا چنانچہ چوتہائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو
نہ پھیرلے جب تک اوسکے ہاتھ مین اسقدر یعنی چوتہائی باقی رہے اور اگر اس مقدار سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب کے موافق مدعی سے پھیرلے یعنی مثلا مدعی نے ربع کا
دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے پھیرلے کذا في الطحطاوي **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو صالح من الدنانير
على دراهم وقبضها فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانير لان هذا الصلح في معنى الصرف فاذا استحق البدل بطل الصلح فوجب الرجوع در ربها
فروع اخر فلتنظر اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اوسپر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونیکے تو دنانیر کو پھیرلے اسواسطے کہ یہ صلح بمنزلہ صرف کے ہے پھر
جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگئی تو اصل یعنے دنانیر کا پھیر لینا واجب ہوگیا کذا في الدرر اور اوسی کتاب مین اسیطرحکی چند فرع اور ہین اونکو دیکہنا
چاہیئے وفي المنظومة المحبية مهمة منها اور منظومہ محبیہ مین مسائل مہمہ ضروریہ ہین از انجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہے لو مستحقا ظهر المبيع + له على بائعه
الرجوع + بالثمن الذي قد دفعا + الا اذا البائع ههنا ادعى + بانه كان قديما اشترى + ذلك من ذا المشتري بلا مرا + اگر ایک مبیع مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو او
بائع سے اوس ثمن کا پھیر لینا جو اوسکو دیا ہی جائز ہے مگر جبکہ بائع نے یہان یہ دعوی کیا کہ مین نے اس مبیع کو زمان قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تہا بلا شک یعنی اگر اس دعوی کو
بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہین بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہو تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا في الطحطاوي ولو اشترى خرابة + وانفقا + شيئا على تعميرها وطفقا
ذاك يسوي بعدها اكامها + ثم استحق رجل تمامها + فالمشتري في ذاك ليس راجعا + على الذي غدا لذلك بائعا + ولا على ذا المستحق مطلقا + بذا الذي كان
عليها انفقا + اگر ویران زمین خرید کی اور کچھہ اوسکی مرمت مین خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اسکے اوسکے ٹیلون کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اوس تمام زمین کا مستحق نکلا
تو مشتری اسمین پھیر لے نہین سکتا اوسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا پھیر لیسکتا ہی اوس مال کو جو اوسکی درستی مین صرف کیا ہے مستحق سے مطلقا رجوع نہ پھیر
نہ ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہین لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا في الطحطاوي وان مبيع مستحقا ظهرا + ثم قضى القاضي على من اشترى
به فصالح الذي ادعاه + صلحا على شيء له اداه + يرجع في ذاك بكل الثمن + على الذي قد باعه فاستبن + اور اگر ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری
پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اوسکے مدعی سے کچھہ اوسکے مال کے بدلے پر صلح کرلی تو مشتری اس امر مین تمام ثمن اوسکے بائع سے پھیرلے یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے
مبیع کو مستحق سے خرید کرلیا کذا في الطحطاوي وفي القنية شرى دارا وبنى فيها فاستحقت رجع بالثمن وقيمة البناء مبنيا على البائع اذا سلم النقض اليه يوم تسليمه
وان لم يسلم فبالثمن لا غير اور قنیہ مین ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اسمین عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جواو
تسلیم کے دن قیمت ٹہیری پھیرلے بشرطیکہ منقوض یعنے لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کو قبضے مین کردے اور اگر قبضہ نکر دادیا ہو تو فقط ثمن پھیرلے نہ کچھہ اور کذا لو استحقت

لتعیبہا فاما النقض فلا لان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کرا
سائتہ تو رجوع ثابت نہیں مگر جس کا استحقاق ثابت ہو چکا ہو کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوا ہو تو بائع سے قیمت بنا کی شئے پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو
حفر بیرا او نقی البالوعۃ او رمم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقۃ کان مسئلۃ
الخزانۃ حتی لو کتب فی الصکاک وما انفق المشتری فیہا من نفقۃ او رمم فیہا من مرمۃ فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھودا یا پاخانہ
کا موجب پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اوسکے بائع سے کچھ پھیر لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب
رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلے میں مذکور ہو چکا یہانتک کہ اگر بائع نے بیعنامہ میں لکھدیا کہ جو مشتری نے گھر میں صرف کریگا اور اس میں کچھ مرمت کریگا
تو وہ بائع کے ذمہ ہے درصورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی ہم فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم تو نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر فیہا او طوفا ہم
بقیمۃ الطین لا بقیمۃ الحفر فاذا شرطاہ فسد اور اگر کنواں کھودا اور اوسکی بنا ئی تو مٹی کی قیمت پھیر لے یعنی کنوئیں کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی
شرط کر لیں تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیۃ ان نقض حفرہا رجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ والجملۃ فانما یرجع اذا بنی فیہا ای
حفر بقیمۃ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ نحو حوض اوطین تمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اگر
نہر کھودی تو اگر نہر پر پل بنایا تو بنائی پل کی قیمت پھیرے نہ نہر کھودنے کی مزدوری اور حاصل یہ ہے کہ پھیر لینا تو جب ہے کہ اس میں کچھ عمارت بنادی یا درخت بو دیا ہو
چیز کی قیمت پھیرے جسکا توڑنا اور بائع کا سپرد کر دینا ممکن ہو تو حوض اور مٹی کی قیمت نہ پھیرے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرھویں فصل میں ہے وفیہ
اشتری کرما فاستحق نصفہ لہ رد الباقی ان لم یتغیر بیدہ ولم یأکل من ثمرہ اور فصولین میں ہے کہ انگور کا باغ خریدا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو
باقی کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اوسکے اس تغیر نہوا ہو اور اوسکا پھل کھایا ہو ولو اشتری ارضین فاستحق احدہما ان قبل القبض خیر المشتری
وان بعدہ لزمہ غیر المستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کئے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض ہے تو مشتری مختار ہے
چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو دوسرے قطعہ نامستحق کی بیع لازم ہوگی اوسکی قیمت کے حصہ کے عوض بلا خیار ولو استحق
العبد او البقرۃ لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب القن او برذعۃ الحمار لم یرجع بشیء وکل شیء یدخل فی البیع تبعا لا حصۃ لہ من الثمن ولکن یخیر
المشتری فیہ قنیہ اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اوس پر جو خرچ کیا ہے اوسکو نہ پھیرے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیرے اور جو چیز کہ
بیع میں تبعا داخل ہوئی ہو قیمت میں سے اوسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیہ ولو تناسخ من ید المشتری الآخر کان
لہ ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ وکذا لکل بائع ان یرجع علی بائعہ قبل ان یرجع علیہ للمشتری عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف لہ ان
یرجع فان الا تری ان المشتری الثانی لو ابرا الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حرا فللکل الرجوع تمامہ خانیہ اور اگر مبیع نے کئی ہاتھ
مشتری کی بابت سے تو بسبب استحقاق کا حکم ہوگا جسپر بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادۂ گواہ لیکن نہ پھیرے قبل اسکے کہ اوسکا مشتری آخر
سے پھیرے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اوسکو پھیر لینا قبل رجوع ہی درست ہے ابو یوسف نے کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن سے
بری کر دے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جائے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اپنے پھیر دینے کے کذا فی الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفہ
قنیہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہی تجرید اور رہنا ولو اشتری عبدا فاعتقہ بمال اخذ منہ ثم استحق العبد یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور
اگر غلام خرید کیا پھر اوس سے مال لیکر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال پھیر لے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسکو اوسکا بعینہ پورا مال مل گیا ولو اشتری دارا فبیعت
ولحقہا بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ ویأخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان المنع الحق اور اگر ایک گھر خرید کیا جو ثمن غلام کے اور
گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہو جانے بیع کے

باب السلم

یہ باب بیع سلم کے احکام میں ہے مصنف نے اس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین یا دو نون عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کی اور

[illegible] مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگ [illegible] سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک [illegible]

سلم کرے کسی چیز میں تو چاہیے کہ کیل معلوم اور وزن معلوم میں سلم کرے مدت معلوم تک [illegible]

[illegible]

جسمیں کیل جائز ہے جسمیں وزن بھی جائز ہے اور جسمیں وزن جائز ہو جسمیں کیل جائز ہو بقول ستار کچی اینٹ میں کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الخلاصہ فی البحر ویجوز فی
سمک الملیح وزنا معلوما وضربا معلوما اور جائز ہے سلم خشک مچھلی نمک سود میں شارح نے کہا سمک میم لغت فصیح ہے اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہے اور فی طرف صاحب یعجب
وزنا معلوما ای نوعا معلوما اور جائز ہے سلم تازہ مچھلی میں جس وقت جبکہ وہ پائی جاتی ہے وزن سے اور اسکی قسم بیان کرکے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ
دونوں کی قید ہے ہم علماء نے کہا جواز سلم لوقت وجود و ظاہر تر مچھلی کی قید ہے اسواسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت ملتی ہے ہاں اگر بعضے وقت بازار
میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں اقسام مچھلی کی بکثرت ہیں چنانچہ روہو اور چال اور سیر ہیں وزن اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تاکہ یقین حاصل ہو جائے ولا عددا
للتفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنے مچھلی یکساں نہیں جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع ہو تو صغارا جاز عددا وکیلا اور
اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو ان میں وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنے بعد ذکر نوع کے تاکہ نزاع منقطع ہو وفی الکبار روایتان یعنی اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں
ہیں کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہیں اور متون میں تو جواز ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی
حیوان ایا ما کان خلافا للشافعی سلم جائز نہیں کسی جاندار میں بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اسمیں جائز نہیں اسواسطے کہ حدیث میں نہی وارد ہے
عن السلف فی الحیوان سو اور اسواسطے کہ بیچ حیوان منضبط نہیں ہو سکتا اگرچہ بسبب ظاہر ہر کس سے کذا فی البحر واطرافه کرؤس واکارع خلافا لمالک وجاز وزنا فی روایة
اور سلم جائز نہیں جاندار کے اطراف میں چنانچہ اوسکے کلہ پایوں میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہے تولکر ولا فی حطب بالحزم ورطبة بالجرز الا
اذا ضبطهما بما لا یؤدی الی النزاع وجاز وزنا کافیه اور سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھکر اور ترکاری رطبہ میں بھی باندھکر مگر جبکہ اسطرح ضبط اور تعیین ہو جائے کہ باعث نزاع
نہو اور لکڑیوں اور رطبہ میں تولکر سلم جائز ہے کذا فی البحر ہم تعیین قاطع نزاع کی یہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہے اوسکا طول مصرح ہو جائے اور اسطرح یہ
مقام گنجلک باقی ہے حزم بضم حاء حطی وفتح زاء معجمہ جمع ہے حزمہ کی یعنے گٹھا اور جرز بضم جیم وفتح راء مہملہ جمع ہے جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحطاوی ولا فی جوہر ولا خرز اور
سلم جائز نہیں جواہرات اور پرونے کی چیزوں میں ہم خرز بالتحریک وہ چیز ہے جو تاگے میں پرو دی جاتی ہے مانند مونگے وغیرہ کے ظاہرا جواہرات اور موتیوں میں بطریق اولیٰ
کے بھی سلم جائز نہیں اسواسطے کہ دو موتیوں میں تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت میں اگرچہ عدد اور وزن میں اتفاق ہو کذا فی الطحطاوی والا صغار لؤلؤ تباع وزنا
لانه انما یقاع به مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہیں تولکر اسواسطے کہ اونکی قیمت تو تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحطاوی نے مکی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے مقدار
جواہر کا ولا منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور ایسی چیز میں سلم جائز نہیں جو بازاروں میں نہیں ملتی عقد سلم کے
وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں نہو اور گھروں میں ہو تو اوسکا اعتبار نہیں ولو انقطع فی اقلیم دون اخر لم یجز
فی المنقطع اور اگر منقطع ہوا ایک اقلیم میں نہ دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عدیم الوجود میں منقطع کی سلم جائز نہیں اسواسطے کہ اوسکا لانا بدون مشقت
عظیمہ کے متصور نہیں تو عجز عن التسلیم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجوده والفسخ واخذ رأس ماله اور اگر مسلم فیہ منقطع ہو گئی
بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اوسکے پائے جانیکا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے ولحم وان منزوع عظم
وحتی الا اذا بین وصفه وموضعه لانه موزون معلوم وبه قالت الائمة الثلثة وعلیه الفتوی بحر وشرح مجمع اور گوشت میں سلم جائز نہیں امام کے نزدیک اگرچہ
بے ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے جب کہ اوسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا
اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر وشرح المجمع ہم القانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت
میں سلم جائز ہے بشرط بیان جنس اور سن اور نوع اور صفت اور موضع اور مقدار کے یعنی گائے کا گوشت یا بکری کا جانور یکساں ہو یا کم وبیش نر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا
گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم وبیش کذا فی الطحطاوی ولکن فی القهستانی انه یصح فی المنزوع بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع فتنبه لیکن قہستانی میں ہے
کہ بے ہڈی کے گوشت میں سلم جائز ہے بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اوس گوشت میں ہے جسکی ہڈی جدا نہیں ہے خبردار رہو لکن صحح خلافه بالروایتین فتح
لیکن تیسیر صنعانی نے تصریح کی ہے دونوں روایتوں کو بیان کرنا ہم یعنی امام سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں مطلقا سلم جائز نہیں اور دوسری روایت میں تفصیل کر

یعنے دونوں لیکن جو شارح کے کلام مین ہین ۱۲

ہو مخطاوی نے کہا کہ استدراکین کا حذف کرنا بہتر تہا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدراک کی کیا ضرورت ہی قولہ محکم بجوازہ صح اتفاقًا بجوازہ اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیہ وفی العینی انہ قیمی عندہ مثلی عندہما اور عینی مین ہی کہ گوشت امام کے نزدیک قیمی ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بمکیالٍ وذراعٍ مجہولٍ قیدٌ فیہما اور جائز نہین سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونون کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم حلبی نے کہا پیمانہ معین اور گز معین مراد ہی اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفا متعذر ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا تو سلم جائز ہی وجوّزہ الثانی فی الماءِ قِربًا للتعاملِ فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز کہا ہی پانی مین مشکون بہر کے بسبب دواج کے کذا فی الفتح ہم یعنے سقے سے چند مشکین پانی کی خرید کرنا معین مشک سے جائز ہے

ولا بُرِّ قریۃٍ بعینہا وتمرِ نخلۃٍ معیّنۃٍ الّا اذا کانت النسبۃُ لثمرۃٍ او نخلۃٍ او قریۃٍ لبیانِ الصفۃِ لا لتعیینِ الخارجِ کخشمرانی ببخارا وبلدی بدیارنا فانّہ ح بمقتضی العرف فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گانون کے گیہون اور معین کہجور کے درخت کے پہل مین مگر جب کہ نسبت پہل اور کہجور کے درخت اور گانون کے بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شئے خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہون کی نسبت ہماری ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی سلم کا سر سبجی ہے ہم یعنے اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہی تو جائز ہے والا غیر جائز قریۂ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پہل مین سلم اسواسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہون اوس گانون مین یا پہل اوس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہے تو اسمین احتمال فسخ عقد کا ہی لہذا صحیح نہین علاوہ برین وہ چیز فی الحال معدوم بہی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کیطرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہہ احتمال کہ شاید اقلیم مین بہی گیہون نہ پیدا ہون احتمال ضعیف ہم ولا فی حنطۃٍ حدیثۃٍ قبل حدوثہا لانہا منقطعۃٌ فی الحالِ وکونہا موجودۃً وقتَ العقدِ الی وقتِ المحلِّ شرطٌ فتح اور صحیح نہین سلم نئے گیہون مین قبل اوسکے پیدا ہونیکے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا اونکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کیوقت موجود ہو یا بالعکس یعنی اسکے یا دونون وقتون کے مابین مین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہی وفی الجوہرۃ اسلم فی حنطۃٍ جدیدۃٍ او فی ذرۃٍ حدیثۃٍ لم یجز لانہ لا یدری ایکون فی تلک السنۃ شیءٌ ام لا قلتُ وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃِ السلمِ من قولہ جدیدٌ عامہ مفسدٌ لہ ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ مین ہی عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چنے مین تو جائز نہین کیونکہ معلوم نہین کہ اوس سال مین وہ پیدا ہوگا یا نہین مین کہتا ہون اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقہ سلم مین یہہ قول لکہا جاتا ہی کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہی قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہین وشرطہ ای شروط صحتہ التی تذکر فی العقد سبعۃ بیان جنسٍ کبُرٍّ او تمرٍ وبیان نوعٍ کمسقیٍّ وبعلیٍّ وصفۃٍ کجیّدٍ وردیٍّ وقدرٍ ککذا کیلًا لا ینقبض ولا ینبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شرطین جو عقد مین مذکور ہوتی ہین سات ہین ۱ بیان ہی مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون یا کہجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ آدمیونکی سینچی یا بارش کا اینکی سینچی ۳ بیان اوسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص ۴ اس گیہون یا کہجور کا بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنے کیل ہوگی اس کیل سے جو سکڑی اور پہیلی نہین واجلٍ واقلّہ فی السلم شہرٌ بہ یفتی ۵ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم مین ایک مہینہ ہی اسپر فتوی ہے ہم مقدار مدت مین اختلاف ہے اور اصح وہ ہی جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہی کیونکہ ادنے عاجل اور اقصے آجل ہے اور ماخوذ ہی مسئلہ یمین سے یعنی جو قسم کہائی کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اوسنے قبل تمام ہونے مہینہ کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ ما دون شہر حکم عاجل مین ہے اور شہر اور ما فوق اوسکے آجل ہے علما نے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر وفی الحاوی لا بأس بالسلم فی نوعٍ واحدٍ علی ان یکون حلول بعضہ فی وقتٍ وبعضہ فی وقتٍ آخر اور حاوی مین ہے کہ سلم کرنے کا کچہ مضائقہ نہین نوع واحد مین اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایکوقت مین ہو اور بعض کا دوسرے وقت مین ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت ربِّ السلم فیاخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالًا لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولذا شرط دوام وجودہ لتدوم القدرۃ علی تسلیمہ بموتہ اور باطل ہو جاتی ہی مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لیگا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسیواسطے یعنے ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے کیواسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہی صحت سلم مین تا اوسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہی مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اوسکی موت کے تسلیم پر قادر رہو

[illegible] ۱۲

بیان شروط صحت سلم

وبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کما فی مکیل وموزون ومعدود غیر متفاوت واکتفیا بالاشارۃ کما فی مذروع وحیوان ؕ مقدار رأس
المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو رأس المال کی مقدار سے چنانچہ مکیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان
میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب رأس المال کی طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اوسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر رأس المال مذروع یا حیوان ہو تو دونوں اشارہ بالاتفاق کافی
ہے اسواسطے کہ مذروع میں گزون کا معلوم ہونا شرط نہیں کیونکہ عقد اوسکی مقدار سے متعلق نہیں ہے اسواسطے کہ مسلم فیہ گزون کو شمار پر تقسیم نہیں ہوتا اگر گز سے
ہو اوسکے مقابل مین کچھ ثمن نہیں ہوتا تو اوسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الکافی وقلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد رأس
المال ان کان ہم جواب یہی ہیں امام کے طرف سے کہ کاہے مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کے تحصیل مین تو رأس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صرح ابن کمال پس
اگر مقدار رأس المال کی معلوم نہوگی تو نزاع واقع ہوگا وقد ینفق بعضہ ثم یجد بالباقی عیبا فیردہ ولا یستبدلہ رب السلم فی مجلس الرد فینفسخ
العقد فی المردود ویبقی فی غیرہ فیلزم جہالۃ المسلم فیہ فیما بقی ابن ملک ومحیط ؕ اور کاہے مسلم الیہ بعض رأس المال کو خرچ کر ڈالتا ہے پھر باقی رأس المال کو
عیب دار پاتا ہے تو اوسکو پھیر دیتا ہے اور رب السلم مجلس رد میں اسکو بدل نہیں دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا اوسقدر رأس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود میں
تو جہالت مسلم فیہ لازم آوےگی باقی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان رأس المال کی مقدار کا ؕ والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل ومؤنۃ
اور سے ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان جس مسلم فیہ میں باربرداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی باربرداری مین کلفت اور مشقت ہو وہان بیان مکان
ایفا شرط ہے مانند مشک اور روئی کے ومثلہ الثمن والاجرۃ والقسمۃ اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہے ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عوض کر
مکیل یا معدود کے یا موزون کے خریدا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا بعوض مکیل یا موزون
کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصون نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا اور مقابلہ زائد
کے کیلی یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الکافی وعینا مکان العقد ویتعین مکان العقد فی الثلثۃ
کبیع وقرض واتلاف وغصب قلنا ہذہ واجبۃ التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کردیا ہے واسطے ایفا مسلم فیہ کے اور یہی
مذہب ہے باقی تینوں امور کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور
غصب کا معین ہے جواب یہی ہیں امام کے طرف سے کہ بیع یعنی ثمن اور قرض وغیرہا واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا وہی مکان معین ہوگیا بخلاف پہلی صورتون کے یعنی
سلم اور ثمن اور اجرت اور قسمت ولو شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلۃ منہا برئ ولیس لہ ان یطالبہ فی
محلۃ اخری بزازیہ اور مسلم فیہ کو شرط کیا کہ شہر میں دیجئے اوسکے برابر ہیں ایفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اوس شہر کے کسی محلہ میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار
نہیں ہے کہ اوس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیہ وفیہا فلو شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین
الاجارۃ والتجارۃ اور بزازیہ میں قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لاد کر پہونچانا اپنے گھر تک بعد ایفا مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں ہے کیونکہ جمع
ہو جاتے ہیں دو عقد یعنی اجارہ اور تجارت ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہے وما لا حمل لہ کمسک وکافور وصغار
لؤلؤ لا یشترط فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا ویوفیہ حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز مین اوٹھانے کی کچھ حاجت نہیں جیسے
مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اوسمین مکان ایفاء مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچا دے جہان اوسکا جی چاہے قول اصح مین اور ابن
کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے حمل اور مؤونت اوس چیز میں نہیں جسمیں پیسہ پر لانے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی
ولو عین فیما ذکر مکانا تعین فی الاصح لانہ یفید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر دیا ہے تو ان چیزون میں جو مذکور ہوئیں یعنی جسمیں باربرداری کی حاجت نہیں تو مکان
مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح میں کذا فی الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطرہ راہ کی مفید ہے ویبقی من الشروط قبض رأس المال ولو منفعۃ قبل الافتراق
بابدانہما وان ناما او مشیا فرسخا او اکثر اور باقی رہا شرطوں سے رأس المال کا مقبوض ہونا بدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ رأس المال منفعت ہو اگرچہ عاقدین

سو گز ہوں یا بقدر فرسخ یا زیادہ وساتھ چلے گئے ہوں ھ مصنف اور شارح نے بیان شروط مین تغییر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہین ہین جنکا ذکر کرنا شرط
ہو بلکہ انکا وجود بلا ذکر کافی ہے ولو دخل لیخرج الدراهم ان توارى عن المسلم اليه بطل وان بحيث يراه لا اور اگر رب السلم مکان مین داخل ہوا تا درہم
نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم باطل ہو گیا اور اگر سطرح پر داخل ہوا ہو کہ اوسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہین وصحت الكفالة والحوالة والارتهان برأس
مال السلم ہدایہ اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ھ تو اگر مسلم الیہ نے رأس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے
قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور درصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ
باطل ہین اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال علیہ کے طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه على الصحة لا شرط
انعقاده بوصفها فينعقد صحيحا ثم يبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو
درصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو ابى المسلم اليه قبض رأس المال اجبر عليه خلاصہ اور اگر
مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اوسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقي من الشروط كون رأس المال منقودًا وعدم الخيار وان لا يشمل البدلين
احدى علتي الربوا وهو القدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء تتحقق به اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور
نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتون سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کی ہونے سے ھ
قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہون مین اور اسیطرح زعفران اور گھی مین صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین مین وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ
نقود کی باٹ علیحدہ ہین اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا مین ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدّها العيني تبعًا للغاية سبعة عشر اور عینی نے باتباع
غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطین سترہ شمار کی ہین ھ ازانجملہ چھ شرطین رأس المال مین یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار رأس المال اور اوسکا منقود اور مقبوض
ہونا اور نو شرطین مسلم فیہ مین یعنے بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو تعیین سے اور منضبط ہو
وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جسمین خیار الشرط نہو اور ایک
شرط بنظر بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتون مین سے ایک علت کا نہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغيره القدرة على تحصيل المسلم فيه اور اپنی شرح
مین مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ھ قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہین باوجود اشتراط عدم انقطاع کے
نہر الفائق مین کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع على الشرط الثامن بقوله فان اسلم مائتي درهم في كر بضم فتشديد بلا سين وهو ستون
قفيزًا والقفيز ثمانية مكاكيك والمكوك صاع ونصف عيني بر حال كون المائتين معسوق مائة دينا عليه اى على المسلم اليه ومائة نقدًا نقدها
رب السلم وافترقا على ذلك فالسلم في حصة الدين باطل لانه دين بدين وصح في حصة النقد ولم يشع الفساد لانه طارئ حتى لو نقد الدين في
مجلسه صح في الكل پھر مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض رأس المال پر اپنا اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کر گیہون مین حالانکہ دو سو بایطور
مقسوم ہین کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایکسو نقد جنکو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہے کیونکہ
مبادلہ ہے دین کا دین سے اور یہ جائز نہین اور سلم صحیح ہی نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد
اوسکے بقدر دین باطل ہو گیا تا اینکہ اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درم مین سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کر بضم کاف وتشدید را مہملہ عبارت ہے ساٹھ
قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ھ اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایکسو تیس درم کا ولو انعدما كانا دينا
وعلى غير العاقد فسد في الكل اور اگر دو سو مین ایکسو دینار ہون اور ایکسو درم یا ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہے ولا
يجوز التصرف للمسلم اليه في رأس المال ولا لرب السلم في المسلم فيه قبل قبضه بنحو بيع وشركة ومرابحة وتولية ولو ممن عليه حتى لو وهبه منه
كان اقالة اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا رأس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے مثلاً بیع اور شرکت اور مرابحہ اور

تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ کسی شخص سے کئے ہوں تفسیر رأس المال و مسلم فیہ ہر بیان تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کر دی تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ نے قبول کر لیے ہم رأس المال میں اسواسطے تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور تصرف کرنا اوسمیں قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہے اور مسلم فیہ میں اسواسطے تصرف درست نہیں کہ وہ مبیع ہے اور مبیع منقول میں قبل قبضہ کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو مجکو نصف رأس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہوا اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ رأس المال پر کچھ مجکو فائدہ زیادہ دیدے یا اوسکے برابر دیدے تا مسلم فیہ بخصوص تیرا ہو و فی الظہیریۃ اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنے بعض سلم میں اقالہ کرا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو جائے کہ نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اوسکے کذا فی المحیط و لا یجوز ان یشتری رب السلم شیئا من المسلم الیہ برأس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح ولو کان فاسدا جاز الاستبدال کما فی الذخیرۃ اور جائز نہیں ہے کہ رب السلم کچھ خرید کرے مسلم الیہ سے عوض رأس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد میں اگر سلم فاسد ہو تو استبدال رأس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تأخذ الا سلمک او رأس مالک ای الا سلمک حالۃ بقاء العقد او رأس مالک حالۃ انفساخہ فامتنع الاستبدال کذا فی الکافی مذکور جائز نہیں قبل قبضہ کرنے رأس المال کے بحکم اقالہ کے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ تو نہ لے مگر اپنا سلم یا اپنا رأس المال یعنی اپنا مسلم فیہ درصورت قیام عقد سلم یا اپنا رأس المال در حالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہو گیا ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور اہل حدیث کو اسمیں گفتگو ہے لیکن حدیث ابوداؤد و ابن ماجہ اور ترمذی میں بالمعنے ابو سعید خدری سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شئ فلا یصرفہ الی غیرہ یعنے جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اوسکو اوسکے غیر میں نہ پھیرے اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ نہ لے مگر اوسی چیز کو کذا فی الہدایہ بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لانہ یتعین فیہ بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اوسمیں استبدال جائز ہے لیکن بشرط قبض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں بسبب جائز ہونے اوسکے تصرف کے بدل صرف میں بخلاف سلم کے یعنے رأس المال میں تصرف جائز نہیں ہم یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس میں اسواسطے کہ صرف میں تعیین حاصل نہیں ہوتی مگر قبضہ سے کیونکہ اوسکا استبدال جائز ہے تو اوسمیں قبض نفس مجلس شرط ہونے کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اوسکے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اوسمیں تعیین بالقبض کی حاجت نہیں لہذا اوسمیں نفس قبض بھی نہ ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی المحیط و لو اشتری المسلم الیہ من رجل کرا و امر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء عما علیہ لم یصح للزوم الکیل مرتین ولم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر گیہوں کا اوسنے ایک کر گیہوں کسی سے خرید کیا اور خریدار مذکور نے رب السلم کو امر کیا اوسکے قبضہ کر لینے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں کیونکہ لازم ہوئے کیل کے دو بار اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ہم یہاں ناپنا دو بار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اوسکے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل ہیں سو یہاں حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور اصل اسمیں وہ حدیث ہے جسمیں بیع طعام سے نہی وارد ہے تاوقتیکہ اوسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہی ہے جب کہ دو عقد مجتمع ہوں اور ایک عقد میں تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے موزون اور معدود کا کذا فی المحیط و صح لو کان الکر قرضا و امر مقرضہ بقبضہ لانہ اعارۃ لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہوا اور اپنے مقرض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہے نہ بدلنا ہم صورت قرض یہ ہے کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہوں قرض لئے پھر زید نے ایک کر گیہوں خرید کئے اور خالد کو اوسپر قبضہ کرنیکا امر کیا ادائے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہی اول سلم تھا پھر جب مدت اوسکی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہوں قرض لئے اور رب السلم کو امر کیا اوسپر قبضہ کرنیکا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ منہ لہ ثم لنفسہ ففعل کالہ مرتین لو والی تمامیہ جیسا کہ قبض صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اوسکے بائع سے اپنی ذات کیواسطے بعد اسکے امر کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنیکا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اوسکو دو بار پیمانہ کیا یعنے ایکبار مسلم الیہ کے قبض کیواسطے اور دوسری بار رب السلم کیواسطے تو

یہ قبض صحیح ہے بسبب دو مرتبہ پیمانہ کرنے کے یعنی بائع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہاں دوبار پیمانہ کرنے سے زائل ہو گیا امرہٗ ای المسلم الیہ رب السلم ان
یکیل المسلم فیہ فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم بغیبتہ اما حضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ وامر المشتری البائع بذلک فکالہ فی
ظرف البائع لم یکن قابضا بالمبیع بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ کو حکم دیا کہ
مسلم فیہ کو ناپ کر میرے ظرف میں ڈال دے سو اوسنے ناپ یا اوسکے ظرف میں یعنے رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپا تو وہ قابض
ہو جائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسیطرح کے بیچنے کو سو اوسنے ناپ دیا بائع کے ظرف میں تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا
بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کی ظرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہے اور اول یعنے رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے
م خلاصہ یہ ہے کہ یہاں سلم اور خرید میں فرق ہے کہ در صورت مذکورہ مشتری قابض ٹھہریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شئی موجود میں ہے تو وہ مالک ہو گیا بمجرد عقد کے
تو بائع اوسکا وکیل ہو گیا امساک ظروف میں بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اوسکا مالک نہیں ہو سکتا بدون قبضہ کے پھر جب
قبض صحیح نہ ٹھہرا تو مسلم الیہ مستعیر ظروف ہو گیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری
قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدی عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونوں کا بھر دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے
عین کو م صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہوں کے ایک کر میں پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہوں بقدر ایک کر کے خرید کئے پھر
رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیہوں یعنے دین اور عین اسمین بھر دے تو اگر اوسنے پہلے عین گیہوں کا پیمانہ کیا ظرف میں تو عین کا قابض
ہوا کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے
قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہیں اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھہرا کہ ملک کا خلط ہو گیا قبل التسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الہدایۃ والمضاد
عکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیّراہ بان نقض البیع والشرکۃ اور اسکے بالعکس یعنے پہلے دین کا پیمانہ کرنا قبض نہیں اور صاحبین نے مشتری کو مختار
کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں م چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اوتنے مال میں بائع کا شریک ہو جاوے اسلم
امۃ فی کر برّ وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ او ماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود علیہ وہو المسلم فیہ
وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیہما ای فی المسئلتین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہوں میں اور لونڈی پر قبضہ ہو گیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے
سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مر گئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مر گئی اوسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود
علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی سبب ہے ضمان کا لہذا
یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی م صورت ثانیہ میں اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہے تا اینکہ وہ مقبوض ہو اور اسمین
کچھ شک نہیں کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہیں کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہے لہذا اوسکی قیمت
واجب ہوئی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کی مانند حکم ہے مقایضہ میں م یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہو گیا ہو
بیع عین کی عین کے ساتھ
اسواسطے کہ بیع المقایضہ میں ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹھہریگا بخلاف الشراء بالثمن فیہما لان الامۃ
اصل فی البیع بخلاف خرید کرنیکے ثمن سے دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ لونڈی اصل ہے بیع میں م یعنے اگر لونڈی کو مثلا ہزار درہم سے خرید کیا پھر لونڈی مر گئی
بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اوسکی موت کے بعد تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں لونڈی اصل ہے بیع میں کیونکہ وہ مبیع ہے اور مبیع کا ہلاک
قبل القبض مبطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی رأس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع
اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونیکے بخلاف بیع کے کہ اسمین اقالہ جائز نہیں دونوں طرح کے ہلاک میں تقایلا البیع فی
عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام میں پھر غلام بھاگ

کیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سو اگر مشتری قادر ہوا اوسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال خود قائم ہے کذا فی التبیین والفتح ملخصاً

الرداءۃ او التاجیل لا لنافی الوصف وھو الرداءۃ او الاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا یعنی اگر ایک شخص کہے کہ ہم نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہے اور دوسرا کہے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو پہلے کا قول معتبر ہے نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا اور رداءت یعنی نقصان یہاں بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہے تقدیر اجل سے لیکن یہاں اجل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتاً فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندہما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اوسکے ساتھی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اوسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا ایکہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ھ تعنت لغت میں اوس سے عبارت ہے کہ انسان واں گرے جہاں سے نکل نہ سکے لیکن یہاں تعنت سے مراد یہ ہے کہ اوسکا منکر ہو جو اوسکے حق میں نافع ہے تعنت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کہے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو یہاں مسلم الیہ کا قول بالاتفاق معتبر ہوگا اور جبکہ مسلم فیہ راس المال پر عادت میں زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یوں کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مسلم الیہ متعنت ہے اپنے حق کے انکار میں یعنی مدت میں اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ جس مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یوں کہنا کہ میں نے ردی شرط کیا تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور مسلم الیہ نے کہا کہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت میں رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت میں امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتمد ہے کہ مدعی صحت ہے اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب درر نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک دونوں صورتوں میں یعنے تعنت اور خصومت میں مدعی صحت کا قول معتبر اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار رکھنے کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یوں کہنا مناسب تھا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندہما للمنکر کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کیطرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کے طرف نہر الفائق میں ہے امام اور صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ نسخہ معتبر سے طحطاوی نے کہا عقد واحد پر اتفاق ہوا چنانچہ اسلم میں ہے اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہے کیونکہ سلم بلا شبہ ہی سلم فاسد ہے دوسرا عقد نہیں بخلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور درصورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ھ طالب سے مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے وای برھن قبل برھانہ وان برھنا فبینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونوں میں سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونوں گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہوں پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنے زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ لانہ ینکر حق الاجل وان برھنا فبینۃ المطلوب اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے میں تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے مگر جسوقت دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحساناً اور اگر دونوں سلم میں اختلاف کریں یعنے ایک شخص عقد سلم کا مقر ہوا اور دوسرا مدعی تو دونوں قسم کھائیں بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع ھو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا ھ یہ لغوی معنی ہیں اور شرع میں استصناع یہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر چنانچہ موزہ گر کفشگر یا ٹھٹھیرے سے کہے کہ مجھکو اتنا لنبا چوڑا موزہ یا کفش بنا دے یا ایسی چیز جسمیں اتنا سماسکے اور وزن اوسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنا دے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر فان اجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ یصیر سلماً فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہے اگر اسمیں مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو نہ بطریق استعجال کے اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہیں ہو جاتا ہے پھر جب استصناع موجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی

نبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک هم اگر استصناع میں سلم کی مانند مدت ہو چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت سلم
کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہی اگر اوسمیں تعامل خلق جاری ہوا ور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہو اگر مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہوا ور اگر مدت علی وجہ
الاستعجال مذکور ہو اسطرح پر کہ اوسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسوں تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغت کے واسطے ہی نہ تاخیر مطالبہ کیواسطے کذا فی
شرح زیلعی وغیرہ مین ایسا کچھہ مذکور رہے اور مصنف کا کلام اس مدت مین موضوع ہی جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہیں کذا فی الطحطاوی
دریافت کرنا چاہئی کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہوسکتا کیونکہ استیجار اوس عمل پر جو اجیر کی ملک
مین ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اوٹھا لیچل اس مکان سے وہان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہین
اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہی کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں ولیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہی بسبب تعامل اور رواج کی جو راجع ہے
اجماع علی کیطرف زمانہ رسالت سے ابتک بلا انکار اور اسطرحکا تعامل اس حدیث مین مندرج ہی کہ لا یجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی اور ثابت ہوا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تہی لہذا تعامل اس پر استصناع مقصود ہوا اور جسمین تعامل نہین اوسمین عدم جواز بنظر قیاس مذکور کے جیسے کپڑا
جولاہی سے بنوانا اوسکے سوت سے مثلیں سلوانا درزی سے اوسکے سوت سے کذا فی فتح القدیر جری فیہ تعامل ام لا وقالا الاول استصناع ثم استصناع مؤجل
معلوم سلم ہے خواہ اوسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہوا اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنے جسمین تعامل جاری ہے وہ استصناع ہی نہ سلم وذکرہ ای الاجل فیما فیہ
تعامل الناس کخف وقمقمۃ وطست بمہملۃ وذکرہ فی المغرب بالشین المعجمۃ وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول
لوگون کا جاری ہی چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہی اور مغرب مین اسکو بشین معجمہ ذکر کیا ہی اور کاہی اسکو طسوت
بھی بولتے ہین هم طست لغت طی مین طس بسین مشدد تہا ایک سین کو تاء مثناۃ فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یون کہتا ویقال
فی جمعہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی وبیعا لا عدۃ علی الصحیح لتفرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے
اوسکے بیع ہونے پر تفریع کی اپنے آیندہ قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الآمر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر پر زبردستی کیجائیگی اوسکے بنانے پر اور بنوانے
والا اوس سے پھر نہین سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع ھو العین لا عملہ خلافا للبردعی اور استصناع مین
بیع خود وہ شئ مصنوع ہی نہ عمل اوسکا برخلاف ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عملہ
لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تہا سو آمر نے اوسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اوسکا لینا صحیح نہوتا
ولا یتعین المبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور مبیع متعین نہین ہوجاتی آمر کے واسطے
بدون اوسکی رضامندی کے تو صحیح ہی بیچڈالنا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اوسکے آمر کے اور اگر مبیع اوسکے واسطے متعین ہوتی تو اوسکا بیچنا درست نہوتا
ولہ ای للآمر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ لا خیار للصانع بعد رؤیۃ المصنوع لہ وھو الاصح نہر اور اسکو یعنی آمر کو اوسکے لینے مین اختیار
ہی بسبب خیار الرؤیۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہی کہ صانع کو اختیار نہین بعد دیکھنے اوس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہی کذا فی النہر ولا
یصح فیما لا یتعامل فیہ کالثوب الا باجل کما مر اور استصناع صحیح نہین اوسمین جسکو بنوانیکا لوگون مین رواج نہین چنانچہ کپڑے مین مگر مدت ٹہیرا کر چنانچہ باب السلم
مین مذکور ہو چکا یعنی جسمین تعامل نہین اوسمین فرمایش صحیح نہین بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹہیری تو اب مراعات جمیع شروط سلم کی لازم
ہوگی کذا فی الطحطاوی هم بفعل ہندوستان مین طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر واہل عقد در کتابین چہپواتے ہین تو ظاہرا یہ استصناع صحیح ہے خواہ کل
قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھہ نہ دیجاوے مگر فرمایش مین یہہ ذکر ضرور ہی کہ ایسا کاغذ ہوا اور اوراق کا عرض و طول اتنا اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار
منقول عنہ وغیر ذلک اور صاحب فرمایش کو بعد رویت کے اخذ و ترک مین اختیار ہی اور چہاپنے والیکو قبل رویت صاحب فرمایش کے بیع کتب مین اختیار ہی اور اگر شرائط
سلم اسمین مرعی ہون تو اوس صورت مین عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالی اعلم فان لم یفصل قسمہ ان ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال وان للاستعجال کعلی ان

ملہ مرقوم ہوا ... قمقمہ کا ترجمہ آفتابہ کیا ہی ... کہتے ہین ... طاس ... کاسہ جو ... اور فارسی میں ... ہی ۱۲

ملہ بردعی اوسکی جمع مین ... ۱۲

نفرقہ عند ثمان تحقیقا اور کرمت سلم کی ذکر نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال و تاخیر المطالبہ مذکور ہو اور اگر استعجال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صانع سے یون شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہو تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحاوی نے کہا یہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ الی آخر التقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ مال کے ہے **فرع** مسئلہ تحفہ شارح کا السلم فی الدبس لا یجوز فان ایجارة جواہر الفتاوی لو جعل الدبس اجرة لا یجوز لما لانہ لیس مثلیا لان النار عملت فیہ ولذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمة حتی لو کان عینا جاز عقد سلم و شاید رُبّ میں جائز نہیں ہو اسطے کہ جواہر الفتاوی کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہیں ہو اسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اسمیں اپنا عمل کیا ہے اور اسی واسطے سلم اسمیں جائز نہیں تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر معین ہو یعنی بعینہ حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معاینہ اسمیں جو کہا نہیں ہے دلیل بالکسر مترجم عبارت ہو جسکی ترجمے سلم اسمیں اسواسطے جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے کبھی جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہے اور کبھی پتلا تو اوسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہیں بخلاف گھی کے کہ اسمیں تاثیر آگ کی بجہ معلوم ہونے کے اگر زیادہ اور کم ہو تو کبھی بگڑ جاوے کذا فی المحیط قلت و یجیء فی الغصب ان الرُب والقطر والسمن والعصیر والاجر والصابون والعصفر والسرقین والجلود والفحم حسب تحقیق یجیء فی المحیط میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب الغصب کے کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور کچی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور چمڑی اور کہال اور گیہون جو سے قیمت والی چیزیں مثلی نہیں اسکو یاد رکہنا چاہیے مترجم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قیمی ہوئیں تو انمیں عقد سلم جائز نہیں علماء نے کہا باب السلم میں کہ رب وہ چیز ہے جو قرطب سے نکلے اور قطر ایک قسم ہی عسل قصب کے اور مجتبی مذکور نے کتاب الغصب میں کہا کہ رب عبارت ہے ہر پہل کے نچوڑے ہوئے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف میں وہ جو شکر سے ٹپکے بحر الجواہر میں کہا کہ اصطلاح میں رب عبارت ہو اوس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پھر گاڑہا کیا جاوے آگ سے جوش کر یا آفتاب میں رکھکر

باب ۲ متفرقات

میں انواعہا و متفرق الکنز بمسائل منثورة و فی الدر بمسائل شتی والمعنی واحد کہ یہ باب ہر ان مسائل کے ذکر میں ہے جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کنز میں اس باب کو مسائل منثورہ اور درمختار میں مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیر ثلثہ کا مطلب کیسا ہی ہو ہم عادت فقہا یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب متقدمہ میں چھوٹ گئے اور اپنے مواضع میں مذکور نہوئے تو اون سبکو یکجا مذکور کر دیتے ہیں اور اونکو ہا ثلثہ سے کسی ایک اسم سے مسمی کرتے ہیں اشتری ثورا او فرسا من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمة له ولا یضمن متلفه وقیل بخلافه یصح و یضمن قنیہ خرید کیا بیل یا گہوڑا پختہ مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اوسکی کچھ قیمت نہیں اور اوسکے تلف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف اسکے برخلاف ہے یعنی بیع صحیح ہے اور متلف پر ضمان ہے کذا فی القنیہ ہم جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہیں تو اوسکا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان ہو اسطے نہیں کہ بمنزلہ آلات لہو ہے و فی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة وان یلعب بها الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کہلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کہیلنا جائز ہے ہم علماء نے کہا کہ طرز بیان اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے و صح بیع الکلب ولو عقورا والفہد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعہا حتی الہرة وکذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر وهو المختار للانتفاع بہا وجلدها کما ذکرنا فی الباب الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتہی اور بندر اور درندون کی بیع اونکی باقی اقسام کے ساتھ یہانتک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسی طرح درندون پرندون کی خواہ معلم ہون یا نہون سوای سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے اون سے اور انکی کہالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقا جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں ہیثم عن عکرمة عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کے ثمن میں اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہیں و تمامہ فی فتح القدیر والنسخ بالتردد لو کان حراما لا یمنع بیعہ بل یکرہ کبیع العصیر خمرا وهبانیہ اور تردد کا زائل کرنا اگرچہ حرام ہو مانع اوسکی بیع کا نہیں بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی بیچنا شراب بنا نیوالے سے کذا فی شرح الوہبانیہ **فرع**

مسئلہ ملحقہ شارح کا لا ینبغی اتخاذ کلب لا لخوف لص او غیرہ فلا بأس ومثلہ سائر السباع یعنی لائق نہین کتے کا پالنا اور رکہنا گرچور وغیرہ کی خوف سے
تو کچھہ مضائقہ نہین اور کتے کی مانند باقی درندے ہین کذا فی العینی ھ یعنے کتے کا گہر مین رکہنا جائز نہین گر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب
صید او ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنے جو کتا رکہیگا سوای شکار اور مواشی کے کتے کے تو اوسکے ثواب سے ہر روز دو قیراط گہٹ جاتے ہین
وجاز اقتناءہ لصید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بہیڑ بکری اور کہیت کی حفاظت کیواسطے بالاتفاق کا صح بیع خرء
حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہہ ہے جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ یہہ اقل قیمت بیع سے وکذا ھبتہ
قنیہ اور صحیح ہوا اوسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ واذنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت
کسرۃ خبز لا یجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہین کذا فی القنیہ ھ یعنے اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہین کذا فی
الطحطاوی کما لا یجوز بیع ھوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب جنانچہ جائز نہین زمین کے کیڑون کا بیچنا مانند خنافس کے یعنی
ادر بچہو اور چہپکلی اور گوہ کے ھ خنافس جمع ہے خنفسا کی بضم خا معجمہ وسکون نون وفتح فا کہ سیاہ کیڑا ہے گندہ بو سواے جعل کے فارسی مین اوسکو خبزدوک کہتے ہین طحطاوی نے
کہا محیط مین ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اوسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے معالجے مین اوسکے طرف حاجت ہے ولا
ہوام البحر کالسرطان اور جائز نہین دریا کے کیڑون کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ھ چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑون سے فائدہ لینا حرام ہے
لہذا اونکی بیع جائز نہوئی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع ما لہ ثمن کسقنقور وجلود خز وجمل الماء لو حیا والطلق
الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا مین ہین سواے مچھلی کے اونکی بیع جائز نہین اور قنیہ مین جائز کہا ہے اوسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہے جنانچہ سقنقور اور کہال
خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اوسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ھ سقنقور جانور ہے گوہ کی مانند دریای نیل کے کنارہ پر قوت
باہ مین بے مثل ہے اور خز بفتح خا معجمہ اور زا معجمہ مشدد دریائی جانور ہے اوسکے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہے بحر الجواہر مین ہے کہ صاحب خیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے
جسکا خصیہ جند بیدستر ہے صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہے پہر یہہ نام اوس کپڑے کا ہوگیا جو اوسکے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو اللیث بیع الحیات
ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا ورد ہ فی البدائع بانہ غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع
البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپون کی بیع کو جائز کہا ہے اگر اون سے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین جنانچہ تریاق فاروق وغیرہ مین اور اگر فائدہ نہین تو بیع
جائز نہین اور اس قول کو بدائع مین رد کیا ہے اسطرح کہ یہہ کلام راست اور درست نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعا حرام ہے اوس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے
جائز نہین مانند شراب کے تو اوسکی بیع کے مشروع کرنیکی حاجت واقع نہین ہوتی ھ کتاب الطہارۃ مین مذکور ہوچکا کہ حرام چیز سے اسوقت علاج کرنا جائز ہے جب
اوسی مین شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اوسکے قائم مقام نہوسکے تو توفیق بین القولین یہہ ہوسکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا
سانپ کے استعمال مین منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہوسکتی ہو واللہ تعالی اعلم وجوز بیع دھن نجس ای
متنجس کا قدمنا فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات نجس نہین نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہوگیا جنانچہ ہم اوسکو مسائل
بیعین بیع فاسد کے باب مین مقدم ذکر کرچکے ہین ھ متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہوگیا وینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد کما مر اور فائدہ
لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اوس مکان مین جو مسجد کے سوا ہے جنانچہ کتاب الطہارۃ مین گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کصرف وسلم وربوا ونحوہا
اور کافر ذمی مسلم کی مانند ہے بیعین جنانچہ صرف اور سلم اور ربا وغیرہ مین ھ ذمی مسلم کی مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہے تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہین ذمی کو
بہی جائز ہین اور جو مسلم کو جائز نہین وہ اوسکو بہی جائز نہین سوای مستثنیات آیندہ کے غیر الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا بل بخنق او ذبح مجوسی
فانہا کالخنزیر وقد امرنا بترکہم وما یدینون بیع مین ذمی مسلم کے مانند ہے سوای شراب اور سور اور اوس مردار جانور کے جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی
کے ذبح کرنیسے مرا کہ وہ سور کے مانند ہے اور ہم مامور ہین اونکے عدم تعرض پر اور اونکے معتقدات کے ترک پر ھ شارح نے اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کا عدم

تو بیشک ان اشیاء میں ہو اسواسطے نہیں کہ یہ چیزیں اوسکے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضے مجوس بحالت اختیار ذکر ح میں بہی ثابت ہی کیونکہ یہ قول صحیح کفار مخاطب
باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ اوسکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں اونکے اعتقادات کے عدم تعرض
وحتمیٰ شیئاً ای الکافر کما قلنا فی البیع الفاسد عبداً مسلماً او مصحفاً او شقصاً منہما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا اور مصحف شریف کا
یا دونوں میں سے کچھ حصہ مول لینا جیسے ربع نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیوع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں ویجبر علی البیع اور کافر پر زبردستی کیجائیگی کہ بیچڈالے یعنی
یعنی اگر کافر نے غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کر لیگا تو مالک ہوگا لیکن حاکم زبردستی اوس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہے
ولو المشتری صغیراً اجبر علیہ ولیہ فان لم یکن اقام القاضی لہ ولیاً اور اگر یہ مشتری صغیر ہو تو بیع پر اوس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر صغیر کا کوئی
ولی نہو تو قاضی اوسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اوسپر بیع میں زبردستی کیجائے وکذا لو اسلم عبد الذمی تبعیۃ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جائیگا یعنی اگر کافر کا
غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضاً اور کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اوسکو
مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادائے مال کتابت سے عاجز ہو گیا تو اوسکے مالک پر بہی جبر کیا جائیگا بیچڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا
سعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو ام ولد بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں ویوجع
ضرباً لو وطیہا مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی سزا دیا جاوے یا ادب کیا جاوے اگر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہے **فرع** مسئلہ
لمحرر شارح کا متن عادتہ مراد المراد ان یجبر علی بیعہ دفعاً للفساد عنہ وغیرہ وکذا یجبر ام احد صیداً ابو جعفر بالہ لونڈیونکا خرید کرنا جسکی بابت
ہو تو اوسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جائیگا دفع فساد کیواسطے کذلک البشرہ وغیرہ اور اسیطرح جس محرم نے شکار لیا تو اوسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض
الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو
متعذر ہی اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہی اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول محمد کا
کذا فی البحر الرائق وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا
جس خریدی لونڈیکا نکاح کر دیا اوسکے مشتری نے اوسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اوسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے
تو اوسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا لا بمجرد نکاحہا استحساناً نہ فقط اوسکا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہے مشتری کا بطریق استحسان کے فان انتقض
البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی وھو المختار تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے
وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو ماتت قبل القبض لم یبطل النکاح وان بطل البیع فیلزمہ المہر للمشتری اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے
مقید کیا ہے اوس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا اوسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنیکے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہو گئی
تو اوسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا ہم مشتری کیواسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر میں مذکور نہیں اور شیخ شامی نے اسپر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہوگا
کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہا کا یہ ہے کہ نفع بدلے نقصان کی ہے کذا فی البحر واشتری شیئاً منقولاً لا العقار لا یبیعہ
القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبۃ معروفۃ فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع
المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ لنظر للغائب فادی الثمن وما فضل یمسکہ للغائب وان نقص تبعہ البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری
قبل قبض اور قبل ادائے ثمن کے غائب ہو البتہ معروف یعنے اوسکا مکان معلوم ہے اور اوسکے بائع نے گواہ قائم کئے اسپر کہ اوسنے بیچا ہے اس غائب کو تو
تو وہ چیز اوسکے دین میں نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہاں ہے تو مبیع بیچی جاویگی یعنی
قاضی اوسکو بیچے یا نائب کا اپنے امور بیچے بہ رعایت حال غائب کے اور ثمن بائع کا ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اوسکو غائب کیواسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے
کم ہو تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب کہ اسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا ہم اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے

تو قاضی بائع کی نالش نہ سنیگا کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا اور مبیع کے نہ ہونے مرہون سے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا ہو مرتہن نے اپنے دین کے
واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اوسکی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین وان اشتری اثنان شیئا وغاب
واحد منہما فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل ودفع الکل للحاضر اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خرید کی اور دونون مین سے ایک شخص غائب ہوا یعنی
طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہین کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اوسکا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجائیگی کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے
دینے پر وله قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن بخلاف احد المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اوسکا روک رکھنا
اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہان تک کہ اوسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنی اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے
مستاجر حاضر نے سب اجرت دیدی تو اوسکو حبس کرنا اوسی اجرت جائز نہین والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف
الموجر اور فرق بیع اور اجارہ مین یہہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھیرا بخلاف موجر کے ہے یعنی
جب کہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنی ملک سے فائدہ لینا ممکن نہین بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھیرا او مضطر کو رجوع ثمن
اور حبس مبیع مین اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونیکے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا
استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہین کذا فی النہر اللہم الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ ہذا ذا اگر جب کہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی در صورت شرط تعجیل اجرت اجارہ
در حکم بیع ہوگا یہہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب باع شیئا بالف مثقال ذہب وفضۃ فنصفان ای بالمثقال فیجب خمسمائۃ مثقال من
کلٍ منہما لعدم الاولویۃ کوئی چیز بیچی سونے اور چاندی کے ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے
بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونون کیطرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو
مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق مین کہا لیکن اس صورت مین بیان صفت جودت وغیرہا شرط ہے اور اگر یون کہا کہ ہزار دراہم اور
دنانیر سے بیچا تو بیان صفت شرط نہین کہ وہان جید ہی مراد ہونگے وفی بیعہ شیئا بالف من الذہب والفضۃ نصفان والصرف للوزن المعہود فالنصف
من الذہب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراہم اور کسی چیز کی بیع مین بعوض ہزار کے سونے اور چاندی کے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن
شرعی مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے ہم یعنے پانسو دینار مثقالی اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے
کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی النہر ومثلہ لہ علیّ کرحنطۃ وشعیر وسمسم لزم من کلٍ ثلث کر وہذا قاعدتہ فی المعاملات کلہا کمہر ووصیۃ وودیعۃ
وغصب واجارۃ وبدل خلع وغیرہا فی موزون ومکیل ومعدود ومذروع عینی اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یون کہنا کہ اوسکا میرے اوپر ایک کُر گیہون
اور جو اور تل ہین تو ہر ایک اشیاء ثلثہ سے کُر کی تہائی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات مین مثل مہر اور وصیت اور امانت اور غصب
اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور مکیل اور معدود اور مذروع مین کذا فی العینی مہر کی صورت یہہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور
فضہ سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین کئے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی
اور پانسو درم فضہ کے علیٰ ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہا موزون کی مثال ایسی ہے کہ گھی اور شہد اور زیت سے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک مین سے
ثلث قنطار واجب ہوگا اور مکیل کی صورت خود شارح بیان کرچکا اور معدود کی صورت یہہ ہے کہ سو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہہ ہے کہ
سو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی وقولہ وزن سبعۃ تقدم فی الزکوۃ اور مصنف کا یہہ قول وزن سبعۃ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا ہے وزن
سبعہ سے مراد یہہ ہے کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہین اور ہر مثقال بیس قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الکمال ان اسم الدرہم
ینصرف للمتعارف فی بلد العقد ففی مصر ینصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے کہ درم کا نام پھرتا ہے اوسکے طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر مین
تو مصر کے شہر مین درم سے فلوس مراد ہونگے وافاد فی النہر ان قیمتہ تختلف باختلاف الازمان فافتی اللقانی بانہ یساوی نصفا وثلثۃ فلوس فلو اطلق

والف الذهب واعتبر زمانه لمن عرف والاشهر انه للفضة لانه الاصل كما لو قال ... المعروف کی توقف الشیخوية والصرح ... وكون قيمته درهما
مصطلحا اور نہر الفائق میں تصریح کی ہو کہ درم کی قیمت مختلف ہے چنانچہ باعتبار زمانے سمرقندی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہے سات ثمن تین فلوس کے تو اگر وقف
کرے اور درم کو مطلق کہے مادی شے کی قید نہ لگا دے تو اوسکے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اوسکے زمانے کا عرف معلوم ہوا اور نہیں تو درم چاندی کے درم کیطرف
منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چاہیے اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا ہے یوں کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چاہیے شیخوییہ اور منصوریہ
اوسکے مانند ہے درم نقرئی کی قید لگائی ہے تو اوسکے درم کی قیمت دو نصف ہو هم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین لقانی مالکی ہے کہ انسے النہر الفائق
عموی سے نقل کیا کہ درم کی قیمت دو نصف ہونا یہ کلام ہو صاحب نہر کا اور یہ اوس وقت مسلم ہے کہ دراہم مذکورہ صاحب نہر متغیر ہوگئے ہوں علاوہ اسکے
صاحب نہر نے ذکر کیا ہو کہ ... واقفین کا اعتبار ہو تو اوس سے عدول کرنا چاہیے واما كلام المصنف ان النقرة تطلق على الفضة والذهب على الفلوس ...
مصر الآن فلا نسلم ترجيحه فان لو توجه فالعمل على الاستبدادات القديمة للموقف كما عمل لو ... كسرة ... قال ...
المنال ابو السعود آفندی اور مصنف نے اپنی شرح میں تصریح کی ہو کہ نقرہ بولا جاتا ہو چاندی اور سکے اور فلوس مسمی پر مصر کے اہل کے عرف میں تو درم
نقرئی کی قید میں یہی مرجح مراد ہوا سو اگر مرجح پایا جاوے تو وقف کی عطایای قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہاء نے نظائر وقف میں آپ ہم تہا دیکھا ہے چنانچہ
معرفت خراج اور اوسکی شہند میں مصنف نے کہا اور اسکا فتوی دیا ہے ملا ابو السعود نے کہ هم مرجح اعدل دو ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار رہا
واقفین اگر معلوم ہوسکے والا بقول مصنف استبدار قدیم معتبر ہوگا استبدار قدیم سے مراد عطاء قدیمی ہے کذا فی البحر الرائق ولو قبض زيفا بدل جيد كان له
على آخر حاله لانه فلو علم ذلك وانفقه كان قضاء اتفاقا ولو نفق او انفقه فلو اتمادة اتفاقا فهو قضاء لحقه اور اگر ایک شخص نے کہوٹے درم واقعی سے
قبض کئے عوض کہرے درموں کے جو دوسرے شخص پر اوسکے تہے اور درم خرچ ہوگئے یا اوسنے خرچ کرڈالے تو یہ اوسکے حق سے ادا ہوجانا ہو طرفین کے نزدیک
سو اگر کہوٹا ہونا اوسکو معلوم ہوا اور اوسنے خرچ کرڈالا تو ادای حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہوا اور اگر اوسکے قبضے سے کہوٹے درم ... اور وہ موجود ہیں تو انکو
الاتفاق پہیر دے هم بحر الرائق میں کہا ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہے درم مغشوش سے نہر الفائق میں ہے کہ درم زیف وہ ہے جو بیت المال میں داخل ہوتا
البتہ ادام یعلم ... مثل زيفه وهو الصحيح لا استحسانا كما لو كانت ستوقة او بهرجة واختاره للفتوى ابن كمال ... وجه في البحر والنهر
والشرنبلالية ... اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کہوٹا ہونا معلوم ہو تو بعد خرچ ہوجانے کے اوسکی مانند کہوٹے درم پہیر دے اور کہرے
درم اوس سے پہیر لے بطریق استحسان کے جیسے اگر ستوقہ اور نبہرجہ درم ہوں تو درمثل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی دینے کے واسطے
میں کہتا ہوں اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ میں تو اسکا فتوی دیا جاوے هم ستوقہ وہ درم جسمیں چاندی کا تیر ہو اور نبہرجہ وہ
درم جو دار الضرب سلطانی میں ... ولو فرخ او باض طير في ارض رجل او تكسر فيها ظبي اى انكسر رجله بنفسه فلو كسرها رجل كان له كما
لا لاحد فهو للآخذ لسبق يده المباح اور اگر چڑیا نے بچہ یا انڈہ دیا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا پانوں آپ سے خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اوسکا مملوک ہے جس
نے اوسکو پایا اور لیا کیونکہ اوسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہوگیا تو اگر کوئی مرد اوسکے پانوں کو توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پکڑنے والے کا الا اذا هيأ
ارضه لذلك فهو له ... مگر جس صورت کہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسکے واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اوسکا مالک ہوگا نہ آخذ او كان صاحب الارض قريبا من
الصيد بحيث يقدر على اخذه لو مد يده فهو لصاحب الارض لتمكنه منه فلو اخذه غيره لم يملكه ... یا صاحب زمین کا اسکے شکار سے قریب ہو اسطرح کہ قادر ہو
اوسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتھ پہیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہو بسبب اوسکے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اوسکا مالک ہوگا کذا فی النہر
وكذا الكل ما اصله صيد تعلق بشبكة نصبت للجفاف او دخل دار رجل ... على ... لم يكف ...
... ملكه هذا العلل اور اسیطرح مسئلہ مذکورہ کی مانند ہو وہ شکار جو پہنس گیا اوس جال میں جو پہیلایا گیا تہا خشک کرنیکے واسطے یا شکار داخل
ہوگیا ایک مرد کے گہر میں اور ... کے واسطے ... جسکو ... لینے کیواسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ ...

سیئا گیا بعد اسکے تو اگر درہم اور شکر لینے کیواسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا اسیطرح لیا ہو لیکن پڑ گئے درہم اور شکر کپڑے کے تو کپڑے کا مالک درہم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے **فروع** مسائل تحفہ شارح کے عسل النحل فی ارضه ملکه مطلقا لانه صار من انزالها شہد کہی کا ہو اوسکی زمین مین تو وہ اوسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شہد کیواسطے مہیا ہو یا نہو اسواسطے کہ شہد زمین کی زیادت پیدایشی سے ہوگیا ہے انزال النحل جمع ہے نزل بفتحتین کی بمعنے ریع و زیادت مزروع کذا فی الطحطاوی شری دارا فطلب المشتری ان یکتب له البائع صکا لا یجبر علیه ولا علی الاشهاد والخروج الیه الا اذا جاءه بعدول وصک فلیس له الامتناع من الاقرار گہر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھانا چاہا تو اوسپر زبردستی نکیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہین ہے صک وہ وثیقہ ہے جسمین اقرار بیع اور قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اسلئے جائز نہین کہ یہ مقتضاے عقد بیع سے نہین ہے اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری کے ہے اسواسطے کہ مشتری عدول ہی شاہدون کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے ورنہ اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر اشہاد ضرور ہے کذا فی الطحطاوی و شرح قطنا فغزلته امرأته فکفنه له روئی خرید کی سو اوسکی زوجہ نے اوسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہے چون کہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہین کی تو ظاہرا زوج پر اجرت لازم نہوگی المرأة اذا کفنت بلا اذن الورثة بکفن مثله رجعت فی الترکة زوجہ نے جب کہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو متروکہ زوج سے پہیر لے ولو اکثر لا ترجع بشیء قال رحمه الله ولو قیل ترجع بقیمة کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے جائز نہین قائل رحمة الله علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جاوے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے پہیر لے تو بعید نہین طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر مین مطلع نہین ہوا ظاہرا مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہان سے شارح نے یہ فروع نقل کی ہین اور بعید نہین کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو والله اعلم اکتسب حراما واشتری به او بالدراهم المغصوبة شیئا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وهذا قیاس وقال ابو بکر کلاهما سواء ولا یطیب له کسب حرام سے کچہہ پیدا کیا اور اوس سے یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدہ کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہین دیا تو خیرات نکرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابو بکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونون برابر ہین اور اسکو فائدہ لینا حلال نہین ہے تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے ضمان کے بعد ضرور ہے اور ظاہرا قول ابو بکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پہر دوسرے غلام کو بعوض عرض کے بیچا پہر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہوئی اسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریة و اسبابیه لکن لو اشتری ولم یقل بهذه الدراهم واعطی من الدراهم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خرید کی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خرید کی اور ثمن دیا دراہم سے یعنی دراہم مغصوبہ سے ہے فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول مین زائد مال کو تصدق کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اوسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خرید کی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خرید کی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بہی اسیطرح ہے ابو یوسف کی قول مین اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نکرے کذا فی الطحطاوی دفع ماله مضاربة لرجل جاهل جاز اخذ ربحه ان لم یعلم انه اکتسب الحرام اپنا مال بطریق مضاربت کے اوس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اوسکی منفعت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہو کہ اوسنے کسب حرام سے حاصل کیا ہے طحطاوی نے کہا مناسب تمام وہ مسئلہ ہے جو خانیہ مین مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچہہ خرید کیا تو اوسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہے یا نہین تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اوس شہر اور اوس زمانے مین ہو جسکے بازارون مین اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچہنا لازم نہین اور بنا و حکم ظاہر پر رکہے اور اگر غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من رمی له شیء به لا یحل لاحد اخذه ما لم یقل حین رمی لیاخذه من اراد حتی اپنا کپڑا پہینکدیا تو کسی کو اوسکا لینا جائز نہین جب تک کہ اوسنے اپنا کپڑا پہینکنے کے وقت یون نکہا ہو کہ اسکو ملے جسکا جی چاہے یہ قول ظاہر آتا ہے اباحت ہے نہ ہبہ کیون کہ موہوب لہ معین نہین اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا مبیح کی ملک پر جائز ہے اور جب اباحت کا قول معلوم نہو تو ظاہر الینا جائز نہین کیونکہ بقاء ملک اصل ہے کذا فی الطحطاوی باع الاب ضیعة طفله والاب مفسد فاسق لم یجز بیعه استحسانا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہے تو اوسکی

ف بر بائع نوشتن بیعنامه و گواه کردن ضرور نیست مگر در صورتیکه مشتری ثمن داده باشد و گواهان حاضر آرد

بیع جائز نہیں بطریق استحسان کے شریت للطعام علی ان لا ترجع علیہ بالثمن جاز وکذا الھبۃ استحسانا اگر طفل کیواسطے کوئی چیز خریدی کی اس شرط پر
کہ مشتری پر ثمن کا رجوع نہ کریگی تو جائز ہے اور یہ خریدہ ہبہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے وقال لآخر اشتر لی ولم یقل شیئا بالف درہم فاذا لم یکن ذکر قرینہ تقیدی
دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر یا مجھکو غلام کر سواے اوس کے اسکو خرید کیا تو اوسپر واجب ہے کہ اوسکو قرض دیا اوسنے اوسکو قرض دیا ہم پر لیس ادعاء القولین ہوا ارضی
صدر جوع ہوا اور اسپر تنبیہ دو شخص ہو جسکو مال سعار دیکے واسطے کیا کہ لاے لیعطاء من جامع الفصولین ولو قال ما الفی نثر الف بالف ترجم الفضل کا ذکر
تعلیق کا نفع آگیا اور اگر اسپر کہا کہ مجھکو ہزار درہم سے خرید کر سوا اوسنے اوسکو زیادہ ہزار درہم کو خرید کیا تو اوسپر ہزار درہم سے زیادہ لازم نہونگا یہ مسئلہ کہ غلام
لازم ہونہ ہونیکا حکم جامع الفصولین میں ترجمہ جو فصل مذکور ہے اوسکی تفصیل تملیک بعید لزوم عدم لزوم کذا فی المحیط وفی شتری دارا ودخل فی تاذی جیرانہا
رن من اللامام ہم وعلی الکراہۃ مثل منہ ایک گھر خرید کیا اور اوسمین رہنے لگا اور اوسکے پڑوسی اذیت پاتی تو اگر اوسکا نام کرتا ہو تو مشتی
کیا جاوے اور اگر کراہت کرتا ہو تو مردت کرنا چاہیے جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس یہ ہے کہ جو اپنی ملک خالص میں تصرف کرے وہ ضامن نہیں اگرچہ
غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس ترک ہے اور جہاں غیر کو ضرر ہو بقدر مرہم بعصوف کہا ہے کہ اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المحیط وفی
شری لحما علی انہ لحم معز فوجدہ لحم ضان لہ الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بکری کا گوشت ہے اور اوسکو بکری کا گوشت پایا تو اوسکو پھیر دینا جائز ہے
ھم منھم بکری کو بھی شامل ہوسو پھیر دینے کی کیا وجہ ہو مگر یہ کہ عرف میں غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال زن لی من ھذا اللحم ثلثۃ ارطال فوزن لہ
اجیدہ دون خذا الحیز فوزن لم یجد مشتری نے کہا کہ مجھکو اس گوشت سے تین رطل تولدی سو اوسنے تولدیا تو مشتری پر جبر کیا جاویگا اوسکے لینے پر اور اگر کہا
اس ردی میں سے تول دو اور اوسنے تولدی تو اوس پر لینے کیواسطے جبر نہوگا شری تذا خربیثا فاذا اھی بیض اوشری بزر البطیخ فاذا ھو بزر القثاء
بق فاسدا ترک ولہ تعلیقہ مثلاً خرید کیا خربوزہ کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزہ کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اوسکو
پھیر دیگا اور اگر ستہلک ہو تو اوسپر اوسکی نسبت پھیر دینا جائز ہے ہم پھیر دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر جنس ہونا دم صاحب کتاب الجامع تدعہ لہ
قدحا ینظر فوقع منہ علی اقداح فانکسرت ضمن الاقداح لا القدح ایک شخص نے حربہ کی گنگا کی شیشے والے سوداگر سے پیالہ دیکھا اور اوسکو
سوداگر کے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے پیالوں کا نہ اوس پیالہ کا جو گر پڑا ہم پیالوں کا ضمان اوسواسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے
اموال میں خطا معاف نہیں اور اوس پیالہ کا نقصان اوسواسطے نہیں کہ وہ مقبوض ہے سوم الشراء علی سوم النظر جو بلا بیان ثمن لیا ہو تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی
لہذا اسلفا ضمان نہیں شری شجرۃ باصلہا وفی قلعہا من الاصل ضرر بالبائع یقطعہ من وجہ الارض من حیث لا یتضرر بہ البائع ولو ھدم
من شفق حائطا ضمن القالع ما انفق کذا من قلعہ ایک درخت مع جڑ سمیت اور جڑ سے اوسکے اوکھاڑنے میں مالک کا ضرر ہو تو اوسکو کاٹ لے زمین سے اوپر سے
جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہو اور اگر اوسکے ساتھ ملانے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اوکھاڑنیوالا دیوار کا تاوان دیگا اوسکا اوکھاڑنا جیسے پیدا ہوا دفع دراہم ردیا
الکسر ما للمشتری لا شی علیہ وتم ما ھو من حیث غشہ وحالہ وکذا لوقدم الیہ لینظر الیہ فکسرہ کہو ٹے درہم دیئے مشتری نے اونکو توڑ ڈالا تو اوسپر
تاوان نہیں اور اوسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اوسنے اوسکو دغادی اور خیانت کی اور اسیطرح اگر اوسنے اوسکو یاد وہ اوسکو دیکھے اور اوسنے اوسکو توڑ ڈالا تو اوسپر کچھ نہیں
مناسب تھا کہ شارح بجای مشتری بائع کہتا یہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا باس بیع المغشوش اذا بین
غشہ او کان ظاہرا یرا وکذا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی حنطۃ خلط بہا الشعیر والشعیر یری لا باس بیعہ وان طحنہ لا لم کم مضائقہ نہیں کہ
بیمیز کی بیمین جب کہ بائع اوسکی کھوٹ بیان کر دیوے یا ایسی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اوسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اوس گیہوں میں جسمین جو مخلوط ہوں اور جو
نظر آتے ہوں اوسکی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم اوسواسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہیں رہا ہاں اگر بیان کر دے تو بیع جائز ہے وقال
الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لا یبیعہ حتی یبین اور ابو یوسف نے کہا اوس مرد کے باب میں جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہو کہ اوسکو نہ بیچے جب تک کہ بیان
کرے وکل شی لا یجوز بیعہ ینبغی ان یقطع بیعہ بقطعہ اذا انقطع وہی تبدع اور جو چیز کہ جائز نہیں مواق یہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اوسکا مالک رہا کہ

جب کہ منشوش کو وہ خرچ کرنے جان بوجہکر شری فلو سًا بدرھم فدفعہا الیہ وقال ھی بدار ھیلك لا ینفقہا حتی یعدھا پیسی خریدکیے درم سے سو بائع نے انکو پیسے

دیئے اور کہا کہ یہہ تیرے درم کے عوض ہین تو انکو خرچ نکرے جب تک کہ شمار نکرے ھم ظاہرا شمار کرنا اس صورت پر محمول ہی جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو

نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ شاید درم باعیب ہو تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم نہو کہ کتنے پیسے ہین شری بالدرہم الزیف ورضی بالدل

ما یشتری بالجید حل لہ کوئی چیز خرید کی کہوٹے درم سے اور جسقدر کہرے درم سے مول لیتے ہین اوسکے کمتر سے راضی ہوگیا تو اوسکو حلال ہی یعنی ایک چیز کہرے

درم سے مثلا سیر بہر بکتی تہی اور اوسکو کہوٹے درم سے آدہ سیر لی راضی ہوکر تو اوسکے واسطے حلال ہے شری شیًا ببغداد علی ان یعطی ثمنہ بسمرقند لم یجز لجہالۃ

الاجل کپڑے سے خرید کی بغداد مین اس شرط پر کہ اوسکا ثمن سمرقند مین ادا کریگا تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط خراج کلہا علی

المشتری فہو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہی تو بیع فاسد ہے تلعنے ہواسطے کہ اس شرط کو

عقد مقتضی نہین اور اسمین بائع کا فائدہ ہی اخذ الخراج من الاکار لہ ان یرجع علی الدھقان استحسانًا خراج لیا گیا کشتکار سے تو اوسکو رسید اسکے ہیر لینا بطریق

استحسان جائز ہے شری الکرم مع الغلۃ وقبضہ ان رضی الاکار جاز البیع ولہ حصتہ من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خرید

کیے پہلون کے ساتھہ اور اسپر قبضہ کیا اگر کشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہی اور کشتکار کو بقدر اوسکے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہین تو اوسکی بیع جائز نہین ھم مراد

وہ کشتکار ہی جسکا پہلون مین حصہ ہے قضاہ درہما وقال انفقہ فان لم یرد علی فقبلہ ولم ینفقہ لہ ردہ استحسانًا بخلاف جاریۃ وجد بہا عیبًا فقال اعرضہا

او بعہا فان نفقت والا ردھا فعرضہا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیا اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہو تو مجکو پہیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا

اور خرچ نکیا تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہی بطریق استحسان کے بخلاف اوس لونڈی کے جسمین مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیچنے کے واسطے پیش کر پہر اگر

بک جاے تو بہتر ہی والا مجکو پہیر دے سو مشتری نے اسکو بیچنے کے واسطے پیش کیا تو پہیر دینا ساقط ہوگیا ھم دونون صورتون مین فرق یہہ ہی کہ درم مقبوض عین حق

قابض نہین بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اسمین اختیار باطل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصًا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا وطی رجل

امتہ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء وقال ابو یوسف استقبح ولا یقربہا حتی تحیض حیضۃ کما لو اشتراہا کما سیجئی فی الحظر والکل من الملتقط

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پہر اوسکا نکاح کر دیا وہین تو زوج کو اوسکی وطی بلا استبراء جائز ہی اور ابو یوسف نے کہا کہ مین اسکو قبیح

جانتا ہون اور زوج اوسکا قرب نکرے جب تک اسکو ایک حیض نہ آوے جب سی اوسکو خرید کرے تو استبراء لازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الحظر مین اور یہہ فروع ملتقط سی

ملتقط ہین ھم امام کے نزدیک زوج پر ہرچند استبراء لازم نہین مگر مالک پر استبراء واجب ہے چنانچہ شارح نے کتاب النکاح مین ذخیرہ سی نقل کیا ہی اور یہہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے

شاید ملتقط کی عبارت مین ہوگا والا در مختار مین مذکور نہین کذا فی الطحطاوی وما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ جو باطل یعنے فاسد ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی شرط

فاسد سے اور اوسکی تعلیق شرط سے صحیح نہین وہ بیع اور بیست اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین سے اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور

معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے ھہنا اصلان احدہما ان کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما لا فلا کالقرض یہان

دو قاعدے ہین ایک قاعدہ یہہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ ہی مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتا ہی چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہین وہ شرط فاسد سے فاسد

نہین ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ھم جو مبادلہ مال کا مال سے نہین اوسکی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہین ہوتا

ہواسطے کہ شروط فاسدہ بیاج سے متعلق ہین اور بیاج معاوضات مالیہ سے ملحق ہے نہ اوسکے غیر سے تو وہان فقط شرط ہی باطل ہو جائیگی ثانیہما ان کل

ما کان من التملیکات او التقییدات کرجعۃ یبطل تعلیقہ بالشرط والا صح دوسرا قاعدہ یہہ ہے کہ جو تصرف کہ تملیکات یا تقییدات ہین ہی چنانچہ رجعت

تو اوسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہی اور اگر تملیکات یا تقییدات سے نہین بلکہ اسقاطات یا اطلاقات یا ولایات یا تحریضات سے ہی تو اوسکی تعلیق شرط سے صحیح ہے ھم رجعت تقیید

کی مثال ہے نہ تملیک کی لکن فی الاسقاطات والالتزامات یحلف بہا کحج وطلاق یصح مطلقًا لیکن اون اسقاطات اور التزامات مین جسسے قسم کہائی جاتی

ہی چنانچہ حج اور طلاق تو اونکی تعلیق شرط سے مطلقًا صحیح ہی یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب ھم حج اور طلاق مین لف ونشر غیر مرتب ہی یعنے حج التزام کی مثال

ہو اور طلاق ساقط کرنی اور الملاقات ووکالات وتحریض بالملاقاۃ یعنی مبارات اور طلاقات اور ولایات اور تحریضات یعنی ترغیبات بشرط مناسب کے تعلیق صحیح ہو جیسے
عدت چنانچہ اذن دینا تجارت میں اور ولایات جیسے قضا اور امارت اور ترغیبات چنانچہ امام کا یون کہنا کہ جو غازی کسی کافر کو مار ڈالے تو اسکا اسباب اسی کا ہے کذا فی الطحطاوی فالاول
اربعۃ عشر علی ما فی الدر سکت عن الکتابۃ واجازۃ الموقوف بیسواول یعنے جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں چودہ ہیں موجب درر اور کنز اور وقایہ کی کتابت اجازت کو
طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان ماتن کے مخالف ہے اسواسطے کہ مصنف نے دونوں جملوں کی تمثیل ساتھ ہی ساتھ کی ہے فقط جملہ اول کی اور جو جملہ اول کی مثال
وہ ثانی کی بھی مثال ہو سکتی ہے بالعکس اور شارح نے کتب مذہب کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہیں وہ مسائل مذکورہ میں منحصر
ہو رہی ہیں اور اصل اور قتل خطا اور جو حق موجب للمال ہو صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے لیکن الایمان ملفقۃ بکلمۃ ان لا یعلیٰ علی الطبانی الکبیر
فی آیۃ دو اور سوا اول میں ہو اگر بیع کی تعلیق بطلان الشرطیہ کی ہو بلفظ مثلی چاہیے جسکو بیع فاسد میں بیان کیا ہے مگر بصورت تعلیق بلفظ ان شرطیہ باطل نہیں
چنانچہ بیع کا یوں کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہو جاوے اسواسطے کہ اجنبی کیواسطے اختیار شرط کرنا صحیح ہے اور عاقد کا یوں کہنا کہ
سر عدا اسر لے ہے ہو اور ضرور ہے کہ شرط اوسکے ساتھ متصل نہو ورنہ بیع جائز ہے اور یہ ضرور ہے کہ تعلیق عقد میں شرط ہو تو الحاق شرط کے لحاق نہوگا
صحیح روایت میں اور ذخیرہ میں ہے کہ لکڑیاں خریدیں گانون میں بشرا صحیح اور خریدی کی منصل بلا شرط یوں کہا کہ لکڑیاں میرے مکان تک پہنچادو تو بیع فاسد نہیں
دلیہ سید کلام ہو کذا فی الطحطاوی والقسمۃ لانہا مبادلۃ یعنی اور تقسیم مال مشترک کی شرط سے فاسد ہوتی ہے ہر دو جنس واحد ہی اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت بھی مال کی قسمت
کے مانند ہے تعلیق کی یہ صورت ہے کہ شریک تقسیم کرین اگر فلانا شخص راضی ہو اما قسمۃ القیمی فتصح بخیار شرط ورؤیۃ اور قیمت والے مال کی قسمت تو صحیح ہے خیار شرط
اور خیار رؤیت سے کذا فی الاصلاح اور اجارہ اور تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہے کہ اجارہ کی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو قرض دیدے یا مستاجر دوکان بالاہر کی مرمت
کرے اور عمارت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کرے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی قولہ اذا جاء راس الشہر فقد آجرتک داری بکذا فیصح یعنی
بقول عمادیہ تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں کہ جبکہ مہینہ کا سرا آوے تو میں نے تجھکو اپنا گھر اتنے کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہے شرط سے ایسا ہی ہے کذا فی العمادیۃ وقولہ
لعاصیت ان فرغتہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا کما سیجیء فی متفرقات الاجارۃ مع انہ تعلیق بعدم التفریغ اور مالک کے اس قول میں مناسب ہے کہ
اسے اور نہیں تو کرایہ اوسکا ہر مہینے میں اتنا ہی جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ میں آویگا باوجودیکہ یہ تعلیق ہے عدم تفریغ پر والاجازۃ بالاجارۃ وتقول البکر
النکاح ان رضیت امی مبطل للاجازۃ بزازیۃ اور اجازت برا تجیبہ تو ناکرہ کا یون کہنا کہ میں نے نکاح کو جائز رکھا اگر میری ماں راضی ہو باطل ہے اجازت
کذا فی البزازیہ وکذا کل مالا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فتعلیقہا علی البیع فیصح کما وقع فی المنح
اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر صحیح نہیں یعنی جسمیں تملیک تقیید ہے جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اوسکی تعلیق صحیح نہیں شرط پر کذا فی البحر تو مخصر کرنا تعلیق اجازت کا
بیع پر قصور ہے چنانچہ منح الغفار میں واقع ہوا ہے طحطاوی نے کہا منح الغفار میں بیع کی تمثیل واقع ہے اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کلیۂ صاحب بحر کو
مصنف نے خود ذکر کیا ہے یعنے تو اب کچھ قصور نرا والرجعۃ قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا محمد وہو خطاء والصواب ہاہنا
ان الشرط لا تبطل بالشرط کاصلہا وہو النکاح واطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لا تفتقر الی شہود ومہر ولہ رجعۃ امۃ علی حرۃ بعد طلاقہا
تبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق
میں کہا کہ رجعت کا بیان ذکر کرنا خطا ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی جیسا اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنے جیسے رجعت کی اصل
یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسی ہی رجعت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بحر نے بیان بہت کچھ دراز کیا ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے
اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح میں اسطرح پر کہ رجعت میں گواہوں اور مہر کی حاجت نہیں اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اور جسنے حرہ پر نکاح کیا بعد
اوسکی طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہو لی ہو شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمیں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہیں اور نکاح باطل نہیں
ہوتا شرط سے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ اعتراض قوی نہیں کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے یہ لازم نہیں کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو ہر حکم میں بھی

صاحب بحر نے کہا اوسنے صورت نزاع کو مخالفت کی صورتون مین مذکور کیا والتقط عن مال بالل دراہم وغیرہا اور منح ال کی بعوض مال کے ستنی الدرر وغیرہا وفی النھر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فدا لمنکر وحق المنکر ولا یجوز تعلیقہ اور نہر الفائق مین ہو کہ ظاہر اطلاق صلح مراد ہے یعنی کچھ تخصیص نہین بیان کی کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو بہ فدا ہو گا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ہم جسنے کہا کہ حق تقیید ہی نہ اطلاق کیونکہ بنا گفتگو اوسکی ہر جو شرط فاسد سے باطل ہوتا ہو یعنی معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ نہین اور حرج یہ کہ اسکی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام ہے اوسکے بطلان مین شرط فاسد والابراء عن الدین لانہ تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہو ایک راہ سے ہم منح الغفار مین ہو کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک ہی لہذا ایسا ہو جاتا ہی رد کرنے سے اگرچہ اسمین معنے اسقاط ہو اسیجہ سے جسنے کہا کہ ابراء عن الدین مین اسیواسطہ مال کا مال سے نہین تو لازم ہیہ ہے کہ شرط سے باطل نہو اور تعلیق کا مین اسکا معتبر کرنا دلالت نہین کرتا کہ اسکے بطلان پر تو اس صورت مین مناسب تہا کہ قسم ثانی مین ذکر ہو تا الا اذا کان الشرط متعارفا فالتعلیق بہا صحیح نہین مگر جب شرط متعارف ہو چنانچہ مستورہ زوجہ سے کہا کہ یا تو نے مجکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو مجھ سے نکاح کرے بعوض مہر کے اور اوسکا مہر مثل سو درم ہے تو وہ بری الذمہ نہوگا بدون شرط کے کذا فی المحیط او علقہ بامر کائن کان اعطیتہ شریکی فقد ابراتک وقد اعطاہ صح یا ابرا کو معلق کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا یون کسیسے کہنا کہ اگر تو فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ مینے تجکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اوسکے شریک کو دیچکا ہو تو تعلیق مذکور صحیح ہے وکذا بموتہ ویکون وصیۃ ولو لوارثہ علی ما جنتہ فی النھر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہو طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہو گی اگرچہ اپنے وارث کیواسطے ہو چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہو وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ہم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ مینے تجکو معزول کیا بشرطیکہ تو مجکو تحفہ دے یا فلانا شخص آوے اور حق تعالی کے واسطے مجھپر اعتکاف واجب ہے اگر میرا بیمار صحت پاوے یا فلانا شخص آوے لانہما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقہما بالشرط اسواسطے کہ عزل وکیل اور اعتکاف اوجنس سے نہین جنسے قسم کہاتے ہون تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہو گی وھذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النھر اور یہ یعنے عدم جواز تعلیق دو روایتون مین سے ایک روایت ہو چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہو نہر الفائق مین ہم نہر الفائق مین مذکور ہے کہ دوسری روایت مین تعلیق بشرط جائز ہو اور عدم جواز تعلیق اعتکاف منافی ہو اسکو جو اعتکاف مین مذکور ہو چکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہی اور جب اوسکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہو سکتا جامع الفصولین مین ہے کہ جسکی تعلیق بشرط جائز ہے وہ شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا انتہی والصحیح الحاق الاعتکاف بالنذر اور ملحق کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی عبادات مانند نذر کے صحیح قول ہے ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تہا کہ صحت تعلیق اعتکاف صحیح ہی کیونکہ وہ عبادات سے ہی اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہو اسواسطے کہ وہ عبادات سے ہے نہ یہ کہ وہ ملحق بعبادات ہی والمزارعۃ اور مزارعت چنانچہ یون کہنا کہ مینے اپنی زمین تجکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجکو اتنا قرض دے یا فلانا شخص آوے والمعاملۃ ای المساقاۃ لانہما اجارۃ اور معاملہ یعنے درختون کی سینچائی چنانچہ یون کہنا کہ مینے تجکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض مزارعت اور مساقات کی تعلیق اسواسطے صحیح نہین کہ دونون اجارہ ہین والاقرار اور اقرار اسطرح کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہین اگر وہ مجھکو قرض دے یا فلانا شخص آوے بحر الرائق مین کہا کہ اقرار ہر چند معاوضات مالیہ سے نہین لیکن اسکی تعلیق صحیح نہین اور وہ باطل ہو جاتا ہی شرط فاسد سے الا اذا علقہ بمجیء الغد او بموتہ فیجوز ویلزمہ للحال یعنی اقرار باطل ہوتا ہی شرط سے مگر جب اسکو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرین تو جائز ہے اور فی الحال اسپر لازم ہو جاتا ہی کذا فی العینی ہم اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درم ہین جب کہ مہینہ پورا ہو یا لوگ صوم سے افطار کرین تو یہ اقرار جائز ہے اور دعوی مدت کا باطل مگر جب مدت شہادت یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ رہو کہ فلانے شخص کے مجھپر ہزار درم ہین اگر مین مر جاؤن تو اسپر ہزار درم ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ رہے یا مر جاوے کذا فی الحاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہین چنانچہ یون کہنا کہ مینے اپنا گہر وقف کیا اگر فلانا شخص سفر سے آوے والرابع عشر التحکیم لقول المحکمین اذا اہل الشہر فاحکم بیننا لانہ صلح معنی فلا یصح تعلیقہ ولا اضافتہ عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیۃ اور چودہوین حکم مقرر کرنا چنانچہ محکمین کا یون کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو پنچایت کر دے ہمارے درمیان اسواسطے کہ تحکیم صلح ہی فی الحقیقت تو اوسکی تعلیق اور زمان مستقبل کیطرف اضافت کرنا صحیح نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب القضا مین ہم توضیح اوسکی یہ ہے کہ تحکیم صورۃ تولیت اور معنے صلح ہی تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہین اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو شک اور

جنانکے ساتھ صحیح نہیں اور محیط کے قول فیرشے سے یہ ہے کہ اُسکی تعلیق اور نہ اضافت صحیح ہو وَبَقِيَ اِبْطَالُ الْاَجَلِ فَفِي الْبَزَّازِيَّةِ اَنَّهُ يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ كَذَا فِي الْجَعْلِ لَا فِي
الْاَشْبَاهِ اور اوس کے سائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہوجاتے ہیں ابطال مدت ہی رہا سو بزازیہ میں ہے کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہو اور اسطرح عبداً دُوکی تصریح کر کے
بموجب اوس روایت کے جو اشباہ میں ہے ہم ابطال اجل کی صورت یہ ہو کہ مدیون نے کہا کہ میں نے وہ مدت جو میرے ادا دَین کی مقرر ہے باطل کردی اس شرط پر کہ دائن
مجھکو فلانی چیز ہبہ کرے اور دائن راضی ہوگیا تو یہ ابطال باطل ہے اور مدت باقی ہو وَمَا يَصِحُّ وَلَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ لِعَدَمِ الْمُعَاوَضَةِ الْمَالِيَّةِ سَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ
عَلَى مَا عَدَّهُ الْمُصَنِّفُ تَبَعًا لِلْعَيْنِيِّ وَزِدْتُ ثَمَانِيَةً اور جو مسائل کہ صحیح رہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے بسبب عدم معاوضہ مالیہ کے ستائیس ہیں جنانچہ
مصنف نے اپنی شرح میں شمار کیا ہے عینی کا تابع ہو کر اور میں نے آٹھ مسائل اور زیادہ کئے ہیں ہم تو مجموع مسائل ماتن اور شارح کے پینتیس ۳۵ ہوئی چنانچہ رقم سے اسکا
معلوم ہوگا الْقَرْضُ وَالْهِبَةُ وَالصَّدَقَةُ وَالنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالْخُلْعُ وَالْعِتْقُ وَالرَّهْنُ از آنجملہ اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عتق ۸ رہن مع
ہم مقرض سے کہا کہ میں نے مجھکو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا ہے جیسے کہا کہ میں نے یہ لونڈی تجھکو ہبہ کی میں نے
دی اس شرط پر کہ اسکے پیٹ کا بچہ میرا مملوک ہو زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہو اور شرط فاسد ہے اور مہر مثل واجب زوج نے
کہا کہ تو مطلقہ ہو اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کیجیو میں نے تجھسے خلع کیا بشرطیکہ مجھکو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہو تو طلاق واقع ہوگی اور مال واجب ہوگا
کہا غلام سے کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجھکو خیار ہو راہن نے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے پاس رہن کیا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر
میں اسکو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہی تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہو كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ وَالْإِيصَاءُ كَجَعَلْتُكَ وَصِيًّا عَلَى أَنْ تَتَزَوَّجَ بِنْتِي ۹ کسیکو
اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یون کہنا کہ میں نے تجھکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے وَالْوَصِيَّةُ ۱۰ وصیت چنانچہ یون کہنا کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال
کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے فرزند کا نکاح میری بیٹی سے کرے تو ایصا اور وصیت صحیح ہو اور شرط لغو ہو وَالشَّرِكَةُ ۱۱ شرکت چنانچہ یون کہنا کہ تجھکو میں نے اپنا شریک کیا
بشرطیکہ تو مجھکو اتنا تحفہ دے وَالْمُضَارَبَةُ ۱۲ مضاربت اسطرح کہ ایک ہزار درم دئیے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایکسال زراعت کیواسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط
باطل ہے اور مضاربت صحیح ہو كَذَا فِي النَّهْرِ وَكَذَا الْقَضَاءُ وَالْإِمَارَةُ كَوَلَّيْتُكَ بَلَدَ كَذَا أَبَدًا أَوْ عَلَى أَنْ لَا تَعْزِلَهُ وَيَبْطُلُ الشَّرْطُ فَلَهُ عَزْلُهُ بِلَا جُنْحَةٍ اور اسیطرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴
حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا کہ میں نے تجھکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دائمی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اوسکے معزول کرنیکا بلا قصور اختیار
ہم ولایت ہوگی مراد یہ ہے کہ گناہ اسکو معزول کرے وَهَلْ يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ عَزْلِهِ كَمَا لَحِقَ بِهَذَا السُّلْطَانِ أَنْ يَقُولَ رَجَعْتُ عَنِ التَّأْبِيدِ أَفْتَى بَعْضُهُمْ بِذَلِكَ
وَالْمُخْتَارُ فِي النَّهْرِ إِطْلَاقُ الصِّحَّةِ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنیکی صحت میں یہ شرط ہو کہ جسکو ہمیشہ کیواسطے سلطان نے مقرر کیا یون کہے کیا شرط
ہو کہ میں نے تابید یعنی ہمیشہ منصوب کرنے سے رجوع کیا بعضے علما نے اسکا فتوی دیا ہے اور نہر الفائق میں اطلاق صحت کو پسند کیا ہو یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نکرے ہر وقت
معزول کا بادشاہ کو اختیار ہو وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ لَوْ شَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَرْتَشِيَ وَلَا يَشْرَبَ الْخَمْرَ وَلَا يَمْتَثِلَ قَوْلَ أَحَدٍ وَلَا يَسْمَعَ خُصُومَةَ زَيْدٍ صَحَّ التَّقْلِيدُ وَالشَّرْطُ
اور بزازیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ وہ رشوت نہ لے اور شراب نہ پئے اور کسیکا کہنا نہ مانے اور زید کی مثلاً خصومت نہ سنے تو تقلید قضا اور شرطین
صحیح ہیں ہم یعنے اگر انمین سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اوسکا حکم باطل نہوگا اور اوسکا حکم خصومت زید میں نافذ نہوگا اور سلطان پرواجب
ہو کہ اگر اوسکا قضیہ پیش ہو تو آپ فیصل کرے كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ عَنِ الْبَزَّازِيَّةِ وَالْكَفَالَةُ ۱۵ ضامنی اسطرح کہ میں تیرے غریم کا ضامن ہون اگر تو مجھکو قرضہ دے وَالْحَوَالَةُ
۱۶ حوالہ اسطرح کہ میں تیرا دین فلان زید پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ دوسرا انکار یا موت زید کے تو مجھسے مطالبہ کرے إِلَّا إِذَا شُرِطَ فِي الْحَوَالَةِ الْإِعْطَاءُ مِنْ ثَمَنِ دَارِ
الْمُحِيلِ فَتَفْسُدُ لِعَدَمِ قُدْرَتِهِ عَلَى الْوَفَاءِ بِالْمُلْتَزَمِ كَمَا عَزَاهُ الْمُصَنِّفُ لِلْبَزَّازِيَّةِ وَأَجَابَ فِي النَّهْرِ بِأَنَّ هَذَا مِنَ الْمُحْتَالِ وَعْدٌ وَلَيْسَ الْكَلَامُ فِيهِ فَلْيُحَرَّرْ حوالہ
شرط فاسد سے جائز ہو مگر جب حوالہ میں شرط ہو محتال کو دینا محیل کے گھر کے ثمن سے تو حوالہ فاسد ہے کیونکہ محتال قادر اوسکے ادا پر نہیں جسکا اوسنے التزام کیا چنانچہ اس قول کو
مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہے اور نہر الفائق میں جواب دیا کہ یہ قول محتال کیجانب سے وعدہ ہے اور وعدہ میں کلام نہیں تو اسکی تنقیح کرنا چاہئے ہم
شارح نے اشارہ کیا کہ کلام مصنف کا غیر منقح ہے کیونکہ یہ شرط نہ وعدہ اور یہ شرط محتال کے جانب سے ہے نہ محال کیطرف سے كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ وَفِي الْحَمَوِيِّ أَنَّهُ

إن قوله للطحطاوي [illegible]

اسطرح پر کہ مین نے تجکو وکیل کیا بشرطیکہ تو اپنے دین سے مجکو بری الذمہ کرے والا فالاول ۱۸ اقالہ اسطرحپر کہ عاقدین اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو اول سے
یا کمتر تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ ۱۹ کتابت اسطرح کہ کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر بشرطیکہ تو شہر سے
باہر نہ نکلے یا فلانے سے معاملہ نکرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہے کذا فی المنح الا اذا کان الفساد فی صلب العقد ای
نفس البدل ککتابتہ علی خمر فتفسد بہ وعلیہ یحمل اطلاقہم کما حررہ المصنف مگر جب کہ فساد صاحب عقد مین یعنی نفس بدل کتابت مین ہو چنانچہ اوسکا مکاتب
کرنا شراب پر تو اس سے کتابت فاسد ہو جاتی ہے اور اسی پر اطلاق فقہا محمول ہے چنانچہ اسکو ملا خسرو نے درر مین تحریر کیا ہے ہم عمادی اور استروشنی وغیرہما نے کہا کہ
کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہو جاتی ہے ملا خسرو نے کہا کہ یہہ اطلاق اوس فساد کے بطلان پر محمول ہے جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہہ
روایت اس حمل کے مخالف ہے کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اوسکا حمل داخل کتابت نہین تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ کتابت شرط فاسد سے باطل
ہو جاتی ہے انتہے تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحطاوی واذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا
کہ مین نے تجکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ تک تجارت کرے یا فلانے امر مین تو یہہ اذن جمیع تجارات اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ودعوۃ الولد کہذا
الولد منی ان رضیت امرأتی ۲۱ ولد کے نسب کا دعوی کرنا چنانچہ یہہ لڑکا میرا ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہے اور شرط باطل والصلح عن دم العمد
۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اوسکا ولی قاتل سے کسی شے پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرضہ دے یا تحفہ تو صلح صحیح ہے اور شرط فاسد اور قصاص
ساقط کیونکہ اسقاط ہے اور شرط کا محتمل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ ولم یذکرہ اکتفاء بالصلح درر ۲۳ اور اسیطرح قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے
باطل نہین ہوتا اور فقہا نے ابرا کو مذکور نہین کیا صلح پر کفایت کر کے کذا فی الدرر ہم وجہ کفایت یہہ ہے کہ صلح اور ابرا مین چندان فرق نہین اسواسطے کہ جب ولی نے
قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نرہے یا اوس سے صلح کر لے تو ابرا اور صلح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وعن الجراحۃ التی فیہا
القود والا کان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اوس زخم سے جسمین قصاص لازم ہے اور اگر ایسا زخم ہے جسمین دیت لازم ہو تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت
مین اموال کا طریقہ جاری ہے تو گویا وہ معاوضات مالیہ مین ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جنایۃ غصب وودیعۃ وعاریۃ اذا ضمنہا رجل وشرط فیہا حوالۃ
او کفالۃ درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن
ہو اور انمین حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر ہم یعنی غاصب مغصوب مین اور امانت دار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے اور کچھہ مال پر صلح کرے
ادای بدل صلح مین کوئی شخص جانبین کا ضامن ہو اور ضامن حوالہ یا ضمانت امین شرط کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا مین ضامن ہون بشرطیکہ
فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والنسب والحجر علی الماذون ظہیر ۲۸ النسب ۲۹ عبد ماذون
پر تصرف کا روکنا کذا فی النہر ہم نسب دعوۃ ولد مین مذکور ہو چکا لیکن وہ ولد مین خاص ہے اور یہہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل نہوگا والغصب وامان النفس اشباہ ۳۰ غصب ۳۱ امان
نفس کذا فی الاشباہ ہم یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہے اور شرط باطل بعض نسخون مین بجای امان نفس امان القن مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان ذات مغصوب بشرط مراد ہے
لانہ غصب مین اشتراط شرط بلا وجہ ہے وعقد الذمۃ ۳۲ عقد ذمہ اسطرح پر کہ بادشاہ کہے اوس کافر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ کہتا ہے
کہ مین نے تجھپر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجکو کچھہ تحفہ دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وتعلیق الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین آج مین عیب ثابت کر
دون گا تو تجھکو پھیر دونگا بشرطیکہ تو مجھکو بعض ثمن سے بری الذمہ کرے طحطاوی نے کہا یہہ مثال مناسب مقام ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال اسکے وتعلیقہ بخیار
الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اسطرحپر کہ اگر مین بیع کو تین دن مین جاری نکرون تو تجھکو پھیر دون بشرطیکہ مین تجھکو تحفہ دون یا تو مجھکو تحفہ دے
طحطاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہے وعزل القاضی کعزلتک ان شاء فلان فینعزل ویبطل الشرط لما ذکرنا انہا کلہا لیست بمعاوضۃ مالیۃ
فلا تؤثر فیہا الشروط الفاسدۃ ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا قاضی سے کہ مین نے تجکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط
لو باطل ہوگی اسواسطے کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیہ نہین تو انمین شرط فاسد اثر نہین کرتین ہم

ترجمہ میں مذکور ہوچکا کہ شروط فاسدہ و بیاع کیطرف راجع ہیں اور بیان مسئلہ نہیں ہوا اگر ما و ستانا لیہ میں دلتی ناجوز تعلیقہ بالشرط و ہو محمول الاستثنا
بلفظه التي تختلف بالطلاق والعتاق و بالالتزامات التي يحلف بها كالتزام صدقة او الولايات كالقضاء والامارة یعنی قرزیلعی اور ابی بیت ذمہ
لکن نہیں شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے ان استثناآت لستہ سے جو قسم کہائی جاتی ہے جیسے طلاق اور عتاق اور ان التزامات مختص ہی جنسے قسم
کہاتے ہیں جیسے حج اور نماز اور مخصوص ہے تولیات سے جیسے قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی و ہم اور جمیع تصرفات مذکورہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے کما زاد
فی النهر الاذن فی التجارة و تسلیم الشفعة والاسلام نزا الفائق ہیں ہی تعلیق ہیں اذن فی التجارة و تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے و صرح المصنف
دخول الاسلام فی القسم الاول لانه من الاقرار و دخول الکفر هنا لانه ترک اور مصنف نے اپنی شرح میں منع کیا دخول اسلام کا قسم اول میں جسکی تعلیق
شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منع کیا ہو دخول کفر کا یہاں جو از تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہو ترک سے یعنی ترک اسلام اور ہم اسلام عبارت ہوا اقرار سے
علما میں مشہور نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہو تصدیق قلب سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہو بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی
تعلیق شرط سے صحیح نہیں اسواسطے کہ جب معلوم ہو کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ غالبا اوس فعل سے نفرت رکھتا ہو تو تصدیق قلبی کی تحصیل کا
ارادہ نہیں کہتا تو اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس امر کے جو تعلیق سے اوسنے ظاہر کیا ہو اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام میں بیان کیا ہو کذا فی
الطحطاوی و یصح تعلیق هبة و حوالة و کفالة و ابراء عنها بالکلام اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالہ کا اور کفالت کی ابرا کا شرط مناسب پر ہم بزازیہ کی
کتاب البیوع میں ہے کہ تعلیق ہبہ بلفظ ان شرط سے باطل ہے اور بلفظ علی جائز ہو اگر شرط ملائم ہو جیسے ہبہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور ہبہ صحیح ہو
اور تعلیق حوالت اگر شرط ملائم ہو جیسے مطلوب کا آنا تو صحیح ہے اور اگر شرط محض ہے جیسے دخول دار اور ہوا چلنا تو کفالت جائز ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی و ما
تصح اضافته الی الزمان المستقبل الاجارة و فسخها والمزارعة والمعاملة والمضاربة والوکالة والکفالة والایصاء والوصیة والقضاء و
الامارة والطلاق والعتاق والوقف فهی اربعة عشر اور جسکا اضافت کرنا زمان مستقبل کیطرف صحیح ہے وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات
یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسیکے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف اور یہ چودہ
تصرف ہیں ہم یعنی تصرفات مذکورہ کو آیندہ زمانہ کیطرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہوچکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ
کہ مستاجر تقاضا نہیں کرسکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنیکے وقت اور موجر کو جائز نہیں کہ اوسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی مثال ہے کہ موجر کہے کہ میں نے
تجھکو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینہ کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ میں نے اپنا یہ گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ بیان کیا قول
شرنبلالیہ میں کہ اختیار عدم صحت ہے اسپر معتمد ہو کذا فی الطحطاوی و تعلق لعاریة والاذن فی التجارة فیصحان مضافین ایضا عمادیہ اور ہم ابو ذکرہ زاد اور
اذن تجارت کو بھی اسلیے ہی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی العمادیہ و ما لا تصح اضافته الی المستقبل عشرة البیع و اجازته و فسخه و القسمة
والشرکة والهبة والنکاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدین لانها تملیکات للحال فلا تضاف الی الاستقبال کما لا تعلق بالشرط
لما فیه من معنی القمار اور جنکی اضافت زمان مستقبل کیطرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اوسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ
نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کیطرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے
کیونکہ اسمین قمار یعنی جوا کا معنی ہے کہ شرط متحقق ہوگا یا نہو ہم جاہرا رجعت اور ابرا پر تملیک صادق نہیں کیونکہ رجعت تقلید سے اور ابرا اسقاط ہے مگر اون کیطرف رجعت
میں تملیک نوع ہی تسمح سے اور ابرا میں تملیک ہی ہوا مدیون کو ذلک الوکالة علی قول الثانی المفتی به اور جنکی اضافت صحیح نہیں انہیں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا جب
ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے صحت مصحت اضافت وکالت پر نوتی ہوا تو اوسکا شمار کرنا اون تصرفات میں جنکی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہے

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان میں علق نه بالباب لا بالکتاب لانه من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب کیا نہ کتاب یعنی
یہی کہ بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے

اور اسمین کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سی اسطرح ہے کہ بیع کی چار قسمین ہین چنانچہ کتاب البیوع کے شروع مین مذکور ہو چکا یعنے یا بیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین بالدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے هو لغة الزیادة صرف لغت مین بمعنے زیادت کے ہے ھم واسطے حدیث شریف مین نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگا دے تو حق تعالی اوسکا صرف اور عدل قبول نکریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنے شرعی معنے مین موجود ہین اسلیے کہ صرف مین تقابض بدلین شرط ہے تو یہہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع مین تقابض بدلین شرط نہین وشرعا بیع الثمن بالثمن ای ما خلق للثمنیة ومنه المصوغ جنسا بجنس او بغیر جنس کذهب بفضة اور شرع مین ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنے چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمین داخل ہے یعنے اوسکی بیع بھی صرف مین داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نرہا ولہذا عقد مین متعین ہو جاتا ہے کذا فی النہر فتح القدیر مین ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلہ کے وقت اور نقود مستحق بالعقد نہین ہوتے مگر بطریق دین کے ویشترط عدم التأجیل والخیار والتماثل ای التساوی وزنا اور شرط ہے عدم تاجیل اور عدم خیار اور تماثل یعنے دونون عوضونکا برابر ہونا وزن مین ھم عدم تاجیل وخیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا بالتخلیة قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیون کے جوڑون سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض التخلیہ یعنے تقابض بالتخلیہ کافی نہین جب تک ہاتھ سے قبض نہوا اور ظاہر اسمین سے قبض تقابض بالبراجم مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی وهو شرط لبقائه صحیحا علی الصحیح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنابر قول صحیح کے ھم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی یہہ مدت معین کر لی ہو لے عاقدین نے مدت باطل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہین ان اتحدا جنسا وان وصلیة اختلفا جودة وصیاغة لما مر فی الربوا تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونون عوض ایکہی جنس ہون اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون ہواسطے کہ باب الربوا مین مذکور ہو چکا کہ مال ربوا مین جید اور ردی برابر ہے ھم جب عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپئے دیکر خرید کرتے ہین یا چھلا یا آرسی بسبب صنعت سادہ کاری کے برابر کے روپئے سے مول لیتے ہین سو عین ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانون کو اوس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اسطرح کی خرید کی یہہ ہے کہ جنس بدل ڈالے یعنی چاندی کو اشرفیون یا پیسون کے خرید کرے والا بان لم یتجانسا شرط التقابض لحرمة النسأ اور اگر دونون عوض ہمجنس نہون چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ھم یعنے در صورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہین طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین مین جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اوسمین قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے نہ دونون عوض کا قبض فلو باع النقدین احدهما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا فیه ای المجلس صح تو اگر نقدین یعنے چاندی سونے مین سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے ھم یہہ تفریع ہے تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس مین فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تخمینی اور فضلی دونو درست ہین اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپئے خرید کرے یا ایک روپئے سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہین پھر اگر اسی مجلس مین تساوی عوضین معلوم ہوگئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقهما او امسکا ما اشارا الیه فی العقد وادیا مثلهما جاز اور دونون عوض متعین نہین ہوتے بیع الصرف مین یہان تک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایکدوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا اپنے جدا ہونے سے پہلے یا رکھہ چھوڑا اوس نقد کو جسکی طرف عقد مین اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہے ھم اسیطرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اوسکا ہم جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی النہر ویفسد الصرف بخیار الشرط والاجل

لا خلافها بالقبض اور فاسد ہوجاتی ہے بیع صرف خیار شرط اور مدت مقرر کرنے سے اس واسطے کہ خیار شرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہیں یعنی اس واسطے کہ جب تک
اختیار باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور خیار اوسکا مانع ہے اسیطرح مدت مانع قبض ہے وتصح مع اسقاطھما
فی المجلس لزوال المانع اور صرف صحیح ہے دونوں کے ہٹا ڈالنے کے ساتھ بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنے اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر
ہوا پھر اوسی مجلس میں دونوں کو ساقط الاعتبار کردیا تو بیع صحیح ہوگی یعنے بشرط تقابض المبدلین فی المجلس وتصح خیار الرؤیۃ والعیب فی مصنوع غیر النقدین
اور خیار رؤیت اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہے نہ نقدین ھم خیار الرؤیۃ نقدین میں صحیح نہیں کیونکہ نقدا عقد نقدین کے مثل پر ہوتا ہے نہ عین
نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقدین میں خیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خیار العیب نقدین میں داخل ہوتا ہے
تو اگر بسبب عیب کے مجلس میں پھیر دیگا تو صرف باقی ہے اگر اوسکا بدل داخل کریگا اوسی مجلس میں اور اگر بعد افتراق دیگا تو بیع الصرف باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی

فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا الشرط الفاسد یلتحق باصل العقد عند الامام شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہوجاتی ہے امام کے نزدیک بخلاف
صاحبین کے کذا فی النہر مراد شرط فاسد سے جو بعد عقد کے مذکور ہو فظھر بعض الثمن زیوفا فردہ لا ینتقض فیہ فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا اور اوسکو
پھیر دیا تو اوسیقدر میں بیع ٹوٹیگی یعنے اس واسطے کہ اسمین قبض پایا اور دوسرے عوض میں دونوں شریک ہوجائینگے بشرطیکہ اسمین کوئی ایسا دینار نہو جو
ہر ایک روپیہ کی مقدار پر ہو کذا فی الطحطاوی لا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضہ لوجوب حق اللہ تعالی تصرف کرنا بیع صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے
سے پہلے بسبب واجب ہونے قبض کے حق اللہ کی جہت سے فلو باع دینارا بدراھم واشتری بھا قبل قبضھا ثوبا مثلا فسد بیع الثوب والصرف بحالہ تو اگر
بیچا دینار کو بعوض درہم کے اور درہموں سے مثلا کپڑا خرید کیا قبل قبض درہم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امۃ تعدل الف درھم
مع طوق فضۃ فی عنقھا قیمتہ الف انما ذکر قیمتھما لیفید انقسام الثمن علی القیمۃ او انہ غیر جنس الطوق والا فالعبرۃ للوزن
الطوق لا للقیمۃ نقدا لا مقابلہ والباقی بالجاریۃ بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درہم کی برابر ہے اوس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اوسکی گردن
میں ہے جس طوق کی قیمت ہزار درہم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف اس واسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا قیمت پر معلوم ہو یا یہ معلوم ہو کہ وہ یعنے ثمن نقد جنس
طوق کی مغایر ہے اور نہیں تو وزن طوق کا اعتبار ہوتا اوسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلہ میں واقع
ہوگا ھم لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا شرط نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد جنس کے تو یہ ضرور ہے
کہ نقد منضم الیہ کا ثمن زیادہ ہو بالفین متعلق بباع ونقد من الثمن الفا او باعھا بالفین الف نقد والف نسیئۃ او باع سیفا حلیتہ
خمسون ویخلص بلا ضرر بمائۃ ونقد خمسین فما نقد فھو ثمن الفضۃ سواء سکت او قال خذ ھذا من ثمنھما تحریا للجواز
مسئلہ اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درہم کے اور ثمن میں ہزار درہم دیئے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اسطرح کہ ایک ہزار نقد اور ایکہزار کا وعدہ یا تلوار
بیچی جسکا زیور پچاس درہم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے سو اوسکو بعوض سو درہم کے بیچا اور پچاس درہم ثمن میں دیئے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری
ساکت رہا ہو یا یوں بولا ہو کہ یہ لے دونوں کے ثمن میں سے شارح نے کہا ثمن موذی کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہوجانے کے واسطے ھم کہ فعل
مسلمان میں قرار اعتبار حسن ظن کے اونکا فعل ہے الامکان صلاح پر محمول ہوتا تو ثمن معجل اوسکا شیر اسمین شرط التعجیل شرط ہے اگرچہ اوسنے یہ بھی کہا ہو کہ یہ
دونوں کا ثمن ہے اس واسطے کہ تثنیہ سے کبھی واحد بھی مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان یعنی ایک سے نکلتے
کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہے کہ یہ شرط ہے ادائے ثمن میں حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی ضرر اور عدم ضرر حکم میں یکسان ہے کذا فی الطحطاوی فیما یعرف وکذا
لو قال ھذا المعجل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضا لدخولھا فی بیعہ تبعا ولو زاد خاصۃ فسد البیع لازالتہ الاحتمال اور اسیطرح مثل
سابق چاندی کا ثمن ٹھہرایا جائیگا اگر مشتری نے یوں کہا کہ یہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہے اس واسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع
میں تابع ہو کر یعنے تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہیں اور اگر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد

ہوگی اسواسطے کہ اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنے اب اسطرح گنجایش نرہی کہ زیور کو تلوار مین داخل کیجے فان افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیۃ فقط وصح فی السیف ان تخلص بلا ضرر کطوق الجاریۃ وان لم تخلص الا بضرر بطل اصلا سو اگر بیع مذکور مین عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن تو بیع فقط زیور مین باطل ہے اور تلوار مین صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو جیسا کہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہے ھم یعنے نہ زیور مین بیع صحیح ہے نہ تلوار مین اسواسطے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق واجب القبض ہے پہر جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی بوجہ فقدان شرط اور اسیطرح تلوار کی بہی باطل ہے کیون کہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جسکے جدا کرنے مین ضرر نہیں کہ وہان فقط جاریہ یا تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن فلو مثلہ او اقل او جہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جب نقد غیر نقد سے ملکر جیسا کہ مفضض اور مزرکش بیچا جاوے بعوض اوس نقد کے جو اوسکے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع ہوا اوس نقد سے جو اوسکا غیر جنس ہے تو فقط تقابض شرط ہے ھم مفضض وہ ہے جسپر چاندی کا پتر ہو جیسا کہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے پتر سے مڑھے ہے اور مزرکش جیسا کہ کمخاب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن مین بالیقین زیادت لازم ہے تا کہ چاندی کے مقابل اوسکے برابر چاندی واقع ہوا اور باقی ثمن مثلا اوس لکڑی کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پتر ہے اور در صورت تساوی ثمن اسواسطے بیع فاسد ہے کہ مثلا لکڑی کے عوض مین کچہہ ثمن نہیں رہتا اور در صورت عدم علم کمی بیشی کے اسواسطے بیع فاسد ہے کہ اسمین شبہہ ہے فضل کا اور شبہہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی بیع مثلا اشرفیون سے کی تو یہان زیادت اور قلت اور مساوات کچہہ شرط نہین اختلاف جنس کے سبب سے ہان تقابض البدلین البتہ شرط ہے ومن باع اناء فضۃ بفضۃ او بذہب ونقد بعض ثمنہ فی المجلس ثم افترقا صح فیما قبض واشترکا فی الاناء لانہ صرف اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اوسکا کچہہ ثمن ادا کیا مجلس عقد مین یعنی بشرط قبض ظرف پہر دونون مین جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے سقدر مین جسمین قبض ہوا اور دونون شخص برتن مین شریک ہو گئے کیونکہ یہہ صرف ہے ولا خیار للمشتری لتعیبہ من قبلہ بعدم نقدہ اور اسمین اختیار نہین مشتری کا بسبب عیبدار ہو جانے برتن کے مشتری کے جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ھم یعنے بوجہ عیب شرکت مشتری بیع نہین کر سکتا کہ یہہ عیب اوسکی طرف سے ہوا نہ بائع کیطرف سے بخلاف ھلاک احد العبدین قبل القبض فیخیر لعدم صنعہ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اسمین مشتری مختار ہے کیونکہ یہہ عیب مشتری کے فعل سے نہین وان استحق بعضہ ای الاناء اخذ المشتری ما بقی بقسطہ او رد لتعیبہ بغیر صنعہ قلت ومفادہ تخصیص استحقاقہ بالبینۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری مابقی کو بقدر اوسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہو جانے مبیع کے بلا فعل مشتری مین کہتا ہون اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہو نیکا ہے شہادت سے نہ اقرار سے تو اوسکی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے ھم جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹہیرا تو در صورت استحقاق اوسوقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے گواہون سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کیجانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو نہین پہیر لیسکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد واختلفوا متی ینفسخ البیع اذا ظہر الاستحقاق وظاہر الروایۃ انہ لا ینفسخ ما لم یفسخ وہو الاصح نہر پہر اگر مستحق بیع کا اجازت دے قبل اسبات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے اور فقہا نے اختلاف کیا کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے جب کہ استحقاق ظاہر ہوا اور ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ وہ فسخ نہین ہوتی جب تک فسخ نکیجائے اور یہی اصح ہے کذا فی الفتح وکان الثمن لہ یاخذہ البائع من المشتری فیسلمہ لہ اذ المرتفق تابعۃ الاجازۃ ویصیر العاقد وکیلا للمجیز فتتعلق احکام العقد بہ دون المجیز حتی یبطل العقد بمفارقۃ العاقد دون المستحق اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اوسوقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری متفرق نہو گئے ہون بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت مین عاقد یعنی بائع وکیل ہو جائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے مجیز سے نہین یہانتک کہ عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرہ ولو باع قطعۃ نقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتری ما بقی بقسطہ

ملہ زرکش جو کہ زری سے بنایا ہوا ہو

بلاخيار لان التبعيض لا يضره اور اگر چاندی کا ٹوٹا بیچا اور اوس مین سے کچھ مستحق ہو کر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصے کے لے بلا اختیار رد کیونکہ اسواسطے کہ ٹکڑا ٹوٹنے کو ضرر نہیں کرتا ہم مشتری کو اسواسطے اختیار نہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لیتا کس سے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا مضرت ہے لہذا استحقاق ظرف مین مشتری مختار ہے وهذا لو كان الاستحقاق بعد قبضهما ولو قبل قبضه فله الخيار لتفرق الصفقة وكذا الدينار والدرهم اور یہہ حکم جب ہے کہ مشتری ثابت ہو اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبضہ ہو تو مشتری کو خیار ہے بسبب تفرق صفقہ کے اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجوہرہ یعنی اگر دینار یا درہم بیچا پھر اوسکا بعض دینار یا درہم مستحق نکلے تو مشتری باقی کو اوسکے حصے کے موافق لے بلا اختیار اسواسطے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب نہیں اصل نہیں کیونکہ استثنا کل ممکن ہے لیکر ممکن ہے کذا فی الطحاوی ومن باع درهمين ودينارا بدرهم ودينارين جاز البيع وجعل كل جنس منهما بخلافه اور جس نے بیچے دو درہم اور ایک دینار کو ایکدرہم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر درہم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درہم واقع ہو کر بیع صحیح ہو گئی کیونکہ درصورت اختلاف جنس مساوی برابر شرط نہیں ومثله بيع كرّ برّ وكرّ شعير بكرّي برّ وكرّي شعير اور یہہ مسئلہ سابقہ کی مانند ہے ایک کر گیہون اور ایک کر جو کی بیع گیہون کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنے گیہون کا ایک کر جو کے دو کر کے مقابل پڑا اور جو کا ایک کر گیہون کے دو کر کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہو گئی برابری شرط نہیں ولو باع احد عشر درهما بعشرة دراهم ودينار جاز اور صحیح ہے بیع گیارہ درہم کی دس درہم اور ایک دینار سے اگرچہ یہہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اسواسطے اسکو ذکر کیا تا معلوم کرے کہ جنس مختلف دونون عوضون مین ہر ایک عوض مین پائی جاوین یا فقط ایک عوض مین دونون صورتوں مین کچھ فرق نہین کذا فی النہر ومن باع درهمين صحيحين ودرهما غلة بدرهمين غلة تقبل في بيت المال ويقبله التجار بدرهمين صحيحين ودرهم غلة للمساواة وزنا وعدم اعتبار الجودة اور صحیح ہے بیع ایکدرہم صحیح اور دو درہم غلہ کی دو درہم صحیح اور ایک درہم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور ردی کے غلہ بضم غین معجمہ و تشدید لام وہ درہم ہے جسکو بیت المال یعنے سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اوسکو لیتے ہون ہم عدم قبول بیت المال ہو حیثیت نہیں کہ وہ کھوٹے ہی بلکہ دراہم غلہ سلطنت مکسر ہوتے ہین اونکو کوئی ٹکڑا اور بیج درہم ہوتا ہے اور کوئی ثمن اور اس سے کمتر اور بیت المال مین نہیں لیتے مگر عالی کذا فی الحاشیہ عن المکی عن البرہان ومن كان له على آخر عشرة دراهم فباعه الذي هي عليه منه دينارا بها اتفاقا وتقع المقاصة بنفس العقد اذا لا ربوا في دين سقط اور صحیح ہو بیع اوسکا جسپر دس درہم قرض ہین اوسکے ہاتھ جسکے درم ہین یعنی اپنے دائن سے قرضدار کو دائن کے دینار کا بیچنا العوض دراہم مذکور کے صحیح ہے اور مقاصہ واقع ہو جاویگا بمجرد عقد کے اسواسطے کہ سود نہیں اوس قرین میں جو ساقط ہو اس خلاصہ یہہ کہ زید کے دس درہم خالد پر قرض ہین سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکور کے بیچا تو یہہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور بمجرد عقد کے مقاصہ ہو جاویگا یعنے دین قرض مجرا ہو کر عاقدین حساب مین برابر سرابر ہو جاوینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آئندہ کے کہ وہاں مقاصہ کرنے کی ضرورت حاجت ہو مخفی نہ رہے کہ اگر یون کہتا ومن باع مديونه بعشرة دراهم دينارا بها تو واضح تر ہوتا او بيعه بعشرة مطلقة عن التقييد بدين عليه ان دفع البائع الدينار للمشتري وتقاصا العشرة الثمن بالعشرة الدين ايضا استحسانا یا صحیح ہے بیع مدیون کی جو مطلق ہے ایسے درہمون کے جو متعلق دین قرض سے بشرطیکہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونون نے دس درم ثمن کو دس درم دین سے مجرا بھی کر لیا ہو بطریق استحسان یعنی جو درہم بیع مین مطلق ہو دراہم مقاصہ دہی تو اگر عاقدین باہم مجرا کر لینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع ہوگا چنانچہ عنایہ مین ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اوسکے علی ما قال امام قول امام ہے وجہ استحسان یہہ کہ جب عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہو گیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا لوا ضافت الی الدین بطریق اقتضا ثابت ہو گئی کذا فی العنایہ وما غلب فضته وذهبه فضة وذهب حکما اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم مین ہے اور جسمین سونا غالب ہو وہ بحکم سونے کے ہے مثلا اشرفی جسمین سونا غالب ہے یا چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود اسواسطے انطباع کے کچھ کھوٹ سے کمتر خالی ہوتے ہین اور کامل مستوی الخلقت نہیں ہوتا ہو جیسا کہ ردی قسم مین ہے لہذا قلیل ساقط الاعتبار ہوا مثلا فلا يصح بيع الخالص به ولا بيع بعضه ببعض الا متساويا وزنا وهو صحيح

نہین خالص چاندی اور سونے کی بیع غالب الفضہ والذہب سے اور نہ بیع اوسکی بعض کی بعض سے مگر برابر تولکر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے ولا یصح
الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اور اسیطرح غالب الفضہ والذہب کا قرض لینا صحیح نہین مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض مین مذکور ہو چکا و
الغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب اور جسمین غش یعنے تانبا یا سیسا غالب ہے چاندی سونے سے وہ اسباب اور اجناس کے
حکم مین ہے غالب کو معتبر جانکر مع اعتبار بالغالب مسئلہ سابقہ اور لاحقہ دونون کی علت ہے فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش
لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ تر ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو
اور زیادہ بمقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف مین مذکور ہو چکا وبجنسہ متفاضلا وزنا وعدا بصرف الجنس بخلافہ اور صحیح ہے بیع مغشوش
کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تولکر اور شمار مین بسبب پہیرنے جنس کے مخالف جنس کیطرف فہم مثلا ایک مغشوش مین تولہ بہر چاندی ہے اور دو تولہ تانبا اور دوسرے
مغشوش مین دو تولہ چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونون کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کے طرف پہیر کر اور تانبے کو چاندی کے
مقابل کر کے بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لضرر التمییز بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے
مجلس مین دونو صورتون مین بسبب مضر ہونے تمیز کے فہم دونون صورتین یعنے بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق
سواسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونون جانب مین موجود ہے اور صرف مین تقابض سواسطے شرط ہوا کہ اوسکے جدا کرنے مین
چاندی یا سونے سے ضرر ہی وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربوا فی الاولین ولاحتمالہ فی الثالث
اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اوس سے کمتر ہو یا معلوم نہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہین بسبب بیاج کے پہلی دو صورتون مین یعنے درصورت تساوی اور قلت اور بسبب
محتمل ہونے بیاج کے تیسری صورت مین یعنے صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ ربوا بجای حقیقت ربوا ہے اور درصورت تساوی اسواسطے ربوا ہی کہ چاندی مثلا چاندی کے
کے مقابل ہی اور غش خالی عن العوض باقی رہا وھو ای غالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنے غالب الغش متعین نہیں
ہوتا معین کرنے سے اگر اوسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اوسکے ثمن ہوجانے کے اوس وقت مین فہم غالب الغش رائج اسواسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہی
تو جبتک اوسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہین یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہو گا چنانچہ خالص روپیہ یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان
عقد نہین بلکہ اوسکا مثل دیا جائیگا والا یتعین بہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہین تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اور جنس کے فہم متعین
اسواسطے ہوگا کہ وہ اصل مین منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تہا بسبب اصطلاح اور رواج کے پہر جب اوس سے معاملہ کرنا لوگون مین متروک ہو گیا تو اوسکو
اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اوسکے ہلاک قبل القبض سے عقد باطل ہوگا یہ صورت مین ہی جب کہ متعاقدین اوسکا حال جانتے ہون اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا
عاقد بہی اسکو جانتا ہے سو اگر دونون اس حال سے خبردار نہون یا خبردار ہون مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہوگی مگر
جب کہ دراہم غیر مروجہ کیطرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الحقائق عن النہر وان قبلہ البعض فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ و
الا فبجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہون اور بعضے نہ لیتے ہون تو وہ ناقص درمون کے برابر ہے تو اوسکے ہمجنس ناقص درم سے عقد متعلق ہوگا اگر
بائع اوسکا حال جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو تو اوسکے ہمجنس عمدہ درم سے تعلق عقد ہوگا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ عملا بالعرف فیما لا نص فیہ
اور صحیح ہی باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اوس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اوسمین جسمین نص صریح نہین فان راج وزنا فیہ او عدا
فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اوسمین وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونون جاری ہون تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح
ہی والمتساوی غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخالص
اور جسمین غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضہ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے مین تو بیع اور استقراض اوسمین جائز نہین مگر تولکر لیکن
جب کہ دونون کیطرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہین چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ مین فہم سے شہنا فقط تبایع کیطرف راجع ہی یعنے استقراض بہر صورت بلا وزن صحیح

نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو بیع صرف کے سوا ہو اسواسطے کہ صرف کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا (آسانی ... ش فيصح باعتبار المال اور بیع النقد
... شے کے مانند ہو تو صرف نہ صحیح ہوگی اعتبار گذشتہ سے یعنے اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اوسی اکثر ہو والجانب
میں اور اگر بغیر جنس سے ہو تو تفاضل جائز ہو اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی اشترى شيئا به بغالب
الغش وهو نافق او بفلوس نافقة فكسدت قبل التسليم للبائع بطل البيع كما لو انقطعت عن ايدى الناس فانه كالكساد خرید کی کوئی چیز غالب
الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس رائجہ سے خرید کی پھر اوسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہوگئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوگئے ہوں لوگوں
کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وكذا الحكم لو كسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر اونکا رواج جاتا رہے یا منقطع ہو
جاویں تو بیع باطل ہے وصححاه بقيمة المبيع وبه يفتى رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسیکا فتوی ہے لوگوں
کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ھم بجای قیمت بیع قیمت کا لفظ کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا کہ در متون بقائے عہد قیمت کا سد واجب ہو ابو یوسف کے
نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے
اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی تو جو اجمال کہ شارح کے کلام میں ہے اس تقریر سے معلوم ہوگیا
کذا فی الطحطاوی وحد الكساد ان تترك المعاملة بها فی جميع البلاد فلو راجت فی بعضها لم يبطل بل يتخير البائع لتعيبها اور کساد یعنی عدم رواج کی حد
یہ ہے کہ اوس سے معاملہ کرنا جمیع بلاد میں متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب انکے عیبدار ہو جانے کے ھم یعنے اگر بائع
کے شہر میں رائج نہوں تو اوسکو اختیار ہے چاہے اونکو لے چاہے اونکی قیمت لے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجوده فی السوق وان وجد فی يد الصيارفة
وفی البيوت كذا ذكره العينی وابن الملك بالعطف خلافا لما فی شرح المصنف وقد عزاه للهداية ولم اره فيها والله اعلم اور انقطاع کی حد یہ ہے کہ موجود
بازار میں اگرچہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں موجود ہو اسکو ذکر کیا ہے عینے اور ابن ملک نے بحذف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ بواو عاطفہ ذکر ہے
بخلاف شرح مصنف کے نسخوں کے کہ اونمیں عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا واللہ اعلم
طحطاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو وفی البزازية لو راجت قبل فسخ البائع البيع جاز
لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعليه فقول المصنف بطل البيع اى ثبت للبائع ولاية فسخه والله الموفق اور بزازیہ میں ہے کہ اگر دوبارہ
اوس رواج ہوگیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہوئی بیع پھر کے بسبب فسخ نہونے بیع کے بدون فسخ کرنیکے اور بموجب اسکے تو مصنف کا یوں کہنا
کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہوگئی اوسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اوسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہو اور حق تعالے توفیق دینے والا ہے وقيد
بالكساد لانه لو نقصت قيمتها قبل القبض فالبيع على حاله اجماعا ولا يتخير البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر غالب
الغش کی قیمت کم ہو جاوے قبل قبضہ کے تو بیع بحال خود قائم رہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں ھم حسب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو
غالب النقد کا حکم بطریق اولے ثابت ہوگیا وعكسه لو غلت قيمتها وازدادت فكذلك البيع على حاله ولا يتخير المشترى ويطالب بنقد ذلك العيار
الذی كان وقت البيع فتح اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہوگئی اور زیادہ ہوئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں
اور مشتری سے اوسی نقد کا مطالبہ ہوگا جو بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح ھم عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد کے تھی اور بعد اوسکے قیمت زیادہ ہو
جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وقيد بقوله قبل التسليم لانه لو باع دلال وكذا فضولی متاع الغير بغير اذنه بدراهم معلومة واستوفاها
فكسدت قبل دفعها الى رب المتاع لا يفسد البيع لان حق القبض له بحر وغيره اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ
دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اوسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر اونکا رواج موقوف ہوگیا
صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہوگی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہے کذا فی البحر وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب

متاع ہو اسیطرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خریدکرے سو اوسنے فلوس خرید کئے اور اون پر قبضہ کیا پھر اونکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہین اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہین کذا فی الحاوی عن المکی وصح البیع بالفلوس النافقۃ وان لم تتعین کالدراہم اور بیع ہے بیع فلوس رائجہ ہے اگرچہ وہ متعین نہیں ہوتے کیونکہ یہ فلوس بیع ہوا اسواسطے صحیح ہے کہ وہ منجملہ اموال ہیں دراہم کی مانند تا اینکہ اگر ہلاک ہوں قبل قبض تو عقد منفسخ نہیں اور اگر فلوس بدل کردے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہیں ہوتے کہ اثمان میں داخل ہیں اور ثمن نقد کی تعیین واجب نہیں بابانہ ثمن کو متعین کردے تو بھی متعین نہیں ہوتا مگر جب کہ عاقدین یون کہیں کہ ہمنے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا فی النہر وبالکاسدۃ لا حتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہیں تا وقتیکہ اونکو معین نکردے چنانچہ قماش اور اسباب کہ بیع بلا تعیین صحیح نہیں ہے تعیین ہو اسواسطے ضروری ہے کہ درحالت عدم رواج فلوس مبیع ہین نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل الفلس المقرض اذا کسدت واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہے جب کہ فلوس کا رواج جاتا رہا ہو اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب کہی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف اوس صورت میں ہے کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہون پھر اونکا رواج موقوف ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہون تو بعینہا اونکو پھیر دینا چاہیئے بالاتفاق کذا فی المحیط وعن الشرنبلالیہ عن شرح المجمع وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایۃ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور نہر الفائق میں ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں کیونکہ صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہے اشتری شیئا بنصف درہم فلوس صح بلا بیان عدد الفلوس للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم او ربعہ خریدی کوئی چیز مثلا نصف درہم کی فلوس سے تو خرید صحیح ہو بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے اوس سبب سے کہ معلوم ہیں اور مشتری پر اوسقدر فلوس واجب ہین جو نصف درہم کو بیچے جاتے ہیں اور اسیطرح ثلث درہم یا ربع درہم کے فلوس سے خریدکرنا صحیح ہے ہم زفر کے نزدیک بیع مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس عددی چیز ہیں تو بلا بیان عدد وثمن مجہول ہوگا جواب اوسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درہم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درہم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہوگیا کہ قول مذکور سے اوتنے فلوس کا ارادہ کیا ہے جو نصف درہم سے بیچے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نرہی کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسیطرح اگر خرید کی کوئی چیز ایکدرم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفۃ لنصف ونصفا من الفضۃ صغیرا الا حبۃ صح ویکون النصف الا حبۃ بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درم کبیر یعنے درم کامل دیا پھر بولا کہ مجھے مجھکو بعوض اوسکے نصف درم فلوس اور چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو الا ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم مگر حبہ بمقابل اپنی مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا لفظ فلوس منصوب صفت ہے نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبۃ یعنے دے مجھکو بعوض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درم کبیر کے مگر حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا اور درم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض رہا ہم الثانی میں ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اوس میں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنے اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبۃ تو فلوس میں بیع جائز اور چاندی میں باطل ہے وہکذا فی الطحاوی وبما تقرر ظہر ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء اولا قوبلا بجنسہما اولا اور جو ثابت اور مذکور ہوچکا اول کتاب البیوع سے یہان تک کہ اوس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہیں قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہو ہر حال میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اوسپر با داخل ہو اور یا نہ آوے خواہ اپنے جنس سے مقابل ہو یا نہو ہم سابق مذکور ہوچکا کہ ثمن وہی ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب اور قسم ثانی وہ مال

مو یہ بہر حال بیع ہی بنا برینکہ نہو اور جانور میں بیع ہے ہر حال میں بیع ہے خواہ ایک دوسرے کے مقابل ہوں یا غیر جنس کے بارجاتہ ہو اور نہ آئے یا اآدمی ؤ اثنالت ممن
من وجه یلیم من وجه کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہو دوسری وجہ سے بیع چنانچہ مثلی چیزیں کیلی اور موزونات سواے
النقدین کہ فان اتصل بالباء ثمن والا فمبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ بار جارہ متصل ہو مثل کہ اشتریت الثوب بالحنطۃ تو اس راسی وہ ثمن ہے اور
اگر متصل نہو تو اس راسی وہ مبیع ہے بحر الرائق میں یون ہے کہ اگر شی معین ہو نقدین تو وہ مبیع ہے اور اگر معین ہو اور سپرد با ہو تو آدمی اور اوسکو مقابل
بیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان کانت رائجۃ فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو جنس اور اسباب کے
مانند ہیں والثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد عند العقد وعدم بطلانہ ای العقد بھلاکہ ای الثمن وجواز الاستبدال
بہ فی غیر الصرف والسلم لا نھما اور نمونہ احکام ثمن نہ شرط ہونا اوسکے وجود کا عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا بوجہ
ثمن تلف ہلاک ہو جانے سے اور بیع ہے مال لینا ثمن سے جسکو خرچ کر ڈالا ہو اور اوسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم میں اور ان دونوں میں یعنی بیع صرف
اور سلم میں ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہیں وحکم المبیع خلافہ ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکہ ویبطل اور حکم بیع
بر خلاف ثمن کے ہے یہ امور مذکورہ میں تو شرط ہے بیع کا موجود ہونا عاقد کی ملک میں عقد کے وقت اگر اصلاح بایقبے امور یعنی بیع باطل ہو جاتی ہے بیع کے
ہلاک ہو جانے سے اور بیع کا استبدال جائز نہیں ومن حکمھا وجوب التساوی عند المقابلۃ بالجنس فی المقدرات کما تقدم اور ثمن اور بیع کی برابری کا
واجب ہونا بعض احکام کے ہو مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی کیلات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب الربوا میں یعنی کیلی موزون
میں دونوں اتحاد جنس ثمن اور بیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے تتمۃ یعنی بیع العینۃ ویأتی متنا فی الکفالۃ وبیع التلجیۃ ویأتی متنا فی الاقرار
یہ کتاب البیوع کا تتمہ ہے بیع العینہ کے ذکر میں اور اوسکا بیان کتاب الکفالۃ کے متن میں آویگا اور بیع تلجیہ کے بیان میں اور اوسکا ذکر کتاب الاقرار کے
متن میں آویگا اعلم یہ عبارت ہے اوس سے جسکو آخر کلام میں لاویں اور اوسکو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدر ہے بمعنی مفعول اس تتمہ میں بیع العینہ کے
ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یون تھا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیع سے بیع العینہ باقی رہی سو اوسکا ذکر کتاب الکفالۃ میں آویگا کیونکہ ہو التلجیۃ وہو ان یظہرا
عقدا وھما لا یریدانہ یلجأ الیہ لخوف عدو وھو لیس ببیع فی الحقیقۃ بل کالھزل کما بسطہ فی آخر شرحہ علی المنار اور وہ بیع التلجیہ ہے کہ عقد کو
متعاقدین ظاہر کریں اور اوسکا دلی قصد نہ کریں اس عقد کیطرف اضطرار واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے
مانند ہے چنانچہ اسکو شارح نے مسیح بیان کیا ہے اپنی شرح منار کے آخر میں اور معتبر ہے کہ تلجیہ جائز ہو اوس امر کے کرنے میں جسکا باطن ظاہر کے خلاف ہو فتاوی
عالمگیری میں ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت اور ایجاد کرتا ہے اور مدفوع الیہ کے بمنزلہ ہو جاتا ہے اور تلجیہ تین قسم ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع میں تلجیہ
ہو واسطہ جبر کسی مرد کے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہیں ہے اگر گواہی پر ظاہر میں بیع ہو تو یہ بیع باطل ہے دوسری
قسم یہ ہے کہ تلجیہ بدل میں ہو چنانچہ عاقدین باطن میں اس پر متفق ہوں کہ ثمن ہزار درہم ہیں اور ظاہر میں دو ہزار کو بیع کریں تو ثمن وہی ہے جو باطن میں ٹھہرا
ہو اور زیادہ تابع ہے تو یہ امام اعظم نے برابر کیا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یون ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین
باطن میں اس پر اتفاق کریں کہ ثمن ہزار درہم ہے اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں محمد نے کہا قیاس یہ ہے کہ عقد باطل ہو اور استحسان میں سو دینار سے بیع
صحیح ہے اور اگر دونوں اس پر اتفاق کریں کہ ادس بیع کا اقرار کریں جو نہیں واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور ان دونوں کی اجازت سے
بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں تنوع ہے جسکا ایضاح یہ ہے ونقلت عن التلویح ان الاقسام ثمانیۃ ومبسوطۃ اور میں نے نقل
کیا شرح مذکور میں تلویح سے کہ بیع التلجیہ کی آٹھ قسمیں ہیں وعقد لہ تاخیرا فان تصلا الحق الاکراہ مکتسبہ آہ بیع کہ متعقد غیر لازم کالبیع بالخیار
اور قاضی خان نے آخر اکراہ میں بیع التلجیہ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع الخیار کی مانند ہے جملہ الباقی
فاسدا اور قاضی نے تلجیہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں ذکر ادعی احدھما بیع التلجیۃ وانکر الاخر فالقول لمدعی الجد بیمینہ اور اگر ایک شخص نے بیع تلجیہ کا

ف یعنی جو دعوی کرتا ہو گواہ دونوں میں سے پیش کرے ۱۲

دعوی کیا اور دوسرے نے اوسکا انکار کیا تو مدعی تلجیہ کا قول اوسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے ہم کہتے ہیں کہ یہاں شاید یہ اسواسطے ہے کہ جد اصل ہے یعنی ہزل خلاف اصل ہے لہذا اوسکا قول معتبر نہوا ولو برہن احدہما قبل ولو برہنا فالتلجیۃ اور دونوں میں سے اگر کوئی ایک اپنے دعوی پر گواہ لایا تو اوسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونوں گواہ لاوین تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اسواسطے کہ شبہہ خلاف ظاہر کی اثبات کیواسطے ہے ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعترفا ببنائہ علی التلجیۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم ولو لم یحضرہما نیۃ بطل علی الظاہر منیہ اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں اقرار کرین کہ بناء بیع تلجیہ پر تہی تو بیع باطل ہے بسبب متفق ہونے دونوں کے اسپر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور تہا اور نہین تو بیع لازم ہے یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہوئے یا بناء اور اعراض مین مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہوئی نہ بناکی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کذا فی المنیہ ہم کہتے ہیں کہ منار مین مصرح ہے کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہان دو قول ہین کذا فی الحطاوی بالبیقین اس مسئلہ مین دو قول ہین چنانچہ قول منیہ یعنی علی الظاہر اوس پر دلالت کرتا ہے واللہ تعالی اعلم قلت وقد افادہ انہما لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ مین کہتا ہون کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفاء بیع ٹہرالین قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہین مواضعت یعنی ٹہرا رکھنے کا ہم وجہ افادہ یہہ ہے کہ بیع التلجیہ اسوقت باطل ہے جب کہ دونوں اسکا اعتراف کرین کہ بناء علانیہ تلجیہ پر تہی والا بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہے وبیع الوفاء ذکرتہ ہنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو مین نے یہان ذکر کیا درر کا تابع ہوکر وصورتہ ان یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین وسماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الاطاعۃ اور بیع الوفا کی صورت یہہ ہے کہ کوئی جنس ایکہزار درم کے مثلا اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پہیر دیگا تو مشتری اسکو جنس مبیعہ پہیر دیگا اور شافعی مذہب اسکو رہن معاد کہتے ہین اور مصر مین بیع الامانۃ بولتے ہین اور شام مین بیع الاطاعۃ کہتے ہین ہم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہہ ہے کہ اوسکا عود انہین کی طرف ہوتا ہے ایفاء مقبوض کے وقت اور بیع الامانۃ کی وجہ یہہ ہے کہ معہ ور اس بیع کا ایات پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دئے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجہ کر بیع دی کہ جب مین اسکو درم دونگا تو وہ بلا تکرار مبیع کو پہیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت معتقد ہے بعد وجود شرط کے قیل ہو رہن فتضمن زوائدہ اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقۃ رہن ہے تو زوائد اوسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہین مثل مرہون کے وقیل بیع یفید الانتفاع بہ اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ مبیع سے فائدہ لینے کی مفید ہے وفی اقالۃ شرح المجمع عن النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے یعنی بیع ہونے پر وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہو تو رہن نہوگی ہم اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے احکام مستقل ہین کذا فی الدرر ثم اذا ذکرا الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پہر جب کہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اوسکے فسخ کو ذکر کیا یعنے شرط کیا یا دونوں نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ لان المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وہو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ واقرہ خسرو ہنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن الملک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدہ کا وفا کرنا لازم ہے اسواسطے کہ مواعید کاہے لازم الایفاء ہوجاتے ہین لوگون کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکہا ہے اس قول کو ملا خسرو نے یہان اور مصنف نے باب الاکراہ مین اور ابن ملک نے باب الاقالہ مین زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ لو ذکرا الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکر انہ فی مجلس العقد او بعدہ اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے یہہ ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد مین ہوا یا بعد اوسکے ہم جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی

در ذکر بیع الوفا

كما في البزازية ولو باعه لآخر باتا توقف على إجازة مشتريه وفاء ولو باعه المشتري فللبائع أو ورثته حق الاسترداد إلخ
اور بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے فروخت کیا تو وہ بیع مشتری اول کی اجازت پر موقوف
رہیگی جس نے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اوسکو بیچا تو بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہوگا مشتری کی اجازت پر
بیع موقوف ہوگی کہ حق مشتری اوس سے متعلق ہوگیا اور بائع اور اوسکے وارثوں کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن وكذا في الشرنبلالية
إلخ ذكر أنه يقوم البائع والمشتري تقوم مقام مورثه نظرا لجانب الرهن فليحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث
اپنے مورث کے قائم مقام ہیں بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یہ حکم بھی فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے ولو استأجره البائع يلزمه
الأجر لأنه رهن حكما حتى لا يحل الانتفاع به اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اوسکو اجرت لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہانتک
کہ اوس سے فائدہ لینا حلال نہیں ہے یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت وفي فتاوى ابن الحلبي إن صدرت الإجارة بعد قبض المشتري
المبيع فإنه قول البناء وكذا في صحيحة والأجرة لازمة للبائع طول مدة التواجر انتهى فتنبه میں کہتا ہوں اور ابن الحلبی کے فتاوی میں ہے کہ
اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے مبیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بیع کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بعد طول مدت
اجارہ انتہی تو آگاہ ہو یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے شرنبلالیہ میں مذکور ہے کہ بیع الوفا میں نو قول ہیں از انجملہ بعضے علماء محققین کا یہ قول
جامع ہے کہ بیع الوفا بعضے احکام میں [illegible] ہے ایسا کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا اختیار رکھتے ہیں اور بعضے احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کا حلال ہونا [illegible] میں اور
بعضے احکام میں بیع الوفا رہن ہے یہانتک کہ مشتری اوسکی بیع اور رہن کا مالک نہیں صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یون ہے کہ
فتوی [illegible] اس قول جامع سے عدول کیا جاوے اور منجملہ منافع اوسکے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ میں [illegible] اجارہ کا مذکور ہے
تو وہ بیع الوفا کے رہن صحیح پر مبنی ہے والله تعالى أعلم كذا في الحموي قلت وعليه فلو مضت المدة [illegible] في هذا [illegible] لزوم الأجرة
وكيف وتسميته الاستغلال میں کہتا ہوں اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے اگر مدت اجارہ گذر جاوے اور [illegible] اوسکے ہاتھ میں باقی ہے تو علماء روم نے لزوم اجرت
کا فتوی دیا [illegible] بیع الاستغلال کہتے ہیں وفي الدر وصح بيع الوفاء في العقار استحسانا واختلف في المنقول إلخ
یعنی یہ کہ بیع الوفا زمین میں صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول میں اختلاف ہے بعضے صحیح کہتے ہیں اور بعضے غیر صحیح ہیں اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی
وطی بائع اور مشتری کو حلال نہیں اسواسطے کہ اسمیں دونوں کا حق متعلق ہے گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہوگئی اور اسی طرح کہنا اور پہننا جائز نہیں اگرچہ
بائع کی اجازت ہو كذا في الطحطاوي وفي الملتقط والمنية اختلفا أن البيع بات أو وفاء ذكر أن القول لمدعي الجد والبتات إلا بقرينة الهزل
أو الوفاء اور ملتقط اور منیہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہے تو [illegible] اوس کا قول معتبر ہے جو دعوی
کرے اور لازم ہونیکا مدعی ہو مگر بقرینہ ہزل اور وفا کی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا [illegible] قرینہ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو نسبت مبیع کے كذا في الحموي قلت
لكنه ذكر في الشهادات أن القول لمدعي الوفاء استحسانا فليحفظ میں کہتا ہوں لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات میں ذکر کیا کہ بیع الوفا
کے مدعی کا قول معتبر ہو بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات میں آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس ہے ولو قال البائع
بعتك بيعا باتا فالقول له إلا أن يدل على الوفاء نقصان الثمن كثيرا إلا أن يكون صاحبه [illegible] اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے
ہاتھ بطریق بیع لازم کے [illegible] تو اوسیکا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اوس وقت دعوی لزوم بیع معتبر نہیں مگر یہ کہ مدعی لزوم
[illegible] نرخ [illegible] تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفي الأشباه في آخر قاعدة العادة محكمة عن المنية لو دفع
[illegible] إلى حائك لينسجه بالنصف جوزه مشايخ بخارا [illegible] ثم نقل في آخر [illegible] البزازية أن به أفتى مشايخ بلخ وخوارزم وأبو علي
النسفي أيضا قال والفتوى على جواب الكتاب للطحان لأنه منصوص عليه فيلزم إبطال النص اور اشباہ میں آخر قاعدہ العادة محكمة [illegible]

منیہ سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اوسکو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری لینے پر اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پر جیسا
اشباہ نے اوسی قاعدہ کے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ انکے جواز کا فتوی دیا ہے مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب
اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری مین مذکور ہے یعنی عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے
تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہے ھم مفتی ابو سعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ شیخ
محمد مراد ہی جسکو مہل بولتے ہین کیونکہ اول عبارت اشباہ مین مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہہ ہے کہ اگر آٹا پیسوانے کا اجارہ کرے کچھہ آٹے کو اجرت مقرر کرکے
تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہی تو وہ بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف وفیہا من البیع الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء
انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ مین بیع الفاسد سے قول
سادس بیع الوفا مین یہہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہی بسبب حاجت آدمیون کی بیاج سے بھاگنے کیواسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر تنگ نہین ہوا مگر
اوسکا حکم کشادہ ہو جاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذھب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فاقول علی اعتبارہ ینبغی
ان یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا
ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا
فتوی دیا ہے تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یون فتوی دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو وہ لازم ہے
اور دوکانون کا خلو اوسکا حق ہو جاتا ہی تو صاحب دوکان اوسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہین اور نہ اوسکے کرایہ دینے کا اوسکے غیر کو اگرچہ دوکان
وقف ہو ھم تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہو چکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال
یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اسیطرح مین کہتا ہون
عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہی نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اوس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے
تو لائق یہہ ہے کہ یہہ نزول جائز ہو اور لائق یہہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چھوڑے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ
کرے تو وہ اوسکا مالک نہین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تلک البدیۃ فی زواہر الجواہر ہنا فی واقعات المضمرین رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع
المتولی امرہ للقاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فھو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فھو اولی بخلوہ
ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویؤمر المستاجر باداء
ذلک ان رضی بہ ولا یؤمر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہے اوس
روایت سے جو واقعات مضمری مین ہی کہ ایک مرد ہے کہ اوسکے ہاتھہ مین دوکان ہی بجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اوسکا
حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اوسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص
غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار تر ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنی خلو کے لینے
مین بھی اولے ہی اور اوسکو اسمین اختیار ہی سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز
رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنیکا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اوسکے باقی رکھنے سے اور اوسکو دوکان سے
خارج ہو جانیکا حکم نہوگا یعنی بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ المدنی

کتاب الکفالۃ

یہہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتہا
للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ضمانت کے بیع مین اکثر اور بسبب ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار
مین ہے چونکہ اکثر ضمانت بائع کی طرف سے ہوتی ہی یا بیع کی لہذا بیع مین ضمانت غالب الوقوع ہی تو یہہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف سے مناسبت یہہ ہی کہ ضمانت آخر کار

یعنی دوکان منہدم کر اپنے روپیہ سے بنا تا زاد دیکا تعمیر اوسکو مالک سے اور اسکا بیان کامل اسی جلد کے صفحہ ۹۰۱ اور ۱۲۱۰ مین گزرا

عند الرجوع معاوضہ ہوا اور سبب کا ذمہ شئ پر ثابت ہو کہ نالئے البر یعنی کفیل النعم کفالت لغت میں بمعنے ضم ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز کیسے ملا دینا اور کفیل
لغت میں بمعنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل اور ضمن سے یہی کہ لئے الصحاح ویحکی ابن الاعرابی کفلتہ وکفلت بہ وعنہ وتثلیث الفاء
اعرابی قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے ھم یعنی کفالت متعدی بنفسہ اور متعدی بحروف جار دونون
مستعمل ہے اور عین کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہیں وشرعا ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او دین او
عین کمغصوب ونحوہ کا سبیحی لان المطالبۃ تعم ذلک اور شرع میں کفالت عبارت ہے ملانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کیطرف مطالبہ میں مطلقا
خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اسکا ذکر آویگا ہو اسلئے کہ مطالبہ شامل ہے اس مذکور کو یعنے نفس اور دین اور عین کو
ہدایہ وغیرہ میں صحیح ہو کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین اور یہی قول صحیح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے اور دین ثابت
نہیں ہوتا اور بعضون کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنے ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر صحیح ہے طحطاوی نے مصباح
نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان اور ضمان کا اور نہر الفائق میں تحریر سے مستفاد ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب لہ اور علیہ کی
اہلیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس ورقبہ صاحب عہد سے تعبیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد ہے تو ذمہ عبارت ہو گی و حکی غیرھا بالعنق فی الادب اما و
تعریف کو ترجیح دی ہے وھو الکفالۃ بالمال لانہ محل الخلاف اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اسنے تو کفالت کی ایک قسم بیان کیا اور
کیا ہو یعنے مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ھم تتمہ کا اسمین اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الحلبی وبہ یستغنی عما ذکر
مسکلاخسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں ہی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے ھم ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یون تعریف کی ہی ضم ذمۃ
الی ذمۃ فی مطالبۃ النفس او المال او التسلیم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو بطور اطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہے تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی و
رکنھا ایجاب وقبول بالالفاظ الاتیۃ ولم یجعل الثانی رکنا ھ اور ضمانت کا رکن ایجاب وقبول ہے الفاظ آیندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو
نہیں ہیرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہو جاتی ہے طرف ثانی قبول کرے یا نکرے وشرطھا کون المکفول بہ نفسا او مالا
مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد وقود ھ اور شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اسکی
تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہیں یعنی اسلئے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہو سکتی بلکہ مجرم پر و فی الدین کونہ صحیحا قائما
لا یسقط الا بالاداء او الابراء فلا تصح ببدل الکتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت میں ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہے کہ دین کا ساقط ہونا
ادا کے سوا معلق جائز ہے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ھم دین صحیح وہ ہے جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہو
صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درصورت عجز مکاتب ساقط ہو جاتا ہے اور دین قائم کی قید سے میت مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر
کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ غیر قائم
کی مثال ہو خلاصہ یہ ہو کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ بیہ کہ صاحب بحر کی روایت مذہب
دیا یا لا ولی ضیا تو بہتر ہے کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم او الرضا اور اسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں ہے جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی
تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحکمھا لزوم المطالبۃ علی الکفیل بما ھو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنے اثر مترتب لازم ہونا
مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہو باعتبار نفس یا مال کے جو ضامن اگر نفس کا ضامن ہی تو ضامن سے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا اور اگر مال کا ضامن
ہے تو ادا کا مطالبہ ہوگا واھلھا من ھو اھل التبرع فلا تنفذ من مجنون وصبی الا اذا استدان لہ ولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فیصح
ویکون اذنا فی الاداء بحیدا اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہو یعنے مرد عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر
جب اسکے واسطے اسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہو اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہو گا ادا پر ضمین کذا فی الکید

مال ضامنی کی قید ہو اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں ہو اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہو تو شرط سے کوئی چیز
زیادہ نہو گی سوای اسکے کہ صغیر متبرع نہ بنے بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفاده ان الصبی یطالب بهذا المال
بموجب الکفالة ولولاها لطولب الولی فقط اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہہ ہو کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی کی
مطالبہ ہوتا کذا فی النهر ولا من مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں
مگر اوسکے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں وارثون کا حق متعلق ہوگیا ولا من عبد ولو ماذونا فی التجارة ویطالب بعد العتق الا اذا اذن له
المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت کرنے میں اور غلام سے بعد آزاد ہونیکے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ اسکو اسکے مولے نے ضامن ہونے کا
اذن دیا ہو تو در حالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر ھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے
نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن مولاه اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولے نے اسکو اذن دیا ہو ھ اصیل اور مکفول له کی شرط باقی رہ گئیں
سو اصیل کی شرط یہہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اسکا
آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول له کی شرط یہہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اوسکا عاقل ہونا
شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والمدعی وهو الدائن مکفول له اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول له کہتے ہیں یعنی جسکے نفع کیواسطے ضمانت ہوئی
والمدعی علیه وهو المدیون مکفول عنه ویسمی الاصیل ایضا اور مدعا علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکے طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل
بھی بولتے ہیں والنفس او المال مکفول به اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمه المطالبة کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم
ہوا وہ کفیل ہے ھ کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلها الاجماع وسنده قوله علیه الصلوة والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت
کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے ھ یہہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں
ہے ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن ہے وذکر انه مکتوب فی التوریة الزعامة اولها ملامة واوسطها ندامة واخرها غرامة مجتبی اور ضامنی کر نہین
زیادہ تر جیسا طرح توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اوسکے آخر میں ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی ھ ضمانت کے اول
میں ملامت ہے یعنے خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا حاضر نفس کیسے
لازم ہوگیا اور شاید پھر نہو سکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے
اور یہہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارع نے ضمانت کی برائیاں ذکر کین اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ اسمیں عمدہ خوبیاں بھی ہیں از انجملہ یہہ ہے کہ ضامن ہونیسے
طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر خائف ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور
مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا وکفالة النفس تنعقد بکفلت بنفسه ونحوه مما یعبر به عن بدنه
کالطلاق وقد منا ثمه انهم لو تعارفوا الطلاق بالید علی الجملة وقع به الطلاق فکذا فی الکفالة فتح اور کفالت نفس یعنے حاضر ضامنی منعقد
ہوتی ہے یون کہنے سے کہ میں ضمانت کی اوسکی ذات کی اور نیز اوسکے وہ لفظ ہیں جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے
ہیں وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں بولنا ہاتھہ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اوس سے طلاق واقع ہوگی تو اسیطرح کفالت میں کذا فی
الفتح یعنے اگر یہہ بجای کل بدن بولتے ہون تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اسکے ہاتھہ کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع ککفلت بنصفه
او ربعه اور انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے یون کہے کفالت کی اوسکے نصف یا ربع کی ھ نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو
اگر کفیل اپنے جزء شائع کیطرف اضافت کرے اسطرح کہ تیری واسطے میں نصف یا ثلث ضامن ہوا تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن السراج وتنعقد بضمنته او علی او
الی او عندی او انا به زعیم ای کفیل او قبیل به ای بفلان او غریم او حمیل بمعنی محمول بلا اثم اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ

کہین اوسکا ضامن ہوا یعنی یا الیہ یا عندی یا مین اوسکا غریم یعنی ضامن ہون یا اوس کا قبیل یعنی فلانے شخص کا ضامن ہون یا اوس کا غریم یعنی کفیل ہون یعنی
محمول کذا فی البدائع ھم قولہ علی یعنی مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہو اسواسطے کہ علی کہ سے وجوب کا ثبوت یعنی التزام ہوا قولہ الی یعنی مجھ سے اسکو پھیر
طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنی یہہ شخص میرے پاس ہے یعنی مین اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا اور قبیل یعنی کفیل یعنی قابل ضمان ہی طحطاوی کما اظہر یہہ ہو کہ
حمیل یعنی فاعل ہی کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا وتنعقد بقولہ انا ضامن حتی یجتمعا او حتی یلتقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ تتارخانیہ اور منعقد ہو جاتی
ہو کفالت اس قول سے کہ مین ضامن ہون یہان تک کہ طالب اور مطلوب جمع ہون یا یہان تک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اس کا ضامن غایت تک کذا فی
التاتارخانیہ ھم یعنی یہہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقت ہے تا اجتماع والتقاء طرفین وقیل لا تنعقد لعدم بیان المضمون بہ اھو نفس او مال کما
نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ انا ضامن حتی یجتمعا سے ضمانت منعقد نہین ہوتی بسبب نہ بیان ہونے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت
ہوئی اوس کا بیان نہین کہ وہ کیا ہے ذات ہو یا مال ہے چنانچہ یہہ قول خانیہ مین ابو یوسف سے مروی ہو قال المصنف والظاہر انہ لیس لمذہب لکنہ
استنبطہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال وقال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یعتمد مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ظاہر عدم
انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہین لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوی مین استنباط کیا ہو کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہو اور ضامن کہے کہ مین نے
جان ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہین ھم یعنی مصنف نے کہا ہو اسواسطے ضمانت صحیح نہین کہ دونون کا اتفاق ایک امر پر نہین ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہہ استنباط منافی ضعف
نہین تو بقول مستند قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال وینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یواخذ باقرارہ فلیراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ
لائق یون ہو کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے لو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ مین کما لا تنعقد
فی قولہ انا ضامن او کفیل لمعرفتہ علی المذہب خلافا للثانی لانہ یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہین ہوتی ضامنی اس قول سے کہ مین ضامن
یا کفیل ہون اوسکی معرفت اور شناخت کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہین ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہین کیا بلکہ شناخت
اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن لتعریفہ او علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہو اس قول مین کہ مین ضامن ہون اسکی تعریف کا یا اسکی تعریف
یعنی اوسکے پہچنوادینے کا ضامن ہون اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہو کذا فی الفتح ھم اسواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہو تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو
مطلوب کے طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اوس سے ثابت نہین ہوتا اگر پہچانتا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن
الجملۃ مدیر الحکم چنانچہ اس قول مین لزوم ضمانت ہو کہ مین اوسکے چہرہ کا ضامن ہون اسواسطے کہ چہرہ سے ساری بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج وفی معرفۃ
فلان علی یلزمہ ان یدل علیہ خانیہ ولا یلزم ان یکون کفیلا بحر اور اس قول مین کہ فلانے شخص کی معرفت مجھپر ہے اسپر بتا دینا لازم ہو اور بتا دینے کو
ضامن ہونا لازم نہین کذا فی النہر واذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا ابدا حتی یسلمہ لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ الحال
بری وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اوسکی تسلیم کرے ہواسطے کہ ملتقط
اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر قول مذکور مین کفیل مطلوب کو تسلیم کرے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہو ھم یعنی ذکر مدت انقطاع
ضمانت کیواسطے نہین بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو تو تا تسلیم مطلوب یہہ دائمی ضمانت ہو طحطاوی نے کہا کہ ابتدا و ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یون کہے کہ مین ضامن
ضامن ہون آج سے دس دن تک تو وہ کفیل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی نرہیگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو زاد وانا بری بعد ذلک لم
یکن کفیلا فی ظاہر الروایۃ وھی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ مین بری ہون بعد اسکے یعنی یون کہا کہ تین دن تک ضامن
ہون اور بعد اسکے بری ہون تو پہلا ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین اور یہہ حیلہ ہو اوس کفالت مین جو لازم نہو - ھم اصلا ضامن نہوگا یعنی مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت
کے اندر نہ بعد اسکے ہواسطے کہ اعتبار ہوتا ہی آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام مین وہ ضمانت سے بری ہوگیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے
کیونکہ مذکور ہوچکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو اور پھر اوسنے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہو تو گویا اوسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی

الطحطاوي قلت وكذا في لسان الحكام عن ابي الليث وان عليه الفتوى ثم نقل عن الواقعات ان الفتوى انه يصير كفيلا انتهى
لكن تقوى الاول بانه ظاهر المذهب قنية مین کہتا ہون کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام مین ابو اللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنی عدم
کفالت پر پہر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہوجاتا ہے انتہے کلامہ لیکن قول اول یعنے عدم ضمانت کا تو می قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ
ظاہر مذہب ہے سوا گاہ رہنا ہم تعینے در صورت تعارض اقوال ظاہر الروایہ کے طرف رجوع لازم ہے ولا يطالب بالمكفول به في الحال في ظاهر الرواية
وبه يفتى وصححه في السراجية اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذر جانے تین دن کے
ظاہر الروایۃ مین اور اسیکا فتوی ہے اور اسیقول کو صحیح کہا ہے سراجیہ مین وفي البزازية كفل على انه متى ما وكلما طلب فله اجل شهر صحت وله
اجل شهر من طلبه فاذا تم الشهر فطالبه لزم التسليم ولا اجل له ثانيا اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جسوقت اور ہر بار کہ
اوس سے مطالبہ ہو تو اوسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہے تو ضامنی صحیح ہے اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جبسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب
اول کے بعد پہر جب مہینہ پورا ہوگا پہر طالب اوس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ہم کہتے
مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر باطل نہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقا ثم قال وكفل على انه بالخيار عشرة
ايام او اكثر صح بخلاف البيع لان مبناها على التوسع پہر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اوسکو اختیار ہے یعنی چاہے
مدت مین ضامنی کرے یا انکار کرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین ہے اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے فان شرط تسليمه
في وقت بعينه احضره فيه ان طلبه كدين مؤجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت مین تو ضامن اسکو اوسوقت مین حاضر کردے اگر
مکفول لہ طلب کرے جیسے اوس دین مؤجل کا ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہوچکی ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑہنا چاہیے تا کفیل اور مکفول لہ دونون کی شرط کو شامل
رہے فان احضره فبها والا حبسه الحاكم حتى يظهر مطله پہر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروطہ مین تو خوب ہے اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جب تک کہ اسکا
ٹالنا ظاہر ہو ہم شارح کو یون کہنا بہتر تہا کہ اذا ظهر مطله اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ ضامن کو حاکم قید نکرے تا وقتیکہ اوسکا ٹالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی
جزا ہے اور ٹالنے سے پہلے ظالم نہین انتہے اور بعضے نسخون مین حين يظهر مطله ہے اور یہہ ظاہر ہے خانیہ اور بزازیہ مین ہے کہ حبس اوسوقت ہے جب کہ ضامن مقر ہو اور
اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہون سے اوسکی ضمانت ثابت ہو تو اوسوقت اسکی حبس مین جلدی کرے كذا في الطحطاوي ولو ظهر عجزه ابتداء لا يحبسه عيني اور اگر
ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب امهله مدة ذهابه وايابه ولو لدار الحرب عيني وابن ملك
پہر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اوسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول بہ دار الحرب مین ہو کذا فی العینی وابن ملک ولو لم يعلم مكانه
لا يطالب به لانه عاجز ان ثبت ذلك بتصديق الطالب زيلعي زاد في البحر او ببينة اقامها الكفيل مستدلا لها في القنية اور اگر ضامن مکفول بہ کا
مکان نجانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہے تو اوس سے مطالبہ کیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی
بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہا ہے یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کرکے ہم طحطاوی نے کہا اسمین یہہ خلل ہے کہ یہہ گواہی اوس چیز کی نفی پر ہے
جس پر علم شاہد محیط نہین غاب المكفول به فللطالب ملازمة الكفيل حتى يحضره مکفول بہ غائب ہوگیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل جائز ہے تا وقتیکہ
اسکو حاضر کرے وحيلة دفعه ان يدعي الكفيل عليه ان خصمك غائب غيبة لا تدري فبين لي موضعه فان برهن على ذلك اندفع
عنه الخصومة اور دفع ملازمت کا یہہ حیلہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم بغیبت غیر معلومہ غائب ہے سو اوسکا مکان مجہسے بیان کردے پہر اگر ضامن
اپنے اس دعوی پر گواہی گذرانے تو طالب کی خصومت اوس سے مندفع ہوجاویگی ولو اختلفا فان له خرجة للتجارة معروفة امر الكفيل بالذهاب اليه
والا حلف انه لا يدري موضعه اور اگر طالب اور ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول بہ کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے
تو اگر مکفول بہ سوداگری کیواسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اوس تک جانیکا حکم ہوگا اور نہین تو اوس سے قسم لیجاوے کہ وہ اوس کا مکان نہین جانتا

إن العبد مال فإذا تعذر تسليمه لزمه قيمته وسيجيء ما لو كفل برقبته اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول غلام
مغصوب ہے یعنی غلام کے ذکر کرنے سے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب اسکی تسلیم متعذر ہو گئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ
غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الکفیل وقیل یطالب الوارث باحضاره سراجیہ اور براءت حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ ضامن کے وارث سے مکفول بہ کے حاضر کرنے کا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج لا بموت الطالب بل وارثه او وصیه یطالب الکفیل وقیل یبرأ
والمذهب الاول اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ طالب
کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے کذا فی الاصلاح اور قوی مذہب پہلا ہے وبرأ بدفعه الی من کفل له حیث ای فی موضع یمکن مخاصمته
سواء قبله الطالب او لا ان لم یقل وقت الکفالة اذا دفعته الیک فانا بریء وبرأ بتسلیمه مرة ان قال سلمته الیک بجهة الکفالة او
ان طلبه منه والا لا ان لم یقل ذلک اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کر دینے سے ایسے مکان میں جہاں اسکو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب
اسکو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ جب میں مکفول بہ کو تیرے سپرد کر دوں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ایک بار
کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یہ اس شرط سے ہے جب کہ طالب نے اس مکفول بہ کو
طلب کیا ہو اور اگر طلب کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا اور مکان ممکن المخاصمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دیہات میں تسلیم ہوگی
تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کیونکہ طالب اس خصومت پر قادر نہیں ولو شرط تسلیمه فی مجلس القاضی سلمه فیه ولم یجز تسلیمه فی غیره به یفتی فی زماننا
لتهاون الناس فی اقامة الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن وہیں اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں ہے کیونکہ
لوگ ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں یہ زفر کا قول ہے ولو سلمه عند الامیر او شرط تسلیمه عند هذا
القاضی فسلمه عند قاض آخر جاز اور اگر در صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شرط تھی سو اسکو
دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلمه فی السجن لو سجن هذا القاضی او سجن امیر البلد فی هذا المصر جاز ابن ملک اور اگر
اسکو قیدخانہ میں سپرد کیا تو اگر اس قاضی کا قیدخانہ ہے یا حاکم شہر کا قیدخانہ ہو اسی شہر میں تو جائز ہے کذا صرح ابن ملک فی شرح المجمع وکذا یبرأ الکفیل بتسلیم
المطلوب نفسه لحصول المقصود وبتسلیم وکیل الکفیل لقیامه مقامه ورسوله الیه لان رسوله الی غیره کالاجنبی اور اسی طرح ضامن بری الذمہ
ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے اپنے وکیل کی
تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف [illegible]
[illegible] تسلیم مطلوب کے وقت ضامن بری الذمہ ہو کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر امر [illegible]
کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ سپرد کر اسکو اور بھیجا شخص کو سپرد کرنا طالب کو سپرد کر دو پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کی مانند ہے
اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اسکو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب نے قبول
کر لیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا اور اگر چپ رہے تو ضامن بری نہیں کذا فی الاصلاح وفیه کشرط قبول الطالب ویشترط ان یقول کل واحد منهم
سلمته الیک عن الکفیل وهو عن کفالته ای بحکم الکفالة عینی والا لا ابن کمال ولا یحتاج الی تسلیم رسول میں قبول کرنا شرط
ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص ان تینوں اشخاص مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ میں نے تجھکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر
اور اسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر اس طرح نہ کہے گا تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کذا صرح ابن کمال [illegible] فان قال ان لم اوافک

ای ائت به غدا فهو ضامن لما علیه من المال فلم یوافِ به مع قدرته علیه فلو عجز لحبس او مرض لم یلزمه المال الا اذا عجز بموت
المطلوب او جنونه کما افاده بقوله پھر اگر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لے آؤں تو میں ضامن ہوں اوس مال کا جو اوسپر ہے سو وہ مطلوب کو
نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اوسپر مال لازم نہیں مگر اوس وقت جب کہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے
حاضر نکر سکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا هم اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہو جانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ میں ہے کہ جب
طالب غائب ہو تو قاضی اوسکے طرف سے وکیل قائم کرے کذا فی الطحطاوی ملخصا او مات المطلوب فی الصورة المذکورة ضمن المال فی الصورتین لانه
علق الکفالة بالمال بشرط متعارف فصح یا مطلوب مر گیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے
مرجانے میں اسواسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے هم مطلوب کی موت سے ضمانت درحق تسلیم باطل ہوگئی نہ درحق مال ولا یبرأ
عن کفالة النفس لعدم التنافی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہوگا بسبب عدم مخالفت کے یعنے مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں تخالف
نہیں جو جمع نہوسکیں فلو ابرأه عنها فلم یوافِ به لم یجب المال لفقد شرطه سو اگر درصورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردیا پھر ضامن نے
مطلوب کو حاضر نکردیا تو اوس پر مال واجب نہوگا بسبب نہ پائے جانے اوسکی شرط کے یعنے شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی درصورت بقای حاضر ضامنی سو ابرای طالب سے
وہ باقی نرہی قید بموت المطلوب لانه لو مات الطالب طلب وارثه ولو مات الکفیل طولب وارثه درر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اسواسطے
کہ اگر طالب مرگیا تو اوسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مرگیا تو اوسکے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعه الوارث الی الطالب بری وان لم یدفعه
حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکة المیت عینی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا
یہانتک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنے میت کے متروکہ سے مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاة وعدمها فالقول
للطالب لانه منکرها وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیه اور اگر دونوں نے مطلوب کی موافات اور عدم موافات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا
کیونکہ وہ منکر ہے اور اسصورت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیه وفیها لو اختفی الطالب فلم یجده الکفیل نصب القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ
اگر چھپ رہا طالب سو ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اوسکے طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنے تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاے ولا یصدق الکفیل علی الموافاة الا
بحجة اور ضامن کی تصدیق نکیجاوے گی موافات پر یعنے مطلوب کے حاضر کردینے پر بدون گواہی کے ادعی علی آخر حقا اعنی او مائة دینار ولم یبینها اجیدة
ام ردیة ام اشرفیة لتصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا اور اسکی صفت کا بیان نکیا کہ دینار عمدہ یا ناقص
یا اشرفی ہیں تاکہ دعوی صحیح ہوتا فقال رجل للمدعی دعه فانا کفیل بنفسه وان لم یوافک به غدا فعلی المائة فلم یوافِ الرجل به غدا فعلیه المائة
ای التی بینها المدعی اما بالبینة او باقرار المدعی علیه سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے میں اوسکا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا
نکریگا تو مجھپر سو دینار ہیں سو اوسنے کل ادا نکیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنے وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا ہو یعنی ثابت کیا ہو یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے
اقرار سے وتصح الکفالتان لانه اذا بین الحق التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحة الکفالة بالنفس فترتب علیها الثانیة اور صحیح ہونگی دونوں ضامنیاں
یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسپر دوسری ضامنی
یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہرچند اول دعوی مجہول غیر مبین تھا لیکن جب آخر کار اوسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر
جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مترتب ہوگئی والقول له ای الکفیل فی البیان لانه یدعی صحة الکفالة اور بیان میں اسکا قول
معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے هم شارح ارجاع ضمیر له میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول لہ ہو جیسا کہ منح الغفار
میں ہے اسواسطے کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانه یدعی الصحة کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کیطرف بالقطع راجع ہو کذا فی الطحطاوی وکلام السراج یفید اشتراط
اقرار المدعی علیه بالمال فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار کے مشروط ہونیکا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیئے هم طحطاوی نے کہا عمادی کی لائق وضع

جو حد یا اور کسر الیہ سبیع اور مجمع اور وہ حدود مقرر ایسے ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ دعویٰ کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل
بالنفس فی دعوی حد تو مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہیں حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقا وقالا یجبر فی حد
قذف وسرقۃ لتعزیر لانہ حق آدمی والمراد بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کیواسطے جبر ہو قصاص
اور حد قذف اور سرقہ میں تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہو یعنی ساتھ رہنا نہ قید کرنا ولو اعطی
برضاہ کفیلا فی قود وقذف وسرقۃ جاز اتفاقا کما قال ابن کمال فظاہرہ ان کلامہما فی حقوق تعالی لا یجوز [illegible] وتصحیح [illegible] لا تصح
[illegible] تکمیل التوضیح اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور حد قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صح ابن کمال
توضیح کا ظاہر مراد ہے کہ ضمانت حق تعالیٰ کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر یعنی کہتا ہوں آگے آئیگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو
دونون قول میں اتفاق ہو جاتا ہے ہم تفسیر حد اور قصاص میں اسواسطے ضمانت صحیح نہیں کہ استیفاء حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں بتحقیق
جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حد و قصاص میں ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ مصنف تو وہ بغیر تصریح کے کافی ہے بخلاف اسکے جو جواز ضمانت
مانع ہو تو اب دونون کلام میں ما نحن فیہ ولا یحبس فیہما حتی یشہد شاہدان مستوران او واحد عدل یعرفہ القاضی بالعدالۃ لان الحبس
للتہمۃ مشروع وکذا تعزیر المتہم یعنی حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جبتک دو شاہد مستور العدالۃ والفسق گواہی دیں یا ایک شاہد عادل
جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہو اور اسیطرح تعزیر متہم کی مشروع ہو کذا فی البحر فوائد چند فائدے ہیں جنکو شارح نے زیادہ
کیا الاول لا یلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجتہ لتسمع دعوی علیہا الا فی اربع کفیل نفس وسجان قاض والاب فی صورتین
فی الاشباہ لازم نہیں کسی پر حاضر کرنا کسیکا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سننے کے واسطے مگر چار شخص پر حاضر کردینا لازم ہے حاضر ضامن
اور قاضی کے داروغہ حبس کا اور باپ پر دو صورتون میں کذا فی الاشباہ اقول قید یہ ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا [illegible] داروغہ حبس نے اسکو چھوڑ دیا تو حاکم
قید کو داروغہ سے اسکے حاضر کرنیکا مطالبہ جائز ہے پھر باپ نے اجنبی سے کہا کہ میرے بیٹے کا ضامن ہو سو ضامن نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اسکا حاضر کردینا
لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ دختر قریب بلوغ ہو یعنی جوان ہو چکی ہو اور باپ زوج سے
احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دیتا اور [illegible] ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہیں تو امین
اسکے پاس بھیجے وزاد محشیہا لابن المصنف [illegible] الاحکامات العادیۃ الاب یطالب باحضار طفلہ اذا تغیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ
میں احکامات عادیہ سے نقل کر کے کہا کہ باپ سے اسکے صغیر کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید یہ صورتیں ہیں جب باپ صغیر کو تجارت
کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی وہل القاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی وکذا المدعی علیہ الا فی اربع مکاتب و
ماذون ووصی ووکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایۃ والوکالۃ اور اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن مدعا بہ کو حاضر کر دینے کیواسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی
التاتارخانیہ اور اسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کیواسطے ضامن لیگا مگر چار صورتیں ضامن نہ لیگا مکاتب اور ماذون میں اور وصی اور وکیل میں جب کہ مدعی نے
وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو [illegible] جب کہ مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن نہ لیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون سے
انکے مولی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولی سے حاضر ضامن نہ لیا جاویگا اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین
ارادہ کرتا ہو اور مدعا علیہ [illegible] ان کی ضامنی طلب کرے تا انکو حاضر کرے تو قاضی اس وقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الطحطاوی وفی شرح
المجمع عن محمد اذا کان المدعی علیہ معروفا لا یجبر علی التکفیل ولو کان غریبا لا یجبر اتفاقا الا حقہ فی الیمین فقط انتہی اور شرح مجمع میں محمد سے یہ
روایت ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اسپر جبر نہیں ضامن دینے کیواسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جبر نہیں بلکہ اوسکا حق فقط قسم تک ہے ہم
روایت ظاہر الروایہ کے مخالف ہے [illegible] الاصیل برئ الکفیل الا الکفیل بالنفس اذا قال لا حق لی قبلہ ولا لموکلی ولا لیتیم انا وصیہ ولا لوقف

انا ملولیہ فحینئذٍ برأ الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کردینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حانہ ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت
مین جب کہ طالب یون کہے کہ اسکے جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اوس یتیم کا جسکا مین وصی ہون اور نہ اوس وقف کا جسکا مین
متولی ہون تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واما کفالۃ المال فتصح بہ ولو المال مجہولاً اذا کان ذلک المال دیناً صحیحاً الا اذا کان
الدین مشترکا کما سیجیئ لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لاتجوز ظہیریہ اور مال ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو
مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ دین کا قسمت کرنا اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی الظہیریہ
دین مشترک کی ضمانت کی یہہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اوسکے حصے کا ضامن ہوا تو یہہ ضامنی صحیح نہین
اگرچہ دین صحیح ہی کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے اور وہ صحیح نہین والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ فتصح مع انہا تسقط بموت
وطلاق اشباہ وکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوای دین صحیح ضمانت صحیح نہین مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے مین تو ضامنی
صحیح ہی باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہوجاتا ہو کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ مین استحسان پر عمل کیا ہو حاجت کی سبب سے قیاس پر
یعنی اگرچہ نفقہ دین صحیح نہین مگر ضمانت اسکی صحیح ہے تو یہہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عندنا بزازیۃ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ
والا فہو لا یسقط لانہ لا یقبل التعجیز فیلغز ای دین صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ وای دین ضعیف وتصح بہ دین صحیح مین ضمانت صحیح ہو مگر بدل
سعایت مین اگرچہ وہ دین صحیح ہی اسکی ضمانت صحیح نہین امام کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کی ساتھہ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نکیجے
بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجے تو صحیح نہین کہ وہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہین کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہین کہ کون صحیح
دین ہو جسکی ضامنی صحیح نہین تو جواب اسکا یہہ ہے کہ بدل سعایت ہو اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح ہو تو جواب یہہ ہے کہ نفقہ ہو ہم دین مشترک اور بدل سعایت کا
استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہو اور نفقہ کا استثنا بنظر صحت کرتے ہے والدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل الکفیل
سقوط الدین فیسقط دین المہر مطاوعتہا لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہو جو ساقط نہو کسیطرح بدون ادا یا ابرا کے
اگرچہ ابرا حکمی ہو اوس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہو تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنی زوج کے فرزند کی وطی
سے راضی ہو تو مہر اوسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط بدونہما بالتعجیز ولو کفل وادی
رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامرہ وسیجیئ قید آخر تو ضامنی صحیح نہین بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابرا التعجیز مکاتب سے ساقط ہوجاتا ہے
اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پہیر لے جتنا اوسنے دیا یعنے اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور آگے دوسری قید
آویگی ہم قید آیندہ یہہ ہے کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ مجبر ادا کرنا لازم ہے ضمانت کے سبب بکفلت متعلق بتصح عنہ بالف مثال للمعلوم ضامنی صحیح ہی
اس لفظ سے کہ مین اوسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہہ مثال ہے دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا بکفلت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہے ومثل المجہول بادبعۃ
امثلۃ بمالک علیہ وبما یدرکک فی ہذا البیع وہذا یسمی ضمان الدرک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالین ذکر کین پہلی مثال یہہ ہے کہ مین ضامن
ہوا اوسی مال کا جو تیرا اوسپر ہے دوسری مثال یہہ ہے کہ مین ضامن ہوا اوتنے مال کا جو تجھکو دینا پڑے اس بیع مین اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہین ہم درک بفتحتین وبسکون ثانی
عبارت ہے ثمن پہیر لینے سے جب مبیع مین استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے یعنی ثمن پہیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر
مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی نے سراج سے منقول ہے کہ جب مبیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب
استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے بائع سے ثمن پہیر لے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ مین ضامن سے پہلے خصومت کرنا مشتری کو جائز نہین وبما بایعت
فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ خانیہ تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی یہہ ہے کہ جو تو نے بیچا
فلانے شخص سے سو مجھپر ہے اور اسیطرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ مین تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جبتک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیہ وما غصبک فلان

تعلیق ما کانت ملائمۃً ای لما بایعتہ فعلیّ او ما اشتریتہ لما سیجئ ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھ سے فلانے شخص نے وہ مجھ پر ہے لفظ ما کا شامل ثالث اور رابع میں شرطیہ ہے یعنی اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجھ پر ہے نہ وہ چیز جو تو خرید کریگا اوس سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ بیع کی ضامنی صحیح نہیں ھم یہ لفظ کہ لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کی مانند ہے چنانچہ یون کہنا کہ جو تیرا اوس پر ہو وہ مجھ پر ہے یا مجھ پر یہ ہے کہ مین ادا کرون جو اوس پر ہے یا میرے لازم کر لیا جو تیرا دین اوس پر ہو تاتارخانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہے چنانچہ ایک شخص نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مرد نے طالب سے کہا کہ مین تیرے روپیہ کا ضامن ہون کہ اوس سے لیکر تجھکو دونگا تو یہ مال ضمانت نہین بلکہ ضمان تقاضا ہے کذا فی الطحطاوی وشرط فی الکل القبول ای ولو دلالۃ کما اذا بایعہ او غصب الکافل بعد ارضمانت کی سب صورتون مین قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح پر کہ اوس سے بیچی ہو یا اوس سے غصب کیا ہو کذا فی النہر ھم یہ قبول غیر صریح بحث ہے صاحب نہر کی سے زید نے خالد سے کہا کہ جو تو عمرو سے خرید کریگا یا جو تجھ پر عمرو غصب کریگا اوسکا مین ضامن ہون پھر بعد اسکے … بیع یا غصب ہوا تو ضمانت صحیح ہو گرچہ قبول ضمانت صریح نہین ولو باع ما یا لم یلزم الکفیل الا فی کلما وقیل یلزم الاول وزاد علیہ القہستانی والشرنبلالی بالمحفظ اور اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہوگی مگر کلما کے لفظ مین لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اوس کے لفظ مین لازم نہین اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی نے … زیادہ کیا ہے ھم عینی نے تجرید سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے یہ کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اوس نے چند بار بیچی تو اوس پر ضمانت لازم نہین مگر اول بار کی انتہی اور قول ضعیف مین لفظ کلما کا مفید ہے کذا فی الطحطاوی ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعۃ صح بخلاف الکفالۃ بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ھم یعنی اگر ضامن اسطرح کہے کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع کے اوس نے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یون کہا کہ ما ذاب لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اوس پر واجب اور ثابت ہو وہ مجھ پر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہین کیونکہ یہ ضمانت ہے دین مستقر لازم کی ذ بخلاف ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبتہ او قتلتہ فانا کفیل فانہ باطل … اسکے کہ جو تجھ سے غصب کریگا کوئی شخص لوگون مین سے یا … یا جو شخص تجھکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا قتل کرے تو مین اوسکا ضامن ہون تو یہ ضامنی باطل ہے ھم اسواسطے باطل ہے کہ اشیاء مذکورہ مین مکفول عنہ کی جہالت ہے مکفول لہ کی کقولہ ما غصبک اہل ھذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی انسانا بعینہ چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھسے غصب کرین اس گھر کے لوگ تو مین ضامن ہون سو یہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک انسان کا نام نہ لے ھم بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اوس شخص سے بیچ کر دوگے تو مین ضامن ہون تو یہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اوس سے بیچیگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر او علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للکفالۃ واحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق بہ شرط صریح ملائم یعنے وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کے واسطے کسی امر کے امور ثلثہ سے ھم او سلف معطوف ہی کا ن پر یعنی کفالۃ المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او معلقۃ بشرط ملائم ککونہ شرطا للزوم الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ ورضی بہ المکفول لہ جاز خلافا لابی یوسف … یا شرط ضمانت سے ظاہر کردہ لازم ہونے حق کی اصل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا کہ اگر مبیع مستحق نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھسے غصب کرے یا تجھکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھ پر دیت ہے اور مکفول یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجھکو درندہ کھا جاوے تو مین ضامن ہون ھم بعض نسخے مین بجائے قتل ابنک کے صیدک لکھا ہے اور دیت سے مراد وہ ہے جو … اور قتل سے قتل خطا مراد ہے اسواسطے کہ قتل عمد مین حنفیہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اور اکل سبع کی شرط اسواسطے صحیح نہین کہ درندہ مکفول عنہ ہونیکی صلاحیت نہین رکھتا اور اسواسطے کہ اوسکا فعل ہدر ہے او شرط الامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من الدین … یعنی قولہ وہو ای والحال ان زیدا المکفول عنہ او مضارب او مودع او غاصب جازت الکفالۃ المتعلقۃ بقدومہ لتوسلہ للاداء یا شرط ہو امکان استیفا کی یعنے ضامن کو وصول حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجھ پر ہے وہ دین جو اوس پر ہے اور یہی مطلب مصنف کے

اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہی اضامن کا مضارب یا امانت دار یا اوسکا غاصب ہے تو وہ ضمانت جو اوسکے آنے سے متعلق ہے جائز ہی بسبب قادر ہونے
ضامن کے ابراء دین پر او شرطاً لتعذرہ ای الاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلیّ وامثلتہ کثیرۃ فھذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ
بہا یا شرط ہو اوسکے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اوسکا دین مجھپر ہے اور تعذر کی مثالیں بہت ہین سو یہہ بالکل وہ شرط
ہین جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے م منجملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ کے یہہ مثالیں ہین کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہی تلف ہو یا وہ مرجاوے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ
نہ دے یا تیرا دین چہہ مہینے تک نہ دے تو مین ضامن ہون ولا تصح ای ان علقت بغیر ملائم نحو ان ھبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فتبطل و
ولا یلزم المال وما فی الھدایۃ سھو کما حررہ ابن الکمال اور ضمانت صحیح نہین اگر اوسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہہ آوے تو مجھپر ہے
کیونکہ یہہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اوسکا بالیقین معلوم نہین تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ مین ہے وہ سہو ہی چنانچہ ابن الکمال
نے تحریر کیا ہی م خلاصہ ہدایہ یون ہی کہ تعلیق بھبوب ریح و مجیٔ مطر اگرچہ صحیح نہین مگر ضمانت صحیح ہی کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے
باطل نہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر مین کہا خلاصہ یہہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتھہ کفالت اصلا صحیح نہین ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھہ فی الحال
صحیح ہوتی ہی اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام مین بہت گفتگو ہے اوسکا کچھہ ثمرہ نہین سوای اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی نعم لو جعلہ اجلا صحت ولزم
المال للحال فلیحفظ ہان اگر شرط غیر ملائم کو ضمانت کی مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م مدت قرار دینا اس
طرح کہ ضامن کہے کہ مین ضامن ہون تا ہبوب ریح و مجیٔ مطر ولا تصح ایضا بجہالۃ المکفول عنہ فی تعلیق واضافۃ لا تخییر کلفلت بمالک علی فلان او
فلان تصح ای التعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہین ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے بھی تعلیق اور اضافت مین نہ تخییر مین چنانچہ مین ضامن
ہون تیرے اوس مال کا جو فلانے پر ہی یا فلانے پر تو تخییر مین یہہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار مین ہی کیونکہ وہ صاحب حق ہی م تعلیق کی مثال یہہ ہے کہ
اگر تجھپر کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہہ ہے کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت ہو اوسکا مین ضامن ہون کذا فی الحلبی والطحطاوی
کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹہیرانا بلا وجہ ہے اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی اسکو عمادیہ مین اضافت کی مثال مین ذکر کیا ہی اور حالانکہ یہہ بھی ضمانت نہین
تو شاید ضمانت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہی واللہ تعالی اعلم ولا بجہالۃ المکفول لہ وبہ مطلقا اور صحیح نہین ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے
ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت م مکفول بہ سے مراد یہان نفس ہے نہ مال اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہین نعم لو قال کفلت رجلا اعرفہ
بوجہہ لا باسمہ جاز وای رجل اتی بہ وحلف انہ ھو بری بزازیہ ہان اگر ضامن کہے کہ مین ضامن ہوا ہون اوس مرد کا جسکا مونہہ پہچانتا ہون نہ نام اوسکا
تو ضامنی جائز ہی اور جس مرد کو لاویگا اور قسم کہاویگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ وفی السراجیۃ قال لضیفہ وھو
یخاف علی دابتہ من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ مین ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ
مہمان اپنے جانور پر بھیڑیے سے ڈرتا ہی کہ اگر بھیڑیا تیرا گدہا کہا جاوے تو مین ضامن ہون سو اوسکو بھیڑیا کہا گیا تو وہ ضامن نہین م علت عدم ضمان اکل ذئب کل سبع مین کہ مذکور
ہو چکی نحو ما ذاب ای ما ثبت لک علی الناس او علی احد منہم فعلیّ مثال للاول ونحو ما بایعت احدا من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا دین
لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجھپر ہے یہہ مثال ہی اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی اور مانند اوسکے یہہ ہی کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون مین سے وہ مجھپر ہے کذا فی معین المفتی
او ما ذاب علیک للناس او لاحد منہم علیک فعلیّ مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگون کا تجھپر یا کسیکا لوگون مین سے تجھپر سو مجھپر ہے یہہ ثانی کی مثال ہی یعنی مکفول لہ
کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہین ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے کہ نیابت جاری نہین
ہوتی عقوبات مین ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لھا ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہی معین
جانور کی بار برداری کی جسکو کرایہ لیا بار برداری کیواسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے اسواسطے کہ ضمانت مین معقود
علیہ کا تغییر لازم آتا ہے م تغییر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہی کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اوسکی تسلیم سے عاجز ہی کیونکہ اوسکو قدرت نہین غیر کے جانور پر اور اگر

ضامن اپنا جانور تسلیم کریگا تو مستحق اجرت ہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد ہوا ہے کذا فی الکافی بخلاف المعین لوجوب مطلق
الفعل لا التسلیم کفالت بہر صورت جائز ہے اسواسطے کہ غیر معین جانور کی ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم کہتے ہیں کہ غیر معین جانور میں مطلق باربرداری
واجب ہے اور ضامن اسپر قادر ہے اسطرح کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا لاد دے اور تسلیم اسپر واجب نہیں بخلاف معین جانور کے کہ وہاں تسلیم واجب ہے نہ باربرداری اور شارح کی
عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ ہے کیا جسکو ابو نصر اقطع نے ذکر کیا ہے اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابہ معینہ ہوا سواسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہوا
تو موجر پر تسلیم جانور واجب ہے نہ باربرداری پھر جب باربرداری کی ضمانت کریگا تو اسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین
ہو تو وہاں ایسا نہیں کیونکہ وہاں موجر پر باربرداری واجب ہے تو اسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی الکفایہ ولا بمبیع
قبل قبضہ ولا بمرھون او امانۃ بانفسھا اور صحیح نہیں ضمانت مبیع کی قبل اوسکے قبضہ کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت
صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہو اصیل پر اسطرح کہ عین مکفول دے یا اوسکے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ مبیع مضمون بالثمن
اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر بل لو تسلیمہا صح فی الکل درر وشرحہ الکمال تو اگر ضمانت ہوا امور مذکورہ
کی تسلیم کی تو سب میں ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور تصحیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم کہتے ہیں کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اسکا التزام ضامن کو
ممکن ہے کذا فی النہر ولو ہلک المستاجر مثلا لا شئ علیہ کالکفیل بالنفس اور اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلا ہلاک ہو جائے تو ضامن
پر کچھ واجب نہیں جیسا کہ ضامن بالنفس پر ہم مستاجر بیان بفتح جیم ہے وجہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کی ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل مطالب بتسلیم نہ رہا اور
واجب تو یہاں اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اوسکا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے بلا تسلیم مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح وھو ایضا لو المکفول بہ ثمنا ای کالمکفول
دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ ولا یلزم الکفیل ثمنا الا الاصیل حالیہ اور یہی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب صحیح
ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر جب تو ثمن دین صحیح نہیں جب کہ مشتری بچہ محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہوگا اصیل کی تبعیت ہے کذا فی الخانیہ یعنی جب بچہ
محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اوسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا وکذا لو مغصوبا ومقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فقوا مانۃ کما مر اور اسیطرح
ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت عدم تسمیہ ثمن
ضمانت اوسکی صحیح نہیں کیونکہ امانت میں ضمانت نہیں ومبیعا فاسدا او بدل صلح عن دم عمد وخلع ومہر خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد
ہو یا بدل صلح کا جو بسبب قتل عمد ہو یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وجہ صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں بالفعل نہیں ہو جاتیں ہلاک ہو جانیسے
کیونکہ ضمان قیمت اشیاء مذکورہ اونکے قائم مقام ہو جاتا ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا اور محقق نے کہا اسلئے بہتر یہ ہے کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی نا بدل الصلح
پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اوسکا بے معنی ہے والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہیں یا غیر مضمون تو اگر
غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بفتح جیم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہیں یعنی اور صورت ہلاک اونکے
قیمت واجب نہیں چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح نہیں یا اعیان مضمون
بنفسہا ہیں یعنی اونکی قیمت واجب ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اوسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر
وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اوسکی یا مثل اوسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصا ولا تصح الکفالۃ
بنوعیہا بلا قبول الطالب او نائبہ ولو فضولیا فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضامنی یعنی بالنفس و بالمال ضامنی صحیح نہیں بدون
قبول کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اوسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جاوے ضمانت سے طالب کے قبول کر نیسے
تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن لے سکتا ہے اور اگر وہ راضی ہو بعد اوسکے قبول کر نیکے تو نہیں لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس میں ضامنی

قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامن ہونے سے آپکو کال سکتا ہو ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحطاوی وجوّزها الثانی بلا قبول و
به یفتی درر وبزازیه واقرّه فی البحر وبه قالت الائمة الثلثة لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولهما واختاره الشیخ
قاسم هذا حکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہی ضامن کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیه اور ثابت رکھا ہی اسکو
بحر الرائق مین اور یہی قول ہے تینون اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح مین طرسوسی سے نقل کیا ہو کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہی اور شیخ قاسم نے
اس قول کو پسند کیا ہی یہہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشاء ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنها بان قال انا کفیل بمال فلان علی فلان حال غیبة
الطالب اوکفل وارث المریض الملی عنه بامره بان یقول المریض لوارثه اکفل عنی بما علیّ من الدین فکفل به مع غیبة الغرماء صح فی الصورتین
بلا قبول اتفاقا استحسانا لانها وصیة فلو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دیوے ضمانت سے اس طرح پر کہ کہے کہ مین فلانے کے مال کا
ضامن ہون جو فلانے پر ہے یہہ خبر دی طالب کے غائب ہونیکے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کیطرف سے اوسکے امر سے اس طرح پر کہ مریض
کہو اپنے وارث سے کہ تو میرے طرف سے ضامن ہو اوس مال کا جو مجھپر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہے دونون صورتون مین
بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہی تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح
نہوگی اور بعضون نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع ہم کفالت وارث ہو اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اسی ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ
ہو جاوے اور اسمین طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہی شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکور کی ایک سبب ظاہر ہونیکے ہے اسواسطے کہ اخبار عن المفرد اخبار
اوسکے دونون رکن سے یعنے ایجاب اور قبول سے وفی الفتح الصحة اوجه وحققه انها کفالة لکن یرد علیه توقفها علی المال اور شرح النقایہ مین ہو کہ ضمانت
اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجہ ہی اور ثابت کیا ہو کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہی نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت
ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو له مال علی غائب هل یؤمر الغرماء بانتظاره او یطالب الکفیل لم اره وینبغی علی انه وصیة ان ینتظر
لا علی انها کفالة اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اوسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرینگے اوسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا اور اسکے
وصیت ہونے پر لائق یہہ ہی کہ شخص غائب کا انتظار کیا جاوے نہ اوسکی کفالت ہونے پر ہم یہہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض
مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہین ہے اس واسطے کہ وہ صحیح نہین بدون مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی
اور وصیت نہین ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہین وقیدنا بامره لان تبرع
الوارث بضمانه فی غیبتهم لا یصح وروی الحسن الصحة اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض مین اوسکے امر کی ہو اسواسطے کہ تبرع وارث کا اوسکی ضمانت مین
صاحب دیون کی غیبت مین صحیح نہین اور یہی قول معتمد ہو کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہو بدون امر کے بھی ولو ضمنه بعد موته صح بحر وابطله
قول الثانی لما مرّ اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اوسکی موت کے بعد تو صحیح ہو کذا فی السراج اور ثابت یہہ کہ یہہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی
النهر مذکور یہہ ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہین وفی البزازیة اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ مین ہے کہ دونون نے
اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشا ہونے مین تو مخبر کا قول معتمد ہو یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہو اور صحت عقد نے یہان کلام کو اخبار
قرار دیا کذا فی الطحطاوی ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان به کفیل او رهن معراج او ظهر له مال فتصح بقدره
ابن ملک اور صحیح نہین ضمانت اوس دین کی جو ساقط ہو میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اسوقت دین ساقط نہین جبکہ دین میت کا کوئی کفیل
ہو گیا ہو اسکی زندگی مین یا رہن ہو کذا فی المعراج یا اوسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم سقوط دین میت مفلس سے
احکام مین ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اوسکی حیات مین ہوئی یا اوسنے کچھہ رہن رکھدیا تو باب دین اوسکا ساقط نہوگا بسبب عدم
ضرورت کے قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال ضمانت صحیح ہوگی ۱۲ ولحقه دین بعد موته فتصح الکفالة به

بان حفر بئرا على الطريق فتلفت به شیء بعد موته فانه يضمن المال في ماله وضمان النفس على عاقلته لثبات الدين مستندا الى وقت السبب وهو الحفر الثابت حال قيام الاهلية تو بحر ثابت کہ دین لاحق ہوا اوسکی موت کے بعد تو اوسکی کفالت صحیح ہو مثلاً جبکہ میت نے کنوان کہودا تہا راہ مین یعنی اپنی غیر ملک مین پہر اوسمین کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اوسکے مال مین اور ضمان نفس اوسکے اہل محلہ اور برادری مستثبت ہوتے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہوکر اور سبب کنوان کہودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت مین کذا فی البحر وهذا عنده وقالا تصح بها مطلقا وبه قالت الائمة الثلاثة اور یہ جو ہم نے کہا عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقا خواہ اوسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع به احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی العینی ولا تصح کفالة الوکيل بالثمن للموکل فيما وکل ببيعه لان حق القبض له بالاصالة فيصير ضامنا لنفسه اور صحیح نہین ضامن ہونا وکیل کا ثمن مین واسطے موکل کے اوس چیز مین جسکے بیچنے کے واسطے اوسکو وکیل کیا ہو اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالة تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹہیر گیا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے وکیل کی قید ہوائی کہ اختار رسول صحیح ہو اور وکیل الیہ کی قید ہولگائی اور تہذیب کلیا جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل ہو تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہو کذا فی النہر ومفاده ان الوصي والناظر لا يصح ضمانهما الثمن عن المشتري فيما باعاه لان القبض لهما ولذا لو ابرأه عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اوس چیز مین جسکو دونون نے بیچا ہے صحیح نہین اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق اونہین دونون کے واسطے ہے ولہذا اگر دونون مشتری کو بری الذمہ کردین ثمن سے تو صحیح ہے اور دونون پر ضمان لازم ہوگا ہم یہہ استنباط صاحب نہر اور بحر کا الفاظ کے کلام سے ولا تصح کفالة المضارب لو ثمن مال به اي بالثمن لمالکه لان الثمن امانة عندهما فالضمان تغيير لحكم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کیواسطے اوسی دلیل سے جو وکیل کی ضمانت مین گذر چکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا اونکا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں ہے تو معاوضہ کہا کہ امین ہونا دونون کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح الشريك لشريكه اذا بيع صفقة ولو مطلقا ولو بالارث لانه لو صح الضمان مع الشركة يصير ضامنا لنفسه ولو صح في حصة صاحبه يؤدي الى قسمة الدين قبل قبضه وذا لا يجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کیواسطے ضامن ہونا دین مشترک مین کسیطرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن بنی اسواسطے کہ تو تعلیل اکثر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اسمین حصہ ضرور ہو گا اور اگر اپنے شریک کے حصے مین ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اوسکے مقبوض ہونیکے لازم آتی ہے اور یہ ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں بعض لو تبرع جاز کما لو کان صفقتين ان اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے جیساکہ اس صورت مین ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو یعنی جدائی عقد امام کے اسطرح ہو کہ لفظ بیعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا ذکر ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہوگیا تو شرکت باقی نرہی ولا تصح الکفالة بالعهدة لاشتباه المراد بها اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد مین اشتباہ ہے جیسے ضمانت عہدہ اسطرح ہو کہ غلام کو خریدکرے اور ایک شخص مشتری کیواسطے عہدہ کا ضامن ہوا اور مشتری اور ضامن اوسپر سکوت کرین بیان نکرین کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہین اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اوس وثیقہ پر بولاجاتا ہے کہ بائع کا شاہد ہوا اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اگر اوسکی تسلیم کا مشتری کیواسطے ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہو جسپر قادر نہیں اور مشتری کے حقوق پر اور اوسکے حقوق اور درک اور خیار شرط مین اور چونکہ ہر اوسپر قبل بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے لہذا اوسکی ضمانت صحیح نہیں ہوا باطل ہے کذا فی البحر ولا بالخلاص اي تخليص المبيع لمستحق المبيع عنه اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اوس مبیع کو خلاص کرنیکی ضمانت صحیح نہیں جو مستحق ہوا ہو بسبب عاجز ہونے ضامن کے اوس سے نعم لو ضمن تخليصه ولو بشرائه ان قدر ورده او الثمن كان كالدرك يعني اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہو اگرچہ تحکیم اوسکے خریدکرنیکے سبب ہو اگر قدرت ہو ورنہ اوسکی قیمت پھیر دیگا ورنہ ثمن تو مشتری کو پھیر دیگا تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا في العيني فائدہ یہہ فائدہ ہے

جسکو شارح نے زیادہ کیا ہے یعنی آدمی بکفالۃ فاسدۃ لا رجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال ونظیرہ لو کفل ببدل الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادی لحسب
انہ مجبر علیہ ذلک لفساد الشاہق واقرہ المصنف فلیحفظ جب کہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے پھیر لے کفالت صحیحہ کی مانند کذا
فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اوسکی یہہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے پھیر لے اوس دین کو جو اوسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو
یہہ گمان ہوا ہو کہ مین مجبور ہون اوسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرحین تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھ تو معلوم ہوا کہ اگر
ادا کریگا بلا ظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں ولو کفل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی وہو غیر صبی وعبد
محجور بن ابن مالک اور اگر کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یون کہا ہو کہ میرے طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجھپر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب
صغیر محجور اور غلام محجور نہین کذا صحح ابن ملک ھ تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع رجع علیہ بما ادی ان ادی بما ضمنہ وکان
فیما ضمنہ وان ادی اردء لملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب وکما لو ملکہ بہبۃ او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے پھیر لے جو کچھ
ادا کیا ہو اگر اوسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اوسنے ضمانت کے خلاف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول بہ جید تہا سو اوسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کیموافق پھیر لے اگرچہ
اوسنے بہتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاوے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی
ھ ضامن کے مالک ہونے کی یہہ صورت ہے کہ طالب مر جاوے اور ضامن اوسکا وارث ہو یا طالب نے اوسکو اپنی حیات مین دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے
مگر غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہین کیونکہ یہان دین منقول ہوا کفیل کیطرف بمقتضای ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی العطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ
الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اوسکو مطلوب سے نہ پھیر لے بسبب اوسکے تبرع کے مگر جب کہ
مطلوب نے مجلس ضمانت مین ضمانت کو جائز رکہا تو مطلوب سے مال مذکور پھیر لے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امرہ ان یہبہ الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ
ولوالجیہ اور حیلہ پھیر لینے ضمانت بلا امر کا یہہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنے جانب سے کذا فی الولوالجیہ ھ ولوالجیہ مین
حیلہ لتضمن کفالت نفس مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہہ حیلہ کفالت مال مین بہی ابتداءً جاری ہے بعضون نے کہا یہہ حیلہ اوسوقت جاری ہے جب کہ ضامن نے
دین دیا اور یہہ ذکر نکیا کہ یہہ اصیل کا دین ہے اور اگر اسکو اصیل کا دین کہکر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی العطاوی ولا یطالب الکفیل
الاصیل بالمال قبل ان یودی الکفیل عنہ لان تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ کرے ضامن اصیل سے
اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کے جانب سے اسواسطے کہ ضامن اوسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہان ضامن کو کوئی چیز گرو مین لینا اصیل سے قبل ادا کرنے مال جائز
کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ہو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جاوے ضامن تو وہ بہی پکڑے اصیل کو تا اوسکو چھوڑا دے
واذا حبسہ لہ حبسہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا ملازمۃ ولا حبس سراج اور جب کہ طالب ضامن کو
قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہہ اسصورت مین ہے جب کہ اوسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر
ضمانت ہو یا مطلوب کا اوس پر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباہ اداء الکفیل یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ مین ہے کہ ضامن
کا طالب کو ضامن اور اصیل کی برارت کا موجب ہے ھ للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا احال الکفیل علی مدیونہ وشرط
براءۃ نفسہ فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی برارت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا ھ مدیون قید نہین
مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محال علیہ یہی حکم رکہتا ہے وبرئ الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برہن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرا فقط
وحلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا
یہ اگر اصیل قسم کہائیگا کہ مینے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری ہوگا کذا فی البحر ھ مسئلہ قسم کا منح الغفار مین قنیہ سے منقول ہے تو یہہ جو شارح نے
کی طرف نسبت کیا ہے سو محل ہے ظاہرا یہہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعی ہے تو اسپر کیونکر قسم آوے تو تصویر اسکی یہہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا
صورت

سو کوئی آدمی اوسکا کفیل ہوا اور مال طلب کا شکرت اور مدعی اوسکے پاس گیا اور نہیں پھیرا طالب نے حتی کہ ایک آدمی بری الذمہ ہوگا کفیل کذا فی المحیط ولو ابرأ الطالب الاصیل او لم یرجعہ ای قبلہ برئ الکفیل بخلاف الاصیل لا الکفیل لتعینہ

کی کہ مدت مقرر کردی تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہو کر کفیل نہیں ہے

عجز المکاتب عن قبل ان یعجز بعد ما تکفل انسان ثم عجز المکاتب تاخر

ضامن ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہو کر جب کہ صلح کی مکاتب نے قبل موت بعوض مال کے بعد مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کو ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کر لیا اپنے کا لینے وارث مقتول کا متاخر ہوجائیگا اعتق اصیل یعنے مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا پہنچتا ہے کذا فی الاشباہ وھم حاشیہ میں مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگدست ہو تو طالب اوس سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگرچہ مقدور والا ہو کذا فی الحماد و لا ینعکس لعدم تبعیۃ الاصیل للفرع اور حکم بالعکس نہیں یعنے براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہیں اور نہ تاخیر من الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے تعدی لو تکفل بالحال مؤجلا

تاجیل عنہما لان تاجیلہ علی الکفیل تاجیل علیہما ان اگر مال فی الحال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہوجائیگا اس واسطے کہ طالب کا ہمیشہ دین ضامن پر اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہو دنیہ یشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور میں ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابرا اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا ظاہر اضمیر فیہ بحر الرائق کیطرف راجع ہے جو قبل اسکے مذکور ہے اور ما لا کلمہ عبارت سمجھیں بلکہ یہ بیان یون مذکور ہے کہ ابرا اصیل اور تاجیل اوسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابرا کفیل رد کرنے سے پھر جاتا ہے اور تاجیل اوسکی نہیں پھرتی انتہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ ابرا قبول پر موقوف نہیں لیکن رد کرنے سے پھر جاتا ہے کذا فی الحماد و الا اذا وھبہ او تصدق علیہ دفی قبول کفیل شرط نہیں مگر جب کہ طالب نے اسکو ہبہ کردیا یا اوسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرر ھبہ در صورت غنی ہونے کفیل کے ہو اور صدقہ بحالت فقیر ہونیکے قرار دیا اسواسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تملیک علی المدیون بشرط ہو تعلیق دین کنا و قال ابن نجیم اجلہ علی الکفیل یتاجل علیہما ذکرہ الحاکم المقدس فی المحیط میں کہ موافق ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونوں پر مہلت ہوجاتی ہے اور ابن نجیم نے حاکم کیطرف منسوب کیا ہے تو اوسکو ضابطہ ہم طحطاوی کہا یہ قول مستثنیٰ ہے تو محمول ہے یعنی لو تکفل بالحال الخ تو اب متن سے کچھ منافات نہیں رہی و فی القنیۃ طالب الدائن من کفیل فقال لہ اصبر حتی یجیئ الاصیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلقی علیک ھل ہو ابرا اجاب بنعم وقیل لا وھو المختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اوسکو کہا صبر کر تا کہ اصیل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اوسپر مجھکو کچھ تعلق نہیں میرا تو تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہو جائیگا جواب دیا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضون نے کہا کہ بری نہ ہوگا اور یہی قول مختار ہے ھم قوم مختار ہے قول مذکور کی شرح نہ فتاویٰ تتمہ سے یون منقول ہے کہ ایسے قول سے صاحب دین تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق جسکا ارادہ کرتے ہیں تنہا اور ظاہر مراد اس قول سے تفتیش ضامن ہے نہ براءت اصیل و اذا حل الدین المؤجل علی الکفیل بموتہ لا یحل علی الاصیل فلو اداہ وارثہ لم یرجع لو الکفالۃ بامرہ الا الی اجلہ خلافا لزفر اور جب کہ دین موجل حال ہوجائے ضامن پر اوسکی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن کے وارث نے اوسکو ادا کیا تو اصیل سے نہیں لے سکتا اگر کفالت اوسکے امر سے ہو مگر اوسکی مدت تک یعنی دن آنے مدت تک اصیل سے نہیں لے سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل المؤجل علی الکفیل اذا حل علی الاصیل بہ ای بموتہ ولو تاخیر الطالب دریا نہ حال نہیں ہوتا

اور اصیل دونون سے طالب مختار ہے کذا فی الدر لیکن اوسکو اختیار ہے چاہئے ضامن کے ترکہ

مسئلۃ المسئلۃ مرکبۃ حیلۃ کفیل نے صلح کرلی تا ضامن نے ہزار درم دین کی صلح کی اوسکے نصف پر ہزار یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونون بری الذمہ ہوگئے مگر صلح کا یار مشہور کو محل ہے ھم ایک صورت یہ ہے کہ دونون کی براءت صلح میں شرط کی ہو شرط اصیل کی براءت شرط کی ہم ۔ صورت واقع ہوگی تو ابرا دین سہم فقط کفیل کی براءت شرط کی تحلاف کیا گیا سو شرح میں ہے ایک صورت کو شامل ہے چار صورتیں ہیں اعتبار صلح اصیل کے اور جا ضامن صلح کفیل کے فاذا اتفق طرفی براءۃ الاصل

اوسکت بریٔ توجب کہ دونون کی برات شرط کی صلح مین یا برات اصیل یا برات سے سکوت کیا تو دونون بری الذمہ ہوجائینگے و اذا اشترط براءۃ الکفیل
وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لاصل الدین اور جب کہ صلح مین فقط کفیل کی برات شرط کی تو یہ فسخ ہے ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین حتی فسخ
کفالت بمقدار دین مین سے جسمین صلح واقع ہوئی مثلا نصف مین نہ کل دین مین فیبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ دون الاصیل فیبقی علیہ الالف فیرجع
علیہ الطالب بخمسمائۃ والکفیل بخمسمائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی برات مین فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہین گے
تو طالب اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو و لو صالحہ علی جنس اخر رجع بالالف کما مر اور اگر کفیل نے صلح کرلی
طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلا بعوض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لے چنانچہ مذکور ہوچکا جسمین ہزار ہو اسواسطے لیگا کہ وہ مبادلہ سے دین کا مالک ہوگیا
صالح الکفیل الطالب علی شیء لیبرئہ عن الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ وہو باطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس بحر اصلح
کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کردے تو صلح صحیح نہین اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہین کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح
بسبب اپنے اطلاق کے مال ضمانی اور حاضر ضامنی دونونکو شامل ہے کذا فی البحر ہم کفالت نفس مین عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلا دے
تا اوسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہین اور اوسکی برات مین کفالت سے دو روایتین ہین کذا فی البحر والنہر قال
الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کہا طالب نے ضامن
کو برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اوس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے
طالب کے قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض نکلتا ہے برئت الی کی ترکیب سے اسواسطے کہ لفظ الی موضوع ہے انتہای غایت کیواسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہے اس ترکیب
مین تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے مبدا بھی ہو سو یہان ابتدا نہین مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے برات مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے
یون کہا کہ تو نے مجھکو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہین لیسکتا تو ضامن اب اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم ومفادہ براءۃ المطلوب للطالب
لاقرارہ کالکفیل اور مفاد تعلیل برات مطلوب ہے طالب کیطرف سے بسبب اوسکے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہین ہوسکتا بسبب اقرار
قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دوبار مقبوض نہین ہوتا و فی قولہ للکفیل برئت بلا الی او ابرأتک لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض
اور طالب کے یون کہنے مین کفیل سے کہ برئت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہوگیا یا مینے تجھکو بری کردیا رجوع نہین یعنی کفیل مطلوب سے مال نہین لیسکتا چنانچہ اس قول مین
رجوع نہین کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی مین ہے کیونکہ یہہ بری کردینا ہے طالب کے طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہے ابرا می طالب اور ادا
کفیل کا تو رجوع ثابت نہین ہوسکتا بسبب شک کے اور ابراء مین تو صاف ابتدا اسقاط ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اور کفیل
مالک دین نہین ہوتا مگر اداسے تو اس لفظ مین بالاتفاق رجوع نہین مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اوسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کردیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل
اسقاط ہے باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل برات بالابرا مین مستعمل ہے نہ براۃ بالقبض مین کذا فی الطحطاوی وخلافا لابی یوسف فی الاول ای برئت فانہ جعلہ
کالاول ای الی قیل وہو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وہو اقرب الاحتمالین فکان اولی نہر معزیا للعنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول مین یعنے برئت
مین اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ مین اسکو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا
قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ ہم دو احتمال یعنے برات استیفا اور برات اسقاط واجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا
بالقبض جملا بالعرف اور اجماع علما ہے کہ اگر طالب لفظ برات کو کاغذ مین لکھے گا تو یہہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل العرف کے ہم یہہ راجح ہے مسئلہ خلافی کیطرف یعنی اگر
لفظ برئت طالب لکھدیگا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہوجائیگا بالاتفاق اسواسطے کہ عرف مین کتابت نہین مگر ایفای مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہرگی کذا فی الطحطاوی
وہذا کلہ مع غیبۃ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان لمرادہ اتفاقا لانہ المجمل اور یہہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہوچکی طالب کے غائب
ہونیکے ساتھہ ہے اور اوسکے حاضر ہونے کے ساتھہ اوسیکے طرف رجوع ہوگی اوسکے مراد کے بیان مین بالاتفاق کیونکہ اوسکا کلام مجمل ہے یعنے طالب سے پوچھا جائیگا

کی نے قبض مال کا ارادہ کیا ہو یا نہیں اور یہ لفظ بحر الرائق میں نہایت سے اور فتح القدیر میں بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وقیل الکفالۃ کالحوالۃ اور نہ
کفالت کے حوالہ ہو یعنی اگر محال نے محتال علیہ سے کہا کہ برئت الی تو محتال علیہ محیل سے مال بہر لیگا اور اگر برئت کہیگا تو رجوع نہیں اور اگر برئت کہے گا تو اسمین
اختلاف ہے ولا تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والعراجیۃ واقرہ المصنف ھنا وفی المنفرقات لکن فی
النہر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور سراج کے اور اسیکو
مصنف نے یہان ثابت رکہا ہے اور منفرقات میں لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی ہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ
شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جسمین طالب کو فائدہ نہین جیسا کہ دخول دار اور مجیء غد اور شرط ملائم جیسا کہ ہستیعاء بعض المال التمییا بقی
قیدبکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا ھذا کذا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت میں کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس مین
تفصیل ہے جو خانیہ میں مذکور ہے مصنف نے قید کفالت مال متن میں مذکور نہیں کی قرینہ مطلب ہو کر اثناء مسائل کفالت میں اسکا ذکر کرنا بجای تقیید ہے واللہ
اعلم خانیہ میں تفصیل مذکور یون ہے کہ جب حاضر ضامن کی براءت معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ ہیں ایک وجہ یہہ ہے کہ براءت جائز اور شرط باطل جیسا کہ
طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دو مہینہ کی شرط پر اور دوسری وجہ یہہ کہ براءت اور شرط دونون جائز ہین چنانچہ ایک شخص العصامی اور حاضر ضمن
سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہو جاوے اور تیسری وجہ یہہ ہے کہ براءت اور شرط دونون جائز نہیں جیسا کہ نفظ حاضر ضامن
طالب نے یہہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب اسکو پہیر لے تو یہہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح نفسا لایسترد اصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ
لید فعہ الی الطالب ان لم یعطہ طالبہ نہ پہیرے اصیل اوس مال کو جو دیا اوس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اسواسطے کفیل کو دیا تا
کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اسکے طالب کو نہ دے بلکہ باوجودیکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اسکو نہیں پہیر سکتا اسواسطے کہ ضمانت بامر اصیل
دو دین ثابت ہوتے ہیں ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادا ہے تو جب
بعد وجود سبب ادای دین میں اصیل تعجیل کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اوسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اوسکو پہیر نہیں لیسکتا کذا فی شرح الوقایۃ ولا یتمکن تمییہ
عن الاداء لو کفیلا بامرہ والا عمل لانہ حینئذ ملک الاسترداد ادعی واقرہ المصنف لکنہ قدم نبلہ ما یخالفہ فیحرر اور کچھ عمل کریگا روکنا
اصیل کا ادای دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہیں تو اوسکا روکنا عمل کریگا اسواسطے کہ اصیل اوس وقت میں سترداد کا مالک ہو کذا
فی البحر اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لیکن شرح مذکور میں قبل اسکے اس مضمون کو مقدم کرچکا ہے جو اسکے مخالف ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے طحطاوی
نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکہا تو اب اوسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہین فان ربح الکفیل
طاب لہ لا نہ نماء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ خلافا للثانی اور اگر مال مذکور میں کفیل کچھ نفع حاصل
کریگا تو اسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑہوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بر وجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بر وجہ رسالت قبضہ
کیا ہوگا تو نفع اوسکو حلال نہین کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے برخلاف ابو یوسف کے قبض بطریق اقتضا کی یہہ صورت ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون
کہ کہین طالب تجہسے اپنا حق نہ لے تو اس مال کو قبل لینے ادا کرنیکے اور قبض بوجہ رسالت اسطرح ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر
اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پہر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے
خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی وندب ردہ علی الاصیل اذا انقضی الدین بنفسہ درر فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب
اور مستحب ہے منفعت کا پہیر دینا اصیل کو جب کہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اوس دین میں پہیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنے سے جیسے گیہون نہ اوس دین میں جو تعیین سے متعین نہیں ہوتا ہو چنانچہ نقود و تو ان رد کرنا مستحب نہیں جامع صغیر میں استحباب رد کیواسطے ادای اصیل کی قید مذکور نہیں لیکن
درر کی عبارت موہم ہے خلاف مقصود کی کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہہ ہے کہ اسمین خبث آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اوسکے پہیر دینے پر

جبر نہین کر سکتا کذا فی النہر ولو ردّہ ہل یَطِیبُ للاصیلِ الاشبہ نعم ولو غنیاً عِنایہ اور اگر نفعہ یا مال کی منفعت کفیل اصیل کو پہیر دی تو کیا اصیل کو وہ مال
طیبہ ہوگا نہین قول اشبہ بالحق یہہ ہی کہ ہان حلال طیب ہی اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی العنایہ اَمَرَ الاصیلُ کفیلَہ ببیع العِیْنَۃِ ای بیعِ العَیْنِ بالربحِ نسیئۃً
لِیَبِیْعَہا المستقرضُ باقلّ لِیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وہو مکروہ مذموم شرعاً لمافیہ من الاعراض عن مبرّۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنی
ضامن کو بیع العینہ کا یعنی بیچنا عین کا ادہار فائدہ لیکر تا قرض لینے والا اسکو ثمن اول سے کمتر بیچ لے تا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خوارون نے ایجاد
کیا ہی اور وہ بیع شرع مین مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اسمین قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہی ھم عِینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہی سلف سے اسکو بیع العینہ اسلئے
کہا کہ اسمین میلان ہے دین سے بیع العین کیطرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہہ ہی کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپیہ کو
ادہار بیچے منفعت حاصل کرنیکے واسطے پہر مشتری وہ کپڑا دس روپیہ کو بیچے اور پانچ روپیہ کا نقصان اوٹہاوے اور بعضون نے کہا صورت اوسکی یہہ ہی کہ عین بیچے
کچھ زیادہ تر اوسکی قیمت سے تا اوس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعوض اوتنے ثمن کے لے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول
شخص غیر کو کمتر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپیہ کو ادہار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس
روپیہ کو بیچا پہر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیے اوسکو دیئے محمود نے وہی دس روپیے خالد کو دیئے توسط شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا
کمتر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسطرح بیع العینہ کی چند صورتین اور بہی ہین محمد نے کہا کہ یہہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے برابر ہے اسکو سودخوارون نے
اختراع کیا ہی اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اِذَا تَبَایَعْتُم بِالْعِیْنَۃِ وَاتَّبَعْتُمْ اَذْنَابَ الْبَقَرِ ذَلَلْتُمْ وَظَہَرَ عَلَیْکُمْ عَدُوُّکُمْ یعنی جب تم خرید و فروخت بطریق
بیع العینہ کے کروگے اور بیلون کی دمون کے پیچھے پڑوگے یعنی کہیتی مین مشغول ہوکر جہاد کرنیسے غافل ہوگے تو ذلیل ہو جاوگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب
ہون گے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہہ بیع مکروہ نہین کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے دل مین یہہ آتا ہی کہ جسکو دافع اختراع کرتا
ہی اگر اوسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمین وہ چیز سب یا بعض دافع کیطرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورتین اور جیسے چہٹی صورت کہ پندرہ روپیہ قرضدار کے ہاتھ
اوسکے ہاتھ دس روپیہ کا کپڑا پندرہ روپیہ کو بیچا اور پندرہ روپیہ جو قرضدار سے پہیر لیئے تو دافع سے خارج نہوئی مگر دس اور جو خارج ہوا تہا اوسمین سے بعض پہر آیا
تو ایسی بیع مکروہ ہی یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیعہ اوسکے طرف راجع نہوئی تو اوسمین کراہت نہین مگر خلاف اولی ہی شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر
مین مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکہتا ہی اسطرح پر کہ قول محمد بکراہت بیع العینہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کے طرف کل یا بعض عین پہر آوے
اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اوس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کیطرف کچھہ عود نکرے اسطرح حدیث بہی اسیصورت پر محمول ہی جسپر محمد کا قول محمول ہی تو اب وہ شبہہ
ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیونکر قائل ہوئی باوجود اوس حدیث کے جو کہ مقتضی ہی مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ھم فتح القدیر مین مذکور ہی
کہ جب دافع کے طرف وہ عین جو اوسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کریگی تو وہ بیع مشبہ بیع العینہ ہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مسترجعہ سی نہ مطلق عین سے والاظہر بیع العینہ
ہو جائیگی ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل و زیادۃ الربح علیہ لانہ العاقد ولا شیء علی الآمر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل بمجہول و ذلک باطل
پہر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی بموجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو بیع مذکور کفیل کے واسطے ہی اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اوسکی مضرت کفیل ہی پر
ہی کیونکہ کفیل ہی عاقد ہی اوس بیع کا اور کچھہ لازم نہین اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہی نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول
باطل ہے ھم خلاصہ یہہ ہی کہ یہہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کیطرف راجع ہی ضمان خسران اسواسطے باطل ہے کہ ضمان نہین ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان
کسی پر مضمون نہین تو اگر بائع بازار مین کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجہکو لاحق ہوا وہ مجہپر ہے یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر تیرا غلام بہاگ گیا تو وہ مجہپر ہی تو جائز
نہین وکالت فاسدہ کی وجہ یہہ ہی کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہین کَفَلَ عن رجلٍ بِمَا ذَابَ لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ عبارۃ الدرر لزم بلا ضمیر
وفی الہدایۃ وہذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللّٰہ بقاءک ضامن ہوا ایک مرد کیطرف سے اوس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب
ہوا اوس مرد پر یعنی اصیل پر یا اوس مال کا ضامن ہوا جسکا قاضی اوسپر حکم کرے یا جو مال کہ اوسکو لازم ہو درر کی عبارت مین لفظ لزم ہے بدون ضمیر کے ہے اور ہدایہ مین ہے کہ

ف ذکر بیع العینہ

لہ یعنی دس روپیہ کو بیچ کر پہنچا بہ زیادت رنج کرے اور بعد وہ ... اصل مال کو ... ۱۲

لہ یعنی محتاج اوسکے ایک بیوپاری جسمین ... والا ... طلب کرو اور ... رومال مین رکہکر ... یکی کہ مین ... اسکو بیچتا ہون اور ... اوسکے مطلوب ... ہی دو چار زیادہ ... اور لینے والا اوسپر ... پونجی کو خرید کرے اور پہیر دینے والے کے قول کے بموجب جب ... چیز وام ادا کری ۱۲

ہے یعنی لفظ ذاب اور قضے ماضی ہے اور مراد اوس سے مستقبل ہے چنانچہ اطال اللہ بقاءک میں فغاب الاصیل فبرهن المدعی علی الکفیل ان له علی الاصیل
کذا وانہ کفیل بامرہ حتی یحضر الغائب فیقضی علیہ وفیہ نمہ بہا الاصیل پر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا پہر مدعی نے ضامن پر گواہی
ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اوسکی مقبول نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پہر جب وہ آویگا تو اوسپر مال مذکور کا حکم دیا جائیگا
پہر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل هم وجہ اسکی یہہ ہے کہ کفیل نے اوس مال کا التزام کیا جو اوسپر کا فی زمان مستقبل میں حکم کرے یا جو اصیل پر
واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ میں تو یہہ ضمانت ہو اوس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ
اوسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تہا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہیں تو دعوی فاسد ہوا لہذا
گواہی مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی ولذا برهن ان له علی زید الغائب كذا من المال وهو ای الحاضر كفيل قضى بالمال على الكفيل فقط اور اگر
مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اوسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو زاد بامرہ
قضی علیہما وللکفیل الرجوع لان المکفول بہ ههنا مال مطلق فامکن اثباته بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر
ضامن ہو غائب کا اوسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونوں پر مال کا حکم کیا جاویگا تو اب ضامن کو مال کا پہر لینا اصیل غائب سے جائز ہے اسواسطے گواہی
مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہاں یعنی مسئلہ ثانیہ میں مال مطلق ہے تو اوسکا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے کہ گواہی وہان مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ میں اسلیے
کہ وہان مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تہا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہاں مکفول
مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی لیکن بحث دعوی پر مبنی ہے حموی نے کہا اگرچہ یہہ قضا علی الغائب ہے مگر یہہ
یہہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شے ضمنا ثابت ہوتی ہے اور قصدا ثابت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی وهذه حيلة لاثبات الدين على الغائب اور یہہ یعنی مسئلہ ثانیہ
حیلہ اثبات دین کا غائب پر یعنی بقصد کفالت حاضر پر دین ثابت ہو جاتا ہے ولو خاف الطالب موت الشاهد يتواضع مع رجل ويدعى عليه مثل هذه الكفالة
فيقر الرجل بالكفالة وينكر الدين فيبرهن المدعي على الدين فيقضى به على الكفيل والاصيل ثم يبرئ الكفيل فيبقى المال على الغائب وكذا الحوالة
وتمامه فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرلے کسی مرد کے ساتہہ اور اوسپر اسطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا
دعوی کرے پہر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جاوے پہر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دارالقضا میں ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم
کیا جاویگا پہر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند حوالہ ہے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے کفالتہ
بالدرك تسليم منه للمبيع کفالت بالدرک تسلیم ہے واسطے مبیع کے جانب کفیل سے ہم یعنی جس نے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اوسنے تصدیق
اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اسکے یہہ دعوی کرے کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اوسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالہ ملک بائع کا اقرار ہے
اور اسکی حکو وقت تو بعد اسکے اپنی ملک کا دعوی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی کشفعة فلا دعوى له مانند شفعہ کے پہر اوسکا دعوی نہیں یعنی کفالت بالدرک تسلیم
شفعہ کی ہے اگر ایک شخص شفیع ہو ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اوسکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ
کے صحیح نہیں وكتب شهادته فی صك كتب فيه باع ملكه او باع بيعا نافذا باتا فانه تسليم ايضا چنانچہ اپنی گواہی لکہنا اوس کاغذ میں جسمین یہہ
لکہا ہے کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہہ شہادت بہی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی كما لو شهد بالبيع عند الحاكم فقضى بها او لا كتبه
یہہ بہی ملک بائع کی تصدیق ہے اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو حموی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا
اقرار ہے باتفاق روایات لا يكون تسليما كتب شهادته فی صك بيع مطلق عن ذكر ما ذكر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکہنا ایسے بیع کے کاغذ میں جو مطلق
ہے قیود مذکورہ سے یعنی قیود مذکورہ سے جو مراد ہے جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیعنامہ میں نہون
تو گواہی لکہنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی بلکہ دعوی ملکیت مشاہد بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین وہ بات نہیں جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے

اسواسطے کہ بیع گاہی غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرنیکے
واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر بیع مین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فے الطحطاوی ا وکتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض یا
اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہہ مجرد اخبار ہے تو کچھہ تناقض نہین یعنے دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع
مین مشروط نہین اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع گاہی مالک سے صادر ہوتی ہے گاہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا
باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھہ مہر کرنا مذکور نکیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل
زمانہ کے یعنے اہل زمان سابق کی عادت یہہ تہی کہ بعد کتابت اپنے نامون کے مہر بہی کر دیتے تھے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو
قال الکفیل ضمنتہ لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ مین اوسکا تجہہ سے ضامن ہوا ہون
ایک مہینہ تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسہ ای الحکم المذکور
فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الاخر وہو المقر لہ حالۃ لان المقر لہ ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول مین کہ تیرے مجہپر
مین ایک مہینے کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنے مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہین نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہے والحیلۃ لمن علیہ دین مؤجل
وخاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول اہو حال او مؤجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جسپر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا
حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجہپر حال ہے یا مؤجل پہر اگر وہ کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اوسکا انکار کرے
اور اس انکار مین اوسپر کچہہ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب درصورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہے
انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہے کہ وہ اسمین صادق ہے ولا یؤخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد
الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پہیر دینے کا حکم ہو
اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ بمجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی بنا برظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع مین مذکور ہوچکا وصح ضمان الخراج ای
الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ والرہن بہ اذ الرہن بخراج المقاسمۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلقہ
فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے
اس قول کے قرینہ سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فے النہر بخلاف اطلاق بحر الرائق کے
ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جہۃ العباد ہو تو موظف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہو نہین بخلاف خراج
مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہان تک کہ اگر کہیتی تلف ہو جاوے تو کاشتکار پر کچہہ واجب نہین اور کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے اطلاق اور
تقیید دونون نقل کئے ہین تو اوسپر کچہہ اعتراض وارد نہین کذا فے الطحطاوی ملخصا وجوز الزیلعی الرہن فی کل ما تجوز بہ الکفالۃ لجامع التوثق منقوض
بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہا زیلعی کا ہر ایک اوس چیز مین جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق کے منقوض ہے درک سے بوجہ
جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنے حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہے طحطاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر کا
ہے اور متاخرین مصنفین اوسکے تابع ہین حموی نے اسکا جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور اونکو کلیہ جو کہتے ہین تو بایمعنے کہ داخل تحت شئ
نہین ہین نہ بایمعنے کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی بمعنے مصیبت ہما دیتہ یہان مراد وہ
مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق مین ہے کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے
سب خلق کو فائدہ ہے اور چوکیدار محلہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیون کے چہوڑانے کے واسطے
معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہین اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ

یعنی بنائی ہم کی ... کی اور فی رہن لینا جائز ہے ۱۲

اعلام کی اوس امر میں مصلحت جو مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال میں کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبہ چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے
میں لوگوں پر ناحق مقرر ہو گئے ہیں انکی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتوی ہے اسکے متصل لکھا ہے قلت ولو بغیر حق کالجبایات فی زماننا
فانها فی المطالبة کالدیون بل فوقها حتی لو اخذت من الاکار فله الرجوع علی مالک الارض وعلیه الفتوی صدر الشریعة واقره المصنف
وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہوں چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں
بلکہ ان سے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم نے لیا تو مزارع کو مالک زمین سے اوسکا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی
شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا ہے ہم در دار رکہتے ہیں کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا چاہیے
فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا روزینہ یا سہ ماہی سلطان کے واسطے
مقرر ہوا کیا ہے مثل کہ مصیبت کبرٰی کہلاتی ہے یعنے مصادرہ سلطانی تو وہ قطعًا حرام ہے اور اوسکی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقیده شمس الائمة
بما اذا امر به طائعا فلو مکرها فی الامر لم یعتبر امره بالرجوع ذکره الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب اسکو اسکا امر کیا ہو خوشی
سوا اگر اوسپر زبردستی ہوئی امر کرنے میں تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ میں ہم کہتے ہیں کہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جسکے حذف
کرنے سے مطلب میں خلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہ ہے کہ جو غیر کے نائبہ کو اوسکے امر سے ادا کرے تو اوس سے پھیرے اگرچہ رجوع
شرط کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اوسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ ثبوت ہے جب کہ اسکو
اوسکا تعینے ادای دین کا امر کرنا اوسنے کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعها بالعدل
اجر وعلیه فلا یتحقق حیث عدل وهو نادر کذا اور علماء نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین از روی انصاف کے ہو
وہ ماجور ہو یعنی ثواب پاویگا اور اسکے موجب متولی قسمت فاسق نہوگا جب کہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالة البزازیة
قال لرجل خلصنی من مصادرة الوالی او قال الاسیر ذلک فخلصه رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وهذه تقع فی دیارنا کثیرا وهو ان العوان
یمسک رجلا ویحبسه فیقول لآخر خلصنی فیخلصه بمبلغ فحینئذ رجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتدبر کذا اجابه المصنف فی حاشیته
فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالة میں ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھکو چھوڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے ایسا کہا سو اوسنے چھوڑایا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ
اوس شخص سے پھیرے بلا شرط رجوع بنابر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوبہ یا شحنہ کہ پکڑتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید
کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھکو چھوڑا لے سو وہ اسکو چھوڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور پھیرے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ مجرد
اوسکے امر کرنیکے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمة ای النصیب من النائبة وقیل هی
النائبة الموظفة وقیل غیر ذلک والنائبة ما کان فالکفالة بها صحیحة صدر الشریعة اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت
عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوای اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم قسمت بتغیر مذکور
متعدد ہے یعنے مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سہ ماہی میں مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی کہ پہلے دو شریک تقسیم کر لیں پھر ایک شریک کا حصہ
دخل ندے سو اوسکا کوئی ضامن ہو اور بعضوں نے یوں تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک ٹالے سو اوسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے
کیونکہ اوسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی قال رجل لآخر اسلک هذا الطریق فانه آمن فسلک واخذ ماله لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے
کہا کہ یہ راہ چل اسواسطے کہ اس راہ میں خوف نہیں بالامن ہے پس وہ شخص اوس راہ میں گیا اور اوسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہیں ولو قال ان کان
مخوفا واخذ مالک فانا ضامن والمسئلة بحالها ضمن اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو میں ضامن ہوں اور یہ مسئلہ
بدستور مسئلہ سابقہ ہو یعنے بموجب اوسکے کہنے کے وہ شخص اوس راہ میں گیا اور اوسکا مال چھن گیا تو وہ شخص ضمان دیگا هذا اذا ازید علی ما قاله بقوله

ولا تضر جهالة المكفول عنه كما في الشرنبلالية یہہ اعتراض وارد ہو مصنف کے اوس قول متقدم پر کہ ضمانت صحیح نہین مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی
الشرنبلالیۃ ھ بیان صحت ضمان صحت کفالت کی جہت سے ہین تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہے کہ تاکید اوسنے دہوکہ دیا اور فریب رجوع کا موجب ہو اگرچہ
ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت مین ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ
او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصاً درر وتمامہ فی الاشباہ ومر فی المرابحۃ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ فریب کہانیوالا فریب دینیوالے سے
اوسی صورت مین رجوع کرتا ہے جب کہ فریب درضمن عقد معاوضہ ہوا یا فریب دینیوالا سلامتی کی صفت کا فریب کہانیوالے سے بصراحت ضامن کرے
کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے اور باب المرابحہ مین مذکور ہو چکا ھ عقد معاوضہ احتراز ہے عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی
کی مثال متن مین مذکور ہے اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہہ ہے کہ وہ اوسکے مال کے سلامت رہنیکا ضامن ہوا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہے نہ ضمان اتلاف کے مانند للکفیل
منع الاصیل من السفر لو کفالۃ حالۃ لیخلصہ منہا باداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اوسکی کفالت فی الحال کی ہو
موجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب اداکرنے دین کے یا معاف کردینے طالب کے ھ تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اوسکو جائز نہین
اگر ضامن چاہے اوسکے ساتھہ رہے تا حلول مدت وفی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری ای لو بامرہ اور کفیل بالنفس مین تو یہہ حکم ہے کہ
حاضر ضامن اصیل کو پہیر لاوے اوسکے پاس کما فی الصغری یعنے اگر حاضر ضامنی اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان
لم یشترطہ کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ وباطعام عن کفارتہ وباداء زکوۃ مالہ وبان یہب
فلاناً عنی الفاً جو شخص کیطرف سے مال واجب اوسکے کہنے سے اداکرے تو جو مال دیا ہوا اوسکو اوس غیر سے پہیر لے اگرچہ رجوع مال شرط نکیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ
اور اوسکے ادای دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین ۱ پہلا مسئلہ یہہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنی کفارہ کہانا دینے
کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میرے طرف سے ہزار ہبہ کرے ھ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو
مال ہبہ کیا پہر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنی مال سے اوسکے ہبہ کا عوض دے سو اوسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہہ شخص آمر سے رجوع مال
نکرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا بغیر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہین فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال
المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل من الاشباہ جہان کہین کہ وہ شخص جسکو
مال دیا گیا وہ اوس مال کا مالک ہو جاوے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور آمر سے اپنا مال پہیر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع نہین اور پورا بیان اسکا سراج
کی کتاب الوکالۃ مین ہے اور یہہ سب فروع مذکورہ اشباہ سے منقول ہین ھ مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہے بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری
تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن اداکر تو صحیح ہوگا اور مامور اپنا مال پہیر لیگا مشتری سے اور اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلاوے تو صحیح
ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے لپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کرادینیکا امر کیا تو یہان
مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہین تو مامور کو یہان اپنا مال پہیر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل للمختلعۃ
بما لہا علی الزوج من الدین لا یبرأ بتجدید النکاح بینہما اور ملتقط مین ہے کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اوس مال کا جو اوسکے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ
نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہو جانے سے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع اداکردیا اور زوج پر اوسکا دین
ہے جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اوس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوج کیطرف سے پہر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ
تجدید نکاح سے کفالت مذکور نہین ثوب غاب عن دلال لا ضمان علیہ کپڑا غائب ہو گیا دلال سے تو اوس پر تاوان نہین ھ اسواسطے کہ
دلال اجرت گیر ہے تو وہ امین ٹہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحبہ لما نوی وقد ساوم واتفقا علی ثمن فعلیہ قیمۃ التوبہ

اور ماکر کپڑا غائب ہو گیا دوکاندار سے اور حالانکہ اوسکے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکان دار دونون متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت
اوسکی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن الدلال بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام
لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پھرا پھر اوسکو دوکان میں رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان
نہین امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہو ھم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اوسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی
اوسکی ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ یبرأ کذا مشہور دلال ہے جسکے ہاتھ میں
کپڑا ہو جسکا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا کہ مین نے کپڑا اسیکو پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری ہوگا الوانیۃ ومر ولو قال طالب خمسین فی مصر کذا
فاذا اخذت کان فلک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرۃ ملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دین فلانے شہر میں ہے سو جسوقت
کہ تو میرا مال اوس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درہم یا دینار ہیں اوس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہوگی ملتقط واعلم ان
ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لا یصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فلیحرر شارح کہتا
اور مین نے اسکا فتوی دیا ہو کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہو کہ وکیل کی ضمانت
صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہوجاتا ہو تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ھم عامل لنفسہ ہو اسواسطے ہوتا ہو کہ قبض ثمن کی ولایت اوسکے واسطے ہی اور
ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہی دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہو کہ جو متاع اور اوسکے مالک کو تا دم چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو

فائدۃ ذکر الطرسوسی فی مؤلف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لا تجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ
عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ
یہ فائدہ ہے جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو مال لینا مالدارون سے جائز نہین مگر بیت المال کے عاملون سے اور استدلال کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مال لیا انتہی کلام اور یہ اوسوقت ہوا تھا جب کہ فاروق اعظم نے اونکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر اونکو معزول کیا اور بارہ ہزار
اونسے لیے پھر اونکو عاملی کے واسطے بلایا سو اونہون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہے ھم سیوطی نے تفسیر در منثور میں سورۂ یوسف کی اندر
اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر میں بسند حاکم وابن ابی حاتم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ عمر نے مجھکو بحرین کا عامل کیا پھر مجھکو معزول کیا
اور دس ہزار مجھسے لیے پھر عاملی کے واسطے مجھکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی
درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تجھسے تو مین نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پر پوتے نبی کے اور مین تو ابو ہریرہ کا بیٹا
ہون ڈرتا ہون کہ بیعلمی سے کچھ کلام کرون اور بے علمی سے کچھ حکم دون اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بیعزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی الطحطاوی
واراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون امولہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم
کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبناء الاماکن فللحاکم اخذ الاموال منہم وعزلہم فان عرف خیانتہم فی
وقف معین ردّ المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال نہر بحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے بیت المال کے نوکر مراد لیے ہین جو بیت المال کے
اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اوسکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشایش اور بہتات مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع اونکی خیانت کی
دلیل ہے اور انہین کے ساتھ متصدیان اوقاف اور اوقاف کے ناظر ملحق ہین جب کہ وہ کشایش اور فضولخرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون
اور عمارات بناوین تو حاکم کو اونکے مال اونسے چھین لینا اور اونکا معزول کرنا جائز ہے سو اگر اونکی خیانت کسی وقف مخصوص مین معلوم ہوجاے تو اوس کا مال
اوسی وقف مین داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکھے کذا فی النہر والبحر سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اوس قسم کا ہے جسکو ہم پوشیدہ رکھتے ہیں اور چھپانا لازم ہے اوسکا
فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاے تو وہ حال مذکورین کے اموال کو

چاہئیں لیں نہ اوقاف میں اون اموال کو داخل کریں نہ بیت المال میں بلکہ اونکو لائق امور میں صرف کریں یعنی اپنی خواہش نفسانی میں تو اسکو خوب یاد رکھنا
چاہیے کذا فی الطحاوی وفی التلخیص لو کفل الحال مؤجلاً تأخر عن الاصیل ولو قرضا لان الدین واحد قلت وقد منا انہا حیلۃ تاجیل
القرض اور تلخیص میں ہے کہ اگر دین نے الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک
ہی ہے میں کہتا ہوں اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہے وینبغی ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن
منعہ ولکن یسافر معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اوسکا روکنا درست نہیں
ولیکن صاحب دین اوسکے ساتھ سفر کرے پہر جب دین کی مدت ہو چکے تو اوسکو سفر سے روکے تا وہ ادای دین کرے ہم منتقی میں ہے کہ در صورت
ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر مدیون ادای دین میں ٹال مٹال کرتا ہو تو ضامن لے اور نہیں
تو نہیں کذا فی الطحاوی واستحسن ابو یوسف اخذ کفیل شہراً لامرأۃ طلبت کفیلاً بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف
نے بطریق استحسان جائز رکہا ہے ایک مہینہ کا ضامن دینا اوس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر
فتوی ہے ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس اوسکی کفالت صحیح نہیں کیونکہ نفقہ دین صحیح نہیں وقاس علیہ فی المحیط بقیۃ الدیون لکنہ
مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط میں کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرنبلالی کی شرح
وہبانیہ میں ہے ہم یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین موجلہ کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اونکی لیجاے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہہ ترجیح قول
ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونیکی وجہ یہہ ہے کہ دیون قوی تر ہیں نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہیں ہوتی بخلاف نفقہ
کے علاوہ برین منتقی میں تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح میں لوگون کو آسانی ہے کذا فی الطحاوی
لکن فی المنظومۃ المحبیۃ لو قال مدیونی مرادہ السفر واجل الدین علیہ ما استقر وطلب التکفیل قالوا یلزم علیہ اعطاء کفیل
یعلم لیکن منظومۂ محبیہ میں ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اوسپر ہنوز مستقر نہیں اور اوسنے تکفیل کی طلب کی
تو فقہا نے کہا کہ اوسکو ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہیں ہم لو حبس الکفیل قالوا جازلہ
اذا اراد حبس من قد کفلہ لانہ قد کان لاجلہ حبس فلیجازہ بفعلہ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو
اوسکو جائز ہے کیونکہ ضامن کی محبوسی اوسیکے واسطے ہوئی ہے تو چاہیے کہ وہ اوسکو بدلا دے اپنے فعل سے ہم ثم الکفیل ان یمت قبل الاجل لاشک
ان الدین فی ذا الحال حل علیہ فالوارث ان اداہ لم یرجع بہ من قبل ما التاجیل تم پہر اگر ضامن مرجاے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت میں
دین فی الحال اوسپر واجب الادا ہو گیا ثم اگر ضامن کا وارث اوسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پہرلے قبل تمام ہونے مدت کے ہم اصل میں یون تہا کہ لم یرجع من
قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہہ بعضون کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہہ باب ہے دو مردون کے ضامن ہونے کا ہم چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد کے اوسکو شروع کیا دین علیہما لاخر بان
اشتریا منہ عبدا بمائۃ وکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف لرجحان جہۃ الاصالۃ علی
النیابۃ ہم دین ہے دو شخصون پر دوسرے آدمیکا اسطرح پر کہ دونون نے اوس سے ایک غلام سو روپیہ کو خریدکیا اور ضامن ہوا ہر مدیون اپنے ساتھی کا اوسکے
امر سے تو جائز ہے اور نہ پہرلے اپنے شریک سے مگر اوسقدر جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت
پر کیونکہ پہلے جہت دین ہے اور دوسرے مطالبہ ہم یہہ حکم مشہور تین ہے جب کہ دونون دین صفت اور سبب میں برابر ہون اور اگر صفت مختلف ہو اسطرح
کہ ایک شخص پر دین مؤجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اوسکی تعیین اپنی شریک کے جانب سے صحیح ہے اور اوس سے پہرلے اور اوسکے
بالعکس میں رجوع نہیں اور اگر سبب مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن بیع تو تعیین مؤدی اپنے شریک کیجانب سے صحیح ہے اسواسطے کہ

اور جنس مختلف میں نیت معتبر ہے نہ جنس واحد میں اور دو شخصوں کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور ضامن ادا کریگا
اور اپنے شریک کیجانب سے اسکو ٹھیرا دیگا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد شے جو اوسکے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کیونکہ نصفے
المطالبہ ولا یرجع بنصفہ لانہ یؤدی الی الدور ہے اور اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر ہم اسواسطے دور ہوگا
کہ اگر نصف شریک کیجانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اوسکو شریک سے پھر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادای نائب یعنی ادای
کفیل بامر اصیل بمنزلہ ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا ایسا ہی نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا در نقب کرنا چاہئے کہ یہان حقیقت دور
مراد نہیں کیونکہ وہ عبارت ہے توقف الشی علی نفسہ سے اور دور سے حقیقۃً یہان تسلسل ہے المرجوعات لازم ہے ولو کفلا عن رجل بشیء بالتعاقب بان
کان علی رجل دین وکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع وجب الاقرب لما سبق ان انقطا
الاداء اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کے جانب سے بطریق تعاقب اسطرح کہ ایک مرد پر دین تھا سو اوسکے دو مرد ضامن ہوئے اور ہر ایک ان میں سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ
علیحدہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلون میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اوسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلہ سے جدا
ہو گیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ایکبارگی ضامن ہون پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ
ہو جائیگا کیونکہ دونون پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ہوئے اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا
ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے
جمیع دین کا ضامن ہے التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائے گا فما ادی احدہما رجع بنصفہ علی شریکہ
لکون الکل کفالۃ ہہنا سو دونون شخصوں میں سے جو شخص جسقدر مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اوسکے نصف کو اپنے شریک سے پھر لیگا کیونکہ یہان بالکل کفالت ہے جب
بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان بیان ثابت نہوا بخلاف مسئلہ اولے کہ وہان اصالت راجح ہے کفالت پر ثم ہو رجع ان شاء بالکل علی الاصیل
لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال مودی پھر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے ولو ابرا الطالب احدہما اخذ الطالب
الکفیل الآخر بکلہ بحکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کردے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اوسکی کفالت کے ہم
چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کردیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع
دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اوس سے صحیح ہے ولو افترق المتفاوضان وعلیہما دین اخذ الغریم ایہما شاء منہما بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ
کما مر اور اگر دو شریک مفاوض میں افتراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نرہے اور دونون پر دین ہو تو صاحب دین ان میں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور
مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنے ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ میں مذکور ہو چکا ہم دستور میں مذکور ہے کہ غریم وہ
ہے جسکا دین ہو اور جسپر دین ہو کیونکہ لفظ اطلاق ہوتا ہے یعنی دائن اور مدیون دونون کو غریم کہتے ہیں ولا رجع علی صاحبہ حتی یؤدی اکثر من النصف لما مر
اور رجوع نہین اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا کرے چنانچہ مسئلہ اولے کی تعلیل مین مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہے نصف مین اور کفیل ہے نصف
باقی مین تو جو ادا کریگا وہ اوسکے دین مین شمار ہوگا بسبب اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اوسیقدر مین رجوع ہے کاتب عبدیہ
کتابۃ واحدۃ وکفل کل من العبدین عن صاحبہ صح استحسانا اگر مولے نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یون کہا مثلا کہ تم
تمکو مکاتب کیا ایکہزار درہم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے ہم بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہیں کیونکہ
کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہیں تو در صورت اجتماع بطریق اولے صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان صحیح
تو صحیح ہے اور شارع کی رضامندی حق مین ثابت ہو کیونکہ لفظ المطالبہ معنا وحینئذ فما ادی احدہما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما وہ ہم قیمت
جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اوسکا نصف مال پھر لیگا بسبب برابر ہونے دونون کے بیچ اصالت اور کفالت میں ولو اعتق المولی احدہما

والمسئلة بحالها صح واخذ ايّاً شاء منهما بحصته من لم يعتقه المعتق بالكفالة والآخر بالاصالة اور اگر موسلے نے ایک مکاتب کو آزاد کردیا
اور مسئلہ بدستور سابق ہو تو صحیح ہو اور مواخذہ کرے موسلے دونون مین سے جس سے چاہے اوس غلام کا حصہ جسکو اوسنے آزاد نہین کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے
بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام آزاد سے بباعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبه لکفالته وان اخذ الآخر لا لاصالته
پہر اگر موسلے مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بہر لے بسبب اوسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ
رجوع نہین کرسکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن عبد مالاً موهو ما یکون انه لم یظهر فی حق مولاه بل فی حقه بعد عتقه
کمال لزمه باقراره او استقراض او استهلاك ودیعة فهو ای المال المذکور حال وان لم یسمه ای الحلول لحلوله علی العبد
وعدم مطالبته لعسرته والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقه لو بامره ولو کفل مؤجلاً تاجل کما مر اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کے
طرف سے اوس مال کا جسکا دین ہونا حق موسلے مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہے بعد اوسکے آزاد ہونیکے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار
یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنے مال مذکور حال ہے نہ مؤجل اگرچہ اوسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ
مال غلام سے بسبب اوسکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اوسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور پہیر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی
ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اوس صورت مین مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہوچکا ادعی شخص رقبة عبد فکفل به رجل فمات
العبد المکفول به قبل تسلیمه فبرهن المدعی انه کان له ضمن الکفیل قیمته لجوازها بالاعیان المضمونة کما مر دعوی کیا ایک شخص نے غلام کی
گردن کا سوا اوسکا ایک مرد ضامن ہوا پہر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اوسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اوسکا مملوک تھا تو ضامن ضمان دیگا
اوسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور انہین قابض پر عین واجب ہے
اور بعد ہلاکی عین رد قیمت واجب ہے اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند تحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو
قیمت عبد مدعا علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالاً فکفل بنفسه ای لنفس العبد رجل فمات العبد برئ الکفیل
کما مر فی الحر اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پہر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہوچکا
یعنی اسواسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیده بامره جاز لان الحق
له اور اگر وہ غلام مدیون مستغرق بالدین نہین ضامن ہوا اپنے موسلے کیطرف سے اوسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام موسلے کیواسطے ثابت ہے ظاہراً
غلام مین لیاقت کفالت نہین کیونکہ وہ اہل تبرع نہین مانند صغیر کے مگر موسلے کے امر سے اوسکی عدیم التصرفی زائل ہوگئی پہر جب کہ غلام پر دین نہوا تو اوسکی مالیت
مین مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن اوسکے ضامن ہونے مین کافی ہوگیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فاذا عتق
فاداه او کفل سیده عنه بامره فاداه ولو بعد عتقه لم یرجع واحد منهما علی الآخر لانعقادها غیر موجبة للرجوع لان کلا منهما لا
یستوجب دیناً علی الآخر فلا تنقلب موجبة له بعد ذلك پہر جب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پہر اوسنے مولی کا دین ادا کیا یا موسلے غلام کا ضامن ہوا غلام
کے طرف سے اوسکے امر سے پہر اوسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولی مین سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے
کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہین دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہو گی بعد
اوسکے یعنے بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امره فبلغه فاجاز الکفالة لم تکن الکفالة موجبة للرجوع لما قلنا چنانچہ اگر ضامن
ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پہر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اوسنے کفالت جائز رکہی تو یہہ کفالت رجوع دین کی موجب نہو گی اوس دلیل کر
جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہین ہوتا وقالوا فائدة کفالة المولی عن عبده وجوب مطالبته بایفاء الدین من سائر
امواله اور علماء نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ ہونے ہے ادائی دین کفالت کے واسطے اوسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے

سوا اور جو کچھ عبد کا مملوک مال ہے اوس سے ادا ہی دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر ذالك لانه كفالة العبد عن مولاه تعلقه اى الدين برقبته وذهل اكثر بكثيته المصنف متأنى شرحه اور غلام کے ضامن ہونیکا فایدہ اپنے مولے کے جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اسکی گردن سے اور یہ معنی نادر کفالت مولی وکفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنے بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم وہ سبحانہ الہ العليم

كتاب الحوالة یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونون عقد مین التزام ہے اوس دین کا جو اصیل پر ہو واسطے دو توثق اور حق اداکے مگر یہ کہ حوالہ مین اصیل کی برائت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہو مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے كذا فی الفتح هى لغة النقل حوالہ لغت مین بمعنے نقل اور زوال ہے وشرعا نقل الدين من ذمة المحيل الى ذمة المحتال عليه اور مصطلح شرع مین حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف وهل توجب البراءة من الدين المصحح نعم فتح اور کیا حوالہ برائت دین کا موجب ہے تو قول صحیح یہ ہے کہ ہان یعنے محیل بری الذمہ ہو جاتا ہے دین سے كذا فی الفتح ہم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہین اور اگر دین اسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابراء صحیح ہوتا كذا فی النهر المديون محيل والدائن محتال ومحتال له ومحتال ومحتال له وہو ادعاس ولی د بھو ہو تحيل فیہ مدیون محیل ہے یعنے حوالہ کرنیوالا اور دائن یعنی [illegible] لفظ حوالہ كذا فى الفتح ومن يقبلها محتال عليه ومحتال عليه قال [illegible] ذکر کردہ محتال اور محتال علیہ ہے تو صاحب دین ہیں اور حوالہ قبول کرنے والے مین فرق بواسطے صلہ کے ہے یعنی ان مین لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محتال لہ اور قبول کرنیوالے مین لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محتال علیہ اور گاہے اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور بال محتال ہر جو ہم بتقدیر محتال بصیغہ اسم فاعل محول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کا صلہ کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہین بلکہ محتال علیہ کی شناعت سنہرے تو وہ محتال علیہ اور محتال علیہ ہے تو دونون فرق بصلہ وعدم صلہ ہے كذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یون ہے کہ مثلا زید کے ہزار درہم صورت بنانا خالد پر قرض ہین سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنے اپنا قرض اسپر اتار اور اوس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت مین خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محتال اور محتال لہ ہے اور محمود محتال علیہ اور محتال علیہ اور ہزار درہم محتال بہ ہے **فائدہ جلیلہ** رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مینے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درہم کا اور محتال علیہ اور محتال قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے کہ مینے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا اسطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں تو حوالہ عبد ماذون اور مجبور کا صحیح ہے اور رضاے محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال مین بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ غیر صحیح ہے اور ہونا اوسکا مجلس حوالہ مین شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور اوسکو خبر پہنچی اور جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین اور محتال علیہ مین عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہین اگرچہ باہر محیل ہو اور گو اوسکا ولی اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ باہر رضا ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محتال علیہ کا مجلس حوالہ مین اور یہ شرط انعقاد ہے اور محتال بہ مین یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہین جیسے کہ کفالت صحیح نہیں اور اوسکا علم الہی صحیح نہین كذا فی الحاشية من البحر والحوالة تصح برضا المحتال عليه والمحيل بلا خلاف الا في الاول وهو المحيل فلا يشترط على المختار نهر معلا كنه من المواهب اور درست حوالہ کے واسطے رضامندی سبکی بالاتفاق شرط ہے مگر اول یعنی محیل مین سو اوسکی رضامندی بنابر قول مختار شرط نہین كذا فی الشرنبلالیہ عن المواهب اور زیادات مین رضاے محیل شرط نہین مگر قدوری مین شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین مستقل بحوالہ محتال کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل

یعنی مال بال مین متفاوت ہوتے ہین تو اوسکی رضامندی ضرور ہے کہ اوسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی تا دہندی سے اور رضامندی محتال علیہ کی اسواسطے
شرط ہوئی کہ اوسپر دین کا اداکرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اوسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے مین متفاوت
ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضامی محیل اسواسطے شرط نہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنے قبول کرنا یہہ تصرف ہو محتال علیہ کا
اپنی ذات کی حق مین اور محیل کا اسمین کچہہ ضرر نہین بلکہ اسمین اوسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اوسپر رجوع نہین کرسکتا جب کہ حوالہ بامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن
حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ وَاِذَا اُحِیْلَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَحْتَلْ یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادای دین کرنا ظلم ہے
اور جب تم مین سے کسیکو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر
یہہ ہے کہ یہہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعا کذا فی الفتح ملخصا بل قال ابن الکمال انما شرطه القدوری للرجوع علیه
فلا اختلاف فی الروایة بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضای محیل اسیواسطے شرط کی ہے کہ اوسپر رجوع درست ہو تو کچہہ اختلاف نہین روایت مین ہم
یہہ توفیق بین القولین ہے یعنے اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہین کرسکتا مگر جب کہ حوالہ اوسکی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت
حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن استظهر الاکمل ان ابتداء ها ان من المحیل شرط ضرورة والا لا اور اکمل نے عنایہ مین قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ
اگر محیل کے طرف سے ہے تو رضای محیل ضرور شرط ہے اور نہین تو شرط نہین ہم یعنے اگر محیل کیجانب سے ہے تو احالہ ہے اور یہہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے
متصور نہین اور یہہ روایت قدوری کا محمل ہے اور اگر ابتدا اوسکی محتال علیہ کیجانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضای محتال علیہ سے تمام ہوجاتا ہے بدون رضای محیل
اور یہہ روایت زیادات کا محمل ہے انتہے خلاصة الغایة الحاصل حوالہ قدوری کے کلام مین بمعنے احالہ ہے اور زیادات کے کلام مین بمعنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی
عن الحموی واراد بالرضی القبول فان قبولهما فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول
مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ہم اور بعضے نسخے مین قبولہما ہے یعنی قبول محتال اور محتال علیہ شرط
انعقاد ہے یہہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پہر اوسکو خبر پہنچے اور وہ جائز رکہے تو
حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرها الشرط قبول المحتال او نائبه ورضی
الباقین لا حضورهما واقره المصنف لیکن درر وغیرہ مین محتال یا اوسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصون کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا
محیل اور محتال علیہ کا اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بزازیہ اور خانیہ مین بہی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کی قول پر
محمول کیجے تو منافات باقی نہین رہتی لیکن مذکور ہوچکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی
الجوهرة ولا فی المحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر مجہول مین نہ عین مین جوہرہ مین زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق مین انتہے ہم عین مین اسواسطے
حوالہ صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اوسکا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کیطرف نہین ہوسکتا اور یہہ عدم صحت حوالہ مطلقہ مین ہے اور حوالہ مقیدہ مین
تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی مین ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محتال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اوسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب
یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نکرے چنانچہ اوس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر نہ اوسکا دین ہے نہ اوسکے پاس محیل کا
عین ہے کذا فی الطحطاوی وبه عرف ان حوالة الغازی بحقه من غنیمة محرزة لا تصح اور جوہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا
غنیمت محرزہ سے صحیح نہین ہم تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولے حوالہ جائز نہوگا وکذا حوالة المستحق بمعلومه فی الوقف علی الناظر ہم اور اسیطرح حوالہ
مستحق ناظر پر اپنے وظیفۂ معلومہ کا وقف صحیح نہین کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وهذا فی الحوالة المطلقة ظاهر واما المقیدة ففی البحر ان المال
فی ید الناظر ینبغی ان تصح کالاحالة علی المودع والا لا لانها مطالبة انتہی ومقتضاه صحتها بحق الغنیمة وعندی فیه تردد ہم پہر صاحب نہر نے
دو ورق کے بعد کہا اور یہہ یعنی عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ مین ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ مختص بدیون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو بحر الرائق مین ہے کہ اگر مال

ابراءت پانے سے توانکی ہوتی ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت کا جو شخص ملے پر صحیح ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہیں تو حوالہ صحیح نہیں کیونکہ وہ مطالبہ
در مطالبہ ناظر ہے یہیں بدون مال کے اور مقتضائے بحث صاحب بحر صحت حوالہ کی قیمت اور میرے نزدیک یہی تمیز وہم طحطاوی نے کہا کہ روئید
منت تحریر ارشاد ہے یعنی غنیمت محرزہ میں غازی کے ورثہ اوسکا حصہ بطور میراث پاتے ہیں تو ملک اسکی غنیمت میں متاکد ہو گئی تو اب غنیمت و ودیعت کے
مانند ہوئی صحت حوالہ میں وبرئ المحیل من الدین والمطالبۃ جمیعا بالقبول من المحتال للحوالۃ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے محیل دین اور مطالبہ دونوں سے
بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ہم بقول صحیح برارت موقت بعدم ہلاک ہوا در فائدہ برارت کا یہ ہے کہ اگر محیل مرجاوے تو محتال اپنا دین اوسکے ترکہ
سے نہیں لیسکتا لیکن محیل کے مدعی دادا کے ارباب دیون سے شمار ہونے اس خوف سے کہ مبادا اوسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط
برارت ہے اسیطرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہے کذا فی البحر فلا یرجع المحتال علی المحیل الا بالتوی بالقصر وہو ہلاک المال لان برائۃ مقیدۃ بسلامۃ
حقہ تو محتال رجوع کریگا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی برارت بسلامتی حق محتال مقید ہو توی بالف مقصورہ عبارت ہے ہلاک ہونے مال سے
اور بعضوں نے اسکو بالف ممدودہ بھی کہا ہے تو توی بمد ورل کے لغت میں معنے ہلاک مال ہے اور اسکے اصطلاحی معنی کو مصنف آگے ذکر کریگا جب برارت مقید بسلامت
حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ برارت استیفا ہونے برارت اسقاط نہیں جب استیفای حق متعذر ہوا تو رجوع اصل مدیون پر واجب ہوا وقیدہ فی البحر بان
لا یکون المحیل ہو المحتال علیہ ثانیا رجع در صورت ہلاک کو بحرالرائق میں اسطرح مقید کیا ہے کہ محیل وہی محتال علیہ نہوا ہو اور یہ قید ابراہیم صاحب بحر نے
کیا ہے یہ اسواسطے لگائی کہ ذخیرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر محتال علیہ نے اوسکا حوالہ اوسپر جیسپر اصل دین تھا کیا
تو محتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہلاکی مال ہوگی تو محتال علیہ اول پر عود نہ ہو گا کذا لمحتہ الایضاح اسکا بیان یہ ہے کہ حامد محمود کا دیون ہے سو حامد نے دین محمود کا
حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو در صورت ہلاکی حامد پر دین کا اعادہ زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے وہو ای التوی احد امرین اما بجحد
المحتال علیہ الحوالۃ ویحلف ولا بینۃ لہ ای للمحتال وللمحیل او بموت المحتال علیہ مفلسا بغیر عین ودین وکفیل وقالا بہما وبان یفلسہ الحاکم
اور توی یعنی ہلاکی احد الامرین سے ہوتی ہے یہ کہ محتال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کہا جاوے اور محتال اور محیل کے واسطے شہادت نہو یا محتال علیہ مفلس
مرجاوے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونوں امر مذکورہ سے اور اسطرح سے کہ محتال علیہ کو حاکم مفلس ٹھیرا دیوے ولو
اختلفا فیہ ای فی موتہ مفلسا وکذا لو مات قبل الاداء وبعدہ فالقول للمحتال مع یمینہ علی العلم لتمسکہ بالاصل وہو العسرۃ زیلعی
وقیل القول للمحیل بیمینہ فتح اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اسمیں یعنے محتال علیہ کے مفلس ہو کر مرجانے میں اور اسیطرح اوسکی موت کے اختلاف میں
قبل ادای دین اور بعد ادا کے تو محتال کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی
ہے کذا فی الزیلعی اور بعضوں کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ محتال نے کہا کہ محتال علیہ مفلس الامر ہو کر مرگیا اور
محیل نے کہا کہ سرمایہ چھوڑکر مرا تو محتال کا قول معتبر ہے اسطرح قسم کہا کر کہ واللہ مجھکو اوسکا مالدار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر ابن کمال
میں نے اہل علم صحیح نہیں کیونکہ اوسمیں قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیہ المحیل بما ای
بمثل ما احتال بہ مدعیا قضاء دینہ بامرہ فقال المحیل انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قولہ بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیہ
لانکارہ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اوس دین کے مماثل کا جسکا محیل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یوں مدعی ہو کر کہ اوسکا دین ادا کیا اوسکے امر سے پس محیل نے
کہا کہ میں نے تو اوس دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے ذمے اوپر تو اوسکا قول مقبول نہو گا بلکہ محیل ضامن مثل دین کا ہوگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال
علیہ کے حق ثابت محیل تھی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ محیل کا
دین تھا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا ولیس قبول الحوالۃ اقرارا بالدین لصحتہا بلا دین اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے
بدون دین کے بھی ولو قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بمعنی وکلتک لتقبضہ لی فقال المحتال بل احلتنی بدین لی علیک فالقول للمحیل

لانہ منکر ولفظ الحوالۃ یستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ مین نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنے تجھکو وکیل کیا تاکہ دین میری واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھپر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت مین مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز ہم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ سے معنے وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اوسکا جواب یہہ ہے کہ وکالت محتاج لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ وکالت مین مستعمل ہوتا ہے مجازًا کیونکہ وکالت مین نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اوسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق ہوگی اس مراد مین لیکن قسم کے ساتھہ کیونکہ اسمین کچھہ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فے الطحطاوی احال بمالہ عند زید حالًا کونہ ودیعۃ بان اودع رجلاً الفًا ثم احال بہا غریمہ صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اوس مال کا جو زید کے پاس ہے درانحالیکہ وہ ودیعت ہے اسطرح کہ امانت رکھے ایک مرد کے پاس ہزار پھر اونکا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمین داخل ہوئی اور وہ عین مستاجرہ ہے جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ بریٔ المودع وعاد الدین علی المحیل لان الحوالۃ مقید بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرأ لان مثلہ یخلفہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعتدار بریٔ الذمہ ہوجائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کی وجود سے بخلاف اوس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محتال علیہ یعنی غاصب بریٔ الذمہ نہین ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنے بدل مغصوب اوسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہو اسطرح کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا براءت مین کذا فے الطحطاوی عن شرح العینی وتصح ایضا بدین خاص فصار الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہوگیا ہم یعنے ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض یا مانند اوسکے اور کسی دین کے ساتھہ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحتال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقید کا حکم یہہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہین اور نہ محتال علیہ محیل کو اوسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین والون کے ساتھہ برابر ہے اوسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مریگا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین محال بہ محیل کے سب ارباب دیون مین حصون کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا مال ہے کہ اوسپر کسیکا قبض ثابت نہین کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہین ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فے الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ خسرو وغیرہ بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ مین یعنے محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا مطالبہ کرسکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دیسکتا ہے اور محتال علیہ محیل سے رجوع کرسکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اوسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی وفتح القدیر مین ہے کہ حوالہ مطلقہ یہہ ہے کہ محیل طالب سے کہے کہ مینے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہہ نہ کہا کہ محتال علیہ اوس مال سے ادا کرے جو میرا اوسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محتال علیہ کے پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اوسکو طلب کرسکتا ہے کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہین ہوا اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ کے ذمہ پر ہو اور ذمہ مین کشایش اور گنجایش ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہہ صورت ہے کہ اوس پر حوالہ کرے جسپر محیل کا دین ہے نہ کہ پاس اوسکا عین ہے انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریمًا لہ ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والیکو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہہ ہے کہ اوس شرط کو عقد بیع مقتضی نہین اور اسمین بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت مین اکثر اوس شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہہ جودت ثمن کی شرط کی مانند ہوئی کذا فی الدرر ادّی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فھو بالخیار ان شاء رجع علی المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع ورد الاستحقاق بہ ادا کیا محتال علیہ نے مال حوالہ فاسدہ مین تو اوسکو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال قابض سے پھیرلے اور چاہے محیل سے پھیرلے اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہو یعنی محتال کا

استحقاق ہو یوں ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق نکل ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے
چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال لے اور دیکھا وزین صورتوں کا فساد الحوالۃ ما لو شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزہ عن الوفاء
بالملتزم نعم لو اجاز جاز کما لو قبلہا المحال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ ولکن لا یجبر علی البیع ولو باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ
مین ہے کہ فساد حوالہ کی صورتون مین سے ایک صورت یہ ہے جیسے شرط محال ہو کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محال علیہ کے اوسکے دینے سے
جسکا التزام کیا ان اگر محیل نے اپنے گھر کا بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اسطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محال علیہ قبول کرے لیکن بلکہ محیل اپنے گھر کے
ثمن سے عطا کرے ولیکن محال علیہ پر زبردستی نہو گی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادائی محال پر زبردستی ہوگی ہم کہتے ہیں اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا
محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اوسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہین قبل
بیع کے ہاں اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی البحر ملخصاً ولا یصح تاجیل عقدہا فلو قال ضمنت ما لک علی فلان
علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر فہو علی التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین
تو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین تیرا اوس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ مین تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کر دونگا بعد مہینے کے تو یہ تاجیل
دین کے طرف منصرف ہوگی یعنی ضامن پر ادائے دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین کذا فی البحر عن المحیط وکرہت السفتجۃ
بضم السین وفتح التاء اور مکروہ ہے سفتجہ بضم سین وسکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے معتبر معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شی محکم ہے چونکہ اس
قرض مین سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہو گئی لہذا اسکا نام سفتجہ ہوا وہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر
راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ اپنا مال دیکر کسی شہر مین ایک تاجر یا مہاجن کو بطور قرض تاکہ وہ اوسکے دوست یا وکیل کو مثلاً
دوسرے شہر مین دیدے اس طریقہ سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث
بن ابی اسامہ کی مسند مین علی مرتضے رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فہو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے
اور یہہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند مین سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اوسکی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن
جوزی نے اسکو موضوعات مین ذکر کیا اور اس باب مین احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کی مصنف مین عن خالد الاحمر عن
حجاج عن عطاء سے منقول ہے کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اوس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصاً حموی نے کہا اور
دوسری وجہ کراہت یہہ ہے کہ یہہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر مین دے تو یہہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اثمان مین صحیح نہین
فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ تو گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو بمعنی حوالہ ہو گیا ہم شارح نے یہہ
وجہ مناسبت سفتجہ کی کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کرمی فتح القدیر اور نہر الفائق مین وجہ مناسبت یون مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالۃ
اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ والی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ سے اسجہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اوس مال کا جو مستقرض
پر ہے اپنے وارث یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر مین ہے قالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس بہ اور فقہا نے کہا کہ جب منفعت
مذکورہ مشروط یا متعارف نہو تو اوسکا کچھ مضائقہ نہین ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایک قول یہ ہے کہ
کراہت اوس فعل کی مطلقاً ہے چنانچہ اس متن مین اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ یہ کراہت جب ہے کہ نفع ہو خواہ مشروط ہو یا نہو
دوسرا قول یہہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہین اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتاوی صغری اور واقعات حسامیہ اور کتاب التتمہ مین اور بزازیہ کے
باب الصرف مین بھی اسکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی مین واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا

ف سفتجہ کا بیان یعنی ہنڈوی

اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کیطرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہو کہ
کہا کہ عدم شرط کے ساتھہ ہونیوقت حلال ہے جب کہ اسکا پہلے دوسری شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہوا اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہہ فعل اکثر ہوا
ہوتا ہو یعنی یہہ اقرار سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہے طحطاوی نے کہا خلاصہ یہہ ہو کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونیکا محل وہ ہو جب کہ
اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہو انتہے **فرع** مسئلہ لمحقہ شارح کا فی النھر والبحر عن صرف البزازیة ولو ان المستقرض وھب
منه الزائد لم یجز لانه مشاع یحتمل القسمة نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض آئین سو زائد کو ہبہ کر دی تو جائز نہیں
کیونکہ وہ مشاع ہو محتمل القسمۃ ہم شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہے کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے میں
بلا شرط کچھہ مضائقہ نہیں اور اسیطرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہی بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن میں راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور
اگر قلیل ہے تو جائز ہی اور جو تفاوت موازین میں داخل نہوا اور بین الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو لینے دائن کو مسلم نہیں بلکہ اسکو پھیر دی اور ایک درم کو سو درم میں
بالاتفاق پھیر دی اور نصف درم میں اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضون نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض آئین سی زائد کو ہبہ کر دی تو جائز نہیں کیونکہ
وہ مشاع محتمل القسمۃ ہی انتہی اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے جو محتمل القسمۃ نہیں پہر تو
عارف سنان افندی کی تبیین المحارم میں دیکھا کہ اول تو انہون نے قاضیخان سے بزازیہ کی مانند نقل کیا پہر یہہ کہا کہ جسمین احتمال قسمت نہو تو جائز ہے یعنی ہبہ
مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بقبض دین الحوالة لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کے طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنیکا تو صحیح نہیں ہم اسواسطے
صحیح نہیں کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے تا ابراء مؤبد حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضے نسخہ میں بجای عن المحتال علی المحتال ہے تو وہ ان علی بمعنی عن ہو ق
لو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح و یطالب ایا شاء لان الحوالة بشرط عدم براءة المحیل کفالة خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح
ہو اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہی کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل
حوالت کذا فی العالمگیریة و فیہا عن الثانی لو غاب المحال علیه ثم جاء المحتال و ادعی جحوده المال لم یصدق و ان برھن لان المشھود علیه غائب
فلو حاضرا و جحد الحوالة و لا بینة کان القول له و جعل جحوده فسخا اور خانیہ مین ابو یوسف سی مروی ہی کہ اگر محال علیہ غائب ہو پہر محتال آوے اور اسکے
انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہو گی اگرچہ اس دعوے کو بشہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنے محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور
وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہون عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ہم تو اس صورت میں محیل پر دین عود کریگا
کیونکہ براءت محیل مشروط بسلامت حق محتال ہی اور یہہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا **فرع** مسئلہ لمحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال
بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املأ صح سراجیه و الا لم یجز کما فی مضاربة الجوهرة قلت و مفاده عدم الجواز لو تساویا او
تقاربا و به جزم فی الخانیة و الوجه له لانه حینئذ اشتغال بما لا یفید و العقود ما شرعت للفائدة انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ قبول کرے
تو اگر یہہ یتیم کے حق میں بہتر ہو بایطور کہ دوسرا شخص یعنے محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہی کذا فی السراجیة اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا
جائز نہیں چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربہ میں ہے میں کہتا ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہی اگر دونون شخص محیل اور محال علیہ متساوی ہون مالدار
اور ادای دین میں یا دونون متقارب ہون اور اسیکا یقین کیا ہی خانیہ میں اور دلیل بہی اسیکی مقتضی ہے اسواسطے کہ درصورت تساوی یا تقارب حوالہ
قبول کرنا اوس چیز کا اشتغال ہے جو مفید نہیں اور مشروعیت عقود نہیں مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالی اعلم ہم مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ شہر سے
اسطرح غائب ہوگیا کہ اوسکا مکان معلوم نہیں بسبب اوسکی عسرت اور عاجزی کے سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے پہیر لے تو اوسکو رجوع بالدین محیل پر جائز
نہیں جب تک محتال علیہ کی موت ثابت نکرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریة واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم **کتاب القضاء** یہہ کتاب ہے مسائل
قضا یعنے جہگڑا فیصل کرنے میں لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون و البیاعات اعقبها بما یقطعها ہر گاہ کہ اکثر جہگڑے دیون اور بیاعات میں واقع

مناسب اسکو لایا جو اونکی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہے دیون سے مراد دیون
ہوتے ہیں تو مصنف دیون اور بیاعات کے مناسب اسکو لایا اور بالف مقصورہ بھی آیا ہے لغت میں بمعنی حکم ہے ہم چند قضا
میں جیسے کنارا اور حوالہ واقع ہوتا ہے ھو بالمدّ و یقصر لغۃً الحکم قضا بالمد ممدودہ ہے اور بالف مقصورہ بھی آیا ہے لغت میں بمعنی حکم ہے
لغت میں بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و ادا و انہا و صنع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اختصار کیا تاکہ لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت
ظاہر ہو جائے و شرعاً فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہے فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے یعنی
وہ فیصلہ جو خصومات میں واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فصل راجح جمعے قطع ہے تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا اصل
بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتے تاکہ امیر اور محکم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی و قیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات
اور بعضوں نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ میں مصرح ہے ہم از انجملہ بدائع میں تعریف یوں مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین
الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات میں ثابت ہے خواہ حکم قطعی ہو اسطرح کہ اوس پر دلیل قطعی ہو جیسے نص مفسر کتاب یا سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع
سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہو کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس اون مسائل اجتہادیہ میں ہو جنمیں خلاف
فقہا سے یا جمیں سلف سے روایت نہیں تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہو تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہے اور اسطرح وہ حکم
میں وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہے تو جائز نہیں کیونکہ حق اون سے متجاوز نہیں اور یہہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور مقلد قاضی یعنی مثلاً
حنفی یا شافعی پر تو یہہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بنسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے سے معزول ہے اور اگر غیر مذہب کو موافق
حکم کر گیا بھول کر تو اوسکا حکم جاری نہوگا اور اگر دانستہ حکم کرے تو اسکو ابطال حکم مناسب ہے اور بعض روایات میں اوسکی قضا امام صاحب کے نزدیک جائز
ہے برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر و ارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ست یلوح بعدہا التحقیق
حکم و محکوم بہ ولہ و محکوم علیہ و حاکم و طریق اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول میں نظم کئے ہیں یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے
چھ ہیں جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ۱ حکم ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ہم ابن الغرس یعنی محمد فواکہ بدریہ کا مصنف ہے اور
اطراف سے مراد ارکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے حادثہ سے جسکو عرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم دو قسم ہے قولی اور فعلی حکم قولی یہہ کہ قاضی کہے کہ میں نے حکم کیا یا الزام کیا
یا مجھ پر قضا میں جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اسطرح ہے کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا
تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اوسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہیں ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اوسکی شرط یہہ ہے کہ معلوم ہو اور
محکوم لہ یعنی مدعی اوسکی شرط یہہ ہے کہ دعوی اوسکا صحیح ہو اور مدعی اونمیں سے نہو جنکی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں شرط یہہ
ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطیں ہیں اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سالم
رہنا ۹ حکم دینے کیواسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کیواسطے اور عادل ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں اور طریق عبارت ہے بینہ یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی
قضا و اھلہ اھل الشہادۃ ای ادائہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا کا وہ ہے جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادای شہادت علی
المسلمین کے لائق ہے کذا فی الحواشی السعدیہ ہم ادای شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیت اور کفر کی حالت میں صحیح ہے ادای شہادت
اور مراد یہہ ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا مرجع ایک چیز کے طرف ہے یعنی جو مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ محدود فی القذف نہ بہرا گونگا ہو اور چونکہ
اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو قول اصح
ہے کہ اوسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر و یرد علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور کلیہ مذکور
پر یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تاکہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب
التحکیم میں ذکر کیا ہے ہم حاصل اعتراض یہہ ہے کہ کافر باوجود یکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا مگر اوسکا قاضی ہونا ذمیوں پر صحیح ہے تو کلیہ مذکورہ صادق

نرابیہ اعتراض ہے صاحب نہر کا جواب اعتراض یہہ ہے کہ یہہ قاضی خاص کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہہ خود ظاہر ہے کہ شاہد ملی السلم شاہد علی الذمی ہے تو ذمی پر اوسکی نشا بہی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی وشرط اهليتها شرط اهليته فان كلا منهما من باب الولاية والشهادة اقوى لانها ملزمة على القاضي والقضاء ملزم على الخصم فلذا قيل حكم القضاء يستقى من حكم الشهادة ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہے اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونون باب ولایت سے ہین اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر ملزم ہے اور قضا مخاصم پر ملزم ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہے کذا صرح ابن الکمال ہم حلبی نے کہا کہ ماتن کا یہہ قول مکرر ہوگیا اوسکے قول سابق کے ساتھ طحطاوی نے کہا تکرار کو فائدہ یہہ ہے کہ قول آیندہ یعنی والفاسق اسکے اوپر مترتب ہو والفاسق اهل القضاء فيكون اهله لكنه لا يقلد وجوبا ويأثم مقلده كقابل شهادته به يفتى اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نکیجے اور اوسکا قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہے جیسے اوسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسکا فتوی ہے ہم مغرب مین ہے کہ لغت مین فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہین اور شرع مین ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نچاہیے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین مین امانت داری کے لائق نہین اوسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتی بہ کے مقابل وہ قول ہے جو بعضون نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضاء فاسق صحیح نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے خصوصًا اس زمانہ مین نہر الفائق مین کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجیے تو قضا کا دروازہ بند ہوجاے خاصکر ہمارے زمانے مین لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہے چنانچہ خلاصہ مین ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی وقيده في القاعدية بما اذا غلب على ظنه صدقه فليحفظ درر اور قاعدیہ مین قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہے جب کہ قاضی کے گمان مین فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہوجاے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی المدنی یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہو یا صدق اور کذب گمان مین دونون برابر ہون تو اسکو قبول نکرے یعنی اصلا قبول کرنا صحیح نہین واستثنى الثاني الفاسق ذا الجاه والمروة فانه يجب قبول شهادته بزازية قال في النهر وعليه فلا يأثم ايضا بتوليته القضاء حيث كان كذلك الا ان يفرق بينهما انتهى قلت سيجيئ تضعيفه فراجعه اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنے کرلیا ہے کیونکہ اوسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیہ نہر الفائق مین کہا تو بموجب اس قول کے اوسکے قاضی کرنے مین بھی گنہگار نہوگا جب کہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید مین فرق کرتے ہون انتہے علائی النہر مین کہتا ہون تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اوسکے طرف رجوع کرو ہم کتاب الشہادہ مین فتح القدیر سے مذکور ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہین کیونکہ یہہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وفي معروضات المفتي ابي السعود لما وقع التساوي في قضاة زماننا في وجود العدالة ظاهرا ورد الامر بتقديم الافضل في العلم والديانة والعدالة اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین ہے کہ ہرگاہ ظاہر التساوی واقع ہوی ہمارے زمانے کے قاضیون مین وجود عدالت مین تو امر سلطانی وارد ہوا اوسکی تقدیم کا جو فضل لیکے زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت مین ہم مفتی مدوح کے زمانے مین تہا اور اب تو عدم عدالت مین تساوی موجود ہے تو اب کسکو مقدم کیجیے معروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہین جو مفتی موصوف کے زمانے مین سلطان کو روبرو معروض ہوے اور اونسے جواب نمین امر کیے کذا فی الطحطاوی والعدو لا تقبل شهادته على عدوه اذا كانت دنيوية ولو قضى القاضي بها لا ينفذ ذكره يعقوب باشا فلا يصح قضاءه عليه لما تقرر ان اهله اهل الشهادة قال المصنف وبه افتى مفتي مصر شيخ الاسلام امين الدين ابن عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہین اوسکے دشمن پر جب کہ دونون مین دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اوسکا حکم نافذ نہین یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہین اسواسطے کہ ثابت ہوچکا کہ اہل قضا وہ ہے جو اہل شہادت ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اسکا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے قال وكذا سجل العدو لا يقبل على عدوه کہا مفتی امین الدین نے اور اسیطرح سجل عدو کا مقبول نہین اوسکے عدو پر ہم سجل عدو سے مراد قاضی کا مکتوب ہے دوسرے قاضی کیطرف قاضی کاتب کے دشمن کے مقدمہ مین اور سجل سے وثیقہ موثوق کا

مراد نہیں کیونکہ حصر پر حمل کرنا بادجہ ہے بلکہ اس عبارت کا مطلب یہی ظاہر ہوا اور ضمیر قال راجع ہے مفتی مذکور کے طرف کیونکہ یہہ عبارت مصنف کی
شرح میں موجود نہیں کرلے وطلبہ ہے اھ نقل عن شرح الوهبانية انه لو لم يقل ما عندنا و ينبغي النفاذ لو القاضي عدلا ہے مصنف نے اپنی شرح میں
علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ سے یہہ نقل کیا کہ دشمن پر قضاء قاضی کے مسئلے کی نقل نظر نہیں پڑی ہمارے نزدیک اور نفاذ قضا لائق ہے اگر قاضی عادل ہو و
قال ابن وهبان بحثا ان يعلم لم يجز ولكن بشهادة العدول بحضرة الناس جاز انتهى اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا
کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہو تو لینے بوجب اوسکی دانست کے تو جائز نہیں اور اگر شہادت عدول ہو لوگوں کے سامنے تو جائز ہے انتہی کلامہ قلت
واعتمد القاضي محب الدين في منظومته فقال ولو على عدو قاض حكم ان كان عدلا مع ذاك وابرم واختار بعض العلماء و فصلا
ان كان بالعلم قضى لن يقبلا وان يكن بحضرة الملا وبشهادة العدل قبلا میں کہتا ہوں اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ
میں سو یون کہا اور اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا اگر قاضی عادل ہے تو یہہ حکم صحیح ہے اور مبرم اور بعضے علما نے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی
نے اپنی دانست پر حکم دیا تو مقبول نہوگا ہرگز اور اگر قضا جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہے قلت لكن نقل في البحر والعيني والزيلعي
والمصنف وغيرهم عند مسائل التقليد عن الجامع عن الناصحي في تهذيب ادب القاضي للخصاف ان من لم تجز شهادته لم يجز قضاؤه
ومن لم يجز قضاؤه لا يعتمد على كتابه انتهى وهو صريح او كالصريح فيما اعتمده المصنف كما لا يخفى فليعتمد وبه افتى محقق الشافعية الرملي
وفي خطه نقلت انه لو قضى عليه ثم اثبت عداوته بطل قضاؤه فليحفظ میں کہتا ہوں بحرالرائق اور عینی اور زیلعی اور مصنف وغیرہم نے
سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلہ کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی میں ناصحی سے یہہ نقل کیا ہے کہ جسکی شہادت جائز نہیں اسکی قضا جائز نہیں اور جسکی قضا جائز نہیں اوسکے
مکتوب پر اعتماد نہیں انتہی کلام الناصحی اور یہہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اوس قول میں جسپر مصنف نے متن میں اعتماد کیا چنانچہ یہہ پوشیدہ نہیں تو اسی پر
اعتماد کرنا چاہیے اور اسی کا فتوی دیا ہے رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے میں نے نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اوس نے قاضی کی عداوت ثابت کی
تو اوسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ثم انما تثبت العداوة بنحو قذف وجرح وقتل ولي لا بمخاصمة
نعم هي تمنع الشهادة فيما وقعت فيه المخاصمة كشهادة وكيل فيما وكل فيه ووصي وشريك اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے پھر عداوت
تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت سے ہان مخاصمت مانع شہادت ہو اوس مقدمہ میں جسمین مخاصمت واقع ہو گئی جیسے
شہادت وکیل کی اوس مقدمہ میں جسمین وہ وکیل ٹہرا اور جیسے شہادت وصی اور شریک کی ہم معنے وصی کی گواہی اوس امر میں مقبول نہیں جسکی اوسکو وصیت ہوئی
اور یہہ شریک کی مال شرکت میں کذا في الطحاوي والفاسق لا يصلح مفتيا لان الفتوى من امور الدين والفاسق لا يقبل قوله في الديانات ابن
ملك زاد العيني واختاره كثير من المتاخرين وجزم به صاحب المجمع في متنه وله في شرحه عبارات بليغة وهو قول الائمة الثلثة ايضا
اور فاسق صلاحیت نہیں رکھتا مفتی ہونیکی لیئے الخ کہ فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات میں مقبول
نہیں ہوتا کذا شرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کہا اور اسکو بہت متاخرین فقہا نے اختیار کیا ہے اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن میں یقین کیا ہے
اور عینی کی شرح مجمع میں عبارات بلیغہ ہیں اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہے وظاهر ما في التحرير انه لا يحل استفتاؤه اتفاقا كما بسطه المصنف اور
جو تحریر میں ہے اوسکا ظاہر مطلب یہہ ہے کہ فاسق سے فتوے لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مشرح بیان کیا ہے و
قيل نعم يصلح وبه جزم في الكنز لانه يجتهد حذار نسبة الخطاء اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسی قول پر
کنز میں یقین کیا ہے اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب بتانے میں کوشش کرتا ہے نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس غرض سے کہ کوئی اوسکو خاطی نہ کہے ہم
طحطاوی نے کہا ہے یہہ جو کہا کہ شارح نے حذار نسبة الخطا کہا اسواسطے کہ حذار بمعنی احذر ہے لیئے ہے امر کذا في القاموس ولا خلاف في اشتراط اسلامه
وعقله وشرط بعضهم تيقظه لا حريته وذكورته ونطقه فيصح افتاء الاخرس لا قضاؤه اور علما میں خلاف نہیں مفتی کے اسلام اور عقل

ف ثبوت عداوت میں ... خصومت ... نہیں

شرط ہونے مین اور بعضون نے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہے نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اوسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہے
نہ اوسکی قضا مثل گونگے کا فتوی دینا اوسوقت صحیح ہے جب کہ اوسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جاوے کہ یہہ چیز کیا جائز ہے پہر وہ سر ہلا دے
یعنی ہان کہدے تو اوسکے اشارہ پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی النہر **فائدہ جلیلہ** فتاوی عالمگیری مین ہے مزا دار یہہ ہے کہ مفتی خوش خو صاحب مروت سے منزہ اور
فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہہ ہے کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہے اوس شخص کا جو اوسکی لیاقت رکہتا ہو اور حاکم پر لازم ہے کہ تفحص اور تلاش
کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اوسکو جو لیاقت نہین رکہتا اور شرائط فتوے سے یہہ ہے کہ ترتیب مستفتیون کی یاد
رکھے اغنیا اور عوام سلطان اور امرا کے طرف میلان نکرے بلکہ پہلے اوسکا جواب لکہے جسنے پہلے مستفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہہ ہے کہ
کاغذ استفتا کو بحسن تدبر اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جاوے پہر جواب لکہے اور یہہ شرط ہے کہ کاغذ کو پہینکے
نہ دے جیسے کہ بعضے لوگون کی عادت ہے کیونکہ اوسمین اللہ تعالے کا نام ہے اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہہ ہے
کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکہے اور واجب ہے کہ مفتی حلیم رزین نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوی کے
واسطے احتیاج کرے اور اگر فتوے دینے مین چوک جاوے فوراً رجوع کرے اور اوسمین عار نکرے اور یہہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے
اور اوسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرے اور واجب نہین افتا اوس امر مین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہے
اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوے نہ دے اوس حالت مین جبکہ اوسکے متغیر ہون اور بہتر یہہ ہے کہ للہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لی تو
جائز ہے باوجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نے اور اگر اہل شہر اوسکے واسطے کچہہ روزی مقرر کردین تو جائز ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ مدرس
اور مفتی کیواسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہے بول چال مین تو متعلقات لفظ سے اہل شہر کو فتوی دینا اوس مفتی کو
جائز نہین جو اونکی اصطلاح لفظے سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہے ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب اون سے
کوئی مسئلہ پوچہتا تو پوشاک پہن عمامہ باندہکر بیٹہتے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الحاوی ملخصاً محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہے
فرمایا کہ جب اوسکا صواب اکثر ہو اوسکی خطا سے انتہے بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہہ ہے کہ اوسکے جواب کے بعد
واللہ الموفق یا باللہ التوفیق لکہے کذا فی النہر **وَيَكْتَفِي بِالْإِشَارَةِ مِنْهُ لَا مِنَ الْقَاضِي لِلُزُومِ صِيغَةٍ مَخْصُوصَةٍ كَحَكَمْتُ وَأَلْزَمْتُ بَعْدَ دَعْوَى صَحِيحَةٍ**
اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی مین بلفظ صیغہ
حکم بعد دعوی لازم ہے تو یہہ گونگے سے اشارہ کرنے سے نہین ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا **وَأَمَّا الْأَطْرَشُ وَهُوَ مَنْ يَسْمَعُ الصَّوْتَ الْقَوِيَّ فَالْأَصَحُّ لُزُومُهُ**
بخلاف الاصم اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اوس بہرے کے جو مطلق نہین سنتا **وَيُفْتِي الْقَاضِي وَلَوْ فِي مَجْلِسِ الْقَضَاءِ**
هُوَ الصَّحِيحُ دُرَرٌ مَنْ لَمْ يُخَاصِمْ إِلَيْهِ ظَهِيرِيَّةٌ وَسَيَتَّضِحُ اور فتوی دے قاضی اوسکو جو اوسکے پاس فیصلہ کروانے نہین آیا کذا فی الظہیریہ اور آگے یہہ
مسئلہ واضح ہوگا فتوی دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ اثنا مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی البحر و
يَأْخُذُ الْقَاضِي كَالْمُفْتِي بِقَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى الْإِطْلَاقِ اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقاً یعنے خواہ صاحبین امام کے ساتہہ متفق
ہون یا نہون ہم جامع الفصولین مین ہے اور اگر ایک مسئلہ مین ہمارے اصحاب مختلف ہون تو اگر ابو حنیفہ کے ساتہہ صاحبین مین سے کوئی ہو تو دونون کے قول کو
لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے انہین اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف اونکا بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہان صاحبین کا
قول لے بوسیلہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت مین بہی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اس پر متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا مین بعضون نے
کہا کہ مجتہد مختار ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضون نے کہا کہ بیان ابی حنیفہ کے قول کو لے انتہے کذا فی الحاوی **ثُمَّ بِقَوْلِ أَبِي يُوسُفَ ثُمَّ بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ**
ثُمَّ بِقَوْلِ زُفَرَ وَالْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ وَهُوَ الْأَصَحُّ مُنْيَةٌ وَسِرَاجِيَّةٌ وَعِبَارَةُ النَّهْرِ ثُمَّ بِقَوْلِ الْحَسَنِ فَتَنَبَّهْ پہر ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پہر زفر کا

ف مفتی کو لازم ہے بابت فتوی

بعد محمد کا قول لے پھر امام زفر کا قول لے بعد ازاں حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المنیۃ والسراجیۃ اور عبارت نہر الفائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو خبردار رہ یعنے مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور حاویہ اور سراجیہ میں ہے پھر زفر و حسن بن زیاد دونوں ہیں حاوی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتویٰ دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں قولوں کا فتویٰ دے چنانچہ حاوی ہونے کے پیچھے معتبروں سے ایسا ہی واقع ہوا وصحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والاول اضبط قرار حاوی قدسی میں اعتبار کثرت قوت مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر یعنی تصحیح حاوی الحقائق میں کہے کہ مقابل ہے اور مدرک نتیجہ ادراک یعنی ادراک جیسے دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہو اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کے طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول یعنے حاویہ اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اسکے کہ اسے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اوسکے برخلاف ہوتا ہے یا جسے دلیل قوت معلوم ہوتی ہو اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی قدسی اس صورت میں ہے جب کہ امام ایک جانب میں ہوں اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ یہ سبب مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں اونکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا کہ کسیکو فتویٰ دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک یہہ نجانے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اوسکا یہی سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل اونکو معلوم ہوتی تھی اور اونپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اوسکے موافق فتویٰ دیتے تھے سو میں کہتا ہوں کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اسواسطے کہ اونکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانہ میں تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے تو اب فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی حاوی میں تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنے مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتویٰ دیا ہو کیونکہ اونہوں نے برخلاف قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے اونکے حق میں یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ اونکی دلیل بیان نکی ہو انتہے مضمون البحر کذا فی الطحطاوی ولا یخیر اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد متی خالف معتمد مذہبہ لا ینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب درمختار اور قاضی مختار نہیں احد مذاہب میں جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اوسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے فتویٰ کیواسطے چنانچہ مصنف نے اسکو شرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہمنے اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدمہ میں ذکر کیا ہے اور آگے بھی مذکور ہوگا وفی القہستانی وغیرہ اعلم ان کل موضع قالوا الرای فیہ للقاضی فالمراد قاض لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ میں ہے معلوم کر کہ جس مقام میں علما نے کہا کہ اسمیں قاضی کی رای ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ میں ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہو اسمیں تو جبھی تحت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جب کہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اوسکا نافذ نہیں ہے یہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اسواسطے کہ ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہو یا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اوسکا حکم مخالف ہو جائے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما بعد ان یکون اورعہما سراجیہ اور جبکہ دو مفتی ایک مسئلہ کے جواب میں مختلف ہوں تو فقیہ تر کا قول لے بعد اسکے کہ متقی تر ہو کذا فی السراجیہ یعنی جو دونوں میں زیادہ فقیہ اور زیادہ پرہیزگار ہو اوسکے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا رای لہ فیہ شاور العلماء ونظر احسن اقاویلہم وقضی بما رآہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون

غیرہ اقوی فی الفقه و وجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رأیه برأیه اور ملتقط مین ہی اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اوسکی رای اوسمین نہو یعنی اوسکا اجتہاد کسی شئے پر واقع نہو تو علماء سے مشورہ لے اور اونکے اقوال مین سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اوسپر حکم کرے نہ اوس قول پر کہ اوسکے سوا ہی مگر اس صورت مین جب کہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد مین قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اقوی کے جائز ہے ہم یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اطراف جوانب کے علماء سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ مین اور اگر قاضی مجتہد نہین تو در صورت اختلاف جو اوسکے نزدیک افقہ اور اورع ہو اوسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علماء سے مشورہ لینا احوط ہی ثم قال و ان لم یکن مجتہدا فعلیه تقلیدہم واتباع رأیهم فاذا قضی بخلافه لاینفذ حکمه پہر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اوسپر تقلید اصحاب مذہب اور اونکی رای کا اتباع واجب ہی تو اگر برخلاف اوسکے حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا ہم یعنے در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور در صورت اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم ہے کذا فی الطحطاوی المصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایة وفی روایة النوادر لا فینفذ فی القری وفی عقار لا فی ولایته علی الصحیح خلاصه و به یفتی بزازیه شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونیکی شرط ہی ظاہر الروایة مین اور روایة النوادر مین شہر کا ہونا شرط نہین تو حکم اوسکا جاری ہوگا دیہات مین اور اوس زمین مین جو اوس قاضی کی حکومت مین واقع نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصه اور اسی قول غیر ظاہر الروایة پر فتوی ہے کذا فی البزازیه اخذ القضاء برشوة للسلطان او لقومه وہو عالم بها او بشفاعة جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانه بعلمه شرنبلالیه وحکم لا ینفذ حکمه قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اوسکی قوم کو رشوت دیکر اور قاضی رشوت دینے سے واقف ہی یا سفارش کراکے قضا لی کذا فی جامع الفصولین و فتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اوسکے عملہ و کارندے قاضی کی دانست مین اور حکم کیا تو اوسکا حکم نافذ نہین ہم جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اوسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہین حدیث مین راشی اور مرتشی اور رایش پر لعنت وارد ہی راشی وہ ہی جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رایش وہ جو دونون مین متوسط ہو جسکے ہاتہہ رشوت حاصل ہولی ہو حموی نے کہا کہ اس زمانیکے قاضیون کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہئے خصوصا مصر کے قاضیون کو طرفہ ماجرا یہ ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت دیکر قضا لیتا ہے اگر اوسکو ملامت کیجئے تو کہتا ہی کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہین تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتہہ مین نہ پڑے اور حق تعالی پر کوئی چیز مخفی نہین سراج وہاج مین ینابیع سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگون مین حکم کرے پہر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس اوسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اوسکو لائق ہے کہ اوسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ مین ہی رشوت دیکر قضا لینا عام ہی کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم مین بحر الرائق مین ہے کہ اگر قاضی کے عملہ مین سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نادانستگی مین تو اوس صورت مین قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہہ جو مصنف نے اختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہین ہوتا یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق مین فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہہ ہی کہ جس مقدمہ مین رشوت لی اوسمین حکم نافذ نہین اور اوسکے سوا اور مقدمات مین نافذ ہی اور یہہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونون مین حکم نافذ نہین اور تیسرا قول یہہ ہی کہ دونون مین نافذ ہی اور یہہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہی اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہہ ہی کہ موجب فسق ہی اور حالانکہ فسق موجب عزل نہین تو ولایت اوسکی قائم ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

در تقسیم رشوت و احکام آن

تتمه رشوت بضم و فتح و کسر اول مرادف جعل ہے بعضون نے کہا کہ رشوت وہ ہے جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہی جسمین اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ ہی جو آخذ اور معطی یعنے دینے والے اور لینے والے دونون پر حرام ہے مثلا تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہی جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہہ بہی آخذ اور معطے دونون پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اوسکا امر درست کر دے یعنے اوسکا کام بنا دے سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت یہہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اوسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کہ یہہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونیکا حیلہ لینے والیکے واسطے یہہ ہی کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھلے کہ یہہ اجارہ صحیح ہے

قواعد کے مناقع ملوک ہو جاتین گے پہراوسکو سلطان کے پاس فلانے کام کیواسطے بہیجے اور حوادث فتویٰ میں سے یہہ ہے کہ اوسین بادشاہ نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تہا
یعنے امراسے ہواسطے کہ فلانے شہر مین اوسپر سے دفع ظلم کیا کرین پہراوس بادشاہ مرگیا تو یہہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو مین نے ان مفتیان
کا جواب یہہ دیا کہ یہہ اجارہ صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ اجارہ ہوتا اوس طاعت پر جو اوسپر واجب متعین تہی یعنی وہ شخص ناظم ملک تہا اور ناظم پر حفاظت رعایا
اور دفع ظلم واجب ہوا اور دلیل اس جواب کی وہی جو خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم سے ایک وہ جو دونون جانب سے حلال ہے بطرف محبت کے
واسطے دوسری قسم وہ جو جانبین کو حرام ہے یعنے ہدیہ لینا ظلم کی امداد کاری کے واسطے تیسری قسم یہہ کہ لینے والیکی طرف سے حرام ہو نہ دینے والیکی
طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا اور حیلہ اوسکا یہہ ہے کہ اوس سے اجارہ کرلے تین دن کا کام کرنے کے واسطے پہر وہ اوس سے کام لے بشرطیکہ وہ
کام کرتا اوسپر جائز ہوتے اور بلاشک اس نقل کا اوسکو لینے اور ایسے بادشاہ کو اجارہ کرنا جائز نہین چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنے دفع ظلم ناظم پر واجب ہے یعنی
کہ اوسکا اجارہ جائز ہو چوتہی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کیواسطے دی یعنے ظالم مدفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہہ رشوت دینے
والی پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ مین آئی قسم رابع سے اسکو ٹہیرایا ہو جسکو شاعر لیتا ہو کذا فی النہر فتاوے عالمگیری مین ہے اور رشوت
کی ایک قسم یہہ ہے کہ ایک مرد دوسرے کو کچہہ مال بطریق ہدیہ دیتا اوسکا مطلب سلطان سے درست کرادے تو اوسکی حاجت کا معین ہو اور یہہ دو وجہ پر ہے
وجہ اول یہہ کہ حاجت اوسکی حرام ہو تو اس وجہ مین دینے والیکو دینا اور لینے والیکو لینا حلال نہین وجہ ثانی یہہ کہ حاجت اوسکی مباح ہو اور اسکی بہی دو صورتین
مین پہلی صورت یہہ کہ شرط کرے کہ یہہ اسواسطے دیتا ہوتا اوسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اسصورت مین لینے والیکو لینا حلال نہین اور اسمین اختلاف ہے
کہ دینا حلال ہے یا نہین بعضون نے کہا کہ حلال نہین اور بعضون نے کہا حلال ہے اور حلت عطا اور اخذ کا یہہ حیلہ ہے کہ نزدیک کہ اہل مقدمہ اوس
ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرلے تاکہ وہ اوسکا کام کرے بعوض اوس مال کے جو اسکو دیا چاہتا ہے تو یہہ اجارہ صحیح ہوا اور اجیر مستحق اجر ہوگا پہر مستاجر کو
اختیار ہے چاہے اوس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام حمادی نے کہا کہ یہہ حیلہ اوسوقت صحیح ہے جب کہ وہ کام جسکے واسطے اسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہے جسپر
استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہوگی تو اجارہ صحیح نہین اور مسئلے کو اسطاوہ دن اس حیلہ کے حلال ہے یا نہین اسمین
اختلاف ہے بعضون کے نزدیک حلال نہین اور بعضون کے نزدیک حلال ہے اور یہی ہے یعنے حلت عطا کا قول اصح ہے یہہ اسوقت ہے جب کہ اوسنے قبل اتمام
مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والیکو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط مین کہا کہ یہی قول اصح ہے دوسری
صورت یہہ ہے کہ درستی مقدمہ کو صریحاً شرط نکرے لیکن مطلب اوسکا ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اوسکی اعانت کرے تو اس صورت مین اختلاف
مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہہ قول ہے کہ یہہ مکروہ نہین یہہ اوسوقت ہے جب کہ قبل اس مقدمہ کے دونون مین تہادات نہوتے باہم دینے لینے کی عادت
نہو اور اگر دونون مین تہادات کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پہر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیا تہا پہر وہ اوسکا مقدمہ درست
کردے تو یہہ خوب بات ہے کیونکہ یہہ عوض سے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر مین ہے کہ اگر ہدیہ باشرط ہو ولیکن بالیقین معلوم ہے کہ
اسواسطے ہدیہ لایا ہے کہ اوسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے کہتے ہین کہ اسکا کچہہ مضائقہ نہین اور اگر اسکا کام باشرط اور بلاطمع کردے پہر ہدیہ
اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے کچہہ مضائقہ نہین اور عبداللہ بن مسعود سے جو یہہ کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقویٰ ہے انتہی ولیہ ما
لو جعل لعوليه مبلغا في كل شهر يأخذ وينه ويعرض اليه قضاء تاحيته فتاوى المصنف لكن في الفتح من قلد بواسطة الشفعاء كمن قلد
احتسابا ومثله في البزازية بزيادة وان لم يحل الطلب بالشفعاء اور یہی حکم نفاذ حکم مین کری ہے یہہ ہے کہ آدمی عہدہ قضا کو دیوالیکی کچہہ مقرر کردے کہ ہر
مہینے مین کچہہ لیلیکر اور کسی پرگنہ کی قضا اوسکے حوالہ کرے کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر مین ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ مثل اوسکے ہے
جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ مین ہے اتنی زیادتی کے ساتہہ اگرچہ طلب قضا سفارشیون کے واسطے سے حلال نہین ہے سبب
استدراک ہے باعث نفس لین کا جو قبل اس کے مذکور ہو چکا ولو كان عدلا ففسق بأخذها او بغيرها وهو الاصح ولانه المعقود استحق العزل ومنه

وَقِیلَ یَنْعَزِلُ وَعَلَیْهِ الْفَتْوٰی ابن الکمال وابن الملک - مذکور قاضی عادل پھر فاسق ہو جاوے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہوگا بنا بر وجوب کے تفسیق سلطان پر اوسکا معزول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیہ اور دوسرا قول یہہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے بدون معزول کرنیکے اور یہی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال وابن الملک شارح نے کہا کہ مصنف نے انتہ رشوت کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے ہم عادل وہ ہے جو احکام شرع بجا لاوے اور اوسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہہ کہ حکم الہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کرکے جیسے استماع غنا اور رقص و اخذ رشوت وغیرہ ذلک - فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اوسکا بیٹا یا کوئی اور قرابت دار جسکی گواہی اوسکے حق مین درست نہین لیکن جبکہ اوسنے اوسکی رشوت لینے کو جانا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر فھو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ فی البحر - اور خلاصہ مین نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جاوے پھر صالح اور متقی ہو جاوے توبہ اور اسلام سے یا اوسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اوسنے اپنے فسق وغیرہ مین حکم کیا وہ باطل ہے اور اسی قول پر بحر الرائق مین اعتماد کیا ہم یہہ قول مبنی ہے اوس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہین ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے وہ اوسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اوسکی معزولی کا قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانھا مبنیۃ علی القھر والغلبۃ اور فتح القدیر مین ہے کہ امارت اور سلطنت مین فقہا کا اتفاق ہے عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بنا ہی امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لکن فی اوّل دعوی الخانیۃ ان الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی مین ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جاوے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہے معزول نہین ہوتا تو یہہ استدراک ہے عدم عزل والی کے اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفھمہ وعلمہ بالسنۃ والاثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہہ ہے کہ قاضی موثوق بہ اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین ہم عفاف یعنی پاکدامنی عبارت ہے محرمات اور خوارم مروت کے باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہے اوس قوت سے جو مدرک کلیات ہے یعنی قاضی کامل العقل چاہئے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہین خصاف نے کہا کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہو نہ پردہ درنہ صاحب تہمت مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل السھو ہو نہ شارب نبیذ نہ سبّاب رجال نہ قذّاف محصنات نہ معروف بالکذب اور فہم بعضون کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس انسانی کسب آرا اور مطالب کیواسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہین اور وجوہ فقہ سے وہ طرق مراد ہین جن سے فقہ مستنبط ہوتی ہے اور وہ اصول جن پر بنای فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ مستحبات کی شروط ہین والاجتھاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم تعذر وجود اجتہاد ہر زمانے مین متعذر ہے اور قضا کی طرف ہر زمانے مین حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہین دریافت کرنا چاہئے کہ اجتہاد لغت مین عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے اور اصطلاح مین اجتہاد عبارت ہے فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح مین کہا بذل طاقت سے مراد یہہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اوس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جاوے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا عالم ہونا اور یہہ شرائط تو مجتہد مطلق کے حق مین ہین جو جمیع احکام شرعیہ مین فتوی دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص مین مجتہد ہو نہ دوسرے حکم مین تو اس پر معرفت اوسیقدر کی لازم ہے جو اوس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر موقوف نہین اور یہان اجتہاد سے معنی اول مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عند الاکثر فیصح تولیۃ العامی ابن کمال ویحکم بفتوی غیرہ علاوہ اس کے یہہ کہ زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت مین جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور حکم کرے

قاضی جاہل غیر شخص کے فتوے سے حکم دے اسواسطے کہ مقصود قضا سے حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتوے سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب فواکہ بدریہ
کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ ناقص العلم ہو اور فہم درست اور کمتر مرتبہ یہہ ہو کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام
شرعیہ کا کتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور عادات اور رسم میں کیفیت اجراء اور جہات سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن یشکل
ایمان البزازیۃ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاهر دل علی ان الجاهل لا یمکنه القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی
الدیانۃ والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر واین الکبریت الاحمر واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی
ظاہر پر حکم کرتا ہے یہہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہیں تو دیانات اور فروج میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہے اور
اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت احمر اور کہاں علم انتہی کلام البزازی ہم کہتے ہیں جب یہہ ثابت ہوا کہ بنای فتوی دیانت پر ہے یعنے
بما بینہ وبین اللہ اور بنای قضا ظاہر پر ہے اور جسپر قرائن دلالت کرین تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی ہر مقدمہ میں تفتیش
اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانۃ ہو اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونوں میں خونریزی اور اتلاف اسباب ہے ضرر زائد ہے
کہا بعض نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ اقتصار دوم مراد ہے جسپر کہ قاضی عمل کرے بطرح جسپر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو
تو دوم میں کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے ادر مسائل میں ہے نہ ہر مسئلہ میں ومثلہ یقال فی المفتی اور قاضی کی مانند اوصاف مذکورہ
میں مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثق ہونا شرط اور صفت عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں دیکھو عندنا الاصولیین المجتہد
اما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفت وفتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے
اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اوسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر میں مشرح بیان کیا ہے فتح
القدیر میں ہے کہ رای اصولیین اسپر مستقر ہوگئی ہے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور جب اوس سے کوئی سوال کرے
تو اوسپر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلا امام ابو حنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علماء موجودین کا فتوی در حقیقت فتوی نہیں بلکہ
وہ کلام مفتی کی نقل ہے اور نقل کرنیکے دو طریقے ہیں یا یہہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ ثقات سنا ہو
یا ناقل کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہو قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند اوسکے تصانیف مشہورہ مجتہدین میں سے کسی کتاب
کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہے رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبه ولا یسأله بلسانه اور نہ خواہش کرے
قضا کی اپنے دل سے اور نہ اوسکا سوال کرے اپنی زبان سے جو ہم کو یہہ نقل پہونچی ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کیطرف سے توفیق خیر اوسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جبرا
زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اوسکے طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اوسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ای عبد الرحمن بن سمرہ امارت کا سوال نکیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اوسکے طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجھکو امارت دیجائیگی
تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہیں حرام ہے اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوئی تو سوای خذلان اور ہلاکی
دارین اوسکا کیا ثمرہ ہے اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنی رب پر توکل کریگا تو وہ الہام کیا جائیگا
فی الخلاصۃ طالب التولیۃ لا یولی الا اذا تعین علیه القضاء او کانت التولیۃ مشروطة له او ادعی ان العزل عن القاضی الاول بعد حکم
ظلما اور خلاصہ میں ہے کہ جو ولایت طلب کرے اوسکو حکومت نہ دیجائے مگر جب کہ طالب پر قضا متعین ہو جاے یا تولیت وقف اوسکے واسطے مشروط ہو یا متولی قاضی سے
یہہ دعوی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں ہے کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسے ہی تولیت بھی طالب کی جائز
نہیں اور اسمین کچھ فرق نہیں مابین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہہ تنفیذ شرط کی طلب ہے

اور صورت دعوی بتقصیر میں اگر قاضی جدید سے بحالی عہدہ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اوس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اوسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی متعین ہو اسطرح کہ اوسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اوسپر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور ظلم ظالمین دفع ہو قال واستحب الشافعیۃ والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو شخص گمنام کے واسطے تاکہ اوسکا علم ظاہر ہو ویختار المقلد الاقدر والاولیٰ بہ اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اوس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تنفیذ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حلم میں افضل ہو اوسکو یہہ عہدۂ جلیلہ عطا کرے ھ طبرانی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امر مسلمین ہو کسی شئی میں پھر وہ حاکم اور عامل کرے ایک مرد کو اور حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اونمیں یعنی مسلمین میں کوئی شخص اولے بایں عمل ہے اور اوس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا تو البتہ اوس نے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلے موصلی میں مروی ہے اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور معتدد ورد الاہوا اور اگر کچھہ نلے اور للہ عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل اسمین قول ہے اللہ تعالیٰ کا مال یتیم میں جبکہ وصی اوسکی کارندگی کرے (ومن کان غنیاً فلیستعفف ومن کان فقیراً فلیأکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کہاوے عمر فاروق سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدۂ قضا پانسو درم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت اونکی عیال کے اور شریح قاضی کو سو درم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضے شریح کو پانسو درم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کے عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور غلہ ارزان تہا اور خلافت مرتضوی میں اونکی عیال بکثرت تھی اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی میں کچھہ تقدیر اور حد نہیں بقدر کفایت چاہیئے کیونکہ یہہ اجرت نہیں اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح ولا یکون فظاً غلیظاً جباراً عنیداً لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضب آلود ناحق پسند معاند حق نہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنے احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں خلیفہ ہے ھ عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہے اور اخلاق مذکورہ تو آپ ہی فساد ہیں وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تتارخانیہ اور خلیفہ اللہ کے نام بولنے میں خلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ ھ بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنے پر محمول ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں شاید اسواسطے کہ یہہ لفظ مختص بانبیاء علیہم السلام ہے مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے وکرہ تحریماً التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز یکفی احدھما فی الکراھۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اوس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ھ اکثر نسخ درمختار میں کرہ التقلد ہے اور مصنف کی شرح میں کرہ التقلد ہے اور یہی مناسب ہے اور اسطرح ملیگا قول میں والتقلید رخصۃ ہے اور بہتر والتقلد رخصۃ ہے کذا فی الطحطاوی ولمن تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عیناً والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدۂ قضا اوسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بیخوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اوسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ ہے ھ فتح القدیر میں ہے محل کراہت اوس وقت ہے جب کہ قضا اوسپر متعین نہو اور اگر اوسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اوسپر واجب ہے کہ آپکو ظلم وغیرہ سے تہامے رہے مگر یہہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ھ درصورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں ہے اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ میں ہے کہ بعضے فقہا کی نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر بجبر سے اور ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہہ ہے کہ دخول رخصت ہے اور امتناع عزیمت انتہی تو بموجب اسکے اولے عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ دخول فے القضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامۂ مشائخ قول اول پر ہیں اور فتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہے اوس شخص کے گمان میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر اوسی سے خلاف اوسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر ویحرم علی غیر الاھل الدخول

فیه للناس غیر تردد فی طرف نقیضه لا احکام المنسة اور حرام ہو تا اس پر داخل ہونا قضا میں یقینا بلا تردد فی الحرمۃ تو سین الکلام حسن مع خلاصۃ یہ ہے کہ قبول قضا کا امر فرض عین ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جب کہ اوسکے سوا اور لوگ بھی لیاقت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے در صورت بیخوفی ظلم و بے انصافی کذا فی النہر اب چند احادیث در باب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من جعل علے القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنے جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا و لہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہانتک صبر کیا کہ قید خانہ میں مر گئے اور محمد بن حسن اسیواسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا مثل سمندر ہے کیونکر اوسکے پار ہوسکون تیر کر اور ابو یوسف نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کہ گویا تو قاضی بنا چاہتا ہے تو قاضی ہوگا صحیح مسلم میں ابوذر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای ابوذر میں تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کے واسطے محبوب رکھتا ہوں ہرگز نہ حاکم ہو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہو حدیث ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا پھر اوسیکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جس نے حق کو دریافت کیا اور پھر حکم نہ دیا اور حکم میں جور کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک وہ ہے جس نے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا ناواقفی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو شدت حساب میں اتنا گرفتار ہوگا کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجھکو اختیار دیا جاوے میری گردن مارے جانے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کرون اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہوا پھر اوس نے اونہیں اونکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اوسکے ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اوسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نلی اور حکم میں اور ظلم نکیا تو حق تعالے اوسکے قید اور بندش کو چھوڑا دیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اوسمیں اوسکا بایان ہاتھ داہنے ہاتھ کیطرف باندھا جائیگا پھر وہ ڈال دیا جائیگا جہنم میں کذا فی فتح القدیر و یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا وذکر مسکین و غیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جب کہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہے ہم عادل وہ ہے جو ہر شئے کو اوسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط میں خواہ توسط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں وقیل غیر ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں اور حالانکہ علمای سلف نے اوسکے زمانے میں قضا قبول کی تاتارخانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اوس بادشاہ میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافرون کے قبضے میں ہیں وہ بلاشک بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اسواسطے کہ اونہوں نے اونمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور ملوک جو اونکی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شہر میں کہ کفار کے طرف سے حاکم مسلم ہے تو اوس میں اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامے جائز ہے کیونکہ اون پر مسلم مستولی ہے اور اطاعت کفر تو مخادعہ ہے اور وہ بلاد جن پر کفار حاکم ہیں مسلمانون کو اون میں اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہو جاویگا تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں انتہی اور مسکین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کے طرف نسبت کیا ہے اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النہر ولو فقد وال بغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کر لینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح م

فتح القدیر مین ہی کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ جس سے تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین مین اب کافر غالب ہو گئے ہین جیسے قرطبہ مین تو مسلمین پر واجب ہی کہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کرین اور اوسکو والی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ اونمین فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹھہرا دین جو انکو جمعہ پڑہایا کرے انتہی اور یہہ وہ قول ہے جسکے طرف نفس مطمئن ہوتا ہی تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر ومن سلطان الخوارج واهل البغي واذا صحت التولية صح العزل واذا رفع قضاء الباغي الى قاضي العدل نفذه وقيل لا وبه جزم الناصحي اور جائز ہی قضا قبول کرنا خارجیون کے بادشاہ اور باغیون سے اور جب کہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو اونکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنے اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جب کہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کیطرف تو اسکو جاری رکھے اور بعضون نے کہا کہ جاری نکرے اور اسی پر یقین کیا ہی ناصحی نے ہم بحر الرائق مین ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح مین فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہی اور یہی قول معتمد ہی انتہے تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہے فاذا تقلد القضاء طلب ديوان قاض قبله يعني السجلات پھر جب کہ عہدہ قضا پر منصوب ہو تو قبل کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ہم دیوان اصل مین معنے جریدہ حساب ہی پھر حساب پر اوسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہان مراد وہ تھیلیان اور بستے ہین جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہون دستور یہہ ہی کہ قاضی دو نسخے لکھتا ہی ایک اپنے پاس رکھتا ہی کہ شاید اوسکے طرف کا ہی حاجت ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھہ مین دیتا ہی اور جو خصم کے ہاتھہ مین ہے وہ اعتماد کے لائق نہین تو قاضی منصوب دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اوسکے امین سے کواغذ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اوس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تھیلی مین رکھے تا نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اوسپر مہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ جسمین خصومت متخاصمین اور اقرار مدعا علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا بنکول اسطرح پر مذکور ہو کہ مشتبہ نرہے اور اسکو محضر بھی کہتے ہین اور صک وہ جسمین بیع یا رہن اور اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینون کو شامل ہے اور رجال کے عرف مین سجل وہ ہی جسکو شاہدون نے واقعہ مین لکھا اور قاضی کے پاس رہا اور اوسپر قاضی کا خط نہین اور حجت وہ جسمین سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اوسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اوسکے شاہدون کا خط ہو اور خصم کو دیا جاے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر في حال المحبوسين في سجن القاضي اور قاضی نظر کرے اون قیدیون کے حال مین جو قاضی کے قیدخانہ مین ہین ہم یعنی قاضی ایک معتمد کو قیدخانہ مین بھیجے اور وہ قیدیون کے نام اور اونکی اخبار اور اونکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کسنے اونکو مقید کیا واما المحبوس في سجن الوالي فعلى الامام النظر في احوالهم اور جو شخص حاکم کے قیدخانہ مین محبوس ہے تو امام یعنے بادشاہ پر اونکی حال کا نظر کرنا لازم ہی فمن لزمه ادب ادبه والا اطلقه سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اوسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہین تو اسکو چھوڑ دے ہم یون کہنا مناسب تہا جیسا کہ بحر الرائق مین شرح ادب سے ہی کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہی کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اوس سے قضیہ متعلق ہو ولا يبيت احدا في قيد الا رجلا مطلوبا بالدم اور کسیکو شب باش نہونے دے قید مین مگر اوس مرد کو جو خونریزی مین ماخوذ ہو ونفقة من ليس له مال في بيت المال بحر اور اوس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہین بیت المال مین ہے کذا فی البحر یعنے مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال مین ہی اور یہی حکم ہے مشرکین کے محبوسونکا اور سزاوار یہہ ہی کہ اس کام پہ ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اونکے نام لکھے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلاکر اپنے ہاتھہ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقر بحق او قامت عليه بينة الزمه الحبس ذكره مسكين وقيل الحق سو محبوسین مین سے جو حق کا اقرار کرے یا اوسپر گواہی قائم ہو تو اوسکو حبس لازم رکھے اسکو مسکین نے شرح مین ذکر کیا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اوسپر حق لازم کردے یہہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہی والا نادى عليه بقدر ما يرى ثم يطلقه بكفيل بنفسه فان ابى نادى عليه شهرا ثم اطلقه اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اوسپر منادی کرا دے جسقدر کہ مدت قاضی کی راے مین آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اوس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اوسپر مہینہ بھر منادی کرا دے پھر اسکو چھوڑ دے ہم طریقہ ندا یون ہی کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلہ مین منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچھ دعوی ہو وہ حاضر ہو تا اوسکی روبکاری ہو وعمل في الودائع وغلات الوقف ببينة او اقرار ذي اليد اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی

پانہ بعض کے اقرار سے ہم عصری نے کہا کہ شاید حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں تو اموال وقف ناظروں کے تحت میں ہیں اور ودائع یتامیٰ کے اوصیا کے قبضے میں ہیں اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی امین کے پاس رکھا یا تو اسکے موافق عمل کرے جیسا کتاب میں مذکور ہے ولکن لا یعمل القولی بقول المعزول لانہ حکایۃ یعنی اقرارا او شہادۃ الفرد لا تقبل خصوصاً بفعل نفسہ درر ومفادہ ردھما ولو مع آخر نہر اور قاضی منصوب عمل کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب لحق ہو جانے معزول کے رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصاً اپنی ذاتی فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصاً کا مفاد یہ ہے کہ شہادت معزول اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول ہوئی تو باقی رہ گیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ ہوئی اسکی گواہی بھی مردود رہے گی قلت لکن افتی قاری الہدایۃ بقبولہا وتبعہ ابن نجیم فی فتاویہ میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتویٰ دیا ہے اور ابن نجیم صاحب نے اسکا اتباع کیا ہے تو تجردار مرحوم طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاوی میں قبول شہادت کا فتوے مذکور ہو الا ان یعترف ذو الید انہ ای المعزول سلمہا ای الودائع والغلات الیہ فیقبل قولہ فیہا لانہ ثبت بالاقرار ان الید کانت للقاضی فیصح اقرارہ کانہ فی یدہ فی الحال الا اذا بدأ ذو الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لآخر فیسلم للمقر لہ الاول ویضمن المقر قیمتہ ای مثلہ للقاضی باقرارہ الثانی بتسلیمہ لمن اقر لہ القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جب کہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہیں تو اب ودائع اور محاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جائیں گے اور تاوان دے گا مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو دوسرے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے ویقضی فی المسجد ویختار مسجدا فی وسط البلد تیسیرا للناس ویستدبر القبلۃ کخطیب ومدرس خانیہ اور قاضی مسجد میں حکم کرے اور مسجد ایسا اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے ہے چونکہ قضا عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقادی کے عمومی نے کہا قضا فی المسجد نظر بزمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانہ میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور بحالت جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں والمختار المعتمد علی المفتی بہ لا اجر مثل عن البزازیۃ وفی الخانیۃ علی المدعی وہو الصحیح اور اجرت حاضر کرنیوالے کی مدعی پر ہے یہی قول اصح ہے کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت مستحضر مدعی پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنیوالے کی بیت المال میں ہے بحر الرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت ادنی شہر میں نصف درہم ہے درہم تک اور خارج شہر میں ہر ایک فرسنگ میں درہم سے چار درہم تک اور بزازیہ میں ہے کہ حاکم کے اعوان سے تعزیر کی درخواست کرے وکذا السلطان والمفتی والفقیہ اور اسی طرح سلطان اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہے او فی دارہ ویأذن عموما یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے علی العموم ہم علامہ نے کہا کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور وہاں اور حاجب نہ مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر منع از دحام عوام کے واسطے وہاں مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت غضب یا تشویش یا بھوک یا پیاس یا نہایت سردی گرمی یا بول براز کی حاجت میں اور جس روز حلوس کا ارادہ کرے نفل روزہ ترک کرے اور اسکے حسن ثیاب اور اعدل احوال میں کذا فی الطحطاوی وہو کہدیۃ التنکیر للتقلیل ای قال ابن کمال فی القاضی ہدیہ اور سوغات نہ پھیرے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا تقلیل کے واسطے ہے یعنی تھوڑی سی چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ بیت المال میں رکھوا دیجے تو لیسے اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کذا فی الطحطاوی وہی تملیک بلا اشتراط اعانۃ بخلاف الرشوۃ ای علامت اور ہدیہ وہ ہے جو دیا جاوے بلا شرط اعانت

[illegible]

فرق ہدیہ و رشوت

اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت مین یہہ فرق ہے کہ ہدیہ مین اعانت مشروط نہین ہوتی اور رشوت مین مددگاری اور کاربرار ی
مشروط ہوتی ہے ولو تاذی المھدی بالرد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والیکو پہیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اسکو بقدر اسکی قیمت کے عطا
کرے کذا فی الخلاصہ ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او لبعد مکانہ وضعہا فی بیت المال اور اگر ہدیہ کا پہیر دینا اوسکی عدم معرفت یا اوسکے مکان کی دوری
سے متعذر ہو تو اوسکو بیت المال مین رکھے ودین خصوصیتہ علیہ السلام ان ھدایاہ لہ تتارخانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہہ ہے کہ آپکے
ہدایا آپ کے مملوک تہے کذا فی التاتارخانیہ ہم سیہ دفع دخل ہے یعنے اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول علیہ السلام کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول
فرماتے تہے پہر کیا وجہ کہ قاضی قبول نکرے اوسکا جواب یا کہ یہہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص مین اتباع جائز نہین اور وجہ خصوصیت شاید
واللہ اعلم یہہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تہے رعایت خاطر مہدی خلاف شرع حضرت سے متصور نتہی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہین ومفادہ انہ لیس للامام
قبول الھدیۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیہا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الھدیۃ لانہ انما یھدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی
اور تاتارخانیہ کا مفاد یہہ ہے کہ امام یعنے سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہین والا خصوصیت نہین رہتی اور تاتارخانیہ مین ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول
کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اوسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے لینے اوسکے ہدیہ دینے مین تو دنیا کی کاربراری کا احتمال ہے ہم
شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونون قولون مین منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کو
ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ اختصاص نبوی سے یہہ لازم نہین آتا
کہ سلاطین ہدیہ قبول نکرین اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کرین اور بیت المال مین رکھدین تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ مین مذکور ہوچکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو
جائز ہے اور اوسکو مصالح مسلمین مین صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہین رہتی الا من ابویہ السلطان والباشا اشباہ ومحرم
و قریبہ المحرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لہما درر مگر چار شخصون کا ہدیہ قاضی نہ پہیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا
کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اوس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہو دونون کی
کذا فی الدرر یعنے بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضا مین رجوع نہو ہم تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اوتنا پہیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار
اور معتاد دونون کا ہدیہ قبول نکرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اوسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے مین بہی عدم خصومت کی قید لگائی جاوے سلطان اور نائب کی
ہدیہ قبول کرنیکی یہہ وجہ ہے کہ اونکا ہدیہ بیت المال مین سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف مین سے ہے اور ظاہرا قبول ہدیہ اسصورت مین ہے جب کہ حلت
غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور حرمت دونون برابر ہون تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض نہ لیوے
مگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تہا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت اعانت اور اسیطرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی وہمراہ لجا
دعوۃ خاصۃ وھی التی لا یتخذہا صاحبہا لولا حضور القاضی ولو من محرم ومعتاد وقیل ھی کالھدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کو ان لینے کو
قبول نکرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نکرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے
ہم بعضون نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور انکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضون نے کہا دس شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ
اور مصنف کی تفسیر اصح ہے چنانچہ سراج مین ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم شیخین کا قول ہے اور محمد نے کہا
کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمین صلہ رحم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب
بحر نے کہا تو یون کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نکرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج وفی
شرح المجمع ولا یجیب دعوۃ خصم وغیر معتاد ولو عامۃ للتہمۃ اور سراج اور شرح مجمع مین ہے اور قاضی قبول نکرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت
عامہ ہو بسبب تہمت کے ہم اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے مین ایکبار پہر وہ ہر ہفتے مین بعد قاضی ہونیکے دعوت کرے تو قبول نکرے اور اگر طعام اکثر

کذا فی المحیط عن التاتارخانیة ویشهد الجنازة ویعود المریض ان لم تکن
عادت قدیمی سے ہدیہ قبول کرے مگر بصورتیکہ جب کہ شخص مہدی کا مال زیادہ ہو گیا ہو
لهما ولا علیهما دعوی شرنبلالیه عن البرهان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعا علیہ نہوں
کذا فی الشرنبلالیه عن البرهان ہم مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر ویسوی وجوبًا بین الخصمین جلوسًا واقبالًا واشارة ونظرًا ویمنع عن
مسارة احدهما والاشارة الیه ورفع صوته علیه اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعا علیہ کو یکسان
رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان میں بات کرے اور باز رہے
ایک شخص کے طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نکرے ہم امور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اسواسطے
واجب ہے تا دوسرے کی دل شکنی نہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بالقضا بین المسلمین ہو تو چاہیے مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر میں اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور
اس طرف ابو موسی اشعری کو کہا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تا شریف تیرے ظلم میں طمع نکرے اور ضعیف تیرے عدل سے
نا امید نہو اور احد الخصمین سے چھپکے بات نکرے اور نہ وجہ سے بات کرے اور اسکو تلقین حجت نکرے بسبب تہمت کے فوائد اور فتاوی کبری میں ہے کہ بادشاہ
مخاصمت کی ایک شخص کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اسکی نشست گاہ میں آکر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہاں بٹھلاوے
اور قاضی زمین میں بیٹھکر دونوں میں فیصلہ کرے اور اسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ انہوں نے امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اور انکے مخاصم کے ساتھ ایسا ہی کیا اور
باتفاق اہل علم یہ مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنی داہنی اور دوسرے کو بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنا طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق
ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھیں دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے روبرو اور چار زانو یا ایڑیوں پر نہ بیٹھیں اور اگر اس طرح بیٹھیں تو
تعلیم قضا کے سبب سے قاضی انکو منع کرے اور ہواں قاضی کے اسکے سامنے کھڑے رہیں بہیبت قضا کے واسطے پھر جب خصمین حاضر ہوں تو قاضی مختار ہے چاہے اون سے ابتدا
بکلام کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہانتک کہ وہی کلام آغاز کریں پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جاوے تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا
کرے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کوئیں شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کروایا جاوے اگرچہ مدعی جواب اوس سے طلب کرے یہی قول
اصح ہے تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال دعاوی میں ترتیب مختار ہے یعنی اول دعوی اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے پھر تیسرے کا ولی ہذا القیاس
اور ایسا ہی ایک میں غیر رشتی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی کے دروازہ پر علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق میں تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے
اور خصوم پر شتابی نکرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کرکہ قاضی کے روبرو کھڑا ہونا معروف نہتا
یعنی سلف صالح میں اسکا رواج نہتا تو یہ بھی اون محدثات سے ہے جسکی طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال والادب ہیں تو قاضی عمل کرے بمقتضائے حال اس
تغیر کا ارادہ کرے نہ حشمت منفرج تکبر کیطرف پہنچاتی ہے ولا حول ولا قوة الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں عبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب اور تواضع اور انکسار
ہو بلا وہن وضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تا سجل فاسد ہو جاوے بعضے شروط کو ترک کرنے سے چنانچہ
وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر میں مذکور ہیں کذا فی فتح القدیر مختصرًا نہر الفائق میں ہے کہ اطلاق التسویہ بین الخصمین نے الجلوس عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت
اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو گو کہ اگر بادشاہ مدعا علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مخاصم
دونوں کو وہاں بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے والضحک فی وجهه وکذا القیام له بالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور تعظیم
ایک شخص کے واسطے اوٹھنے سے باز رہے بطریق اولی ہم اسواسطے کہ قاضی کی شوکت سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جاویگا کذا فی النہر وضیافته اور قاضی کسی
شخص کی دونوں میں سے ضیافت نکرے ہم اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں امام حسن سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضیٰ کے گھر میں آکر اترا آپ نے اوسکی مہمانی
کی پھر جب اوسنے یہ کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ فلانے شخص سے خصومت کروں تو علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے اوٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہمکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کرین مگر کہ اوسکے ساتھہ اوسکا خصم ہو اور اسیطرح عبد الرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور ہواسطے کہ اسمین تہمت
میلان ہے کذا فی الفتح نعم لو فعل ذلک معہما جاز ہہ ہان اگر اسکو دونون کے ساتھہ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر م نہر الفائق مین ہے کہ ضیافت
مین احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون کی شناسی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اوسکا یہہ ہے کہ اگر دونون سے سرگوشی کرے یا دونون کے طرف
اشارہ کرے تو جائز ہے انتہی ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقا ولو بغیرہما لذہابہ بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی نکرے حکم کی مجلس مین مطلقا اگرچہ
خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہین رہتا ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا بأس بہ عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ
کو حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف سے روایت ایک یہہ بھی ہے کہ تلقین حجت مین کچھہ مضائقہ نہین کذا فی العینی ہم تلقین حجت اسواسطے جائز نہین کہ اسمین تہمت ہے
اور دوسرے کی دل شکنی ہے ولا یلقن الشاہد شہادتہ واستحسنہ ابو یوسف فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت
نکرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین مین شاہد کو زیادہ دلہمت حاصل نہو ہم ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت
اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھہ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت
نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے اور مدعا علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف
کردئیے ہون اور شاہد کو اسکا علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق کرلے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہہ بالاتفاق
جائز نہین جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہین اور مبسوط مین ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بقضا ہوئے
اور دیکہا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادای شہادت سے بند ہوجاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین نکرین تو حق ضائع ہوجاوے کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ
فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونیکے سبب سے ہم اور قنیہ
مین بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا مین اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی
الولوالجیۃ حکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع
الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویصح لمن ولاہ و
علیہ وسیجئ اور ولوالجیہ مین حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہے کہ مینے میلان نہین کیا یعنی مین نہین جہکا احد الخصمین کیطرف
یہان تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین ہارون رشید کے ساتھہ مینے دونونکو برابر نہین کیا یعنی مجلس مین اور حکم کیا مین نے ہارون رشید پر یعنی
اوسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے انتہی مین کہتا ہون اس حکایت کے مسئلے سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اوس بادشاہ پر جسنے اسکو
قاضی مقرر کیا اور ملتقے الابحر مین ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اوس سلطان کی نفع اور مضرت مین جسنے اوسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا **فروع** مسائل
ملحقہ شارح کے فی البدائع من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدائع مین ہے کہ منجملہ ادب قاضی یہہ ہے کہ قاضی
کلام نکرے احد الخصمین سے اوس بولی مین جسکو دوسرا خصم نہین جانتا یعنے اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التتارخانیۃ والاحوط ان یقول
للخصمین انحکم بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ مین ہے اور زیادہ تر احتیاط یہہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعا علیہ سے
کہے کہ تمہارے مابین مین حکم کردون تا اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچھہ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہوجائیگا دونون کی تحکیم سے ہم یعنے قاضی حکم کرنیکی دونون سے
اجازت چاہے جب وہ کہین کہ حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہہ ہے کہ اگر تقلید قضا مین کچھہ خلل ہو مثلا رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح
ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی بحق ثم امرہ السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اسکو
حکم کیا کہ پھر سر نو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنے دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہین کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین بزازیہ سے
یون منقول ہے کہ قاضی پر یہہ فرض نہین تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من المقضی لہ لیعرضہ علی العلماء

اور وجہکم الا ان تقوم الحجۃ بذلک یہ امر الفقہاء اور اوس نے تشنہ میں کہا اور اسی سے وہ بیان تھا کہ ملا کے سامنے کرے کر کے کہیں
سوا اوس نے لغو یا ازرفنے اوسپر لگا دینا تو ہم کردینے والے کہ لئے جواہر الفقہاء وفی الفتح من الملک قائم لحق بلا انکار منہ یکان الا انہ
اورنج القدیر میں ہے کہ جب تک قاضی یہ کہنے اعازت کی تو جبتک ہو تو بہتر ہے ہم طرفین اوسکا بسط مین یون مذکور ہے کہ جو شخص بلائے اور اوس سے قاضی منع
کروا اور وجہ حکم اوس سے بیان کروا کہ جو کہ مجھے تیری حجت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع اسیطرح ہتا اسکے سوا نہیں ہو سکتا تھا یہ جتنا اوس سے سلوک
کرے وہ دوگون سے حکایات کرے اور قاضی کو مذمت بجالانے اور لوگ آپکی شکایت سنکر بدگمان نہون کہ لئے العطاء منقول وھل یقبل قصص الخصوم
ان جلس للفصل ولا اخذھا ولا یاخذ بما فیھا الا اذا اقر بلفظہ صریحا اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا کرے جواب اسکا
یہ ہو کہ اظہر نہیں کہ اسلئے منبہ حکایات تو قبول نکرے اور اگر منبہ نہیں بیٹھا تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ لیگا مگر اوس بات کو جسکا
بکریہ صاف اوسکی زبان سے ہو اور حکایات سے وہ حکایات مراد ہین جو دعوے سے متعلق ہین چنانچہ مضارب کا یون کہنا کہ مین مال مضاربت کو سفر مین لیگیا
اور فلانے شہر میں اسکو بیچا اور اوس کا اجناس کو خرید کیا اور ما نند اسکے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعوے سے نہیں مجلس حکم مین سماع حکایات
اسواسطے نہیں کہ مجلس سماع دعوے اور بینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے بطریق گذشتہ سے کہ اسکے پاس میرا مال مضاربت تہا سو یہ سفر مین لیگیا
اور وہان نقصان کی سے مال ضائع ہوگیا اب مین اسی سے تاوان چاہتا ہون تو مدعا علیہ جواب مین کہے کہ ہان یا اوسکا انکار کرے اور اقرار بمقدار میرے اوسکا
کہ مضارب کہے کہ مین نے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر جا کا خط بہیجا اور میں شہر مین شمال کے لانیکے واسطے گیا پہر جو کنارے پر آیا تو مال نہ پایا کہ لٹ
العطاء فصل فی الحبس یہ فصل ہے حبس کے احکام مین ہر چند کہ حبس منجملہ احکام قضا تہا اور مختص احکام کثیرہ تہا اسلئے مصنف نے اوسکو علیحدہ فصل کرکے
ذکر کیا حبس مصدر ہے بمعنے منع یعنے روکنا اور بند کرنا پہر موضع حبس پر اوسکا اطلاق ہوا کہ اوسکو اہل ہند جیل کہتے ہیں اور بندی خانہ اور جیل خانہ بولتے ہین
اور مشروع ہے بقولہ تعالی او ینفوا من الارض حبس مشروع ہے حق تعالی کے اس قول سے ینفوا یعنے جلاوطن کئے جائیں مین سے یعنی ملک سے اس سے مراد نفی من جمیع الارض
مراد نہیں کہ متصور نہیں تو نفی سے حبس مراد ہے وحبس علیہ الصلوۃ والسلام رجلا بالتہمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد متہم کو
مسجد مین محبوس کیا اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے مین اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے مین حبس مسجد میں تہا یا دہلیز مین باندہ رکہا اور
ایک قول یہ ہے کہ فاروق نے ایک گہر مکہ مین چار ہزار درم کو خرید کیا اور اوسکو حبس ٹہرایا واحدث السجن علی رضی اللہ عنہ وبناہ من قصب سماہ
نافعا فنقبہ اللصوص فبنی سجنا من مدر وسماہ مخیسا بفتح الیاء وتکسر موضع التخییس وھو التذلیل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ
ایجاد کیا اور اوسکو بانس سے بنایا اور اوسکا نام نافع رکہا سو اوسمین کو نقب دیا چورون نے یعنی اور قیدیوں کو نکال لیگئے پہر حضرت مرتضی نے اوسکے بجائے
حبس خانہ مٹی کے ڈہیلون سے بنوایا اور اوسکا نام مخیس رکہا اور کسرہ یا بھی جائز ہے مخیس بفتح یا موضع تخییس یعنے ذلیل کرنے کا مکان ہے مخیس بضم میم وفتح خاء وتشدید یا
یاء مشددہ اسم ظرف ہے یعنی محل تذلیل اور بکسرہ اسم فاعل ہے یعنے ذلیل کرنیوالا وفیہ یقول علی رضی اللہ عنہ الا ترانی کیسا مکیسا بنیت
بعد نافع مخیسا حصنا حصینا وامینا کیسا اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کیا تو مجھکو نہیں جانتا دانا عاقل غیر کا دانا کرنے والا بنایا بعد نافع کے مخیس
مکان مضبوط اور پہرہ دار اور صاحب امانت دار عاقل پس اسکا ثبوت ہے کہ حبس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہوا اور اسکے جو ہزاروں سے
قائم ہوگیا الرضیع صفتہ ان یکون موضعا لیس فیہ فراش ولا وطاء لیتضجر فیوفی صفت قید خانہ یہ ہے کہ ایسا مکان ہو جہان فرش اور بستر کچہ نہ
ہو تاکہ محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے اور یہ ہے کہ مصنف نے یکون موضع کہا کہ ذکر ان باعتبار اور موضع کے ہو ورنہ کتاب و سجن مونث ہے چنانچہ قاموس
مین ہے تو معلوم ہوا کہ فرش اور وطاء ایک ہی چیز ہے اور بعضون نے کہا کہ وطاء وہ فرش ہے جو سونے کے واسطے بچھایا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر
ہو گا کذا فی العنایۃ وغیرہ انہ لو منع لہ یہ تمنع منہ اور مقصود تعلیل یہ ہے کہ اگر محبوس کے واسطے بچھونا لایا جائے تو منع کیا جائے ولا یمکن احد ان یدخل
علیہ للاستیناس الا اقاربہ وجیرانہ یستاجیہ للمشاورۃ اور کوئی قادر نکیا جائے اوسکے پاس جانے پر جی لگانے کے واسطے مگر اوسکے قرابتدار

اور پردیسی جانے پاوین مشورہ کی احتیاج کے سبب سے ھم معنے ہو اسطے کہ اوسکے مشورہ سے حصول مقصود منصور ہے یعنی اداے دین ولا یمکن من عندہ طویلا ومفاد
ان زوجتہ لا تحبس معہ لو ھی الحابسۃ وھو الظاھر اور اقارب اور ہمسایون اوسکے نزدیک یا دونہ ہمیرین اور مفاد عدم طول مکث اقارب یہہ ہی کہ مجبوس کی
زوجہ اوسکے ساتھہ قید نکیجاے اگر قید کرانے والی وہی ہو اور یہہ قول ظاہر ہے ھم زوجہ اقارب اور جیران مین داخل نہین تو افادہ مذکور کہان حاصل ہوا اور
یہہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کرنیسے نہر الفائق مین یون مذکور ہے کہ جب مجبوس جماع کا محتاج ہو تو اوسکی زوجہ یا لونڈی اوسکے پاس جاے
اگر وہان اوسکا امکان ہو اور اسمین دلیل یہہ ہے کہ زوجہ اوسکی قید کی جاے اوسکے ساتھہ اگرچہ حابسہ ہو اوسکی مد یہہ ظاہر ہے انتہی لیکن اسمین یہی خلل
ہی کہ حابسہ ہونیکی تقیید ما تقدم سے مستفاد نہین بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقا ثابت ہوتا ہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کے
ساتھہ قید کیجاے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی یمکن من وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ اور ملتقی مین ہے کہ مجبوس کو قدرت دیجاے اوسکی لونڈی کی قربت پر
اگر محبس مین خلوت ہو ولا یخرج لجمعۃ ولا لجماعۃ ولا لحج فرض فغیرہ اولی اور مجبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض
یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولے نہ نکلے ولا لحضور جنازۃ ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخلاصۃ یخرج بکفیل لجنازۃ اصولہ وفروعہ
لا غیرھم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونیکے واسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ مین ہی کہ ضامن دیکر نکلے اپنے اصول اور فروع کے
جنازہ کے واسطے نہ سواے اوسکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضا اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا بہ یفتی اور اگر بیماری نے اوسکو
ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہین پاتا کسیکو جو اوسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنے سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت کرنیوالا ہو یا ضامن نہ
تو نہ نکلے اسیکا فتوی ہے ولا یخرج لمعالجۃ وکسب بل ولا یکتسب فیہ ولو لہ دیون یخرج لیفا ھم ثم یحبس خانیہ اور نہ نکلے علاج اور کمائی کے واسطے
بلکہ محبس مین بھی کسب نکرے اور اگر مجبوس کے لوگون پر دیون ہون تو خصومت کے واسطے نکلے تا فیصلے اس جاے پھر قید کیا جاے کذا فی الخانیہ ولا یضرب فی المحبوس الا فی
ثلاث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباہ
اور نہ مجبوس پر مار پڑے مگر تین صورت مین ایک یہہ کہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے اور اوس سے تمنع ہو باوجود قدرت دوسری یہہ کہ اپنے قرابتدار محتاج پر مال خرچ نکرے تیسرے یہہ کہ اپنی
زوجات کے درمیان باری ترک کرے نصیحت کرنے اور سمجہانیکے بعد اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ جو حق کہ فوت ہو جاے تاخیر سے اور کوئی چیز اوسکے قائم مقام نہو سکے
اوسکے ترک مین ضرب ہی کذا فی الاشباہ ھم ضرب اسواسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ مین زوجہ کا ضرر ہی اور ترک نفقہ مین قرابت دار کا ضرر ہے کیونکہ اوسکا نفقہ ساقط
ہوگا مدت گذر جانے سے اور اسیطرح مزید حبس مین زوجات کا فوت حق ہے قلت وزاد ما فی الوھبانیۃ وان فر یضرب دون قید تادبا وتنبیہا بانی
العنایۃ ما کر میں کہتا ہون اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جاے جو وہبانیہ مین ہے یعنے اور اگر مجبوس بہاگے تو ادب دینے کے واسطے مارا جاے بدون
بیڑی ڈالنیکے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا سرکشی مین مذکور ہے ھم یعنی اگر مجبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جاے اور ایک سوراخ
اتنا ہی رکہا جاے جس سے روٹی پانی اوسکو دیا جاے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اسمین قاضی کی راے کو دخل ہے جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی الطحطاوی ولا یغل لکن
اذا خاف فرارہ فیقید او یحول الی سجن اللصوص وھل یطین الباب الراے فیہ للقاضی بزازیہ اور مجبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جاے مگر جب کہ
اوسکے بہاگ جانیکا خوف ہو تو بیڑیان ڈالی جاوین یا اوس محبس مین بدل دیا جاے جو چورون کے واسطے مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی سے چن دیا جاے اسمین قاضی کا
اختیار ہی جیسا مناسب دیکہے کرے کذا فی البزازیہ ولا یجرد اور نہ مجبوس برہنہ کیا جاے کپڑے اتار کر ولا یواجر وعن الثانی یواجر لقضاء دینہ اور نہ مجبوس سے
محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مزدوری کرائی جاے اوسکے اداے دین کے واسطے ولا یقام بین یدی صاحب الحق اہانۃ اور نہ
مجبوس صاحب حق کے آگے کہڑا کیا جاے اوسکی ذلت کے واسطے ولو کان ببلد لا قاضی فیہ لازمہ لیلا ونہارا حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاوی اور
اگر صاحب حق اوس شہر مین ہو جہان قاضی نہین تو مدیون کے ساتھہ رہے رات اور دن یہان تک کہ اپنا حق پا جاے کذا فی جواہر الفتاوی ھم صاحب حق کو ملازمت
کا اختیار ہی اور یہہ اختیار نہین کہ مدیون کو کسب نکرنے دے یا گہر مین نہ جانے دے اور اسیکے طرف اشارہ حدیث شریف مین ہی کہ لصاحب الحق الید واللسان انتہی ملازمت

مراد ہوا ورنہ یہاں سے سخت تماشا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہے بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہو کذا فی البحر قال
تعیین مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جب کہ صاحب حق نے تعیین
مکان کا ارادہ نکیا ہو الا اذا طلب المدعی مکانا اٰخر فحینئذ لذلک قنیہ مگر جب کہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو وہاں سے کذا
القنیہ واتی المصنف بہا للفارسی المدایۃ بان العبرۃ فی ذلک لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے نوح و فارسی ہدایہ کے تابع ہو کر
کہا ہے یعنی تعیین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ان لایجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحو ان رنہر
الفائق میں ہے لائق یہ ہے کہ قبول نکیا جاوے اگر شرسے محبوس کرنا مدعا علیہ کا چورون کے مکان یا مانند اسکے اور سخت مکان میں طلب کیا ہو فرع مسئلہ متعلقہ
فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء محبس علیحدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے اور عورتون کے واسطے علحدہ مردون سے محبس جا
ہاتو فتنہ رفع کرنیکے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم بالبینۃ عجل حبسہ بطلب المدعی بظہور المطل
بانکارہ اور جب کہ مدعیکا حق ثابت ہوگیا گواہی سے اگرچہ اوسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درم کا تو قاضی اوسکو جلد قید کرے
مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر ہوجانے تادہندگی کے مدعا علیہ کے انکار سے ہم درم ہوتا ہے ستر رتی اور چھٹی رتی جاویگا تو دانگ کچھہ کم تین رتی چاندی کی
ٹہری طحطاوی نے کہا طلب مدعیکی قید اسواسطے لگائی کہ بدون اوسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہیں مگر شریح کے قول میں ولا یثبت بینۃ بل
باقرار لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ اور اگر مدعیکا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اوسکی حبس میں
جلدی نکرے بلکہ اوسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نمانے تو اوسکو قید کرے ہم جب کہ اقرار سے ثابت ہو تو اوسکی نادہندگی ظاہر نہوئی لہذا اوسکی حبس میں
شتابی نکرے اور ادای دین کا اوسوقت امر کرے جب کہ اوسکے ادای دین پر خود تاد نہو اطرح پر کہ مدعا علیہ دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا ہو
اس مویکو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اوسکے پاس نکلی تو قاضی اوسکو لے اور ادای دین کرے کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے بعکس کہا سرخسی نے
یعنی اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس میں شتابی نکرے اور اقرار میں جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعا علیہ کہہ سکتا ہے درصورت گواہی کہ مجھکو اس کا دین معلوم
نتھا مگر اب معلوم ہوا سو میں اب ادا کرونگا اور یہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی العینی وسوی بینہما فی الکنز والدرر واستحسنہ الزیلعی اور کنز
اور درر میں ثبوت بگواہی اور اقرار میں برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے ہم یعنے گواہی اور اقرار دونون میں حبس کی تعجیل کرے اسواسطے
کہ ایذا رسانی محتمل ہے تو حبس میں شتابی نکرے تا وقتیکہ اوسکی نادہندگی بعد اقرار مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ و
المجمع قال فی البحر وہو المذہب عندنا انتہی اور قول اول یعنے متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے
نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی منیۃ المفتی لو ثبت ببینۃ یحبس فی اول مرۃ بالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن
التوفیق میں کہتا ہون اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار بعد الامر میں محبوس کیا جاوے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسری بار
اور تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں تو اب اقوال ثلثہ مذکورہ میں اتفاق ہوجانا چاہیے ہم یہہ توفیق سرخسی کے قول میں ظاہر نہیں ہوتی
اورنہ سرخسی کے قول میں اسواسطے کہ اوسکے نزدیک حبس مقر میں شتابی ہے نہ منکر میں تو یہہ نہیں کہہ سکتے کہ حبس مقر میں تعجیل ہے دوسری اور تیسری
بار اور حبس منکر میں تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہہ قول رابع ہے اور راقم اور شارح نکول کا حکم مذکور نکیا بحر الرائق میں قہستانی سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت
ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اوسکے حبس کا طالب ہو تو قاضی اوسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحاوی فحبس المدیون فی
کل دین ہو بدل مال او ملتزم بعقد درہم وملتحق بہ مثل الثمن او المنفعۃ کالاجرۃ والقرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ ولو
بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا بزازیۃ لانہ التزمہ بعقد کالمہر وہذا ہو المعتمد خلافا للفتوی قاضیخان لتقدیم المتون والشروح
علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاوے مدیون ہر ایک اوس دین میں جو عوض ہو مال کا یا لازم کرلیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی اسند ثمن مبیع کے اجرت

ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اوسکو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک
ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہون کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہہ
یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت مین محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہی برخلاف فتوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح
فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم قاضی خان نے کہا کہ در صورت دعوی افلاس حبس نہین مگر ثمن اور قرض مین اور مہر معجل اور دین کفالت مین حبس تحقیق اظہار
مفلسی مین لیکن یہہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہی لہذا معتمد نہین اشیاء مذکورہ مین حبس کرنیکی وجہ باوجود دعوی افلاس یہہ ہے کہ جب مال اوسکے ہاتھ
مین آیا یعنے مبیع اور قرض تو ادای دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمین بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ
قبول مہر اور کفالت پر پیش قدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اوسکا یہہ قول کہ مین محتاج ہون مسموع نہوگا کیونکہ یہہ قول مناقض کے مانند ہی بسبب
وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت مین حال غالب کو معتبر رکھا والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہین کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے
نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی نعم عدّ فی الاختیار بدل الخلع ههنا خطأ[1] فتنبه ہان اختیار شرح مختار مین بدل خلع کو یہان شمار کرنا خطا ہی سو اگاہ رہنا
ہم بدل خلع کو یہان شمار کرنا یعنے جہان حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انه یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمها کالعین
المغصوبة اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعا علیہ حبس کیا جاوے ہر ایک اوس عین مین جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہی چنانچہ غصب
کی ہوئی چیز لا یحبس فی غیره ای غیر ما ذکر وهو ستة عشر بدل خلع ومغصوب ومستلف ودم عمد وعتق حظ شریک وارش جنایة ونفقة
قریب وزوجة ومهر مؤجل حبس نکیا جاوے اسکے غیر مین یعنے اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر مین اور یہہ سولہ صورتین ہین ۱ بدل خلع ۲ بدل مغصوب ۳ مستلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اوسکا بدل ۴
دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کرنا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت دار ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر مؤجل قلت ظاهره ولو بعد طلاق مین کہتا ہون اور ظاہر
اطلاق مہر مؤجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسمین حبس نہین طلاق کے بعد بھی یعنے اگرچہ مہر موجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی حبس نہین وفی نفقات البزازیة
یثبت الیسار بالاخبار ههنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کی نفقات مین ہو کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہان یعنی نفقات مین بخلاف
باقی دیون کے کہ وہان فقط اخبار سے ثابت نہین ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول له بیمینه ما لم یثبت غناه فراجعه لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا کہ تنگدستی مین
منفق کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے تاوقتیکہ اوسکی تونگری ثابت نہو تو اوسکی طرف مراجعت کر ہم استدراک اسپر ہی کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہہ ہے کہ کشادہ دستی
شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یون ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ مین ثبوت اخبار سے ہوتا ہی اور اوسکے غیر مین شہادت سے کیونکہ اوسکی عبارت مین تعیین
نہین کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال وقال الدائن انه ثمن متاع فالقول للمدیون ما لم یبرهن رب الدین طرسوسی
بحثا واقره فی النهر اور اگر دونون مین اختلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ مجھپر دین بدل مال کا نہین ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول
معتبر ہی تاوقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نکرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق مین اسکو ثابت رکھا ہی ہم مدیون محبوس
نہوگا اگر مدعی نقیر ہو فرع مسئلہ لحقه لا یحبس فی دین مؤجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد له السفر معه فاذا حل منعه
منه حتی یوفیه بدائع وقدمناه فی الکفالة مدیون محبوس نہوگا دین مؤجل مین اور اسی طرح سفر جانے سے ممنوع نہین ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر
بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہی کہ اوسکے ساتھہ سفر کرے پھر جب مدت دین پوری ہو چکے تو اوسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر
کر چکے ہین کتاب الکفالہ مین ان ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرة اشیاء اربعہ کے غیر مین محبوس نہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلئے
کہ یہان تنگدستی ہے ہم یعنے ہر شخص کے حق مین عسرت اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور یہہ امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو
بدون شہادت اوسکا دعوی مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرهن غریمه علی غناه ای قدرته علی الوفاء ولو باقتراض او بتقاضی غریمه مگر یہہ کہ
اوسکا صاحب دین اوسکی مالداری اور تونگری گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادای دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کو تقاضا کرنے سے

[1] ایک نسخہ مین خطا کے بعد ظاہر ہی ہے

فاسق ہو ہم شارح نے غنا کو بصفت علی الزنا ہو اسواسطے تفسیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غنا ہی نکرہ مراد نہیں ہے اگر مدیون تو قرض دینے والے اور وہ قرض لینے تو
وہ ظالم سے محبوس ہوگا کیونکہ حبس جزا و ظلم سے اور اوسکا ظلم ثابت ہو چکا بوجہ متعرض سے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اوسکا مال دوسرے پر ہو تو اوس
تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نکرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن
البحر ثم یحبسہ حینئذ بالقاضی ولو بمال اولی العصیم فتقرر قاضی حبس کرے اوسوقت مین جسقدر مدت کہ اوسکی رای مین آوے کہ عیال کا حبس کرے پہر تو ایسا ہم
ہم نے جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی رای پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اوسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کے حبس پر
آپ کو خلاص کر دیتا تو محبوس سے سوال کرے کہ چہوڑدے محمد کی روایت مین مدت حبس دو یا تین مہینے ہین اور حسن کی روایت مین چار مہینے سے چہہ مہینے تک بتا
ہین کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رای پر مفوض ہے کیونکہ لوگون کے حال متفاوت ہین کذا فی التنزیل فی شہادات الملتقط قال
ابو حنیفۃ اذا کان المعسر معروفا بالعسرۃ لم احبسہ وفی الخانیۃ ولو تفرق ما مر اسال عنہ عاجلا وقبل بینتہ علی افلاسہ وخلی
سبیلہ فتح بحر ملتقط کی شہادات مین ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو مین اوسکو محبوس نکرون یعنے اوسکے حبس کا حکم نکرون اور خانیہ مین ہے
کہ اگر اوسکی محتاجی ظاہر ہو تو اوسکا حال جلد لوگون سے دریافت کرے اور اوسکے افلاس کی گواہی قبول کرے اور اوسکو چہوڑدے کذا فی النہر وفی البزازیۃ
قال المدیون لخصمہ انہ یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ وان نکل خلاہ واقرہ للمصنف وغیرہ اور بزازیہ
مین ہے کہ مدیون نے قرضخواہ سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجہکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پہر اگر مدعی قسم کہا لے تو اوسکو حبس کرے مدعی کی درخواست
سے اور اگر قسم نکہاوے تو اوسکو چہوڑدے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکہا ہے قلت قدمنا ان الرای لمن لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ مین کہتا
ہون ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اوس قاضی کی رای کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنے قاضی غیر مجتہد کی رای کا کچھ اعتبار نہیں ہم طحطاوی نے
کہا کہ شارح مسکین قہستانی کا تابع ہوا ہے مین کہتا ہون کہ ایسا امر یعنے تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں ہے ثم بعد حبسہ
لو رآہ لو حالہ مشکلا عند القاضی والا عمل بما ظہر بحر واعتمدہ المصنف پہر مدیون کے حبس کرنیکے بعد بقدر اس مدت کے جو اوسکی رای مین آوے اگر
اوسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اوسکو نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگون سے اوسکا حال دریافت کرے اور اگر ظاہر ہو تو بموجب
ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسپر اعتماد کیا ہو سال عنہ احتیاطا لا وجوبا لانہ شہادۃ علی النفی ویکفی عدل لا بنیۃ الذی پہر بعد
حبس اوسکا حال اوسکے پڑوسیون سے پوچہے بنابر احتیاط کے نہ بنابر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچہنا صاحبین کی نسبت یعنے ادمی کا
حضور ضرور نہیں ہم جو اخبار کرا امر حسین ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر مین دو شخصون سے دریافت کرنا اولی
اور کیفیت اخبار یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجون کا سا حال ہے خوراک اور لباس مین اور حال اوسکا تنگ ہے اور ہمنے اوسکا حال خلا ملا مین
تحقیق و دریافت کیا ہو کذا فی الطحطاوی واما المستور فان وافق قولہ رای القاضی عمل بہ والا لا انفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور
مخفی ہو تو اگر اوسکا قول قاضی کی رای کے موافق ہو تو اوسپر عمل کرے اور نہیں تو نہین کذا فی انفع المسائل بحثا اور بحر الرائق مین ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول
نہیں ولا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ الا اذا کان عند المنازعۃ فی الیسار والاعسار قہستانی اور شرط نہیں اخبار مین حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت
الا جبکہ مدعی و مدعا علیہ تنگدستی اور کشادہ دستی مین نزاع کرین کذا فی القہستانی یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہو اور مدعا علیہ کہتا ہو کہ مین تنگدست ہون تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور
اسیطرح خبر واحد در صورت منازعت مقبول نہیں بلکہ بینہ ضرور ہے قلت لکنہا للاعسار للنفی لیست بحجۃ ولذا کان السوال انفع الوسائل تنبیہ مین کہتا ہون کہ تنگدستی کی گواہی نفی کی
گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں لہذا اوسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی انفع الوسائل سو خبردار رہو جاننا چاہیے کہ بحر الرائق مین سغناقی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ
اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ نے کہا کہ میں کہتا ہون کہ عدم ملکیت المال کیر ملک مال ہوا اور یہ نفی نہیں بلکہ
ثابت ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا پہر اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اوسکو چہوڑدے بلا کفیل

اگر تین صورتون میں نہ ضامن ہی چھوڑے نہ متیقم کہ مال میں اور وقف کے مال میں اور جب کہ صاحب دین غائب ہو مفلس کی چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اوسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کا لائق
ہو گیا بموجب آیت قرآنیکی تو بعد اسکے اوسکو قید کرنا ظلم ہی اور مال وقف کو متاخرین نے قیاس کیا ہی مال یتیم پر اور علماء متاخرین اوسکی تابع ہو گئی ہین قیاس مین کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیا للاول و لا لغیرہ
حتی تثبت غرمائہ غناہ بزازیہ یعنی جب مدیون افلاس کے سبب سے حبس سے چھوٹا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نکرے اول قرضخواہ کے واسطے اور اوسکے غیر کے واسطے تاوقتیکہ قرضخواہ اوسکی مالداری ثابت نکرے کذا فی البزازیہ وفی
القنیہ یبین المحبوس علی افلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی ان یقضی بہ حتی لا یعبث الدائن ثانیا اور قنیہ مین ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس کے گواہی دی سو قرضخواہ نے اوسکا چھوڑنا چاہا قبل
اس بات کے کہ قاضی اوسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اوسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اسکو دوسری بار قید نکرا دے ہم شارح نے یہان ایک جملہ
قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنی صاحب دین قبل مفلس اوسکا اطلاق چاہے اور محبوس نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے
کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب ربہ یرید تطویل حبسہ ان علمہ و قدرہ اخذہ او
کفیلا و خلاہ خانیہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہو گیا تطویل حبس کا ارادہ کر کے اگر قاضی دین کو اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اوسکو یا
مدیون سے ضامن لے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ہم ضامن لے یعنی مال ضامن یا حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق
المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ مین ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہیں مگر اوسکے
خصم کی رضامندی سے مگر جب کہ اوسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اوسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت مین جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی
اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنیکا فائدہ تعمیم ہے چنانچہ ہمنے اوسکے طرف اشارہ
کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ ابیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ مدۃ ضربت لابلاء
الاعذار اور اگر کہا اوس شخص نے جسکے محبوس کرنیکا ارادہ ہوا کہ مین اپنا اسباب بیچتا ہون اور دین ادا کرتا ہون تو قاضی اوسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹہرا دے اور اوسکو
قید نکرے اسواسطے کہ تین دن آزمایش عذرات کے واسطے مدت مقرر ہو گئے ہین یعنی اتنے عرصہ مین ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو لہ عقار
یحبسہ لیبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجیء تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اوسکو حبس کرے
یعنی اسواسطے کہ تا اوسکو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اوس پر ہے اگرچہ بیع بثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر مین ولم یمنع غرماءہ
عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جائین مدیون سے اوسکے دین والے بنا بر ظاہر الروایۃ ہم یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہے یعنی اگر محبوس کا
مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے اور اگر ارباب دیون اوسکے ساتھ رہنے کا قصد کرین تو قاضی اونکو نہ روکے یہی ظاہر الروایۃ ہے امام سے خلافا للصاحبین امام کی
دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہی تا حصول قدرت ایفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اوسکے ساتھ رہین تا کہ وہ مخفی نہ کر ڈالے کذا فی الطحطاوی
فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین والے مدیون مفلس کے ساتھ لگے رہین نہ کہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ
رہین ہم اور ملازمت مین بہتر قول وہی ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود مین ملازمت کرے اور اونکو جورو لڑکون کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو
دونون وقت کے کہانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جاے ضرور کے جانے سے خواہ وہ آپ اوسکے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور
یہ جائز نہیں کہ اسکو دہوپ مین رکھے یا برف پر یا ایسے مکان مین کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویستاجر للمراۃ امراۃ تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کے
واسطے دوسری عورت نوکر رکہی جاوے اوسکے ساتھ بنی رہے کذا فی القنیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب الملازمۃ فخیر
الہدایۃ یخیر الطالب الا بضرر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر مین ہے کہ طالب کو اختیار دیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر
ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اوسکے گہر مین نجانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس راجح ہے کذا فی البحر وکلفہ فی البزازیۃ بکفیل
بالنفس اور بزازیہ مین حاضر ضامن دینے سے اوسکو مکلف کیا ہے ہم بزازیہ مین ہے کہ اگر اوسکی ملازمت مین اوسکی وقت جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اوسکو چھوڑ دے
کذا فی الطحطاوی وللطالب ملازمتہ بلا امر قاض لو مقرا بحقہ اور طالب کو اوسکی ملازمت کا اختیار ہے بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اوسکے حق کا اقرار

ولا یقبل برهانه علی افلاسه قبل حبسه لقیامها علی النفی وصححه عزمی زاده اور مقبول نہیں مدیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے
بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر اور اسی بنا پر عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے هم لانه حبس گواہی لینے پر مقبول نہیں اسواسطے کہ جب چند مدت
وہ محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اوسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اوٹھاتا اور اس قول کی صاحب نہایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی
عن البدایة وصحح حینئذ قبولها اور خیر محشی زادہ اور علمانے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے هم اور اسیکا فتوی دیا ہے محمد بن الفضل اور اسمعیل
بن حماد بن ابی حنیفہ اور بعض نے کہا ہے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیه رأیه کما فی المراد ان علم اعساره قبلها والا
فلا فلیحفظ اور امین سعید علیہ قاضی کی رائے ہے سو اگر قاضی اوسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی النهر تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے

وبینة یساره احق من بینة اعساره بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی الداری مدیون کی احق بالقبول ہے اوسکی
افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارضی ہے اور گواہیاں تو اثبات کے واسطے ہیں نفی کے واسطے هم یعنے اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری کے
اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس کے تو اس صورت میں مالداری کی گواہی احق بالقبول ہے بدلیل گزشتہ نعم لو بین سبب اعساره وشهدوا به فانه تقدم
لاثباتها امرا عارضا بحثا واعتمده فی النهر یعنی ہاں اگر مدیون اپنے مفلس ہو جانے کا سبب بیان کرے اور گواہ اوسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی
مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنے یہ گواہی اثبات کی ہو گئی یہ کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی
القنیة ان لم یبینوا مقدار ما ملک تقبل والا لم تقبل قبولها لانها قامت للمحبوس وهو منکر والبینة متی قامت للمنکر لا تقبل اور
قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مالداری تعارض کے وقت بیان کرین اوس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کرین تو اوسکا قبول
کرنا ممکن نہیں اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہیں وانما حبس الملیء
لانه جزاء الظلم قلت وسیجیء فی الحجر انه یباع ماله لدینه عندهما وبه یفتی وحینئذ فلا یتأبد حبسه فتنبه اور محبوس مالدار کی دائمی
کیا ہے اسواسطے کہ حبس بدلہ ہے ظلم کا میں کہتا ہوں اور کتاب الحجر میں آگے آویگا کہ مدیون کا مال اوسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور
اسی کا فتوی ہے اور اس وقت میں تو اوسکا حبس دائمی نہیں رہیگا تو خبردار ہو جا مترجم کہتا ہے بموجب قول مفتی بہ مال بیچکر دین ادا کرکے وہ چھوڑ دیا جاویگا پھر دائمی
حبس کہاں باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقة زوجته وولده اذا ادعی الفقر وان قضی بها لانها لیست بدل مال ولا لزمته بعقد علی ما
مر حتی لو فرضت علی یساره یحبس بطلبها اور قید کیا جاویگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گزشتہ کیواسطے جب کہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے
نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہ ہوگا کہ نفقہ بدل مال نہیں اور نہ اوسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہانتک کہ اگر زوجہ زوج کی
مالداری شہادت سے ثابت کرے گی تو اوسکی درخواست سے حبس ہوگا هم خلاصہ یہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ میں حبس نہیں در صورت ادعائے فقر مگر اوس صورت میں
جب کہ زوجہ اوسکی مالداری ثابت کرے کذا فی النهر بل یحبس اذا فرضت علی یساره بطلبها کما لو ابی ان ینفق علیها او علی اصوله وفروعه
فیحبس احیاء لهم بلکہ زوج محبوس ہو جب کہ اوسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور اولاد پر خرچ کرنے
سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاویگا اون لوگون کے جلانے کے واسطے قلت وهل یحبس لمحرمه لو ابی لم اره وظاهر تقییدهم
لا لکن ما مر عن الاشباه لا یضرب المحبوس الا فی ثلاث یفید لا فتأمل عند الفتوی میں کہتا ہوں اور کیا آدمی محبوس ہوگا اپنے محرم کے سبب اگر
نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا سے یہی ہے کہ محبوس نہو یعنے تقیید زوجہ اور اصول اور فروع کی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ
دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صورتوں میں مفید حبس ہے تو تامل کیجو فتوی دینے کیوقت هم منجملہ صور ثلثہ ایک
صورت یہ ہے جب کہ انفاق نکرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہیں کیونکہ اصول اور فروع اقارب میں داخل نہیں اور اقارب میں کسیکا نفقہ
واجب نہیں مگر قرابتدار محرم کا طحطاوی نے کہا میں کہتا ہون کہ یہ دلیل جائز نہیں قول صریحہ سے اور اس تقیید کیطرف جو ذکر ہو مذکور ہے ماخوذ ہے وسیجیء حبس الولی

بدل بن الصغیر اور آگے آویگا محبوس ہونا ولی کا صغیر کے دین سے جسنے جو دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہو اوسکے اداکرنے سے ولی اوسکا متربانی کرے تو ولی حبس ہوگا
کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعه بل یقضی القاضی دینه من عین ماله او قیمته والمعصیة عندھما بیعه عقارہ کمنقوله
بغیر فلیحفظ نہ محبوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو تلنے دادا پردادا اسرداداسپنے فرع کے دین مین بلکہ قاضی فرع کا دین اصل کے عین مال سے یا اوسکی قیمت سے ادا
کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اوسکی اراضی کی ہے مانند اوسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو آپکو یاد رکہنا چاہیے ہم حبس اصول اسواسطے جائز نہیں کہ
حبس عقوبت ہی اور والد اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا بموجب نص قرآنی کے تو حبس تو اوس سے زیادہ
ہوا اور اصل سے مراد وہ ہے جو ناناکو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنی اصل کے دین مین اور باقی قرابتدار دوسری قرابت دار کے
دین مین محبوس ہوگا عین مال اصل سے اوسوقت قضا دین کرے جب کہ موجود حق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اوسوقت جب کہ مال موجود اوسکے حق کی جنس سے
نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاض نائبا الا اذا فوض الیه صریحا کول من شئت او دلالة کجعلتك قاضی القضاة والدلالة ھنا

ذکر مسائل استخلاف قاضی

اقوی لان فی الصریح المذکور یملك الاستخلاف لا العزل وفی الدلالة یملکھما کقوله ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت
فان قاضی القضاة ھو الذی یتصرف فیھم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اوسوقت جب کہ بادشاہ کیطرف سے اوسکو
نائب کرنا مفوض ہوگیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یون کہنا قاضی سے کہ والی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یون کہنا سلطان کا کہ مین نے
تجہکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہان قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور مین قاضی نائب کرنیکا مالک ہی نہ معزول کرنیکا اور دلالت
مین نائب کرنے اور معزول کرنے دونونکا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول مین کہ والی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی
القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیون مین ہر طرح منصوب اور معزول کرنے مین ہم غیر مفوض کو استخلاف مین اختیار نہین اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے
استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہین
کرسکتا تو توقع فساد نیابت قضا مین زیادہ ہے اور اگر قاضی نے نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کیا اور کتابت اقرار کی اجازت دی ہو اور نہ حکم دینے کی تو اوس
امر کے موافق کرے اور اوسکو حکم دینا جائز نہین اور بزازیہ مین ہے کہ نائب حکم کرے اوس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو
گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی بخلاف المامور باقامة الجمعة فانه یستخلف بلا تفویض للاذن دلالة ابن ملك وغیرہ بخلاف اوس شخص کے
جو مامور ہوا سلطان کی طرف سے جمعہ کی نماز پڑہانیکے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کرسکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنابر دلالت حال کے کذا ذکرہ
ابن ملك وغیرہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اوسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہوجاے اور یہہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ
ہی آفات اور بیماریون کا تو گویا سلطان نے اوسکو نائب کرنے مین اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہہ ممکن نہین کہ سلطان کا انتظار کیا جاے اسواسطے کہ
جمعہ تاخیر عن الوقت کا محتمل نہین بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بہی مقتضی ہے چنانچہ خطیب
اگر بیمار ہوجاے یا اوسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے امام جمعہ کو استخلاف اوسوقت جائز
ہے جب کہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہین اسواسطے کہ سماع خطبہ شرائط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اوس امام کے جسکا وضو ٹوٹا
اور اوس نے اوسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تہا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہان بانی ہے نہ مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہی سو وہ درحق اصل موجود ہے
کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ منلا خسرو قال فی البحر لا اصل له وانما ھو فہم فہمه من بعض العبارات وقد مر فی الجمعة اور جو ملا خسرو نے
درر مین ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ اوسکی کچہہ اصل نہین وہ تو اوسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجہا ہے اور البتہ یہہ گفتگو جمعہ مین ہوچکی ہم ملا خسرو نے کہا
کہ خطیب کو استخلاف ابتداءً جائز نہین بلا اذن انتہے یعنی بلا سبق حدث اور درصورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اوس نے بضرورت جائز کہا
اپنی شرحین کذا فی الطحطاوی نائب القاضی المفوض الیه الاستنابة فقط لا العزل نائب عن الاصل وھو السلطان وحینئذ فلا یملك

ان یفوض له العزل ایضا بین تفویض بحیث سنة للعزل ایضا کوکیل وکل وکذا لا ینعزل ایضا بعزله ولا بموته ولا بموت السلطان بل بعزله زیلعی وعینی
وابن ملک وغیرهم فی الوکالة واعتمده فی الدرر والملتقی وفی البزازیة وعلیه الفتوی وتمامه فی الاشباه وفی فتاوی المصنف وهذا هو
المعتمد فی المذهب لا ما ذکره ابن الغرس تبعا للخانیة ملخصا اور قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہے معزول کرنا و نائب بنانا یعنی
سلطان کیطرف سے اور اوس وقت میں تو قاضی اوسکے معزول کرنیکا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزول لیکن بھی مثل اوس وکیل کے جسنے وکیل کیا اور دوسرا
یہی باذن موکل کے وہ معزول نہیں ہوتا اوسکے عزل سے اور اسیطرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنیسے اور نہ اوسکی موت سے اور سلطان
کی موت سے بلکہ نائب مذکور سلطان کے معزول کرنیسے معزول ہوتا ہے چنانچہ زیلعی اور عینی اور ابن ملک نے کتاب الوکالة مین ذکر کیا ہے اور درر اور ملتقی میں
اوسپر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاوی میں ہے اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے نہ وہ قول جو
ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے منقول کے واسطے مذہب کے ہم ابن غرس نے فوائد بدریہ میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہوجاتا ہے قاضی کی
معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا غیره ای غیر المفوض له ان قضی عنده او فی غیبته واجازه الاصل صح قضاؤه لو اهلا
بل لو قضی فضولی او هو فی نیابته واجازه جاز لان المقصود حضور رایه بحر قال وبه علم حکم الفضولی فی القضاء اور غیر قاضی
مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا سلطان کیطرف سے مفوض نہیں اوسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو
جائز کہے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اہل ہو قضا کا یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی اور غیر ماذون قضا میں فیصلہ
کرے اور بعد قاضی ہونیکے اوسکو جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے کہ مطلب قاضی کی رای حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب
بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہوگیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں **فرع** مسئله لحقته تمام کلام الاشباه والمطوية الجديدة لو فوض لعبد القضاء ثم عتق
صح ولو حکم بنفسه لم يجز ولو عتق نفذ فيجب بخلاف صبي بلغ تمام شاه در مطلوبہ مجتبیٰ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اس
غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر بعد اسکے آزاد ہو پھر اوس نے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے
جو بالغ ہوا صاحب نہر نے احکام صبیان میں بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان یا والی جو بالغ ہو بعد اسکے کہ نابالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے اور حاوی
قاضی کا ذکر نہیں کیا مگر عموم والی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی واذا رفع الیه حکم قاض آخر الحکم ودخل المیت والمعزول والعقد
لرأیه لانه ذکر فی سیاق الشرط فیعم فاقتصر فیه علی الوقوع الی حکمه فنفذه لذلک کلام الا ان کان لیعتقد ای الحاکم والعمل
مقتضاه اور جب کہ مرافعہ ہو قاضی کیطرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اوسکو نافذ کردے جیسے اور اوسکے حکم کو اور شامل ہے جامع حکم کرانا ہو اور جسنے حکم کیا ہے
حکم کو اور اوسکو لازم کرے شارح نے کہا قاضی کی قید سے حکم نکل گیا اور عام ہے اور قاضی معزول اور میت قاضی جسنے اپنی خدمت کے مناسب حکم کیا اور اہل حکم کا
اسواسطے کہ لفظ قاضی کو شرط کے سیاق میں ذکر کیا تو عام ہوگا جمیع انواع مذکورہ کو سو اسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ خود اوس
قاضی کا حکم قبل اسکے کہ مرافعہ کیا جائے ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہئے اور اسی کمال ہم حکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اوسکے حکم کا مرافعہ
ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہو تو باطل کرے اسواسطے کہ حکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التحکیم میں
آویگا اور عموم قاضی میں اہل بغی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل عدل اوسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو جیسا کہ مسائل شتی میں
منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اوسکو رد نہیں کرسکتا اور اگر ثالث نے رد کیا تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری
کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کما فی الطحطاوی لو مجتهدا فیه عالما باختلاف الفقهاء فیه فلو لم یعلم لم یجز قضاؤه ولا یمضیه الثانی فی ظاهر
المذهب زیلعی وعینی وابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر مین مجتہدون کا اختلاف ہوا ہو ہر قول مستند بدلیل
اور قاضی جانتا ہو کہ اسمین فقہا یعنی مجتہدون کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نے بخیال نا اختلاف مجتہدین کے حکم کیا تو اوسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری

کری ظاہر مذہب ہین کذا ذکرہ الزیلعی ذلیسینے واین کمال هم خلاصہ مقام یہہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین کہ مختلف فیہ ہے حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ
ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اوسکی تنفیذ واجب ہے یہہ مشہور متین ہے جبکہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر
نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اوسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو اوسمین دو روایتین ہین یعنے تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین
کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اوسکا حکم نافذ نہین اسواسطے کہ اوس نے اوسکا حکم کیا جو خود اوسکے نزدیک خطا ہے اور فتوی
صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے قنیہ مین ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے
تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہین اسواسطے کہ جو اپنا مذہب
عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اوس کی تقلید نہین کی مگر اوسکے مذہب کی جہت
سے نہ اوسکے غیر کے مذہب سے اور یہہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسیواسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابوحنیفہ کے مذہب
پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہین کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے
یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اوسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہوا اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف
حکم کر دیا تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہین محمد کے نزدیک خود اوسکو اپنا حکم توڑنا جائز ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی ما فی
البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہے وہی قول معتمد علیہ ہے مذہب مین اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہہ ہی کہ قاضی
مقلد جس نے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اوس قاضی مجتہد کے ہی جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم
اوسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولے نافذ نہوگی کذا فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے یہی منقول ہی پہر شرنبلالی نے کہا کہ
یہہ حق صریح ہی جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہئے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الخلاصۃ وکفتے بخلافہ وکانہ تیسیراً فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہے کہ خلاف اوسکے
فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئیے هم خلاف اوسکے فتوی دیا گیا ہی یعنی قضا علی المخالف نافذ ہی خواہ قاضی اوس مسئلہ مین
اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فواکہ بدریہ مین ہی کہ مین کہتا ہون لائق یہہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نکیجئے خصوصاً ہمارے زمانہ مین
اسواسطے کہ ہمارے زمانہ کے فقیہ لوگ تا نہیون کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جای علم مذاہب بقیہ مجتہدین پہر اوس نے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی
نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہے یعنے جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہی نہ مقلد کو تو
ابن الغرس کا فقہاء زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بیمحل ہے اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر یعنے
دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر انتہی حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہی الزم کا یعنے قاضی حکم کو لازم کرے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اوسکے
سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہی کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنے حکم قاضی کیطرف راجع کیجئے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم
اوسوقت نافذ کرے جب کہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور حضار شہود اصل شرط نہین بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہے بزازیہ مین ہے
کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکہدی پہر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء
اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اوس سے مال دلادے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہوا اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اوسکے نسب کا انتہی قولہ کان افتاء
فیحکم بمذہبہ لا غیر یعنی اور اگر ایسا نہین تو یہہ افتاء ہی تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر پر کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتاء ہی بقرینہ قولہ
کان افتاء اور اسواسطے کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کے طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہو
انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہہ افتاء ہے یعنی طلب فتوی ہی نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق
فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور حاصل مضمون طحطاوی یہہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتاء ہی نہ قضا

تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وتمشی آخر الکتاب دانہ اذا ثاب فی حکمہ لا لہ طلب شہود الاصل اور آخر کتاب میں
مسائل شتی میں قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکور ہو آویگا اور یہہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہہ پڑے کہ قاضی اول کے حکم میں تو اوسکو اختیار
ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اوسواسطے لگائی کہ اگر اوسکو شک نہ پڑے تو اوس سے متعرض نہو کذا فی العینی قال وبہ یعرف ان
ما فی زماننا لا تعتبر التنفیذات ماذکرہ صاحب البحر کہا اور اوس سے یعنی اشتراط شہود و دعویٰ سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ کی تنفیذات معتبر نہیں
بسبب ترک کرنے اوس چیز کے جو مذکور ہو چکی ہم تنفیذات شرعیہ کا جاری کر دینا اوسواسطے معتبر نہیں کہ بلا دعوی اور بلا شہادت وہ جاری کر دیتا ہے اسطرح کہ
صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہے خلاف قاضی کے حکم پر تا قاضی ثانی اوسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اوسکو ملا اور ثابت ہوا اور اوسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق میں ہے
میں کہتا ہوں اور کبھی یہہ لکھدیا جاتا ہے قاضی اول کے ثبوت پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارف فی زماننا القضاء بالموجب
اور البتہ رائج ہوگیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیوں میں قضا بالموجب یعنی موجب پر حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب
نہر نے ابن غرس سے تو مزید توضیح کیواسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن غرس نے فواکہ بدریہ میں کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو یہی رسم
فیصلہ ہوتے تھے مثلاً یوں کہتے تھے کہ فلانے کے واسطے گہر کا فیصلہ ہوا یا گہوڑے کا یا تسلیم میں بیع کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلک اور صاف حکم
صریح ہونا اصل ہے اسباب میں پہر قضا بالموجب متعارف ہوگئی توسع اور آسانی کے واسطے پہر تو یہہ ہوگی کہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ ترجیح
مدارک اور معنے سے آگاہ نہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے حکم بالموجب کیا انتہی ملخصا موجب لغت میں اسکو کہتے ہیں جسکو کوئی شی واجب کرے اور اسکو مقتضی ہو قضا بالموجب
اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وہو عبارۃ عن الامر المتعلق بما اضیف الیہ فی ظن القاضی شرعا من حیث
انہ یقتضی بہ اور موجب عبارت ہے اوس متعلق بعقد سے جو عقد کہ شرعاً مضاف اور منسوب ہے موجب کے طرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اوسکا حکم
کرتا ہے ہم مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اوسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضی بیع ہو یعنی خارج ہونا
مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اوسکا مشتری کی ملک میں اور تسلیم ثمن اور بیع اور تسلیم ثمن اور مبیع الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمہ تو یہہ معنی محکوم بہ
جو مضاف اور منسوب ہے بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے ظن میں شرعا وہی موجب ہے یہاں اور اسکو عقد بیع مقتضی ہوا اور حیثیت تقضا کی قید سے وہ صورت
نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اوسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اسواسطے
کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہیں اور قاضیکو اوسکا دہیان بھی نہیں تو یہہ موجب متعلق بالحکم نہوا اس واسطے کہ قاضی نے اوسکا بھی حکم کر دیا قال کذا
فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناہ الحکم ببطلان البیع سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب
اوسکا حکم ہے بطلان بیع کا ہم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پہر اوس بیع میں تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے
اس بیع کے موجب کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہہ ہوگا کہ یہہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت میں وہ معنے ہیں جو اس بیع محکوم بہ کیطرف مضاف ہیں
شرعاً قاضی کے ظن میں یعنے اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال الموثق وحکم بمقتضاہ لا یصح لان الشی لا یقتضی بطلان نفسہ
اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شی اپنی ذات کے باطل ہونیکو مقتضی نہیں ہوتی ہم
یعنی اگر قاضی یا موثق یوں لکھے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہیں حنفی کے نزدیک تو یہہ حکم باطل ہے
سو ہوا اگر قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دیسکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا یہہ مثل تنفیذ کو منع نہیں ہو سکتا ہے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضا بیع مدبر کا حکم سو یہہ ہوا ہے کہ اس بیع کا کچھ
مقتضا نہیں اسواسطے کہ بیع اپنی ذاتی بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وبہ ظہر ان الحکم بالموجب اعم ہم اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہوگیا کہ حکم
بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی البحر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصر سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس نے
فواکہ میں کہا لازم یہہ آتا ہے کہ یہاں حکم میں موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کے قضا کی بعض صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر

صورت مین انہو اور موجب اور مقتضا مجتمع ہو جاتے ہین بیع صحیح کی قضا بالموجب مین چنانچہ اول مذکور ہو چکا فوائد بدریہ مین کہا حاصل یہہ ہی کہ موجب یہان مقتضا کی
سابقہ صادق آتا ہے اور بدون مقتضا ہی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال سے فلہذا متبادر ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت ہے
الی آخر ما قال کذا فی الطحطاوی اَلَّا مَا عَرِیَ عَنْ دَلِیْلٍ مُجْمَعٍ در صورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جبکہ معرا ہو دلیل سے او سکو جاری
نکرے کذا فی المجمع ہم صاحب مجمع نے اسکو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا معرا عن الدلیل کی ایک صورت یہہ ہی کہ قاضے سقوط دین کا حکم کرے جب کہ
چند سال صاحب دین مطالبہ نکرے کذا فی الطحطاوی اَوْ خَالَفَ کِتَابًا لَمْ یَخْتَلِفْ فِی تَاوِیْلِہِ السَّلَفُ کَمَتْرُوْکِ التَّسْمِیَۃِ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن
مجید ہو جسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنے قضا بلزوم حِلِّ متروک التسمیۃ عمداً سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق ہو درایت
کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیہ عمداً حلال ہے اوسکا کہانا اور بیع اوسکی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمداً حلال نہین اور
نہ اوسکی بیع صحیح ہے بدلیل آیت قرآنی وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یعنی اور نکہاؤ اوس جانور کو جسپر اللہ کا نام نہین لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب
شافعی متروک التسمیہ مین ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہین لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اوسکو باطل کریگا جاری نکریگا اَوْ سُنَّۃً مَشْہُوْرَۃً
کَتَحْلِیْلٍ بِلَا وَطْیٍ لِمُخَالَفَتِہِ حَدِیْثَ الْعُسَیْلَۃِ الْمَشْہُوْرَ یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے
بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہے ہم سعید بن مسیب کا یہہ مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثہ بمجرد نکاح محلل حلال ہو جاتی ہی بدون اسکی وطی کے
تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اوسکو نافذ نکرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہی اور یہی حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی
قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا اَوْ اِجْمَاعًا کَحِلِّ الْمُتْعَۃِ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَۃِ عَلٰی فَسَادِہٖ وَکَبَیْعِ اُمِّ الْوَلَدِ عَلَی الْاَظْہَرِ وَقِیْلَ یَنْفُذُ عَلَی الْاَصَحِّ یا قضا
مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع صحابہ کرام کے اوسکے فساد پر اور جیسے ام الولد کی بیع بنا بر قول اظہر اور بعضون نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا
حکم نافذ ہی بر قول اصح ہم داؤد ظاہری کا یہہ مذہب ہی کہ ام ولد کی بیع صحیح ہے تو اگر قاضے صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہوگا اور اسی پر فتوی ہے
اور یہی قول ہے محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہے اور شیخین کا یہہ مذہب ہے کہ قضاء مذکور نافذ ہے کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع
نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نہ آوے اور فتح القدیر مین ہے کہ نفاذ قضاء مذکور دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر متوقف ہی بدائع مین ہی کہ اگر قاضی
ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہو گیا تو جاری نکرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی
وَمِنْ ذٰلِکَ مَا لَوْ قَضٰی بِشَاہِدٍ وَیَمِیْنِ الْمُدَّعِیْ لِمُخَالَفَتِہِ لِلْحَدِیْثِ الْمَشْہُوْرِ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی مَنِ ادَّعٰی وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ اور منجملہ احکام غیر
نافذ کے یہہ صورت ہی کہ قاضی نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کر دی بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اوسپر ہین جو دعوی کرے
اور قسم اوسپر ہے جو منکر ہو اَوْ بِقِصَاصٍ بِتَعْیِیْنِ الْوَلِیِّ وَاحِدًا مِنْ اَہْلِ الْمَحَلَّۃِ یا قصاص کا حکم دیا بسبب متعین کر دینے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ
سے ہم بعضے علما نے کہا کہ یہہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہے کہ جب مدعا علیہ مین اور مقتول مین عداوت ظاہرہ ہو اور اوسکی عداوت غیر مدعا علیہ سے معلوم نہو بشرطیکہ
مدعا علیہ محلہ مین موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم لے ولی مقتول سے اوسکے دعوی پر پھر جب وہ قسم کہا لے تو اوسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے
نزدیک اسمین دیت اور قسامہ ہی تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اوسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہہ قضا مخالف اجماع ہے
کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ اَوْ بِصِحَّۃِ نِکَاحِ الْمُتْعَۃِ اَوِ الْمُوَقَّتِ یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نکرے اَوْ بِصِحَّۃِ بَیْعِ
عَبْدٍ بِعِتْقِ الْبَعْضِ یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نکرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو
خصاف نے ذکر کیا اسمین ہمارے اصحاب سے کچھہ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول نہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہہ قضا ہی فصل مجتہد فیہ مین کذا
فی الطحطاوی اَوْ بِسُقُوْطِ الدَّیْنِ بِمُضِیِّ سِنِیْنَ یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے اَوْ بِصِحَّۃِ طَلَاقِ الدَّوْرِ وَبَقَاءِ النِّکَاحِ کَمَا مَرَّ فِیْ
بَابِہٖ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقاے نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین اَوْ قَضَاءِ عَبْدٍ اَوْ صَبِیٍّ مُطْلَقًا

[margin] ۱؎ یعنی معیر طلاق دور جبکہ استعمال شیخ الاسلام سے کئی بجہی جویز دو کتب ۱۲
[margin] ۲؎ اسکا بیان کتاب الطلاق جلد دوم مین گذرا ۱۲

اور قضا غلام اور بیٔیر کی مطلقاً نافذ نہیں یعنی خواہ حر پر حکم کریں یا غلام بالغ پر یا بیٔیر مسلم یا کافر پر کذا فی المحیط و قضاء الکافر علی المسلم ابدا و ینفذ ذلک
کالتفریق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ لا ینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور رسا نفاذ کے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم بنا دائی
کی گواہی سے نافذ نہیں ہوتا قضا کے جمیع مسائل مذکورہ میں وھی ثمانی الاشباہ نیفا و اربعین اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے اشباہ میں چالیس اور چند
مسائل شمار کئے ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ میں بطریق حصر کے مذکور نہیں ہیں جیسا کہ کہا اور جن مسائل میں قضاء قاضی منقوض ہوتی
ہے اونکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور فتح القدیر میں ہے جسکا جی چاہے وہ کتب مذکورہ کیطرف مراجعت کرے و ذکر فی
الدرر ما لا ینفذ بحکم مھو لیسا ما لو قضت المرأۃ بحد او قود و سیجئ متنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحا اور درر میں قضاء نافذ کی شامل میں
مذکور ہیں اونمیں سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ متن میں آویگا کتاب القاضی الی القاضی میں اوسکے برخلاف جسکو مصنف
نے شرح میں ذکر کیا ہم کہتے ہیں۔ قول میں خانیہ میں نفاذ مذکور ہے اور بزدوی نے قضاء جامع کے مقدمہ میں عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الحطاوی و الاصل ان
القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہے
موضع اختلاف میں نہ موضع خلاف میں اور خلاف اور اختلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف کیواسطے دلیل ثابت ہے خلاف کے واسطے نہیں یہ تفرقہ عرفیہ ہے والا
فقد قال تعالی وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب اور ظاہر کہ اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہیں اور مراد شارح
یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں والا اوسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الحطاوی و ھل اختلاف الشافعی
معتبر الاصح نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایۃ للصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ میں
ہدایہ میں کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لا یدخل تحت القضاء
بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضاء داخل نہیں ہے اوس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے اور اوسکی تاریخ
معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ میں کذا فی الحطاوی فلو برھن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برھنت امرأۃ ان المیت نکحھا بعد ذلک
قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہ لائی کہ میت مذکور نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو ثبوت نکاح کا
حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث اون کے ساتھ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں اور استحقاق میراث سبب اون
علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونوں گواہوں
پر عمل ممکن ہے ولو برھن علی قتلہ فیہ فبرھنت ان المقتول نکحھا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی
کہ مقتول نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اوسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا
جمیع العقود والمداینات اور اسیطرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات ہیں ہم عقود جیسے بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مداینات جیسے قرض
اور تو نیست مستھلکہ یعنی جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضا میں کذا فی الحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجیۃ الی معھا ولد فانہ تقبل بینتھا
بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل آتساہ مگر اوس زوجہ کے مسئلے میں جسکے ساتھ لڑکا ہے اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہیں
اوس تاریخ کے ساتھ جو متناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اوسکی ولوالجیہ میں یون ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا
گواہ سے اوسکے باپ کو عمدا الموارسی قتل کیا بیس برس کی مدت ہوا اور میں اوسکا وارث ہوں کوئی اوسکا وارث نہیں سوائے میرے اور اس دعوی کو گواہوں
ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اوسکے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اوس نے گواہی قائم کی اس پر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مقتول باپ نے مجھ سے نکاح کیا اور یہ
لڑکا اوسکا ہے اور اوسکا وارث ہے اس مسئلے کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ استحسان جانتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور ولد کو
ثابت النسب کہوں اور قتل کے گواہوں کو باطل کردوں اور یہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب ہے سوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا

فرق درمیان اختلاف و خلاف

سابقہ ملادی تو ابن مدعی کے گواہ مقبول ہونگے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی واستثنی محشوھا من الاول مسائل منہا ادعیٰ میراثا عن ابیہ لا یستبقہا تاریخا اور اشباہ کے محشیوں نے مستثنیٰ کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنے یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک چیز میں میراث کا دعوی کیا تو میراث اوسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق ہے ہم ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہہ چیز میری ہے مینے اسکو اپنے باپ میراث میں پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے میں ہے تو یہان تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نکی یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون میں نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برھن الوکیل علی وکالتہ وحکم بہا فادعی المطلوب موت الطالب صح الدفع قبض دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر مدیون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعوی کیا یعنی طالب مر گیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنے وکیل اب مطالبہ نہیں کر سکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبض باقی نہیں رہتا طحطاوی نے کہا یہان حکم کہان ہے جو کہیں کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں ہے تو فقط دفع ہے دعوی کا برھن انہ شراہ من ابیہ منذ سنتین وبرھن ذو الید علی موتہ منذ سنتین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اوس نے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہہ ہے کہ مسموع ہوگی ہم استثنا بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قنیہ میں ہی کہ یہی قول صواب ہی کذا فی الطحطاوی وسرہ ان القضاء بالبینۃ عبارۃ عن دفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع لیرتفع باثباتہ بخلاف القتل فانہ من حیث ہو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اوسکا یعنے موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہہ ہی کہ قضا بالبینہ عبارت ہی رفع نزاع سی اور موت اس راہ سی کہ موت ہی محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سی یعنی موت سی کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منعقد ہی موت سی پہلی تو جسوقت کہ موت ہوگی مال اوسکا وارث پائیگا بالخصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں ہم اخیاس میں مذکور ہی کہ محمد نے دونون میں فرق بیان کیا ہے سطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی حق لازم نہیں توضیح اس اجمال کی یہہ ہے کہ قتل متعلق ہی یعنی قصاص یا دیت سی اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخر میں چنانچہ مسئلہ سابقہ میں مذکور ہوچکا اسقاط ہے اوسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہہ نہیں ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق میں پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے نہونگے بواسطہ تضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہان عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسلئے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جسطرح حالت انفراد میں وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون میں درباب ارث تعارض نہوا اوسکے اسقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہان مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی وینفذ القضاء بشہادۃ الزور ظاہرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سی ظاہر اور باطن میں ہم امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعوی کری اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کری تو قضا نافذ ہی ظاہر اور باطن میں کذا فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہہ ہے کہ اگر مثلا مدعی نے ایک عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کری اور عورت سی کہے کہ اپنی ذات اوسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کری اور نفاذ باطن سے مراد یہہ ہی کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عنداللہ حلال ہے اسواسطے کہ رجال غلام ہیں اللہ تعالی کے اور نسا لونڈیان ہیں اور مولی کو ولایت اجبار ثابت ہی اپنے مملوکون کے نکاح میں اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہی زوجین کی ولایت سی اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہی شارع کا اور مامور ہی شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا عقد جدید کا انشا ہی شارع کی جانب سی حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورہم قضا نافذ ہی بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہون کے کذب کو نجانتا ہو ہم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بحر الرائق میں فتح القدیر سی ہی کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ کاقالۃ وطلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاھداک زوجاک قضا بشہادت زور نافذ ہی عقود میں مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ میں

له اور ایک نسخہ میں بعد رضی اللہ عنہ کے لکلام الراجح یعنی بعد ارشاد علی مرتضی رضہ کے اوس عورت کا الخ ۱۲

مانند آنہ ہو اور طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے امام کی دلیل سے تردید ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر
نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اوس پر قائم کیے تو آپ نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین
اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اوس سے کر دیجیے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں میں نکاح
منعقد ہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع کرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اسمیں دونوں کا محفوظ
رہنا تھا زنا سے اور شہود بلا شبہہ کاذب تھے بدلیل قصہ مذکورہ کذا فی الدر اور بیع کی صورت یہہ ہے کہ مشتری نے غیر پر دعوی کیا کہ اوس نے اس لونڈی کو
اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہہ حکم نافذ ہے باطن میں بھی
امام کے نزدیک اور اوسکو اوسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعوی کیا اور اوس پر شہود زور قائم کیے اور
قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اوسکی وطی ظاہرا اور باطنا حلال نہیں
زوج ثانی کو ظاہرا اور باطنا وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقة الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اوسکو طلاق نہیں دی اسیطرح کہ زوج ثانی اور شاہدین
حقیقت حال جانتا ہو اسطرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیریہ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اوس واسطے کہ حرام محض یعنے شہادت کاذبہ کیونکر سبب
ہو گی حلت کا تو اسکا جواب یہہ ہے کہ ہمنے حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھیرایا بلکہ قاضی نے بسبب اوس حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے
نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنے درصورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اوس واسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہے
شہادت پر اور اوسکے نزدیک شہادت حق ہے بنا بر عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذا فی العطایا
وما یشہد بہ بتصرف اور امام کی قوی تر دلیل تحریم القضا سے یہہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے کاروں سے تو نافذ ہو ظاہرا اور باطن میں تعلیق تفریق
بامر اللہ تعالی بالنفاق ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہے حق تعالی کے جانب سے کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلاثة ظاهرا فقط وعليه الفتوى شرنبلالية
عن البرهان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا بشہادت زور سو فقط ظاہر میں نافذ ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان یعنی قضا بشہادت زور ظاہر میں نافذ ہو گی اور باطن
میں نہیں اوس واسطے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت تھی نہ باطن میں تو قضا بھی اسیطرح فقط ظاہر میں نافذ ہو گی باطن میں نہیں اسیواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کہستانی میں حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر
فتوی ہے اور بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ قوی ہے کذا فی العطایا ولا في الاملاك المرسلة اي المطلقة عن ذكر سبب الملك فظاهرا فقط بما قلنا لانه
فقط لا حسبا بحوا قضاء املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جو ذکر سبب سے مطلق ہیں فقط ظاہر میں نافذ ہو گی بالاجماع بسبب تزاحم اسباب کے ہم یعنی املاک مرسلہ عقود و فسوخ کے خلاف ہیں کہ انہیں ظاہر ہی میں
قضا نافذ ہو وجہ یہہ ہے کہ انشاء نکاح میں نکاح مقدم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اوس سے کر دیا یا تم دونوں میں نکاح کا حکم کیا
قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اوس واسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب ضرور ہے اور بعض سبب اولی نہیں بعض سے بسبب تزاحم
اسباب ملک تو یہاں اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہیں بطریق اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ نہوئی تو مقضی لہ کو وطی اور اکل وغیرہ حلال نہیں اور
مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں کریگا تو لوگ اوسکی نسبت فسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی من الولوالجیة حتى لو
ذكر سببا معينا فعلى الخلاف ان كان سببا يمكن انشاؤه تو اگر املاک میں سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہو گا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو
جسکا انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ہے یعنی اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری مملوک ہے بسبب بیع کے اور شہادت کاذبہ اوس پر قائم کی اور
قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہو گی ظاہرا اور باطنا اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی میں نافذ ہو گی نہ باطن میں والا فلا ینفذ
اتفاقا کالارث اور اگر ایسا سبب ہی نے مذکور نہیں کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن میں کذا فی الطحطاوی نافذ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے
جیسا کہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہے لیکن ایسا سبب نہیں ہے جسکو قاضی انشا کر سکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اوس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا
ہو سکے طحطاوی نے کہا بدائع میں ہے کہ میراث اور مطلق ملک دعوی میں برابر ہے اور یہی قول کہ ہم کہتے ہیں ولا ینبغی لو كانت المرأة محرمة بحج او

او رِدَّۃٍ وَکالو عَلِمَ القاضی بکذب الشہود حیث لاینفذ اصلاً کالقضاء بالیمین الکاذبۃ زیلعی ونکاح الفتح اور چنانچہ اگر عورت محرمہ یعنی کسی
پر حرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہما کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہون کی دروغگوئی سے واقف ہوجاوے کہ وہان ہرگز قضا نافذ نہو گی جہوٹی قسم کی قضا
کے مانند کذا فی الزیلعی ونکاح فتح القدیر ہم بہتر یہہ تہا کہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا ارث کے ساتہہ تمثیل نہ دیتا کیونکہ ان دونو
صورتون مین اصلا قضا نافذ نہین نہ ظاہر مین نہ باطن مین بخلاف ارث کے کہ اسمین فقط باطن مین نافذ نہین یمین کاذبہ کی یہہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ
زوج نے اسکو مطلقہ کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اوسکا منکر ہے تو قاضی نے اوسکو قسم دی اور اوسنے قسم کہائی انکار پر اور عورت جانتی ہے کہ بلاشبہہ
طلاق واقع ہوئی تو اوسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہین اور نہ اوسکی میراث لینا اوسکو درست ہے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اوسکی وطی حلال نہین
اجماعاً کذا فی الطحطاوی وطی اوسواسطے حلال نہین کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمین کاذبہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف
رأیہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لاینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع ووقایہ وملتقی وقیل بالنفاذ یفتی
قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا مین برخلاف اپنی رای کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال تو نافذ نہوگا مطلقا بہول کر نہ عمدا صاحبین اور
ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایہ وفی الملتقی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری مین کافی سے فتوی
منقول ہے کذا فی الطحطاوی ہم یہہ مسئلہ عنقریب شرح مذکور ہوچکا وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتہدا کالحنفیۃ زماننا بخلاف
مذہبہ عامدا لاینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہین جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب
اوس نے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجہکر تو حکم مذکور نافذ نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح اپنا مذہب بہولکر حکم نافذ نہوگا صاحبین کے نزدیک
یعنی حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی ابو یوسف محمد وغیرہما امام کے شاگردون کے قول پر حکم کرے
تو یہہ حکم خلاف مذہب نہین ہے چنانچہ درر مین ہے یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ قاضی کو حکم بمذہب امام کی تقیید نہ واقع ہوئی ہو والا وہ معزول ٹہیریگا کذا
فی الطحطاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلاخلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے
ساتہہ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے مین تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلاخلاف مقید ہوگی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام الشرنبلالی
وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت سہ ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ ما صح اصلا کتسطر اور البتہ مینے متغیر کردیا وہبانیہ
کی بیت کو سو یون کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو ہرگز صحیح نہین نہ عامدانہ ساہیا اسکو لکہہ کہنا چاہیئے قلت واما امر الامیر فمتی صادف
فصلا مجتہدا فیہ نفذ امرہ کما قدمناہ عن سیر التاتارخانیۃ وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور امیر کا حکم تو جب کہ فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا
نافذ ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو مقدم کرکیا ہے کتاب السیر تاتارخانیہ وغیرہا سے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے لایقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی
بہ بحر اتہ حکم دیا جاوے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اوسکے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور منفعت سکے واسطے حکم دینا صحیح نہین بلکہ حکم نافذ ہی نہین بر قول
مفتی بہ کذا فی البحر ہم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا
اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح جو ابوداود مین مروی ہے کہ جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کرکے بہیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب تیری سامنے دو لون خصم بیٹہین تو حکم نکیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اسکو احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے بہی
روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا حکم کا مانع ہے اور یہہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونیسے یا اوسکے نایب کے غائب
ہونے سے اور ہو اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اس پر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن سے اوسکا شہادت سے اور اوسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے
معلوم نہین ہوسکتا کذا فی فتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہین
مگر اوسکے نائب کے حضور مین نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور اوسکا وصی اور متولی وقف کا خواہ

سلہ ... [illegible]

وکیل صورت اور دعویٰ کا ہو وہ اوس حکم کے واسطے اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی ہو اور اوسنے کسیکو وکیل مقرر کیا تا اوسپر حکم ہو قضیہ میں جو اسنے
بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور موکل اوسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا صورت پر اقامت بینہ ہوئی سو وہ مرگیا اور اوسکا وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر
اقامت بینہ ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا سو یہ مذکورین پر اوسپر حکم ہوگا جو حاضر ہے اسلئے کہ وہ وصی ہے تو وہ وصی مراد ہے جو میت کے
طرف سے ہوتا ہے جسکے طرف سے وصیت اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہو کہ یہ سب حکما ہے افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی
الغائب والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرۃ وکیلہ وبحضرۃ وصیہ احکام
الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے یہہ فائدہ جتایا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل
میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو وکذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف سلم الحصر فان
احد الورثۃ کذلک ینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین واجنبی مدع مال یتیم وبعض الموقوف علیہم ای لو الوقف
ثابتا کما مر فی بابہ اور مصنف نے کاف تمثیل سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنے نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف میں منحصر نہیں اسواسطے کہ ایک
وارث تمام وارثوں میں سے اسیطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہوجاتا ہے دوسرے شریک کیطرف
اور اسی طرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ میں یتیم کا مال ہے خصم ہوجاتا ہے یتیم کے جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے ان میں سے ایکدوسرے کا نائب ہوجاتا ہے یعنی اگر
وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف میں مذکور ہو چکا او ما ثبتہ شرعا کوصی نصبہ القاضی خرج المسخر کما سیجئ یا قضا جائز ہے غائب پر اوسکے
شرعا نائب کے سامنے جیسے نائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اوسکا ذکر آویگا ہم مسخر وہ ہے کہ قاضی
ایک وکیل قائم کرے غائب کیطرف سے تا وہ مدعی کا دعویٰ سنے کذا فی البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالۃ فلو تصرفی
امۃ ثم ادعی ان مولاھا زوجھا من فلان الغائب واراد ردھا بعیب لزواج لم یقبل لاحتمال انہ طلقھا او زال العیب او مما لا یدعی
علی الحاضر یا قضا جائز ہے نائب پر اوسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعویٰ کیا جاوے نائب پر وہ لا محالہ بلا احتمال سبب ہے اوس دعویکا جو شخص حاضر پر دعویٰ کیا
جاوے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خرید کی پھر لونڈی کے مالک پر یہہ دعویٰ کیا کہ اوس نے لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو
پھیر دے اسکو عیب ہونے کے سبب سے تو دعویٰ اوسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا فی [illegible] ابن کمال
ہم شارح نے یہہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کر کے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنے تزویج غائب پر دعویٰ
الموت کا سبب قطعی نہیں انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرھن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب
فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب الملکیۃ
لا محالۃ مثال سبب لا محالہ کی چنانچہ دعویٰ کیا اوس گھر کا جو ایک مرد کے قبضہ میں ہے اور مدعی قابض پر اسبات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اوس گھر کو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہوجاویگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ
خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قطعا [illegible] اس صورت میں ادعا علی الغائب یعنی شراء وارث سبب ہے ادعا علی الحاضر کا یعنے مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے
خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنے بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکمل ولہ صور کثیرۃ ذکر منھا فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب کی نیابت
حکمی کی بہت صورتیں ہیں اون میں سے مجتبی میں انتیس صورتیں مذکور ہیں ہم از انجملہ یہہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اوسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے
اور یہہ شخص حاضر اوسکا ضامن ہے باوجود اوسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہا تو غائب پر حکم نہوگا اور از انجملہ
یہہ ہے کہ مدعی نے دعویٰ کیا حاضر پر کہ تونے خرید کیا یہہ گھر فلانے غائب سے [illegible] اور میں اوسکا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اوسکی
خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اوسکے خرید کرنیکا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور از انجملہ مسئلہ [illegible] ہے اور از انجملہ اثبات حق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو

شایح ذکر کریگا کذا فی الطحطاوی عن السیر عن المجتبی ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطا لما یدعیه علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید و برھن علی التطلیق بغیبۃ زید لا یقبل فی الاصح اذا کان فیہ ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا علق طلاق امرأتہ بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوی کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جب کہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے کیونکہ زید کا کچھہ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونیمین ہم قضانی الشرطین اختلاف مشائخ ہی اور صحیح یہہ ہے کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت مسبب کے تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت مشروط کے تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا فی صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات العتق علی الغائب ان یدعی المشھود علیہ ان الشاھد عبد فلان فیبرھن المدعی ان مالکہ الغائب اعتقہ تقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے حیلون مین سے ایک حیلہ یہہ ہے کہ مشہود علیہ یعنی مدعا علیہ یہہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اوسکے مالک غائب نے اوسکو آزاد کر دیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلۃ الکفالۃ بمھرھا معلقۃ بطلاقھا اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کی مہر کی کفالت کا معلق بطلاق عورت ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تونے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیری مہر کا ضامن ہون جو زوج پر ہے سو اوس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو اوسنے طلاق پر گواہ قائم کئے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کیواسطے جامع الفصولین مین ہے کہ باوجود اسکے اگر قاضی اسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے ودعوی کفالتہ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تونے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین نفقہ عدت کا ضامن ہون سو اوس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کئے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان لا یزنی فحیلتہ ما فی دعوی البزازیۃ ادعی علیھا ان زوجھا الغائب طلقھا وانقضت عدتھا وتزوجھا فاقرت بزوجیۃ الغائب وانکرت طلاقہ فبرھن علیھا بالطلاق یقضی علیھا انھا زوجۃ الحاضر ولا یحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص ارادہ کرے کہ زنا نکرے تو اوسکا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہے کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اوسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اوس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اوسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادۂ شہادت کی حاجت نہوگی جب کہ شخص غائب حاضر ہوگا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر یہہ دعوی درست ہے تو اسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بیموقع ہے اور طرز بیان شارح اسکا موہم ہے کہ دعوی دروغ میں بھی یہہ حیلہ جاری ہے اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ برہان طلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونون مین تلازم نہین سو اگر یہہ مراد ہو کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو اب ظاہر ہے انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظھر الروایتین عن اصحابنا ذکرہ منلا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین مین بیان کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفعت کیواسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب مین بحر الرائق مین ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کی نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگون نے دہوکہ کھایا ہے یعنی وہ عام سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب

میں قضاء علی الغائب جائز ہے مراد یہی ہے جسکے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر ایسے فتوی اور اس قاضی کے حق میں ہے جسکے نزدیک قضاء علی الغائب جائز ہو اس لئے
کہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ قضاء علی الغائب جائز نہیں چنانچہ مشائخ نے شرح آداب القاضی میں ذکر کیا ہے اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں ہو سکتا اگر
افتوی نفاذ کا مشعر کے موجود ہے مطلق غائب میں وقیل لا ینفذ ورجحه خیر الرملی فی المنیة والبزازیة وجامع الفتاوی وعلیه الفتوی
اور دوسرا قول یہ ہے کہ قضاء علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو راجح کہا ہے اکثر علماء نے اور منیہ اور بزازیہ اور جامع الفتاوی میں کہا اور اسی
قول پر فتوی ہے ورجح فی الفتح توقفه علی امضاء قاض آخر اور فتح القدیر میں قضاء علی الغائب کی موقوف ہونیکو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کرنے
پر یعنی قضاء علی الغائب اسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اسکو جاری کرے ہم طحطاوی نے کہا بیان شارح اسکا مقتضی ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہو حالانکہ
یہ بعینہ دوسرا قول ہے عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر لا یجوز الا لضرورة وہی فی خمس مسائل اور بحر الرائق میں ہے اور قول
معتمد یہ ہے کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلوں میں ہے ہم مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنے جسکو قاضی سماع دعوے
کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے اشتری بالخیار فتوارى پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی چیز بشرط خیار خریدی سو بائع چھپ گیا یعنی مشتری نے
مدت خیار میں رد مبیع کا قصد کیا اور بائع چھپ گیا ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کیطرف سے وکیل قائم کرے تا اسکو مبیع سپرد کرے صاحب
بحر نے اسمیں دو قول نقل کئے ہیں بلا ترجیح فتغیب المکفول له دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکفول له چھپ گیا اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس
شرط پر کہ اگر اسکو کل حاضر نکرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول له کل غائب ہو گیا اور کفیل نے اسکو نہ پایا یہاں تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال
لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اسنے مکفول له کیطرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا
یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعضی روایات میں ہے کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیوفینه الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہ ہے
کہ مدیون نے قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہو گیا ہم خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حانث ہونے سے ڈرا تو قاضی
غائب کیطرف سے وکیل قائم کرے اور اسکو دین ادا کرے تو حانث نہو خانیہ میں کہا اسی قول پر فتوی ہے شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت
نہیں اگر قاضی کو دین ادا کریگا حانث نہو گا بر قول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ میں ہے اور اگر وہاں قاضی نہو تو حانث ہو گا بقول مفتی بہ کذا فی
الطحطاوی جعل امرها بیدها ان لم تصل نفقتها فتغیبت چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اسکا نفقہ نہ پہنچے سو عورت
چھپ رہی ایسے بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنیکے واسطے الخامسة اذا توارى الخصم فالمتأخرون ان القاضي ينصب
وکیلا فی الکل وہو قول الثانی خانیه پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ جب متخاصم چھپ رہے دار القضاء میں حاضر نہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب چیزوں
میں اور یہ قول ہے ابو یوسف کا کذا فی الخانیه قلت ونقل شارح الوهبانیة عن شرح ادب القاضی انه قول الکل وان القاضی یختم بابه مدة
یراها ثم ینصب له وکیلا اور وہبانیہ کے شارح نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین کا قول ہے اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے
گھر پر مہر کرے جسقدر مدت کہ اسکو مناسب معلوم ہو پھر وکیل قائم کرے ولاية بیع الترکة المستغرقة بالدین للقاضی لا للورثة لعدم ملکهم حیث کان
الدین لغیرهم ولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کے واسطے ہے نہ وارثوں کو بسبب مالک نہونے وارثوں کے جب کہ دین وارثوں کے سوا اوروں کا
ہو ہم مثلا ترکہ ہزار کا اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو اب قاضی اسکو بیچکر ادا دین کریگا نہ اوسکے وارث مگر جب کہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہوں
اور وارثوں کو استخلاص ترکہ کا حق ہے تو اگر وارث استخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دیون سے زبردستی قبول کرایا جاویگا اور اگر وارث
کہیں کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر نکریں تو قاضی کو بیع ترکہ میں اختیار ہے کذا فی الطحطاوی ویقرض القاضی مال الوقف والغائب واللقطة
والیتیم من ملیء مؤتمن حیث لا وصی ولا من یقبله مضاربة ولا مستغلا یشتریه قاضی قرض دیگا مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ
اور مال یتیم کا مالدار امانتدار کو جب کہ یتیم کا کوئی وصی نہو اور نہ کوئی شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے

ہم قاضی بسبب کثرت اشغال کے بذاتِ خود اموالِ مذکورہ کی حفاظت نہیں کرسکتا لہذا مستحب ہے کہ بطریق قرض کے دیدے کیونکہ قرض میں تاوان ذمہ ہوتا ہے اور ودیعت میں اور قاضی
کو مناسب ہے کہ قرض لینے والون کا حال دریافت کرے تا اگر کسیکا حال پریشان دیکھے تو اوس سے مال کر لیوے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ آخذ اور قرض کا ذمہ ہو مگر غنی ہے
نہ محتاج ہے ولہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو یہہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لیوے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا
شرع ہے چنانچہ قنیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہے جسمین آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کمانیوالا ۱۲ کاسب وله اخذ المال من اب
مبذر ووضعه عند عدل قنية اور قاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اوسکو کسی معتبر مرد عادل کے پاس کذا فی القنیہ یعنی اسواسطے
کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے ویکتب الصك نذکر بالحفظه اور تمسک لکھوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینیوالے سے بطریق احتیاط کے تا قرض یاد رہے ہم حموی نے
کہا صک عبارت ہے مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی معرب ہے لا الاقرض لاب ولو قاضیا لانه لا یقضی لولده نہ قرض دیوے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ
باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہیں کرسکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم یعنے اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہو گی اور اوسکی سماعت
اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہیں تو جواز اقراض کی علت منتفی ہو گئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی و
لا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزهم عن التحصيل بخلاف القاضی اور نہ قرض دے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دے سو اگر
باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اون پر لازم ہوگا بسبب اونکے عاجز ہونیکے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر
ہے شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اوس مشہور روایت کا کہ باپکو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اوسکی قاضی کی ولایت سے
عام تر ہے اسواسطے کہ نفس و مال میں دونون کی ولایت یکسان ہے مگر مزید شفقت میں باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہر باپ اوسکو قرض دیگا جو لیکر
منکر ہو جاوے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ جواز قرض اور عدم قرض میں قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہیں بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے
بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو پھیر لینے پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہون کو نپاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم
اور دانست پر حکم کریگا یا مال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضهم للضرورة کحرق و نهب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے
اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنی ہے بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی یا غارتگری کا خوف ہو تو ایسی ضرورت میں بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر ومتی جاز
للملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو اوسوقت میں قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم یعنے جب کہ بعد تعریف کے
ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اوسوقت اوسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے ولو قضی بالجور فالغرم عليه في ماله ان
متعمدا واقر به ای العمد ولو خطأ فالغرم علی المقضی له درر اور اگر قاضی نے عمدا بطور جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اوسکے ذاتی مال میں اگر
بقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا بقصد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی له پر ہے [illegible] کے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر ہم حکم قاضی جب کہ خلاف حق واقع
ہو تو دو وجہ سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہہ کہ حق اللہ میں ہو دوسری صورت یہہ کہ حق العباد میں ہو تو اگر حق العباد میں ہو اور
رد ممکن ہو اسطرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم ہو اور پھر خطا ثابت ہو جسطرح کہ گواہ غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے
غلام مالک کو دے اور عورت اوسکے زوج کو اور مال ضامن کو اور اگر خطا ایسی ہو کہ جسکا پھیرنا ممکن نہیں اسطرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفا قصاص ہو چکا
تو مقضی له کو قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی له کے مال میں خون بہا واجب ہوگا یہہ سب کچھہ اس صورت میں ہے جب کہ قاضی کی خطا
بینہ یا مقضی له کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہہ مقضی له کے حق میں ظاہر نہوگا جبتک یہہ حکم کو مقضی له کے حق میں باطل
نکرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار
یا محدود فی القذف ہیں تو تاوان اوسکا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عمدا ظلم کیا حکم میں اور اسکا اقرار کیا تو اوسکے مال میں تاوان ہوگا بسبب وجوہ
مذکورہ اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصا وفی المنح یعزر [illegible] السراج قال محمد لو قال

قاضی اگر حکم میں خطا کرے

لتعمدت الجور انعزل عن القضاء وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ وارتشی ردت قضایاہ وشہادتہ اور ینابیع النفائس میں ہے کہ اگر کوئی منصب
رکھے پر ... کہا کہ اگر قاضی نے کہا کہ میں نے عمدا ظلم کیا تو معزول ہو جائیگا قضا سے اور امام ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اسکے فیصلے
اور گواہی مردود ہو۔ **فروع** مسائل متفرقہ شرح کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہے یعنی حکم قاضی مظہر
ہے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اوسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں ہے یہ مضمرات میں ہے جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو
اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم شہادت کاذب کذا فی البحر الرائق ویتخصص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع
الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماع دعوی کا
پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہوگا اور ظہیریہ کی مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایکدن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے
اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصومت استثنا کرے جیسے یوں کہے کہ فلاں مقدمہ میں فیصل نکر تو صحیح ہے کذا فی البحر الرائق قلت فلا تسمع الآن بعدہا
الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ میں کہتا ہوں تو اب بعد امر سلطان کے دعوی سنا جائیگا پندرہ
برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی مسموع ہوگی اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے
تو اسکو یاد رکھنا چاہئے۔ مترجم حموی نے اپنے استاد ذیمی متعارسی نقل کیا کہ سلاطین جیسے سلاطین روم اب اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ
دعوی نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوای وقف اور ارث کے انتہی اور یہ نہی قطع حیل اور دفع تزویر کے واسطے ہے اور یہ جو روایت تیس برس یا
چھتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی میں ہے درباب عدم سماع سو یہ روایت قبل صدور نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفل اور دیوانگی اور
غیبت کذا فی البحر الرائق ومختصر امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف
الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک او سخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا ہو نافذ
ہو جب تک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کے پانچویں قاعدہ اور فوائد شتی میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیوں کو شاہدوں کی قسم
لینے کا حکم کیا تو عالموں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے وہ امر نکروائیے جس سے آپکا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا
غضب یعنی اگر تیری اطاعت کریں تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہے صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ امام کی طاعت غیر معصیت میں
واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا پھر قنیہ سے جواز تحلیف منقول ہے یعنی شاہدوں سے قسم لینا جائز ہے مفتی الجن
سو دینے کہا کہ یہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اسطرح پر کہ وہ صاحب رای ہو یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب الرای نہو تو
تحلیف نہیں جائز ہے کذا فی البحر الرائق وقضاء الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضی مولی من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اوسکا قاضی
کیطرف جائز ہے اگر سلطان کی طرف سے قاضی معین نہو باشا امیر کو کہتے ہیں روم میں باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح منفذ ہے اور
چنانچہ ادب القضاء میں ہے کذا فی البحر الرائق والمحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرناہا فی شرح الکنز یعنی البحر اور محکم یعنی پنچ قاضی کی شبہ
ہے مگر چودہ مسئلوں میں جنکو ہم نے ذکر کیا ہے شرح کنز یعنی بحر الرائق میں ہم بحر الرائق میں سترہ مسئلے مذکور ہیں اسطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے تو فیصلہ
میں پھر اوسکا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر اوسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور تحکیم پر قاضی ضمین منع ہے اور تحکیم کی تعلیق
اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حد اور قصاص اور دیت میں بقول صحیح جائز نہیں اور فسخ یمین مضافت میں جواز تحکیم کا فتوی
نہ دیا جاوے اگرچہ قول صحیح میں وہ نافذ ہو اور محکم کا حکم غائب کی طرف متعدی نہیں ہوتا اگر وہ حاشیہ الغائب سبب ہو واسطے الحاضر کا مگر ایک مسئلہ میں اور جائز
نہیں مکتوب محکم کا قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب اوسکی طرف جائز نہیں اور محکم حکم کرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونوں خصم راضی ہوں اور اگر
محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا پنچایت سے سو اگر بعد ارتداد کے پھر اسلام قبول کر لیگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول کرے تو قاضی

اور دوسری پہچوا دسکا قبول کرنا درست ہی اور پنچ کا حکم ایک وارث سی باقی وارثون کے طرف نہین سرایت کرتا اور محکم کا حکم تقیید یا عیب کے باب سے
طرف نہین ہوتا مگر جب کہ وہ تحکیم سے راضی ہوا اور اگر محکم نے وکیل پر عیب بیع کا حکم کیا تو اوسکا حکم موکل کیطرف نہین متعدی ہوتا اور محکم اوسکا بیٹے کے
وصی پر نافذ نہین جسمین صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مقید نہین بلکہ اوسکو حکم جایز ہے جسمین بلا دین یعنی بعد رضای تحاصین اور اگر محکم تین
اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سو ایک گواہ کہتا ہے کہ اوسکو خصومت مین وکیل کیا ہے فلانے فقیہ کیطرف اور دوسر شاہد کہتا ہے کہ دوسر
فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جایز نہین اور محکم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضیکے جمیع مسائل مذکورہ مین جلپی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم
انتہی ملخصا اور منجملہ مسائل مذکورہ یہہ ہے کہ لعان بین الزوجین مین محکم کا حکم جایز نہین چنانچہ برجندی مین ہے کذا فی الحطاوی وفی الفصل الاول من
جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یأثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور
معزول کیا جاتا اور تعزیر دیجاتی وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلث لریبۃ ولرجاء صلح قارب واذا
استمہل المدعی اور اشباہ مین ہے کہ جایز نہین قاضیکو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سی تاخیر جایز ہی شک اور شبہ
کی سبب سے اور امید صلح اقارب سی اور جب کہ مدعی مہلت چاہے ہم اشتباہ یہہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ پڑی چنانچہ اسطرح کہ تین گواہون نے قاضی کے
پاس ایک مقدمہ مین گواہی دی اور ہنوز اونکی گواہی کے بموجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ اونمین سے بولا استغفر اللہ مینے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہہ
کلام سنا مگر یہہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کسنے یہہ کلام کیا سو قاضی نے اونکو اور انسے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر
حکم نکرے اور لسان الحکام مین ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہے کہ اونکو تھوڑا ٹالے اور جلدی حکم نہ دے شاید
وہ باہم صلح کرلین اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے بھائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم امید صلح اقارب مین محصور
نہین بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینہ کا مورث ہی تو حتی الامکان اس سی احتراز کرنا چاہیے اور یہہ مخالف نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ
قضا فی الفور صورت پر محمول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا موید وہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہے کہ جب قاضی کو رضای خصمین کی
توقع ہو تو اونکے رد کرنے مین کچھہ مضایقہ نہین اور دونون مین حکم جاری نکرے شاید صلح کرلین اور اونکو دو بار سے زیادہ رد نکرے اور اگر توقع صلح نہو
تو حکم جاری کردے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سی تاخیر حکم جایز ہی ویسے ہی استمہال مدعا علیہ سی جب کہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو
نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر قضا جایز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر کے فتوے پر اعتماد نکرے اور دوسری شہر کے علما سی فتوی دریافت
کرے تو تاخیر قضا سی گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین ہے کذا فی الحطاوی لا یصح رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاءہ او بخلاف مذہبہ
اور قاضی کو اپنے حکم سی پھر جانا یعنی اوسپر عمل نکرنا اور اوسکو باطل کردینا جایز نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہوگئی
یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا اما اپنی علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہو گیا کہ اوسکا علم وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسری شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار
کیا اور دونون وہان سی غایب ہوگئی پھر دو شخص سنے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سی کہ یہہ شخص وہی معترف ہی پھر معلوم ہوا
کہ یہہ اوسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جایز ہے بلکہ واجب ہی اور ظہور خطا کی یہہ صورت ہی کہ مثلا حنفی المذہب نے متاع محتمل القسمہ کی صحت ہبہ کا
حکم دیا پھر اوسکو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمدا یا سہوا سابق بتفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر مین ہے کہ امام کے نزدیک قاضیکو اپنے علم پر
حکم کرنا جایز ہے اس شرط سی کہ جانتا ہو اپنے عہدۂ قضا کی وقت اوس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہے اوس حق کا علم جو حد خالص للہ نہین چنانچہ قرض یا غصب
یا طلاق قبل عہدہ حد قذف اور اگر قبل عہدۂ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اوسکے سامنے آوے یا اپنی حالت قضا مین جان چکا
غیر شہر مین پھر اوس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اوسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اوسی شہر مین قاضی ہے پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال
سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نکرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بالعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصرا فصل

شرط القضاء بالعلم

لقاضی حکم فلو زوج الیتیمة من نفسه او ابنه لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر وصی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کر دے تو جائز نہیں
ہم قول سے مراد وہ ہو جو تیسرے سے صادر ہو یا لمحیط میں یہ حکم نکاح مذکور ہے اسواسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مگر جب کہ حکم نہیں ہوا تو جائز ہوا کیونکہ قاضی کو
اپنی ذات کیواسطے یا بیٹے وغیرہ کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں ہے پہلی یہ کہ اشباہ میں قبول القاضی حکم ہے
تب یہ ہے کذا فی المحیط و الا ادب الولی القاضی تزویجها کان کیلا ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل
ہو قاضی بحیثیت وکیل کے ہوا تو فعل ترویج حکم ہوگا تو اگر اوسکے عقد کا مرافعہ دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف ہو تو اوسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی المحیط و فی
ما الاستاذ و اذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان لہ اعطاء غیرہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو بائز اکو وقف سے تو دوسرے
قاضی کو اوسکے سوا اور فقیر کو دینا جائز ہے ہم اس مسئلہ میں قید یہ ہے کہ کاتب نے ضیکے واسطے ماہانہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر قرابت دار کے واسطے حکم کر دیا
والا فیسے آئی کو نقض اوسکا جائز ہوگا کذا فی المحیط و امر القاضی حکم الا فی مسئلة الوقف المذکورة کما مر بقوله فلو صرف لغیرہ حتی لو قاضی
ہے کہ اشباہ میں مسئلہ وقف میں جو مذکور ہو چکا ہے اور اوسکا مبنی ہے تو اگر اوسکے سوا اور کسیکی طرف صرف کرے تو صحیح ہے ہم مسئلہ قاضی کا یوں کہنا کہ عاقلہ پر واجب
مال سکے بعد کہ گواہ شکو تسلیم کرا دین اور اگر تو جب حکم سے آسکا تبین تمام ہوا اور برا ایسی صورت ہے کہ وقف کیا فقراء پر پھر نصیب قرابتدار واقف کے محتاج ہو گئے
سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقف میں سے ان کو دیا جائے تو یہ امر بمنزلہ فتوی کے ہے یہان تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے کہ اسکو دوسرے فقیر کی طرف صرف کرے تو
صحیح ہے القاضی یحلف غریم المیت ولو اقر به المریض قاضی قسم دے میت کے دین والیکو اگرچہ مریض نے اوسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت
میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیے اور اگرچہ وارث قسم طلب نہ کرین کذا فی المحیط و لا یقبل قول امین القاضی انه حلف المخدرة الا شاهد
امین قاضی کا یوں کہنا کہ اوسنے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو گواہ وہ دین کہ ہم نے روبرو اسکے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہو جسکو مرد نا محرم
نہ دیکھیں گواہی ہو یا باہر اور وہ عورت جلوہ گاہ و عروسی میں نہیں اور اوسکو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعض بلاد میں عادت ہے تو مخدرہ نہیں کہلائے
گی جموی میں اعتقد علی امر القاضی الذی لیس بشرعی لم یخرج عن العهدة ایسے شخص نے کہ قاضی کے اوس امر پر جو شرعی نہیں ہے اعتماد کیا تو عہدہ سے خارج نہوگا یعنی
بری الذمہ نہوگا انتہے کلام اشباہ ہم مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلان شہر کے فقیروں کو سو دینار خیرات کرے اور وصی دوسرے
شہر میں ہے اور وہاں تک نہیں پہنچ سکے اور موصی کا اوس شہر میں ایک مدیون ہے جسپر ہزار درم ہین تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیروں کو
دے تو مدیون بری الذمہ نہ ہوگا اور مدیون کا دینا تطوع ٹھہریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحاوی و قد افتی علماء
عصرنا الحنفية بمصر بالمبسوط ان السلطان مخالفة شرط الواقف لو غالبه قری و مزارع وانه یعمل بامره وان غایر الشرط بالحطط
اور سابق میں ہم ذکر کر چکے ہین ہمارے علماء حنفیہ مصر نے مبسوط سے فتوی دیا ہے کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہوں اور یہ کہ امر کیا
جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اوسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم منقی ابو السعود نے فتوی دیا کہ ملوک و امراء کے اوقاف میں واقف
کی شرطوں کی رعایت نہیں ہو سکے گی کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی مملوک ہیں یا بیت المال کی طرف راجع ہے اسطرح پر کہ واقف اوسکا فقیر ہے بیت
المال کا جسکی آزادی ثابت نہیں ہے اور جس حکم کا تعلق نہیں ہے کہ اون اراضی میں سے کچھ ہین یا انمین کی ملک ثابت نہیں اور اگر اونکی ملکیت ثابت ہو تو شرط کی
مخالفت صحیح نہیں کذا فی الطحاوی تحت التعرف قلت ولیجاب عنه آفندی بانه من کان فی الوقف سعة ولم یقصر فی اداء ما حل منه لا یلزم فتنة
مین کہتا ہوں اور مفتی آفندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں گنجایش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی
خدمت کے ادا کرنے میں قصور نہ کرے تو ممنوع نہیں ہے اور اوسکو وظیفہ لینا حرام نہیں ہوگا اور مناسب یہ بھی ہے کہ یہ امر محمول ہے جبکہ وقف واقف کا ملک نہو
یا جو اس اعتبار پر ہو کہ کچھ لیتی وقف ظاہر امر دلیل ہے کہ اصل اوسکی بیت المال سے ہے کذا فی الطحاوی وفی الوهبانية یحبس لولد الای
الصغیر حتی یوفیه او یظهر فقر الصغیر قلت لکن قدم شارحها عن قاضیخان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الحبس سواء فلیتامل فیه

هٰذا قاله الشرنبلالی اور وہبانیہ مین ہے محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین مین یہان تک کہ اوسکو اگر یہ صغیر کی محتاجی ظاہر کرے مین کہتا ہون لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی عبد البر نے مقدمہ مین ذکر کیا ہے قاضی خان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس ہونیمین برابر ہین تو غور کرنا چاہیے ولی کی نفی حبس کو یہان یہہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اوسکا اسکو محبوس ہوگا اھ خلاصہ مین ہے کہ صغیر محجور علیہ محبوس نہین کیا جاتا دین استہلاک کے ولیکن اوسکا باپ یا وصی حبس کیا جاتا ہے اور ظاہر اوجہ توفیق بین القولین یہہ ہے کہ قاضیخان کا کلام صغیر ماذون مین اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر محجور علیہ مین ہے چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی قال ولیس للقاضی البیع مع وجود اب او وصی ہی فائدہ حسنۃ قلت وفی القنیۃ ومتی باعا فللقاضی نقضہ لو اصلح کما نظم الشارح فضمنتہ لکن مغیرا لبعضہ فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہین با وجود باپ یا وصی کے اور یہہ خوب فائدہ ہے مین کہتا ہون اور یہہ مسئلہ قنیہ مین ہے اور جب کہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اوسکا توڑنا جائز ہے اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہے سو مین نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدلکر سو یون کہا ہے وینقض بیع من اب او وصیہ ولو مصلحا والاصلح النقض ینظر اور توڑی جائے بیع باپ یا اوسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہو یہہ حکم مسطور ہے کتب مذہب مین منہ ویحبس فی دین علی الطفل والد ووصی وللتادیب بعض یصور اور حبس کیا جائے طفل صغیر کے دین مین باپ اور وصی اور تادیب کے واسطے بعض علما حبس صغیر کی بھی صورت بتاتے ہین یعنی بعضون کے نزدیک حبس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہے تاکہ وہ ڈھیٹ نہو جائے وفی الدین لم یحبس اب ولا مکاتب وعبد لمولاہ کعکس فمعسر اور صغیر کے دین مین باپ محبوس نہین ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب لڑکے کے دین کے واسطے اور نہ غلام لڑکے کے دین مین اور نہ مولی غلام کے دین مین اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہے نعم لو العبد مدیونا یحبس المولی بدینہ لانہ للغرماء ہان اگر غلام پر غیر شخص کا تو سو سے محبوس ہوگا اوسکے دین مین اسواسطے کہ کسب غلام کا اب صاحب دیون کا حق ہے یعنی حبس مولی اسواسطے ہے تاکہ اونکو وہ دیون حاصل ہو جاوین جو غلام پر ہین کذا فی الطحطاوی وکذا یحبس بدین مکاتبہ الا فیما کان من جنس الکتابۃ اور اسیطرح مولے محبوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین مین مگر اوس دین مین محبوس نہین ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلا دس من گیہون ہین اور کتابت ہوئی مثلا دس درم پر تو اس صورت مین بدل کتابت مغائر ہے دین کی تو مولے محبوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہون پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے ٹھیرا تو محبوس نہوگا فقے عتاق الوہبانیۃ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا بمکاتبہ والعبد فیہا مخیر سو وہبانیہ کی کتاب العتاق مین ہے اور غیر جنس حق مین محبوس کرے مولے کو مکاتب اوسکا اور غلام کتابت مین مختار ہے یعنی چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کر دے بدون رضامندی مولے کے کذا فی الطحطاوی وفی حجر ہا ویحبس ذو الکتب للصالح الحجر علی الدین اذ بالکتب فاہو معسر اور وہبانیہ کی کتاب الحجر مین ہے اور صحیح کتابون والا کاتب محبوس ہوگا دین اسواسطے کہ بسبب کتابون کے وہ مفلس نہین ہے قنیہ مین ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اوسکے پاس کتابین ہین تو وہ درحق قضاء دین مقدور والا ہے تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ وجوب زکوۃ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

یہہ باب ہے تحکیم مین یعنی پنچ مقرر کرنے مین تحکیم بھی قضا کی فروع سے ہے اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکم دینے مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہے جسنے اسکو پنچ ٹھیرایا اور پنچایت حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ انہون نے کہا یارسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز مین تو میرے پاس آتے ہین سو مین اونمین حکم کر دیتا ہون تو مجھسے دونون فریقین راضی ہو جاتے ہین تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہہ کیا خوب ہے روا النسائی کذا فی الفتح ہو لغۃ جعل الحکم فیما لک لغیرک اور تحکیم لغت مین عبارت ہے اس سے کہ تو اپنے مال مین غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما اور تحکیم عرف مین عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونون مین حکم کرے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہے یا مخاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھہ قبول کر لینے دوسرے کے یعنی محکم کے اسکو مثلا یعنی متخاصمین ایک مرد سے کہین کہ ہمنے تجھکو حکم مقرر کیا تا تو ہم مین حکم کرے اور وہ اسکو قبول کرے اور مانند اوسکے یہہ ہے کہ محکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور متخاصمین

انکو قبول کرلیں محیط میں ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کریں سو وہ قبول نکرے تو اوسکا حکم کرنا جائز نہیں مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطہ من جہۃ المحکم بالکسر العقل لا الحریۃ والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم بکسر کاف یعنی پنچ مقرر کرنے والے کیطرف سے عقل ہے آزاد ہونا اور مسلمان ہونا نہیں پس ذمی کی تحکیم ذمی کو صحیح ہے پنچ ہونا ذمی کا مسلمین میں باطل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایۃ وشرطہ من جہۃ المحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما مرّ اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنی پنچ کے طرف سے لیاقت رکھنا اوسکا ہو قضا کیواسطے چنانچہ اسکا ذکر ہوچکا یعنی پنچ کی شرط یہ ہے کہ مسلم بالغ عاقل عادل ہو نا بینا نہو اور گونگا نہو اور تہمتی قذف نہو عالمگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو جیسا کہ نزدیک انکی ہم ظاہر فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ وہیں کو قاضی بنا گناہ ہو واللہ اعلم ویشترط الاھلیۃ المذکورۃ وقتہ ای التحکیم و وقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما فی المقلد بفتح اللام مستند تا بجلاف الشہادۃ اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کی وقت اور حکم کرنیکے وقت سب حالتوں میں تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہوجاوے یا صغیر کو پھر وہ بالغ ہوجاوے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہوجاوے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی میں بخلاف شہادت کے یعنی شہادت میں فقط ادائے شہادت کی اہلیت شرط ہے تحمل شہادت کیوقت و قد مثاثہ لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح ذکرہ سعدی اور ظاہر ہے البحر ابتغی اور جیسے ہم نے ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جاوے پھر وہ آزاد ہوجاوے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی آفندی نے اس قول کو صحت کیطرف نسبت کیا ہے طحطاوی نے نہایہ سے نقل کیا ہے اور ظاہر ہے رایہ صحیح ہے حکما رجلا فعلو اذا لوحکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا للجہالۃ فحکم بینہما ببینۃ او اقرار او نکول ورضیا بحکمہ صح لو فی غیر حد و قود و دیۃ علی عاقلۃ متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سوا وس نے دونوں میں حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونوں اوسکے حکم سے راضی ہوگئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر میں حکم کیا ہو تو معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پنچ مقرر کرین اوسکو جو اول مسجد میں داخل ہو تو بالاجماع جائز نہیں بسبب اوسکے مجہول ہونے کے پھر شارح نے جو رضائے متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ لکھے متن کی موافقت اور فتاوی عالمگیری میں صاف مذکور ہے کہ رضای متخاصمین وقت تحکیم مشروط ہے حکم کیوقت نہیں تو اگر شارح رضیا بحکمہ کا عوض رضیا بحکمہ کہتے تو خوب ہوتا کہ کیونکہ شارح ہوجاتی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تحکیم اس امر میں صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد میں صحیح ہے نہ حقوق اللہ میں تو تحکیم اموال طلاق اور عتاق اور نکاح اور قصاص اور ضمان تشبیہ میں جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف میں ملتقط اور قہستانی میں ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے آئینی اور دیت علی العاقلہ میں اسواسطے صحیح نہیں ہے کہ عاقلہ راضی نہیں اوسکے حکم سے اور پنچ کا حکم اوسپر ہے جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی نعم الاصل ان حکم المحکم بمنزلۃ الصلح وھذہ لا یجوز بالصلح فلا یجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ چیزیں حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہیں صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہونگی ویفرح احدھما بنقضہ ای التحکیم بعد وقوعہ کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربۃ وشرکۃ ووکالۃ بلا التماس طالب اور متخاصمین میں سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہو نقض عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت میں بلا التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو ولو حکم لزمہما ولا یبطل حکمہ بعزلہما لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ پھر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اوسکا ماننا لازم ہوگیا اور اوسکا حکم باطل نہیں ہوتا ان دونوں کے معزول کرنے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا یتعدی حکمہ الی غیرہما الا فی مسئلۃ ما لو حکم احد الشریکین وغریمہ رجلا فحکم بینہما والزم الشریک تعدی للشریک الغائب لان حکمہ کالصلح بحر اور متعدی نہیں ہوتا حکم محکم کا متخاصمین کے غیر کیطرف مگر اس مسئلہ میں کہ اگر احد الشریکین اور اوسکے دیون نے ایک مرد کو حکم ٹھیرایا سو وہ دونوں میں حکم کیا اور شریک کو لازم کردیا تو وہ حکم شریک غائب کو متعدی ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ پر متجاوز کا تو ہر شریک صلح سے راضی ہوگا کذا فی الطحطاوی من البحر ولو حکماہ فی عیب مبیع فقضی برد لیس للبائع رد علی بائعہ الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بحکیمہ فتح

تو اگر بائع اور مشتری نے اوسکو حکم مقرر کیا مبیع کے عیب مین سوا اوس نے رد مبیع کا حکم کیا تو جائز نہین بائع کو اوسکا پہیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی
اور مشتری کے راضی ہوجانے سے اوس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلث یفید صحة التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات
رواجع وفسخ الیمین المضافة الی الملک وغیر ذلک پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ تین یعنے حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثنا کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا
جمیع مسائل مختلفہ مجتہدین مین چنانچہ کنایات کے رجعی ہونیکا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ھ از انجملہ یہہ ہے کہ خوشدامن کو شہوت
سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پہر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا کہ وہ دونون مین حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح
ہے کذا فی الطحطاوی ومحصلہ لکن ھذا یعلم ویکتم وظاہر الہدایۃ انہ یجیب بلا یحل فتأمل لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم سمجھے اور چہپا رکہے اور
ظاہر ہدایہ یہہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہین ہے سو تامل کرے ھ یعنے اگر مفتے سے کوئی اس طرح کا سوال کرے جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یون جواب
دے کہ حلال نہین ہے اور اول قول پر مفتے سکوت کرے اور کچہہ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اسواسطے واجب ہے تا عوام الناس ہر مذہب پر دلیر نہو جاوین ق

صح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالة الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت مین
اپنی ولایت کی حالت مین یعنے در صورت بقاء تحکیم متخاصمین ھ یعنے اگر مدعا علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اخراج حق کے واسطے یا مدعی علیہ
شاہد کو فاسق کہے اور محکم اوسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حالت بقاء تحکیم کیونکہ اوسکا اخبار اس حال مین قائم مقام ہے دو شاہدون کی شہادت کے
کذا فی الطحطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء ولایتہ صحیح نہین اوسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہوجانے اوسکی ولایت کے یعنے حکم کے بعد اسکی ولایت باقی
نرہی تو وہ بمنزلہ رعایا کے ہوگیا تو اب اوسکا اخبار بجای شہادت شاہدین نہین ہوسکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح
نہین حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کیواسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہین ھ اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بہائیون
اور چچون اور دادا کی اولاد اور سسر اور داماد کے واسطے اوسکا حکم صحیح ہے جیسے اونکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہما ای القاضی والمحکم
علیہم حیث یصح کالشہادة ھ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے حکما رجلین فلابد
من اجتماعہما علی المحکوم بہ مدعی اور مدعا علیہ نے دو شخصون کو پنچ مقرر کیا تو دونونکا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی ایک رای پر فیصلہ صحیح نہوگا تا وقتیکہ
دونون متفق الرای نہون وتمضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان حکمہ لا یرفع خلافا اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے در صورت
مرافعہ اگر قاضی اسکے مذہب کے موافق ہو اور اگر اوسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہین ھ اسواسطے کہ ولایت محکم مین
قصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اوسکا رافع خلاف ہوگا ولیس لہ للمحکم تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز
نہین محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنے اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہین اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اسکو جائز رکہے تو جائز ہے
مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی وحکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیة اور لزوم وقف پر محکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام
نہین بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہہ خلاف مرتفع نہوگا فلو رفع الی موافق
لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ ولا یمضیہ لانہ لم یقع معتبرا پہر اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اوس قاضی کے طرف جو محکم کے مذہب کے موافق ہے
تو وہ سر نو سے لزوم وقف کا حکم کرے اوسکی شرط کے ساتھہ اور محکم کے حکم کو جاری نکرے کیونکہ وہ معتبر نہین واقع ہوا ھ لزوم وقف کی شرط یہہ ہے کہ صادر
ہو اہل سے اپنے محل مین کذا فی الطحطاوی والحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عدّ فی البحر منہا سبعة عشر منہا لو ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج
للتحکیم بجدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے مگر چند مسائل مین قاضی کے مانند نہین اونمین سے بحر الرائق مین سترہ مسئلہ شمار
کئے ہین از انجملہ یہہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہوجاوے تو معزول ہوگا پہر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہین ہوتا
ومنہا لو رد الشہادة لتہمة فلغیرہ قبولہا اور از انجملہ یہہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لا یلی

الحبس وکرارہ اور لائق تر ہے کہ حکم ستونی حبس ہو اور بیٹی اسکو صریح نہیں کہا ہم نے یہ بحث ہو صاحب بحر کی طحطاوی نے کہا مصدر شہید نے تقریر کی ہے کہ اگر
کو جس کا اختیار ہو وکذا لم ان حکم فتنی لہ الھدایۃ ویتبنی ان لا یحوز ان اھدی الیہ وقت التحکیم اور اسطرح سے نہیں دیکھا ہم نے کہ بدیہ قبول
کرے کا حکم اور لائق ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز ہو اگر منجانب خصم کو ہدیہ دیا ہو تحکیم کے وقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

کا ارادہ بعینہ قولہ والمرأۃ تقضی الخ یہ آیت قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کے طرف ادہ باب ہے خیر خط کا مصنف نے
لعط وغیرہ سے استیناس کیا ارادہ کیا والمرأۃ تقضی الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور احکام میں ہم کتاب بمعنی مکتوب ہو اور غیرہ
عطف ہو کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی احکام آئیں ہیں القاضی یکتب
الی القاضی فی کل حق بہ یفتی استحسانا قاضی کتوب الیہ بھیجا ہو دوسرے قاضی کے طرف ہر ایک حق جس کا فتوی ہو بطریق استحسان کے ہم سمی ہو
اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصا اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نسب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور عاریت
منقول اور غیر منقول سب حقوق میں خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی امام محمد سے اور یہی متاخرین ہیں اور سبکا فتوی ہے بسبب ضرورت کے کذا فی
الی غیر حد وقود للشبہۃ قاضی خط کہو سوائے حد اور قصاص کے بسبب شبہ کے یعنی شبہ بدلیت کی ہے اور اسواسطے کہ حد اور قصاص کی بنا
اسقاط پر ہے اور اوس میں خط پر عمل کرنا اوسکے اثبات کی کوشش ہے کذا فی الدرر ان شہدوا علی خصم حاضر حکم بالشہادۃ وکتب بحکمہ لیحفظ اگر
شاہد گواہی دیں خصم حاضر پر تو قاضی شہادت سے حکم کرے اور اپنے حکم کو کہے تا محفوظ ہے ہم یہ قول مقصود بالذات نہیں بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی
تو طلبہ ہے کذا فی الدرر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بھول نہ جاوے ورنہ تحریر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے حضور خصم یا اوسکے
وکیل سے مگر جب کہ غائب ہو جاوے حکم کے بعد المحکوم منکر ہو تو اوسکے لئے لکھنا چاہیے یا حقدار کا حق ثابت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بناوے کذا فی الزیلعی
کتاب الحکم وہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ہذا فی عرفہم وفی عرفنا کتاب کبیر تضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کی کتاب
وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جسمیں قاضی کا حکم مندرج ہو یہ اصطلاح انہی سلف میں اور ہمارے عرف میں سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جسمیں لوگوں کے مقامات
اور مقدمات لکھی جاوین ہم مترجم کہتا ہوں کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہے جسمیں اوسنے اپنا حکم لکھا ہو خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہ بھیجا اور محضر وہ ہے جو قاضی کے سامنے اجرا
کدر اینی وصف دعوی اور اسامی شہود اور درایم انتقال اور کفایہ میں ہے کہ محضر وہ ہے جسمیں دعوی لکھا گیا قبل جواب دوسرے کے پھر جب اوسنے جواب دیا یا اثبات
ہوئی تو وہ وثیقہ ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب وکتب الشہادۃ
الی قاضی یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وان کان مخالفا لرأی الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ
ویسمی الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نکرے کیونکہ یہ غائب پر حکم ہو اور لکھے گواہی کو اوس قاضی کے طرف جسکی ولایت میں خصم ہو
تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی کو اپنے مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اوسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہ ابتدا حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ
نقل ہے شہادت کی سنے الحقیقۃ یہ اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمیں حکم نہیں لکھا اور قاضی کاتب کا مکتوب ہے کتاب حکمی ہے اور سجل ہم سجل اسواسطے
نہیں کہ اسمیں حکم مندرج نہیں اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بہ وختم عندہم ای عند شہود الطریق اور
قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا اونکو فقط مضمون سے مطلع کرے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر اونکے سامنے ہم شہود طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط
لیجاوین دوسرے قاضی کے پاس اور اونکے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت سے تا ادای شہادت طرفین کے
نزدیک کذا فی الجواہر مقتضی یہ ہے کہ اگر خط شہود کے ہاتھ میں ہو تو مہر شرط نہیں اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہے کذا فی القہستانی وسلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ
فی باطنہ والعنوان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکھنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہ ہے کہ جسمیں اپنا
نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھے ہم یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تاوقتیکہ وہ لفظ اور لقب لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں

اسواسطے کہ نام اور کنیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور حموی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہ ہو گی تو مقبول نہیں انتہے اور یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ
کا نام بر وجہ امتیاز لکھے اور حق اور سمیں ذکر کرے اور چاہیے کہ شہود کا ذکر بھی کرے کذا فی الخلاصۃ فلو کان العنوان علی ظاهره لم یقبل قیل هذا فی عرفهم وفی
عرفنا یکون علی الظاهر فیتعمل به سوا گر عنوان لکھے سر نامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہو گا بعضوں نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہمارے
عرف میں عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشهدهم انه کتابه وعلیه الفتوی کما فی العزمیة عن الکفایة
وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف نے کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اوسکا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود
طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ عزمیہ میں کفایہ سے اور ملتقے میں ہے کہ خبر دیکھنے کے
برابر نہیں ہے اسلئے ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور اونہوں نے وقائع کو دیکھا اور جسمیں مصلحت تھی اوسکو معاینہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا
معاینہ نہیں ہوا تو معاین تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا وصل الی المکتوب الیه نظر الی ختمه اولا ولا یقبله ای لا یقرأه
الا بحضور الخصم وشهوده پھر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اوسکی مہر کو پہلے دیکھے اور اوسکو قبول نکرے یعنے اوسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اوسکے شہود طریق کے
سامنے ہم تو اگر مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھہ حاجت نہیں اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ میرے ساتھہ قاضی کا خط ہے تو اوس سے خط کے گواہ طلب کرے
یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں جو اسکی
گواہی دیں کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من اسلام شهوده ولو کان لذمی علی ذمی لشهادتهم علی فعل المسلم اور ضرور ہے
شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب اونکے گواہ ہونیکے مسلم کے فعل پر یعنے اگرچہ مدعی اور مدعا علیہ کافر ہوں لیکن
تو بھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہیں یعنے قاضی نے اونکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجة الیهم ای
الشهود مگر جب کہ مدعا علیہ نے دعوے کا اقرار کیا تو شہود کی کچھہ حاجت نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینة لانه
لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اسمیں شہود کی کچھہ حاجت نہیں کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنے سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے ہم منح الغفار
میں عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کیواسطے لکھے تو اب اوسکی حاجت نہیں کہ شہود گواہی دیں کہ یہہ خط دار الحرب کے بادشاہ کے
طرف سے ہے تو بہتر تھا کہ شارح بجای فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه لا یعمل بالخط الا فی مسئلة کتاب الامان وما
یلحق به البراآت اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے مسئلے میں اور کتاب الامان سے ملحق ہیں فرامین سلاطین درباب
وظائف ہم براآت سے مراد فرمانات سلطانیہ ہیں کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنیکے واسطے اور یہہ الحاق صاحب
اشباہ کیطرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہیں مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری
کے دفتر یعنی اونکے بہی کہاتے پر ہم دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب سے نہ ملحق ابو السعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ
شخص ہے کہ اہل دانش اوسکے قول پر خرید فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اوسکے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں تو کتابت
میں کیونکر اعتماد ہو گا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر
بیاع کہے کہ میں نے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہیں تو اوسپر دین لازم ہو گیا سرخسی نے کہا اور یہی حکم صراف اور سمسار کا خط ہے انتہے تو موضوع
مسئلہ منصوص میں ہے کہ جب کاتب پر دین ہو نہ کاتب کا دین خزانۃ الاکمل میں ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھہ مال معین لکھا یعنی مجھپر فلانے کا اتنا دین ہے اور
خط اوسکا اہل شہر اور سوداگروں میں معلوم ہے پھر وہ مرگیا اور اوسکا قرضخواہ دین لایا اور اوسکے وارثوں سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہیں
تو اوسکے دین کا حکم ہوگا اوسکے ترکہ میں انتہے طرسوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہاں اسکا اعتبار
نہیں کیا اسکی وجہ نہیں کھلتی اشباہ میں کہا ابن وہبان نے اسکا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر میں نہیں لکھتا مگر وہ دین جو اوسکا ہے اور اسپر ہے انتہی بعینہ

ثابت وصحیح کر دیا اور کر سائل کتابت کی اصلاح میں اور اس میں بیس موضع کتابت پڑھے جائیں پس فصول مستند لکھا معلوم ہو گا اور اگر اوس نے یہ کہا کہ سارا دین تمام
اسامی پر ہر گز عمل ہو گا اسواسطے کہ یہ کوئی شئی نہیں کہا مگر سنے واقفوں نے اس وہاں کی تعمیر سے اسکو سمجھا ہی اور عادت عمومی شناس وہاں کا
ہر امر عرف وکتابت کر کے کہاں ہے کہ اسپر یہ معلوم ہوا کہ سوائے مال اور ماعیت کے وہ کچھ نہیں کہا اسواسطے کہ گاہے مراد ہو اور اسکے سوائے کہا جاتا ہے
ہر امر موجب کتابت معتمد علیہ اور مسلم ہو چنانچہ کتب شریعت ایسا ہی ہے اور تذکرہ میں تذکرہ پر عمل کیا جائیگا اور اسکے خط پر اور اسکے دستخط توقیع پر اور جو اسکا تذکرہ
ہے وہ عامل ہے اصل پس مراد اسکی سے اور مساوی غلط تقلیل اس وہاں ہے کہ ان الخطاط یحتمل التزویر وتحقیق المحکم لا بد و تکون ما ذکره شاهدا ان تشغل
رہ اصل و یہ کیفیت اور جو کے مسند خط پر عمل کرنا جائز کہا ہے ادنی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اوسکو یقین ہو تو معلوم ہے کہا اور اسکا فتوی ہے ہم جانتے
اکمل ہے کہ ابو یوسف اور محمد کے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز کہا ہے جس کو وہ اپنا لکھا دیکھے اور جاوتہ یاد ہو اقتو نیقول مس
کہا اور شمس صاحب نے قول پر ہے در صورت تیقن خط اگرچہ لو سیٹ شاہد کے ہاتھ میں ہوا اسواسطے کہ غلط نادر ہی ہو اور تغیر اور حیل کے اثر پر اطلاع ممکن
ہوا کہ سبب ہے تے خط پر ... تب یقین ہو جائے تو اسپر اعتماد جائز ہے تا لوگوں پر وسعت ہو جائے سمی کہیں اتی ہے کہ ...
عرب تتمہ جامع میں ہے کہ ایک شخص کے پاس میں ہی سو ایک مرد آیا اور اوس نے دعویٰ کیا کہ وہ زمین وقف ہوا اور اوسپر چک ظاہر کی جس میں خطوط
اہل دولت قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اوس نے حکم طلب کیا اس وثیقہ کا علماء نے کہا ہے کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت شرعیہ
کرتا ہے اور حجت شہادت ہے یا اقرار یا نکول اور چک یعنی نوشتہ حجت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے ور اسی
جامع میں ہے کہ اگر زمین کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اوسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں
اوس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونوں کے خطوں میں مشابہت ظاہر نکلی تو اسمیں علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اسپر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے
ہوا اور یہ جو جاری رہا ہے کہ اگر چک وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص یاد ہو تو ... اسمیں حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے اوسکے حق میں لکھا
ہو کہ یہ ہر وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہد کے ہو کر صادر ہو اوسکے موافق حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ منکر ہو اور تزویر کی تہمت اوسمیں
نکر سکے اور اگر تہمت کر سکے اور یہ عدم تزویر کی قسم کھائے تو ہی اوسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ بہ پیش کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نکھائے تو اوسکا تہمت ہونا ہو گیا
اپنی سو یہ قول جاری کا مخالف قاضیخان کی حکایت کا ہے اصل مذہب کے موافق ہے کہ ان الخطاط ولا ترد من مسافة ثلثة ایام من القاضی کالشهادة
علی الشهادة علی الظاهر وجوزه الثانی بحیث لا یبیت فی اهله و علیه الفتوی ملتقی ... اور مرد کی مسافت میں کم ... دونوں
قاضیوں کے مابین جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکورہ شرط ہی ظاہر الروایۃ میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادۃ
کو جائز کہا ہے ادنی مسافت میں جس میں آدمی عود کر سکے اسیدن اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشرنبلالیہ ولو اجنبیۃ ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزله
قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصوله قبل القراءة واجازه الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط قاضی کاتب کی موت اور اسکی معزولی سے قبل پہنچنے
خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول خط قبل اوسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہے ... اور بعد وصول کتاب اور بعد قرات
اگر کاتب مرگیا یا معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنی اوسپر عمل ہوگا و یبطل بخروج الکاتب عن ... ردته و حده للقذف وعماه وفسقه بعد عن التولية
... عن الاهلیة و اجازه الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانے سے اور اوسکے حد قذف لگنے اور اندھا ہو جانے ...
... کے عادل ہو کے ... ومات المکتوب الیه ...
عن الاهلیة ... ہو کمتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب
الیه ... کمتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا ... کاتب نے تخصیص کمتوب الیہ ... لکھ کر یہ خط ... قاضی
کیطرف یا جو وہاں کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے خلاف ما لو عممه ابتداء وجوزه الثانی و علیه العمل خلاصه خلاف ...

اگر ابتدا سے تعمیم کریں تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعمیم ابتدائی کو جائز کہا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصہ لایبطل بموت الخصم اذا کان لقیام وارثه او
وصیه مقامه خط باطل نہیں ہوتا شخص کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اوسکے وارث یا وصی کے اوسکے مقام پر قلت وکذا
لایبطل بموت شاهد الاصل کما سیأتی متنا فی بابه خلافا لما وقع فی الخانیة هنا فانه مخالف لما ذکره بنفسه ثمه فتنبه اور اسی طرح خط باطل
نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادۃ کے باب میں متن کے اندر آویگا بخلاف اوسکے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اوس
قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنے شہادت علی الشہادۃ کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا انتہی مخالف سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت
فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الحلبی واعلم ان الکتابة بعلمه کالقضاء بعلمه فی الاصح بحر فمن جوزه جوزها ومن لا فلا الا ان المعتمد عدم
حکمه بعلمه فی زماننا اشباه اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکہنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے نہ حکم کرنیکے اپنی علم و دانست سے یہی قول اصح
میں کذا فی البحر سو جسنے قضا بعلم قاضی جائز رکہی ہے اوسنے کتابت بہی اوسکی دانست سے جائز رکہی اور جسنے قضا بعلم جائز نہ رکہی اوسنے کتابت بہی جائز نہ رکہی مگر یہ
حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ھم پہر جب قضا بعلم معتمد نہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتمد ہوگی وفیها الامام یقضی بعلمه
فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فهل الامام قید کما قدمناه
فی الحد ولم اره لکن فی شرح الوهبانیة للشرنبلالی والمختار الان عدم حکمه بعلمه مطلقا میں کہتا ہوں سو کیا سلطان قید ہے قضا بعلم
مسئلے میں چنانچہ ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حدود میں میں نے اسکو صریح نہیں دیکہا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا
ھم شارح نے شرح وہبانیہ سے استدراک کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف
اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی الطحطاوی کما لایقضی بعلمه فی الحدود الخالصة لله تعالی کزنا وخمر مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود
خالصہ اللہ تعالی میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقا یعنے خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا ہو یا قبل قضا پہر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نہوا ہو چنانچہ
اسپر قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی غیر انه یعزر من به اثر السکر للتهمة مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اوس شخص کو جسمیں اثر ہی مستی کا بسبب تہمت کے
ھم اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرعین وعن الامام ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغصب یثبت الحیلولة علی وجه الحسبة
لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ھم یعنی اگر قاضی طلاق
اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا در گزرا ہو نہوں تو زوجہ کو اگر کہر میں رکہے تو زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت الازواج اور مولے کو عدم استخدام تہری اور عدم وطی کا امر
کرے اور غاصب کو امر کرے رفع مغصوب کا یا اوسکو کسی امین کے پاس رکہوا دے لیکن یہہ امر بطریق احتساب اور امید ثواب کے ہو گا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی
ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام یملک اقامة الجمعة وقیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی مصر او قاضی
رستاق واعتمده المصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کیطرف سے بلکہ اوس قاضی کے طرف سے جو معین ہے سلطان کیطرف سے کہ جو اقامت جمعہ کا مالک ہو
اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کیطرف مقبول ہے اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور کمال الدین نے کتب
کتابا الی من یصل الیه من قضاة المسلمین فوصل الی قاض مولی بعد کتابة هذا المکتوب لایقبل لعدم ولایته وقت الخطاب
جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکہا اوس شخص کے طرف جسکو پہنچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اوس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد
کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اوس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تہا تو
اس کا مخاطب بہی نہ ٹہیرا یہہ تعمیم ابتدائی بمذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہے وفیها لو جعل الخطاب للمکتوب الیه لیس لنائبه ان یقبله اور
اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کے طرف معین ہوگیا تو اوسکے نایب کو اوس کا قبول کرنا جائز نہیں ھم اسی طرح اگر نایب کے طرف خطاب
منسوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنح والمرأة تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لها لخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة اور عورت

قاضی ہو سکتی ہے سوائے حدود و قصاص کے اگرچہ عورت کو قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا نہ ہوا اوس قوم کا جسنے اپنا کاروبار عورت
کو دیا ہم بحر الرائق میں لکھا ہے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہرگز بھلا نہ ہوگا اوس قوم کا جنہوں نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ اونہوں نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا اور ہمیر
لائق اوسے ہو سکتی وتصلح ناظرۃ لوقف ووصیۃ لیتیم وشاہدۃ فتح فصح تقریرھا فی المنحۃ والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر اور
عورت لیاقت رکھتی ہے وقف کی ناظر ہونیکی اور یتیم کی وصی ہونیکی اور شاہد ہونیکی کذا فی الفتح تو صحیح ہے مقرر کرنا اوسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت میں اگرچہ
بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال وقد افتیت فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ
صاحب بحر نے کہا اور میں نے فتوی دیا اوس شخص کے بارہ میں جسنے شہادت شرط کی اپنے وقف میں فلان شخص کے واسطے پھر اوسکے ولد کیواسطے سو وہ شخص گیا اور ا
ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ہم کہتے ہیں کہ یہ فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ عرف و نہیں
واجب الرعایۃ ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ اسکا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اونکے الفاظ کا صرف کرنا اونکے عرف پر تو واقف کی مراد
شاہد کامل سے تو اوسکی غیر مراد کی طرف کیونکر اوسکے لفظ کا صرف ہوگا کذا فی النہر الفائق مختصرا وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی المسایرۃ جواز
کونہا انثیۃ کار سولہ لبناء مسایرۃ علی الستر اور اشباہ میں منجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسایرہ میں عورت کے نبی ہو سکنے کو اختیار کیا ہے اور اوسکے پوشیدہ
ہونے کو کیونکہ عورتون کا حال الستر اور خفا پر مبنی ہے ہم اور رسول کو اختلاط رجال کی ضرورت تعلیم اور اقامت دلائل کیو ہے اور یہ نہیں ہو سکتا مگر مردوں
اور جواز نبوت مقتضی وقوع نہیں ہے الاالی میں کہا کہ عورت کا نبی نہیں ہونا مسایرہ رسالہ ہے علم کلام میں فتح القدیر نے شرح عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہے
کذا فی البحر الرائق ولو قضت فی حد او قود فرفع الی قاض اخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ بخلاف شریح علی اور اگر عورت نے حکم کیا حد
اور قصاص میں پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے طرف جسکے مذہب میں عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے پھر اوس قاضی نے عورت کا حکم جاری و نافذ
کر دیا تو اوسکے غیر کو اوسکا ابطال جائز نہیں ہے بخلاف شریح کے کذا فی العینی ہم عینی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتوں کی شہادت حرکت کے حد اور
قصاص میں جائز ہے اسیطرح جب ذکی شہادت جائز ہوئی تو اونکی قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا
کما مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثے عورت کی مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اوسکا حکم غیر حد اور قصاص میں صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ او
لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ او لولدہ جاز قضاؤہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیہ اور دریافت کر
کہ جب قاضی یا اوسکے ولد کو کوئی واقعہ حادث ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب قاضی یا اوسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اوسکی قضا جائز ہے
چنانچہ اگر قاضی اوس سلطان کیواسطے حکم کرے جسنے اوسکو عہدہ قضا سپرد کیا یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ہم اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ
کیواسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی الملتقط وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاؤہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر و
الملتقط فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اوسکے نفع اور نقصان میں اوسکی قضا بھی صحیح ہے انتہی
برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اوسکے ولد کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت اوسپر
دلالت کرتی ہے کذا فی البحر الرائق ویقضی للنائب ما شہدا بہ عند الاصل وعکسہ وہو قضاؤہ الاصل بما شہدا بہ عند النائب فیقضی
للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اوسکا جسکی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور بالعکس یعنی
یعنی اصل کا حکم کرنا اوس گواہی پر جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اوس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس یعنی نائب حکم کرے
قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصہ **فروع** مسائل متفرقہ شائع کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب من
لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاؤہ بہ اشباہ حکم نکرے قاضی اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جبکہ
قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے اوسکی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ

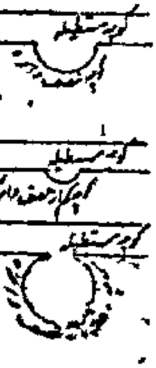
ھم عین الحکام مین ہو کہ قضا کے مانند افتا بھی نہ چاہئے کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو انتہی یعنے جس صورت مین کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے
کذا فی الحموی ؛ فیہا لا یقضی لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ مین ہے کہ حکم نکرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنی ولد کے واسطے مگر وصیت مین ھم یون
منا سب یا کہنا مگر ایسا مین صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعض اقارب پر جسکے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین پھر صاحب دین
مر گیا پھر دوسرے مرد نے دعوی کیا کہ مین میت کا وصی ہون اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے
جائز ہے کیونکہ اس حالت مین قاضی شاہد ہو سکتا ہو تو قاضی بھی ہو سکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ
ہو جائیگا اور اگر قاضی دین دیگا اوس مرد کو جو آپ کو وصی میت گمان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اوسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اوسکی وصایت کا
حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اوسکی نافذ نہو گی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادای دین قاضی اس مرد کا شاہد نہین ہو سکتا کیونکہ اس
گواہی مین قاضی کی منفعت ہے یعنے براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہین اسیطرح قضا بھی صحیح نہین تو اگر قاضی مذکور مر جائے
یا معزول ہو جای تو قاضی ثانی اوسکے حکم کو باطل کریگا اور مدفوع الیہ کو وصی قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اور اوسکے قرابدار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی
(جسکو دین ادا کیا تھا)
وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ ولامرأۃ ابیہ ولو فی حیوۃ امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ
کی شرح مین صحت قضای قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماکیواسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ اور اپنے باپ کی زندگی مین دیا ہو وانہ یقضی فیما تحت
نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہہ کہ قاضی حکم کرتا ہے اون اوقاف مین جو اوسکی تحت نظر ہین اور شرنبلالی نے بمضمون مذکور دو بیتین
زیادہ کین سو یون کہا ہے ویقضی لام العرس حال حیوتہا + وعرس ابیہ وھو حی مقرر + اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماکیواسطے زوجہ کی حالت حیات مین
اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے یہہ حکم محرر ہے وبعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ + بمیراث مقضی بہ فتبصر دا
اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جسکا اوسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اسمین کہ جسمین قاضی کے واسطے میراث نہو چنانچہ
اس تف مین دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماکیواسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فتبصر دا برای بیت ہے یعنی بعبارت حاصل کر
اس حکم کو دریافت کرکے ہے ونقضی بوقف مستحق لریعہ + بوصف القضا والعلم وکان ینظر + اور حکم کرتا ہے قاضی اوس وقف مین جسکی آمدنی کا بوصف قضا
وعلم مستحق ہے یا وقف قاضی کی تحت نظر ہو ھم یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہے تو اسمین قاضی کا حکم کرنا جائز
ہو اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ھذہ مسائل شتی ای متفرقۃ یہہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہین ھم
شتے جمع شتیت کی ہے معنے متفرق و مختلف قال تعالے (ان سعیکم لشتی) یعنی مختلف الجزا وجاؤا شتی ای متفرقین عرب بولتے ہین وہ لوگ شتی تتلے
متفرق آئے یمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لآخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ وھو البیت التحتانی منع کیا جاوے نیچے
مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہے اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی مین ھم ایک مکان دو منزلہ ہو نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہو اور اوپر کے
مکان کا دوسرا شخص مالک ہو تو نیچے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار مین گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے کہا بقرینہ دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین مین تصرف
جائز ہو خانیہ مین ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین مین کنواں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانہ والیکا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک
بعلت ضرر جائز نہین او ینقب کوۃ بفتح وضم الطاقۃ وکذا بالعکس دعوی الجمیع یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی
الجمیع یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بنا دے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بنا دے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوہ بفتح وضم کاف وتشدید واو عبارت
ہے طاق سے بلا رضی الاخر وھذا عندہ وھو القیاس جر یعنی صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے بدون رضامندی دوسرے کے
روکا جاوے گا اور یہہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر وقالا لا یکل فعل مالا یضرہ اور صاحبین نے کہا دونون مین سے ہر ایک کرے وہ فعل
درست ہے جو دوسرے کو ضرر نکرے ھم ظاہر قول شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول معتمد ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر

مسائل شتی

ہوئی ہین ترسیع سو متصل ہے کہ یہی عمل مستحق کے واسطے تمارے ہے ولو انہدم السفل بلا صنع ربه لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا
مکان گرگیا اوسکے مالک کے بدون حرکت کے تو اوسپر اوسکے بنانے مین زبردستی نہوگی بسبب عدم تعدی کے وللذی العلو ان یبنی ثم یرجع بما انفق ان بنی
باذنه او اذن قاض والا فبقیمة البناء یوم بنی وصحّحه فی العینی اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہے کہ بنا دیوے یعنی نیچے کے مکان کو درصورت انہدام پھر
جو اوسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے بہ لے اگر اوسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہین تو جو اوسکی قیمت ہو بنانے کے دن
اوسکو بہے اور پورا بیان اسکا عینی مین ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اوسکے پڑوسی کا گھر گرگیا تو اوسپر تاوان نہین کذا
فی الخلاصہ وزائغة مستطیلة ای سکة طویلة یتشعب عنها سکة مثلها لکن غیر نافذة الی محل آخر لیس لاهل الاولی فتح باب للمرور
الا لاستضاءة والریح مبنی فی القصوی الغیر نافذة علی الصحیح اذ لا حق لهم فی المرور بخلاف النافذة وزائغة مستطیلة یعنی لمبا کوچہ جو ہو
جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہو مانند پہلے کوچے کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہین دوسری مکان کے طرف یعنی بند ہو دوسری جانب سو تو اوسکے جا رہن سے
پہلا کوچہ والے چلنے کے واسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ مین بقول صحیح اسواسطے کہ اونکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہین بخلاف کوچہ نافذہ
کہ اوسمین دروازہ پھوڑنا جائز ہے مبنی نہ کہ روشنی کے واسطے اور ہوا آنیکے واسطے کوچہ غیر نافذہ مین دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہے
ہم دیسے اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ مین سوا کرا دسکا گر کہ کوچہ غیر نافذہ کو کرنہ ہو واقع ہو تو وہ اپنی دیوار مین دروازہ نہین پھوڑ سکتا کہ کوچہ پر اوسکو
مین نکل آکر سے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہوتا اور اونکے واسطے حق مرور نہین کوچہ غیر نافذہ مین بلکہ اوسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون سے
وابستہ ہے ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ مین تو پہلے کوچے والون کا شفعہ اوسمین ثابت نہین بخلاف اہل کوچہ نافذہ کہ اونکو پہلے کوچے مین دروازہ کھولنا
درست ہو کیونکہ اوسمین اونکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اوسمین سبکا حق مرور ہے بعض مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ مین فتح باب ممنوع
نہین بلکہ مرور ممنوع ہو اور اصح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع مین بعض محمد مصرح ہے اور یہ اسواسطے کہ منع مرور بعد بستن باب ممکن نہین کہ رات اور دن
اوسکی نگہبانی ممکن نہین اور شاید کہ بعد ترکیب باب بعد طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعای حق مرور کی تمہید ہو کذا فی فتح القدیر پھر
معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر اصح ہو اور مثال کوچہ مستطیلہ او شعبہ غیر نافذہ کی حاشیہ پر ہے وفی زائغة مستدیرة لزق ای اتصل طرفاها ای
نهایة سعتها بالمستطیلة لا یمنع لانها ساحة مشترکة فی دائرة اور گول کوچہ مین جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سو متصل ہین یعنی
پھوڑنا منع نہین کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اوس صحن کے ہے جو گھر مین مشترک ہو دونون کنارون سو مراد گول کوچے کی نہایت
کشادگی ہے ہم فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ مین حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے نہایت اسکے یہ ہے
کہ دیکھ ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ مین مشترک ہین اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیع ہو کذا فی فتح باب موقوف ہے جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کی برابر ہو یا نصف
کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اوسمین فتح باب جائز نہین غرضیکہ دو صورتین تصور کرنا چاہیے پہلی صورت مین فتح باب جائز ہے نہ دوسری
صورت مین اور فرق یہ ہے کہ صورت اولی مین مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اوسکا داخل کشادہ تر ہوا مدخل سے تو
وہ مراموضع غیر استطیلہ کا تابع ٹھہرا کذا قال صاحب شرح الوقایة ہم تو مستدیرہ مین تین صورتین ہوئین ایک یہ کہ استدارہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم
نصف سو تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعة فانها کسکة فی سکة ولذا لم یکن لهم
ثم قال الشراح انتهى ابن کمال بهذه الصورة



بخلاف کوچہ متشبہ مربع کے کہ وہ مانند اوس کوچے کے ہے جو کوچے مین واقع ہو ولہذا اگر کوچہ مربعہ والون کو حق شفعہ نہوا یہ حکم ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مربع شارح
ہم یعنی کوچہ مستطیلہ والون کو جائز نہین کہ کوچہ مربعہ مین دروازہ لگادین اور اس محل کی صورتین نسخون مین مختلف الرقم ہین لیکن مقام سے قریب الفہم ہین
کذا فی الشطار وغیرہ مترجم بخیال سہولت فہم کے واسطے حاشیے پر مفصل مرقوم کرتے ہین نقشہ فتح القدیر مین ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہو اور دو ان کے لوگون کا



ایک شخص نے گارا بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگون کے چہوڑی اور مٹی جلد اوٹھالی اور یہہ فعل کبہی کبہی کرتا ہو تو منع نکیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گہر مین ہے سو اوسنے اپنی دیوار مین مٹی لیپنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گہر کے یا دیوار منہدم ہو گئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گہر مین پڑی ہے سو اوسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اوسکا نابدان ہے دوسرے کی گہر مین سو اوسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہین بدون اوسکے گہر کے داخل ہوئے اور منع کرتا ہی تو اوسکے ہمسایہ سے کہا جائے گا کہ یا تو اوسکو داخل ہونے سے منع نکر یا وہ درست کرے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اوسکا مطلب پورا کردے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑہا کہودا سو اوسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہو گئی تو اوپر زبردستی نہین پہر اگر دیوار منہدم ہو گی تو اوسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر مذہب ہے **حکایت** ہی کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنی گہر مین کنوان کہودا ہے یعنے میری دیوار کو اوس سے ضرر ہے امام نے کہا تو اپنے گہر مین اوسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کہود سو اوس نے ایسا ہی کیا تو اوسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہو گیا اوسنے ناچار ہو کر کنوان بند کر ڈالا امام نے منع جائز کا فتوی ندیا بلکہ اوسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا

کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضررا بینا فیمنع من ذلک وعلیه الفتوی بزازیة واختاره فی العمادیة وافتی به قاری الهدایة حتی یمنع الجار من فتح الطاق وهذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نکیا جاے شخص اپنی ملک مین تصرف کرنے سے مگر جب کہ اوسکے پڑوسیکو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اوس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اور اسکو پسند کیا ہی عمادیہ مین اور اسیکا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کہڑکی اور روزن کہولنے سے اور یہہ جواب ہے مشائخ کا بطریق استحسان کے ہم ضرر بین یعنے ضرر صریح وہ ہی جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسے روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسیکو علمانے فتوی کے واسطے پسند کیا ہے اور اگر اندک منفعت بہی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جاے رازی نے کتاب الاستحسان مین ذکر کیا کہ ایک گہر اگر متصل چند گہرون کے ہے اور اوس گہر کا مالک یہہ ارادہ کرے کہ اسمین تنور بناوے جسمین ہمیشہ روٹیان پکا کرین دوکانون کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دہوبیون کے کندی کرنے کی پٹری بناوے تو جائز نہین کیونکہ اسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاو نہین ہو سکتا ہو اسواسطے کہ تنور مذکور سے بکثرت وشدت دہوان پہیلیگا اور چکی اور کندی کی پٹری سے دیوارین لودی ہو جاوینگی بخلاف حمام کہ وہ مضر نہین مگر بسبب طراوت کے اور اوس سے بچاو ممکن ہے درمیان مین دیوار اوٹہا کر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گہرون مین ہوتا ہی حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ مین نے تہذیب قلانسی مین وہ قول پایا جو روزن بنانے کے واسطے اوس عمارت مین جو مشرف ہی کسیکی زمین یا گہر پر لائق اختیار ہی وہ یہہ ہے کہ اگر روزن دیکہنے یا نم کیواسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کیواسطے ہو تو روکا نجائیگا یعنے اگر اسفل عمارت مین روزن ہی تو پہلی صورت ہی اور اگر اعالی عمارت مین ہے یا اوسپر شباک یعنی جالی ہے تو وہ دوسری صورت ہے کہ ظاہرا روشنی کیواسطے ہی کذا فی الطحطاوی وجواب ظاهر الروایة عدم المنع مطلقا وبه افتی طائفة کالامام ظهیر الدین وابن الشحنة ووالده ورجحه فی الفتح وفی قسمة المجتبی وبه یفتی واعتمده المصنف ثمه فقال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاهر الروایة انتهی قلت وحیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا فتدبر اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہی ہر طرح سے خواہ پڑوسیکا ضرر صریح ہو یا نہو اور اسیکا فتوی دیا ہی چند علمانے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اوسکے والد نے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہے اور مجتبے کی کتاب القسمۃ مین ہی کہ اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمۃ مین اسی پر اعتماد کیا ہی سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے مین یہان اختلاف واقع ہوا ہی اور لائق یہہ ہے کہ درصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاے انتہے مین کہتا ہون اور جب کہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہی چنانچہ یہہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہی بارہا سو تامل کر مترجم جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہے کہ انسان اپنی ملک کے تصرف مین مختار ہی کسیکا ضرر ہو یا نہو اور تجہکو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہین یعنے درصورت ضرر صریح جب یہ منع تصرف سے نہ ہر ضرر مین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

قلت وفي ما لو اشكل هل يضر ام لا وقد تحرر تحقيق الاشباه المذكور بناء على مسئلة السفل والعلو انه لا يمنع اذا اضره وكذا اذا اشكل على
المختار للمصنف كما في النهاية وفي المحيط ذكر الصدر في حد الملك ان اضره واشكل منع وان لم يضره لم يمنع قال وان لم ادر من سبقه عليه
فليغتنم فانه من خواص كتابي انتهى يعني كہتا ہون اور باقي رہي يہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسي کو مضرت يا نہيں تو البتہ
مشتبہ وات مين بحث ہي اشباہ نے مع تصرف کي تحرير کي ہے مسئلہ سفل اور علو پر قياس کرکے کہ صاحب سفل يا صاحب علو منع وليا مين نہ ہونگے جب کہ دوسرے کو
ضرر کرنا واضح حکمت ہے کہ تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر مين بنابر اس قول کے جو فتوى کے واسطے مختار ہے چنانچہ خانيہ مين ہے محشي نے کہا تو ايہ
انسان کا تصرف اپني ملک مين اگر دوسرے کو مضر ہو بضرر اور عدم ضرر مين تردد واقع ہو تو منع کيا جائيگا اور اگر مضر نہين تو منع کيا جائيگا محشي نے کہا مين نے
نہين کہا اور جس شخص کو جسے اس تفصيل پر آگاہ کرديا ہو ہم اسکو غنيمت جاننا چاہيے کہ يہ تحقيق ميري کتاب کے خواص سے ہے انتہى کلام المحشي ام طحطاوي نے کہا کہ شيخ
اشباہ سوئي صاحب مرات الدرحمتي کے قول ثاني کي حاجت نہ تھي اسواسطے کہ پہلا قول محشي کا اداي مطلب مين کافي تھا ادعى على آخر هبة مع قبض في
وقت نسيا للمدعي بينة فقال قد جحدنيها اي الهبة فاشتريتها منه او لم يقل ذلك اي جحدنيها ايک شخص نے دوسرے پر دعوى کيا ہبہ مع القبض
ايک وقت مين مثلا يہ دعوى کيا کہ وس شخص فلاني چيز جسکو رمضان مين دي سو مدعي سے گواہي طلب ہوئي اثبات ہبہ پر سو اوس نے کہا کہ مدعا عليہ ہبہ کرکے منکر ہو گيا
ہبہ کے تو مين نے اوس سے وہ چيز خريد کرلي يا مدعي نے يہ نہيں کہا کہ بسبب انکار ہبہ مدعا عليہ کا ذکر کيا بلکہ اول ہبہ کا دعوى کيا پھر اوسکے بعد خريد کا دعوى وادعاه لا تقبل
لامكان التوفيق وهو مختار شيخ الاسلام من اقوال اربعة اور مفاد عدم قبول ايسا يہ کہا ہو بامکان توفيق اور يہ قول شيخ الاسلام کا مختار ہے
جملہ چار قولون کے ہر جس موضع مين تناقض واقع ہو مدعي سے يا شہود سے يا مدعا عليہ سے تو اوسکي توفيق جيسے رفع تناقض مين نقل کہ چار قول مين پہلا قول يہ
ہے کہ يہ قول کلامون مين بالفعل توفيق ضرور ہے اور امکان توفيق کافي نہين دوسرا قول يہ ہے کہ امکان توفيق کافي ہے مطلقا خواہ مدعي کي جانب سے يا مدعا عليہ کي
طرف سے يہ توفيق متعدد ہو يا متحد تيسرا قول وہي ہے جو خجندي کا مختار ہے جسکو شايد ذکر کريگا چوتھا قول يہ ہے کہ امکان توفيق کافي ہے بشرطيکہ وہ توفيق متحد ہو
متعدد نہ ہو کذا في الحموي اور جب يہ معلوم ہوا تو دريافت کرنا چاہيے کہ جب مدعي نے ہبہ کا دعوى کيا پھر مدعا عليہ کا انکار ہبہ بيان کرکے خريد کا دعوى کيا تو مدعي
کے کلام پر قول اول کے مطابق بالفعل توفيق حاصل ہو گئي اب تناقض باقي نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوى کيا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خريد کا دعوى کيا تو بيان مذکور بالفعل توفيق کي
لازم نہيں بلکہ قول ثاني کے موافق جو شيخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفيق ثابت واختار الخجندي انه يكفي من المدعى عليه لا من المدعي لان الكلام
مستحق وذلك دافع والظاهر يكفي للدفع لا للاستحقاق بزازية اور خجندي نے يہ قول پسند کيا ہے کہ امکان توفيق مدعا عليہ کي طرف سے کافي ہے نہ مدعي
کي جانب سے اسواسطے کہ مدعي طالب حق ہے اور وہ يعني مدعا عليہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر حال دفع کے واسطے کفايت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا في البزازية
امکان توفيق کے نزديک وجود اور وقوع اوسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع مين حجت ہے نہ استحقاق مين کذا في البحر فان اقام بينة على الشراء بعدها اي بعد تاريخ
الهبة تقبل في الفصول لتيقن پہر مدعي مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خريد پر گواہ قائم کئے يعني مثلا شوال کي خريد پر تو گواہي مقبول ہوگي دونون صورتون مين يعني
ايک صورت يہ کہ مدعي نے کہا کہ مدعا عليہ نے ہبہ کا مجہسے انکار کيا دوسري صورت يہ کہ نہ کہا ام لعدو قبلها فشر ... لا اقام کذا في العيني وقبلها
لا لوجوب التوفيق في الوجه الاول وظهور التناقض في الثاني اور قبل وقت ہبہ کے خريد پر مثلا شعبان کي خريد پر گواہ قائم کئے تو گواہي مقبول
ہو گي بسبب واضح ہونے توفيق کے وجہ اول مين اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثاني مين ہم حاصل مسئلہ يہ ہے کہ مدعي نے ہبہ رمضان کا مثلا دعوى کيا جب گواہ
طلب ہوئے تو اوس نے خريد کا دعوى کيا اور گواہون نے گواہي دي کہ مدعي نے وہ چيز مثلا شوال مين خريد کي تو گواہي مقبول ہے کيونکہ توفيق بين القولين
ہو اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خريد مين تناقض نہيں کہ اوسکي ملک بعد ہبہ ثابت ہوئي اور اگر گواہون نے کہا کہ مدعي نے اوسکو شعبان مين خريد کيا تو اسمين قول
اور شہادت شہود مين تناقض ہے اسواسطے کہ دعوى ہبہ مين اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا ملک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہي اس اقرار کي مناقض ليد
مقبول نہين ولو لم يذكر لهما تاريخا او ذكر لاحدهما تقبل لامكان التوفيق بتاخير الشراء اور اگر مدعي نے ہبہ اور خريداري کي تاريخ نہ کہي کہ يقولہ

ہبہ یا فقط خرید کی تاریخ ذکر کی تو دعوی مقبول ہے بوجہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور نہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو وھل یشترط کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط خلاف وینبغی ترجیح الثانی بحر لان بہ التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونون کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہون یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اسمین خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے م علامہ مقدسی نے کہا کہ یہہ خرخشہ لفظی ہے اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جبتک وہ قاضی کے نزدیک ثابت نکیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونون مجلس قاضی مین صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامہ فی البحر واقرہ المصنف اور تناقض دفع ہوجاتا ہے خصم کی تصدیق سے اور متناقض کے یون کہنے سے کہ مینے کلام اول کو چھوڑا اور اب مین یہہ دعوی کرتا ہون اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہے م تکذیب حاکم کی یہہ صورت ہے کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اوسکے مدیون کا ضامن ہے سو محمود نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اوسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر دعوی کیا کہ مین اوسکا ضامن ہوا تھا اوسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پھر لینا جائز ہے یعنے مدیون یہہ نہین کہہ سکتا کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہے یہہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعاً تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر متصرف کیا لو ادعی اولا انہا ای الدار مثلا وقف علیہ ثم ادعاہا لنفسہ او ادعاہا لغیرہ ثم ادعاہا لنفسہ لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلا گھر وقف ہے مجھپر پھر اوسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے پھر اوسکی ملکیت کا اپنی واسطے دعوی کیا تو مقبول نہین بسبب تناقض کے م یہہ تشبیہ ہے نفی قبول مین جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوے کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہین اسواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقیل تقبل ان وفق بان قال کان لفلان ثم اشتریتہ درر فی اواخر الدعوی اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ مین توفیق دی مدعی اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر مینے اوسکو خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہے قال ولو ادعی الملک لنفسہ اولا ثم ادعی الوقف علیہ تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعوی ملک کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھپر وقف ہے تو مقبول ہے م منح الغفار مین اسیطرح ہے اور بحر الرائق اور حموی مین تقیید بلفظ علیہ نہین تو بموجب عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مینے اسکو وقف کر دی اور در صورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہے جسمین توفیق نہین مگر بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہے کہ اونکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہا لنفسہ ثم لغیرہ فانہ یقبل چنانچہ اگر اوسکا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پھر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومن قال لاخر اشتریت منی ہذہ الجاریۃ وانکر الاخر الشراء جاز للبائع ان یطأہا ان ترک البائع الخصومۃ واقترن ترکہ بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکہا ونقلہا لمنزلہ لما تقرر ان جحود جمیع العقود ماعدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تونے مجھسے یہہ لونڈی خرید کی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اوس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہے اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اوس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھہ لینا اور اسکو اپنے مکان مین لیجانا اور جماع اسواسطے جائز ہے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ جمیع عقود کا انکار سوای نکاح کے فسخ ہے یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک مین داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردہا بعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی عینی تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہے بباعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی م اوس عیب قدیم سے مراد جائز ہے جسپر اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل فسخ کے والا تو جائز نہین کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی مشتری کے جانب سے پھر جب کہ بائع نے اوسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا کذا

صحیح ہے اما البیان فلا یقبل الصحۃ اصلا ولو جحد انہ تزوجہا ثم ادعاہ وبرھن علی النکاح تقبل بینتہ اور نکاح تو بہ فسخ قبول نہیں کرتا تو یہی
دعوی کرنا کہ زوجیت نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو قبول اوسکی مقبول ہے یہ نکاح محتمل فسخ نہیں کسی سے
تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو چاہئے
کہ اسکے مدعی سے کہیں کہ تم دونوں میں تفریق کر دی اور یوں کہے کہ میری زوجہ ہے تو مینے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت سے نکاح کا
دعوی کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر مرد مرگیا عورت آئی میراث کا دعوی کرتی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الخلاصۃ بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ
ثم ادعاہ لا یقبل لان الاستحقاق لا یحتمل بخلاف النکاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوی کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ
ہو جانے بیع کے انکار سے پس بیع نکاح کے فسخ نہیں ہونے کا شایع لفظ کلام النکاح کو حذف کر کے ذکر اوسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں
سابق کر چکا انکار کا ذکر اس واسطے ہوا تاکہ تم قضا میں مذکور ہوا و لو اقر بقبض عشرۃ دراہم ثم ادعی انہا زیوف او نبھرجۃ صدق بیمینہ لان اسم
الدراہم یتناولہا بخلاف الستوق لعدم الصفۃ عنہا اقرار کیا دس درہم کے قبضہ کرنے کا پھر اسکے دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرہ تو اوسکی تصدیق
ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے کہ اونکو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے انکی مس کے ہم
زیوف ہم سے ترتیب کی زیف وہ درہم ہے جو خزانۂ سلطانی میں نہ لیا جاوے اور سوداگروں میں اوسکا لینا جائز ہوا اس واسطے کہ خزانہ سلطانی میں کہرا مال لیا
جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اوپر نیچے چاندی ہو اور دونوں طرف چاندی ہو مغرب نے الرسوخ سے نقل کیا کہ یہ صحیح ہے کہ نبہرہ کے لفظ میں ستوقہ
ہو سکتی ہے چنانچہ مفسرین سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی وان ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق فان کان البیان مفصولا لا یصدق وان کان موصولا
نہایۃ والتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درہم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر یہ مقر نے کہہ کر دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہیں تو اوسکی تصدیق
نہوگی اگر یہ بیان جدا ہو اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا وصل اقرار قبض سے ذکر کیا فی الہدایہ تفصیل مذکور مفصول میں ہے نہ موصول میں ہم یہاں
تفصیل یہ ہے اور نبہرہ میں اور ستوقہ میں موصوف اتصال بیان ہو یعنی اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ
کہا تو بطور انفصال تصدیق نہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض
الجیاد لم یصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کہرے درہموں کے قبضہ کرنیکا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ ہیں تو تصدیق
نہوگی مطلقا اگرچہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جب جیدوں کا اقرار کیا تو اب اوسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انہ قبض
حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعوی الزیافۃ لو بین موصولا لا مفصولا اور اگر اقرار کیا کہ اوسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ
کیا یا اوسنے اپنا حق پورا بہر لیا تو اوسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی لیکن جبکہ اسکو موصول بیان
کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہوگی [illegible] دعوی زیافت کے کیونکہ [illegible]
[illegible] قبض حق کا دعوی کیا پھر کہا کہ وہ ستوقہ ہیں یا دراہم [illegible] تو تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الخلاصۃ و کان قولہ جیادا مفسر
لا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاہر والنص یحتمل التاویل [illegible] اس واسطے کہ مقر کا بیان یعنی کہرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں [illegible]
[illegible] ظاہر ہے یا نص [illegible] تاویل کا احتمال ہے [illegible] زیادہ [illegible]
ساتھ احتمال تاویل [illegible] ظاہر [illegible] احتمال بعید [illegible]
کا احتمال باقی [illegible] قبض حق [illegible] اقرار کے [illegible] ظاہر ہے [illegible] زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال
بعید ہے اگر [illegible] ثم ادعی ان بعضہ قرض و بعضہ ربوا و برھن علیہ تقبل بینتہ کذا فی القنیۃ عن علاء الدین [illegible] اقرار کیا
دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض ربا سے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اوسکی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ میں ہے [illegible] اور آگے کتاب الاقرار

ہین ارے گا قال لا اخولک علی الف درھم فی المقرلہ ثم سکت فی مجلسہ فلا شی للمقرلہ الا ان یجدد او اقر ثانیا وکذا الحکم فی کل ما فیہ الحق لہ
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیری مجھ پر ہزار درم ہین سو جسکے واسطے اقرار کیا اوس نے اوسکا اقرار رد کیا اور یون کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں ہے یا وہ درم تیرے ہین
یا فلانے شخص کے ہین کذا فی الفتح پھر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی اوسی مجلس مین تو مقرلہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اسی
طرح کا حکم ہر ایک اوس اقرار مین جسمین ایک شخص کا حق ہے ہم مقرلہ نے کہدکا دین اسواسطے ثابت ہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقرلہ کے رد کر دینے سے اور
بعد انکار کے تصدیق کرنا یہہ دعوی ہے تو اوسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت
اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد الرد کی قید ہ اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کریگا
تو مردود نہوگا اسیطرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین قبول کرنے سے تمام ہوجاتا ہے پھر رد کرنیسے رد نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اوس نے قبول کیا پھر
رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبل قبول رد کریگا تو رد ہوگا تصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس بطریق اولی کچھ مفید ثابت نہوگی
ایک شخص کے حق کی مثال یہی مسئلہ مذکورہ ہے تو یہان مقرلہ منفرد بردّ اقرار ہے بخلاف اوسکے اگر یون کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا
تو اوسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ بیع مین منفرد نہین ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جس چیز مین دو شخصون کا
حق ہے اگر اوسمین منکر رجوع کرے تصدیق کے طرف قبل اثبات کے کہ شخص آخر اوسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع اور نکاح اور جس چیز
مین ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اوسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ومن ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیہ
ما کان لک علی شیء قط فبرھن المدعی علی انہ لہ علیہ الف وبرھن المدعی علیہ علی القضاء ای الایفاء او الابراء ولو بعد القضاء
ای الحکم بالمال اذ الدفع بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسئلۃ المخمسۃ کما سیجیء قبل بہ ما لہ لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی
ویبرأ منہ دفعا للخصومۃ اور جس نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھپر کچھ تھا ہرگز سو مدعی اپنے گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار
ہین اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم کیا
اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ مین دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی مین آویگا
تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابراء مین اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے
اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے ہم یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ مین مال دیچکا ہون یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اوسکو گواہی
ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر مین تناقض ہے لیکن گواہی مقبول ہے کیونکہ رفع تناقض یہان متصور ہے اس احتمال سے کہ واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا
مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ
مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ اوسمین علما کے پانچ قول ہین وسیجیء فی الاقرار انہ لو برھن علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شہودی
کذبۃ اولیس لی علیہ شیء صح الدفع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستثناء اور کتاب الاقرار مین آویگا یہہ کہ اگر
مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ مین دعوی مین جھوٹا ہون یا میرے گواہ جھوٹے ہین یا میرا اوس پر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر مین
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استثناء مین ذکر کیا ہے اشترا مینے خواہش خریداری کما یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی علیہ فبرھن
المدعی علی القصاص ثم برھن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا
دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص کے پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص کے یا گواہ لایا صلح کرلینے پر قصاص سے بعوض مال کے ہم
یہان بھی کلام مدعی مین رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع مین اوسپر قصاص تھا اور اوس نے جھگڑا مٹانیکے واسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص کو مگر
معاف کر دیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی عبودیۃ شخص فانکر فبرھن المدعی ثم برھن العبد ان المدعی اعتقہ یقبل ان لم یقل انا

اور ایسا ہی حکم ہے دعویٰ رق میں اگر ایسا ہو کہ دعویٰ کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اوس نے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اوسکی حاضری پر پھر غلام گواہ
لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کر دیا ہے تو برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگرچہ اس سے صلح کر لی ہو مدعی سے عوض لیکر برہان اور صورت عدم صلح مقبول ہے اور اگر والی انکار
کیا پھر کچھ مال پر صلح کر لی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا پر تو اوسکی برہان مسموع نہ ہو گی ایفا پر کذا فی الفتح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ ثم قبل برھانہ علی الایفاء عن
اور اگر مدعا علیہ نے ایفائے دین مدعی کا دعویٰ کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کر لی تو اوسکا برہان ایفا پر مقبول ہے کذا فی البحر یعنی صلح دعویٰ ایفا کی مبطل
نہیں اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے گاہے فرق بھی ایفا کے کذا فی الطحطاوی وفیہ وعن ان لہ اربع مائۃ ثم اقر ان علیہ للمنکر
ثلث مائۃ سقط عن المنکر الثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا ان علیہ شیئا لم یستقم قولہ
زعمہ فان تعم المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق میں ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اوسکے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر
تین سو ہیں تو چار سو میں تین سو ساقط ہو گئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے
کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اوسکا ذمہ مشغول نہیں اوسکے گمان میں پھر مقاصہ یعنی باہم مجرا ہونا کہاں واقع ہوا ہو گا واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا اعرفک
ونحوہ کما ابینک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا ہوں اور زیادہ اسکے جابجا یوں کہا کہ میں نے
تجھکو نہیں دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول نہ ہو گا بسبب نہ ہونے توفیق کے ہم میں ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا
مجھ پر کچھ حق نہ تھا ہرگز اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یوں بولا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے کچھ مخالطت اور معاملہ نہیں اور نہ دینا اور نہ لینا
یا میں اور تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوئے اور بعد اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر
شرح وقایہ میں ہے کہ عدم قبول بسبب نہ توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابراء بدون معرفت کے نہیں ہوتا انتہی
وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر وکلاءہ بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یتولی بنفسہ
لا یقبل اور بعضوں نے یعنی قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو کبھی ایذا پہنچتی
ہے اپنے دروازہ کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہے مخاصم کے راضی کرنیکا اور حالانکہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اسکو معلوم
کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ اون لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اوسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہ ہو گی ہم نے
مستزبع ہی قاضی خان کی محتجب وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جسکو ہر شخص نہ دیکھ سکے کذا فی الطحطاوی
ثم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال تسمع درر فی اخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار یعنی اگر مدعا علیہ اوس
شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر ہے آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض مانع صحت
اقرار کا مانع نہیں ہم طحطاوی نے کہا یہہ قول مرتبط ہے اوس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر محذوف یہہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہ ہو
تو تناقض مندفع نہو گا چنانچہ اوسنے کہا کہ میں نے اوسکو کچھ نہیں دیا پھر اوس نے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہو گا کیونکہ محال ہے کہ شی واحد میں واقع
غیر واقع ہو ہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے مثلاً جس نے دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہو چکا اور اسکے اقرار کا دعوی کرے یعنی
گواہ دے کہ یہہ اقرار کیا کہ دین اسکو پہونچ گیا ہے یا دین اسکا میں نے اوسکو پہونچا دیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی
الطحطاوی تنبیہ اقر ببیع عبد من فلان ثم جحد صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل کذا فی البزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کی بیع کا فلانے شخص سے
پھر اوسکا انکار کیا تو اوسکا انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار میں ہے وہم صحت انکار کا
یہہ ہو کہ کلام تناقض محض اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں ادعی علی حرۃ انہا امتہ منہ فقال الآخر انہا منک ثم ادعی
المدعی علی الشراء منہ ثم وجد المدعی بہا عیبا واراد ردھا فبرھن البائع انہ ای المشتری برئ الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ

المبایعۃ للتناقض دعوی کیا دوسرے پر کہ اوس نے اپنی لونڈی اوسکے ہاتھہ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ مین نے اوسکو تیرے ہاتھہ نہین بیچا ہرگز سو گواہ لایا بیچ بائع
سو خریدکرنیکے پر پھر مدعی نے لونڈی مین عیب پایا اور اوسکے پھیرنیکا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے برات کرچکا ہے اوسکے
ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ھم وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ برات بعد بیع ہوتی ہے
بیع متصور نہین وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق ببیع وکیلہ وابرائہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب
ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ھم جب اوسکے وکیل نے بیع کی تو یہہ کہنا درست ہوا کہ مینے بیع نہین کی یعنی بذات خود مباشر
بیع نہین ہوا اور برات عیب کی نسبت اپنے طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے وتمثہ واقعۃ سمرقند اور اسی مسئلہ متن واقعہ ہے
سمرقند کا جس مین تناقض واقع ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ مذکور کو مشرح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ نکحہا بکذا وطالبتہ بالمہر
فانکر بہ حنث فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ زوجہ ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلاوہ نے دعوی کیا کہ اوس نے مجہہ سے
نکاح کیا اتنے مہر پر اور اوس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اوس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اوسنے
عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا
نکاح اوسکے باپ نے کردیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصہ ھم یعنے اوسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہین ہوا اور
نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہین پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بعوض مہر مین تناقض نہین کذا فی الطحطاوی ویبطل جمیع صک
ای مکتوب کتب ان شاء اللہ فی آخرہ باطل ہوجاتا ہے تمام مضمون اوس صک یعنی کاغذ مرقوم کا جسکے آخر مین ان شاء اللہ لکھا ہے ھم شارح نے
بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہوجاتا ہے خواہ اوسمین ایک شی مرقوم ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی مین ہے وقالا آخرہ فقط کی
ہو استحسانا رجح علی قولہ فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو ان شاء اللہ سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان
ہی جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ھم وجہ استحسان یہہ ہے کہ جمل مین اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہین اور وثیقہ لکھا جاتا ہے تمام واسطے
وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کے طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوے اور یہہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنا اوسیکے طرف راجع ہوگا جو
اوس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا ان الفرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہین اسپر کہ فرجہ خط مین فاصل
سکوت کی مانند ہے ھم فرجہ یعنی اشارہ تحریر مین کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق مین سکوت کرنا تو ان شاء اللہ بعد فرجہ کے طرف راجع ہوگا جیسے سکوت مین بالبعد
سکوت کے طرف راجع ہوتا ہے وعلی انصرافہ للکل فی جمل عطفت بواو واعقبت بشرط اور علماء ثلثہ متفق ہین ان شاء اللہ کے راجع ہونے پر
کل کے طرف اون جمل منطوقہ مین جنمین عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور اونکے اخیر مین شرط ہو ھم چنانچہ ایک شخص نے یون کہا کہ اوسکی عورت مطلقہ
ہو اور اوسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے ان شاء اللہ تو شرط تینون جملون کے طرف راجع ہے یعنی طلاق اور عتاق اور مشی
کچھہ لازم نہین جمل منطوقہ کی قید ترجمہ مین اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ مین امام اور صاحبین کا اتفاق نہین چنانچہ مسئلہ صک مین مذکور ہوچکا واما الاستثناء
بالا واخواتہا فللاخیر الا لقرینۃ کانت دراہم وخمسون دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اوسکے امثال سے اخیر کے
طرف راجع ہوتا ہے مگر بقرینہ اول کیطرف راجع ہوجاتا ہے چنانچہ اسقول مین کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہہ استثنا اول یعنے درمون کے طرف
راجع ہے نہ اخیر کے طرف بطریق استحسان کے ھم قرینہ یہان اتحاد جنسیت مستثنے منہ اور مستثنے ہے واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین
فالیہما اتفاقا اور استثنا بلفظ ان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونون کے طرف بالاتفاق راجع ہے ھم جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہے جسمین تعلیق
واقع نہین بقرینہ مقابلہ چنانچہ یون کہنا کہ انت طالق وہذا حر ان شاء اللہ کذا فی الحلبی وبعد طلاقین معلقین او طلاق معلق وعتق معلق
فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنا واقع ہونا بعد طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونون کے طرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک

لہ یعنی جس جملہ کا حکم دریغ کرنا ہی وہ منطوق ہو یعنی شرط واو عطف نہ کیا جاوے اور یہہ اسلئے کہا کہ اگر معلق کا ذکر ہے اوسکے مقابلہ کی جہت سے بیان غیر معلق مراد ہونا پایا گیا ۱۲ ملخص

اور امام محمد کے نزدیک یہ امر جائز ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہے اور طلاق معلق کی مثال اَنْتِ طالقٌ ثلثًا اِنْ دخلتِ الدار اور انتِ طالقٌ و طالقٌ ثلاثًا اِنْ شاء اللّٰہ اور طلاق معلق اور تعلیق کی مثال اِنْ دخلتِ الدار فانتِ طالقٌ و عبدی حرٌّ اور یہ جملہ معلق میں سے ہے اور مسلک میں تو دونوں کا اتفاق ہے ولو لا العطف لا دیۃ تمامہ کلہ للاجنبی اعتاقًا اور اگر شرط واقع ہو بعد سکوت پر بیچ کے ساتھ واقع ہو کے یا جملوں میں عطف ہو لیکن ایسی میں سکوت واقع ہو اور اوسط میں ہو یہ واقع ہوا اسامر خطاء میں تو
ہنسا اور کہے سر راج ہے اتفاق ہے یہ مراد بعد سکوت ہو کہ لئے لطلاق و عطفہ بعد سکوتہ لغوا لانہ تشتد علی نفسہ
وصاحبہ فی الحیاۃ اور عطف کرنا متکلم بعد اپنے سکوت کے لغو ہے کہ اوس میں لغو ہیں جس میں سخت گیری ہے اوسکی ذات پر اور پورا بیان اسکا بحر الرائق
میں ہو اس میں متکلم کی ذات پر درست ہو تو وہاں عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یوں لو کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے
پھر چپ ہو رہا اور اس دوسرے گھر میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع ہو مگر دونوں گھروں کے داخل ہونے سے اور جس میں سخت گیری ہو اپنی
ذات پر چنانچہ یوں کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر کہا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ماسبق میں داخل ہو گی کہ
فی الطلاق و مات ذمّی فقالت عرسہ اسلمتُ بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صُدّقوا تحکیمًا للحال ذمی مرگیا سو اوسکی زوجہ نے کہا کہ میں
ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہو گی باعتبار تحکیم حال کے
اسی دلیل استصحاب حال ہو اسلئے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام موجود ہے الحال ثابت ہو تو زمان گزشتہ میں بھی ثابت رہیگا تحریر میں ہے کہ استصحاب
ہو اور اس امر محقق کی بقا کا حکم ہے جسکا عدم مظنون نہیں کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ یہ مثال ماکم ہے چکی کے پانی جاری ہونے کے
مسئلے میں ہم نے پچکی کی ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ میں انقطاع پر تاوان نہ ہوا اور اسکے پانی جاری نہ ہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو جاری رہا تھا تو
فی الحال پانی کو دیکھا جاویگا اور اسکے موافق زمان گزشتہ میں حکم کرنا چاہئے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں بھی جاری تھا اور اگر فی الحال
جاری نہیں تو سابق میں بھی جاری نہ تھا اِنَّما الحال اِنَّما تصلُح حجۃً للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہئے کہ استصحاب حال لائق رکھتا ہے حجت
ہونے کی فقط دفع ہونے کے واسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں نہ استحقاق کے واسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیۃ اسلمتُ قبل موتہ
فالارث لہ وقالوا بعدہ فالقول لہم لان الحادث یضاف الی اقرب اوقاتہ چنانچہ حکم ہے اوس مسلمان کے باب میں جو مرگیا سو اوسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں
اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اوسکی وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا
قول معتبر ہو اسلئے کہ حادث چیز اپنے اقرب اوقات کے طرف منسوب ہوتی ہے تنبیہ مابعد موت اقرب ہے باقبل موت سو لہذا اسلام حادث مابعد موت کے طرف منسوب
ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ہم کہتا ہوں کہ ظاہر تمثیل اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے
استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہیں وجہ خلل یہ ہے کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن میں تھا متن میں تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا
اور دونوں میں وجہ شبہہ اعتبار قول ورثہ ہی مسئلہ طاحونہ کے درمیان میں آنے سے یہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بدستور مسئلہ طاحونہ
رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی فرع مسئلہ شارح کا و تم الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ فالقول لمدعی الاسلام جیسا واقع ہو
اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکے والدین ذمی ہیں اور بیٹا
مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہوکر مرگیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو وقال المودع بالفتح ھذا ابن مودعی بالکسر
المیت لا وارث لہ غیرہ دفعہا الیہ وجوبًا کقولہ ھذا ابنی دائنی کیا مودَع لیعنے جسکے پاس کوئی ودیعت ہو اوس نے کہا کہ یہ شخص میرے مودِع
مالک میت کا بیٹا ہے جس نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اور اسکا یہ بیٹا ہی کوئی اوسکا وارث نہیں سوا اسکے تو واجب ہے کہ ودیعت اوس شخص کو تو یعنی اوس
تسلیم کرے چنانچہ اس قول میں تسلیم دین واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن قیّد بالوارث لانہ لو اقرّ انہ وصیہ او
وکیلہ او المشتری منہ لم یدفعہا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسلئے کہ اگر امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل ہے

ہو میت سے تو اوسکو ودیعت ندے فان اقرثانیا بابن اخرله لم ينفذ اقراره اذا كذبه الابن الاول لانه اقرار على الغير پھر اگر امانت دار دوسرے بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اوسکا اقرار مفید نہوگا جب کہ پہلا بیٹا اوسکی تکذیب کرے کیونکہ یہہ اقرار سے غیر کی مضرت کا ہم اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہوچکا کہ اوسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا ويضمن للثاني حظه ان دفع للاول بلاقضاء زيلعي اور درصورت تکذیب لڑکا ثانی کو بقدر اوسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی هم قول بعضهم بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر مین ہے اور مقابل اوسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحطاوی ترکہ قسمت بين الورثة او الغرماء بشهود لم يقولوا نعلم كذا فی نسخ المتن والشرح وعبارة الدرر وغيرها لا نعلم له وارثا او غريما لم يكفلوا خلافا لهما لجهالة المكفول له ترکہ مقسوم ہوگیا درمیان وارثون کے یا دین والون کے اون گواہون کی گواہی سے جنہون نے یہہ نہیں کہا کہ ہم جانتے ہین میت کا کوئی وارث یا صاحب دین ایسا ہی لفظ نعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے نسخون مین اور عبارت درر وغیرہا کی یون ہے کہ اون شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنہون نے یہہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہین تو ضامنی نہ لیجائیگی وارثون یا دین والون سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک حاضر ضامنی لیجائیگی هم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح کے نسخہ متن احد شرحین لنعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اوسمین لا نعلم مذکور ہے اور لم يكفلوا ابنیہ للمجہول مضعف العین ہے اور ضمیر ورثہ وغیرہم کے طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص مترکہ چھوڑکر مرگیا اور شاہدون نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہین لیکن اونھون نے حصر ورثہ کی گواہی نہیں دی تو قاضی ترکہ قسمت کرے اونمین اور اون سے ضامن طلب نکرے ويتلوم القاضي مدة ثم يقضي اور قاضی کچھہ مدت قسمت ترکہ مین تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے هم تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم سے نہ تاخیر دفع بعد القضا اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحطاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو ثبت بالاقرار كفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہون نہ شہادت سے تو ضامنت دین باتفاق امام اور صاحبین کے ولو قال الشهود ذلك لا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہین یعنے یون کہین کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا اونکے نہیں جانتے ہین تو نہ ضمانت دین بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وادعى على اخر دارا لنفسه ولاخيه الغائب ارثا وبرهن عليه على ما ادعاه اخذ المدعي نصف المدعى مشاعا وترك باقيه مع ذي اليد بلا كفيل جحد ذو اليد دعواه او لم يجحد خلافا لهما وقولهما استحسان نهاية ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوی پر تو مدعی نصف گھر لے بطور مشاع اور چھوڑدے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نکیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک درصورت انکار دعوی باقی کو اوسکے پاس نرکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایۃ هم امام کی دلیل یہہ ہے کہ حاضر خصم نہین غائب کے طرف سے استیفا وارث ہین اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے هم صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ جب اوس نے دعوی ارث کا انکار کیا تو اوسکی خیانت ثابت ہوئی تو اب اوسکے پاس رکہنا مضرت سے خالی نہین ولا تعاد البينة ولا القضاء اذا حضر الغائب في الاصح لانتصاب احد الورثة خصما للميت حتى تقضى منها ديونه اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جب کہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح مین بسبب قائم ہوجانے ایک وارث کے مخاصم ہوکر میت کے طرف سے یہان تک کہ ادا کئے جاوینگے متروکہ سے میت کے دیون ثم انما يكون خصما بشروط تسعة مبسوطة في البحر پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثون کے طرف سے اوسمین جو میت پر دعوی کیا جاوے تو شرطون سے جو مشرح مذکور ہین بحر الرائق مین هم سید حموی نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ شارح بشروط ثلثۃ کہتا ایک شرط یہہ کہ عین کل وارث کے ہاتھہ مین ہو دوسری یہہ کہ اوسمین قسمت نہوگئی ہو تیسری یہہ کہ وارث غائب اوسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میت سے متروک ہے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق مین مذکور ہین وہ شرط نہیں بلکہ بعضے شرط

ہین اور بعض احکام اور وہ سب آپس مین متروک کذا فی الطحاوی مختصراً والفرق بین الدین والعین اور حق یہ ہے کہ دین اور عین مین فرق ہے ہم بیں
اور یہ خصم نہین باقی وارثون کے طرف سے اوس مین کہ دعوی مین میت پر ہے مگر جب کہ عین اوسکے ہاتھ مین ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے
تو وارث خصم ہوگا باقی وارثون کی جانب سے گرچہ اوسکے ہاتھ مین عین ترکہ نہو اسواسطے کہ وارث کے حق میں مشترکہ بین شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا کے
اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعوی عین مین بھی عین ترکہ کا کل ہاتھ مین ہونا شرط ہے بحرالرائق مین کہا کہ جو فتح القدیر مین ہے اوسمین فرق نہ کرنا
رجوع حق سے باقی سمجھا اور یہ اوس صورت مین ہے جب کہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر وارث میراث مین کا مدعی ہو تو بعض ہو اگر
اپنا دعوی ثابت کرے تو اوسکے اور باقی وارثون کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگرچہ اپنے اور اونکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نکر سکا ہو
اور مدعا علیہ نے اوسکا دفع کر دیا ہو بایطرح پر کہ میت نے اوسکو تیری مورث سے خرید کیا ہے اور خریدی کو ثابت کر چکا ہو تو دعوی ارث کا حاضر اور غائب کے
حق مین دفع ہوگا کذا فی الطحاوی من ابی السعود وهذا في مثل العقار المنقول فيما ذكرنا لا اخذ دری اور اسیطرح اوسکے غیر منقول کے ہند منقول کی
جو اونکو مین بقول اصح کذا فی الدر یعنی اگر مال منقول مین دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لیلے اور غائب کا حصہ ذمی کے پاس چھوڑ دے
لکن حمد فی المنتقی انه يؤخذ منه اتفاقاً ومثله في البحر لكن نقل الاجماع مين محو کو بہ جھا دیا ہے کہ منقول لیا جاتا ہو ذمی کے اتفاق
اور صاحبین کے اور امام کے مانند بحرالرائق مین ہے ہم اسواسطے کہ منقول مین حفاظت کی حاجت ہوا اور اوس سے لینے مین زیادہ تر حفاظت ہو اور زمین تو
خود محفوظ ہے قال واجمعوا انه لا يؤخذ لو مقراً صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اسپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائے یعنی منقول
مین اگر ذی الید مقر ہو ہم طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول مین اجماع نہین حالانکہ ایسا نہین کیونکہ وہ مالک اقرار عقار اور منقول کا ایک حکم
ہے اوصى له بثلث ماله يقع ذلك على كل شيء لانها اخت الميراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت
ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جیسے ملک کہ ہر ہو اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہم جنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز مین جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی
لو قال مالي او ما املكه صدقة يقع على جنس مال الزكوة استحساناً اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوة کی
جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالے کے ایجاب پر یعنے جس چیز مین حق تعالے نے بندہ پر واجب کیا
اوسمین ایجاب بندہ بھی واقع ہوگا مال زکوة مین سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ شیاء نہ کو مستغرق دین
ہون یا نہون اسواسطے کہ جنس چیز مین زکوة واجب ہوتی ہے اوسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اوسکی مقدار اور شرط سے کذا فی الطحاوی وان لم يجد غيره
امسك منه قدر قوته فاذا ملك غيره تصدق بقدره ۱۲ اور اگر شخص مذکور نپاوے سوائے مال زکوة کے یعنے اوسکے پاس سوائے سوائم اور نقدین اور
اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اوسمین بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوائے اوسکے جب کہ مالک ہو تو بقدر اوسکے تصدق کرے
ہم علماء متاخرین نے مقدار قوت کی یون ٹھیرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کے واسطے ایکدن کی قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا
کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینہ کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک یک سال کا قوت اور سوداگر وہ مقدار رکھ لے جو اوسکو کفایت کرے یہانتک کہ اوسکو
مال حاصل ہو کذا فی الطحاوی فی البحر قال ان فعلت كذا فما املكه صدقة فحيلته ان يبيع ملكه من رجل بثوب في منديل بقبضه
ولم يره ثم يفعل ذلك ثم يرده بخيار الرؤية فلا يلزمه شيء بحرالرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو یعنے مثلاً اگر زید سے کلام کرون
تو جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو اوسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اوس کپڑے کے جو رومال مین لپٹا ہوا ہے
اور اوس پر قبضہ کرے بدون اوسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنے زید سے کلام کرے پھر اوس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اوسپر کچھ صدقہ
لازم نہ آویگا ہم اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اوسکی ملک مین نتھی بسبب بیع کے اسواسطے کہ ملک کا
اعتبار حنث کے وقت ہوتا ہے نہ حلف کے وقت و لو قال الف درهم من مالي صدقة ان فعلت كذا ففعله وهو يملك اقل لزمه بقدر ما يملكه
تم شد ۱۲

وَلَو لَم يَكُن لَهُ شَيءٌ لَا يَجِبُ شَيءٌ اور اگر بولا کہ ہزار درہم میرے مال سے صدقہ ہین اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے
تو اوسپر اوتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اوسکی مملوک کوئی چیز نہین تو کچھہ واجب نہین وَصَحَّ الاِیصَاءُ بِلَا عِلمِ الوَصِیِّ فَصَحَّ
تَصَرُّفُهُ اور صحیح ہو وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا ترکہ پر وصی کیا
اور وصی کو معلوم نہین پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلا کوئی چیز اوسکی بیچ ڈالی تو صحیح ہے لَا یَصِحُّ التَّوکِیلُ بِلَا عِلمِ الوَکِیلِ نہین صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون
علم وکیل کے یعنے اوسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہین وَالفَرقُ اَنَّ تَصَرُّفَ الوَصِیِّ خِلَافَةٌ وَالوَکِیلِ نِیَابَةٌ اور ایصا اور توکیل مین فرق یہہ ہے
کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہی اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے ھم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق
ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچ ڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہے نہ بطریق خلافت
کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہے تو بغیر علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درہم امانت رکھی ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ مین مثلا زید کو
اوسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور لقبض ہونیکا علم نہین پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہوگئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے مودع سے
تاوان چاہے زید سے اور اگر بہیدار کو علم توکیل ہوا اور وہ مامور لقبض کو قبضہ کرا دیا اور پھر تلف ہو تو کسی پر تاوان نہین کذا فی الطحطاوی فَلَو عَلِمَ الوَکِیلُ بِالتَّوکِیلِ
وَلَو مِن مُمَیِّزٍ اَو فَاسِقٍ صَحَّ تَصَرُّفُهُ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہو اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے معلوم ہو تو اب اوسکا تصرف صحیح ہے وَلَا یَثبُتُ
عَزلُهُ اِلَّا بِاِخبَارِ عَدلٍ اَو فَاسِقٍ اِن صَدَّقَهُ عِنَایَةٌ اَو مَستُورَینِ اَو فَاسِقَینِ فِی الاَصَحِّ اور ثابت نہین ہوتی وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے
سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر مین کذا فی العنایہ یا معزولی ثابت ہوتی ہے دو شخص مستور العدالہ ہی یا دو فاسقون کی خبر سے
قول صحیح مین کَاِخبَارِ السَّیِّدِ بِجِنَایَةِ عَبدِهِ فَلَو بَاعَهُ کَانَ مُختَارًا لِلفِدَاءِ مانند خبردار ہونے مولے کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین
جنایت عبد کی مولے کو خبر ہوئی پھر اوسنے اوسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہے یعنی اوسکو فدیہ جنایت دینا پڑیگا وَالشَّفِیعِ بِالبَیعِ اور جیسے شفیع کو
بیع کی خبر پہونچانا یعنے اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین شفیع کو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا وَالبِکرِ بِالنِّکَاحِ اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر
پہونچانا یعنے سکوت بکر رضا نہین مگر جب کہ اوسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ ساکت رہی تو
یہہ سکوت رضا نہین وَالمُسلِمِ الَّذِی لَم یُهَاجِر اِلَینَا بِالشَّرَائِعِ اور جیسے اوس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کے طرف ہجرت نہین کی احکام شرعیہ کی خبر پہونچنا
یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اوسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہے یہان تک کہ اگر فرائض ترک کریگا تو قضا اوسپر
لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہہ ہے کہ ایک فاسق کی خبر اسمین کافی ہے وَکَذَا الاِخبَارُ بِعَیبٍ لِمُرِیدِ شِرَاءٍ وَحَجرِ مَأذُونٍ وَفَسخِ شَرِکَةٍ
وَعَزلِ قَاضٍ وَمُتَوَلِّی وَقفٍ فَهِیَ عَشَرَةٌ تُشتَرَطُ فِیهَا اَحَدُ شَطرَیِ الشَّهَادَةِ لَا لَفظُهَا اسی طرح عیب مبیع کی خبر دینا خرید کا ارادہ کرنے والیکو اور منع
تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہہ دس چیزین ہین جنمین شہادت کے دو جزون
سے ایک جز شرط ہی نہ لفظ شہادت ھم شہادت کے دو جز ہین ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کی اخبار مین ایک جز شرط ہے
یا عدد بلاشرط عدالت یا عدالت بلاشرط عدد عزل قاضی اور متولی وقف بحث ہی صاحب بحر کی نہ نص مذہب کذا فی الطحطاوی وَیُشتَرَطُ سَائِرُ الشُّرُوطِ فِی الشَّاهِدِ
اور مخبر مذکور مین باقی شروط شاہد کی شرط ہین یعنے آزاد اور بالغ ہونا اور یہہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہونا مع عدد یا عدالت حاصل یہہ کہ مخبر
مین شرط ہے جو شاہد مین شرط ہے بجز لفظ شہادت و حضور مجلس قضا اور یہہ حسب مذکور امام کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مخبر
شرط ہے کذا فی الطحطاوی وَقَیَّدَهُ فِی البَحرِ بِالعَزلِ القَصدِیِّ وَبِمَا اِذَا لَم یُصَدِّقهُ وَیَکُونُ المُخبِرُ غَیرَ المُرسَلِ وَرَسُولِهِ فَاِنَّهُ یَعمَلُ بِخَبَرِهِ مُطلَقًا کَمَا سَیَجِیءُ فِی
بَابِهِ اور قید لگائی ہے بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جب کہ وکیل مخبر کی تصدیق نکرے اور اسکی کہ مخبر غیر مرسل ہو اور موکل کا پیام رسان نہو سواے
پیام رسان کی خبر پر مطلقا عمل ہے چنانچہ عزل وکیل کے باب مین آویگا ھم یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہے اور عزل حکمی مین توقف علم

سے وہ معزول ہو جاتا ہے قبل اسکے یہ کہ موکل مر جائے یا اسکو جنون مطبق ہو جاوے تو خبر تک قبل غلط ہے بلکہ صواب خبر سے ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے
پس اگر یہ صورت ہوئی تو عمد و بجہت دلیت مجبر شدہ علم ہو اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب واجب ہے اگر تامبر کر بیٹھا تو حق ساقط ہو گیا یہ عام
کی بیمہ پر حلف تا مل لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحاوی باع قاض او امینہ وان لم یقل حلفتک اسیاتی میعہ علی
الصبی والمیت عبد الدین للغرماء واخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی واستحق العبد العبد ضاع فلا ضمان علیہ لم یضمن لان قابض
العاص کالعاصی فالقاضی کالامام وکل منہم لایضمن بل ولا یحلف بخلاف نائب الناظر فانہ یا وصی ہے اگرچہ قاضی نے مقرر کیا ہو کر
جس نے اسکو امین مقرر کیا اسکی بیع میں بطور سبب کہ لئے اوراجبنہ غلام کو بیچا قرضخواہون کے ادائے دین کے واسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن ضائع ہو گیا
قاضی کے پاس اور غلام تک غیر تھا یا غلام ہلاک ہو گیا قبل اسکی تسلیم کے تو امین اور اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے ایسے ہے اور قاضی
سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک اونمیں سے تاوان نہیں دیتا بلکہ اوسپر قسم بھی نہیں لیجاتی بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اوسکا قول بدون قسم کے
معتبر نہیں ہم قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہیں کہ اگر اون پر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کرینگے تو مسلمانوں کی مصالح معطل
ہو جاوینگے لئے ایسے ورجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والوں سے پھیر لیگا بسبب متعذر ہونے رجوع کے
عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اوس شخص سے متعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہوا اور عقد کی طرف
اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہاں اصحاب دیون ہیں بیچنے کے واسطے یہ واقع ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیچنا حکم نہیں دیتا جبتک
صاحب دین طلب نہ کرے کذا فی العینی شرح ولو باعہ الوصی لہم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض
العبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقدا نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ وہو یرجع
علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو وصی نے دین والون کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اوسکے حکم کے پھر غلام مستحق نکلا یا مر گیا
قبل قبضہ کرنے کے غلام کے وصی کیجانب سے اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وصی پر رجوع کرے اسواسطے کہ وصی اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا ہے میت کا نائب ہو کر
حقوق عقد وصی ہی کی طرف راجع ہونگے اور وصی دین والون پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے اونہیں کی منفعت کیواسطے ہم جو کچھ کیا ہے اس کام کو
اور اوس کام کے سبب سے جو ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اونہیں پر پڑیگا جنکے واسطے کام کرتا تھا خلاصہ یہ ہے کہ وصی نے گویا جسکے ہاتھ کہ سامان ترکہ بیچا ہے
ترکہ کے ولو ظہر بعدہ للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ ہو الاصح اور اگر بعد اسکے میت کا مال ظاہر ہو تو قرضخواہ اپنا دین اوس مال میں سے
یعنی اوس میں سے اخرج القاضی لثلث للفقراء ولم یعطہم ای حتی ہلک کان الہالک من مال الفقراء والثلثان للورثۃ لما مر
قاضی نے متروکہ میں سے تہائی نکالی فقیرون کے واسطے اور اونکو نہیں دیا یہان تک کہ وہ تلف ہو گئی تو فقیرون کا مال ضائع ہو گیا اور باقی دو تہائی
وارثون کا حق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی تحفہ فقیرون کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہ ہوگا امرک قاض عدل برجم او قطع او ضرب قضا
او بہ حل فعلہ بہ اذ کرہ وسعک فعلہ لوجوب طاعۃ ولی الامر ای خاطب جبکو قاضی عادل نے اور کہا تاکہ محصن کو سنگسار کر یا ہاتھ
کاٹ یا کوڑے مار یا حد لگا جسکا وہ حکم کر چکا ہے یعنی چوری یا شراب کا حکم دیچکا تو تجھکو اوسکے فعل میں گنجائش ہے کیونکہ حاکم کا واجب
ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور مجملہ طاعت حاکم کی یہ بھی تصدیق ہے ومنعہ محمد حتی یعاین الحجۃ واستحسنہ
فی زماننا وفی العیون وبہ یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کرنے سے یہانتک کہ حجت ثبوت کو معاینہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانہ میں اور عیون
میں کہا اسی قول کا فتوی ہے ہم وجہ استحسان تو کہ فساد قضاۃ ہے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت لیکر حکم کرتے ہیں اور احکام اونکو جلد
اور خاک قطع وغیرہ کا فیصلہ نہ بھی ہوگا کہا لیکن مجھے لیواسطے کے ستہ صیدی کی شرح آداب القاضی میں دیکھا کہ محمد نے استحسان کے قول کیطرف رجوع
کیا ہے جیسا کہ ... جس ... روایت کی ... ہے ... کہ محمد اپنی ... کے ... سے ... بل ... مذکور کے ... ہو ... اونکا رجوع کرنا ... ہے

قول کے طرف صحیح ہوا کذا فی الحطاوی الا فی کتاب القاضی للضرورۃ مگر قاضی کے خط مین اوسکے موافق عمل کرنا بلا معاینہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت احیاء حقوق اور اسواسطے کہ خیانت اسمین کم واقع ہوتی ہے کذا فی الحطاوی وقیل یقبل لو عدلا عالما اور بعضون نے کہا رحمہ اللہ یا فقرنگا قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ھم یہہ قول ہے ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم تہمت وبعدت فساد اور غلطی کی اور یہہ امر عالم عادل مین منتفی ہی اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اوس صورت مین ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہین اور اوسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہین تو ابو منصور کا قول کشف ہے مذہب امام سے کذا فی الحطاوی وان عدلا جاھلا ان استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا اور اگر قاضی عادل جاہل ہے اگر اوس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اوسکی تصدیق ہوگی اور نہین تو تصدیق نہو گی ھم مثال اوسکی زنا مین یہہ ہے کہ قاضی کہے کہ مین نے زنا کی متعرسے استفسار کیا اور زنا کا اور جس عورت سے اوس نے زنا کیا اوس کا سوال اوس سے کیا تو اوسنے اقرار کیا چنانچہ اسمین معروف ہی اور اوسپر مینے سنگساری کا حکم کیا اور حد سرقہ مین کہے کہ میرے نزدیک حجت ثابت ہوا کہ اوسنے بقدر نصاب بمکان محفوظ سے لیا جسمین کچہ شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اوسنے عمدا بلا شبہہ قتل کیا تو اب اوسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہی کذا فی النہر وکذا لا یقبل قولہ لو کان فاسقا عالما کان او جاھلا للتھمۃ فالقضاۃ اربعۃ اور اسیطرح قاضی کا قول مقبول نہین اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہین ھم قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہی تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب مین خوب بیان کرے تو تصدیق اوسکی واجب ہی اور قطع جائز ہی اور ثالث اور رابع کا قول مقبول نہین کذا فی صدر الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا مگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول مقبول ہے ھم اسواسطے کہ بعد معاینہ حجت تہمت باقی نہی شارح نے حجت کو متناول بسبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے صب دھنا لانسان عند الشھود فادعی مالکہ ضمانہ وقال الصاب کانت الدھن نجسۃ وانکرہ المالک فالقول للصاب لانکارہ الضمان والشھود یشھدون علی الصب لا علی عدم النجاسۃ ڈہلکایا کسی آدمیکا تیل گواہون کے سامنے سو اوسکے مالک نے اوسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈہلکانیوالے نے کہا کہ تیل ناپاک تہا اور مالک اوسکا انکار کرتا ہے تو ڈہلکانیوالے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہین ڈہلکانے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست پر ھم ظاہر اجواب عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہی حالانکہ تیل اگر ناپاک ہوجاوے تو اوسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چراغ مین جلانا درست ہی غیر مسجد مین اور اگر اسکو اسپر حمل کیجیے کہ اوس پاک تیل کا ضمان نہین بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی بلا تردد صحیح ہی کذا فی الحطاوی ولو قتل رجلا وقال قتلتہ لردتہ او لقتلہ ابی لم یسمع قولہ لئلا یؤدی الی فتح باب العدوان فانہ یقتل ویقول کان القتل لذلک وامر الدم عظیم فلا یھمل بخلاف المال اقول اذا بہ ازیہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ مین نے اسکو قتل کیا بسبب اوسکے ارتداد کے یا بسبب اوسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کہل جاوے یعنے اگر اوسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اوسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جاویگا اور قاضی کہے کہ قتل اوسکے واسطے تہا اور خون کا امر عظیم ہے سو وہ مہمل چہوٹ نہین سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیۃ من کتاب الاقرار ھم خون کا امر عظیم ہی لہذا مال مین ایک قسم کفایت کرلی ہے اور خون مین پچاس قسمین صدق قاض معزول بلا یمین قال لزید اخذت منک الفا قضیت بہ ای بالالف لبکر ودفعت الیہ او قال قضیت بقطع یدک فی حق وادعی زید اخذہ الالف وقطعہ الید ظلما واقر بکونھما ای الاخذ والقطع فی وقت قضائہ وکذا لو زعم فعلہ قبل التقلید او بعد العزل فی الاصح لانہ اسند فعلہ الی حالۃ معھودۃ منافیۃ للضمان فیصدق الا ان یبرھن زید علی کونھما فی غیر قضائہ فالقاضی یکون مبطلا صدر الشریعۃ تصدیق کیجاویگی اوس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسنے زیدسے کہا کہ مینے تجہسے دو ہزار درم لیے جنکا مینے حکم کیا تہا بکر کے واسطے اور مینے اوسکو دیئے یا قاضی نے کہا کہ مینے حکم دیا تہا تیرے ہاتہ کاٹنے کا حق مین

ملہ مترجم اول سے زید قتل ... قول ... قاضی کو ... مطلب ... [illegible]

اور یہ جسے ادا [illegible] یعنے اخذ اور قطع اور قاضی کی قضا کی حالت
میں واقع ہوا [illegible] ہے کیونکہ قول اصح میں اسواسطے کہ زید نے قاضی
سے نقل کی اور حالت میت یعنی قضا کے وقت نسبت کی جو اوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی گر چہ کہ زید گواہ اور عمرو کے سپرد کیا تھا اور قطع حالت
قضا میں نہیں واقع ہوا تو اب قاضی بیطل ہوگا اس شکل میں کہ ان کے نسبت لشبہہ لیتا ہم حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اوسکا ثابت ہے اگر
کہ یا بر اقاضی نے علم کا حکم نہیں کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہیں کہ معزول اوسکا قضا میں نسبتہ امتناعات ہوا کذا فی الحیطا۔ **فرع** مسئلہ لحقہ مشائخ نقل
فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شیئ فی بیت المال فلہ اخذ عشیر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف یعنی اشباہ
میں کہا کہ بعض شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر نہو تو اوسکو دسوان حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے
لینا درست ہے مع صاحب اشباہ نے اس قول کو مناسب نہ دیکر نقل کیا ہے اسکے انکار میں مبالغہ کیا وفی الخانیۃ المتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ
اور خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں ہم اس مسئلے کا بیان کرتے ہیں علاوہ برین یہ قول محرر اور منقح نہیں اشباہ
میں خانیہ سے یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا
دسوان حصہ متولی کے واسطے مقرر کر دیا اور وقف میں ایک طاحونہ یعنی پنچکی ہے ایک شخص کے قبضہ میں بطور مقاطعہ جسمیں متولی کی کچھ حاجت نہیں
اور اس پنچکی والے لوگ اس کا غلہ لیا کرتے ہیں تو متولی کا دسوان حصہ اسمیں واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہیں لیا مگر بطریق اجرت تو بسبب اجر نہوگا
بدون عمل کئے انتہی تو ظاہر یہی ہے کہ صواب یہ ہو کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقف میں مقرر ہوا تو مراد اوس اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو
اجرت مثل سے تو زائد کو پھیر دیوے اور تحقیق کر دے اور تحریر اکثر اور لو اسمیہ میں بطریق اجمالی یون ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی
البحر الرائق تلمسا تلت الکن فے البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی یحرم لہما اخذ الاجرۃ بہ کالنکاح صغیر لانہ واجب علیہ وجواب
المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتبہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ یعنی کہتا ہوں لیکن بزازیہ میں ہے کہ جو عمل کہ
قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو دونوں کو اوسکی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کو زبانی
جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا ہر قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر اونکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم
نہیں اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہ کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہوا اور
نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہیں اور اوسکے سوائے حلال ہے اور مال یتیم کی بیعکی اجازت پر اجرت حلال نہیں اور اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح میں
یہ کہا اور اصح یہ ہو کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کرے اور کام ایک یہ کہ شیخ کی مشقت جسمیں احتمال مختلف ہیں [illegible] جو ایسے دشوار لکھے لفظ کی
مشقت پر بھی کہتا ہوں اور حاویہ میں ملتقط سے اور یہ جو بعض نے کہا کہ ہر ایک ہزار میں پانچ درہم اجرت ہی سو مستند نہیں یاد رہا جو ایسا کہ بہت کی
[illegible] اسکا الزام نہیں اور کوئی مشقت ہر کاتب کو کثرت تعین کی مقرر نہیں اوسکو تو اجرت مثل سے مقدار اوسکی محنت کے اور مقدار اوسکی مشقت اور اس
مانند بہتر ہے کہ اور مشقات مشقت قلیلہ میں اسکے سجلات تراشی میں بعضے منفرد ہے کی اجرت تا بقدر نقد سے بہ نسبت اور یہ قول ہمارے ہے
پہلے سے بہتر ہے اور کتاب سجلات میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ اجرت نوشتہ کے طول اور قصر اور اوسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کے اعتبار سے اجرت
اجرت کا ہونا کہ اس لئے کہ ولیس لہ اجر ولا کان ناسخا ولو لم یکن من بیت المال مقرر وانشرح وہبانیہ میں ہے اور قاضی کیسا ہی اجرت
سیل [illegible] کہ بیت المال سے کچھ مقرر نہوت ورخفت تعصر لانعدام مقرر فی عصرنا فالقول الاول یتعین اس
حصہ کے شغل المراد [illegible] تو یہ قول منصور [illegible] یجوز للمفتی علی کتب خطہ علی قدرہ
جنس فی الکتب [illegible] اجرت مجوز ہے کہ اسکے یہ بقدر اوسکی کتابت کے اسواسطے کہ قوم کو کتابت میں مخصوص نہیں یعنی اور کتب اس واجب

اور لازم نہین ہم شرح وہبانیہ مین جلال الدین ابو المحامد سے منقول ہے کہ فقہانے کہا کہ مفتی کو کچھ مضایقہ نہین جواب فتوے کی کتابت کی اجرت لینے مین اسواسطے
کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہی نہ ہاتھ سے لکہدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہے یعنی تا قیل اور قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے
کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہی شہادات کے احکام مین ہم شہادات جمع ہے
شہادت کی اگرچہ شہادت اصل مین مصدر ہے لیکن مصنف نے اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکی انواع کے اخرھا عن القضاء لانہا کالوسیلۃ وھو
المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہی وسیلہ
ہی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت مین عبارت ہی خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جسمین شک اور تردد نہین وشرعا اخبار صدق لاثبات حق
فح قلت فاطلاقہا علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع مین شہادت عبارت ہی اخبار صدق سے حق ثابت کرنیکے واسطے
کذا فی الفتح مین کہتا ہون جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہی نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہی ہم اخبار
بمنزلہ جنس کے ہی اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئین اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس
قضا مین بلفظ اشہد تکلم کرے بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ہم یعنی شہادت مین بالخصوص لفظ شہادت متعین ہے تو تعبیر بلفظ علم
یقین کافی نہین فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بلفظ شہادت مجلس قاضی مین اگرچہ بلا دعوے مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی
آزادی مین ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہوگئی جو غیر مجلس قضا مین واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہین عتق جاریہ اور طلاق زوجہ مین صحت شہادت
کے واسطے دعوے شرط نہین بلکہ جمیع شہادات حسبہ کا یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی وسببہا وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم
بہا ذو الحق وخاف فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جب کہ صاحب حق شہادت کی درخواست
کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونیکا خوف ہو اسطرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہو جانے حق سے تو اسکو گواہی دینا
لازم ہوگا بلا طلب مدعی کے کذا فی الفتح یعنے آدمیکے حق مین شہادت شاہد پر واجب نہین بلا طلب مدعی مگر در صورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی ادا
شہادت مین تو شاہد شرعا مطالب ہی شرطہا احد وعشرون شہادت کی شرطین اکیس ہین شرائط مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک
ہی یعنی ایک شرط یہ ہی کہ مجلس قضا مین شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر ہے کہ شارح یون کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرائط التحمل ثلثۃ العقل
الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونیکی شرطین تین ہین عقل کامل ہونا شاہد ہونے
کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اوس چیز کا جسکی گواہی دیجاوے مگر اوسکا معاینہ شرط نہین جسمین بتسامع ہی گواہی ثابت ہے ہم جب عقل کامل ہوئی تو
مجنون اور صغیر لا یعقل کا گواہ ہونا صحیح نہین اور اسیطرح اندھے کی گواہی صحیح نہین بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور
اسلام اور عدالت شرط نہین تو اگر گواہ ہونیکے وقت صغیر عاقل ہو یا غلام یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہو جاوے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ
کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دین تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ
اور ادائے شہادت کی سترہ شرطین ہین دس شرطین عام ہین جمیع انواع شہادت مین اور سات شرطین لبعض انواع شہادت مین خاص ہین منہا الضبط
ازانجملہ ضبط ہے یعنی یہ شرط ہی کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک وتردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہین بدون مقدمہ یاد
ہونیکے خلافا للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور جملہ شرائط ولایت ہی یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ
پر اسطرح کہ دونون کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہی اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر
ہو تو اسلام اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور ازانجملہ یہ شرط ہی کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی
اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنیکی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھکر دونون مین فرق کرسکتا ہو ومن الشرائط عدم

کتاب الشہادات

یعنی جسکے ادا مین مرتب ہو ثواب معبود کی کسی آدمی کے حق کا اثبات بلکہ حق اللہ کا ثابت کرنا منظور ہے ۱۲

یعنی ایک دوسرے کی بشناخت ہو ۱۲

قرابة ولاد او زوجية کما مر یعنی شرائط عدم قرابت جو بسبب ولادت اور زوجیت کے ہو تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اسکے برعکس جائز نہیں
اور ایک زوجین کی گواہی اور قذف او تہمة یعنی اور جملہ شرائط عدم عداوت دینی ہے تو دنیوی عداوت مانع شہادت نہیں اور قسم مقدم او دفع مغرم
کا سبب یعنی یہ جملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہونا ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ حاصل
ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے تو ہم ناتی او شارح نے شہادت کی شرائط کو بالاستیعاب ذکر کیا اور تفصیل شرائط اسطرح سے کہ بعضی شرائط
شاہد کی طرف راجع ہیں اور وہ بیس ہیں پانچ وجوب قبول کی شرطیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو
اپنی ذات کے واسطے جر منفعت نکرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹا دے اور یہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی
موکل کے واسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعضی شرائط شہادت کے طلب کی راجع ہیں اور وہ یہ ہیں کہ دعوی سابق ہو دونوں کا اتفاق ہو
گواہی میں اور یہ شروط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں اور وہ بیس ہو سکتا ہے اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی
مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی میں اور تقدم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمین توافق شرط ہے اور تمام احکام
شرع کی شہادت میں مگر بعد قبضہ ہونے اور شہادت حد زنا اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت علی الشہادۃ میں تو یہ سب
اداء شہادت کی شرطیں ہیں اور ارکان شہادت یعنی محل قضیہ اور عقل اور بصارت یہ دونوں تو تحمل اور ادا دونوں میں شرط ہیں اور رؤیت
مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہوئے اداکی تو یہ سب تیس شرطیں ہوئیں اور امتیاز کرنا مشکل ہے یہ شروط سوائے مانع ہی جسکو شارح نے اعتبار کیا ہے تو چاہئے
سب کیس شرطیں ہوں کذا فی الطحطاوی ذکرہا لفظ اشہد لا غیر لتضمنہا معنی مشاهدۃ وقسم واخبار للحال فکانہ یقول اقسم باللہ
لقد اطلعت علی ذلک وانا اخبر بہ وھذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیما اعلم یبطل للشک اور شہادت کا رکن لفظ
اشہد ہے بصیغہ مضارع متکلم کوئی اور لفظ سوا اسکے لیس متضمن ہے اس لفظ کے معنے شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو تو شاہد نے لفظ اشہد کہکر
گویا یوں کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مقرر میں مطلع ہوں اور میں اسکی خبر دیتا ہوں اور یہ معانے غیر میں حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں
اسیواسطے لفظ اشہد کا متعین ہوگیا یہانتک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنے یوں کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنے میں گواہی دیتا ہوں اپنے علم کے موافق
تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے عدم لفظ اشہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہوا تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اسواسطے کہ صیغہ
ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اسمیں محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا پھر جب کہ لفظ
اشہد متعین ہوگیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا لہذا اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہے تو
شہادت مقبول نہیں اور ایسا ہی یہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے جیسا کہ لفظ فیما اعلم یعنے ظنی کذا فی الطحطاوی

وحکمہا وجوب الحکم علی القاضی بموجبہا بعد التزکیۃ بمعنی افتراضہ فورا الا فی ثلث ذکرناہا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہے
قاضی پر بمقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب کے معنے افتراض حکم ہے فورا مگر تین صورتوں میں جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یعنی جب
تزکیہ شہود ہوگیا تو اب قاضی پر بمقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہوگیا مگر جب کہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو
شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں اشتراط التزکیہ صاحبین کا قول ہے مفتی بہ ہے کذا فی البحر نقلا عنہ فلو امتنع یعنی بعد وجود شرائطها اثم لترکه الفرض
واستحق العزل لفسقه وعزر لارتکابه ما لا یجوز شرعا زیلعی سو اگر قاضی بمقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط متعدد کے پائے جانے کے
بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور مستوجب عزل کرنے کے لائق ہوگا بسبب اسکے فاسق ہو جانے کے اور اسکو تعزیر دیجاویگی بسبب اسکے
مرتکب ہونے اس چیز کے جو شرعا جائز نہیں کذا فی الزیلعی ولعل المراد لو ترکہ جہرا ای ان لم یعتقد افتراضه علیہ بان ملک فظن
الکافی بکفرہ واستظہرہ المصنف الاول اور قاضی کافر ہو جاویگا اگر اسکا وجوب نہ جانے تیسے اگر حکم فرض ہونے کا علم اور معتقد نہو تو کافر ہوگا

کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اد کا پنچے تے قاضی کے نز امتناع حکم سے متعلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح مین قول ادائہا یعنی
کو بصورت عدم اعتقاد فرضیت کی تقویت کی ہے ہم کا فیجی کہ عالم ہی جسکا رسالہ ہے تیسیر التقادہ علی ابقاء وکذا فی البحر ویجب اداءھا
بالطلب ولو حکما کا کلام اور واجب ہوا ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا ہو اور خوف
ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادای شہادت واجب ہی ہم انراض ادای شہادت مجمع علیہ ہے حق تعالے نے فرمایا ولا تکتموا الشہادۃ ومن
یکتمہا فانہ آثم قلبہ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو چھپاویگا تو اوسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے پس قاضی کے سوا اظہار کرنا
ہوا شاہدون پر پھر کتمان محرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اوسکا دل گنہ گار ہو تو یہ تاکید بر تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہر دل کے طرف
جو سب سے اشرف الاعضا ہیاسے بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو دمی بالکل معصیت کا محل ٹھیرا بخلاف باقی اعضا کے جن کا تعلق اعضائے ظاہر
سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالے کے اس قول مین کہا (ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نکرین شاہد جبکہ
وہ بلائے جاوین کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادای شہادت مین لیکن تحمل مین متعاقدین کو شاہد کرنیکے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے نہ شاہدون کو
اونکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادای شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی اونکے پاس سماعت شہادت کیواسطے
آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے
واسطے کوئی نہو تو شہادت فرض عین ہے اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہے مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور ذکر کی
مین ہے کہ شہادت عقود مین مستحب ہے مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہے اور اسیطرح رجعت مین شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہے کہ کچھ
مضایقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادای شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے اور اگر اور لوگ نہون تو
امتناع جائز نہین کذا فی الخلاصۃ ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ القاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ
اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاھد لانھا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاھدان لتحمل و
اداء ولیکن ادای شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ مین مشرح ہین از انجملہ عدالت قاضی اور اوسکا مکان قریب ہونا اور شاہد کو
قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اوسکے شتاب تر قبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہو بشرطیکہ اوسکا بدل یعنی شاہد کا عوض نہ موجود
نہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہی فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور ادا کے واسطے سوای دو شاہدون کے اور کوئی نہو مترجم شارح نے شروط سبعہ
پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہی قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو
قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہے کہ ادا اور شہادت اوسپر متعین ہو دوم قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور
اوسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہ گار نہو گا کیونکہ اوسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالے نے فرمایا ہے
لا یضار کاتب ولا شہید یعنی اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو سوم علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اوسپر گواہی دینا لازم
نہین یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اوسپر ادای شہادت واجب ہے اگرچہ وہان اور بھی
شاہد مقبول الشہادۃ ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہے وجہ تامل شاید یہ ہے کہ جب وہان وہ شخص موجود ہے جس سے
حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ہے چہارم طلب مدعی تو بلا طلب ادای شہادت واجب نہین مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت
شاہد پنجم شاہد پر ادای شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو بایطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہون اور اونھون نے گواہی بھی دی
ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہ گار نہو گا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہو گا شرط ششم یہ ہے کہ شاہد کو
دو عادل شخصون سے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ ملی ہو تو اگر اوسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دی ہے

یہ نسبت ہی نے عدم کو آزاد کر دیا ہی یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب جسکو دین اور نکاح اور نسب اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر
مخبر عادل نہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور خاموش رہیں کیونکہ خبر باطل کر دیں اور چاہیں گواہی دین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک
شہادت میں حرج نہیں اور جب معلوم ہو کہ شاہد کو نفع پہنچتا ہو طرف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اوس نے خوف سے اقرار کیا ہے
تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی المحیط وکذا الکاتب اذا تعین لکن له اخذ الاجرة لا الشاهد حتى لو ارکبه بلا عذر لم تقبل
وبه تقبل لحديث اكرموا الشهود اور یہی حکم کاتب کا ہے یعنے کتابت فرض ہے جب کہ کاتب متعین ہو یا نہ ہو جب اوسکو کوئی بدل نہو لیکن
کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہان تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کریگا تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سوار ہی
سو گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود عذر یہ ہی کہ شاہد ضعیف یا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہو
اور یہہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے یون روایت کی ہے کہ اکرموا الشہود فان الله تعالى يستخرج
بهم الحقوق ويدفع بهم الظلم یعنی کریم سمجھو اور توقیر کرو شاہدون کی اسواسطے کہ اللہ تعالے اونکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور انکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا
فی المقاصد اور پیر مرد عاجز کو سواری دینا جائز تو قیر اور تکریم ہے وجوز الثاني الأكل مطلقا وبه يفتى بحر وأقره المصنف اور ابو یوسف نے شاہد کو
کھانا مطلقا جائز رکھا ہے اور یہی فتوے ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اسی شرح مین ہم تجویز اکل مطلقا ہے خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہد کے
کھانے کے واسطے یا نہیں کے واسطے طیار کیا ہو اور محمد نے مطلقا منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے ويجب الأداء بلا طلب لو الشهادة
فی حقوق الله تعالى اور ادای شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالے کے حقوق مین ہو واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ
ہو خواہ فرض عین حق اللہ مین قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالے کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی بمنزلہ مدعی کے ہی
جس پر یہہ واجب ہے تو شاہد مدعی ہوا اس جہت سے اور شاہد ہوا اس جہت سے تحمل الشہادة تو اوسکی گواہی ثابت ہوی اور بعضون نے حق اللہ مین
قاضی کو مدعی کہا ہے وعدّ فی الاشباه اربعة عشر اور حقوق اللہ تعالے کے بہت ہین اشباہ مین چودہ شمار کیے ہین
حقوق مذکورہ کی تفصیل یہہ ہے طلاق حرمت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سوای حد قذف اسراء نسب خلع ایلا ظہار مصاہرت حرمت
اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہہ ہے کہ وقف مین جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو
قوم پر یا غیر قوم پر تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہین اور اگر فقیرون یا مسجد پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعوی مقبول نہین اور صاحبین
کے نزدیک بدون دعوی مقبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عمادیہ ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بدون دعوی
مقبول ہے اور عمادیہ مین فتاوی رشید الدین سے عدم قبول ذکر ہے اور اشباہ مین اختلاف ہے بعضون نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضون نے ہلال
فطر پر اور نسب مین اختلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضون کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہین اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت مین
شرط یہہ ہی کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرعا حق اللہ ہے اور عتق عبد مین صاحبین کے نزدیک
حق اللہ غالب ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہین جیسے وجوب زکوة اور حج اور جمعہ اور عید اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے
اسوجہ سے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحاوی قال ومتى أخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق فترد صاحب نہر نے کہا کہ جب
شاہد حسبہ اپنی شہادت مین تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اوسکی مردود ہوگی بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ
نے اون گواہون مین جواب دیا جنہون نے حرمت مغلظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اونکی گواہی مقبول نہیں کاکی نے کہا حسبہ وہ ہے جس مین
ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحاوی كطلاق امرأة أي بائنا وعتق أمة وتدبيرها حقوق الله چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی
اور اوسکا مدبر ہونا عورت عام ہو خواہ ولی ہو یا لونڈی ہی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی مین زوجین کا باہم رہنا بطور ازدواج مخالف شرع

نہین اسواسطے کہ یہ طرحکار ہنا رجعت مین شمار ہوگا تو نڈہی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ پہلے پرادسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اسکی شرمگاہ وارثون پر حرام ہے مولے کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ سے وکذا عتق عبد قال بیانکا شرح وھبانیہ اوراسیطرح ہر غلام کی آزادی اور اوس کا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہی اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہی کذا فی الحاوی وکذا الرضاع کما مر فی بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہی چنانچہ باب الرضاع مین مذکور ہوچکا وھل یقبل جرح الشاھد حسبۃ الظاھر نعم لکونہ حقا للہ تعالی شبناہ اور کیا طعن کرنا شاہد مین ارادہ ثواب مقبول ہے یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ ہان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہی کذا فی الاشباہ ہم حسبۃ مال ہے جرح سے یعنی اگر طاعن شاہد مین بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر امقبول ہے اور یہہ بہی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہوچکے اور چار حق شارح نے زیادہ کئے یعنے عتق عبد اور اوسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ شارح نے پہلے بلفظ کثرت اوسکے طرف اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہین ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقف مین بنابر قول ضعیف تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم یعنے اگر موقوف علیہ اہل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہی کہ دعوی مسموع نہین مگر متولی سے پہر جب موقوف علیہ کا دعوے مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولے مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وسترھا فی الحدود افضل لحدیث من ستر ستر فالاولی الکتمان الالمتھتک جسما اور شہادت کا چہپا رکہنا حدود مین نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چہپائیگا وہ چہپایا جائیگا تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہے مگر بیحیا پردہ دری کے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر ہم ہرچند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان عام ہے لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی ہے از انجملہ وہ حدیث ہی جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم مین مروی ہے من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالے اسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی کریگا وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاھد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہہ ہی کہ شاہد چوری مین یون کہے کہ اوس نے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نکہے کہ اوس نے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے ہم یہہ قول بمنزلہ استدراک کی ہی یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہی اوسکا جواب دیا کہ اوس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعای ملک وغیر ذلک تو شہادت اخذ متعلق کی مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین سروق منہ کی بہی مصلحت ہی اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح **لطیفہ** امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تہے او نمین قاضی ابو یوسف بہی تہے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے اوس کا مال اوسکے گہر سے لیلیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے سوال کیا اونہون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اوس نے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پہر مدعی نے دعوی کیا کہ اوس نے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اونکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اوس نے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اوسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اب اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہوگئے ونصابھا للزنا اربعۃ رجال لیس منھم ابن زوجھا اور شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہین جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ہم ثبوت زنا کی واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی استحباب پردہ پوشی کی طرف مشیر ہی اسواسطے کہ چار مردون کا بصفت خاص گواہی دینا اکثر واقع ہوتا ہی اور ابن زوجکی نفی مقید ہی اس قید کیساتہہ کہ جب ابنہ

میں یہ بات زوج کی یا زندہ ہو اور اگر ایسا ہو تو اس زوج کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ خیر رملی کا منطوق یہ ہے کہ تفرد کی اگر وہ عورتیں ہوں اور
ایک عورت کے باہم بیٹے ہوں اور انہیں سے دو یا بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا اوکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب
ان کا باپ مر گیا یا ان کی ماں زندہ ہو تو گواہی اوکی مقبول نہیں کذا فی المحیط ولو علق عتقه بالزنا وقد جلی ولا احد اور اگر مولی نے اپنے غلام
کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یوں کہا کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد مقبول نہ ہوگی یعنی
پس اگر دو شاہدوں نے زنا کی گواہی دی تو ہر چند مولے پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن حق غلام ثابت ہوگا ولو شهد اربعة انه زنى
محصنا فشهدا اعتقه القاضي ثم رجعوا فرجم الكل ضمن الاولان قيمته لمولاه والاربعة ديته له ايضا لو وارثه اور اگر دو شاہدوں نے
اعتاق دینے کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا اور حالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اسکی آزادی کا حکم کیا پھر
غلام پر سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دینگے اور
اور زنا کے چار گواہ مولے کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دیں اگر مولے غلام کا وارث ہو ولتقبل الشهادة في اللقيط وضمنه اسلام كافر ذكر لما
اقتضائها خلافا لكافي حد ومثله ردة مسلم رجلا اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور دلیل قصاص کا ذکر دیکھ
اسلام کی گواہی سے کیونکہ ایسا مکار شہادت کا اور کا فر کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کافر کی نسبت اندا و مسلم ہے ہم مرد کافر
کی اسلام کی گواہی میں دو مرد اسواسطے شرط ہوئے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کافرہ کے کہ اسلام پر عورتوں
کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اسکا آل کار قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسیطرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسواسطے کہ اس صورت میں
اسکا بھی آل کار قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے
نہ عورتوں کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعده ان لا تجوز شهادة
النساء في الحدود والقصاص یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے بعد دونوں خلیفوں سے یہ سنت جاری ہے کہ جائز نہیں عورتوں کی
گواہی حدود اور قصاص میں اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق سے اسلئے کی کہ معظم تقریر شرع اور طرق احکام انہیں دونوں کے زمانہ
میں ہوا اور انکے بعد اور خلفا میں جو آئے انکا اتباع انتہی ولا المعلق فيقع لا الحد كما مر اگر شرط عتق معلق واقع ہوگا اور حد جاری نہ ہوگی چنانچہ مذکور
ہو چکا ہے یعنی اگر بعض شہود عورات ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا
غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولے پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت
عورات کی جائز نہیں کذا فی المحیط وللولادة واستهلال الصبي للصلوة عليه وللارث عندهما والشافعي واحمد وهو الارجح فتح والبكارة
وعيوب النساء فيما لا يطلع عليه الرجال امرأة حرة مسلمة والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اسپر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت
اور عیوب نساء کے واسطے جس عضو میں مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہے اور دو عورتوں میں زیادہ تر احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت
کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح ہے کذا فی الفتح ہم یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت
کی شہادت کافی ہے قاضیخان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی محض ثبوت نسب بجز میراث انتہی اگر دائی گواہی دے
طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی ہاں اسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کیواسطے قبول ہوگی
ہو اور عورات کے عیوب چنانچہ شرمگاہ میں ہڈی یا گوشت زائد ہونا تو دئی مزید کرنے میں اسکی دریافت کی حاجت ہوتی ہے زیلعی نے عورت شاہدہ میں العدالة
کی قید زیادہ ذکر کی ہے کذا فی المحیط و فتح القدیر میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہے جسکو مبسوط میں محمد بن حسن نے روایت کیا ابو
یوسف عن غالب بن عبد الله عن مجاهد وسعيد بن المسيب وعطاء بن رباح وطاوس قالوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع

اَنْظُرَ اِلَيْہِ یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اوسمین جسکے
طرف مرد نہین نظر کر سکتے یہہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہہ ہی کہ لِنِسَاءِ جمع محلّٰی بالف ولام ہے اور مراد اوس سے جنس ہی تو قلیل اور کثیر کو
شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی
گواہی اوس امر مین جائز ہے جسپر اونکے سوا کوئی مطلع نہین ہوسکتا از قبیل ولادات نساء و عیوب نساء انتھے وَلَا هُوَ قبول رَجُلٍ وَاحِدٍ خلاصہ اور ایک
مرد کی گواہی مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصہ ھم بحر الرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دی اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان
جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اوسپر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اوس نے کہا کہ مینے بالقصد اوسکے طرف نظر کی تو گواہی
مقبول نہوگی یعنے اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہوگیا وَفِی البرجندی عَنِ المُلتقطِ اَنَّ المُعَلِّمَ اِذَا شَهِدَ مُنْفَرِدًا فِی حَوَادِثِ الصِّبْيَانِ تُقْبَلُ
شَهَادَتُهٗ اِنْتَهٰی فَلْيُحْفَظْ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے انتھے تو اسکو
یاد رکھنا چاہئے ھم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام قتل مین بحکم دیت مقبول ہے تا خون مفت ضائع نہو وَنِصَابُهَا لِغَيْرِهَا مِنَ
الْحُقُوقِ سَوَاءٌ كَانَ الْحَقُّ مَالًا اَوْ غَيْرَهٗ كَنِكَاحٍ وَطَلَاقٍ وَوَكَالَةٍ وَوَصِيَّةٍ وَاسْتِهْلَالِ صَبِيٍّ وَلَوْ لِلْاِرْثِ رَجُلَانِ اور امور مذکورہ کے سوا اور
حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے
ہو اِلَّا فِی حَوَادِثِ صِبْيَانِ الْمَكْتَبِ فَاِنَّهٗ يُقْبَلُ فِيْهَا شَهَادَةُ الْمُعَلِّمِ مُنْفَرِدًا قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب مین اسواسطے کہ اونمین تو تنہا معلم کی
گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی مین ہی تجنیس سے ھم ابو سعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہین تو صبیان اہل حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہہ ہے
صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے اَوْ رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ یا ایک مرد اور دو عورتین یعنے زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق مین نصاب شہادت
دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ یعنی اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت
چار قسم ہی زنا مین چار مرد اور باقی حدود اور قصاص مین دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور اون
امور مین جن مین مرد مطلع نہین ہوسکتے مانند ولادت و عیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا
الْاُخْرٰى اور جدائی کرنا نچاہئے دو گواہ عورتون مین بدلیل حق تعالیٰ تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری عورت کو ھم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہہ بدون اجتماع
نہین ہوسکتا وَلَمْ تُقْبَلْ شَهَادَةُ اَرْبَعٍ بِلَا رَجُلٍ لِئَلَّا يَكْثُرَ خُرُوْجُهُنَّ اور مقبول نہین چار عورتون کی گواہی بدون مرد کے تا عورتون کا نکلنا کثرت
سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے اونکو دار الحکومت مین آنا پڑے اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ عورات کی گواہی شرع
مین ثابت نہین وَخَصَّهُنَّ الْاَئِمَّةُ الثَّلٰثَةُ بِالْاَمْوَالِ وَتَوَابِعِهَا اور ائمہ ثلثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور
اونکے توابع کے ساتھ ھم یعنی حقوق غیر مالیہ مین اونکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہین توابع اموال چنانچہ شرط
خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسیطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت شافعی کے مذہب کے
موافق ہے اور دوسری روایت ہماری مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح وَلَزِمَ فِی الْكُلِّ مِنَ الْمَرَاتِبِ الْاَرْبَعِ لَفْظُ اَشْهَدُ بِلَفْظِ الْمُضَارِعِ بِالْاِجْمَاعِ
لِقَبُوْلِهَا اور لازم ہے شہادت قبول ہونیکے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ھم یعنی شہادت مین یہہ
ضرور ہے کہ گواہ یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درم مثلاً مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکھتا ہون اسکا
تو مقبول نہین کیونکہ یہہ اخبار ہے شہادت نہین فتح القدیر مین ہی کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص اشتراط لفظ پر ناطق ہین قال تعالیٰ
وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً
مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا رَاَيْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْهَدْ الحاصل کہ ان نصوص مین امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہی اسواسطے

اور دو عادل ... ایک من ۱۲
علہ اور شاہد کرو جب تم باہم سودا کرو ۱۲
سے اور شاہد کرو دو گواہ اپنے مردون کو ۱۲
سہ پس شاہد کرو عورتون پر چار مرد اپنے مین ۱۲
ھ اور قائم کرو شہادت کو ۱۲
ت جب تو دیکھے مثل آفتاب تو گواہی دے

کہ لفظ شہادت اور یہ اخبار او دیقین سے کیونکہ سب نے مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہی بخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم میں برابر ہے
اللہ اکبر کے لہذا تعظیم فقط اللہ اکبر کے لفظ میں منحصر نہیں انتہی محضا بتصرف وکل ما لا یشترط فیہ ہذا اللفظ کطہارۃ ماء ورؤیۃ ہلال ہو
اخبار لا شہادۃ اور جس میں کہ لفظ شہادت کے شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا رویت ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہیں والعدالۃ
لوجوبہ اسکا مرتبہ اربع میں عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہیں بدون عدالت شاہد کے
عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی شاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام سے اور اسواسطے کہ
عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے بنظر نفس مفہوم تو اس سے
اسکا رجحان ہوا تو نہیں آیا کہ اوس پر عمل کیا جائے کذا فی الفتح وفی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب بکل وجہ
من الطعن ینابیع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعنہ نہو پیٹ اور شرمگاہ میں اور از انجملہ کذب ہے بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبد البر نے
کیا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہ ہے کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور صواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے
صدق اوسکے استعمال میں ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا
چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی لفظ شہادت تو اگر شاہد یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اسکی
شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور بزدوی نے اوسمیں یہ
قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اوس نے مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے کہ اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی البحر لا لصحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ اشار نفیہ عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی بر
خلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من
القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یتاقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاءہ باقوال
ضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کردے اس سے یعنی قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا موقت اور مقید ہو سکتی
ہے زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ میں وما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادق
فقول الثانی بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی میں ہے صاحب مروت صادق
کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اسطرح کہ یہ تعلیل ہے نص کے
مقابلہ میں تو مقبول نہیں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے ہم فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں
صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اوسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اوسکی بردباری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی دینے کے
واسطے کوئی اوسکے تئیں اجیر ومقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہ تعلیل
نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں اسلئے کہ نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی واشہدوا ذوی عدل منکم مطلقا اور کہا مروت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے
جو لحاظ اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہوں ویشہد علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ
لو عینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہو تو شاہد کو تین موضع کے طرف اشارہ کرنیکی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی
دیتا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلا یوں کہے شاہد کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ملک اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس ہے وان علی غائب
کما فی نقل الشہادۃ او میت فلابد للقبول من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای
بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا کہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اوسکے مقبول ہونیکو اسطے

منردر ہو نسبت مشہود علیہ کے اوسکے دادا تک تو ذکر کرنا اوسکے نام اور اوسکے باپکے نام اور اوسکے حرفے اور پیشے کا کافی نہین مگر جب کہ وہ اوس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر مین دوسرا شخص اوس حرفہ مین اوسکا شریک نہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین وملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہان تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین والملتقط ولا یسأل عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص مین البتہ سوال کرے وعندہما یسأل فی الکل ان جہل بحالہم سرا وعلنا بہ یفتی وہو اختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی اونکا حال نجانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتوی ہے اور یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن مین تھے ہم حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہے مخفی سوال کا یہہ طریقہ ہو کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ بھی کہتے ہین مزکی کے پاس بھیجے اور اوس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد مین وہ نماز پڑہتے ہون مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اسمین لکہے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اوسکی تصریح نکرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہہ لکہے کہ واللہ اعلم مگر جب کہ اوس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر مین تصریح نہین کرتا تو اوسکی شہادت پر حکم ہوجائیگا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ نہایہ مین ہے اور خفا ہی سوال کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی اوسے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہہ نکہے کہ یہہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور خلش نہ پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہہ طریقہ ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین مگر بعد تزکیہ سر زیلعی نے کہا کہ قرن رابع مین لوگون کے احوال متغیر ہوگئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہوگیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیۂ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث مین تھے جسکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جسمین مین ہون پہر وہ لوگ جو اونکے متصل ہین پہر وہ لوگ جو اون سے متصل پہر کذب پہیل جائیگا یہان تک کہ ہر قسم کہائیگا در خواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہہ مبنی ہے اس پر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ خضری نے شرح مسلم مین مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانے سے اور اوسکی تحدید مین اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول سینے نہین دیکہا انتہے طبقات عبد القادر مین مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑہ سو برس مین ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بالسر جاز جہم وبہ یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم فقط تزکیہ علانیہ صدر اول میں تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار اذ ہی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فنفی بعبارتہ جواب عن النقض بالعبد وبدلالتہ عن النقص بالمحدود ابن کمال اور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح مین بسبب ثابت ہونے حریت کے بسبب دار الاسلام ہونیکے کذا فی الدر یعنی شخص کہ دار الاسلام مین رہتا ہے اسمین اصل حریت ہے تو یعنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہے نقض عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ مین اسواسطے کہ اوسکا غلام نہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا ہے

---

۵۱ یعنی جس صورت مین کہ گواہ مشہود علیہ کے دادا کا ذکر نہ کرے ۱۲

۵۲ تزکیہ اکی کرنیکو کہتے ہین یہان مراد گواہون کی راستی کے ثبوت سے ہے مزکی وہ شخص جو گواہون کی راستی بتلادے ۱۲

اوس وقت مسلم ہو جب کہ صریح لفظ عدل سے بطریق منطوق مفہوم ہو اور غلام پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل نہوتا ہو حالانکہ ایسا
نہیں ولہذا شرح کی عبارت یہہ ہی کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادۃ ہو اور استیجاب جب کہ
اپنے فرزند کے واسطے گواہی دی تو مزور سے زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیریہ میں ہے بحرالرائق میں کہا کہ یہہ قول ترجیح کے لائق ہے انتہے
خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطین ہیں اول یہہ کہ گواہی قاضی عاقل عالم کے پاس ہو دوم یہہ کہ مزکی شاھد کا رابطہ
شرکت یا معاملہ ہے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا ملازم ہے چہارم یہہ کہ شاہد دینار اور درہم کی خوش معاملگی میں مشہور ہو پنجم یہہ کہ
ادای امانت میں ظاہر ہو ششم یہہ کہ راست گو ہو ہفتم یہہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہے ما فی الطحاوی والتعدیل حین
الخصم الذی لو ترجم الیہ فی التعدیل لم یعتبر اور تعدیل یعنے عادل کہنا اوس مدعا علیہ سے جسکے طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں ہم
جب کہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولے صحیح نہیں ہوی سنے کہا التعدیل خصم اسواسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اوسکے گواہ گمان میں مدعا علیہ کاذب ہے انکار دعوی میں اور مبطل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ مستعمل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ
فی التعدیل یصح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ اون لوگوں میں ہو جن سے طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اوسکی صحیح ہے کذا فی البزازیہ و
المراد بعد یلہ تزکیتہ بقولہ ہم عدول لکنہم اخطأوا او نسوا او لو بین آ اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اوسکا تزکیہ ہے یوں کہکے
کہ شاہد عادل ہیں خواہ اوسنے یہہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہد نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو ہم جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اوسکی
تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی بالاقرار لا بالبینۃ
عند الجحود اختیار اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے ہیں یہہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اوسکے اقرار پر
حکم کریگا نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار یعنی اگر مدعا علیہ دعوے مدعی کا انکار کرے اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہہ درحقیقت اقبال دعوی ہے
تو اب یہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اوسکا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب
یحلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول وانہ للصلف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی اور
بحرالرائق میں ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول نہیں پہچانتا مجہول کو اور
مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اوسنے صیرفیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ امر قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے
ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاہد یعنی مزکی کی عدالت اس زمانہ میں خود مجہول ہے تو وہ
شاہد مجہول کو کیا بتاویگا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا ہم کتاب القضا میں قبیل تحکیم کے
مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں کو تحلیف شہود کا امر کرے تو علما پر اوسکو نصیحت کرنا واجب ہے اسطرح کہ کہیں کہ تکلیف نہ دیجیئے قاضیوں کو اوس
امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہے علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول
مذکور تہذیب کے کہا کہ یہہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہیں اور یوں نہیں کوئی کہہ
سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کی نسبت غالبا اور مجہول اسکا یا نہیں کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں کہ نفس
الواقع حال اسطرح ہے لیکن فقہا نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عدالت اور تعمق میں نہایت کد و کاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور
کوئی مومن بلا عیب نکلے چنانچہ قائل نے کہا ہے شعر ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا ٭ کفی المرء نبلا ان تعد معایبہ کذا فی الطحاوی یعنی ایسا کون ہے
جسکی سب خصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اوسکی برائیاں گنی جاویں والشاہد لہ ان یشہد بما سمع او رای
فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون من المشتری والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے اوسکی جسکو سنا یا دیکھا ہو جیسے

مانند ہیں اگرچہ بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہو گی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہہ اقرار من جملہ مبصرات ہو گا ھ یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اوسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گواہی شی مسموع اور مرئی دو نون ہوتی ہے دو اعتبار سے اور بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہوا تو وہ مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہوا اور تعاطی مین گواہ لینے دینے کی گواہی دین اور اگر بیع کی گواہی دین گے تو بہی جائز ہے چنانچہ بزازیہ مین ہے اور خریداری کی شہادت مین بیان ثمن ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہین اور اقرار لسانی مسموعات سے ہے اور اقرار بالکتابۃ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکہا اور کچہہ نکہا تو یہہ اقرار نہین اور گواہی دینا اسطرح کہ اوسنے اقرار کیا حلال نہین کیونکہ لکہنا کبہی آزمایش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مُصَدَّر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکہے کہ اما بعد فلک علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرای مخاطب کہ تیرے مجہپر اتنے درم ہین اور اگر لکہے اور شہود کے روبرو پڑہے تو اونکو اوسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہہ نکہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شاہدون کے روبرو لکہا اور کہا اسکے گواہ رہنا تو اگر اونکو اوسکا نوشتہ معلوم ہو تو یہہ اقرار ہے اور نہین تو اقرار نہین اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مُصَدَّر اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار نہو کذا فی الطحطاوی و فی حکم الحاکم و الغصب و القتل و ان لم یشہد علیہ و لو مختفیا یری وجہ المقر و یفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اوسپر گواہ نکیا ہو گو کہ شاہد اوسوقت چھپا لگا ہو اسطرح پر کہ مقر کا مونہہ دیکہتا ہو اور اوسکا اقرار سمجہتا ہو ھ خلاصہ مین ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تو نے سُنا گواہی ندینا تو بہی گواہی دینا جائز ہے انتہے تو در صورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکہتے نہون اور اوس کا کلام سُنتے ہون تو اونکو گواہی اوسکے اقرار کی دینا حلال نہین مگر در صورت آیندہ متن کذا فی الطحطاوی و لا یشہد علی محتجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسّر لا تقبل درر اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ مین ہے اوسپر گواہی نہ دے اوس سے بات سُنکر مگر جب کہ ظاہر ہو جائے قائل اسطرح کہ نہو کوئی کوٹھری مین سوا اوسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی شے کو بیان کریگا تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ھ یعنی جب کہ شاہد کوٹھری مین داخل ہوا اور وہان ایک مرد کو دیکہا پھر شاہد نکل کر اوسکے دروازہ پر بیٹہا اور اوس کوٹہری کی کوئی راہ نہین سوائے دروازہ کے تو اب اوس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخصاف او یری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان و یکفی ہذا للشہادۃ علی الاسم و النسب و علیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت کلام کرنیوالی کا جسم دیکہے دو مردون کی یون گواہی دینے کے ساتہہ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہہ یعنی دو شخصون کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین ھ رویت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اوسکا چہرہ دیکہنا شرط نہین بعض مشایخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آتا ہو اور دو مرد شاہد سے کہین کہ یہہ فلانی عورت ہے تو اوسکو گواہی دینا جائز نہین چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکورہ کا بتا دین تو عادلین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کرین تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالۃ دے کذا فی الطحطاوی ف مسئلہ المحقق شارح کا فی الجواہر عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادۃ لان عند الاداء یبغضہم المدعی علیہ فیضرہم جواہر مین ہے محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہین گواہی لکہنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ ادای شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا اون سے تو بغض اوسکو ضرر کریگا ھ وجہ ضرر یہہ ہے کہ یہہ ناحق بغض ہے اون لوگون سے جو شرعا محبوب ہین یعنی اہل علم کی محبت شرعا لازم ہے اور تحمل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکہنا خوب ہے یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ اہل علم مین تحمل یا ادای شہادت متعین نہو و ان کان بین الخطین بان اخرج المدعی خط اقرار المدعی علیہ فانکر کونہ خطہ فاستکتب فکتب و بین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ علی انہما

حدثنا واحد لا یحکم علیه بالمال هو الصحیح حاویه ولٰکن افتی قاری الهدایة بخلافه ولا یعول علیه وانما یعول علی ھذا الصحیح لان قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحه کذا ذکرہ المصنف ھنا وفی کتاب الاقرار واعتمدہ فی الاشباہ اور اگر خطوط ایسا ہو جس طرح کہ مدعی اقرار نامہ کا لایا مدعا علیہ کے خط سے سو مدعا علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعا علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھایا گیا سوا دس لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعا علیہ پر ثبوت مال کا حکم ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی الحاویہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتویٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا فتویٰ دیا ہے اعتماد کیا جائیگا بلکہ اعتماد تو فقط اس حاویہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ ان لوگوں کی تصحیح پر اعتماد ہوتا ہے اور قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہیں ایسا ہی مصنف نے اسی طرح یہاں اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے اور مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ نہیں کہ مدعا علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھ پر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا تو اسیطرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہ ہوگا کذا فی البحر لکن فی شرح الوھبانیة لو قال ھذا خطی لکن لیس علی ھذا المال ان کان الخط علی وجه الرسالة مصدرا معنونا لا یصدق ویلزمه المال وعزاہ فی الملتقط وفتاوی قاری الهدایة فراجعه ذلک لیکن شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن مجھ پر یہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعا علیہ کی تصدیق نہ ہوگی اور مال اوس پر لازم کیا جائیگا اور اسکو منتقط اور فتاوی قاری ہدایہ کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکے طرف مراجعت کرو یہ قول ہے قاضی [illegible] کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے کہ اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہے لیکن جمہور علماء اسکے خلاف پر ہیں اسواسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصا ولو شهد علی شهادة غیرہ مالم یشهد علیه وقیدہ فی النهایة بما اذا سمعه فی غیر مجلس القاضی فلو فیه جاز وان لم یشهدہ لانه [illegible] اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ کرے اور نہایہ میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سنی تو گواہی دینا جائز نہیں اور اگر مجلس قضا میں اسکو سنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی النهر بالائیه عن الجوهرة ثم وجه جوازہ یہ ہے کہ شہادت تب لازم ہے اور یہ تعلیل اسکے مفید ہے کہ قاضی نے اوس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا لازم نہیں وخالفه فیه صدر الشریعة وغیرھا اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعة وغیرہ کی تصویر مسئلہ صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادائے شہادت کو سنا تو اسکو اسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہے تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجئے تو مخالفت مرتفع ہو جائیگی کذا فی الطحاوی [illegible] لا بد من التحمیل وتکون الی التحمیل وعدم النهی تمکن التحمیل علی الاظهر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل یعنی گواہ کر دینا ضرور ہے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر تو ان کا عطف بھی تصویر پر ہے اور مواضع ثلثہ میں تحمیل مستند یا سے قبیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اسکو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا مفر لقضا کی شہادت سے ہے کذا فی الطحاوی نعم الشهادة بقضاء القاضی صحیحة وان لم یشهدھما القاضی علیه وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وھو الاحوط ذکرہ فی الخلاصة ہاں حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے ان دونوں کو گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی تب اعتماد اور وقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور یہی زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصة ویکفی عدل واحد فی اثبات مسئلة علی ما فی الاشباہ [illegible] اخبار القاضی بافلاس المحبوس تعدد المدرک کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ

مسئلون مین چنانچہ اشباہ مین ہے از انجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس مین بعد مدت حبس کے ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ مستور العدالۃ
کی خبر اسیطرح مستورین کی خبران چیزون مین مقبول نہین خبر قاضی کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اوس مال مین
جو دوسرے مال کا عوض ہے اور مدعا علیہ نے اپنے افلاس کا دعوے کیا تو اوسکی تصدیق نکرے اور مناسب حال مدت تک اوسکو مقید رکھے
پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اوسکے افلاس کی خبر دے تو اوسکی خبر کو قبول کرے اور اوسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وَلِلتَّزْكِيَةِ اَىْ
تَزْكِيَةِ السِّرِّ وَاَمَّا تَزْكِيَةُ الْعَلَانِيَةِ فَشَهَادَةٌ اجماعًا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ مین یعنے تزکیہ مخفے مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے
بالاجماع ہم تو تزکیہ علانیہ مین وہ شرط ہی جو شہادت مین شرط ہے سوای لفظ شہادت اور ظاہر اتزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور
دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیے کہ ایسکو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو
اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور کون کفین لایجی اور مفلس ہو تا ال پاکر وہو کھا نکھا دے اور اگر شاہد کے گہر دسپین یا اہل
بازار مین کوئی شخص لائق عتماد کے کھو تو اب تواتر اخبار معتبر ہو گا یعنے عدالت شہود مین کذا فی الطحطاوی وَتَرْجَمَةِ الشَّاهِدِ وَالْخَصْمِ اور
شاہد اور خصم کے ترجمہ مین ایک عادل کافی ہے ہم مصباح مین سے ترجم کلامہ عرب بولتے ہین جب کہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجم
کلام غیرہ بولتے ہین جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا وضم جیم لغت فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور کاہی جیم
اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتھے امام عنا کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضے شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو
مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونون مین واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی
سیکھکر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وَالرِّسَالَةِ مِنَ الْقَاضِي اِلَى الْمُزَكِّي وَالْاِثْنَانِ اَحْوَطُ اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی
مین قاضی سے مزکی کیطرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط ہے ہم اسیطرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کے طرف عادل واحد کافی ہے وَجَازَ تَزْكِيَةُ
عَبْدٍ وَصَبِيٍّ وَوَالِدٍ اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولے کے واسطے اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی
وَقَدْ نَظَمَ ابْنُ وَهْبَانَ مِنْهَا اَحَدَ عَشَرَ فَقَالَ اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلے نظم مین بیان کئے ہین سو یون
کہا ہے ؎ وَيُقْبَلُ عَدْلٌ وَاحِدٌ فِي تَقَوُّمٍ وَجَرْحٍ وَتَعْدِيلٍ وَاَرْشٍ يُقَدَّرُ ۞ اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھیرانے مین اور جرح اور تعدیل
شاہد مین اور دیت مقدر مین ہم یعنی صید محرم کی قیمت ٹھیرانے مین اور تلف کردہ اشیا کی قیمت مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی
اور مدعی نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اوسکی تھی تو اوسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن
نصاب تحریر اس کلام سے مستثنے ہے کہ اوسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ مین ہے اور سر کے زخمون کی دیت ٹھیرانے مین مثلا ایک عادل کافی ہے کہ
؎ وَتَرْجَمَةٌ وَالسَّلَمُ هَلْ هُوَ جَيِّدٌ ۞ وَاِفْلَاسُهُ الْاِرْسَالُ وَالْعَيْبُ يُظْهَرُ ۞ اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ مین اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ
یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے ہم سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنے جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم
اور مسلم الیہ مین اختلاف ہوا اوسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری مین اختلاف ہو عیب
مبیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے کذا فی الطحطاوی ؎ وَصَوْمٌ عَلَى مَا مَرَّ وَعِنْدَ عِلَّةٍ ۞ وَمَوْتٌ اِذَا لِلشَّاهِدَيْنِ يُخْبِرُ
اور صوم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونیکے وقت اور موت مین جب کہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان مین
عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر الروایہ یہہ ہے کہ در صورت علت مذکورہ
عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اوسکی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وَالتَّزْكِيَةُ الَّتِي
تَكُونُ بِالْاَمَانَةِ فِي دِينِهِ وَلِسَانِهِ وَيَدِهِ وَاَنَّهُ صَاحِبُ يَقْظَةٍ فَاِنْ لَمْ يَعْرِفْهُ الْمُسْلِمُونَ سَاَلُوا عَنْهُ عَدْلٌ وَلِلْمُشْرِكِ ابْنُ اَحْنَيَا اور

تزکیہ اوسی کا ہوتا ہو امانت داری سے اوسکے دین اور زبان اور ہاتھ میں اور یہ کہ وہ ہر شبہہ سے مشہور نہیں ہے پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ جانتے
ہوں تو اوسکا حال عدول مسلمین سے دریافت کریں کذا فی الاختیار ھ دین ذمی کی امانت داری یہ ہے کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور
زبان کی امانت داری یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ ہے کہ سارق نہو اور بہتر یہ ہے کہ شایع کہا کہ اگر مسلمان نہ جانتے ہوں
تو قاضی عدول کفار سے اوسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط عن ابی یوسف رح نصرانی ثم اسلم قبلت
شہادتہ ولو سکر الذمی لا تقبل اور ملتقط میں ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اوسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ
گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہے اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اوسکی مقبول نہیں ھ طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ نشا دینی انجیل میں حرام ہے
تو وہ فاسق ہے نصاری کے دین میں ولا یشہد من رای خطہ ولم یذکر ما ای الشہادۃ اور جو شخص گواہی ادا کرے اپنا لکھا دیکھا اور یاد نہ
اوسکو یاد نہیں کذا القاضی والراوی لمشابہۃ الخط للخط سطیع قاضی اور راوی حکم نہ کرے اور روایت نکرے اپنا خط دیکھکر دون یاد نہ ہونے
کے سبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ھ خلاصہ میں ہے کہ ابوحنیفہ نے جمیع امور میں تنگی وہی اختیار کی لہذا اون سے روایت احادیث
میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مردوں سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع سے
اور روایت کے وقت ہی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے حتی کہ اگر اوسنے سوائے گواہی دی پھر
یاد نہو اور اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اوسکو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر یاد خود اوسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی
النہر اور ملتقط مذکر مجلس شہادت کافی نہیں وجوزاہ لو فی حرزہ وبہ ناخذ بحر عن المبتغی، اور صاحبین نے اوسکو جائز کہا ہے اگر کاغذ مرقوم اوسکے
قبض اور حفاظت میں ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر عن المبتغی ھ خلاصہ میں ہے شرط یہ ہے کہ سک محفوظ ہو دست بدست نگیا ہو اور مدعی کے
ہاتھ میں نہو تاکہ اوسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی ہو اگر ایسا نہو تو اوسکو گواہی دینا جائز نہیں انتہی بحر الرائق میں ہے کہ ابویوسف نے بسبب قاضی ہونے کے اور لوگوں
کے واسطے جائز کہا ہے بسبب انکے واسطے اور محمد نے کل میں جائز کہا ہے تاکہ کتاب پر جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگوں
پر آسان کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مجمع کلام مسکین سے یہ ہے کہ صاحبین اسمین متفق ہیں اور جو بحر الرائق میں ہے وہ معلوم ہوتا ہے اور صحیح
اور زیلعی میں ہے ابویوسف نے کہا اور صحیح ثانی قول ممکن ہے کہ ابویوسف سے دو روایتیں ہوں کذا فی الطحطاوی مضا ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع
الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوہبانیۃ ھ اور نہ گواہی دے کوئی اوس چیز کی جسکو اوسنے معاینہ نہیں کیا بالاجماع مگر دس مسئلوں میں بلا معاینہ گواہی
درست ہے چنانچہ وہبانیہ کی شرح میں ہے ھ عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہیں آنکھ سے معاینہ یا سماع سے اوسکی گواہی
نہ دے اور سماع کی مثال عقود میں کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح بزازیہ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے اور ولا
ابویوسف کے نزدیک ہے یعنی یہی قول اصح ہے کذا فی البزازیہ ھ شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ شہادت سماعت سے عتق میں بالاجماع مقبول ہے اور حسن کے
استاذ حلوانی نے ذکر کیا کہ اسمیں خلاف ثابت ہے سوا ابویوسف سے جواز منقول ہے تو مستند عدم قبول ہے عتق میں نہ سبب ولا میں عدم قبول ہے
ہو اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ شہادت عتق میں یعنی بسماعت حلال نہیں جائز نزدیک خلاف تشانے پھر اوسنے حلوانی کا قول ذکر
کیا اور ولا میں محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول ہے کیونکہ ابویوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہیں اور مہر میں محمد سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ
مہر اسمیں سے نکاح کا یعنی قبول شہادت بسماع میں چنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو ذکر کیا ہے آمد اسکے مانند ہے بحر الرائق میں ظہیریہ اور بزازیہ اور ہمراہ
اور شرنبلالیہ میں ہے خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی والنسب ھ نسب ھ تو جسنے ایک جماعت سے یا امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک
کہ وہ شخص فلان بن فلان ہے تو اوسکو اوسکی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوسنے اوسکی ولادت اور اوسکے فراش پر نہیں دیکھی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے
کذا فی الطحطاوی والموت ھ موت ھ تو جب لوگوں سے سنا کہ فلانا شخص مرگیا تو اوسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اوسنے موت کا معاینہ نکیا بزازیہ

مین ہو کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا تو اوسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہے محیط مین ہو کہ اگر انسان کی موت کی خبر
آئی و سوا اوسکے اپنون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہی تو جائز نہین کہ اوسکی موت کی خبر دی جب تک کہ شخص معتمد اسکو یہہ خبر نہ دی کہ مین نے
اوسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ مصائب گاہے موت پر مقدم ہو جاتی ہین خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے جیلے کے واسطے کذا
فی الحاوی والینابیع آنکاح ہم تو اگر جماعت سے سُنے امام کے نزدیک اور دو عادل سے سُنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے
حاویہ مین ہی کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون سے سُنے کہ فلانی عورت فلانے
مرد کی جورو ہے تو اوسکو اوسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوس نے عقد نکاح کا معاینہ نہین کیا اور درر مین ہے کہ اگر ایک شخص نے
مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اوسکی جورو ہے کذا فی الحاوی والدخول
بزوجتہ ٭ دخول بزوجہ یعنے یہہ بھی تسامع سے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب ٭ و ولایۃ القاضی ٭ تو لا
قاضی ہم یعنے جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکی قضا کی گواہی دینا درست ہو اگرچہ اوس نے تقلید سلطان کا معاینہ نہین کیا
بحر الرائق مین معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیئے ٭ واصل الواقف ۹ ٭ اصل وقف ہم یون گواہی
دیں کہ یہہ وقف ہی فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہی یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہے کہ ہان شرط ہی اور
خزانہ مین ہی کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقیرون کے طرف منصرف ہو گا قیل وشرائطہ علی المختار کما مرّ فی بابہ اور قول
ضعیف مین شرائط وقف کی بہی گواہی تسامع درست ہی بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر
کرنا بلا وجہ ہی کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہی بحر الرائق مین فصول عمادیہ سے ہے کہ قول مختار یہہ ہی کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے
مقبول نہین انتہے اور مجتبے مین ہے قول مختار یہ ہی کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہے انتہی اور اسی پر اعتماد کیا ہی معراج اور فتح القدیر مین
واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ و توقف علیہ ٭ والا فمن شرائطہ ٭ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقف کی متعلق ہوا اور جس پر وقف موقوف ہو
اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہی ہم تعلق صحت وقف شروط صحت وقف سے ہی چنانچہ وقف کا منجز ہونا نہ معلق اور مسلم ہونا اور بجانب کا کو
اوس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جس پر صحت موقوف نہین جیسے جہات صرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فلہ الشہادۃ
بذلک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لایتصور تواطئہم علی الکذب بلا شرط عدالۃ او شہادۃ
العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی وفتح ٭ تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیاء مذکورہ کی
وہ شخص خبر دی جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہے اوس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت
سوا ای موت کے کہ اوسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح ہم فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ شہرت
کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین گر موت
مین ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع
حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوی اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوای خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص
موجود نہین ہوتا اور دخول زوجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہی سو وہان کوئی موجود
نہین ہوتا سوای دائی جنائی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہے سو اوسکو کوئی معاینہ نہین کرتا سوای وزیر وغیرہ خواص کے اور اسیطرح وقف سے
وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علے مر الدہور باقی رہتی ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوی اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا
فی المجتبی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہی نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کیوقت

ایک شخص موجود ہو اور مکان پر بیٹھا ہو کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی پھر دونوں مل کر قاضی کے روبرو گواہی دیں تو قاضی اونکی شہادت پر
حکم کرے گا وکذا لو شہدوا قبرہ شاہد تم او جنازتہ بان لا یکون الخبر منہما کذا فی شرح دمی لہ اور شارح دہبانیہ نے مجرد موت میں یہ قید
لگائی ہے کہ وہ شخص جو خبر دیتا ہے وارث میت کا اور جسکے واسطے میت نے وصیت کی ہو وہ نہ ہو وجہ یہ ہے کہ وارث شاید اسواسطے موت کی بات بیان
کرتا ہو کہ اوسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن کان فی یدہ شیء سوی العبد والامۃ وسعک ان تشہد انہ لہ ولا نعلم کذلک الا انہ
ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبضہ اور تصرف میں کوئی چیز ہو سوا غلام اور لونڈی کے جسکی رقیت معلوم ہو اور
وہ اپنا حال بیان کرسکتا ہو اور اگر رقیق مشیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا تو وہ متاع اور اسباب کے حکم میں ہے تو تجھکو اوس متاع مقبوض کی بابت گواہی
دینا درست ہے کہ وہ قابض کی ملک ہے لیکن اس شرط سے کہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ یہ مقبوض قابض کی ملک ہے۔ ہم خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز لونڈی غلام کے
سوا مثل نقود یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبضہ اور تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا
درست ہے اسواسطے کہ قبضہ اور تصرف ملک کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ جس سبب سے ملک ثابت ہوتی ہے اور صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبضہ
میں دیکھی پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیکھی اور پہلا آدمی اوسکی ملک کا مدعی ہو تو دیکھنے والے کو گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز پہلے کی مملوک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہو کہ اپنی رقیت یا حریت
بیان کرسکتا ہو تو مجرد معاینہ قبضہ اوسکی ملکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اوسکی ملکیت
کی گواہی معاینہ قبضہ سے درست ہے ملخصاً اور یہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ جسکی رقیت معلوم ہو یہ اسوجہ سے ہے اور شارح کو دہوکا ہوا شرح نبلالیہ کی عبارت سے مضمون
عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ رقیق صغیر کی تصویر سوا اسکے نہیں کہ جب تک سمجھنے کہ وہ رقیق ہے تو معاینہ قبضہ سے اوسکی رقیت کی گواہی دینا اور غیر صغیر کی رقیت کی
گواہی دینا یعنی معاینہ قبضہ سے مراد اوسکی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کرسکتا ہو تو اوسکی ملکیت کی گواہی بمجرد معاینہ قبضہ کے جبتک کہ اوسکی
رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں نکلتا اور شارح یوں کہتا ہے کہ تعبیر عن نفسہ ولم یعلم رقہ والا فہو متاع تو کلام ٹھیک ہوتا
شرح نبلالیہ میں ہے کہ شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اسواسطے کہ علت شہادت میں یقین ہونا اصل ہے تو بقدر یقین کے وقت شہادت قلب کے طرف
رجوع کی گئی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے اور ملک پر جب حاصل ہو سکتا ہے کہ اوس ملک کو قبضہ والے کی گواہی دی تو ظن حاصل نہ ہوا تو پھر قبضہ مفید نہیں الہ اعلم ملانے کہا ہے
کہ جب انسان گراں قیمت موتی خاک آلودہ کسی ایسے آدمی کے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہوا تو اوسکی ملک کی گواہی
قابض کے واسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبضہ کافی نہیں اور یہ شرط کہ شاہد کو عادل کی خبر نہ پہنچے کہ یہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے تو اگر خبر
دی تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی منزل میں نہیں مگر جب کہ تیرے دل میں یہ جم جائے
کہ یہ شخص صادق ہے تو اب تجھکو ذوالید کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شلبی کے حاشیہ میں ہے خانیہ سے ولالا الا یہ بھی یوں نہیں
اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی دے تو تجھکو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو قال القاضی ذلک حتی انہ القضیۃ
بہ رازیہ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اوسکو بھی قبضہ اور تصرف کو معاینہ کرے تو اوسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی
البزازیہ یعنی اوسوقت حکم جائز ہے جب کہ مالک اوسکی ملک کا دعوی کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو جائز نہیں ہم دعوی ملک کی قید شارح نے صاحب بحر کا اتباع کیا ہے
اور صاحب بحر نے آخر قضیہ جامع ثانی کی پیروی کی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعاینہ قبضہ جائز نہیں
علامہ فی الفتاوی البزازیہ تو صاحب بحر نے صورت اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابوالسعود نے کہا
کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہوا اور
متاخرین کے نزدیک جائز نہیں تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی وذلک

لان المشاہدۃ للتملک انما تکون بالمعاینۃ بالتملک ایما بمعاینۃ الید دون الملک فی الصحیح لا فی الرقیق والموقوف اکثر او قال لا احد تامین

أنّه تقبل على الأصح خلاصة اور اگر شاہد لبتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اوسکی گواہی تسامع سے ہے یا معاینہ قبض سے تو گواہی بقول اصح
مردود ہوگی مگر وقف اور موت مین جبکہ دونون شاہد بیان کرین اور یون کہین کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہے اوسنے جسپر ہمکو اعتماد ہے
تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ ھ حموی نے کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اوسکی تفسیر اگر ہوتی
تسامع یا معاینہ قبض کو ذکر کرے بل فی العزمیّة عن الخانیة معنی التفسیر أن یقول أشهد لأنّا سمعنا من الناس أما لو قال لم نعاین ذلک
ولکنّه اشتهر عندنا جازت فی الکلّ وصحّحه شارح الوهبانیة وغیره بلکہ درر کے حاشیہ عزمی زادہ مین خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت
بالتسامع یہہ ہے کہ شاہد کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ لوگون سے سنا اور اگر یون کہین کہ ہم نے اسکو معاینہ نہین کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک
مشہور ہے تو جمیع امور مین شہادت لبتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ھ شہرت اور سماع من الناس مین فرق یہہ ہے کہ
شہرت وہ ہے جو سب لوگون مین مشہور ہو یا اکثر مین اور سماع من الناس مین یہہ بات حاصل نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول وعدمه

وعدمه أی من یجب علی القاضی قبول شهادته ومن لم یجب لا من یصحّ قبولها ولا یصحّ إذ شهادة الفاسق مثلاً لو قبلها حققه
المصنف تبعاً لیعقوب باشا وغیرہ یہہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول مین یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب
نہین نہ یہہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہین بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت پر مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق کا
مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من أهل الأهواء أی أصحاب بدع لا تکفر کجبر
وقدر ورفض وخروج وتشبیه وتعطیل وکلّ منهم اثنتا عشرة فرقة فصاروا اثنتین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی
اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہین چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چہ مذہبون سے بارہ فرقے ہین تو اہل بدعات کے
بہتر فرقے ہوگئے عم ہوی کی عبارت ہے خواہش مذموم سے اور اہل [illegible] بلکہ جو مخالف سنت کے ہو بتاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے [illegible]
کہ اہل اہوا وہ لوگ ہین جو طریقہ اہل سنت [illegible] یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہون اور انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوتی کہ
اونکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت مین [illegible] بدعت اعتقادی کی بخلاف فسق من حیث
التعاطی کے انتہے یعنی فاسق اعتقادی متہم بکذب نہین بخلاف فاسق تعاطی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اوسکی گواہی مقبول نہین جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت
عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالے کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خوارج
وہ لوگ ہین جو حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہتے ہین واللہ اعلم اور مشبہہ وہ ہین جو خالق مین مخلوق کی صفات ثابت کرین اور قہستانی مین عوض اہل تعطیل کے
مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھہ کوئی گناہ مضر نہین کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالے کی ذات پاک کو صفات
سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی مین سے جن کی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہین
اونکی شہادت مسلمین پر مقبول نہین انتہے و شارح نے ان فرقون کو اہل ہوی کے بیان مین شمار کیا ہے نہ یہہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہے چنانچہ
کلام بحرالرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہیولی موی چہ بین پیر شارح کے فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی بتصرف إلّا الخطابیّة صنف من
الروافض یرون الشهادة لشیعتهم ولکلّ من حلف أنّه محقّ فردّهم لا لبدعتهم بل لتهمة الکذب ولم یبق لمذهبهم ذکر بحر اہل ہوی
کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کی وہ ایک قسم ہے روافض سے جائز جانتے ہین گواہی اپنے شیعون کے واسطے اور ہر اوس شخص کے واسطے جو قسم کھائے کہ
مین حق پر ہون تو اونکی شہادت کا مردود ہونا اونکی بدعت کے سبب سے نہین بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور اونکے مذہب کا ذکر باقی نہین رہا کذا فی
البحر یعنی اوس مذہب والا کوئی باقی نہین رہا ھ خطابیہ منسوب ہے ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کے طرف ابو الخطاب نے کوفہ مین خروج
کیا اور عیسے بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کے طرف دعوت کی اور یہہ دعوی کیا کہ علی مرتضی خدای اکبر ہین اور

جیسے صادق جناب صاحب سو کہ دین سول دالگی خطابیہ کی سو شہادت مقبول جت سے اسواسطے نہیں کہ محض مذہب لائق تکفیر کے نہیں فسق بلکہ اپنے
دین کے باعث اعتقاد رکھے ہون کہ اونکے اہل خطابیہ کے ومن الذمی لو عدلا فی دینہم جماعۃ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی
کی گواہی اپنے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگرچہ عادل ہو اپنے دین میں کذا فی البحر مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں چنانچہ
اشباہ میں ہے ہم منجملہ مسائل ہے ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہو جانے کی گواہی دین اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں
اور بعد اسکے اسلام پر گواہی مقبول ہو گی اور اسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجاوے گی ۲ جب کہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دین اور وہ مسلم کہا گیا ہو یعنی وارث ہو اور
ترکہ ادا میں کفایت نکرتا ہو ۳ جب کہ ذمیکی مدعیہ پر مسلم کی گواہی دین اور مسلم منکر ہو ۴ جب کہ چار شخص گواہی دین نصرانی پر کہ اوس نے عورت مسلمان
سے زنا کیا مگر دو متصور نہ ہو اور سلوہ مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور کافروں نے گواہی دی کہ وہ اسکا غلام ہے اور فلانے
مسلم قاضی نے اوسکا حکم دیا ہے و تبطل باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ لو فی عقوبۃ کقود اور باطل ہو جاتی ہے ذمی کی گواہی اوس کے
مسلمان ہو جانے سے قبل قضا کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہو جاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی ہو جیسے قصاص کذا فی البحر ہم اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہو جاوے تو
گواہی باطل ہو جاویگی کیونکہ اگر اوس گواہی پر حکم دیں تو لازم آتا ہے کہ مسلمان پر حکم کیا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہیں وان اختلفا ملۃ کالیہود والنصارٰی
اور ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو جیسے یہود اور نصاری اسواسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن
لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے کہ دار
الاسلام میں رہتا ہے وکالمرتد علی مثلہ فی الاصح اور مرتد کی گواہی مقبول ہے مثل اپنے دوسرے مرتد پر مقبول اصح و تقبل منہ علی مستامن مثلہ
مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی دوسرے مستامن پر ایک ملک
ہونے کے ساتھ یعنی جب کہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اسواسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے ہم مثلا
ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دار الاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اسیطرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہو گا اور ملک
مختلف ہونا یہی جدا جدا سلطنت و حکومت کذا فی البحر و تقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من التقول
علیہ کما سیجیء اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اوس میں اطمینان نہیں دروغ
گوئی سے چنانچہ آگے آویگا اسی باب میں ہم یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت گاہی واجب ہوتی
ہے مثلا جب کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اوسکے منع کرنے سے وہ باز نرہے ولہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت
دینی ہے کذا فی البحر ومن الصدیق لصدیقہ تقبل الا اذا کانت الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الآخر فتاوی
للمصنف معزیا لمعین الحکام اور دوست کی گواہی دوست کیواسطے مقبول ہے مگر جب کہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے
دوست کے مال میں تو اب مقبول نہیں چنانچہ مصنف کے فتاوی میں ہے معین الحکام کیطرف منسوب ومن مرتکب صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب
الکبائر وغلب صوابہ علی صغائرہ درر وغیرہا قال وہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ پرہیز کیا ہے
کبیرہ سے اور ثواب اوسکا غالب ہو اوسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہ صاحب درر نے کہا اور یہی مطلب ہے عدالت کا ہم تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار
کرتا ہو یا اوسکے کرنے سے خوش ہوتا ہو یا اوسکو کھلم کھلا کرتا ہو یا عالم ہو اور لوگ اوسکی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول
جو ابو یوسف سے بتفسیر ما میں یوں منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نکرتا ہو اور صغیرہ پر اصرار نکرتا ہو اور پردہ پوشی کرے پردہ دری نہ ہو اور صواب اوسکا اکثر ہو
خطا سے اور مروت اوسکی ظاہر ہو اور مستعمل صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور نیکیاں
انتہا سے اور ایک نیکی کرے اور گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی العطایا وفی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم

وَاقرّہ ابن کمال اور خلاصہ مین ہی کہ جو فعل کہ مروت اور کرم کو چھوڑا دیوے وہ کبیرہ گناہ ہی اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ابن کمال نے ھم فتح القدیر مین اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہہ قول منضبط اور صحیح نہین لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت وکرم کبیرہ نہین ہوسکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی وقال وَمَتیٰ اَرتکبَ کَبیرۃً سَقطت عدَالتُہ ابن کمال نے کہا اور جب کہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اوسکی عدالت ساقط ہوگئی ھم حموی نے کہا مگر زوال عدالت کا اوسوقت حکم ہوگا جب کہ کبیرہ مرتبہ ظہور مین پہنچے ولہذا اشربۃ محرمہ مین ادمان شرط ہی اور قہستانی مین خلاصہ سے ہی کہ مختار یہہ ہی کہ کبائر کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اوسکی شہادت مقبول ہے وَمن اَقلَفَ لَو مِن عَذرٍ وَاِلّا لا ادبہ تکنکشبہ اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہوا اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہین اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر ھم عذر یہہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہوجانے سے اور جیسے اوسکی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اوسکی امامت بھی صحیح ہی اور ختنہ کے وقت مین اختلاف ہی خلاصہ مین کہا مختار یہہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہین اور آخر وقت بارہ برس ہین کذا فی المنح وَالاَمنة قراءۃ بشیءٍ مِنَ الشرائع کفر ابن کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتہ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہی ذکرہ ابن کمال وَخصیٍّ وَاَقطع اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ کی ھم اسواسطے کہ خوجی کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسیکا ہاتہہ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتہہ چوری مین کاٹا گیا اوسکی گواہی اوسوقت مقبول ہی جب کہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی وَوَلَدِ الزِّنا وَلو بِالزِّنا خلافًا لِمالكٍ اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے بخلاف امام مالک کے مذہب کے ھم اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہین جیسے کفر والدین کذا فی المنح وَخُنثیٰ کَاُنثیٰ لَو مُشکِلًا وَاِلّا فَلا اِشکالَ اور خنثیٰ عورت کی مانند ہی اگر خنثیٰ[1] مشکل ہوا اور اگر خنثیٰ مشکل نہو تو کچھ اشکال نہین ھم شرنبلالیہ مین ہے کہ خنثیٰ مشکل جمیع احکام مین عورت کی مانند ہی لیتھے تو اوسکی گواہی دوسری عورت کے ساتہہ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثیٰ مشکل نہو یعنے اگر علامت مردمی غالب ہی تو اوسکا مرد کا حکم ہے اور نہین تو عورت کا

وَعَتیقٍ لِمُعتِقِہ وَعَکسُہ لِلّا لِتُہمَةٍ لِما فی الخلاصة شَہِدا بَعدَ عِتقِہما اَنَّ الثَّمَنَ کَذا عِندَ اختلافِ بائعٍ وَمُشتَرٍ لَم تُقبَل لِجَرِّ المَنفَعِ بِاثباتِ العِتقِ اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنیوالیکے واسطے اور آزاد کرنیوالیکی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے مگر سبب تہمت کے مقبول نہین اسواسطے کہ خلاصہ مین ہے کہ بائع اور مشتری کی اختلاف ثمن کے وقت دو غلامون نے اپنے آزاد ہونیکے بعد یہہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تہا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب کہینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ھم جر منفعت کی وجہ یہہ ہے کہ اگر دونون کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری دونون قسم کہاتے اور بیع فسخ ہوجاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کے واسطے اسواسطے مقبول ہے کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضیٰ کے واسطے قبول کی تہی اور قنبر اونکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی وَلاَخیہ وَعَمِّہ وَمِن مُحَرَّمٍ رِضاعًا اَو مُصاہَرةً اِلّا اِذا اشتَدَّ الخُصُومَةُ وَخاصَمَہم مَعہ عَلیٰ ما فِی القُنیَةِ اور مقبول ہی گواہی بہائی کی اپنے بہائی کیواسطے اور بہتیجے کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتہ کے محرم کی گواہی مقبول ہے مگر جب کہ نہایت جھگڑا ہوا اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتہہ تو گواہی مقبول نہین چنانچہ قنیہ مین ہے ھم محرم رضاعی جیسے رضاعی بیٹا اور سسرالی رشتے کی محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور سوتیلا باپ اور سوتیلی ماں اور ان جیسے اشخاص مذکورین کی گواہی اسواسطے درست ہے کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہین اور ایکدوسرے کی مال مین تصرف نہین کرتا تو محل تہمت نہین ہی بخلاف شہادت قرابتِ ولاد لیکن جب کہ شاہد مدعی کے ساتہہ خصومت کرتا پہرے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اب مدعا علیہ کا گویا مخاصم ہوگیا وَفِی الخِزانَةِ تَخاصَمَ الشُّہودُ وَالمُدَّعیٰ عَلَیہِ تُقبَلُ لَو عُدُولًا اور خزانہ مین ہی کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ مین گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہون ھم یہہ قول قنیہ کے ظاہرا مخالف ہی صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے واسطے اسکو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالیٰ اعلم وَمِن کافِرٍ عَلیٰ عَبدٍ کافِرٍ مَولاہُ مُسلِمٌ اَو عَلیٰ وَکیلٍ حُرٍّ کافِرٍ مُوَکِّلُہ مُسلِمٌ لا یَجُوزُ عَکسُہ لِقِیامِہا عَلیٰ مُسلِمٍ قَصدًا اَو فِی الاَوَّلِ ضِمنًا اور مقبول ہے گواہی کافر سے اوس غلام کافر پر جس کا مولیٰ مسلم ہے یا اوس وکیل حر کافر پر جس کا موکل مسلمان ہے نہین جائز ہی اسکے برعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصدًا اور اول مین

[1] خنثیٰ مشکل وہ ہے جسمین دونون علامتین یکسان ہون اور کسیکو غلبہ نہو ۱۲

تب ہر شہادت تمنا ہو۔ فقط البدعت جائز نہ ہو اسکا عکس ہے یعنی کہ گواہی دے کافر اوس مسلمان غلام پر جسکا مولیٰ کافر ہے کذا فی المحیط و تقبل

علی نعی میت و وصیۃ مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم شرح اور مقبول ہے گواہی کافر کی اوس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہو بشرطیکہ میت پر

اوس مسلمان کا دین نہ ہو کذا فی البحر و لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما اذا شہد ... فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران

علی کافر انہ اوصی الی کافر و احضر مسلما علیہ حق للمیت و فی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق

و ہذا استحسان و وجہہ فی البدائع اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ ذکر ہو چکا مسلم

کی گواہی جہ کافر ہیں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافر وں نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ

اوس نے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اوس مسلم کو ... کیا جس پر میت کا کوئی حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے

گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اوس نے مسلم پر حق میت کا دعویٰ کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان بدائع میں مذکور ہے وجہ استحسان یون

مذکور ہے کہ مسلمین نصاریٰ وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا سبب نکاح ہے اور

اہل اسلام کفار کے نکاح میں بیٹھتے ہیں تو اگر نصاریٰ کی شہادت مسلم پر اثبات ایصاء میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہ ہو تو وہ حقوق

ضائع ہو جاوینگے جو ایصاء سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ظاہر المراد

اوس صورت میں ہو جب کہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر

مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیوں کی گواہی اوس پر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی وہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا لشرح

الطحاوی و العمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے عمال بضم عین و تشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو

حقوق واجبہ مثل خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کیونکہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی

الطحاوی الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین

فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف و محضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک و ضمان الجہات کمقاطعۃ سوق

النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کرنیوالے ہوں تو انکی گواہی بسبب

غلبہ ظلم کے جیسے رئیس شہر یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب انکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے

اور صراف کی اور جہازوں کے معرف کی یعنی جو تجار اہل جہاز اور کشتیوں کی شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودھری اور چودھری کی

اور اونکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کریں اور بادشاہ کے وکیلوں کی گواہی اور قبالہ نویسوں کی اور جہات کے ضامن لوگوں کی

گواہی مقبول نہیں مانند اون لوگوں کے جو نخاسین کے بازار کو ٹھیکہ پر لیتے ہیں یہاں تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے

بسبب اوسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح و البحر صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا دینا ... وہ خوشی سے رکھے اور معرفین سے

مراد پیشہ ور ہیں یعنی رئیس اور محضر قضاۃ جہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور وکلاء مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو

دعاوی اور خصومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو انکی گواہی بسبب غلبہ ضلالت اور رشوت خواری کے مقبول نہیں اور انکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ انکی

جعل سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور توکیل حقیقے کا قصد نہیں کرتے اور صکاک بضم صاد مہملہ جمع ہے صکاک کی بفتح صاد کی

یعنی کاتب وثائق و قبالہ پر لیس انکی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور قبضہ میں لیا اور جسپر قبضہ کیا

اگرچہ اوسنے کو واقع نہوں اور کتابت مانند گواہی کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کر کے لکھتا ہو تو مقبول الشہادہ ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ

تشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں ہوا قرار باطل اور فعل باطل پر گواہی دینے اور اسکے ہو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ

لیتا ہو یا اوسکے تنخیفے پر گواہی لکہتا ہو مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اون پر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہو سو کیا حال ہے
اون لوگون کا جو مباشر ہین سلطان سے جو ضمان جہات اور اجارات معاقدہ پر گواہی دیتے ہین انہتے نحاسین بجائے مہملہ ہو اور بعضی کتب مین بجائے معجمہ
نخاسین ہے یعنی بائع دواب و رقیق کذا فی الطحاوی وَفِی الوَھبَانِیَّۃِ امِیرٌ کَبِیرٌ اِدَّعٰی فَشَھِدَ لَہٗ عُمَّالُہٗ وَنُوَّابُہٗ وَرَعَایَاہُ لَا تُقْبَلُ کَشَھَادَۃِ
المُزَارِعِ لِرَبِّ الاَرضِ اور وہبانیہ مین ہے امیر کبیر نے دعوی کیا سواوسکے عمال اور توابع نے اور عمال کی رعایا نے اوسکے واسطے گواہی دی تو
مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ہے عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب نگاہی کے امیر کے خوف سے
مقبول نہین وَقِیلَ اَرَادَ بِالعُمَّالِ المُحتَرِفِینَ اَی حِرفَتِہٖ لَا تَلِیقُ بِہٖ وَھِیَ حِرفَۃُ اٰبَائِہٖ وَاَجدَادِہٖ وَاِلَّا فَلَا مُرُوَّۃَ لَہٗ لَو دَنِیَّۃً فَلَا شَھَادَۃَ
لَہٗ لِمَا عُرِفَ فِی حَدِّ العَدَالَۃِ فَتحٌ وَاَقَرَّہُ المُصَنِّفُ اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادۃ سے پیشہ ور مراد ہین یعنی وہ پیشہ جو اوسکے لائق
ہو یعنی جو پیشہ ور کہ باپ دادا اون کا پیشہ ہو اور اگر اوسکا پیشہ نالائق ہے باپ دادا کے مخالف تو اوس پیشہ ور مین مروت اور جوانمردی نہین
اگر اوسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اوسکی گواہی بہی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت مین معلوم ہوچکا کذا فی الفتح اور ثابت
رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم فتح القدیر مین ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت ہے مروت کی تعریف مین بعضون نے یون کہا کہ انسان ایسا
فعل نکرے جس سے اوسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گہٹ جائے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے زینت نیاب اور حفظ لسان اور سبکی عقل سے
اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہے لَا تُقبَلُ مِن اَعمٰی اَی لَا یُقضٰی بِھَا وَلَو قَضٰی صَحَّ وَعَمَّ قَولُہٗ مُطلَقًا مَا لَو عَمِیَ بَعدَ الاَدَاءِ
قَبلَ القَضَاءِ وَمَا جَازَ بِالسَّمَاعِ خِلَافًا لِلثَّانِی مقبول نہین گواہی اندہے کی مطلقا یعنی اندہے کی گواہی سے قاضی حکم ندے اور اگر حکم دیگا تو صحیح
ہو مصنف کا مطلقا کہنا عام ہے اوس صورت کو کہ شاہد اندہا ہوگیا بعد ادای شہادت قبل قضا کے اور اوس صورت کو جسمین شہادت لیتا سماع جائز
ہو بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہہ ہے کہ ادای شہادت مین اشارہ دو
تمیز کی حاجت ہے مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان مین اور اندہا امتیاز نہین کرسکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اوسکو کچہہ خصم تلقین کردے اسواسطے
کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہوجاتی ہے وَاَفَادَ عَدَمَ قَبُولِ الاَخرَسِ مُطلَقًا بِالاَولٰی اور مصنف نے عدم قبول شہادت
اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولے ہم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ ایسی شہادت ہو جسمین تسامع کافی ہے یا اوسکے غیر مین خواہ
اشارہ ہو خواہ بکتابت اولویت افادہ کی وجہہ یہہ ہے کہ اخرس کو صلاحیت بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحاوی وَمُرتَدٍّ وَمَملُوکٍ وَ
لَو مُکَاتَبًا اَو مُبَعَّضًا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اوسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وَصَبِیٍّ وَمُغَفَّلٍ وَمَجنُونٍ اِلَّا
فِی حَالِ صِحَّتِہٖ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ہم محیط مین ہے کہ جو ایک
ساعت مجنون ہوجاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دی تو مقبول ہے کہ یہہ بمنزلہ بیہوشی کے ہے انتہی تو معلوم
ہوا کہ استثنا مجنون سے ہے کذا فی الطحاوی اِلَّا اَن یَّتَحَمَّلَا فِی الرِّقِّ وَالتَّمیِیزِ وَاَدَّیَا بَعدَ الحُرِّیَّۃِ وَلَو لِمُعتِقِہٖ کَمَا مَرَّ وَبَعدَ البُلُوغِ مگر یہہ کہ غلام اور صغیر
ملک اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادای شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنیکے
حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہوچکا وَکَذَا بَعدَ اِبصَارٍ وَاِسلَامٍ وَتَوبَۃِ فِسقٍ وَطَلَاقِ زَوجَۃٍ لِاَنَّ المُعتَبَرَ حَالُ الاَدَاءِ شرح تکملہ اور ایسیطرح
گواہی اندہے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادای
شہادت کا حال ہے کذا فی شرح التکملہ ہم علت اسکا مقتضی ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہین
ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ بعبارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل مین حکم صحیح ہے کذا فی الحلبی وَفِی البَحرِ مَتٰی حَکَمَ بِرَدِّہٖ لِعِلَّۃٍ ثُمَّ زَالَت فَشَھِدَ بِہَا
لَم یُقبَلْ اِلَّا اَربَعَۃً عَبدٌ وَصَبِیٌّ وَاَعمٰی وَکَافِرٌ عَلٰی مُسلِمٍ اور بحر الرائق مین ہے جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پہر وہ علت

زائل ہو جائے پھر اس نے وہی مقدمہ میں گواہی دی تو مقبول ہوگی مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور صبی اور اعمیٰ اور کافر کی مسلم پر حادثہ
اولیکن محیط امام سرخسی میں لکھا ہے کہ حادثہ ثانیہ میں بھی اسکی گواہی مقبول ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم نے شاہد کی گواہی
ایک حادثہ میں رد کر دی تو دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اس حادثہ میں قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اوسکے نزدیک شاہد عادل ہو مع اشعار وغیرہ میں ہے
چار شخصوں کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور شریک اور طفیل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں اتہے اور قبول شہادت چاروں کا بعد
اس محمول ہے کہ تحمل اور ادا شہادت حال بصارت میں ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور یہی بر شارح کا قول سابق محمول ہے
یعنی وکذا البدایع والاسلام کذا فی الطحاوی وفی حال الکمال احسن الزوجین تم الاربعۃ الخ اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا اور اربعہ
احکام اربعہ مذکورین کے ساتھ اسمیں وہم ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے عنقریب گذرا وحد ودی فی قذف تمام الحد وقیل بالاکثر ولو تاب بتکذیب
نفسہ ہولان الرد من تمام الحد بالنص اور اسکی گواہی مقبول نہیں جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اکثر حد ماری گئی
فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کر کے کذا فی الفتح اس واسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے بنص قرآنی سے ہم ثابت
ہوئی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۗءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ
شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی جو حرام کاری کا عیب
لگاتے ہیں محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاویں تو انکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اسکے اور
نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے تو ظاہر اعطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کا اندر داخل ہے
اسواسطے کہ عدم قبول شہادت مولم اور رنج ناک ہو کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالیٰ اعلم والاستثناء منصرف لما
تلیہ وہو وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور استثنا جو آیت میں ہے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے واولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا الخ
واولئک ہم الفاسقون سے طرف ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثنا جب کہ جمل متعاطفہ کے بعد
واقع ہو تو اخیر کیطرف راجع ہوتا ہے مگر جب کہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین میں اور امام شافعی ایک
اور امام کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے کما فی الفتح الا ان یحد کافرا فی القذف ثم یسلم لتقبل فان من ردت الخ
بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری گئی پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اسکی گواہی مقبول ہوگی
اگرچہ اکثر حد قذف بعد اسکے مسلمان ہونے کے ماری جائے بموجب قول ظاہر الروایۃ بخلاف اوس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا
تو اسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام میں وجہ فرق یہ ہے کہ کافر نے اہلیت شہادت پائی تو اوسکی رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے
دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اوسکی گواہی مسلمانوں پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام میں رقیت کیحالت
میں مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اوسمیں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب
رد شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم الحد بذبینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی الزنا او اثنین علی اقرارہ بہ کما لو برہن قبل
الحد یعنی محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ چار گواہ لاوے جو مقذوف کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی
النہر اوسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاتا کذا فی البحر حاصل یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی
اوسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ افترا کی تہمت اوس پر سے اب مندفع ہو گئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود فی القذف
والمعروف بالکذب اور بحر الرائق میں ہے کہ فاسق جب کہ توبہ کرے تو اوسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے
بھی مقبول نہیں ہے مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ اوسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق وشاہد

الزّور ولو عدل لا تقبل ابداً ملتقط لکن سیجیٔ ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو تو اوسکی گواہی کبھی مقبول نہین کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول
شہادت مذکور آگے آویگی ھم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دیکر توبہ کریگا تو گواہی اوسکی مقبول ہوگی اور ترجیح موعود
یہہ ہی کہ فقیہ ابوجعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی النہر ومسجون فی حادثۃ تقع فی
السجن وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجۃ
لمنع الشرع عما یستحق بہ الحبس وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافا الیہم لا الی الشرع بزازیۃ وصغری
وشرنبلالیۃ لکن فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند
الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان اور مقبول نہین گواہی محبوس کی اوس حادثہ مین جو واقع ہو محبس اور جیلخانہ مین اور
اسیطرح لڑکون کی گواہی مقبول نہین اون حوادث مین جو انواع لہو ولعب مین واقع ہون اور نہ عورتون کی گواہی اوس واقعہ مین جو حمامون کے اندر
واقع ہو اگرچہ مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اوس فعل سے جسکے سبب سے محبوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب طفلان اور حمامات
نسا کی تو عدم قبول شہادت مین تقصیر اونہین کے طرف منسوب ہوئی نہ شرع کے طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی مین ہو کہ فقط
عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تاخون ضائع اور باطل نہو جاوی انتہے تو مفتی کو چاہئے فتوے دینے کے وقت خبردار
رہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان مین ھم عبارت صغری ظاہرا اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب طفلان مین حاضر
ہو تو اوسکی بھی گواہی مقبول نہین کیونکہ وہ دہان جانے سے فاسق ہو گیا اور ہر محبوس کے فسق مین گفتگو ہی اسواسطے کہ کبھی انسان بقصور بھی
قید ہو جاتا ہی اور منع شرعی حق محبوسین اور نسا مین البتہ ظاہر ہے نہ اطفال مین کیونکہ وہ شرعا مکلف نہین ہین کذا فی الطحطاوی والزوجۃ
لزوجہا وہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہین زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی زوجہ کے حق مین اور جائز ہے گواہی زوج کی
زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ھم عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہین گواہی بیٹے کی باپ کے
حق مین اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی اپنی عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنی شریک کیواسطے اوس چیز مین جو دونون مین
مشترک ہی لیکن غیر مشترک مین جائز ہی اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق مین اور نہ غلام کی اپنے مولے کے واسطے انتہے لیکن خصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی
سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد
لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلون مین زوج کی گواہی
زوجہ کی مضرت پر جائز نہین ھم پہلا مسئلہ یہہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدون کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہہ کہ زوج نے
اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث
لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ فعلم منع الزوجیۃ
عند القضاء لا التحمل والاداء احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق مین جائز نہین اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت مین گواہی واقع ہو اسواسطے کہ قنیہ مین ہے
کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت مین ہی تو جائز نہین شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی
دی پھر اوس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کیوقت نہ تحمل اور ادای شہادت کے وقت ھم حکم
مناسب کو دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاوے وہ مسئلہ یہہ ہی کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور
حاکم نے اوسکی گواہی رد نہ کی یہانتک کہ اوس نے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اوسکی گواہی نافذ ہے انتہے جب زوجیت عند التحمل منع نہوئی
تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت مین اور بعد القضای عدت اوس نے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا مین مسئلہ خانیہ مین مذکور

ف
نہین جائز ہی شہادت والد کی اپنے ولد کے واسطے اور نہ ولد کی اپنے والد کے لئے اور نہ عورت کی اپنے خاوند کے لیے اور نہ شوہر کی اپنی بی بی کے لیے اور نہ غلام کی اپنے آقا کے حق مین اور نہ آقا کی اپنے غلام کے حق مین اور نہ شریک کی دوسرے شریک کے لیے اور نہ مزدور کی اوس شخص کے لیے جسنے اوسکو اجرت پر رکھا ہو ۱۲

ہو چکی کہ ابی الطحاوی والفرع لاصلہ [illegible] اور مقبول نہیں گواہی [illegible] کی اپنی [illegible] کے واسطے یعنی اولاد کی آبا اور جد اور کے واسطے اگرچہ اصل [illegible]
یعنی دادا پردادا اور نانا پرنانا ہم دلیل اسکی قول شریح اور حدیث ہے جو مذکور ہو چکی اور اس واسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں تو من وجہ
اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا اولاد کو زکوۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب شریح قاضی کا یہاں تک کہ حسن مجتبیٰ کی گواہی جو انہوں نے قنبر کی
بابت علی مرتضیٰ کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نہ کی تو حضرت علی مرتضیٰ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ حسن اور حسین دو سردار ہیں جوانان اہل جنت کے تو شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دو گواہ [illegible]
روایت میں آیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور [illegible] انکا زیادہ کر دیا تو بعضوں نے کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے شریح
کے قول کی طرف رجوع کیا [illegible] الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابنہ [illegible] مگر جب کہ دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے [illegible]
بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ ہم صاحب محیط نے اس گواہی کی [illegible] صورت ہے کہ ایک عورت [illegible] اور
دعوی کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو [illegible] کے باپ اور دادا نے [illegible] اس اقرار پر گواہی دی کہ وہ [illegible]
دونوں کی گواہی مقبول ہے اور جمع التفاریق [illegible] قول مطلق مقبول ہے [illegible] اور شاید کہ وجہ قبول
یہ ہو کہ [illegible] تہمت سے [illegible] صداقت کی قوت [illegible]
تک کہ [illegible] کیونکہ یہ شہادت اصل کی ہے [illegible] ولو طلق [illegible]
والام فی [illegible] صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی [illegible] کے واسطے اگرچہ [illegible]
طلاق کی گواہی ہو [illegible] اس واسطے گواہی مقبول ہے [illegible]
وہ متصل نہیں [illegible] قال تعالیٰ [illegible] لانسان [illegible]
القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول [illegible] انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے [illegible]
[illegible] قاتل ہیں جب کہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی [illegible] القاتل کا الف لام جنس کا [illegible]
میں یوں مذکور ہے کہ دو شخصوں نے ایک مرد کو [illegible] قتل کیا پھر انھوں نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کر دیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول [illegible]
اس طرح کہ [illegible] دونوں شخص کہیں کہ ہمکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو [illegible] ابو یوسف نے کہا کہ [illegible] کے حق میں گواہی مقبول ہے
حسن نے کہا کہ [illegible] کے حق میں مقبول ہے [illegible] ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے
[illegible] کی گواہی [illegible] تیسرے شخص کے حق میں [illegible] حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی [illegible]
الطحاوی [illegible] والعکس للتہمۃ اور برعکس اسکے [illegible] کی گواہی فرع کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے [illegible] اتصال منافع [illegible]
[illegible] ولا الشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما [illegible] مقبول نہیں [illegible]
[illegible] غلام اور مکاتب [illegible] شریک کی گواہی شریک کے حق میں اس مال میں [illegible] کیونکہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کی
[illegible] الاشباہ [illegible] ثلاثۃ [illegible]
[illegible]
[illegible] گواہی مقبول ہے [illegible]
[illegible] القرابۃ [illegible]
[illegible] للمساجد [illegible]

تو قبول نہیں جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کے واسطے خراج مین منفعت نہو ھ اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے
کیونکہ آپس مین شرکت اور دفع منفعت نہیں اور اسیطرح جب کہ شاہد کو خراج مین دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قریتہم لا تقبل
وکذا اہل سکۃ یشہدون بشیء من مصالحہ لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا آخذ
شیئا تقبل وکذا فی وقف المدرسۃ انتہی فلیحفظ اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ اونکے گاؤن مین ہے تو مقبول نہین اور
اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین منجملہ مصالح اور منافع کے مثلا قطعہ زمین کو کہین کہ ہمارے محلّے مین ہے کذا فی العالمگیریہ تو مقبول نہین بسبب جر
منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ مین اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اوس قطعہ زمین مین دروازہ یا موہرا چاہتا ہو تو
گواہی مقبول نہین اور اگر کہے کہ مین کچھہ نلونگا تو گواہی مقبول ہوا اور اسیطرح وقف مدرسہ مین گواہی مقبول ہے انتہی ما فی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ھ وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف مین مقبول نہین کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ مین تو وہ متہم ہے
کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ مین عدم قبول شہادت کی وجہ یہہ ہے کہ شاہد کا اوسمین فائدہ ہے تو محل تہمت ہے ولا الاجیر الخاص لمستاجرہ
مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضررا لنفسہ ونفعہ نفعا لنفسہ درر وہو
معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہین گواہی
اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصہ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص کی
ہے جو استاد کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اوسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہین قانع کی
اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش اون سے یعنی گہر والون سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم سے بمعنے سوال و تذلل نہ قناعت سے ھ اجیر خاص کی مراد مین اختلاف
ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاد کے ساتھہ کہائے اور یہی مراد ہے قانع سے
جو حدیث مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار ہے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور کا ٹکڑا ہے اوس حدیث کا جو ابو داؤد مین عن عمرو بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم یعنی
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بہائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے
اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکہی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد مین بعضون نے یون فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد
ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود لہ کے گہر مین زندگانی بسر کرے بلا خدمت مثل ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہین جو اپنے رئیس اور
کبیر کے تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور سنار اور نائی اور دہوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے
مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہین مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارہ سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کہ اوسکے
منافع مستاجر کے مستحق ہین ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہین کر سکتا مدت اجارہ مین تو اگر اوسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم
آوے کیونکہ اوسکی شہادت بہی منجملہ اوسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ مین مقبول نہین انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ
لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہہ ہے کہ مستاجر اور استاد کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کی بطرح قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اونکا محتاج نہین بخلاف اجیر
خاص کے ھ یہہ مسئلہ فتح القدیر مین اسیطرح مذکور ہے ومخنث بالفتح من یفعل الردی ویؤتی اور مخنث کی گواہی مقبول نہین مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق
فعل کرے اور لواطت کراوے ھ نالائق فعل کرے یعنی عورتون کے افعال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل مین اونکے ساتھہ مشابہت کرے فعلی
مشابہت یہہ کہ محل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا فقط
فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی

لست کرے اسمردون میں سے حرکت پر اور عورتون میں سے اون عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں وامّا بالسترِ فالمتکبر المتلین
فی اعضائہ وکلامہ خلقۃً فیقبل اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدایشی نرم اور بیچا ہوا اپنے اعضا اور گفتگو مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے
کذا فی البحر اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہین پیدایشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے ولا مغنیۃ ولو لنفسہا لحرمۃ رفع صوتہا اور نہ گانیوالی عورت
کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگون کو سناتی نہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنیکے کذا فی الدر
مع قہستانی سے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم من الصوتین الاحمقین الفاجرین والنائحۃ دریافت کرنا چاہیے کہ نبی یعنی کا
لہو اور جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصاً جب کہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کی آواز بلند کرنا بلاخلاف حرام ہے
کذا فی الطحاوی من النبی وینبغی تقییدہ بمداومتہا علیہ لیظہر عند القاضی کما قیدہ فی الشرب علی اللہو وفی الحاوی اور لائق
ہے کہ اس میں مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تا کہ قاضی کے نزدیک اوسکا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہو میں مداومت شرط
ہے کذا ذکرہ الواقی ھم اسیطرح جمیع ابواب کبائر میں مداومت کی تقیید ہے کذا فی الفتح یعنی بلامداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہیں ہوسکتا کہ دو گواہی
رد کرے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر عورت ہمیشہ گایا کرے تو حرام نہیں ہے ولا نائحۃ فی مصیبۃ غیرہا بأجر درر وفی فتح ذاد العینی فلو فی مصیبتہا
تقبل وعللہ الواقی بزیادۃ اضطرارہا وانسلاب صبرہا واختیارہا فکان کالشرب للتداوی اور اس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول
نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور علامہ
واقی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اوسکے اضطرار کے اور مسلوب ہونے اوسکے صبر و اختیار کے تو اوسکا نوحہ ایسی مصیبت
مین مانند شرب مسکر کے ہوا علاج کے واسطے ولا عدوٍ بسبب الدنیا اور مقبول نہین اوس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو تو بسبب دین کے
ھم عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جس کا اسباب راہ مین لٹا اوسکی گواہی
رہزن غارت گر پر اور یہ مطلب نہین ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق مین خصومت اور نزاع کرے وہ اوسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے توہم کیا ہے
کذا فی البحر جملۃ ان کان عکس الفرع لاصلہ فتقبل لہ لا علیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ کے
بالعکس قرار دیا ہے تو اوسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اوسکے ضرر پر واعتمدہ فی الوہبانیۃ والمحبیۃ فیما لم یفسق بسببہ
قالوا الحقد فسق للنہی عنہ اور وہبانیہ اور مجیبہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق نہو
گیا ہو فقہانے کہا ہے کہ دل مین کینہ رکہنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکہنے سے نہی وارد ہے ھم یہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار
متاخرین ہو قہستانی میں ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے اونکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحاوی وفی الاشباہ فی ثمۃ قاعدۃ اذا اجتمع
الحلال والحرام ولو العداوۃ للدنیا لا تقبل سواء شہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق وہو لا یتجزأ اور اشباہ مین اجتماع حلال اور حرام
کے قاعدے کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اوسکے غیر پر اسواسطے کہ
عداوت دنیوی رکہنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہین وفی فتاوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب
تعلمہ شرعاً فحینئذ لا تقبل شہادتہ علی مثلہ وغیرہ وللعالم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من
التراکیب کما یحق وینبغی اور مصنف کے فتاوے مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اوس چیز کو ترک
کرنے سے جسکا سیکہنا اوسپر واجب ہے شرعاً یعنی احکام شرعیہ پھر جب کہ وہ فاسق ٹہرا تو اب اوسکی گواہی مقبول نہین ویسے دوسرے جاہل نہ غیر جاہل پر اور عالم کو
جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنے کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع میں ثابت اور لائق ہے
ھم عالم کی تفسیر اسواسطے کی تاکوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور استخراج معنے سے مراد فہم ہے اور ظاہر مراد تفسیر کو سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم شرعیہ اور

بعض آلات علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحاوی وفی التجاوزت فی کلامہ اور اسی کی گواہی مقبول نہین جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راست گوئی کی پروا نہ کرتا ہو جسکو یاوہ گو اور بکی کہتے ہین اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہین کذا فی الطحاوی ص فتح القدیر مین حکایت ہے کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہے جھوٹی گواہی نہین دیتا سو تمنے اوسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ مینے اوس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ مین آپ کا غلام ہون تو اگر وہ اس کلام مین صادق ہے تو غلام کی گواہی جائز نہین اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہین تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہین کیونکہ جو کوئی یون کہتا کہ مین تیرا غلام ہون باعتبار مجاز کے ہے یعنی قائم بخدمت ہون اور یہ طریق اور مجاز کلام مین شائع ہے یہانتک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہے کہ اس مجاز مخصوص مین آپ کو ذلیل کرنا اور دنیا کے واسطے چاپلوسی کرنا ہے الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہے انتہے مختصراً او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ او غیرھم لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہین ہے اوسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کہاتا ہے یا اپنی اولاد یا غیر اولاد کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی گالیان دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہے ص کثرت حلف اگرچہ راستی مین ہے مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہے اور گالی دینا یا اوسکے سامنے ہو یا پیچھے اگر سامنے ہے تو شوخ چشمی ہے اور سوء ادب اور کمینون کی عادت ہے جنمین مروت اور حیا نہین اور اگر پیچھے سے تو غیبت ہے اور وہ موجب فسق ہے اور مسقط العدالت ہے اور اگر اسطرح دشنام بلفظ امت ہے جیسا کہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحاوی عن ابن ہمام انتہے کترک زکوۃ او حج علی روایۃ فوریتہ جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور کے ص یعنے تاخیر ادائی زکوۃ بلا عذر فسق ہے یہی مختار ہے جیسا فقیہ ابو اللیث کا او ترک جماعۃ او جمعۃ او اکل فوق شبعہ بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کہانا ناآسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے ص بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل تینون کی قید ہے یعنی اگر جماعت استخفافا اور فسق سے ترک نکرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہے یا اسلئے ترک جماعت کرے کہ اول وقت نماز پڑہتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالہ نہین اور اگر جمعہ عذر مرض یا قید مصر یا دیہات یا فسق امام ترک کرے تو فسق نہین بعضون کے نزدیک ایکبار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہے اور اگر لبعد مسافت یہان یا بیت رزرہ زیادہ کہائے تو ساقط العدالہ نہین کذا فی الطحاوی وغیرہ و خروج لفرجۃ قدوم امیر اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ص ظہیریہ مین فتوی اسپر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کیواسطے نہ نکلین بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالہ ہین کذا فی الطحاوی و رکوب بحر الہند یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ص اسواسطے کہ جب بحر ہند مین سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر مین ڈالا انما الدار ہوکر اپنے گہر مین پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا کہ رکوب بحر منع نہین علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہرا رکوب بحر علی الاطلاق منع نہین بلکہ اقتران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اوسوقت تہا جب کہ ہندوستان تمام کفرستان تہا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقا اباحت ثابت ہے مگر جب کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر مین سوار ہوا کئے ہین بلا انکار اور نص قرآنی عظیم دلیل ہے جواز کی انتہی کذا فی الطحاوی و لبس حریر و بول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر و طفیلی و مسخرۃ و رقاص و شاتم للدابۃ و فی بلادنا یشتمون بائع الدابۃ بحضرتہ وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کے طرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والی اور جانور کے گالی دینے والی کی گواہی مقبول نہین اور ہمارے ملک مین جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہین کذا فی الفتح وغیرہ و فی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مقبول نہین شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ رہا ص ایک نسخہ مین لفظ یقبض ہے بجای یقرض کے اور اسیطرح خلاصہ مین ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی مین یقرض ہے بیای تحتانیہ و قاف کذا فی الحلبی

ولا شهادة الاشراف من اهل العراق لتعصبهم اور مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب تعصب کے ہم اہل عراق کی مانند ہو کر
اور عصبیت یہی آتی ہو تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اسکی سفارش کرتا ہے تو عجب نہیں کہ جھوٹی
گواہی دو یہی سبب اسی تومیت کرلائے طحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواهر الفتاوى ولا من انتقل من مذهب ابي حنيفة
الى مذهب الشافعي اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار
کرے ہم مصنف نے امراء میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اسکو جرأت ہو ایک مذہب
سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کے کہ کوئی غرض حاصل ہونیکے واسطے تو اسکی گواہی مقبول نہیں انتہی فهذا
مذہب ابو حنیفہ کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ ہر مذہب حق چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ مشروع ہے کما تقدم کذا فی الطحطاوی قبیل فصل وکذا بایع الاکفان
والحنوط لتمنيه الموت مصنف نے کہا اپنی شرح میں اور اسیطرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اوس
شخص کو موت کو ہم جو بقصد کفن فروشی کرتا ہو اوسکی گواہی مردود ہے مہر پیرا نسینے والسکی کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی
مقبول نہیں ہم طحطاوی نے کہا شاید مراد یہہ ہو کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہیں اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بیع کے دو وکیل اور دو
دلال گواہی دیں اور کہیں کہ ہمنے اس چیز کو بیچا ہو بیچنے کے بابت تو گواہی مقبول نہیں انتہی فتح القدیر میں ہے کہ اہل صناعات دنیئہ یعنی ذلیل پیشہ والے
جیسے دلال خوار اور جولاہہ اور حجام اصح یہہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہو تو جب تک قادح شہادت دعلیہ
نہو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہیں ہو سکتی اور یہی حکم ہے تمہا ہیں اور والیین کا انتہی والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شهد انها
امرأته تقبل والحيلة انه يشهد بالنكاح ولا يذكر الوكالة بزازية وتسهيل اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات
نکاح کی گواہی ہو اور اگر یوں گواہی دی کہ یہہ عورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہہ ہے کہ نکاح کی گواہی دے
اور وکالت کا ذکر نکرے یعنی یوں نکہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیہ وتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ نفس نکاح کی گواہی ہے نہ عقد
نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ اپنے فعل کی گواہی ہے واعتمده قدری افندي في واقعاته وذكره المصنف في
اجارة معينه معزيا للبزازية وملخصه انه لا تقبل شهادة الدلالين والصكاكين والمحضرين والوكلاء المفتعلة على ابواب القضاة
فی فتاوی مؤید زاده اور قول سابق پر اعتماد کیا ہو قدری افندی نے اپنے واقعات میں اور مصنف نے اوسکو ذکر کیا ہو اپنی کتاب معین کی
الاجارہ میں بزازیہ کی طرف نسبت کرکے اور خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ مقبول نہیں گواہی دلالوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور ان کی جو مدعی اور مدعا علیہ کو
قاضی کے پاس حاضر کرتے ہیں اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر رہتے ہیں اور ایسے ہی مانند موید زادہ کے فتاوی میں ہے
فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہوں تو صحیح قول یہہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے انتہی فخر الدین نے کہا
کہ مراد حاکم اور جو وکیل کہ قاضیوں کے دروازوں پر ہوتے ہیں انکی گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال میں کوشش
کرتے ہیں اور وہ فسق ہے کذا فی الطحطاوی وفيها ومتى اخرجه من الوصاية بعد قبولها لم تقبل شهادته للميت ابدا وكذا الوكيل بعد
ما اخرجه من الوكالة ان خاصم اتفاقا والا فكذلك عند ابي يوسف اور فتاوی موید زادہ میں ہے کہ اگر ایک وصی خارج کیا گیا وصایت
سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کبھی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہیں اور اگر خصومت نکی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہیں ہم اس مسئلہ کا ذکر بعد اکورت کے متن میں آویگا ومدمن الشرب لغير الخمر
لا في لقطرة منها لارتكاب الكبيرة فترد شهادته وما ذكره ابن الكمال غلط كما حققه في البحر قال وفي غير الخمر يشترط الادمان لان شربه
صغيرة اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشا پینے والیکی سوای شراب کے اسواسطے کہ شراب کا ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اوسکی مردود ہوگی

اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق میں اوسکی تحریر کی ہے اور سوای شراب کے اور مسکرات میں ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے
اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہے ہم کہتے ہیں جو شارح نے اتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ در شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سو لائق
اعتماد کے نہیں کہ صریح بھی نقول مذہب کے مخالف ہے کافی میں ہے کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہہ فعل اوسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ
اور اوسکا یہہ فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اوسیوقت ساقط ہوگی جب کہ شرب ظاہر ہو اور مست
یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اوس سے کھیلین تو ایسے شخص میں مروت نہیں اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہیں کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان میں ہے
کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زیلعی اور عینی میں ہے اور نہایہ میں ہے کہ ادمان
شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہے تو یہہ نقول صریح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادمان شرط ہے بلا فرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ
گناہ میں اشتہار شرط ہے یعنے سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے
کہا کہ یہہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبائر سبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادمان
اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہئے کہ ادمان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک قول یہہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللھو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ لشبھۃ الاختلاف
صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب میں لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشا پینا نکل جاے تو عدالت ساقط
نہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ہم لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے اسواسطے اوس قول اور فعل سے جو بمقتضای حکمت نہیں اور
اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے ومن
یلعب بالصبیان لعدم مروتہ وکذبہ غالبا کافی اور اوسکی گواہی مقبول نہیں جو لڑکون کے ساتھ کھیلے اوسکی عدم مروت اور کذب کے
سبب غالبا کذا فی الکافی ہم لڑکون سے مراد نوجوان ہیں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی
ہے کہ اگر بڈہا نوجوانون سے کشتی کرے مجامع میں تو اوسکی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانون سے
مجامع میں کشتی کرے تو گواہی اوسکی مقبول نہیں کیونکہ وہ سخیف ہے والطیور الا اذا امسکھا للاستیناس فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا
لاکلہ الحرام عینی وعنایۃ اور اوسکی گواہی مقبول نہیں جو چڑیون سے کھیلے مگر جب کہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر جب کہ غیر کے
کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اوسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایۃ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ موجب
غفلت ہے اور وہ محمول ہے اوس صورت پر جب کہ کبوتر اوڑانیکے واسطے کوٹھے پر چڑہتا ہو اور عورات نسا پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور لمغنی
کل لھو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان یرقصوا
بہ خانیۃ لدخولہ فی حد الکبائر بحر اور اوسکی گواہی مقبول نہیں جو طنبورا اور ہر ایک ایسا باجا بجاتا ہے جو قبیح اور معیوب ہے لوگون میں چنانچہ طنبور
اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون میں چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنیکے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جب کہ اوس میں
مبالغہ اور زیادتی کرے اسطرح کہ اوسپر لوگ رقص کرین تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیہ اسکے سبب داخل ہونیکے حد کبائر میں کذا فی البحر ہم محیط میں
بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایۃ میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہیں بدون راگ کے یعنی طرب انگیز
باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشب کے ہون یا قضیب کے چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابوامامہ ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر
یعنی حق تعالی نے مجکو بہیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجہکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانیکے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے
وہ دف ہے نکاح میں اور نکاح کے مانند ہی ہر سرور حادثہ اور اسکے غیر میں دف بھی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر میں بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی

اور حدیث مذکور مشکوٰۃ میں مسند احمد سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس میں ہے کہ معازف ملاہی ہین جیسے عود اور طنبور کے
اور مزامیر جمع مزمار آلہ غنا اور جس قصب یعنی نے اور نیز بانسری میں گاوین اسکو زمارہ اور مزمار کہتے ہیں امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے شیخ
کہتے ہین کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز سے مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سننا مکروہ ہے ترجمہ لمعات کذا قال الشیخ عبد الحق الدہلوی ومن
یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو راگ گاتا ہو لوگون کے واسطے اسلئے کہ وہ لوگون کو
کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں ہے وکلام سعدی آفندی یفید تقییدہ بالاجرۃ فتامل اور سعدی آفندی کا کلام مفید ہے
اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اوس مغنی کی گواہی مقبول نہین جو لوگون سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کر اسکو طحطاوی نے کہا قید
مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا باس بہ عند العامۃ عنایۃ و
صححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کیواسطے گاوے دفع وحشت کے لئے تو اوسکا کچھ
مضایقہ نہین جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایۃ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق
جائز ہے محل اباحت سرود وہ ہے کہ اجابہ ہو اور اسکے ساتھ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جب کہ مشتمل
ساتھ ہو چنانچہ عود اور نہایہ اور عنایہ میں ہے کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان میں ومنہم من اجاز فی العرس کما جاز
ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع
الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعضے فقہا نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا
جائز ہے اور بعضون نے اسکو مباح کہا ہے مطلقا نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقا خواہ نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی کلام العینی اور بحر
الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقا حرام ہے تو اختلاف علما کا منقطع ہوگیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے
واسطے ہو اور ثابت رکھا اسقول کو مصنف نے اپنی متن میں بحر الرائق میں ہے کہ شارحین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور نہایہ اور عنایہ میں ہے
کہ تغنی لہو کیواسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں اور زیادات میں کہا کہ اگر اوس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک
مین جملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنین اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہوگئی نقل مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہوگیا
انتہی مافی البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کین وہ اطلاق حرمت کی مؤید نہین کیونکہ نہایہ اور عنایہ کی عبارت مقید بلہو ہے اور زیادات
کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اوس وقت ہوگی جب لوگون کے سامنے گاوے جیسا افادہ شہرت یہ ہے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے
متعارف کی طرف اور عرف میں مغنیہ یعنی نہیں کہتے مگر اوسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح
قول وہ ہے جو فتاوی عالمگیری میں ترانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ مقبول نہین گواہی اوسکی جو لوگون کے واسطے گاوے اور اونکو سناوے اور اگر تغنی اپنی
ذات کے سنانے کیواسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اوسکا مضایقہ نہیں اور عدالت اوسکی ساقط نہیں ہوتی
قول صحیح میں انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو ولعب اور جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہے بالاتفاق اگر کوئی کہے کہ صاحب ہدایہ کی
تعلیل کہ مغنی لوگون کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقا حرام ہو اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر نہ سنے تا اپنی ذات
سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضون نے کہا کہ استعادہ وتعلم قوافی اور فصیح اللسان ہونیکے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضون نے کہا کہ اگر لوگون کے
سنانیکو واسطے نکاح اور ولیمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کیواسطے تغنی میں فقہا کا اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ
مکروہ نہین مکروہ وہ تغنی ہے جو علے سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ ترانہ دھیما پڑھتے تھے اور وہ
کرتے تھے اور یہی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور محمل حدیث براء بن مالک کا

یہ ہی کہ وہ اشعار مباحہ کو خوش آوازی سے پڑھتے تھے جنمین مواعظ اور حکم تھین اسواسطے کہ لفظ غنا، جیسے غناء معروف کو شامل ہے ہین ویسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے
ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہی من لم یتغن بالقرآن فلیس منا[1] اور اشعار مباحہ کی شعر خوانی جائز ہے پھر جب کہ خلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہے کہ صاحب
ہدایہ نے بھی منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہمکو معلوم ہو چکا ہی کہ تغنی محرم وہ ہی جسکے الفاظ ایسے ہون جو حلال نہین جیسے مرد معین اور عورت
معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اوسکے طرف یا ہجو مسلم یا ذمی کی بشرط قصد ہجو نہ بقصد استشہاد یا تعلیم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار
غیر معین عورت کے وصف مین ہون تو مباح ہین بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اوسپر
انکار نہین فرمایا ہان اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہون مغنی مین ہی کہ ملاہی دو قسم ہین ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غنا جیسے
مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسری مباح وہ دف ہی نکاح اور اوسکے مانند اور امر حادث مین اور اوسکے غیر مین مکروہ ہی عبد اللہ بن عمر رض سے مروی ہی کہ جب
آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اوسکے سوا اور کچھ ہوتا تو درہ لیتے اور خلاصہ مین ہی کہ محمد بن شجاع سے اوس شخص کے حال
سے سوال ہوا جو اپنی نفس کے ساتھہ ترنم کرتا ہی جواب دیا کہ یہ امر اوسکی شہادت کا قادح نہین اور قرآن خوانی الحان سے بعضون کے نزدیک مباح ہی اور بعضون کے نزدیک
منع ہے اور مختار یہ ہی کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہین ہوتے ہون تو مباح ہی اور نہین تو غیر مباح ہی ایسا کچھہ علمانے ذکر کیا ہی اور ہم باب
الاذان مین مذکور کر چکے ہین کہ تحسین صوت بدون تغییر مقتضیات حروف کے نہین ہوتی تو یہ تفصیل بمعنے ہو نہ تھی ما فی الفتح ملخصا بتصرف قال ولا تقبل شہادۃ
من یسمع الغناء او یجلس مجالس الغناء زاد العینی او مجلس الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہ بہم وترکہ الامر بالمعروف
یسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہین گواہی اوس شخص کی جو راگ سنتا ہی یا راگ کی مجلس مین بیٹھتا ہی عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شراب کی
مجلس مین بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشانہ پیتا ہو اسواسطے کہ اوسکا مختلط ہونا اونکے ساتھہ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اوسکی عدالت کا مسقط ہی ہم مجلس غنا مین
بیٹھنا مسقط عدالت ہی اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الہی مین مشغول رہی اور اسیطرح جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس مین نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحاوی او یرتکب ما
یحد بہ للفسق والمراد منہ مرتکب کبیرۃ قالہ المصنف وغیرہ یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو مرتکب ہو اوس چیز کا جسکے سبب سے اوسکو حد ماری جاوے
بوجہ فسق کے اور مطلب اوسکا یہ ہی کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اوسکی گواہی مقبول نہین ایسا کچھہ کہا ہی مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد مین اقوال مختلف
ہین اور قول محقق وہ ہی جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قول الجمیل مین اختیار کیا ہی یعنی حق یہ ہی کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جسپر دوزخ یا عذاب شدید
کی وعید وارد ہو قرآن مجید مین حسب یا حدیث صحیح مین جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہی یا اوسکے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوٰۃ متعمد اکو یا اوسکے
مرتکب پر شرع مین حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا ان سے زیادہ تر ہو شرا اور برائی مین بحکم بداہت
عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہی جو شرع مین منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہے شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب مین کہا کہ
مین نے اون احادیث کو جمع کیا جنمین کبائر کی تصریح وارد ہی تو سترہ کبائر پائے چار دل مین شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور ناامیدی رحمت الہی
اور بیخوفی مکر الہی سے اور چار زبان مین شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ مین شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور
دو شرمگاہ مین زنا اور لواطت اور دو ہاتھہ مین قتل ناحق اور چوری اور ایک پاؤن مین یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی
عقوق والدین انتہے حق تعالے اپنے کرم سے ہمکو ان سے بچاوے آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لانہ حرام یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو حمام مین غسل کے
واسطے بلا ازار برہنہ جاوے اسواسطے کہ برہنگی حرام ہی او یلعب بالنرد او طاب مطلقا قامر او لا یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو کھیلے نرد یا طاب سے مطلقا
خواہ بازی بدی یا نہ بدے ہم فتح القدیر مین ہی کہ لعب طاب کھیل ہے ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ مین نرد کی مانند اوسکو بلا حساب اور بلا فکر پھینکتے ہین جو
کھیل ایسا ہو جسکو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اوسکو کرتے ہون اور وہ مطلقا حرام ہے انتہے معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہی جو نرد کے پانسون کی طرح
اوسکو پھینکتے ہین اما الشطرنج فللشبہۃ الاختلاف شرط واحد من ستۃ فلذا قال او یقامر بشطرنج اور شطرنج مین تو بسبب شبہہ خلاف کے

[1] یعنی جو شخص قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم مین سے نہین ۱۲

تفصیل کبائر

سقوط عدالت کے اسطرح چھ چیزون سے کوئی ایک چیز مشروط ہے تو اسیواسطے مصنف نے کہا یا جوا ہے شطرنج سے تو اوسکی گواہی مقبول نہیں ہم امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقا مسقط عدالت نہیں کہا او یترک بہ الصلوۃ حتی یفوت وقتہا یا شطرنج کی وجہ سے نماز ترک کرے یہان تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے ہم ترک صلوۃ سے عدم فعل مطلقا نہیں بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہے او یحلف علیہ کثیرا یا شطرنج کھیلنے میں قسم بہت کہاتا ہو ہم زیلعی اور اتقانی نے اسمین حلف کاذب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون کثرت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب بہ علی الطریق او یذکر علیہ فسقا اشباہ یا شطرنج رستے پر کھیلتا یا اسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ ہم یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ہو جاتا ہے چنانچہ گالی اور قذف اور غنا او یداوم علیہ ذکرہ سعدی افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اوسکی گواہی مقبول نہیں اسکو سعدی آفندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا ہم اسواسطے کہ مداومت لہو کی دلیل ہے اور غالبا بعض ضروریات میں خلل پڑتا ہے یہان تک کہ بعضے شطرنج بازون کا لڑکا مرگیا اور اوسکی تجہیز اور تکفین کے واسطے اونھون نے بازی سے توقف کی نعوذ باللہ من مخازی الشیطان او یاکل الربوا قیدہ بالشہرۃ ولا یخفی ان الفسق یمنع مطلقا الا ان القاضی لایثبت ذلک الا بعد ظہورہ لہ فالکل سواء بحر ملخصا یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو بیاج کھاتا ہو بیاج کھانے میں علما نے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہہ امر مخفی نہیں کہ فسق مانع ہے شہادت کا شرعا مگر یہہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اسمین برابر ہین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعضون نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین اسطرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کہاوے ایکبار تو گواہی اسکی مقبول نہیں اور بیاج خواری مین شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچھہ فرق نہیں فسق ہونے مین دونون برابر ہین اور اشتراط شہرت مین دونون یکسان ہین شہرت تو اتنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہین تخصیص بلا دلیل ہے او یبول او یاکل علی الطریق وکذا اکل ما یخل بالمروۃ ومنہ کشف عورتہ لیستنجی من جانب البرکۃ والناس حضور وقد کثر فی زماننا فتح یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا کہاوے راہ مین اور اسیطرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہو از انجملہ اپنی شرمگاہ کہولنا تالاب کے کنارے استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانے مین یہہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے اوسکی گواہی مقبول نہیں جو افعال مستحقرہ ادا کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہیں جیسے لوگون کے روبرو راہ مین کہانا اور فقط سراویل یعنی پاجامہ پہنکر چلنا پہرنا اور لوگون کے روبرو پاؤن پہیلانا اور وہان سر کہولنا جہان خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اور حیا ہی اسکو شمار کرین اسواسطے کہ جو شخص ایسا ہوا اوس سے بعید نہیں کہ جہوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لوگون نے جو کچھ نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہہ ہے کہ جب تجھکو حیا نہ رہے تو جو تیرے دل مین آوے سو کر انتہی طحطاوی مجملا افعال خلاف مروت لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون کی صحبت مین بیٹھنا اور لوگون کو ذلیل کرنا اور بازار مین غل اور شور کرنا مروت عبادت ہے دین اور صلاح سے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان اور کجی عقل سے کنارہ کرنی اور ارتفاع بر خلق وبی سے انتہی او یظہر سب السلف لظہور فسقہ بخلاف من یخفیہ لانہ فاسق مستور عینی قال المصنف وانما قیدنا بالسلف تبعا لکلامہم والا فالاولی ان یقال سب مسلم لسقوط العدالۃ بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنہایۃ یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہوجانے اوسکے فسق کے بخلاف اوس شخص کے جو سلف کو مخفی کہتا ہو اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول الشہادۃ ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہای مصنفین اور نہیں تو یون کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادۃ نہیں بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ مین ہے ہم سب لغۃ دشنام اور گالی ہے کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا اوسکے حق مین عیب ہو حدیث مین وارد ہے کہ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر وفیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین

منهم ابوحنیفة رضی الله عنه والخلف بالفتح من بعدهم فی الخیر وبالسکون فی الشر مجمع اور نہایہ مین ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق
یہہ ہے کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے اونمین سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہین اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہین جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہین
اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہین جنکو عرف مین ناخلف کہتے ہین کذا فی البحر صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علماء مجتہدین تابعین ہین
رضوان اللہ علیہم اجمعین وفیہ عن العنایۃ عن ابی یوسف لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا
وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق مین عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ مین قبول نہین کرتا گواہی
اوسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اوسکی گواہی قبول کرتا ہون جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کالخوارج
والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو تبری سے اپنا فسق ظاہر نکیا دلمین رکھا بخلاف بدگو کہ اوسنے اپنا فسق ظاہر کر دیا ہم ظاہر یہ مسئلہ متفق علیہا ہے اور
ابو یوسف کے طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہین اسکے شہد ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا کشہادۃ
دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصیتیہ لثالث علی الایصاء دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپنے فلان شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور
اوسکا دعوی کرے تو دونون کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنون کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونیمین اور میت کے دو مدیونون
کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے مین اور جن دو شخصون کے واسطے میت نے وصیت کی اونکی گواہی کسیکے وصی ہونے مین اور میت کے دو وصیون
کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے مین صحیح ہے کذا فی الخلاصہ وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص
قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہین اسواسطے کہ قاضی کو اختیار نہین کہ کسیکو زبردستی وصیت قبول کروائیگا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا
ان اباہما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے
مقبول نہین گواہی اگر دو بیٹے گواہی دین کہ ہمارے غائب باپنے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنیکا خواہ وکیل وکالت کا دعوی کرے یا انکار کرے اور
فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ مین یہہ ہے کہ قاضی مالک نہین غائب کے طرف سے وکیل مقرر کرنیکا بخلاف نصب وصی کہ اوسمین قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی
ای وصی المیت بحق للمیت بعد ما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مال او
او غیرہ خاصم او لا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہ وعدمہ
عدمہ گواہی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق مین بعد اسکے کہ قاضی نے اوسکو معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی
دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق مین اوسکے مال اور غیر مال مین مقبول نہین خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہوجانے
وصی کے بجای میت کے اور اسیواسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنیکا مالک نہین بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہوگیا تو
اوسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئی ہم درصورت بقای وصایت وصی کا بجای میت کے ہونا ظاہر ہے اور درصورت معزولی ظاہر نہین مگر باعتبار
ما کان یہہ جب بجای میت کے ہوا تو گویا اوسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہین بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد
عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اوسکی خصومت اور عدم خصومت
برابر نہین تو اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دی وکیل اپنے معزول ہونیکے بعد موکل کے حق مین اگر اوسنے خصومت کی ہی مجلس قاضی مین پہر
گواہی دی بعد اپنے معزول ہونیکے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہین بسبب تہمت کے ہم تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہے یعنی وکیل جسمین خصومت کر چکا
ہے اوسمین اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا تقبلت لعدمہا خلافا للثانی فجعلہ کالوصی سراج اور اگر خصومت نہین کی تو گواہی وکیل
کی موکل کے حق مین بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک درصورت عدم خصومت بھی مقبول نہین
تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹہیرایا کذا فی السراج وفی قسامۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان

تمت خصومته ان کمعیر خصما ولو لم ینتصب خصما بعد تقبل وهذا بالاتفاق کذا فی التبیین وتمامه فیه اور شیخ زیلعی کی کتاب القسامة میں ہے کہ جو
شخص کہ خاصم ہوگیا کسی مقدمہ میں تو اوس مقدمہ میں گواہی اوس کی مقبول نہیں اور جس کا خاصم ہونا درپیش تھا اور حالانکہ ہنوز وہ خاصم نہیں ہوا تو اوسکی
گواہی مقبول ہے اور یہ دونوں کا عدم بالاتفاق ہیں اور پورا بیان اس کا اوسی شرح میں ہے ہمارے شیخ نے اپنی شرح میں کہا تو اصل اول کی جنس سے
وکیل بالخصومة ہے جب کہ اوسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہوگیا تو اوسکی گواہی مقبول نہیں اور شفیع ہے جب شفعہ طلب کیا بائع اوسی
اور مشتری سے خصومت کی پھر اوسکو ترک کیا تو اوسکی گواہی بھی مقبول نہیں اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہے جب کہ اوسنے خصومت نہ کی اور
شفیع ہے جب کہ اوسنے شفعہ طلب کیا اور گواہی دی تو دونوں کی گواہی مقبول ہے کذا فی المحیط وفی قیدنا بمجلس القاضی لانه لو خاصم
فی غیره ثم عزل قبلت عندهما کما لو شهد فی غیر ما وکل فیه او علیه جامع الفتاوی قید لگایا ہے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل
غیر مجلس قاضی میں خصومت کی ہو پھر موکل نے اوسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی
اوس مقدمہ کے سوا میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی نصرت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین وفی البزازیة وکله
بالخصومة عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درهم عند القاضی ثم عزله فشهد ان لموکله علی المطلوب مائة دینار تقبل
بخلاف ما لو وکله عند غیر القاضی وخاصم وتمامه فیها اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو
اوسنے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اوسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہیں تو گواہی
مقبول ہے یعنے اسواسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق بوکالت بخلاف اوس صورت کے کہ اوسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اوسنے
خصومت کی تو گواہی مقبول نہیں اور پورا بیان اسکا اوسی کتاب میں ہے ہم باقی بیان بزازیہ اور کافی میں یوں ہے کہ اگر فرض کرو وکالت معلوم ہو
اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور وکیل اپنی وکالت گواہوں سے ثابت کرے پھر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی
اوسکی مردود ہے ہر ایک اوس حق میں جو وقت وکیل قائم ہے مگر جب کہ اوس حق کی گواہی دی جو پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی
مقبول ہوگی کذا فی الطحطاوی کما قبلت عندهما خلافا للثانی شهادة اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شهد المشهود لهما للشاهدین
بدین علی المیت لان کل فریق یشهد بالدین فی الذمة وهی تقبل حقوقا شتی فلم تقع الشرکة له فی ذلک بخلاف الوصیة بعین لانه
کما فی وصایا الجمع وشرحه دیکھو تتمه جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابویوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصوں کی گواہی دو مردوں کے دین
کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ ان گواہوں کا دین میت مذکور پر ہے اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہے ذمہ پر اور ذمہ حقوق
متفرقہ کو قبول کر سکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اوس میں بخلاف اوس وصیت کے جو کسی عین میں ہو چنانچہ مجمع اور اسکی شرح میں ہے اور اسکا
ذکر کتاب الوصایا میں آویگا ہم دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ میں ثابت نہیں بلکہ شرکت مقبوض میں بعد قبض ثابت ہوا اور وہ مانع
شہادت نہیں بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اوسکے واسطے ثلث میں وصیت کی ہے تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ اونکا حق ترکہ میں ہے یعنی ثلث میں اور وہ دونوں فریق میں مقسوم ہے تو یہ گواہی حق میں شرکت ہیں جو دونوں
میں مشترک ہے اور اگر دونوں شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصوں کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی ہے پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری
چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اسمیں شرکت نہیں وکشهادة وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانها مقبولة
فی ظاهر الروایة لما لو شهد الوصیان علی اقرار المیت بشیء معین لوارث بالغ تقبل بزازیة اور جیسے گواہی دو وصیوں کی وارث
کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا میں کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایة میں چنانچہ اگر دو وصیوں نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کا
وارث بالغ کیواسطے تو وہ مقبول ہوگی کذا فی البزازیة ہم وارث بالغ کی قید اسواسطے ہے کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہیں ہے کذا فی الطحطاوی وکذا

شهد اى ماله اى الميت لاخلافاً لهما ولو لصغير لو يجز اتفاقاً وسيجئ فى الوصايا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا کما لا تقبل الشهادة على جرح بالفسق اى فسق مجرد عن اثبات حق لله تعالى او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنی اوس فسق کے اظہار پر جو خالی ہے اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے جرح بالفتح اصطلاح شرع مین عبارت ہی اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسا کہ حد اور حق العبد جیسا کہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہی جسپر دفع خصومت مشہود علیہ سے مترتب ہو فتح القدیر مین ہے کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کے واسطے تو ضرور ہی کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اوسکے دفع پر فی الحال قادر ہے توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہہ ہے کہ بمجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہی کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اوسکا جواب یہہ ہی کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کردے تو بھی مطلب حاصل ہے انتہے فان تضمنته قبلت والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہے اور نہین تو مقبول نہین بعد التعديل ولو قبله قبلت اى الشهادة بل الاخبار ولو من واحد على الجرح المجرد كذا اعتمده المصنف تبعاً لما قرره صدر الشريعة واقره منلا خسرو وادخله تحت قولهم الدفع اسهل من الرفع وذكر وجهه واطلق ابن الكمال ردها تبعاً لعامة الكتب وذكر وجهه جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت شہود و مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت طعن مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہی مصنف نے صدر الشریعہ کے قرار اوکی پیروی کرکے اور اسکو ثابت رکھا ہی ملا خسرو نے درر غرر مین اور داخل کیا ہے اسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل ہے رفع سے یعنی قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہی بعد ثبوت کے اوٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہی اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً رد کیا ہی باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہے ہم ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد کیون مقبول ہے قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت در صورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہہ ہے کہ جرح شاہد قبل تعدیل دفع ہی شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہہ دیانت کے باب سے ہی ولہذا اسمین خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعدیل کے رفع ہی شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کی یہان تک کہ قاضی پر عمل بالشہادت واجب ہی جب تک جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہہ قاعدہ ہی کہ دفع اسہل ہے رفع سے اور یہی بھید ہے جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہی انتہے اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہی کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اوسمین مقبول ہوتی ہی جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اوسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہی نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہہ جو کہا ہی کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اوسکی یہہ ہی کہ وہ معتبر نہین باینمعنے کہ وہ ایسی شہادت نہین کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اوسکے تعدیل مقبول نہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اسطرح بیان کیا ہی کہ اگر تو کہے کہ کیا یہہ بات نہین ہے کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہی قبول شہادت سے اور اوس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو مین جواب دونگا کہ ہان مانع ہی لیکن یہہ منع اس سبب سے ہی کہ خبر فسق طعن ہوا اونکی عدالت مین اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا ولہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو اونکی گواہی مقبول ہے اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتا اور مجال تعدیل باقی نرہتی انتہے تو یہہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہین کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہی اسواسطے کہ ہر چند اوسنے یہہ کہا لیکن اوسنے یہہ بھی کہا ہی کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی

گواہی نہیں ہوگی تو عدالت لیس بمنزلہ کہ ملتے طحطاوی نے سیما وظاہر کلام القنیۃ انہ یقبل وعزی ما قالہ الی المسکین الیہ اور علامہ شامی اور عمدۃ بیاد ہے کہ ظاہر کلام
ابن کمال کے کلام کیطرف میلان ثابت ہوتا ہے علامہ شامی نے جواب ابن کمال کیطرف سے جواب دیا ہے علامہ اونکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ منع قبول
کی شہادت درحقیقت شہادت نہیں ہے تو گواہی قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو کیونکہ وہ جرح محض ہے مثل قول صرف اور قبل تعدیل ہر سب وہ شہادت شہری تو ابن
اب سوا اوسکا تعلق ہوا اسواسطے کا شرع میں اونکا ذکر ہے جن کی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معرض مطلب اسکا
یہ ہوکہ شہادت کی تعریف میں نہیں اگرچہ قبل تعدیل مطابق اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے تعریف ہوتی تو ملعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مسموع ہوتی
لہذا یہ قول گواہی مانند علامت فعلی کے طرف راجع ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت الیٰ هذه الشہادۃ ولکن
یسئل الشہود سرا وعلنا فان عدلوا ویلحقہ عن اہ لمشہور انتہیٰ قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کے طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ
قہستانی نے کہا اور یہی حق ہے جسکے کلام میں اشکال ہے وہ کہ قاضی التفات کرے اس شہادت کیطرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود
مدعی کا ترکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر اونکی عدالت ثابت ہو تو گواہی اونکی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کیطرف نسبت کیا ہے مقتضا
کلام یہ ہے کہ تفصیل مذکور شاہد معدل میں مقبول نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے قولہ لم یلتفت الاولیٰ لا یلتفت کذا فی الطحطاوی وکنہا
ہر صیغہ لم یلتفت کیطرف التفات نکیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا دخلہ الجنۃ و علی قولہما لاقول لہ فتنبہ اور جرح مجرد نے قبول شہادت کو درصورت
تعدیل صاحبین کا قول ٹھیرایا ہے تو امام کا یہ جرح وارد ہے امام طحطاوی نے کہا کہ مجھکو معلوم ہوا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف لفظی ہے یہ جرح
مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی
گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں شراب خوار ہیں اس جرح مرکب کی بھی مثالوں میں یہ تماد ہے اکل ربوا و شرب خمر کو اسلئے
مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں مذہب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ اسمیں مجرد
تفسیق بعینہ ہم نامل ہے اور اسمیں علی گواہوں سے استقبال ہوتا ہے تو یقین ہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں تفسیق ہے
تفسیق ہوا او علی اقرارہم او انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی هذه الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی هذه الدعوی او انہ لا شہادۃ
لہم علی المدعی علیہ فی هذه الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کرکے گواہ شہود مدعی پر کہ ہم نے اقرار
کی گواہی دیں کہ اونسوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود
کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس بات کے میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اسی پر اعتماد کیا
مصنف نے امام طحطاوی نے کہا کہ تعدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل مکرر محض ہے وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کو قرار المدعی بفسقہم
او اقرارہ بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی هذه الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی
تفسیق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جھوٹی ہو یا اس اقرار کی کہ مدعی نے ان کی اجرت مقرر کی اس گواہی پر جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس
جرح پر رد شہادت مترتب ہوتا ہے کیونکہ یا جرح اور جرح پر مترتب ہوا ہو وہ جرح محض ہیں اور شہود کی گواہی یا قرار مدعی اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدوں نے
اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھیرے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے
اور فاسق نسبت اوسکے الزام پڑتا ہے کیونکہ اقرار تو یہ کر نیسے جرح قطع نہیں ہوتا قرار الکل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی لیس شہود بطلان شہادت منفردن
اور بیچ جرح اور طعن نہیں بلکہ او کے لیے یہ ہے کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی
کان فیہ الملک عیسی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر تھے اوس مجلس پر جسمیں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون
فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایۃ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا مجرد او الحد

ہین اگر گواہ مدعی کا بیٹا ہو یا اوس کا باپ ہو کذا فی الہدایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اوس کا مدعی ہو او انہم زنوا او انہم سرقوا منی کذا
وبقیۃ او شربوا الخمر ولم یتقادم العہد کما مر فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو نہون نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چرایا
اور مال مسروق کی اونسے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین ہم حد شرب مین مذکور
ہو چکا کہ شرب کا تقادم زوال ریح یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدا علی یا گواہی دی کہ شاہدون
نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھکر کذا فی العینی او شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوی ہوئی
مال ہو ہم مراد یہہ ہی کہ شاہد شریک مفاوض ہے مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعیکو حاصل ہوگا تو شاہد کو اوسمین فائدہ ہوگا اور یہہ مراد نہین کہ شاہد
مدعی کا شریک ہی مدعا بہ مین والا اوس کا اقرار ہوگا کہ مدعا بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہی کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لہا الشہادۃ وا
اعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال الولم یقلہ لم تقبل لدعواہ الاستیجار لغیرہ ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی مدعا علیہ اس قول پر کہ مدعی
نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور اونکو اجرت دی اوس مال مین سے جو میرا تہا مدعی کے پاس اور اگر یہہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی
بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اوسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو وہ مخاصم نہ ٹہیرا ہم یعنی جب یہہ کہیگا کہ اجرت میرے مال سے
دی اوس وقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہی جو مقبول نہین
او انی صالحتہم علی کذا و دفعتہ الیہم ای رشوۃ والا فلا صلح بالمعنی الشرعی ولو قال لم ادفعہ لم یقبل علی ان لا یشہدوا علی
زور او قد شہدوا زورا وانا اطلب ما اعطیتہم یا گواہی مدعا علیہ اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تہی بعوض اتنے مال کے اور وہ
مال اونکو بطور رشوت کے مین نے دیا تہا اس شرط پر کہ مجہپر جہوٹ گواہی ندین ساتہہ اسکے اونہون نے جہوٹ گواہی دی اور مین اون سے طلب کرتا ہون مال جو
اونکو مین نے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نکریگا تو صلح معنے شرعی ثابت نہوگی اور اگر کہے کہ صلح کر کے مین نے مال نہین دیا تو گواہی
مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق اللہ او العبد فتمس الحاجۃ لاحیائہما اور ان صورتون مین تو گواہی اسواسطے مقبول ہے
کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونون حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح عن مجلس القاضی او لم یطل
المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطأت بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ لو عدلا
ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیہ وبحر گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس ہی دراز نہین ہی
اور مدعی نے اوسکی تکذیب نہین کی بیان تمام کہ شاہد نے کہا کہ مینے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اوسکی گواہی
مقبول ہی سب چیز مین جسکی اوسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہوا اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہے کذا فی
الخانیۃ والبحر خطاء لبعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت کی طرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پہر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم
ہین اور کمی کی یہہ مثال ہی کہ پانسو کی گواہی دی پہر بولا کہ مین بہول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین
مقبول ہی اسواسطے کہ رعب مجلس قضا ہی کا سے ایسا ہو جاتا ہی کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت مناقض شہادت چنانچہ اول تو
گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہی پہر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ
اوہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الاکمل وسعدی ترجیحہ تنبہ وتبصر مین کہتا ہون لیکن
عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہی کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہے اور اسکی کہ مابقی کا حکم ہوگا اور یہہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہی اور
اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ہم شارح کا یہہ استدراک بیمعنی ہی کیونکہ اس قول مین صریح خلاف ہی
یا مین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پہر بولا کہ مین چوک گیا اوس کا حق تو پندرہ سو کا

تو ہمین اختلاف ہے بعض نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی پندرہ سو کا اور بعضون نے کہا کہ فقط شبہ کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا یہان تک کہ اگر ہزار کی گواہی دی پھر کہا پھر شبہ فقط کہا وہ پانچسو مین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہوا بعد شہادت کے وہ اُسکے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اُسکے طرف شمس الائمہ حلوانی کا میلان ہے انتہے مختصرا وان قال الشاهد بعد قیامه عن المجلس لا تقبل علی الظاهر احتیاطا اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اوٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ہم وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت پر شاہد مدعی نے اور کمی مین مدعا علیہ نے اُسکو دغا یا بوجہ طمع دنیا دیکر مستشہر امتہ نے کہا کہ عدم قبول اوس صورت مین ہے جب کہ محل شبہہ ہو یعنی جیسے زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو اوس نے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس مین اوس نے لفظ شہادت کو زیادہ کیا منتہے اور اسیطرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کے طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسیکا نام نلیا تو مقبول ہے اسواسطے کہ تغا متصور نہین ہے اوس امر مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب ہدایۃ اور اسیطرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایۃ ہم شلا حد غربی کے مکان شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجای محمد بن علی بن عمر کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اوسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد و حدود مین غلطی کی پھر اوسکا تدارک کیا اوسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو در صورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یون بولے کہ اوسکا نام فلانا تھا پھر اوسکا نام فلانا ہو گیا بینة انه ای الجریح مات من الجرح اولی من بینة الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولی بالقبول ہے اُس گواہی سے کہ بعد صحت کے مرگیا ہم یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اوسکے اولیا نے گواہی قایم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگار ون نے گواہی قایم کی کہ وہ زخم سے چنگا ہو کر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولی ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینة علی ان زیدا جرحه وقتله واقام زید بینة علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینة زید اولی من بینة اولیاء المقتول عمادی اور اگر اولیاء مقتول نے اس گواہی قایم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قایم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولیٰ ہے اور اقدم ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ہم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی سنی جاتی ہے بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے وبینة الغبن من یتیم بلغ من بینة کون القیمة ای قیمة ما اشتراه من وصیه فی ذلک الوقت مثل الثمن لانها تثبت امرا زائدا ولان بینة الفساد ارجح من بینة الصحة درر خلافا لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اوس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولی ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنی جس قیمت سے مشتری نے جیکو یتیم کے وصی سے خرید کیا اوس وقت مین قیمت مثل ثمن کے تھی اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ جو وہبانیہ مین ہے یعنی اوسمین بینہ صحت کی تقدیم بینہ فساد پر مذکور ہے ہم درر مین صورت مسئلہ یون مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا ملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اوس نے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قایم کیے کہ اوس باغ کی قیمت اوس وقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولی بالقبول ہین انتہے اما بدون البینة فالقول للمدعی الصحة قنیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے کذا فی المسبیہ مترجم کہتا ہے یعنی جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہو ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور در صورت گواہی فساد کی گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینة کون المتصرف فی نحو تدبیر او خلع وحصوصته ذا عقل اولی من بینة الوارث مثلا کونه مخلوط العقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع وغیرہ تصرفات میں صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثون کی شہادت سے کہ متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا ہم یعنی لونڈی نے گواہی قایم کی کہ اوسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اس حال مین کہ وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قایم کی کہ وہ مجنون یا مختل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسیطرح اگر زوجہ نے خلع کیا پھر زوج نے

گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الشهود لا ندري كان في صحته او مرضه فهو على المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں کہ طلاق یا عتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جب کہ مدعی صحت کا دعوی کرتا ہو اور مدعا علیہ مرض کا کذا فی الحاوی ولو قال الوارث كان يهذي يصدق حتى يشهدا انه كان صحيح العقل بزازيه اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تھا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی یہاں تک کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبينة الاكراه في اقراره اولى من بينة الطوع ان ارخا واتحد تاريخهما فان اختلفا ولم يؤرخا فبينة الطوع اولى ملتقط وغيره وعممه المصنف وابنه وعزمي زاده اور اقرار مقرین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے تاریخ ذکر کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ ذکر نکی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اوسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے عمل کیا ہے **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے بينة الفساد اولى من بينة الصحة شرح وهبانية فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ غبن کے ساتھ وفي الاشباه اختلف المتبايعان في الصحة والبطلان فالقول لمدعي البطلان وفي الصحة والفساد لمدعي الصحة الا في مسئلة الاقالة اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مینے بیع کی بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے برعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفي الملتقط اختلفا في البيع والرهن فالبيع اولى اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا في البتات والوفاء فالوفاء اولى استحسانا اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں تو بیع الوفا کا قول اولے اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شهادة قاصرة يتمها غيرهم تقبل كان شهدا بالدار بلا ذكر انها في يد الخصم فشهد به آخران شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے کہ وہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے سو دو اور شاہدوں نے اوسکی گواہی دی ہم دونوں گواہیاں ملکر مقبول ہیں اسواسطے کہ اثبات قبضہ مدعا علیہ کی حاجت ہے کہ مدعا علیہ مخاصم ٹھیرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شهدا بالملك في المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود اور اوسکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شهدا على الاسم والنسب ولم يعرفا الرجل بعينه فشهد آخران انه المسمى به درر یا دو شاہدوں نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اوس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمی باسم و نسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنی یہہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شهد واحد فقال الباقون نشهد بشهادته لم تقبل حتى يتكلم كل شاهد بشهادته وعليه الفتوى ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اوس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تا وقتیکہ ہر شاہد اوس کی سی گواہی کو نہ بولے اور اسی قول پر فتوی ہے شهادة النفي المتواتر مقبولة اور نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے ہم یعنی اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعا علیہ اوس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اوس شخص پر کوئی دعوی متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اوسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اوسکی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک احتمال نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعا علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ

گواہ قائم کرے کہ یہ شخص وہاں اس دن موجود تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن
مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اسکا حموی شرح اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی فی الشہادۃ اذا بطلت فی البعض
بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم ونصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی باطل ہوئی بعض
میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہو مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط
نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ وہم بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک بہن کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور
دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہوگی اور یہ قول امام محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں
شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ قلت وزاد علیہا خمسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے
محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں بزازیہ سے نقل کر کے ہم از انجملہ یہ ہے کہ لقطہ ہے کافر اور مسلم کے قبض میں سو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر
قائم کئے تو فقط کافر کے حق میں شہادت صحیح ہوگی اور از انجملہ یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اوسکے دو بیٹوں نے اوسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا
پھر اوسکا فرو بیٹے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں صحیح ہوگی اور از انجملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کسی کی چوری کی گواہی دی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف میں
تو مسلم کے حق میں قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کر دینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی
اختلاف کا مع اختلاف شہادت دو طرح ہے شہادت دعوی کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو مبنی الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل
کی بنا و احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ہم ہر مقصد کہتے ہیں ہو نام مکان اسواسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل
بلا دعوی بخلاف حقوقہ تعالی منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوی کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے
کہ وہ دعوی پر موقوف نہیں ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان
الشہادۃ بالاکثر من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور از انجملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت دعوے سے زیادہ باطل ہے بخلاف اوس شہادت کے
کہ جو دعوے سے کمتر ہو کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کمتر میں ہم جب شہادت زیادہ ہوئی دعوے سے تو مدعی نے کل کی تکذیب کی اس واسطے شہادت
باطل ہے بخلاف اقل کے اوسمیں شہادت اور مدعی کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب
مقتصر علی وقت السبب اور از انجملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جسمیں ملک کا سبب مثل خرید یا ہبہ مذکور نہو وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت
ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقتصر رہتی ہے ہم ملک مطلق اسواسطے اکثر ہے اور از یہ ہے ملک مقید سببی کہ مطلق اولیت کو مفید ہے
اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہوئی اول سے نہتی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ
کی فرع ہے سو ہے ومنہا موافقۃ الشاہدین لفظا ومعنی وموافقۃ الشہادۃ الدعوی معنی فقط وسیتضح اور از انجملہ موافقت شاہدین کی
یعنی ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنے میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی میں ضرور ہے
اور یہ آگے واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوی کی مطابقت میں فقط معنے کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اوسمیں تطابق لفظی اور معنوی
دونوں ضرور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہیں کہ اوسمیں موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کی مانند لفظا اور معنے
شرط ہے کذا فی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا
علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودۃ مقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے
عباد کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصالۃ نہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اوسمیں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ
ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوی موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

اعتبار وجوب اثبات کے اور شاہد ہوا اعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا توافقہا لا تقبل و
ھذا الحد الاصل لِ الملتقدامۃ سو جب کہ شہادت دعوی کے مطابق ہوگئی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہین اور یہہ ایک
قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے ہم شارح نے تقدم دعوی کو بیان قاعدہ نکیا حالانکہ اول اُسکو قاعدہ اعتبار کرچکا ہی باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور
ہوچکا کہ تقدم دعوی کا اس باب مین دخل نہین فلو ادّعی ملکا مطلقا فشھدا بہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل مما ادّعی فتطابقا
معنیً کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدون نے ملک بسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ مین اس گہر کا مالک
ہون اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہد نے گواہی دی کہ مدعی نے اُسکو خرید کیا ہی یا ارث مین پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کم دعوی
مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنے کے چنانچہ مذکور ہوچکا قواعد متقدمہ مین ہم شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال مین مذکور کیا
باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہی ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہی فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر
کریگا تو اگر بیان ارث کو ذکر نکرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعکسہ بان ادّعی بسبب وشہدا بمطلق لا تقبل لکونہا بالاکثر کما مر اور برعکس اسکے
اسطرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہین بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ
جب شہادت اکثر ہو دعوی سے تو مقبول نہین قلت ھم وھذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجھول کما بسطہ الکمال مین کہتا ہون
اور یہہ یعنی ملک سببی کے دعوی مین ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنیکے سوای مین ہی چنانچہ اسکو
شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین ہم اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک
مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنی یون دعوے کیا کہ یہہ غلام میرا مملوک ہی کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے
ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہی بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید
اولیت ہی اور اگر دعوی کیا کہ مین نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نکیا یا یون کہا کہ مین نے اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو
مقبول ہے مگر اسمین اختلاف ہی کذا فی الفتح والحلبی بتصرف واستثنی فی البحر ثلثۃ وعشرین اور بحر الرائق مین تیئیس صورتون کو استثنا کیا ہم یعنے
اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول نہین بحر الرائق مین تیئیس صورتین مستثنی کی ہین طحطاوی نے کہا
حق عبارت یہہ تہا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد فاذا وافقتہا قبلت والا لا مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے منجملہ صور مذکورہ چار صورتین
وہ ہین جو شارح فی کل قول جمع مع فعل کے تحت مین مذکور کریگا اور بائیسوین صورت شرا من المجہول ہے جو مذکور ہوچکی انتہی مختصرا وکذا ایجب طباقۃ
الشہادتین لفظا ومعنی اور یہی مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنے واجب ہی ہم امام اعظم کے نزدیک تطابق شہادتین لفظا اور معنے شرط ہے
اور تطابق لفظی سے مراد یہہ ہے کہ دونون شاہدون کے لفظ افادۂ معنے مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد نے ہبہ کی
گواہی دی اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر وزاد ابن المصنف فی حاشیتہ
علی الاشباہ ثلثۃ عشر اخر ترکتھا خشیۃ التطویل مگر بیالیس مسئلون مین جو بحر الرائق مین شرح مذکور ہین مطابقت شرط نہین اور مصنف کے فرزند
شیخ صالح نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہی تیرہ مسئلے اور بڑہائی ہین مین نے اون مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنے اس مقام مین بخوف تطویل مسائل
مذکورہ کو ذکر نہین کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر مین شارح ذکر کرچکا ہی بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ وبہ
قالت الثلثۃ تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہی نہ بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہی اور یہی مذہب ہے
ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہم وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو
یہہ گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ دونون لفظ متباین ہین اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت مین مشترک ہین اسواسطے کہ لغت مین خلیہ کے معنے غیر معین بریہ عن کذا فی

البر ولو شهد احدهما بالنكاح والآخر بالتزوج قبلت لاتحاد معناهما اور اگر ایک نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اس واسطے
کہ دونوں لفظوں کے ایک معنے ہیں ہم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہٖ ہو بلکہ یہی معنی لفظ کا
یا دوسرا کا مرادف لیے ہو سے وكذا الهبة والعطية ونحوهما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور ان کے مانند کی گواہی مقبول ہے ہم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ
صورت ہے کہ مدعی نے اقرار دین کا دعویٰ کیا تو ایک گواہ نے اقرار کی گواہی دی اور دوسرے نے یہ کہ اس نے اس کی تملیک کی کذا فی البحر ولو شهد
احدهما بالف والآخر بالفين او مائة ومائتين او طلقة وطلقتين او ثلاث ردت لاختلاف المعنيين اور اگر شاہد نے ہزار کی گواہی
دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے
دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ہم صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں
شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد متفرد ہے زیادت پر تو جمع علیہ ثابت ہوگی
متفرد نہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظ اختلاف معنی پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ ہزار
دو ہزار نہیں ہو سکتا ولو ادعى غصبا او قتلا فشهد احدهما به والآخر بالاقرار به لم تقبل چنانچہ اگر مدعی نے غصب کا یا قتل کا دعویٰ کیا تو ایک شاہد نے
غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہم اس واسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں
حاصل یہ ہے کہ اختلاف شہادت میں ہوا ولو شهدا بالاقرار به قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول
ہے ہم اس واسطے کہ ان میں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعویٰ میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعویٰ میں مطابقت
دینا شرط نہیں جو شہادتین میں شرط ہو کذا فی البحر وغیرہ وكذا لا تقبل في كل قول جمع مع فعل بان ادعى الفا فشهد احدهما
بالدفع والآخر بالاقرار به لانه جمع بين قول وفعل فيه اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اس طرح کہ مدعی
کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے قول
فعل کے درمیان اس میں ہم جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ قول مذکور ہوا اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد لفظهما كشهادة احدهما
ببيع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار به فتقبل لاتحاد صيغة الانشاء والاقرار فانه يقول في الانشاء بعت و
اقرضت وفي الاقرار كنت بعت واقرضت فلم يمنع القبول مگر جب کہ اقرار اور انشا متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی
تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوئی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق
یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بين القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغہ انشا اور اقرار کے یعنی تصرفات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا
ایک ہی لفظ ہو اس واسطے کہ انشا بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو
قبول شہادت کا مانع ہو ہم اتحاد صیغہ انشا اور اقرار باعتبار اصل صیغہ اقرار کے ہو الا اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت
کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اقرار میں یہی بیت اور مانند اس کے بولی ہیں بقصد اخبار کذا فی البحر بخلاف شهادة احدهما بقتله عمدا
بسيف والآخر بسكين لم تقبل لعدم تكرار الفعل بتكرره كذا في المحيط وشرنبلالية بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی عمدا
کے قتل کی تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی دی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے فعل کے اس قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ
ہم فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایک بار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے کذا فی ... کہنا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا
شرنبلالية عن المحيط اس واسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے ويقبل على الف في شهادة احدهما بالف والآخر بالف ومائة
ان ادعى المدعي الاكثر لا الاقل الا ان يوفق باستيفاء او ابراء ان كان اور گواہی مقبول ہو ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے

ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اوس صورت مین جب کہ مدعی توفیق
کرے کہ استیفا یا ابرا ہو چکا ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار
ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو مین متفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوی کرتا ہو تو مقبول نہین اسواسطے
کہ مدعی مکذب ہی اوس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقعی پہلے گیارہ سو تہی سو مین سو مین پاچکا
یا مین نے اوسکو معاف کر دیئے تو دعوی اقل مین بہی گواہی مقبول ہے وھذا فی الدین اور یہہ جو اشتراط موافقت بین الشہادتین لفظا بحسب وضع
دین کے دعوی مین ہے تو اشارہ اوسکے طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الحقائق وفی العین تقبل علی الواحد کما
لو شہد واحد ان ھذین العبدین له وآخر ان ھذا له قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیه اتفاقا درر اور دعوی عین مین
گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہہ ایک غلام مدعی کا ہے
تو گواہی مقبول ہے اوس ایک غلام پر جسپر دونون شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط وفی العقد لا تقبل
مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرھما عزمی زادہ اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعوی اقل المالین ہو
یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی ھذا الاصل بقوله فلو شهد واحد بشراء
عبد او کتابته علی الف وآخر بالف وخمس مائة ردت لان المقصود اثبات العقد وهو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد
علی کل واحد پہر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خریدی یا اوسکے مکاتب ہونیکی ہزار درم پر اور
دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات ہی عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہی بسبب مختلف
ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر ہم عقد مختلف ہوتا ہی اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہی
اوس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہی کذا فی الدرر
العتق بمال والصلح عن قود والرهن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراهن والمرأة لف ونشر مرتب اذ مقصودهم اثبات
العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور قاتل مدعی ہو صلح مین اور
راہن رہن مین اور خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف و نشر مرتب ہی عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب اثبات
عقد ہی نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی الآخر کالمولی
مثلا فکدعوی الدین اذ مقصودهم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلا مولے مدعی ہو تو دعوی
دین کے مانند ہی اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ
مذکور ہو چکا ہم توضیح دعاوی مذکورہ اسطرح سے ہے کہ غلام کے مولے نے کہا کہ مین نے تجھکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درم پر
یا ولی قصاص کہتا ہی کہ مین نے تجہ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسیطرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر والاجارة کالبیع
لو فی اول المدة للحاجة لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہی اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہم یعنے اگر مستاجر یا موجر نے
دعوی کیا کہ اس گہر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہین سو ایک شاہد نے اوسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا
مانند بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہی باختلاف بدل تو اجارہ ثابت
نہوگا کذا فی المنح وکالدین بعدها لو ادعی المؤجر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر
مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی ہی بالاتفاق ہم دعوی موجر مین بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ حاصل

کی موجود ہو اجرت کا ہی تو اگر گواہ برابر کی گواہی دیں اور دوسرا ایک دو سو کی اور بیوی مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہیں بعد مدت کے سوای اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعویٰ ہے کیونکہ وہ مال الاجارہ کا معترف ہو تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اوسکے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہو گا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح و صحّ النکاح بالاقل ای بالف مطلقا استحسانا لکنا قالا ا اور صحیح ہے نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعویٰ ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک نکاح باطل ہے ہم کہتے ہیں کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اسمیں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں یعنی مال میں اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو ایسا ہوا کہ برابر العقد ورۃ تقضيا بالنکاح اور ہم ہوگی کذا فی الفتح و کرم فی صحۃ الشہادۃ الجر شہادۃ ادیانات بقولہ ما تا حق و ترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جو میراث کا بیان کیا لازم ہے اس طرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مرگیا اور یہ ترکہ گواہ مدعی کے واسطے میراث چھوڑ اور جو میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کے طرف منتقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوئی ہے نزدیک ہیں طرفین اور وقت فوتی میں وارث پر استبرا واجب ہے اور وارث فنی کو حلال ہے جو مورث کی غیر پر صدقہ تھا اور متجد و محتاج سے نقل کا استصحاب حال ثبت نہ ہو گا اور ابو یوسف کے نزدیک جر میراث لازم نہیں اسواسطے کہ وارث مالک ہو تا ہی بطور خلافت کے مورث سے اور اسی لیے مورث کے بسبب عیب کے رد کرسکتا ہے تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی ہے الا ان یشہدا بملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستعیر و مستاجر و غاصب و مودع یعنی کہ ملک حقی الجرّ لان الایدی عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر مگر ضرور نہیں جر میراث لازم ہو مگر یہ کہ شاہدین گواہی دیں مورث کی ملک کی اوسکے مرنیکے وقت یعنی یوں کہیں کہ مورث تا مرگ اوسکا مالک تھا یا اوسکے ہاتھ کی یعنی اوسکے قبض اور تصرف کی گواہی دیں یا اوس شخص کے قبض اور تصرف کی گواہی دیں جو مورث کے قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانتدار تو یہ بھی شہادت ملک یا قبض بعینہ بیان جر میراث ہے اسلیے کہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی ملک ثابت ہوئی تو جر میراث بھی ثابت ہوگئی ہم تا وقت موت قبضہ ثابت ہوا مثبت ملک ہو اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہو یعنی قبضہ غصب اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہوجاتا ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے مرجاوے تو غصب اور ودیعت اوسکی ملک ہو جاتی ہے اور ضمان واجب ہو کر شریک غرما ہو جاتا ہے تمام تصرف و قبض ملک ثابت ہو یہ مسئلہ شبہات اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور امانت اوسکے پاس ہوتی تو البتہ وقت نزع میں بیان کر دیتا پھر جب اوسنے بیان نکیا تو معلوم ہوا کہ جو اوسکے تصرف میں تھا سو اوسیکا مملوک تھا لکنہ کہا ولا بدّ مع الجرّ المذکور من بیان سبب الوراثۃ و بیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما و نحو ذلک ظہیریۃ اور شہادت میراث میں جر مذکور کے ساتھ بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہے یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہ بیان ضرور ہے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہے یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور دوسرے کی شہادت میں یوں کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولیٰ ہے میت کا جسکو اوسنے آزاد کردیا اور کوئی اوسکا وارث نہیں ہے سوای اوسکے اسواسطے کہ لفظ مولیٰ مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحاوی و بقی شرط ثالث وہی قولہما الشاہد لا وارث لہ ولا اعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوای مدعی کے یا میں کسی وارث کو نہیں جانتا سوای اسکے وہ ایۃ و ہو ان یدرک الشاہد المیت والا باطل لعدم معاینۃ السبب ذکرہا الرازی اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط نے اسکو رازی نے ذکر کیا وذکر اسم المیت لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں فلو شہدا انہ جدہ ابو ابیہ ولم یسمیاہ قبلت ولا یقضی لہ ما لم یقولا لا نعلم لہ وارثا غیرہ ولا اعلم وارثا

فصل للمنتقی بید الحی اور اگر شاہدوں نے شخص مذکور کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدوں نے یوں کہا کہ ایک مہینہ یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یوں نہ
تو گواہی مقبول نہیں بسبب تسلیم ہونے گواہی غیر مقبول بسبب چند قسم قبض زندہ کے م یعنی مثلاً ایک گھر ایک مردے کے قبضے میں ہو سو دوسرے شخص نے دعویٰ
کیا کہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ وہ سال میں میت کے قبضے میں تھا تو مقبول نہیں بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اوس کا
قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ و غصب تو قاضی بسبب شک کے حکم نہ کریگا کہ پھیر اوسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شہدا انہا
کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی دفع للمدعی لمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ
المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اوس صورت کے کہ اگر دو شاہدوں نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کا ملک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی
ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض میں تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے
اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہیں م پہلی صورت میں نہ دلانیکی وجہ کہتے ہیں کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور
سابق باقی رکھیں تا عدم ثبوت انتقال اور مقر بہ یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہیں کہ اوسکے قبضے میں بطور امانت
یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ واسکے حق میں نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق میں
مدعی کے قبض میں تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوی کرے
کہ اوسکے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا تو اوسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحاوی بتصرف والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ
لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیہ اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے
قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیہ م قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہے نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا
فی الطحاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز
مدعی کے قبض میں ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہیں قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہاں یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر بعد اسکے گواہی
غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی شہدا بالف وقال احدہما قضی خمسمائۃ قبلت بالف الا اذا شہد معہ آخر
دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کئے ہیں تو ہزار میں گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اوس شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی
پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دے تو اب پانسو میں مقبول ہوگی م اور یہ ذکر مدعی کا تکذیب شاہد نہو گی ہزار کی شہادت میں بلکہ تکذیب اوس شہادت میں ہو جو اوسکی
نسبت میں واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں ولا ینبغی لہ ان یشہد حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دیانت سے یہاں تک کہ مدعی اوس کا
اقرار کرے م عینی اور کافی میں ہے کہ پوری ہزار کی گواہی نہ دے جب اوسکو معلوم ہو کہ مدیون نے اوس میں سے پانسو ادا کئے ہیں تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنیکا اقرار
نکرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریہ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدوں
نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکے رنگ میں تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعہ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا م
امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری اکثر رات کو ہوتی ہے تو رنگت میں دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہیں وہذا اذا لم یذکر المدعی لونہا
ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنی عدم اعتبار رنگ اوس وقت ہے جب کہ مدعی نے اوسکی رنگت مذکور نکی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق گواہی
مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہو گیا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیۃ مدعی نے ایصال
دین کا دعوی کیا بطریق ادائے متفرق اور شاہدوں نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی الوہبانیہ شہدا فی دین الحی
بانہ کان علیہ کذا تقبل الا اذا سألہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو
علیہ بحر شاہدوں نے گواہی دی زندہ کے دین میں اسطرح کہ اوسپر اتنا دین تھا تو مقبول ہے مگر جبکہ مدعا علیہ نے شاہدوں سے اب تک باقی رہنے کا سوال کیا

ترجمہ شارحین نے کہا کہ ہر معلوم نہیں کہ گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقا مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یوں نہ کہیں کہ وہ مرگیا اور دین
ہنوز ہے کذا فی البحر قلت ویخالفه ما فی معین الحکام من ثبوته بدون بیان سببه وان لم یقولوا مات وعلیه دین انتهى والاحتیاط
لا یخفى میں کہتا ہوں بحر الرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام میں ہے ثابت ہو جانے دین کے بدون بیان سبب کے اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مر گیا
ہے ہنوز اور اس پر موجود ہے انتہے اور احتیاط مخفی نہیں ہم یعنی بحر الرائق کے قول میں احتیاط ہے تا بالحین تو قرضے وارثوں کے واسطے علامہ مقدسی نے
کہا کہ اولٰی ہے بحر الرائق کا قول ضعیف ہے اور احتیاط امر میت میں ہے مقدسی کا فی شے کہ خصم سے قسم لیجائے باوجود شہادت کے کذا نقله المحشی ادعى
الملك فی الماضی وشهدا به فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شهدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمانہ گذشتہ کا دعوی کیا
شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول اصح میں جیسا کہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی ہی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین ہم ادعى
الملک ماضیا قرینۃ علی نفی الملک فی الحال کو اس واسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہیں ہے اسناد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشهادة على الشهادة

یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا ہم شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنی ہے
اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ میں لیکن فقہائے بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہے بسبب حاجت کے اس واسطے کہ یہاں شاہد بسبب بیماری وغیرہ کے
ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہ ہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے ولهذا شہادة علی الشهادة جائز ہے اگرچہ
بکثرت ہو یعنی فرع کی شہادت پر شہادت ہو اور فرع کی فرع کی شہادت پر شہادت دی ہذا القیاس کذا فی البحر المختار هی مقبولة وان کثرت استحسانا
فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطهما بالشبهة یہ شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروع میں کثرت ہو اور بعید ہو مقبول ہے بطریق
استحسان کے ہر حق میں قول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہو جانے دونوں کے شبہہ سے وجاز الاشهاد مطلقا اور جائز ہے گواہ کرنا
ہر طرح یعنی بغیر عذر وبلا عذر خزانۃ المفتین میں ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصل کو کچھ عذر نہ ہو اگر اصل کو بیماری وغیرہ کی بابت سے
عذر مثل آدمی کو روزہ گواہی ہیں لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت او مرض الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر
حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجانے سے وما نقله القهستانی عن قضاء النهایة فیه کلام فانه نقله عن الخانیة عبادة حکی
حکایة والصواب ما هنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضاء سے نقل کیا ہے اس میں کلام ہے قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ میں خانیہ
اور جو خانیہ کی کتاب القضاء میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں ہے ہم قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب
القضاء میں ہے کہ اصل جب مرجائے تو اوسکی فرع کی شہادت مقبول نہیں کہ حیات اصل کی شرط ہے انتہے حلبی نے کہا کہ مجھے عبارت خانیہ کی دیکھنی ہے ہمیں نقل نہیں
خانیہ سے نہیں طحطاوی نے کہا جزم سے بہتر تھا کہ شارح یوں کہتا فانه نقله منها من الخانیة چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہے شرح ملتقی میں انتہے لہذا مترجم
نے اس طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفى الثانی بغیبته بحیث یتعذر ان یبیت باهله واستحسنه غیر واحد وفی القهستانی و
السراجیة وعلیه الفتوى واقره المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے بطریق
متعذر ہونے کے اپنے گھر میں رات کا سونا اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت علماء نے اور قہستانی اور سراجیہ میں ہے اور اس قول پر فتوی ہے ابن ثابت کہا
ہے کہ مصنف نے اپنی شرح میں ہم بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا میں حاضر نہ ہو سکے اور سفر سے مراد تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی
قول ظاہر الروایۃ ہے تاتارخانیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سویرے گواہی شہادت کے واسطے جائے اور اپنے گھر میں رات
کو آسکے تو اشہاد جائز ہے اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریة او کون المرأة مخدرة
لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجة وحمام قنیة یا حضور اصل متعذر ہو بسبب پردہ نشین عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردوں سے مخالطت نہ کرتی ہو اگرچہ حاجت
اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیہ وفیها لا یجوز الاشهاد لسلطان وامیر اور قنیہ میں ہے کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں ہم یعنی جب کہ

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

سلطان اور امیر شہر مین ہون تو اونکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہین مگر محمد کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وَحَلّ یجوز للمحبوس ان مین
غیر حاکم الخصومة بتعمد ذکرہ المصنف فی الوکالة اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اسکو غیر حاکم خصومت نے حبس کیا ہو تو ان
جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالة مین ذکر کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرحین وغیرہ سے نقل کیا کہ ہمین ہمارے زمانے کے مشائخ مختلف ہین بعضون
نے کہا اگر کسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہین کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہے اور اگر والی کے مجلس مین ہو اور
نکالنا اوسکا ممکن نہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وقوله عند الشهادة عند القاضی قید للکل لاطلاق جواز الاشهاد لا الاداء
کما مر اور مصنف کا یہہ قول کہ قاضی کے روبرو ادای شہادت کیوقت حضور اصل متعذر ہو یہہ قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور
سفر اور پردہ نشینی عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادای شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول مین کہ جاز الاشهاد مطلقا وبنصاب
شہادة عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط نصاب شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتین
ہون وما فی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی مین ہے غلط ہے کذا فی البحر ہم حاوی مین ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتون کی گواہی مقبول نہین کذا فی
الطحطاوی عن کل اصل ولو امراة بنصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت پر اگرچہ اصل شاہد عورت ہو ولا تغایر فرعی هذا وذاك خلافا للشافعی
متغایر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اوس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی ہم یعنی یہہ واجب نہین کہ ہر شاہد کو دو شاہد متغایر ہون بلکہ دو
شاہدون کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم نہین خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہون یا وہی شاہد دونون کے
ہون اور امام شافعی کے نزدیک یہہ شرط ہے کہ چار شاہد ہون دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتها ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو
ابنه بحر اشهد علی شهادتی انی اشهد بکذا اور شہادت علی الشہادة کی کیفیت یعنی طریقہ اوسکا یہہ ہے کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ
فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ مین ایسی شہادت دیتا ہون ہم یہہ ضرور ہے کہ اصل فرعکو گواہ کرے اسواسطے کہ فرعکو
اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین اگرچہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو رده لا ارتد
قنیه اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اوسکو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نکرے تو اشہاد رد ہوگا کذا فی القنیه یعنی بعد رد کرنے کے اگر گواہی
دیگا تو مقبول نہوگی ولا ینبغی ان یشهد علی شهادة من لیس بعدل عنده حاوی اور لائق نہین فرعکو گواہی دینا اوس اصل کی گواہی پر جو اسکے
نزدیک عادل نہین کذا فی الحاوی ہم بحر الرائق مین خزانه سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادة مین
مسیء یعنی بدکار ہو بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشهد ان فلانا اشهدنی علی شهادته بکذا وقال لی اشهد علی شهادتی
بذلك هذا اوسط العبارات وفیه خمس شینات والاقصر منه ان یقول اشهد علی شهادتی بکذا ویقول الفرع اشهد علی شهادته
بکذا وعلیه فتوی السرخسی وغیره ابن کمال وهو الاصح کما فی القهستانی عن الزاهدی اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی کہ فلانے
شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اوس نے مجھ سے کہا کہ تو شاہد ہو میری اوس شہادت پر شارح نے کہا یہہ سب عبارتون مین اوسط عبارت
ہے اور اسمین پانچ شین ہین اور اوس سے مختصر زیادہ یہہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اوسکی اس شہادت
اور عبارت مختصر پر سرخسی کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی مین زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت
اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہہ عبارت ہے
کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے اشهد ان فلانا اشهد عندی ان لفلان علی فلان کذا من المال واشهدنی علی شهادته وامرنی ان اشهد علی شهادته وانا اشهد
علی شهادته بذلك اس عبارت مین آٹھ شین ہین اور اوسط عبارت مین پانچ شین ہین اور اقصر مین دو شین ہین عنایہ مین ہے کہ اقصر عبارت فقیہ
ابو اللیث اور اوسکے استاذ ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصله ان عرف الفروع بالعدالة والا لم تعدل بل

ط
مین گواہی دیتا ہون کہ فلان نے میرے سامنے گواہی دی اس بات کی کہ فلان شخص کا فلان پر اسقدر مال ہے اور مجھکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی گواہی دینے کی اوسکی گواہی پر اور مین اسکی گواہی پر اس مال مذکور کے باب مین گواہی دیتا ہون ۱۲

اصل اور کفایت کرتی ہے تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فرع مشہور بعدالت ہوں اور نہیں تو اصول اپنے فروع سمیت تعدیل و عدم کی تفتیش
تعديل احد الشاهدين صاحبه هو الاصح لان العدل لا يتهم بمثله یعنی کفایت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد کی
واسطے صحیح ہے اسواسطے کہ عادل متہم نہیں ہوتا ایسا اور دوسرے عادل کی تعدیل سے ہم میں بعضوں نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ متہم ہے اسواسطے
کہ عدالت شاہدین ایسے رفیق کی تعدیل سے مدعا چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور نہیں ہے اسپر حکم ہو لیکن مقبول اصح جائز ہے اسواسطے کہ عادل
عدل متہم نہیں جیسے اپنی ذات کی شہادت میں متہم نہیں ہوتا ویسے ہی اپنی شہادت میں ایسی منفعت کی وجہ سے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی
اوسکی شہادت پر حکم کرے تہمت سے اسلئے اوسکی عدالت کے اس منفعت کے سبب اوسکی شہادت معتبر نہیں کما ہو ایسی ہی تعدیل شریک میں ہے کذا فی فتح القدیر
سکت الفرع عنه نظر القاضی فی حاله وکذا لو قال لا اعرف حاله علی الصحیح شرنبلالیة و شرح المجمع وکذا لو قال لیس بعدل
جاز فی القهستانی عن المحیط و تتبعه اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو قاضی اصل کے حال کی تحقیق کرے تو فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر
فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دیا اور نہیں تو نہیں کذا فی الفتح اور اسیطرح حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ میں اوسکے حال کو نہیں جانتا کذا فی الشرنبلالیہ
و شرح المجمع اور اسیطرح اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہیں چنانچہ قہستانی میں محیط سے ہے سو آگاہ رہنا و تبطل شهادة الفرع بنهيهم عن الشهادة
علی الاظهر خلاصة ويجيء متنا ما يخالفه اور باطل ہو جاتی ہے فرع کی گواہی چند امور کے سبب سے ایک یہ کہ فرع کے شہادت سے قبل اصول نے فرع
کو کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دینا تو شہادت فرع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آوے گا متن میں مخالف اسکے و خروج اصله عن اهليتها
كفسق و خرس و عمی اور باطل ہو جاتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکلنے اصل کے شہادت کی اہلیت سے جیسے فسق اور گونگا اور اندھا ہونا ہے حتی کہ اگر اصل
فاسق ہو گیا یا اندھا ہو گیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسیطرح جنون اور ارتداد و انکار اصله الشهادة بقولهم ما لنا شهادة او لم نشهدهم او
اشهدناهم و غلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا یوں کہنا کہ ہم گواہ نہیں ہیں یا ہم نے انکو گواہ نہیں کیا
یا ہم نے انکو گواہ کیا اور ہم نے غلط کہا صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں پھر وہ مر گئے یا غائب ہو گئے پھر فرع
آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اوس حادثہ میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فرع کی شہادت کے طرف التفات نہیں اگرچہ اصول منکر ہوں کذا
فی البحر و لو سئلوا فسكتوا قبلت خلاصه اور اگر اصل سے فرع کی شہادت کا سوال ہوا اور انہوں نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو
فرع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ اور اس مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے شهدا علی شهادة اثنين علی فلانة بنت فلان الفلانية
وقالا اخبرانا بمعرفتها وجاء المدعی بامرأة لم يدريا انها هی قيل له هات شاهدين انها هی فلانة ولو مقرة دو شاہدوں نے گواہی
دو شخصوں کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر ادا کی اور کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اوس عورت کو جانتے
تھے اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہیں پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ
عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ میں وہی عورت ہوں صدر الشریعہ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہیں کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے
ہوں اور یہ غرض نہیں کہ نسبت پوری ہے اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاہدوں نے جب کہ اوسکے دادا کا ذکر کیا تو نسبت صحیح ہو گئی یا قبیلہ مخصوصہ
ام المؤمنين [illegible] ہوا کہ [illegible] کہا مدعی سے اسکو گواہ طلب ہونگے کہ تعریف نسب ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت
سے [illegible] دعوی کی نسبت مذکورہ عورت حاضرہ میں ثابت ہو مگر یہ احتمال ہے کہ شاید وہ عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اوسکا اثبات واسطے
تو یہ گواہی شہادت فرع کے مانند ہے انتہی و مثله الاثبات الحلی و هو کتاب القاضی الی القاضی لانه
كالشهادة علی الشهادة ولو جاء المدعی برجل لم يعرفا انه هو لم يقبل الاحتمال التزوير اور مسئلہ مذکورہ کے مانند
کتاب القاضی الی القاضی ہے اسواسطے کہ وہ بھی شہادت علی الشہادة کے ہے تو اگر مدعی ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد

نہین بہیجا ہو تو قاضی مکتوب الیہ مدعیکو تکلیف دیگا اس بات کے اثبات کی کہ یہہ مرد ہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہی اگر یہہ مرد مدعا علیہ اقرار کرتا ہو
بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضیخان اور اشتراک کے مدعی کو بیان کرنا
لازم ہی چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضی خان نے یعنی ہم قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکہا اور اسمین مدعا علیہ کا نام
اور نسب علی وجہ الکمال لکہا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہین ہون اور قاضی مکتوب الیہ اوسکو نہین جانتا تو مدعی سے کہے کہ
تو گواہون سے ثابت کر کہ یہہ فلان بن فلان ہے پہر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان بن فلان ہون اور اس محلہ یا اس قبیلۂ خاصہ یا اس شہر مین
میری سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اوس سے مندفع ہوگی انتہی ملخصاً کذا فی الطحطاوی ولو قالا
فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسباہا الی فخذہا یعنی قبیلتہا الخاصۃ اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ مین صورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہین یہان تک کہ
اسکو اوس کے قبیلہ خاصہ کے طرف نسبت کرین چنانچہ اوسکے دادا کے طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا اونسے معرفت حاصل نہین ہوتی جب تک
قبیلۂ خاصہ کے طرف نسبت نہو ہدایہ مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلۂ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جد اعلی کی ہی خلاصہ مین ہی الحاصل اعتبار تو حصول
معرفت کا ہی اور ارتفاع اشتراک کا ایضاح مین ہے کہ عجم یعنی غیر عرب مین ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلۂ خاصہ کے ہی اسواسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین انتہی
زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چہہ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے
کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہی اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہی اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی
نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہی عورت کی نسبت اوسکے زوج کے طرف اور مقصود اعلام ہے یعنی جسطرح سے کہ حاصل ہو
اشہدہ علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ عن
الخلاصہ اصل شاہد نے فرعکو شاہد کیا اپنی شہادت پر پہر اوسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنی منع کرنا صحیح نہین تو فرعکو جائز ہی کہ اوسپر گواہی
دے کذا فی الدرر اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکی خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اوسکو عنقریب ذکر
کر چکا کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو
مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے
کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجلین علی شہادۃ ابیہما وعلی قضاء ابیہما فی الصحیح درر خلافاً للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایکدم
کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا فی الدرر بخلاف ملتقط یعنے اوسمین عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور
بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا او غلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اوسنے جہوٹی گواہی دی اسطرح ظاہر ہوا کہ اوسنے
اپنی ذات پر جہوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہے ہم یا شہادت زور کی ظہور کی یہہ
صورت ہی کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اوسکی موت کی گواہی دی پہر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور
آسمان پر کچہہ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکہلائی دیا ام ماننداسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہی شہادت باطلہ
عمداً کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ من قبیل نفی ہی
ہم اسواسطے کہ گواہ یہہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکے طرف التفات نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی
سراجیۃ جسکی گواہی جہوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جائے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہہ طریقہ ہی کہ اگر شاہد شخص بازاری
ہی تو قاضی اوسکو بازار مین بہیجے اور اگر بازاری نہین تو اوسکی قوم کے طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بہیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ
ہمنے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تہے لہذا امام اعظم نے اسکو پسند کیا وزاد

نہر یہ وجنبسہ بحمد اور صاحبین اوسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کیا ہو کذا فی المجمع ہم فتح القدیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہو اور کہا ہو کہ یہی حق ہو
والسہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامہم ان للقاضی ان یحمہ وجہہ اذا راٰہ سیاسۃً اور بحر الرائق میں ہے اور ظاہر کلام فقہا سے یہ ہو کہ قاضی کو
جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا موہنہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اوسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرًا ضرب اجماعًا وان تائبًا لم یعزر اجماعًا
اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرنے سے مصر ہو کر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو باتفاق اوسپر تعزیر نہیں ہو
اصرار کی یہ صورت ہو کہ شاہد کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے توبہ نہ کرونگا کذا فی الفتح وفی بعض قبل توبتہ لو اتی القاضی
علی الصحیح لو فاسقًا ولو عدلًا او مستورًا لا تقبل شہادتہ ابدًا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی رائے پر مفوض ہے قول صحیح کہ
شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اوسکی گواہی کبھی مقبول نہیں یعنے اسواسطے کہ اوسکی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت
وعن الثانی تقبل وبہ یفتی علیمی وغیرہ میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی قبول
ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہم اسواسطے کہ گاہے اوسکی توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی کر پھرنا
اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے نفی کرنے اوس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ وما
نحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاہد کہے کہ میں پھرا اور پلٹا اوس چیز سے جسکی میں گواہی دی اور مانند اس کلام کے ہے چنانچہ یوں کہنا کہ جو جھوٹی
گواہی دی یا میں جھوٹ بولا اپنی گواہی میں کذا فی الطحطاوی یا میں مبطل تھا شہادت میں یعنے ناحق پر تھا اسمیں کذا فی الدرر فلو انکرہا لا یکون
رجوعًا تو اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ رجوع عن الشہادت نہیں والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی
بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کو سوا
دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہو کہ رجوع عبارت ہو فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہو چنانچہ
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفے گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنے شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا میں تو اوسکی توبہ بھی
مقید بمجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او اراد یمینہما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوی کیا
مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اوسکو گواہی سے ثابت کیا یا اوس صورت میں گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو
مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوے کے ہم یعنی بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعوی کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل
ہو لہذا نہ یہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما ملتقی بخلاف اوسکے اگر دعوی
کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ہم یعنے اگر یہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس
رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان دلا لیا یعنی ضمان کا اون پر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہو بسبب صحیح ہونے دعوی کے
کذا فی الدرر ذبرہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونوں
شاہدوں نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی گویا اوسنے فی الحال
رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل حکمہ بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اوس شہادت کے حکم کرے
تو شہادت یہ ساقط الاعتبار ہو قاضی اوسپر حکم نہ کرے ولا ضمان وعزرا ولو عن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہد پر
ضمان نہیں اور اوسکو تعزیر دیجاوے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع
الفصولین اور ظاہر یہ کہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی البحر ہم قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے یہی تعزیر مراد ہو جو شاہد زور

مین مذکور ہوچکی یعنی تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اوسکی عمارت کی اور گھوڑی
اور اوسکے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے مین رجوع کیا و بعدہ لم تفسخ الحکم مطلقا لترجحہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی
طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع کے وقت برابر ہو اوس حال کے جو شہادت کے وقت تہا یا اوسنے یا اعلی ہو کذا فی النہر بسبب راجح ہوجانے خبر اول
کے قضا سے ہم اگر شارح توضیح کرتا الترجح الجزء الاول من الشاہد بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجحہ کی ظاہر ضمیر حکم کے طرف راجع ہے اور وہ خلاف
مقصود ہی حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدون کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہین ہوسکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی
صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہوچکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الحواشی بخلاف ظہور
الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل و یرد ما اخذ و تلزم الدیۃ لو قصاصا و لا یضمن الشہود لما مر ان الحاکم
اذا اخطا فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اوس صورت مین باطل ہوجاتا
ہے اور مقضی لہ پھیر دیگا جو اوسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہوگیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور
ہوچکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ہم صورت مذکورہ مین خطا حاکم سے ہے کہ اوسنے حال شہود کا تفحص نکیا
تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجا
الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دین مشہود علیہ کو اوس مال کا جس مال کو اونہون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع
ہوئی تعدی کے راہ سے ساتھہ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنی قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ہم امام شافعی کے نزدیک
شہود پر ضمان نہین جب کہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اوسکا جواب یہ ہے
کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنے شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہے کیونکہ
قاضی پر حکم دینا واجب ہے جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہوتا اینکہ اگر حکم ندے تو گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض المدعی المال ام لا بہ
یفتی بحر و بزازیۃ و خلاصۃ و خزانۃ المفتیین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصۃ
و خزانۃ المفتیین و قیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز
اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتھہ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا
فکالثانی و اقرہ القہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہے یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین
ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکہا ہے قہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہہ ہے
کہ ضمان مقید بمماثلت ہے سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہوگئی قضا سے و لہذا مقضی علیہ کو اوسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور
دین مین ملک اوسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی فالعبرۃ فیہ
لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور ضمان مین اوسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اوس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے
حساب کا فان رجع احدہما ضمن النصف تو اگر ایک شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین
ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجع پر اوسکا ضمان واجب ہے
جسمین حجت باقی نرہے وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان ندیگا
ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بھی پھر گیا تو
دونون شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دین ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک شاہد وان رجعت

امرأتين رجل وامرأتين ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جاوے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال کا ضمان دیوے اسواسطے
کہ شہادت پر اوس شخص باقی ہیں جنکے سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں
پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں اسواسطے کہ نصف شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوۃ من
رجل وعشر نسوۃ لم تضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دیں اسواسطے کہ اوسقدر شاہد باقی ہیں
جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخرى ضمنت التسع ربعہ لبقاء ثلثة
ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے اسواسطے کہ نصف حق
ایک مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کے رجوع سے ثلث ہوا اگر پلٹ فان رجعوا فالغرم بالاسداس یعنی اگر
ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان چھ حصوں کے حساب سے ہے یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتوں
پر ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بجای ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کی ہوئیں تو ایسا ہوگیا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر
پھر گئے تو ان پر ضمان بالاسداس ہوگا کہ اسنے الدرر یعنی ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہ النصف وعلیہن النصف فقط اور صاحبین نے
کہا کہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے تو صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں
اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کی ہیں اسواسطے انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت سے
نصف مال ثابت ہوا تو نصف باقی اوسکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن شاہدا النکاح شہدا بمہر المثل او بالاقل اذ الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہیں دیتا شاہد نکاح جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے
کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے اور شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اوسکی تصریح کریگا صورت
اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی کیا نکاح کا اور دو گواہ قائم کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا پھر گواہ شہادت
سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا کمتر ہو الخ کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمنا ما زاد لو
المدعیۃ وہو المنکر ای الزوج اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل سے تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دیں زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو
ذکر مہر سے زیادہ ہو صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر
اوس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اوس کا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو
جسقدر زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اسواسطے کہ شاہدوں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ
راجع الی النکاح پر مطلقا ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جب کہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو
شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتمد لعدم المماثلۃ بین البضع والمال اور اگر شاہدوں نے اصل نکاح کی گواہی دی
عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب نہ ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہ ترکیب
موہم ہو کہ شہادت اصل نکاح پر تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں لکھتا لو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر
ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو متقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت
مستدعی ہو اور حالانکہ شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور متقوم ہوتا ہے تو اوسکے اظہار تعظیم کیواسطے کیونکہ اوسی سے نسل
حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی خلافا لما لو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمناہ لہا لاتلافہما المہر بخلاف اوس صورت
کے کہ اگر شاہدوں نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دینگے بسبب تلف کردینے مہر کے

وضمنا في البيع والشراء ما نقص عن قيمة المبيع لو الشهادة على البائع او زاد لو الشهادة على المشتري للاتلاف بلا عوض اور دونون
شاہد ضمان دین بیع اور شرا مین اسقدر کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دین اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو
بسبب اتلاف بلا عوض کے ہم اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونون کی تعلیل ہے پہلی صورت یہہ ہی کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس
مرد سے بعوض ہزار درہم لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائعکو ہزار درہم ضمان دین کیونکہ انہون نے
اسکے ہزار درہم تلف کئے اور دوسری صورت یہہ ہی کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہہ غلام دو ہزار کو لیا اور اوس پر ثمن ہے اور مشتری اوسکا منکر ہے
سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتریکو ایکہزار کا ضمان دین اسواسطے
کہ انہون نے مشتری کے ایکہزار تلف کئے کذا فی الدرر ولو شهدا بالبيع وبنقد الثمن فلو في شهادة واحدة ضمنا القيمة ولو في شهادتين
ضمنا الثمن علىٰ اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کی ساتھی ایکہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور
اگر دو شہادت مین گواہی دی یعنی ایکبار بیعکی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دین کذا فی العینی ہم اسواسطے کہ پہلی صورت مین مقتضی بیع ہی ثمن
اور دوسری صورت مین ثمن بالاستقلال مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شهدا على البائع بالبيع بالفين الى سنة وقيمته الف فان شاء ضمن
الشهود قيمته حالا وان شاء اخذ المشتري الى سنة وايهما اختار برئ الآخر وتمامه في خزانة المفتين اور اگر شاہدون نے بائع پر
دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت جسکی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لیوے یعنے ہزار کا اور چاہی
مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے بایکسال اور دونون مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائعکے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا
خزانة المفتين مین ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مینے اس کا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہی سو شاہدون نے بھی
گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائعکو اختیار ہی دونون سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنیکے
وقت دو ہزار درم پھر لین اونکو ایک ہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردین سو اگر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے سو اگر اوسنے
بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہہ بمنزلہ بیع جدید کے ہو تو بائع سے وہ دو ہزار درم لے اور اوسکا کچھہ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائعکو غلام پھیر دیا
جو دو ہزار اوسنے شاہدین کو دئی ہین اونکو پھیر لے اور جو شاہدون نے ایکہزار درم بائعکو دئی تھے وہ بائع سے پھیر لین کذا فی العالمگيرية عن المضمرات وشرح
الطحاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانة المفتين سے لہذا ترجمہ اوسیکا مناسب دیکھا وفي الطلاق قبل وطي وخلوة ضمنا نصف
المال المسمىٰ او المتعة ان لم يسم اور طلاق قبل وطے اور قبل خلوت کی شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف مال مسمی کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین
اگر مہر مسمی نہو ولو شهدا انه طلقها ثلثا وآخران انه طلقها واحدة قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المهر على شهود الثلث لا
غير لحرمة الغليظة اور اگر شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اسنے
اوسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہے نہ اونکے غیر پر بسبب
حرمت غلیظہ کے ہم اسواسطے کہ طلقۂ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دیگا کیونکہ وہ مفید نہین اسواسطے کہ طلقۂ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہی اور طلقات
ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہی کذا فی الفتح حلبی نے کہا قبل دخول دونو گواہیون کی قید ہے ولو بعد وطي او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی
طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان نہین ہم یہہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہے اور تحفہ مین ہے کہ ضمان نہین مگر اوتنا جو
مہر مثل پر زیادہ ہو کذا فی الفتح ولو شهدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شهود الدخول ثلثة ارباع المهر
وشهود الطلاق ربعه اختيار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو اور شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر چارون شاہد
گواہی سے پھر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنی پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختيار ولو شهدا بعتق

فیجا ضمینا القیمۃ لو لا ہ مطلقا و لو معسرین لانہ ضمان اتلاف اور اگر شاہدوں نے غلام کے آزاد کرنیکی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کی قیمت کا ضمان دینگے مطلقاً اگرچہ شاہد مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء هکذا فی البدائع اور وہی معتق آزاد کرنیوالے کے واسطے ہوگی کیونکہ ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف عتق منتقل نہوگا کذا فی البدایۃ و فی التدبیر ضمینا ما نقصہ وهو ثلث قیمتہ اور تدبیر میں شاہدوں پر ضمان اسقدر کا جسقدر تدبیر نے کم کردیا ہے یعنی اسکی تہائی قیمت ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اپنے غلام کو مدبر کیا ہے تو قاضی نے مدبر ہونیکا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر تہائی قیمت کا ضمان دینا اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہوجاتی ہے فان مات المولی عتق من الثلث و لزمہما بقیۃ قیمتہ و تمامہ فی البحر اگر مولی مر گیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکے تہائی ترکہ سے اور شاہدوں پر اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم کہتے ہیں کہ اگر مولی مر گیا اور غلام ثلث ترکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اور قیمت کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر واپس کیواسطے کذا فی البحر و فی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا و ان شہدا بہ للمکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دیں اسکی پوری قیمت اور اگر مولی چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا ہے تو کیسا اور قیمت غلام کی پانسو ہے اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دیگا کہ دونوں شاہدوں سے اختیار کرے تو ان سے مکاتب سے بدل کتابت لینے کو اختیار رہتا ہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدوں کو دیگا اور اگر مولی نے مکاتب سے اختیار کیا تو شاہدوں سے ضمان نہ لیگا کذا فی العالمگیریۃ من المحیط مختصرا و لا یعتق حتی یؤدی ما علیہ الیہما و تصدق بالفضل اور مکاتب آزاد نہوگا یہانتک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اوسپر بدل کتابت ہو اور شاہدین خیرات کریں زیادتی قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب کو لیا ہو اگر زیادہ اوس قیمت سے جسکا وہ ضمان دیچکے ہیں مولی کو تو زیادتی کو خیرات کریں چنانچہ مشتہ مکروہ میں بالتفصیل مذکور ہے اور ان دونوں [illegible] یہ مذہب ہے طرفین کا و الولاء لہ لانہ عتق علی ملکہ و لو عجز عاد الیٰ المولی و رد قیمتہ علی الشہود اور ولاء مکاتب کی مولی کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادائی بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر آویگا اپنے مولی کیطرف اور مولی اسکی قیمت جو شاہدوں سے لیکا پھیر دیگا شاہدوں کو پھیر دیگا قاضی فی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم قنۃ و ام ولد لو جاز بیعہا فیضمنان ما بینہما اور استیلاد میں شاہد ضمان دیں ام ولد کی نقصان قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھیرائی جاوے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اوسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دینگے شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے درمیان ہے صورت مسئلہ یہ ہو کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میرا ام ولد ہے اور مولی منکر ہے تو قاضی نے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہو اور مولی زندہ ہو تو نقصان قیمت کا ضمان دینگے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلاً خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی دو سو تو ایک سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت و ضمنا بقیۃ قیمتہا امۃ للورثۃ و تمامہ فی العینی اور اگر مولی مرگیا تو ام ولد آزاد ہوگئی اور شاہد وارثوں کو ضمان دیں اوسکی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے و فی القصاص الدیۃ فی مال الشاہدین و لا یقتص منہما اور قصاص میں دیت ہو شاہدوں کے مال میں اور شاہدوں سے قصاص نہ لیا جاوے یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ عمد خالد نے محمود کو عمداً قتل کیا سو قاضی نے قصاص سے قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں اگر شاہدین خالد کے قریب ہوں جو خالد کے وارث ہوں کذا فی البحر و لعدم المباشرۃ اور شاہدوں سے قصاص نہ لیا جاوے بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے خود خالد کو قتل نہیں کیا و تسبیب ما دون تجاوزہ لو شہد بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اور اگر شاہدوں نے قصاص معاف کردینے کی گواہی دی تو وہ ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قضا میں مال نہیں جو اون پر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لاضافۃ التلف الیہم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسبب انکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے اونکے طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی تھی اصول سے اور قاضی کا حکم اونہیں کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی الکافی ولا شہود الاصل بقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدناہم وغلطنا۔ ضمان دینا شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہم نے اونکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا ہم بعد قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار شہادت اصول کریں گے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ اونہوں نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر ولذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافہم ولا الفروع لعدم رجوعہم اور اسیطرح اگر اصول کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو اون پر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کے جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع و لا اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کو اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹے ہیں یا انہوں نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہیں لوٹتا اونکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہیں پھرے بلکہ اونہوں نے غیر کے رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر جاویں تو فقط فروع ضمان دینگے ہم یہ قول ہے شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہو چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے اونہیں کی شہادت معاینہ کی اور اصول کی بھی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں اونکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولو الدیۃ بالرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدا خلافا لہما اور ضمان دینگے مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود اونکی دانست کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین کے ہم امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہے شہادت کے طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے تو گویا اوس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مجوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع نکریں اور یہ کہیں کہ وہ آزاد ہیں تو اون پر ضمان نہیں اور نہ شہود پر کذا فی الطحطاوی اما مع الخطأ فلا اجماعا مگر خطا کے ساتھ تو مزکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے ہم خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ میں نے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعلیق قیمۃ العتق ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دینگے شہود تعلیق کے قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوجہ ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولے نے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر دو اور شاہدوں نے وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین علت حکم ہیں اسواسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین شاہدوں نے یہ کلام ثابت کیا اور تعلیق بشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کے طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود الاحصان لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ العلۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہے بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی الطحطاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی جو شہود شرط کے شہود یمین کے

یا ساتھ شہود تعلیق کے ... تو بھی کہ معتبر علیٰ تصحیح یعنی اگر ہر فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جاوین یا رجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح وہ ضامن
نہین کذا فی التبیین اور شرح میں لکھا ہے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضامن نہین چنانچہ زیادات مین منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال قاضی
شاھدی الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب یعنی نے کہا اور ضمان دو شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے
اور تفویض سبب ہے بحرالرائق مین ہے شاہدون نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دیدے اپنی ذات کو اور دو اور گواہون نے کہا کہ عورت
اپنی ذات کو طلاق دی اور پھر ہر فریق اپنے قول سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہیٰ اب شرط اور علت اور سبب اور علامت مین
فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم مین نہ موثر ہو نہ اسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم
مین موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی و اللہ اعلم

و استغفر اللہ الکریم **کتاب الوکالۃ** یہ کتاب ہے وکالت کے احکام مین ہے وکالت بفتح و کسر واو لغت مین اسم ہے توکیل سے اور توکیل سے
کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اور بھروسا کرے اپنی آسائش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم امر مفوض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے
معنی مفعول یعنی جسکے طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحرالرائق مین ہے کہ وکیل بمعنے فاعل بھی ہوتا ہے جب کہ بمعنے حافظ ہو چنانچہ اس آیت مین
وحسبنا اللہ ونعم الوکیل طحطاوی نے کہا اور یہی صحیح ہے کہ آیت مین وکیل بمعنے مفوض الیہ ہو مناسبۃ ان کلا من الشاھد والوکیل ساع
فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد
مین یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد مین ساعی ہے التوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالیٰ فابعثوا احدکم بورقکم
غیر کو وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالیٰ نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت مین سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درم لیکر ہم وجہ استدلال یہ ہے
کہ یہ سبیل الطلب توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہین جب کہ اللہ اور اوسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اوسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی
النبع و وکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خریدنے
مین ابو داود نے اس سند سے روایت کی جسمین ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ آپ کے واسطے
قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اوسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری قربانی خریدی اور ایک
دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور اوسکی تجارت کی واسطے برکت کی دعا
کی اور اسی طرح اسکو ترمذی مین ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع و اتفاق
ہے وہی نوعان خاص وعام کانت وکیل فی کل شئ عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث بغیر طلاق وعتاق
ووقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر
زواہر الجواہر وینبغی ان یفتی بہ واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفۃ خلافا
لمحمد اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز مین یہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہان تک کہ طلاق
کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ مین اور
قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات مین وکیل تصرف نکر سکے گا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر
اور زواہر الجواہر مین ہے اور اسی پر فتویٰ دینا چاہیے اور اسی پر ملتقط مین اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق مین تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ
کے نزدیک بخلاف محمد رحمہ اللہ کے توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز مین اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ
تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید مین مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور شرنبلالیہ

ہین ہو کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور تہو تو وکالت باطل ہے ہم یہہ قول کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجای اپنی ذات کے توکیل عام نہین ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معین ہو چنانچہ تجارت مثلا تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اوسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اوسکے مختلف ہین تو وکالت باطل کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہی غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسائش یا عاجزی کی جہت سے اوس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے ہم جائز کی قید سے یہہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز کہ اوسمین تصرف معلوم نہین اوس کا جواب یہہ ہی کہ توکیل عام فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اصلا معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنے ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ہم تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل کہا کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو ادنے تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شے مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہے درر مین ہے کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت بمعنے حفظ کے ہی ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النہی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اوس شخص کیجانب سے جو تصرف کا مالک ہی بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیاء مین بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اصل تصرف کی ملک سے مراد یہہ ہی کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کو غیر محرم کا شکار کی بیع مین اور یہہ قول مبنی ہے اس پر کہ اصل اشیا مین اباحت ہی ملک تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار نحو طلاق و عتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ہم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کی مالک نہین اور معلوم ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہی وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اوسکی ولی کی اوس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر و نفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا اوس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہی چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور مین اور اگر اوسکو اوسکے ولی نے اذن ندیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اوسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بہی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہی اور اگر حالت ارتداد مین مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائہما لما مر فی البیع الفاسد وتوکیل محرم حلالا ببیع صید وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمنا تنبیہ اور صحیح ہی وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اونکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہی بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی تعریف مین سو آگاہ ہو جا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پہر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجہتا بوجہتا ہو ہم یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہی کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہرا صغیر عاقل مین بہی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر

الخ ۱۲ کمنہ ۱۲

غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو ہم محجور صبی اور عبد دونوں کی صحت ہو تو معلوم ہوا کہ وکیل میں تعقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لا یتعلقان الکل
الا ان فی صحۃ الوکالۃ لان صحۃ عبارۃ الوکیل فلذا الوکیل یعقل و یقصدہ تبعا للاذن یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اب یہاں باب میں صحت وکالت میں کلام ہے
نہ وکیل کی صحت میں تو اسی واسطے مصنف نے بیان یوں کیا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز در عدم ذکر صاحب ہدایہ اور وقایہ اور
میں وکیل کی شرطوں میں یوں مذکور ہے کہ یعقل العقد و یقصدہ یعنی وکیل میں شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اوسکا ارادہ کرے قصد کی قید اس واسطے
لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کے طرف سے واقع نہ ہوگی شارح نے کہا کہ در صورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح ہے لیکن یہاں گفتگو
صحت وکالت میں ہے نہ صحت بیع میں تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں ثم ذکر ضابطا للموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ
لنفسہ یہ مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل میں ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اوس چیز میں جسکو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے
لنفسہ کی قید اس واسطے لگائی تاکہ وکیل سے احتراز ہو جاوے اس واسطے کہ وکیل کو جائز نہیں دوسرے کو وکیل کرنا اوس کام میں جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ
وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہیں اس واسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے اور استقراض
کے توکیل کا مالک نہیں ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ در صورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اس واسطے کہ خانیہ میں تصریح ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل
استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہیں تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فتمل الحقوق فالتوکیل بال
ہوئی خصومت کو ہم مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اس واسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد سب خصومت
وغیرہ کو شامل ہے خصومت لغت میں جھگڑا ہے اور شرع میں ہاں یا نہیں کا جواب ہے یعنی مدعی نے کوئی دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب میں اقبال یا
انکار یہ حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور یہ ہر دو صحیح کہ خصومت عبارت ہو دعویٰ صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی ولذا قال فصح بخصومۃ
فی حقوق العباد برضی الخصم اسی واسطے مصنف نے کہا تو صحیح ہے وکیل کرنا اس خصومت میں جو حقوق العباد میں ہو مخاصم کی رضامندی کے ساتھ
جوازا بلا رضاہ و دونالت المثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے جائز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہم امام اور صاحبین کا خلاف
لزوم توکیل میں ہے نہ جواز میں یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضای مخاصم جائز ہے لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہیں بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی
دلیل یہ ہے کہ خصومت میں وکیل کرنا اپنے خالص حق میں تصرف کرنا ہے تو موقوف نہ ہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہ ہے کہ جواب حق ہے مخاصم کا اور
اور لوگوں کی عادت خصومت میں متفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوویں تو مخاصم کو ضرر ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وعلیہ
فتوی ابی اللیث وغیرہ واختارہ العتابی و صححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی
ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کہا ہے اسکو نہایہ نے اور فتوی کے واسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی رای پر مفوض کرنا چاہیے کذا فی الدر مدرر میں ہے کہ اگر
قاضی کو تعنت اور کشی مخاصم کی عدم قبول وکالت میں معلوم ہو تو مخاصم کو قبول نہ دیوے وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر
رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نہ کرے بدون رضای خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہے چنانچہ کافی میں ہے انتہی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا والتفویض
الی الحاکم منزر سابق ہے یعنے قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیوں کے اعتبار میں تو قیاس ہے انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل
مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ اور کہا کہ توکیل بدون رضای مخاصم لازم نہیں مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو کہ اوسکو حاضر ہونا مجلس حکم
اپنے قدموں سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے عام خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ السفر یا موکل غائب بقدر مدت سفر
ہو یعنی تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضای خصم لازم ہوگی ہم یہ اوس صورت میں ہے جب کہ مخاصم انکار کرے المحیط میں ہے کہ اگر موکل مریض یا مسافر ہو
تو توکیل دونوں سے لازم نہیں بدون رضای خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا ارتفاع عذر اور اگر صبر نہیں کرتا تو ہم کو
راضی ہو پھر جب کہ وہ راضی ہو جاوے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ میں انتہی مدت سفر کی قید اس واسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کم غیبت ہو تو وہ بمنزلہ

ہے کذا فی الطحاوی اومریداً له ویکفی قوله انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کو اتنا کہنا
کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون کذا ذکرہ ابن کمال هم سیا اوس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق مین ہے کہ ارادہ سفر
امر باطنی ہے تو اوسپر دلیل چاہیے اور وہ خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اوسکا مقبول نہین کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون لیکن قاضی اوسکے حال
کو ملاحظہ کرے اور اوسکے سامان مین اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہین رہتا کذا فی الطحاوی او مخدرة لم تخالط الرجال کامر یا عورت پردہ نشین ہو
جو مردون سے مخالطت نہین رکھتی ہو چنانچہ باب الشہادۃ مین مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے هم پردہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان
اسواسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری مین حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکیگی حیا کے سبب سے تو اوسکو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحاوی او
حائضاً او نفساء والحاکم بالمسجد اذ الویرض الخصم بالتاخیر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد مین ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ مخاصم
تاخیر جواب سے راضی نہو کذا فی البحر هم اور اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہوگا لزوم توکیل مین کذا فی البحر ایضاً او محبوساً من غیر حاکم هذه الخصومة
فلو منه فلیس بعذر بزازیة بحثاً یا موکل محبوس ہو اوس حاکم کیجانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہین تو اگر حبس اوس حاکم کیطرف سے ہو جسکے پاس مقدمہ رجوع
ہے تو حبس عذر نہین کذا فی البزازیه بحثاً هم اسواسطے عذر نہین کہ محبوس اوس حاکم کے اختیار مین ہے اوسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب لیکر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی
کرے گر تاخیر دعوی سے راضی نہو پھر اوسکو قید کرے کذا فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیه یا موکل دعوی خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیه یعنی
اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اوسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفاً
خاصمہ من دونه بل الشریف وغیرہ سواء بحر از وم توکیل مین عذر نہین اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر وله
الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیه اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے کے پہلے
اور پلٹ جانا جائز نہین سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیه هم رجوع جائز ہے اگرچہ بعد تکذیب ہو اور قنیہ مین امکان کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو اختلفا
کونہا مخدرة لان من بنات الاشراف فالقول لها مطلقاً ولو ثیباً فیرسل امینه لیحلفها مع شاهدین بحر واقرہ المصنف اور اگر مخاصم
اختلاف کرین عورت کی پردہ نشین ہونے مین تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیون مین سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو ثیبہ ہو تو قاضی
اپنا امین اور دو شاہد اوسکے ساتھ اوسکے پاس بھیجے تاکہ اوس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اوسکو مصنف نے اپنی شرح مین هم امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے جاوین
تاکہ امین کو اطلاع کرین کہ ہان یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہین طحطاوی نے کہا اور دو شاہد گواہی دین اوسکے حلف یا نکول پر وان من الاوساط
فالقول لها لو بکراً وان هي من الاسافل فلا فی الوجهین عملاً بالظاهر بزازیه اور اگر عورت متوسط لوگون کی بیٹیون سے ہو تو عورت کا قول
معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینون اور ارذال مین سے ہے تو اوسکا قول پردہ نشینی مین معتبر نہین دونون صورتون مین خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر
عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ هم عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقاً پردہ نشین ہوتی ہین اور اوساط کی بیٹیان
در صورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہین اور کمینون مین مطلقاً پردہ نہین طحطاوی نے کہا ظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہین تو اغنیائے دنیا وی اسمین داخل ہین
کہ اونکی بیٹیان نہین نکلتی ہین اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہون وصح بایفائها وکذا باستیفائها الا فی حد وقود بغیبة موکله عن
المجلس ملتقی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے مین اور اسیطرح حقوق کے لینے مین مگر حد اور قصاص کے دینے لینے مین وکالت صحیح نہین درصورت غائب ہونے
موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی هم ایفا سے مراد یہان دینا اون حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہین اور استیفا سے قبض یعنے لینا حقوق
موکل کا مراد ہے اور حد اور قصاص مین ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہین کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اوسکا وکیل اور
استیفاء حد اور قصاص موکل کی غیبت مین اسواسطے صحیح نہین کہ حدود ٹل جاتی ہین شبہات سے اور شبہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت مین موجود ہے
یعنی اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحاوی وحقوق عقد لا بد من اضافته ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارة

وکیل میں اقرار بیع کی بہ ماد ایحیا ولو مات ایضاً اس طلب اور جس عقد کی نسبت وکیل کیطرف ضروری ہو جیسا بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اوسکے حقوق
وکیل سے متعلق ہیں شک وہ موہ مگر جبکہ قائم ہو کذا فی الاختیار ملک ہم اضافت الی الوکیل سے ... واسطے جیسا کہ وکیل کا یوں کہنا
کہ میں اس گھر کو بیچا یا کسی کا غلام کہ میں نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کے طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل رسول ہوگا
ہو جائیگا محیط میں ہے کہ اگر وکیل مرگیا امام ... نے کہا تو معقد کے حقوق اوسکے وصی کے طرف منتقل ہوں گے موکل کے طرف اور اگر وصی ہو تو حاکم
وصی قائم کرے اور یہی قول مقبول ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد موت وکیل نفس کی ولایت موکل کے طرف منتقل ہوگی تو فتوی ہے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے
کذا فی الخلاصۃ ملک لوبکل محجوراً اس شرط کہ وکیل محجور نہ جیسے ممنوع التصرف ہو قم یہ اقرار سے صبی محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز
ہوتی لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کے طرف راجع ہونگے کرتے اور کتاب تسلیم و تسمیۃ وقبض ثمن و رجوع بہ عند استحقاق و خصومۃ
فی عیب بلا وکیل بلا حضور موکلہ وغیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ وحکماً حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور ثمن کا قبض کرنا اور ثمن کا
کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب میں بدون و جوں کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور
غائب ہونے کے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق عقد وکیل ہی سے متعلق رہنا اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہے حقیقۃ وحکماً ہم عقد قائم
ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں عاقد ہے اور احکام عقد کے وکیل ہی کے طرف راجع ہوتے ہیں تو وہی حکماً عاقد
ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علی الحاضر الاتی ... لکن جو ہرہ میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو
حقوق عقد کا تمسک لینے والے پر ہے عاقد پر ہے الا قاذ ... ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقاً ... ملک
فالحفظ تقولہ لابد بہ ما دیہ ولذا قال ان کسال یلحق بالاضافۃ الی نفسہ ... اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کے طرف کی تو حقوق
عقد کے موکل سے متعلق ہو گئے بالاتفاق کذا فی ... اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں کہ نسبت حقیقی وکیل کے طرف ضرور ہو وہ
ہو جسمیں ہے اور اسواسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کا یہ کرنا اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اوسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو مکو تو یہ ... علامہ ...
شارح ... کہ وکالت میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کیطرف ضرور نہیں چنانچہ اس ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہے ...
کہا اور علامہ ... میں ... ہے ... زید عبد کا وکیل ... ایک عبد ... غلام کے ... سے کہا کہ یہ غلام ... موکل کے ... اور وکیل نے
کہا کہ میں نے قبول کیا تو بیع موکل کو لازم ہیں اسواسطے کہ وکیل نے ... موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ ... اوسکے طرف راجع ہوں
کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ وکیل ... فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ... تو معلوم ہوا کہ وکیل
مگر جب کہ عقد کو اپنی ذات کے طرف نسبت کرے اور اگر موکل کیطرف نسبت کریگا تو اسمیں اختلاف ... کہ ... اور صحیح ... وکیل کی قید اسواسطے
لگائی کہ رسول کے طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کے طرف عقد کو نسبت کرے ... مالی ...
تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا ... وشرط الموکل علام تعلق الحقوق بہ ای بالوکیل لغو باطل ... اور شرط کرنا موکل کا ... متعلق ہونے حقوق
کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرۃ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے ...
قول اصح میں ... قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پھر موکل کے طرف منتقل ہوتی ہے فلا یعتق قریب
الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاحہ زوجتہ بہ ... تو آزاد نہ ہوگا قرابت دار وکیل کا اوسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے
خرید کرنے سے جیسے اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسی کی لونڈی تھی اور اوس نے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو بھائی
آزاد نہ ہوگا زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتداء سے موکل کی ثابت ہے وکیل کی
بسبب وجہ بقول ابو طاہر ہے اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے ... ملک منتقل ہے اور اگر

موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض تو اعتاق نافذ ہے اسواسطے کہ اوس نے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق میں کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے
خلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اسواسطے کہ احکام مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہے ولکن ہما ثابتانِ علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ او زوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر ولیکن دونوں یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے
موکل کا قرابتدار اور اوسکی زوجہ کو خریدا کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے ہم یہہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہے نہ ابو طاہر
کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہو چکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنی لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ
الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد میں کہ نسبت کرنا اوسکا وکیل کے موکل کیطرف ضرور ہے یعنی موکل کے طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں
تو اگر وکیل اوس عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کریگا تو صحیح نہو گا کذا ذکرہ ابن کمال ہم عدم صحت عقد سے مراد یہہ ہے کہ باعتبار وکالت صحیح نہیں باعتبار
اصالت یعنے اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہو گا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اب تفریع آیندہ سے منافات باقی
نہیں یعنے قولہ حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وھبۃ وتصدق واعارۃ
وایداع ورھن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ یعنی تتعلق بموکلہ لانہ یکون فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح
لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کے طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد اسے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور
کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکہنا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا لمعنی العینی تو اوس عقد کے حقوق
وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہیں نہ وکیل سے یعنے وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح
واقع ہو گا تو وکیل رسول کے مانند ہو گیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمھر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کا
ہم یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کے طرف سے ہی تو اوس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کے طرف سے
ہے تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں وللمشتری الاباء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے ہم چونکہ بیع میں حقوق عقد
وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خریدی اور موکل اوس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجھکو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہے
طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کر دے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہیں ولو دفع لہ صح ولو مع نھی الوکیل استحسانا
ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھہ ہو بدلیل استحسان اور وکیل
دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے اسواسطے عدم فائدہ کے ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اوسکو پہنچ گیا اور اسمین کچھہ فائدہ نہیں کہ اوس سے لیا جاوے
پھر اوسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ وبدینہما لو کان ہاں واقع ہوتا ہے باہم مجرا کرلینا ثمن کا وکیل کے دین سے
مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضامن ہے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ہم یعنے اگر فقط وکیل ہی کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھہ واقع
ہو گا دونوں برابر سرابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہو گا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے
ادا کیا اور اگر فقط مدیون ہو مشتری کا یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون میں موکل سے مقاصہ واقع ہو گا کذا فی الطحطاوی
عن الذخیرۃ بخلاف وکیل بیتیم وصرف یعنی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا لمعنی ہم یہہ متعلق ہے ماتن کے اس قول سے ولو دفع لہ
صح یعنے اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتون میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بجای وکیل یتیم وصی یتیم ہو صورت اوسکی یہہ
ہے کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اوسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہو گا بلکہ اوسکو واجب ہے کہ دوسری بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ
یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں اختیار نہیں تو اوس کا دینا تضییع ہے اور وکیل نے الصرف نے جب کہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے
بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہو گیا بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ ای مثل الوکیل عبد ماذون لا دین

بیان تک کہ اگر عقد کو اپنے نفس کی طرف منسوب کریگا تو نکاح اسی کا واقع ہو جائیگا

عليه ثم موكلا فالمحال قبض دين له ولو قبض صح لانه يملك عليه دينه لانه ملكه مالكه برائته ادرسل اوسکے يعنی کوئی کیل کیا
مانندو عبدا ماذون في التجارة ہو جسپر دين نہيں اپنے مرنے سے ساتھ تو مولے مالک دين عبد کے قبض کرنے کا نہيں اور اگر قبض کريگا تو صحيح ہوگا
بدليل استحسان مذکور جب تک غلام پر دين نہو اسواسطے کہ غلام کے دين مين اوسکے دائنون کا حق ہے کذا في البزازيه يعني اگر غلام ماذون مديون ہو گا
تو اوسکے دين پر قبض مولے کا صحيح نہين کيونکہ اوسمين ماذون کے دائنون کا حق ہے **فرع** مسئله ملحقہ شارح کا التوکيل بالاستقراض
باطل لا الرسالة درم قرض لينے کے واسطے وکيل کرنا باطل ہے نہ رسالت کہ تلقی الدراہم درمین ہو توکيل بالاستقراض اسواسطے باطل ہے کہ
غير مين تصرف کو تفويض کرنا جائز نہين اور استقراض کی رسالت باطل نہين کيونکہ اوسمين تفويض تصرف نہين اسواسطے کہ رسول سفير محض ہے
اور مذکور ہو چکا کہ توکيل بالاقراض يعنی قرض دينے مين وکيل کرنا صحيح ہے اسواسطے کہ ہمين تفويض تصرف ہو اپنی ملک مين اسيطرح مختصر الطحاوی مين
مذکور ہے اور مذکور ہو کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے يون کہے کہ مجھکو دس درہم قرض دو تو يہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ آمر کے واسطے تو اوسکو اختيار
ہے کہ آمر کو نہ دے اور اگر يون کہے کہ فلان شخص تجہسے دس درہم قرض مانگتا ہے سو اوسنے قرض ديا تو قبول کيا تو وہ درہم آمر کے ہونگے ليکن مامور صرف
مين رسول ہوگا نہ وکيل اور باطل ہے وکالت في الاستقراض نہ رسالت انتہی والتوکيل بقبض القرض صحيح فتدبره اور وکيل کرنا قرض کے قبض
مين صحيح ہے سو اگر اوسنے يہ صورت اوسکی يہ ہو کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اوسکے قبض کرنے کو کسيکو
وکيل کرے

باب الوكالة بالبيع والشراء

يہ باب ہے بيع اور شراکی وکالت مين الاصل انها ان عمت او علمت او
جهلت جهالة يسيرة وهي جهالة النوع المحض كفرس صحت قاعدہ کليہ اس باب مين يہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو يا معلوم ہو يا مجهول بجہالت يسيرہ
ہو اور جہالت يسيرہ نوع خالص کی جہالت ہے چنانچہ فرس تو وکالت صحيح ہے مثلا وکالت عام يہ ہے کہ موکل وکيل سے يہ کہے کہ خريد کر جو تجھکو بہتر معلوم ہو
کيونکہ اوسنے تفويض امر اوسکی رائے پر کی سو جو چيز کہ وہ خريد کريگا امتثال امر ہو جائيگا معلوم اور متعين ہو سيطرح کہ موکل نے وکيل سے مقرر کر دی
عمومی نہ کہا کہ جو چيز معين کی خريد پر وکيل ہوا تو اوسمين کسيچيز کی حاجت نہين يا غير معين کی خريد پر وکيل ہوا تو اوسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہے
چنانچہ غلام حبشی يا ہندی يا اوسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہے تاکہ جسکے واسطے وکيل ہوا ہے وہ معلوم ہو جاوے تا امتثال امر ممکن ہو اسکے لئے نوع خالص کا ہے
اسواسطے وہی نام اوس نوع سے ممتاز ہو جو متردد ہين الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور دار کہ اوسمين تفصيل ہے وان فاحشة وهي جهالة الجنس
كدابة وثوب لا اور اگر جہالت فاحشہ کثيرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابة تو وکالت باطل ہے مثلا دابہ لغت عرب مين ہر جاندار کا اسم ہے
جو زمين پر چلے اور عرف مين گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہين تو اوسمين چند اجناس مجتمع ہو گئين اسيطرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے اطلس اور کتان
سوتی اور گاڑھا وان متوسطة كعبد فان بين الثمن او الصفة كنوعه صحت والا لا اور اگر جہالت متوسط ہو اور جنس اور نوع
چنانچہ غلام سو اگر موکل اوس کا ثمن بيان کرے يا اوسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحيح ہے اور اگر ثمن يا صفت مذکور نہو تو وکالت نہين
مثلا اگر دو شئے حقيقت اور مقاصد مين متحد ہون تو وہ دونون ايک جنس ہين اور اگر حقيقت مختلف ہو يا مقاصد تو وہ دو جنسين ہين پھر اگر جہالت
کی بکثرت ہو سيطرح پر کہ ايسی جنس مذکور ہو جسکے تحت مين چند اجناس ہون چنانچہ رقيق کہ وہ مشتمل مرد اور عورت کے طرف اور مرد اور عورت ہر ايک
مين دو جنسين ہين بواسطہ اختلاف مقاصد کے کيونکہ ہر ايک لونڈی اور غلام سے لگا ہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام مين اور کام زيادہ
مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام مين اور اسيطرح ثوب اور دابہ کذا في شرح الوقاية وكله بشراء ثوب هروي او فرس او بغل صح بما يحمله
حال الآمر يلي فراحشه وان لم يسم ثمنا لانه من القسم الاول وکيل کيا اوسکو ہرات کے کپڑے يا گھوڑے يا خچر کی خريد کا تو صحيح ہے بقدر حال
حال آمر کذا في الزيلعي تو اوس کپڑے کی طرف مراجعت کرے توکيل مذکور صحيح ہے اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نہ کيا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے يعنی جہالت يسيرہ
جہالت ہے نوع خالص کی جہالت سے ہم اتفاقا نے کہا کہ جہالت تو کی مغتفر ہے اسواسطے کہ تفاوت باہين نوع قليل ہے تو مانع امتثال امر کا نہين ہے

لیکن وکالت منصرف ہو گی اوسکے طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو اسیطرح زیلعی نے کہا حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل تا در ہو گا مقصود موکل کی تحصیل پر اسطرح کہ موکل کے حال کو دیکھے تب اوسکے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی و بشراء دار او عبد جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا و لا بجہالۃ و بین ثمن الا یعنی نوعا او بین نوعا کحبشی زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا وکیل کیا گہر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اوس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ حبشی بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہوں یا جو ہم یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کے بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنی گہر کو جہالت فاحشہ میں شمار کیا ہے اسواسطے کہ گہر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیوں اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف یا نند صاحب کنز قاضیخان کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اوس ملک پر محمول کیا ہے جہان گہرون میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے ہم اختصار یہ ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہوں خرید کر تو صحیح نہیں جبتک گیہوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی و الا یسم ذلک لا یصح و الحق بجہالۃ الجنس وہی ما لو وکلہ بشراء ثوب او دابۃ لا یصح و ان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر ان سے کو معین نکرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہو گی اور ملحق بجہالت جنس کی اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اوسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم یہ تیسری تاتی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہہ ہے کہ جسکی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اوسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کر دیتا تو وکالت صحیح ہے اور اگر سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اوسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں اور اسیطرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جو دت کذا فی الطحطاوی عن الحموی و بشراء طعام و بین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کلحم مطبوخ او مشوی و بہ قالت الثلثۃ و بہ یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اوسکی مقدار بیان کر دی یا اوسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہو گی ہماری عرف یعنی صاحب بزازیہ کے عرف میں اوس طعام پر جو مہیا ہے کہانیکے واسطے ہر ایک اوس مطعوم سے جسکا کہانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بہنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسپر فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہے ہم اور کوفہ کے عرف میں طعام عبارت ہے گیہوں اور اوسکے آٹے سے اور مصر کے عرف میں طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اوسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہے و فی الوصیۃ لہ ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم و لو دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیۃ اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمیں شیرینی ہو چنانچہ سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین میں ذکر کیا ہے نہ وصیت میں اور شاید کہ شارح نے یہہ ارادہ کیا کہ آگاہ کردے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحطاوی و للوکیل الرد بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ و لوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب و کذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پہیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک کہ مبیع اوسکے ہاتھ میں ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اوسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اوسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب عیب کے پہیر دینا اور اسیطرح بیع کے وکیل کا حکم ہے ہم یعنی وکیل نے کوئی چیز بیچ کی اور مبیع میں عیب نکلا تو مبیع اوسکو پہیر دیجاویگی جبتک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہو گا تو موکل پر پہیری جاویگی اور

اور یہی ہے نصرت لبیب میں کہ انی الطحطاوی عن البحر عن البزازیۃ فعلی ھذا الوکیل اذا سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا باذنہ لانتہاء
الوکالۃ بالتسلیم اور ہبہ عینی ولیبب ثم تت ہو جب کہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہیں کردی اور اگر اوس نے مبیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اسکو
پھیر دینا ممتنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب تمام ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بائع فاسد فانہ یملک الفسخ مطلقا لحق الشرع
قنیہ بخلاف اوس وکیل کے جسنے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے بیچا تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ مطلقا
یعنی اگرچہ مبیع مشتری کو دیچکا ہو اور اگرچہ ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور بدون اوسکے
اوسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بثمن ولو نقدہ الوکیل من مالہ او لا بالاولی لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز
ہے روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولی حبس جائز ہو اسلئے
کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطالبہ ثمن میں ولو اشتری الوکیل بمعجل ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وھی الحیلۃ
حاشیہ اور اگر وکیل نے کسی چیز کو بثمن مال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے اسی حال میں جائز ہے
اور یہی حیلہ ہے کذا فی الملاسعہ یعنی تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل ثمن مال خرید کرے پھر بائع ثمن کی تاجیل
کرے کذا فی الطحطاوی ولو وھبہ کل الثمن رجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کردیا تو وکیل
موکل سے تمام ثمن پھیر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کردیا تو باقی ثمن پھیر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اصل ثمن کا کذا فی البحر وھلاک المبیع
فی یدہ قبل حبسہ ھلاک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ اگر مبیع ہلاک ہوگئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل
کے مال سے ہلاک ہوگئی اور ثمن ساقط نہو گا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے
ہاتھ میں تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کرکے پھر موکل نے ثمن دیا سو ہلاک ہوگیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک
ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ھلک بعد حبسہ فھو کمبیع فیہلک بالثمن وعند الثانی کرھن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اوسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند
ہو تو ہلاک مبیع کی ثمن سے ہو یعنی اوسکا ثمن ساقط ہوگیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہے جیسے مانند مبیع اوس سے کہ مبیع
بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جب کہ حبس مبیع کر لیگا استیفاء ثمن کے واسطے تو اوسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسیطرح وکیل کے پاس ہلاک
ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہیں لیسکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جب کہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل
بقدر فضل موکل سے پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک
اور صرف اور سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بحرالرائق کی پیروی کر کے برخلاف عینی
اور ابن ملک کے جو عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہے پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں حموی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہے اصیل عقد میں اور
حقوق عقد میں وہ اصیل ہے تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد
بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی
مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہے چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے کہ وہ العاقد
لا الاذن قبل قبض سبطل عقد صرف بردہ والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اسلئے
کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہیں کذا ذکرہ ابن کمال اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تاکہ وکیل راس المال مسلم الیہ کو دیدے اور قبول سلم
کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کسیکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیھما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ
بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اوسکے بھیجنے والے کی مفارقت

معتبر ہے اسواسطے کہ پیام رسانی عقد مین ہو نہ قبض مین واستفید صحۃ التوکیل بھما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہے بہتر یہہ تھا کہ شارح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرھم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع بہ عشرۃ بدرھم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لھما والثلثۃ قلنا انہ مامور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اوسکا خرید کیا یعنی بیس رطل ایکدرم سے اوس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے اونکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہے اسواسطے کہ وکیل نے اوسکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کے طرف سے کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اوس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ھم خلاصہ جواب یہہ ہے کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو شری منہ مالا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اوسکے برابر نہین یعنے مثلا جو گوشت کہ بیس رطل ایکدرم کو بکتا ہے اوسکو دو درم سے خرید کیا تو یہہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ھم غیر موزون کی یہہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اوس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہے اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہوسکتا مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو ثمن اوسکے اجزا پر منقسم ہوجائیگا کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو کلہ بشراء شیء بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوج بہا لنفسہ صح منیہ والفرق فی الوانی غیر الموکل لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر اسکو وکیل کیا اوس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہی تو وکیل اوس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی غیبت مین جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نکی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا موقع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرلیگا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درر مین مذکور ہے ھم غیر موکل کی قید ہو اسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاوے جسمین چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شیء معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہہ ہے کہ نکاح اون عقد مین سے ہے جنکی اضافت موکل کے طرف ضروری ہے اور اسکا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جب کہ اوسکے طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہر صورت موکل کے واسطے ثابت ہے اگرچہ وکیل اوسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی مختصرا فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ یعنی تو اگر وکیل نے شیء معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اوس ثمن کے جس کا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے درضمن مخالفت امر کذا فی العینی ھم یہہ تفریع ہو حیث لم یکن مخالفا پر ولو لشراء شیء بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اوسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے اوسکی نیت کریگا خرید کرنے کے وقت یا اوسکو موکل کے مال سے خرید کریگا ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر باہم وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہین تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونون مین اتفاق ہو

اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو دو روایتیں ہیں ہم تفصیل اس مسئلہ کی تعیین اور بحر الرائق میں اسطرح ہے کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اس
نسبت ایک شخص کے مال کی طرف کی خواہ وکیل کے مال کیطرف یا موکل کے مال کیطرف تو وہ چیز اوسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کیطرف نسبت کی تو اگر
وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اوسیکی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا
اتفاق ہوا تو محمد کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نقد پر حکم ہوگا انتہے جب یہ تسلیم ہوا تو مصنف کے اس قول کو الا اذا نواہ
للموکل واجب ہے کہ اوس صورت پر محمول کیجیے جب کہ وکیل عقد کو اپنے مال کیطرف نسبت نکرے خواہ اوسکو موکل کے مال کے طرف نسبت کرے یا مطلق مال کیطرف
خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہ ہے کہ موکل کے مال کی طرف منسوب
نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں صحیح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے
اور نیت میں تکاذب اور توافق سے صورت کا مراد ہے جب کہ عقد مطلق مال کے طرف مضاف ہو اور دو روایتوں سے صاحبین کا قول مراد ہے
کذا فی الحلبی زعم انہ اشتری عبد الموکلہ فہلک وقال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وہو حی قائم فالقول
للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن او لا لاخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اوس نے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک
ہوگیا اور اوسکے موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو باتفاق مامور کا قول
معتبر ہے مطلقا خواہ اوس نے ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے ایسی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہے یعنی استیناف عقد یعنی سرنو
عقد جدید کرسکتا ہے یعنے اگرچہ وکیل نے اوسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اوسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہے اسطرح پر کہ کہے کہ میں نے اوسکو موکل کے
واسطے خرید کیا اسواسطے کہ شئے معین کی خرید میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان کان میتا والحال ان الثمن منقود فکذا الحکم
اور اگر غلام میت ہو اور حالانکہ ثمن نقد ہے تو اسیطرح حکم ہے یعنے مامور کا قول معتبر ہے وان لم یکن منقودا فالقول للموکل لانہ ینکر
الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہے اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہوتی
ان العبد غیر معین وہو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا لانہ امین اور اگر غلام غیر معین ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مر
گیا ہو تو ایسا ہی حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہو اسواسطے کہ مامور امین ہے والا فللامر لانہ متہم اور اگر ثمن نقد نہو تو آمر کا قول
معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے ہم تہمت یہ ہے کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اوس میں نقصان دیکھا تو آمر پر ڈالا قال لرجل
بع ہذا العبد فباعہ ثم انکر الامر ای انکر المشتری ان عمرا امرہ بالشراء اخذہ عمرو لان انکارہ الامر لما تقدمہ الاقرار یرد کیلہ بقولہ
یعنی لعمرو ایک شخص نے کہا کہ یہ غلام مجھے عمرو کے واسطے بیچ دو پس اوس نے بیچ دیا پھر امر کا منکر ہوا یعنی مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اوسکو خرید کرنے کا
امر کیا تو عمرو اوس غلام کو لیگا اور اوس کا انکار آمر کے لئے لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اوسکے انکار کے اوسکی توکیل کے اقرار سے یوں کہ جب یہ
بیع عمرو کے واسطے یعنی جب اوس نے اول یوں کہا کہ فلان شخص کے واسطے بیچ تو یہہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اوسکا وکیل ہوں پھر اوس نے وکالت کا انکار
کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ ای بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان
المشتری ارتد برد عمرو مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اوسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اوسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا ہے
الا ان یسلمہ المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری
عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اوسکو لیلے اسواسطے کہ دینا بطور بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادا ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنی بغیر ثمن مروج
امرہ بشراء شیئین معینین او غیر معینین فاشتری احدہما للموکل کہا مترجم اگر کسی موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین چیزوں
کی خرید کا جب کہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہوگا کذا فی البحر ہم مترجم مذکور ہوچکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا

وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کرے تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لو تیسّر ثمنًا فاشتری له
احدھما بقدر قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیھا صح عن الامر والا لا اذ لیس للوکیل الشراء بغبن فاحش اجماعًا
بخلاف وکیل البیع کما سیجیئ معین دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اوسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک
چیز خرید کی بقدر اوسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کے طرف سوا مر
اگر ایسا نہین یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کے طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا
بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اوسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا ولو امرہ ان یشتریھما بالف وقیمتھما سواء فاشتری
احدھما بنصفہ او اقل صح اور اسطرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونون کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے
اون دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے ہم کمتر قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اسمین موکل کا فائدہ ہے لہذا صحیح ہے
ولو بالاکثر ولو یسیرًا لا یلزم الامر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لحصول المقصود
اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خریدی کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونون معین چیزون
سے ہزار کی باقی سے قبل خصومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا
بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اوس نے ایک غلام پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو وہ کم پانسو درم سے
خرید کرے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم سے وجوّزاہ
ان بقی ما یشتری بمثلہ الاخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اوتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجلا
مدیونہ بشراء شیٔ معین بدین لہ علیہ وعینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ فیبرأ الغریم بالتسلیم الیہ
اگر ایک شخص نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اوس دین کے جو اوسکا اوس پر ہے اور بیع کو اوس نے معین کردیا یا بائع کو معین کردیا تو خرید صحیح ہے
اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائیگا قبض دین مین بنابر دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعین
لان توکیل المجھول باطل ولذا قال والا یعین فلا یلزم الامر ونفذ علی المامور فھلاکہ علیہ خلافا لھما بخلاف غیر معین بیع یا بائع کے
اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر بیع یا بائع کو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر
نافذ ہوگی تو اوسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑیگا بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آمر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی
المحطاوی وکذا الخلاف لو آمرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینھا فی المعاوضات
عندھما اور اسیطرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اوس دین کے جو اوس پر ہے
بنا ہے خلاف ہے نقود کے متعین ہونے پر وکالات مین امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک
دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہے اور آمر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا آمر کے تصرف کے
مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالات مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون کو یہہ تملیک دین ٹھہری
بدون اسباب کے کہ اوس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیئے اور یہہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصًا ولو آمرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالی وھو معلوم اور اگر اوس نے اوسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اوس دین کے خیرات کرنے کا امر کیا جو اوسکے
ذمے پر ثابت ہے تو اوسکا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالی کیواسطے اور وہ معلوم ہے نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح نہو ہم یعنی
جب مدیون سے کہاکہ دین کو تصدق کر دے تو گویا اوس نے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب تصدق مین نائب ہے خدا کا جل شانہ کما صح امرہ

او امر الآجر المستاجر بان یشتری بما استاجرہ ما علیہ من الاجرۃ وکذا لو امرہ بشراء عبد یعتقہ اللہ انہ ویعتق علیہ صح اتفاقا فی الشہر فی
انہ لا یجب الاجر کلہ وقبلہ قبیل الثمن جرکالثوجیر فی القبض حیس صحیح ہے اور ویسا اگر اجر کرے اجارہ دینے والا مستاجر کو اوسکی مرمت کا اوسکو
اور ثبت اجارہ دلیا اوسی مستاجر سے جو مستاجر پر ہے اور ایسا ہی اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کی خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور
اوسکی تیمار کرے تو مراد اوسکا بالاتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی چیز
قبض ہے جسمیں اجارہ دینے لگے انتہٰی اور دی گئی ہے موجر بفتح جیم عبارت سے یعنی مستاجر سے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی
شرح جامع الصغیر لقاضی خان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لا یجوز وبعد الوجوب قیل علی الخلاف الی آخرہ فراجعہ میں کہتا
ہوں اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ اگر موجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہے تو جائز نہیں اور بعد وجوب کے بعضوں کے نزدیک
یہ بھی خلاف امام اور صاحبین کے ہے الخ تو اوسکی طرف مراجعت کرو مترجم جان خلاف یہ ہے کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امام کے نزدیک صحیح نہیں بدون
تعیین مبیع یا بائع کے اور بالتعیین بیع امور پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت آمر پر نافذ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو امرہ بشراء ایہ بالف
ودلم الالف فاشتری وقیمتہ کذلک فقال الآمر اشتریت بنصفہ وقال المامور بل بکلہ صدق لانہ امین اور اگر اوسکو امر کیا
اوسکی خرید کا بعوض ہزار کے اور اوسے ہزار دے سو وکیل نے اوسکو خریدا اور قیمت اوسکی ہزار ہی ہے سو موکل نے کہا کہ تو نے نصف میں خریدا
اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خریدا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے ولو کان قیمتہ نصفہ فالقول للآمر
بلا یمین درر وابن الکمال تبعا لصدر الشریعۃ حیث قال صدق فی الکل بغیر الحلف وتبعہم المصنف لکن جزم الوانی بانہ
یحلف وصرح ایضا بعد الحلف اور اگر قیمت اوسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہے بدون قسم کے چنانچہ صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا
صدر الشریعۃ کے تابع ہوکر صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا ہے کہ موکل کی تصدیق ہوگی ان صورتوں میں اور عدم قیمت دونوں صورتوں میں بدون
قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہے انا ضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہے کہ قول بعد حلف تحسین ہو اور ٹھیک بات یہ ہو کہ بعد
حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی ہم مطحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریر کی نسبت میں کوئی نص صریح بیان نہیں کی تو ادعا تحریف درر کی افاضل ثلاثہ
بدگمانی ہے اور تخطیہ بے محل ہے وان لم یدفع الالف وقیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین قالہ المصنف تبعا للدرر لما تقرر لکن
فی الاشباہ القول للوکیل بیمینہ الا فی اربع فبالبینۃ فتنبہ اور اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہیں دیے اور حالانکہ قیمت اوسکی پانسو ہے
تو موکل کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ایسا ہی کہا ہے مصنف نے درر کا تابع ہوکر چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں لیکن اشباہ میں ہے کہ وکیل کا قول
معتبر ہے قسم کے ساتھ مگر چار صورتوں میں گواہوں کے ساتھ قول اوسکا معتبر ہے تو خبردار رہنا اس اختلاف سے ہم طحطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح
نہیں ماقبل پر کیونکہ وہ موکل میں ہے اور یہ وکیل میں تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہے
تو معنی یہی ہیں اسکو لازم نہیں انتہٰی معنا ولو کان قیمتہ الفا تحالفا لتوقف الفسخ العقد علیہما فیلزم المبیع المامور اور اگر قیمت اوسکی ہزار
ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کھائیں پھر دونوں میں عقد فسخ کیا جاوے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی وکذا لو امرہ بشراء معین من غیر بیان
ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا وان صدقہ بائعہ علی الاظہر وقال الآمر بنصفہ تحالفا لوقوع الاختلاف فی الثمن وموجبا
التحالف اور ایسا ہی اگر اوسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنیکا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ میں نے اوسکو اتنے ثمن کو خریدا اگرچہ بائع اوسکا
وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اوسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونوں قسم کھائیں بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن میں
اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہے ہم تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہے قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہے اور قاضی خان نے
اتباع فقیہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہے کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہو گا کذا فی الطحطاوی وان اختلفا فی مقدارہ ای الثمن فقال الآمر

امرتك بشرائه بمائة وقال المأمور بالف فالقول للآمر بيمينه فان برهنا قدم برهان المأمور لانها اكثر اثباتا اور اگر دونون نے اختلاف کیا
مقدار ثمن مین یعنے تسمیہ مقدار ثمن مین تو موکل نے کہا کہ مین نے تجھکو اوسکے خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تونے ہزار درم سے
خرید کرنیکو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتہہ پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے وکلہ رجل
بشراء اخيه فاشترى الوكيل فقال الآمر ليس هذا المشترى باخى فالقول له بيمينه ويكون الوكيل مشتريا لنفسه والاصل ان
الشراء متى لم ينفذ على الآمر ينفذ على المأمور بخلاف البيع كما مر فى خيار الشرط اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بہائی کی خرید کرنیکا
سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہہ جسکو خرید کیا میرا بہائی نہین تو موکل کا قول اوسکی قسم کے ساتہہ معتبر ہوگا اور وکیل اوسکا مشتری ٹہیریگا
اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ خریداری جب کہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط
کے باب مین مذکور ہوچکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد عليه اى على الوكيل لزعمه عتقه على موكله فيؤاخذ به
خانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اوسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیہ ولو
امر عبد بشراء نفسه لامر من مولاه بكذا ودفع المبلغ فقال الوكيل لسيده اشتريته لنفسه فباعه على هذا الوجه عتق
على المال والولاء لسيده وكان الوكيل سفيرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنیکا اپنے مالک سے بعوض اتنے
مال کے اور مبلغ اوسکو دیا سو وکیل نے اوسکے مالک سے کہا کہ بیچ اوس غلام کو خرید کیا اوسیکی ذات کے واسطے سو مالک نے اوسکو بیچا اسی
طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اوسکے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے ھ جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اوسکے
طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور
غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فی الخطابی وان قال الوكيل اشتريته ولم يقل لنفسه فالعبد ملك للمشترى و
الالف للسيد فيهما لانه كسب عبده وعلى العبد الف اخرى فى الصورة الاولى بدل الاعتاق كما على المشترى الف
مثلها فى الثانية لان الاول مال المولى فلا يصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ بیچ اوس غلام کو خرید کیا اور یہہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے
خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونون صورتون مین مالک کا مال ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے غلام کی کمائی ہے اور غلام پر دوسرے
ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اوسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہے مولے کا
تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکھتا وشراء العبد من سيده اعتاق فتلغو احكام الشراء فلذا قال فلو شرى العبد نفسه الى
العطاء صح الشراء اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہوجائینگے تو اسیواسطے مصنف نے
کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا فی البحر ھ اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے
کذا فی الخطابی كما صح فى حصته اذا اشترى نفسه من مولاه ومعه رجل آخر وبطل الشراء فى حصة شريكه جیسے صحیح ہے خرید
غلام کے حصے مین جب کہ غلام نے اپنے ذات کو مول لیا اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام کے ساتہہ دوسرا مرد مشتری ہے اور باطل ہوگی خریداری غلام کے
ساتھی کے حصے مین ھ مراد یہہ ہے کہ غلام اور اوسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہے بخلاف مالو شرى
الاب ولده مع رجل آخر فانه يصح فيهما بوع الخانية من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البيع فى الثانى لا الاول لان الشرع
جعله اعتاقا ولذا ابطل فى حصة شريكه للزوم الجمع بين الحقيقة والمجاز بخلاف اوس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور
مرد کے ساتہہ شریک ہوکر کہ یہہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہے استحقاق کی بحث سے اور
دونون صورتون مین وجہ فرق یہہ ہے کہ بیع منعقد ہوجاتی ہے دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنی غلام کی شرکت

ہیں اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو عتاق قرار دیا ہے و لہذا یہ باطل ہے غلام کے شریک کے حصے میں بسبب لازم آنے جمع بین الحقیقة
والمجاز کے ہم شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہے کہ یہ ہو کیا وجہ ہے کہ یہ مذکور حق غلام میں اعتاق اور اوسکے شریک کے حق میں بیع
ملک ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا مجازی یعنے عتاق میں اور حقیقی
یعنی ثبوت ملک میں اور یہ حالانکہ جمع بین الحقیقة والمجاز جائز نہیں قال لعبد اشتر لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان بکذا ففعل
ای باعہ علی ہذا الوجہ فھو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علمہ العبد فلا رد لان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد
للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے
شخص کے واسطے سو اوس نے کیا یعنی اوسکے مالک نے اسکو اسطرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہو سو اگر موکل نے اوس میں کوئی عیب پایا اگر اوس عیب کو
غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہیں اسواسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار
کذا فی الاختیار شرح المختار ہم غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقل لفلان فعتق
ای ان صرح بہ اخر فقد علیہ تسلیم الثمن فیھما لزوال الحجر بعقد یا لثمن مقترنا باذن المولی اور اگر غلام نے نہ کہا کہ بیچ مجھکو
فلانے شخص کے واسطے بلکہ یوں کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھ یا یوں کہا کہ مجھکو بیچڈال کذا فی التحطاوی تو غلام آزاد ہو گیا اسواسطے کہ وکالت کے سوا
اوس نے دوسرا تصرف کیا تو اوسپر نافذ ہو گیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونوں صورتوں میں یعنے صورت وکالت اور عدم وکالت میں بسبب زائل
ہونے منع تصرف غلام کے اوس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر ہم یہ جواب ہے سوال
مقدر کا تقریر اوسکی یہ ہے کہ وکیل یہاں غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہو تو چاہیے کہ حقوق بیع اوسکی طرف راجع نہوں فرع متعلقہ
بشارح الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درہم فباع بالفین و مائة نقد ولو بمائة دینار لا ولو خیر اخلا
ورنہ وکیل نے جبکہ امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کے طرف ہوا ایک ہی جنس کی اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ عوض ہزار درہم کے تو وکیل نے
گیارہ سو درہم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر عوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہوں ہزار درہم سے کذا فی مجمع
الانہر ہم یہ مسئلہ درر میں خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر حسب ذکر کرتا واللہ اعلم

فصل

یہ فصل ہے بیع اور شرا وغیرہا کی وکالت
کے احکام میں لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارة والصرف والسلم ونحوھا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمة وکیل بیع اور شرا اور اجارہ
اور صرف اور سلم اور اونکے مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اوس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہے بسبب تہمت کے
ہم مثلا اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہیں تو گویا
اوس نے اپنی ذات سے بیع کی میں دربارہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اوسکے ہاتھ بیچ کریگا جسکی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ
موکل کے باپ بیٹے یا غلام ماذون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولے معلوم ہو گیا کذا
فی المنح الا من الاجر وجوزاہ بمثل القیمة لا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے لا
اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لھم بمثل القیمة اتفاقا وکیل کو انکا ماسوا کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جبکہ موکل وکیل کو
علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یوں کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہو گا اوسکا بیچنا اون لوگوں کے ہاتھ مثل قیمت بالاتفاق امام اور
صاحبین کے الا فی عقد المعاوضة بالاکثر من القیمة ای بیعہ لا یشتر لہ بالاکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل کا انکے ساتھ
در صورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اوسکی اکثر قیمت ذکر بالاتفاق ہم شارح نے بیع
کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید میں کما لو باع باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا

لها ابن ملك وغيره چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھہ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہین اور اسیطرح بنقصان قلیل بیع جائز
نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ وفی السراجیۃ لو صرّح بھم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ
غیر المدیون اور سراجیہ مین ہے کہ اگر موکل نے تصریح کردی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھہ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور
اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہین وصحّ بیعہ بما قلّ او کثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت کثیر قیمت سے اور العوض
اسباب کے ھم یعنی امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہی انسان
بیع سے عاجز ہوجاتا ہے تو نقصان قبول کرکے بیچتا ہے کذا فی الطحطاوی وخصّاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو
قیمت اور نقود کے ساتھہ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی البزازیہ ھم محل خلاف درصورت عدم تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد
کی تعیین کردیگا تو اوسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرھم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ
شراء من وجہ صیدفیہ اور جائز نہین عقد صرف مین جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ عقد صرف
بیع ہی ایکبار اور خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ھم اور معلوم ہوچکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہین وصحّ بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع
للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لھا ویتعیّن النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع
ادھار سے اگر بیع مین وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار سے بیچنا جائز نہین چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا
ایک مرد کو کہ اوسے بیچدے عورت کے واسطے اور اس صورت مین نقد ثمن سے بیچدینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ھم اسواسطے کہ
دفع حاجت نہین ہوسکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسیطرح نقد ثمن سے
بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اوس مقام مین جسمین دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین وھذا
ایضا ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طوّل المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہہ بھی یعنے تجارت مین ادھار سے بیچنا اوس صورت
مین جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اوتنی مدت کے ساتھہ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہین سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا
اسی کا فتوی ہے کذا شرح ابن ملک ومتی عیّن الآمر شیئا تعیّن الا فی بیعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جب کہ موکل
کوئی چیز مقرر کردیگا تو وہ متعین ہوجائیگی مگر اس صورت مین کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے
بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ھم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اوس نے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہہ ہے کہ بالاجماع
جائز نہین کذا فی الطحطاوی قلت وقدّمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا مین کہتا ہون اور ہم پہلے ذکر کرچکے کہ
اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھہ اوسی جنس مین تو جائز ہے اور نہین تو جائز نہین وانّما تتقیّد بزمان ومکان اور البتہ
وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھہ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدھا فی الاصح وکذ
الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ مین ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن مین اور بعد اسکے بھی
وکیل ہے اور اسیطرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواھر الجواھر قال بعہ بشھود او برأی
فلان او علمہ او معرفتہ وباع بدونھم جاز بخلاف لا تبع الا بشھود او الا بحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ
الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذھب واشتری بلا معرفتہ فھلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر
الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواھر الجواھر مین ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہون کے روبرو یا بیچ اوسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اوسکی دانست
اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہون کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے

ر و ر دکہ بدون اوسکے بیع جائز نہو گی ایسکا فتویٰ ہے مین کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ فتوی طلبکا حکم کہ موکل نے ایک
مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اوس نے بدون معرفت اوس شخص کے خرید کیا ہو اور
ذکر زیان ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخلاف اس قول کے کہ خرید مگر نا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تاوان مانگا پوچھنا
کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد مین کی جو پہلا مفید نہین بلکہ اوسکو مفید ہے تو وکیل پر اوسکی مراعات واجب نہیں خواہ اوسکی تاکید نفی سے کرے
یا نکرے چنانچہ اوسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے ادھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا مگر ادھار ہزار درم سو اوس نے ہزار نقد سے بیچی تو جائز ہوگی
بیع اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سو مفید نہین تو اگر اوسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اوسکی
اور اگر نفی سے تاکید نکی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اوسکو فلانے بازار مین بیچنا سو اوس نے دوسرے بازار مین بیچا تو جائز

تاکید نفی کی ہو تو موکل کی بیع
واقعہ مین تعیین ...

توی المال علی الکفیل

رہن ضائع ہوگیا اوسکے ہاتھ مین یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کے منافی ہے ہم ہلاکی مال کی صورت یہ
کہ مقدمہ رجوع کرے اوس قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس مر جائے لہذا بعضون نے کہا کہ
کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنے حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس
مر جائے کذا فی الطحطاوی عن الواقعی من شرح الہدایہ وتقید شراءہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وھو ما یقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید
بمثل قیمت ہو یا غبن قلیل کے ساتھ غبن قلیل وہ ہے کہ اوسکے برابر کوئی قیمت کرنیوالا واقف کار کرتا ہو کذا فی الدرر وغبن یسیر کا دانستہ ادا
غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا کالخبز واللحم
والجبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایہ اور یہ جو وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ
جب کہ نرخ اوسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اوسکا معروف اور مشہور ہو تو گرن مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع
نافذ نہ ہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی البحر والبنایہ وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل
وقالا لا الا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وھو استحسان ملتقی وہدایہ وظاہرہا ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اوسکو
غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچا قبل خصومت کے
تو بیع جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایہ اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ
اوسکے مخالف ہے کذا فی البحر امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے
کہ قیمت کو کم کرڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف
مراد ہے جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین وقید ابن الکمال الخلاف بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا انتہی
اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہو جاوے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے تو اس
تقیید کو نوٹ کرنا چاہیے کتب فقہ مین ہم بحر الرائق میں ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہو تو احتراز واقع ہوا اوس سے جسکی تبعیض مین ضرر
نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ
اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہی اوسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام اور صاحبین کے معنے اگر قبل

خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کرلیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو رُدَّ مبیعٌ بعیبٍ علی وکیلہ بالبیع ببیّنۃٍ او نکولہ او اقرارہ فیما لا یحدث مثلہ فی مدۃ المدۃ ردّہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اوسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں کے یا قسم نکھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اوس عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اوسکو پھیر دیگا موکل پر ولو باقرارہ فیما یحدث لا یردّہ ولزم الوکیل اور اگر رد مبیع ہوا وکیل کے اقرار سے اوس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہو اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے ولہذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف مضاربت ولہذا مضارب ایداع کا مالک ہو وفرّع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیئۃ فقال امرتک بنقدٍ وقال اطلقت صُدِّق الآمر اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ میں نے نقد کے ساتھہ بیچنے کا امر کیا تہا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنے اسواسطے کہ وکالت میں خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صُدِّق المضارب عملًا بالاصل اور مضاربت کے اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد سے بیچنے کو کہا تہا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تہا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لا ینفذ تصرّف احد الوکیلین معًا لو وکّلہما بکلامٍ واحدٍ ولو الآخر عبدًا او صبیًّا او مات او جنّ نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جنکو موکل نے ساتھہ وکیل کیا چنانچہ یوں کہا موکل نے کہ میں نے تم دونوں کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہوگیا ہو اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں وکیلوں کی رای سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رای سے اور یہ اوس تصرف میں ہے جسمیں اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اسمین رای کی حاجت ہو اور توکیل بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکّلہما علی التعاقب بخلاف الوصیّین کما سیجیء فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اوس صورت میں نافذ ہے جب کہ موکل نے دو شخصوں کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ نہوگا چنانچہ باب الوصایا میں آویگا و فی خصومۃ بشرط رأی الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر خصومت میں نافذ ہے بشرط شرکت رای وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ہم خصومت میں تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہو کہ شور و شغب کا موجب ہوگا مجلس قضا میں کذا فی الدرر منح الغفار میں عینی سے مذکور ہے کہ خصومت میں وکیل ثانی کی رای مشروط ہو تو اگر بدون رای ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتہیا الی القبض فحتی یجتمعا جوہرۃ خصومت میں احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل منتہی ہوں قبض کے طرف یعنی جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہیں یہان تک کہ دونوں وکیل مجتمع ہوں کذا فی الجوہرۃ وعتق معیّنٍ وطلاقٍ معیّنۃٍ لم یعوّضا بخلاف المعوَّض وغیر معیّنٍ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے ہم عتق اور طلاق معینہ بلاعوض میں رای کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک کیا کا تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اوسمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہیں وتعلیق بمشیّتہما ای الوکیلین فانہ یلزم اجتماعہما عملًا بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچہ کہا ہے مصنف نے ہم چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اوسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا فعل شرط ہو اسواسطے کہ جو چیز دو شئے کے ساتہہ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شئے کے وجود کے ساتہہ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت وظاہرہ عطفہ علی لم یعوضا کما یعلم من العینی واللہ یحتوی العبارۃ ولا تُلْفیا بمشیّتہما ذلک بر میں کہتا ہوں اور ظاہرا عطف تعلیق بمشیتہما کا

لم ینو شائع ہے چنانچہ عینی اور نہر وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے تو حق عبارت یون تہا و لا علیقا بمشیتہما سو تامل کرو تو اب ترجمہ یون ہو گا کہ تصرف ہر دو وکیلین
نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین جبکہ بدل نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گئے وفی تدبیر وردّ عین کودیعۃ
وعاریۃ ومغصوب ومبیع فاسد کما فی الخلاصۃ اور تصرف ہر دو وکیلین نافذ نہین مگر تدبیر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب
اور مبیع فاسد کے پہیر دینے مین کذا فی الخلاصۃ بخلاف استردادہا فلو قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شیٔ منہ وحدہ
سراجیہ بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پہیر لیگا تو اوسکے پورے کا تاوان دیگا یعنے درصورت
ہلاکی شے کے مسترد بسبب نہونے امر موکل کے اوسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تہا یعنے موکل نے یہہ کہا تہا کہ ایک وکیل تنہا بعض شے پر قبضہ کرے
کذا فی السراج ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ شے مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہو لائق تو یون تہا کہ
بر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شے کے قبض پر مامور تہا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اوسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نہ تہا بلکہ اجتماع
وکیلین امر تہا پیر جب اوس نے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اوسپر لازم آیا وفی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولوالجیہ اور
تسلیم ہبہ یعنی موہوب مین احد الوکیلین کا نافذ ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اوسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی الولوالجیہ وقضاء دین
بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے ادا کرنے مین ایک وکیل کا نافذ ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اوسمین انفراد کافی نہیں کذا فی العینی
ہم استرداد مین اور قبض ہبہ اور اقتضای دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اوسمین موکل کی
غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا ایک شخص کے حفظ کی برابر نہیں وبخلاف الوصایۃ لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء
والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونیکے اور اسی
طرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کی تو یہہ چہہ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے
انفراد اور تنہائی جائز نہیں کذا فی البحر ہم اشیاء مذکورہ پانچ ہین نہ چہہ تو شاید کہ شارح نے وصایت مین دو صورتین شمار کین ایک صورت یہہ کہ دو کو
ساتہہ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہہ کہ سلسلے التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ مین رای اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہیں مثلاً
بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہو گا کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف الا فی مسئلۃ ما
اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اوس مسئلہ مین جب کہ وقف کرنیوالے نے
وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتہہ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی
الاشباہ ۔ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذ لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادای دین کا وکیل خواہ ادای دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اوسپر زبردستی
نکیجائیگی ادای دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہہ واقعہ کبہی فتوی طلب تہا چنانچہ اوسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے
اوسپر اعتماد کیا ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اوسمین یون ہے کہ وکیل پر جبر نہیں اگرچہ وہ بازرہے اوس فعل سے جسمین وہ وکیل
ہوا مگر تین مسئلون مین انتہی اور ملتقط مین علت اوسکی یہہ مذکور ہے کہ اوس کام کا کرنا اوسپر واجب نہیں لیکن تنویر البصائر مین ہے کہ وکیل پر جبر
ہوگا ونیز جب کہ اوسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر
علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور
جبر وکیل کا مفاد یہہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادای دین کے واسطے تو اوسپر جبر نہو گا بیچنے پر چنانچہ
وکیل پر جبر نہیں مثل طلاق کے اگرچہ وکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے اور جبر نہیں عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے

اور اوسکے ہاتھ نہ پہنچے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہے یعنی افعال مذکورہ اوسپر لازم الفعل نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکله بدفع عین ثم غاب او ببیع رهن شرط فیه او بعده فی الاصح او بخصومة بطلب المدعی وغاب المدعی علیه اشباه خلافا لما افتی به قاری الهدایة مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اوسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا یا اوس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہے یا بعد عقد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اوسکو وکیل کیا خصومت مین مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوای قاری ہدایہ م بیان شارح ظاہرا دلالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اوسکی فقط متن کے مسئلے مین ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے درصورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین شرح مذکور ہے کذا فی الحلبی قلت وظاهر الاشباه ان الوکیل بالاجر یجبر فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہہ ہے کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اسکو م اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہے کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اوسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اوسکو پہنچ گیا بدلا اوسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی البحر ولاتنس مسئلة واقعة الفتوی وراجع تنویر البصائر فلعله اوفی اور نہ بہولنا واقعة الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کے طرف کہ اوس نے پورا اسکو بیان کیا ہے م واقعة الفتوی یہہ ہے کہ جب وکیل ہوا دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اوسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھہ ملاکر پانچ مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضای دین پر اپنے مال سے تو اوسپر جبر نہین اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو اوسپر جبر ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی فروق الاشباه التوکیل بغیر رضی الخصم لایجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسه او مسافرا او مریضا او مخدرة اور اشباہ کے فروق مین ہے کہ وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر یہہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو م یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا کہ اول کتاب الوکالة مین مذکور ہوچکا الوکیل لایوکل الا باذن آمره لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے م وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز نہوا کہ اوسکو تصرف مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی رای سے راضی ہوا اور لوگ رای مین مختلف ہوتے ہین اور مراد یہہ ہے کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا ہے اوسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلا بیع کا وکیل دوسرے کو بیع مین وکیل نہین کرسکتا لیکن تقاضای ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکله فی دفع زکوته فوکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولایتوقف بخلاف شراء الاضحیة اضحیة الخانیه وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوة مین وکیل کیا سو اوس نے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی هذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوة فقیر کو دیدی تو جائز ہے اور یہہ جواز موقوف نرہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیة الخانیة یعنے موکل نے زید کو قربانی خریدکرنے پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوس نے جائز رکھی تو جائز ہے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیاله صح ابن ملك اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جبکہ وکیل کرے اوسکو جو اوسکی عیال مین ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول له ای لوکیله فیجوز بلا اجازته لحصول المقصود درر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹہیرانے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر م اسواسطے کہ رای کے طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہان حاصل ہے بخلاف اوس صورت کے جبکہ دو وکیل مقرر کئے اور ثمن ٹہیرادیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کے طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہوگیا کہ

غرض موکل اجتماع رای وکیلین سے زیادت مند اور ہتیار مشتری ہین کذا فی الہدایہ والتفویض الی رأیه کالعمل برأیک کالاذن فی التوکیل
الا فی طلاق وعتاق لانهما مما یحلف به فلا یتقدم غیره مقامه قنیه اور سپرد کرنا وکیل کی رای کے طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے
یون کہنا کہ عمل کر اپنی رای اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے مین مگر طلاق اور عتاق مین اذن کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق
اور عتاق بخلاف اون امور کے ہے کہ اون سے قسم کہائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجای وکیل نہین ہوسکتا کذا فی القنیه مع حکم تنزل تو دیدن سکے ہر
اور اگر وکیل کو صریحا اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بلاشبہ صحیح ہے کذا فی المحیط ولو قال وکل الوکیل غیره بلا وصف بلا
اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرته او غیبته فاجازه الوکیل الاول صح وتعلق حقوقه بالعاقد علی الصحیح پس اگر وکیل نے اپنے
غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پہر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچہے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکہا
تو صحیح ہے اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول رای وکیل اول ہے سو یہان حاصل ہے
الا فی مالیس بعقد من طلاق وعتاق لتعلقهما بالشرط فکان الموکل علقه بلفظ الاول دون الثانی مگر اوس تصرف مین جو عقد
نہین ہے سو طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کے شرط سے یعنی دونون
تعلیق بشرط کی قابل ہین تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے ولذا برای الکابری قدمها
وخصومة وقضاء دین ولا تکفی الحضرة من مالک خلافا للخانیه اور دین سے برا کرنے مین کذا فی القنیه اور خصومت اور برای دین
مین تو کافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکره ابن ملک برخلاف خانیہ کے مع خلاف خانیہ فقط خصومت مین ہے اسمین یون ہے کہ اگر وکیل
ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسی نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل
ہے کذا فی المحیط ولو فعل اجنبی فاجازه الوکیل الاول جاز الا فی شراء فانه ینفذ علیه ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور
اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکہا تو جائز ہے مگر خرید کرنے مین کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نرہیگا جب کہ وہ
نفاذ پاوے وان وکل به ای بالامر والتفویض فهو ای الثانی وکیل الآمر وحینئذ فلا ینعزل بعزل موکله او موته وینعزلان بموت
الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنے موکل اول کا وکیل ہے اور
اس وقت مین تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مر جانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل اول
کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضا مین وفی البحر عن الخلاصة والخانیة له عزله فی قوله اصنع ما شئت لرضاه بصنعه وعزله
من صنعه بخلاف اعمل برأیک قال المصنف فعلیه لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فله عزل نائبه بلا تفویض العزل
صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے
اس قول مین کہ جو تیرا جی چاہے کر بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اوسکا معزول کرنا بہی اوسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول
کہ عمل کر اپنی رای پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاوے کہ جو تیرا جی چاہے تو اوسکو اپنے نائب کا معزول
کرنا جائز ہے بدون اس بات کے کہ اسکو معزول کرنا صریحا مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل
وکالة عامة مطلقة مفوضة انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات به یفتی زواهر الجواهر وتنویر البصائر
اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتوی ہے کذا فی زواہر
الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق وتقید طلاقه بالمجلس بخلاف قوله وکلتک
فی امر امرأتی فلا یتقید به درر کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا

اوسکا مجلس مین یعنے اگر اوسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین
تو طلاق مقید نہو گی اوسی مجلس کے ساتھ کذا فے الدرر یعنے اگر بعد اوس مجلس کے بھی طلاق دیگا تو صحیح ہوگا من لا ولایة له علی غیرہ لم یجز تصرفه
فی حقه وحینئذ فاذا باع عبدًا ومکاتب اوذمی او حربی عینی مال صغیرۃ الحر المسلم اوشری واحد منهم به او زوج صغیرۃ
کذلک ای حرۃ مسلمة لم یجز لعدم الولایة جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اوسکا تصرف جائز نہین اوس غیر کے حق مین اور اس
وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فے العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص اونمین سے بعوض اوس مال کے کچھ خریدے
کرے یا نکاح کر دے اسیطرح کی صغیرہ کا یعنی آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی
ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایة فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیه ثم وصی وصیه اذا لوصی
یملک الایصاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیه ثم وصی وصیه ثم الی القاضی ثم الی من نصبه القاضی ثم وصی وصیه
اور صغیر کے مال مین اوسکے باپ کی ولایت ہی پھر باپ کے وصی کی پھر اوسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہی دوسرے کو وصی کرنیکا
پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اوسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی ہے پھر
اوسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اوسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام و وصی الاخ ولایة التصرف فی ترکة الام مع حضرۃ
الاب او وصیه او وصی وصیه او الجد اب الاب اور ماکے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین ماکے متروکہ
اور اسیطرح بھائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اوسکے وصی کے یا اوسکے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہی
وان لم یکن واحد مما ذکر فله ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو اشخاص مذکورہ سے تو اوسکو یعنے ماکے وصی کو ماکے متروکہ مین حفاظت
کی ولایت ہی وله بیع المنقول لا العقار اور ماکے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ غیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہے
کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری الا الطعام والکسوۃ لانهما من جملة حفظ الصغیر خانیه اور ماکا وصی کوئی چیز خرید نکرے سوای
طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فے الخانیه **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے وصی القاضی کوصی
الاب الا اذا قیده القاضی بنوع تقید به وفی الاب یتعمم الکل عمادیه قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی وصی کو
ایک قسم تصرف کے ساتھہ مقید کرے تو اوسکا وصی ہونا اوسی قسم کے ساتھہ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہی کذا فی
العمادیه یعنے اگرچہ باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینه لا ترجع حقوق
عقد باشراہ للیتیم الیهما بخلاف وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینه ثمن ما باعه للیتیم بعد بلوغه صح بخلاف
اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اوسکے امین کے طرف اون عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوئے بخلاف
وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اوسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے یتیم کے اوس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اوسکے امین نے یتیم کیواسطے
بیچا تو صحیح ہے بخلاف اون لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے
بری ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ اونکے واسطے حق استیفا ثابت ہی تو اون کا ضمان دینا اپنی ذاتون کے واسطے صحیح نہوگا کذا فے الطحطاوی
وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسه الا الوصی فله ان یشتری مال الیتیم لنفسه لا لغیرہ بالوکالة اور اشباہ
مین ہی کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوای وصی کے کہ اوسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے
واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخہ پر [illegible] لکھا ہوا اوسمین بجای
وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی ہوا تو ہے لا تقدم سے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم

ترجمہ ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو حربیہ کرے میں وکیل کرے سو وکیل نے اوسکو وکیل کیا اور وکیل سے حربیہ کی تو وہ

مثل مامور سے پہلے ادا ہو مامور لیے آمر سے اور وکیل آمر اول سے نہ لیگا کذا فی الخلاصہ من الاستاذ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہی خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ہے مصنف نے زائد ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہ کے بھی مسائل مذکور کیے ہیں خصومت عبارت ہی دعوی صحیح یا جواب صریح سے اس طرح کہ اس باب میں چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عندنا الیوم یعنی لفساد الزمان واعتمد فی البحر الرائق وکیل خصومت اور تقاضے کا یعنی دین لینے کا مالک نہیں قبض دین کا ہمارے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت کرتے ہیں الا البحر الرائق میں اسپر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا سے اخذ دین حساب اہل لغت کے ہی لیکن عرف میں تقاضا سے مطالبہ شدہ تعبیر اہدیہ مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہے حماد و چنیں ہیں ہو یاد میں صاحب سے الیفتاوی صغری سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سوداگروں میں رواج ہو کہ تقاضا کرنے والا وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحمل ربی وکالۃ الصلح احما عا بحر اور نہ خصومت اور تقاضے کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر ہو اسطے کہ صلح سنا ہے اوسکی جنس والسے وہ وکیل ہوا ور سول المتقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہو قبض کا خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلتک او کن رسولا عنی او ارسلتک او امرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یون کہا کہ ارسلتک میں تجھکو پیام رسان کیا یا یون کہا کہ کن رسولا عنی یعنے تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یون کہا کہ میں تجھکو امر کیا اوسکے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف زیلعی کے یہ امر تک بقبضہ کو ارسال کہا ہے ۔ ولا یملک وکیل الملازمۃ ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور قبض کا ہم ملازمت عبارت ہو ساتھ پھرنے سے اوسکو قرض اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح مجمع جیسے وکیل صلح مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر وکیل قبض الدین یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما لو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہیں کو کیل بقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ہم اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذو الید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اوسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الخلاصہ وآقا وکیل تسلیم واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ وذی عیب فیملکہما مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور بیع بالعیب کا وکیل تو مالک ہو خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا ولا امر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کرو بن مگر تمام ہو وکیل نے دین قبض کیا سوای ایک درہم کے تو اوسکا قبض موکل پر جائز نہیں بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہے لینے دین کا بھر لینا مدیون سے پورا اور اسطرح نہ قبض کرے ایک درہم سوای ایک درہم کے کذا فی البحر ولو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع منہ ثم برهن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ تخیرہ تو اگر مدیون کے گواہ نہوں ادای دین موکل پر پس مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادای دین کا اور وکیل نے اوسپر قبضہ کیا سو اوسکے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون

مطلوب نے ابراء دین کیے موکل پر گواہ قائم کئے تو مدیون کی کوئی سبیل نہین وکیل پر واپس دے تو موکل سے پھیر لیگا جو واپس دینے وکیل کو دیا اسواسطے کہ وکیل کا قبضہ اور تصرف موکل کے قبضہ کے مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لایجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ ولا یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جب خصومت کرنیسے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہوگی مگر مشہور تین کہ وکیل بالخصومۃ بطلب مدعی خصومت ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین جب کہ وہ باز رہے اوس سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلون مین جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہوچکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اوسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے ضمنی جو ضامن ہوا خصومت کا اوسپر جبر ہوگا اور تصویر اوسکی یون ممکن ہے کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اوسپر ثابت ہو مطلوب نے یا ضمنی کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کیجائیگی اوس مال مین جو مدیون پر ثابت ہوگا کذا فی البحر الرائق وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ھذا التوکیل فلو اثبت الوکیل المال لہ ای للموکل ثم اراد الخصم الدفع لا یسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات مین اور اپنے حقوق کے لینے مین لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اوسمین جو موکل پر دعوی کیا جاے تو یہہ توکیل جائز ہے سواگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پہر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اوسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اوسمین وکیل نہین کذا فی الدرر ثم لو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پہر مخاصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوای حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہین وان انعزل الوکیل بہ ای بھذا الاقرار حتی لا یدفع الیہ المال وان برھن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہوجاے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ موکل نے اوسکو وکیل کیا اس کا کہ خصومت کرے موکل کے جانب سے دعوی سچ سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اوس نے بیچی ہے تو واس اقرار سے معزول ہوگیا وکالت سے تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہین لیسکتا کذا فی الطحطاوی وکذا اذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزازیہ اور اسیطرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار مستثنی کرلیا اسطرح کہ میں تجہکو خصومت غیر جائز الاقرار مین وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ ہم بحر الرائق مین کہا خلاصہ یہہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہوگا ۲ یہہ کہ اقرار کو مستثنی کرلے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہہ کہ انکار کو مستثنی کرلے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۴ یہہ کہ خصومت جائز الاقرار مین وکیل کرے تو خصومت اور اقرار مین وکیل ہوگا ۵ یہہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار مین وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اقر عندہ ای القاضی لا یصح ویخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثنا اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا تو اوس کا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر ہوجائیگا کذا فی البحر ہم طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اوسپر کچہہ حق واجب نہوا سواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہین سواگر مخاصم اوس پر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اوسپر حکم نکریگا وبطل توکیل الکفیل بالمال

لئلا یصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہ ہو جائے صورت اسکی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اوس کا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصل سے تو توکیل صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل دوسرے کے واسطے عمل کرے اور اگر یہہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ٹہیرے یعنے وہ ساعی ہو جو اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہوگیا پس وکالت باطل ہوگئی کذا فی العینی کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ ای الدین من نفسہ او عبدہ لان الوکیل من یعمل لغیرہ بطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح ویصح عزلہ قبل ابرائہ نفسہ اشباہ جیسے صحیح نہیں توکیل اگر سوکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اوسکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے کہ وکیل جب کہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جب کہ دائن مدیون کو ابراء ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے اور صحیح ہے مدیون کو معزول کرنا وکالت سے قبل سبقت کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ قولہ اذا وکل ابراء ضمیر راجع ہے دائن کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے یہ المعنی میں ہے کہ اگر وکیل کو ابراء سے ہی دین کا وکیل کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے اپنی ذات کے واسطے لیکن قابع الذمہ کرنیکے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اوسکے دین کے ساقط ہونے سے اور وکالت کی شرط یہہ ہو کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہہ کہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہو نقتے جب یہہ معلوم ہوا تو شارح کا یوں کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل ہے بلا وجہ ہے مگر یہہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحاوی او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ او وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالۃ کونہ قاضیا و مقتضیا قنیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال ہے کذا فی القنیہ ہم اگر کوئی کہے محیل کے ذمے سے دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اوسکی توکیل کیوں صحیح نہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی براءت نفس کے اسواسطے کہ اگر محال علیہ مر جاوے یا منکر حوالہ ہو اور بیان نہ ہو تو دین محیل پر آ جاوے گا خلاصہ عبارت قنیہ یہہ ہے کہ اگر دائن نے کسی کو اپنے مدیون سے لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اوس وکیل کو اپنے طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہہ میرا اسباب جیکر صاحب دین کا دین ادا کر سو اوس نے بیجا اور ثمن لیا اور پھر تلف ہوگیا تو مدیون کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اوسکا قاضی اور متقضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قصا او ر اس میں کہ ابی الطحاوی خلاف الکفیل بالنفس والرسول والوکیل الامام بیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح منہما لان کلا منہم سفیر بخلاف عامر ضامن کے اور رسول بقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ اون کا دینا صحیح ہے اسواسطے کہ ہر شخص اون میں سے سفیر اور معبر محض ہے یعنے حقوق عقد اوسکی طرف راجع نہیں چنانچہ ضمان صحیح نہ ہو الوکیل بقبض الدین اذا کفل عنہ وتبطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی للزومہا فصلح ناسخۃ قبض دین کا وکیل جب کہ ضامن ہو جاوے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہوگئی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہوسکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس کے یعنے جب کہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہوگی پس معلوم ہوا مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلما صحت کفالۃ الوکیل بالقبض بطلت وکالتہ تقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور اسیطرح جب کہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اوسکی باطل ہو جائیگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا موخر اسواسطے کہ جسکو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اوسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتری لم یجز لما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جب کہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کے جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنے اور شرط وکیل یہہ ہو کہ عامل لغیرہ ہو تو وہ اپنی ذات کے واسطے وان ادی بحکم الضمان

[illegible]

رجع لبطلانه وبدونه لا لتبرعه پہر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پہیرلے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا
کیا تو مشتری سے نہ پہیرلے بسبب اوسکے تبرع اور احسان کے ادعی انه وکیل الغائب بقبض دینه فصدقه الغریم امر بدفعه الیه
عملا باقراره ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اوسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی
وکالت کی تصدیق کی تو اوسپر ادای دین کا حکم کیا جائیگا بنا برعمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفای دین کا دعوی
کریگا یعنے بمجرد دعوے ایفای دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقه فی التوکیل فبها ونعمت والا امر الغریم بدفع الدین
الیه ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکاره مع یمینه پہر اگر غائب آیا سو اوس نے اوسکے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب
ہوا اور نہین تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادای اول کے اوسکے منکر ہونے سے قسم کے
ساتھہ ہم یعنے جب غائب نے قسم کہائی کہ یہہ شخص میرا وکیل نہین تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹہیرا لہذا اوسپر دوبارہ ادای دین لازم
ہوگا ورجع الغریم به علی الوکیل ان باقیا فی یده ولو حکما بان استهلکه فانه یضمن مثله خلاصه اور مدیون وکیل سے
دین پہیرلے اگر دین اوسکے ہاتہہ مین باقی ہو اگرچہ بقای دین حکمی ہو نہ حقیقی اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کرڈالا ہو تو اوسپر ضمان مثل
لازم ہوگا کذا فی الخلاصه وان ضاع لا عملا بتصدیقه اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اوسکو نہین لیسکتا اوسکی تصدیق پر
عمل کرنے سے یعنی جب اوس نے دین دیا اوسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹہیرا لہذا رجوع نہین کرسکتا الا اذا کان قد
ضمنه عند الدفع لقدر ما یاخذه الدائن ثانیا لا ما اخذه الوکیل لانه امانة لا تجوز بها الکفالة زیلعی وغیره مگر مدیون نے وقت
وکیل سے دین پہیرلے جب کہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اوسکے جسکو دائن دوسری بار لے نہ اوس مال کا جسکو وکیل نے
لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیره ہم والضامنی کی صورت یہہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اوسکا وکیل
ہی لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجہہ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی
کذا فی الطحطاوی او قال له قبضت منک علی انی ابراتک من الدین فهو کما قال الاب للختن عند اخذ مهر بنته اخذ
منک علی ان ابراتک من مهر بنتی فان اخذته البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا هذا بزازیه یا وکیل نے مدیون سے
کہا کہ مین نے تجہہ سے مال لیا اس شرط پر کہ مین تجہکو بری الذمه کردیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی
کے مہر لینے کے وقت کہ مین اس شرط پر تجہہ سے لیتا ہون کہ مین نے تجہکو بری الذمه کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوباره
لیگی تو داماد باپ سے پہیرلے گا سو اسطرح یہہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیه وکذا یضمنه اذا لم یصدقه علی الوکالة بحر فهو لحی
السکوت والتکذیب ودفع له ذلک علی زعمه الوکالة فهذه اسباب للرجوع عند الهلاک اور اسیطرح وکیل نے ضامنی
لی جب کہ موکل اوسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اوسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دونون صورتون
سکوت اور تکذیب کو تو یہہ اسباب ہین رجوع دین کے جب کہ دین ہلاک ہوجای وکیل کے پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہہ کہ عند الدفع
وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہہ کہ قبض کری بشرط ابرای مدیون تیسرا یہہ کہ ضامن ہو درصورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل
هلاکه او دفعه لموکله صدق الوکیل بحلفه پہر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق ہوگی
وکیل کی قسم کے ساتھہ ہم تصدیق وکیل سوای مسائل ثلثه رجوع مذکوره مین ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوه المذکورة کلها الغریم
لیس له الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوه مذکوره مین مدیون کو پہیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہین تا حضور موکل غائب
ان برهن انه لیس بوکیل او علی اقراره بذلک او اراد استحلافه لم یقبل لسعیه فی نقض ما اوجبه للغائب اور اگر

مدیون گواہ لایا اس پر کہ وہ شخص وکیل نہیں اونکا یا گواہ لایا وکیل کے اوپر اقرار پر جیسے عدم وکالت کے اقرار پر یا وصی نے وکیل سے قسم لینیکا
ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب کرنے مدیون کے اوس چیز کو ثابت ہیں جسکا اثر نے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مرفوع حق ہو غائب کا
اور واقع اوسکا پیچھے بنا پر ثابت ہے کہ لانہ البطالۃ تعدی لو برھن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بحران اگر مدیون گواہ لاوے
اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کرچکا ہو اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہو تو برہان مقبول ہے کہ لانہ ابحر ہے اسواسطے مقبول ہے کہ نقض
موکل کے جانب سے ہو کیونکہ ثابت بالبیان ثابت بالعیان کے مانند ہے کہ لانہ بطالب ولو مات الموکل وورثہ عن تعیینہ او وھبہ
لہ اخذہ قائما ولو ھالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اوسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ
کردیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہوا اور اگر ہلاک ہوگیا ہو تو اوس کا تاوان لے مگر جب کہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق
کرچکا ہو تو قائم مال کو لیگا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما لم ان الدائن وکلہ عینی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار
کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائیگا کہ اوسکو معلوم نہیں کہ دائن نے اوسکو وکیل کیا ہے کہ لانہ ابحر قال انی وکیل بقبض الودیعۃ
فصدقہ المودع لم یؤمر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا میں وکیل ہوں قبض امانت کا سو امانت دار نے اوسکی تصدیق
کی تو اوسکو وکیل کے دینے کا حکم ہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے جیسے کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی
ہے اور بیان مذہب مذکور ہے توجیہ سامعہ نہیں ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا المتراد اور اگر امانتدار وکیل کو دیگا تو استرداد کا مالک
نہ ہوگا کسیطرح خواہ اوس نے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی شراءھا من المالک وصدقہ
المودع لم یؤمر بالدفع لانہ اقر ادعی الغیر اور اسیطرح حکم ہے اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانتدار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکے
دینے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر ہم بہ ملت ہر دونوں مسئلوں کی ولو ادعی انتقالھا بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ
امر بالدفع الیہ لاتفاقھما علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق ولا بد من التلوم فیھما لاحتمال ظھور وارث
آخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانتدار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو اوسکے
دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل وامانتدار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق ترکہ نہو اور ضرور ہے انتظار سے دونوں صورتوں
میں بسبب احتمال ظاہر ہونے دوسرے وارث کے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو انکر موتہ او قال لا ادری لا یؤمر بہ ما لم یبرھن
اور اگر امانتدار نے اوسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ میں نہیں جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہ ہوگا جبتک وارث گواہ نلاوے موت پر ودعوی
الایصاء کالوکالۃ فلیس لمودع میت ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوی ایصا کا وکالت کے دعوی کے مانند ہے تو میت کے
امانتدار اور اوسکے مدیون کو جائز نہیں دینا ودیعت اور دین کا قبل اوسکے ثابت ہونیکے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا وکیل ولو لا وصی فدفع الی البعض
الورثۃ تبریٔ عن حصتہ فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارث کو دیا اپنے سب دین یا تو مدیون فقط اوسی وارث کے حصے سے
بری الذمہ ہوجاویگا سے باقی وارثون کا مواخذہ اسپر باقی رہیگا ولو وکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کاداء
او ابراء او اقرار بانہ ملکی دفع الغریم المال ولو عقارا الیہ ای الوکیل لان جوابہ تسلیم ما لم یبرھن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا
وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اوسکے موکل کے حق کو ساقط کرے جیسا کہ ادائے دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری
ملک ہے یعنے مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کرلینا ہے دین اور وکالت کا جبتک
گواہ نلاوے اپنے دعوی پر یعنی جب مدیون نے ادائے دین کا دعوی کیا مثلا تو اوسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اوسے دینا لازم ہوا اور حموی
نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونیکے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جسکو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکورہ سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائے دین بحجۃ

دعوی ثابت نہوا تو اوسکے حق مین تاخیر نہوگی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافا لزفر اور مدیون کو جائز
ہے قسم لینا مثلا ادای دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر کے ولو وکلہ بعیب
فی امۃ وادعی البائع ان المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل
النقض بخلاف ما مر خلاصۃ الحما اور اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے
راضی ہوگیا تہا تو وکیل بائع پر رد بیع نکریگا جب تک مشتری قسم کہاے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین یہہ ہے کہ قضا یہان وہ فسخ
ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہوچکا بخلاف مذہب صاحبین کہ اونکے نزدیک رد بیع ہوگا ہم یعنے اگر رد بیع کے ہم قائل ہون
تو قضا فسخ ٹھیریگی کیونکہ رد سے عیب کے اوسطرح کا فسخ عقد ہوا اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے
نزدیک قضا نافذ ہے ظاہرا و باطنا دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اوسمین تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا
ظاہر ہو قسم نکہانیکے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم معین مگر مجبتر تسلیم تو قضا عقود وفسوخ مین نہ ٹھیری
کذا فی الحلبی فلو ردہا الوکیل علی البائع بالعیب بحضرۃ الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقا فی الاصح لان
القضاء لا عن دلیل بل للجہل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطنا نہایۃ پہر اگر وکیل نے لونڈی پہیر دی بائع کو یعنی بحکم قاضی پہیر
موکل آیا اور اوس نے بائع کی تصدیق کی بابت راضی ہوجانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح
مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ نادانستگی رضامندی سے ہی پہر اوسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن مین کذا فی النہایۃ
والمامور بالانفاق علی اہلہ او بنائہ او القضاء لدینہ او الشراء او التصدق عن زکوتہ اذا امسک ما دفع الیہ ونقد من
مالہ ناویا الرجوع کذا قیدہ الخامسۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعا بل یقع التقاص استحسانا لانہ لم یضف الی غیرہ
اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنای عمارت پر یا مامور ہو اوسکی ادای دین کا یا خریداری کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جب کہ وہ رکہہ چہوڑے
وہ مال جو اوسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے مال موکل کے موجود ہونیکے وقت رجوع کی نیت کرکے اسیطرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ
خامسہ یعنی زکوۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہوجائیگا بطریق استحسان کے جب کہ مامور نے اوس مال کو غیر موکل کے
طرف نسبت کیا ہو یعنی صرف کرتے وقت یون کہا ہو کہ یہہ مین اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کے طرف نسبت کیا ہو یا مطلقا دیا ہو جس رجوع کی نیت
یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اوسکو عوض ٹہرا دی اوس مال کا جو اوس نے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی قید ظاہرا
اتفاقی ہے فلو کانت وقت انفاقہ مستہلکۃ ولو بصرفہا فی دین لنفسہ او اضاف العقد الی دراہم نفسہ ضمن وصار مشتریا
لنفسہ متبرعا بالانفاق لان الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیہ پہر اگر مامور کے خرچ کرنیکے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہون
اگرچہ اونکا استہلاک مامور کے دین ذاتی کے طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کیطرف نسبت کیا ہو یعنی یون کہا ہو خرید
کے وقت مثلا کہ مین اسکو اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹہر جائیگا اور اہل وعیال کے
خرچ کرنے مین متبرع اور متطوع ہوجائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نکر سکے گا اسواسطے کہ دراہم وکالت مین متعین ہوجاتے ہین کذا فی النہایۃ
والبزازیۃ ہم انفاق کے مانند شرا اور صدقہ ہی چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے جب کہ وکالت مین دراہم متعین ٹہرے ہی اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک
ہوگئی تو وکالت باطل ہوگئی پہر اگر مامور صدقہ کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہین لیسکتا کذا فی الطحطاوی بنحو فی الملتقی لو امرہ
ان یقبض من مدیونہ الفا ویتصدق فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحسانا مان ستعین ہی کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا
کہ میرے مدیون سے ہزار درہم لے اور صدقہ کر دے سو اوس نے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پہر لے اوسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے

هم بحرالرائق مین یہہ روایت مستثنے بالمتون کیطرف منسوب ہے اور اسیطرح رد المحتار کے بعضے نسخون مین ہے اور اسیطرح منح الغفار مین ہے بلا استدراک اور اسیطرح اوسکی یہہ ہے کہ جو دراہم کہ بیون پر دین ہین اگر وہ قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من ماله والحال ان مال الیتیم غائب فهو ای الوصی کالاب مستثنی الا ان یشهد انه قرض علیه او انه یرجع علیه جامع الفصولین وغیره وعلله فی الخلاصة بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینة ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مالسے اور حالانکہ مال یتیم اوسوقت موجود نہین تو یہہ باپ کے مانند متطوع اور مستثنی ہے مگر یہہ کہ وصی صرف کیے وقت گواہ کر لے اسکے کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہے یا کہ وہ پہیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہے کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پہیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ہم غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹہریگا **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی الوکالة المجردة لا تدخل تحت الحکم وبیانه فی الدرر وکالت مجردہ یعنے جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہے وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اوسکا درر مین ہے ہم درر مین صغریٰ سے منقول ہے کہ قبض دین کے وکیل نے جب کہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سو اوسنے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لایا ہے تو مقبول نہین یعنی قاضی اوسکو سماعت نکریگا انتہے بقدر الضرورة وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہے توکیل بیع سلم کرنے مین ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ کچہہ روپیہ کسی آدمی کو دیئے تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا بقبول عقد السلم صحیح نہین توکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپیئے لے طعام سلم مین سو وکیل نے روپیے لیئے اور موکل کو دیئے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور روپیئے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹہرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی پہر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظر ان یسلم من غلة فی زیتة وحصیر تو وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کرے وقف کی محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین ہم یعنی اگر وقف سے دراہم اوسکے ہاتھ پر حاصل ہوئے اور اوسنے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کیواسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور توکیل بالسلم صحیح ہے ولیس له ان یوکل به من یحتاله اعتماداً علی القریة فیامره بعقد السلم ویتسلم منه علی ما قرر له بالمنالانه وکیل الواقف والوکالة امانة لا یصح بیعها وتمامه فی شرح الوهبانیة اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اوس شخص کو جسکو اوسنے امین مقرر کیا ہے قریۂ وقف پر کچہہ مال معین کرکے ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اور سلم کا ہم جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا اور راس المال سلم کا اوس امین سے لے باطن مین معوض اوس خدمت کا جو ناظر واسطے مال وقف سے مقرر ہوا ہے اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہے جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ہم امین کو جو بابت ارض وقف مین عقد سلم ہے اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کا امین سے مال لینا اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے قبض کرنے کو تو جب ناظر نے امین سے کچہہ مال لیا بالعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اوس نے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً

باب عزل الوکیل

یہہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام مین الوکالة من العقود الغیر اللازمة کالعاریة فلا یدخلها خیار شرط وکالت اون عقود مین سے ہے جو لازم نہین چنانچہ عاریت تو وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ہم عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہے تا صاحب خیار فسخ عقد کر سکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہے تو اوسمین خیار شرط کی کچہہ حاجت نہین ولا یصح الحکم بها مقصوداً وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحة علی غریم وبیانه فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر درضمن دعوی صحیحہ کے مدیون پر اور بیان اسکا درر میں ہے ہم قبل باب کے صفحہ پر یہہ گذرا درر سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا منکر تو وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہہ یہہ ہے کہ

متمم

باب عزل الوکیل

حکم سے وکالت لازم ہوجاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعًا غیر لازم ہے پہر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آیندہ قول مین فللموکل
العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجیٔ تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب
چاہی تا وقتیکہ اوس سے حق غیر متعلق ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غایب کا
کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اوسکو معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چہپ رہے تو اوسکا حق فوت ہوجاوے اور اگر مدعا علیہ موجود
ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اوسکے معزول کرنے کا اختیار ہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی
ما صححہ البزازی وسیجیٔ عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق مین بنابر اوس
قول کے جسکی تصحیح کی ہے بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ہم وکالت دوری یہہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ
مین نے تجکو فلانے کام کا وکیل کیا جب کہ مین تجکو معزول کردون تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت
وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنی عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل
کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ
قبل وجود الشرط فی المعلق بہ ای بالشرط یفتی شرح وہبانیہ اگرچہ اوسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اوس وکالت مین جو
معلق بشرط ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ویثبت ذلک ای العزل مشافہۃ بہ وبکتابۃ مکتوب بعزلہ وارسالۃ رسول
ممیز عدلا او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنی معزول
کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور معزولی کے خط لکہنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل یا مالک
آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اوسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب کرے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین
ذکر کیا ہے ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول الموکل ارسلنی الیک لا بلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ
عزل ثابت ہوتا ہی جب کہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بہیجا ہے تاکہ مین تجہکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو
اخبرہ فضولی بالعزل فلابد من احد شطری الشہادۃ عدد او عدالۃ کاخواتہا المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی
معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہے ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کی چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین
جو اول مذکور ہوچکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہی ہم اخوات متقدمہ اخبار مولی بجنایت عبد اور شفیعکو بیعکی خبر پہونچانا اور باکرہ
نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر واسطے مشتری اکو اور صبی ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضے اور متولی وقف کی خبر
ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین شرط ہی کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقد منا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور ہمنے
مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اوسکی خبر مقبول ہے اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من
الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آیندہ سے فللوکیل ای بلا خصومۃ
وبشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وببیع مالہ وبشراء شیٔ بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم
موکلہ خصومت کے وکیل اور شیٔ معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق
اور مال موکل کی بیع اور شیٔ غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہی اگرچہ اوسکا موکل
معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاض وامام نفسہما والا لا کما بسطہ فی الجواہر اور اسیطرح دانست بادشاہ کی
قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنیکی شرط ہے اور نہین تو معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکو مشرح بیان کیا ہی یعنی اگر قاضی نے

آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا مسجد نے آپکو امامت سے معزول کیا تو یہ صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکذا نقیض الدین ملک عزلہ
ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کملک تو وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہو اگر اسکو
موکل نے بلاحضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ
اوسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے ہم کہتے ہیں یون ہے کہ اگر معزولی بلا علم مدیون صحیح ہو تو
مدیون مفرور بسبب فریب خوردہ ہو جائیگا درصورت ادای دین بوکیل الا اذا علم بہ بالعزل المدیون فحینئذ ینعزل تفرع علیہ بقولہ
مگر جب کہ مدیون معزولی کو معلوم کرجاوے تو اب اوسوقت مین وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفعہ
المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ برئ وبعدہ لا لالدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو
دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہوگیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہوگا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنے
جب اوسکو معلوم ہوگیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اوس نے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل
کو دینے سے دین ادا نہیں ہوتا ولو عزل العدل الموکل ببیع الرهن نفسہ بحضرۃ المرتهن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ
بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اوس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا مرہون کی بیع کرنے
اپنی ذات کو معزول کیا مرتهن کے سامنے اگر مرتهن راضی ہوگیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتهن کے ساتھ اوسکے
اور اسیطرح سے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اقید عدالت
وکیل کی بمقتضاء غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح
لانہ لاحق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی یعزلہ بکلما وکلتک فانت معزول عینی اور نہیں ہے اوس قسم سے جسمین
حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اوسمین کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور
سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے بسبب اوسکے معزول ہو نیکے اس قول سے کہ ہر بار کہ مین تجھکو وکیل کرون
تو تو معزول ہے کذا فی العینی ہم طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اوسمین حق وکیل متعلق نہیں
وقولہ الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیتہ توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل کجحود الموکل بقولہ اما وکلتک لا
یکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشیئ فقد عرفت تھاونک فعزلک زیلعی اور وکیل کا یون کہنا بعد قبول کے
کے موکل کے سامنے کہ مین نے تیری وکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ مین نے
تجھکو وکیل نہین کیا عزل نہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجکو کسی چیز کا وکیل نہین کرتا سو البتہ مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم
کی تو عزل ثابت ہوگا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان الجحود عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک نقلا
لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اوس پر محمول کیا ہو جب وکیل موکل کے ساتھ موافق ہوا
کرے ترک وکالت پر یعنی انکار موکل اوس صورت مین عزل ہے جب کہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ
وکلام الثانی وطلاوبان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایۃ لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا
ثابت کیا ہو اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہو اور وجہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ماورای نکاح کے انکار فسخ ہو پھر
قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہین ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اسکو یاد کر رکھنا چاہیئے ہم اور اسیطرح حموی نے
اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہو کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر مین ہو کہ یہ رجوع نہین

تو ہمین دو روایتین ہین اور اسیطرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت بعد جحود و متابعین یستاجرین مین خلاف ہے
اور صحیح یہہ ہے کہ جحود رجوع سے اسواسطے کہ جحود فسخ ہوا انتھے علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت مین ہے یا سب مین انتہی اور
ظاہر جمیع کی تصحیح متبادر ہے چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی مؤید ہے کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنهایة الشیء الموکل فیه کما لو
وکله بقبض دین فقبضه بنفسه او وکله بنکاح فتزوجها الوکیل بزازیه اور معزول ہوجاتا ہے وکیل بدون معزول کرنیکے اوس
چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اوسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اوسپر بذات خود قبضہ کرلیا یا اوسکو نکاح کا
وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھہ نکاح کردیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی
عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھی بیع کی اور معلوم نہین کہ
پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری بیع مین شریک اور مختار ہین چاہین بیع قائم
رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدهما وجنونه مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنة علی الصحیح درر
وغیرها لکن فی الشرنبلالية عن المضمرات شهرا وبه یفتی وکذا فی القهستانی والباقانی وجعله قاضی خان فی فصل فیما
یقضی بالمجتهدات قول ابی حنیفة وان علیه الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کو مرجانے
سے اور اوسکے سال بہر کے جنون سے بنابر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین مضمرات سے ہے کہ مہینے بہر کے جنون سے معزول ہوتا
ہے اسیکا فتوی ہے اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہے اور قاضی خان نے اوس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ
کا قول قرار دیا ہے اور یہہ کہ اسی قول پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے م مطبق بالکسر کامل مستوعب ہے اور بعضون نے معنے دائم تفسیر کیا ہے بحر الرائق مین
مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بفتح با بولتے ہین والحکم بلحوقه مرتدا ثم لا تعود بعوده مسلما علی المذهب ولا بافاقته بحر اور وکیل
معزول ہوجاتا ہے وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پہر وکالت عود نہین کرتی اوسکے پہر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ اوسکے
جنون جاتے رہنے سے بنابر مذہب صحیح کذا فی البحر م یعنے جب کہ مرتد ہوگیا پہر وکیل یا موکل پہر دار الحرب مین جاکر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کردیا
تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسیطرح وکالت مرتد بہی موقوف ہے اگر مسلمان ہوگیا تو
نافذ ہے اور اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جاملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالة اذا کانت لازمة
لا تبطل بهذه العوارض فلذا قال الا الوکالة اللازمة اذا وکل الراهن العدل او المرتهن ببیع الرهن عند حلول الاجل فلا ینعزل
بالعزل ولا بموت الموکل وجنونه اور شرح مجمع مین ہے کہ جانے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تواسیوجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلا جب راہن نے
شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت آنیکے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنیسے اور موکل کی موت اور اسکی جنون سے م مرتہن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اوسکا عطف کرنا صحیح نہین سوا
کہ مرتہن بیچکا مالک نہین کذا فی الطحطاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزل بموت الموکل بخلاف الوکالة بالخصومة
او الطلاق بزازیة جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے
کذا فی البزازیہ م یعنے وکالت بالخصومة اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اوسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت والحاصل کما فی
البحر ان الوکالة ببیع الرهن لا تبطل بالعزل حقیقیا وحکمیا ولا بالخروج عن الاهلیة بجنون وردة وفیما عداها من اللازمة لا تبطل
بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاهلیة قلت فاطلاق الدر فیه نظر م مین کہتا ہون اور خلاصہ یہہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے کہ
بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اور
ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت سے خارج ہوجانے سے

یہ کہتا ہوں تو درر کے طلاق میں بحث ہے ہم درر میں یوں کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا ہے اور تعلق حق میراث
بالخصومۃ بالتماس طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اوسمیں ایسا حکم نہیں کذا فی البحر وینعزل ما فترق احد الشریکین ولو بغیر کیل
ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے اور شریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بوکیل ثالث
ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم ہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے ہم طلاق ماتن اسکو شامل ہے کہ دونوں شریکوں میں
افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہو جاوے قبل خرید کے تو وکالت ضمنیہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہے کہ دونوں
یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا وینعزل بعجز موکلہ لو مکاتبا وحجرہ ای موکلہ
لو ماذونا کذلک ای علم اولا لانہ عزل حکمی کما مرّ اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادای بدل کتابت سے
اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون ہے التجارۃ ہو اسیطرح معزول ہو جاتا ہے یعنی اوسکو علم ہو عزل کا
یا نہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وھذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین
واقتضائہ وقبض ودیعۃ فلا ینعزل بالعجز والحجر اور یہ جو معزول بسبب عجز اور حجر اوسوقت ہے جب کہ وکیل ہو عقود اور خصومت میں
اور جب کہ وکیل ہو ادای دین اور طلب دین وقبض ودیعت میں تو معزول نہیں ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے ولو عزل المولی وکیل عبدہ
الماذون لم ینعزل اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا وینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ
فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لا کما لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری
لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اوس شے میں جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے
عزل ہوتا ہے کہ وکیل اوسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاوے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو
ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھ
وکیل تصرف نہیں کر سکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ اعتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اوسکو موکل نے خود
آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اوسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق
دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتدّ الزوج ولحق دقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا
دار الحرب میں لاحق ہوا تو اوسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہو ہم بحر الرائق وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جاوے تو وکیل کی طلاق
مرتد پر ناحق عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اوسکی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام میں لحوق اوس لحوق پر محمول ہے جسپر قاضی کا حکم
نہیں ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اوس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی ولا تعود الوکالۃ اذا عاد الیہ
ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع شیء ثم باعہ ثم ردّ علیہ بما ہو فسخ لم یبق علی وکالتہ اور پھر آتی ہے وکالت جب کہ موکل کیطرف
اوسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیچنے کا وکیل کیا سو اوسکو بیچڈالا اور اوسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اوس سبب سے کہ وہ فسخ ہو چنانچہ بحکم
قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہے گا اپنی وکالت پر اذ بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر بمانند مسئلہ عدت کے
یعنی زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی ہے طلاق دیسکتا ہے بخلاف ما لو تجدد
الملک بخلاف اوسکے اگر ملک جدید حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیچنے کا وکیل کیا پھر آپ اوسکو بیچڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت معود
نکریگی اسواسطے کہ یہاں قدیم ملک نے عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی **فروع** مسائل شتی شارح کے فی الملتقط عزل وکیلہ وکتبہ کتابا
مالم یعلمہ الکتاب مسقط میں ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہو گا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنی اسواسطے کہ یہ عزل قصدی

ہے اوسمین علم وکیل شرط ہی اور علم خطاب سمجھنے سے ہی وکل غائبا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پہر اوسکو معزول کیا
قبل اوسکے قبول کرنیکے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہین یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہی اور بعد قبول صحیح نہین بدون علم کے در صورت
عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ مقمقمۃ لیدفعہا الی انسان یصلحہا فدفعہا ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اوس
آدمی کو دے جو اوسکو درست کرے سو وکیل نے اوسکو دیا اور بہول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل کے دینے سے تاوان نہین اسواسطے کہ اوس نے موافق
اوسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اوسکی ثابت نہین ابرأہ مما لہ علیہ برئ من الکل قضاءً واما فی الآخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم
ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اوس دین سے جو اوس پر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت مین تو بری
الذمہ نہوگا مگر بقدر دین جتنا صاحب دین گمان رکہتا ہے کہ اوسکا آتا ہے اوسپر مثلاً اوس نے دین معاف کر دیا لیکن اوسکا گمان یہہ ہی کہ میرے دس درم
ہین پہر ظاہر ہوا کہ اوسکے سو درم ہین تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہوگیا بنظر اطلاق برارت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول
فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ مین ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری اونگلی پکڑے یا تجہہ سے فلانی بات کہے تو
اوسکو دیجیو تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہوگا اوسکے دینے سے وفی الوہبانیۃ ومن قال اعط المال
قابض خنصری فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخسر اور وہبانیہ مین ہے اور جسکے دائن نے کہا کہ وہ مال چہنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اوسکو تو مدیون
بری الذمہ نہوگا اور مال مین اوسکو خسارہ ہوگا یعنی دوبارہ اوسکو دینا پڑیگا ص وبعہ وبع بالنقد او بع لخالد فخالفہ قالوا یجوز التغییر اور جسنے کہا
کہا بیچ اوسکو اور بیچیو نقد یا یون کہا کہ بیچ اوسکو اور بیچیو خالد کے ہاتہہ سو وکیل نے اوسکے خلاف کیا یعنے اودہار بیچا یا زید کے ہاتہہ بیچا تو علما نے کہا
کہ اتنا تغییر کرنا وکیل کو جائز ہے م بعہ وبع بالنقد یہہ ایک ہی صورت ہے وبعہ وبع لخالد یہہ دوسری صورت ہی وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز
ہے کہ یہہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے گیہون خرید کرنا تو اوسکو جو خرید کرنا جائز ہے
کیونکہ یہہ کلام مشورہ ہے اوسکا بخلاف اس قول کے کہ بعہ بالنقد یا یون کہا کہ بعہ من فلان تو اب اوسکو مخالفت کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن
شرح الوہبانیہ ص وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم کذا قول رب الدین والخصم یجبر اور مال کے دینے مین وکیل کا قول مقدم ہے اسی
طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنے موکل پر جبر کیا جائیگا م صورت اوسکی یہہ ہی کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو
وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچہہ اوس نے نہین دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے مین یعنے وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا
اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اوس نے صاحب دین کو نہین پایا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مینے کچہہ نہین پایا لیکن یہہ فقط درحق برائت
ذمہ در حق سقوط حق دائن تو دائن اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق مین اور موکل سے زبردستی
حق اوسکا دلایا جاویگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاوے سو اگر اوس نے قسم کہائی تو قبض دین ثابت
ہوا اور اگر قسم کہائی تو حق اوسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاوے کذا فی الطحطاوی
ص ولو قبض الدلال مال المبیع کی یسلمہ منہ وضاع کیف لم اور اگر دلال نے مال بیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن
ضائع ہوگیا تو دلال اور بائع مین لفظا نصف کیا جاتا ہی م یعنے مصالحہ للنصف ہوگا درمیان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر
بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہین اور نہین تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری نے
لے تو وہ دلال سے پہر لے تا وقتیکہ دلال اوسکا فرستادہ نہو بائع کے طرف ثمن پہونچانے مین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم کتاب

الدعوی

یہہ کتاب ہی دعوی کے احکام مین لا یخفی مناسبتہا للوکالۃ لان المخاصمۃ مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین

هم مناسبت یہہ ہی کہ خصومت کے وکیل کو دعوی کے طرف حاجت ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ خصومت کا وکیل بہی دعوے کا وکیل ہے اور شرعا عند نا یہی تعریف ہے
قول یقصد به الانسان ایجاب حق علی غیره لغت مین دعوی وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے تو اس سے دیانات
و رسالت اور یمین دفع من حق نفسہ سے کچہہ تعرض نہین والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اسپر
تنوین داخل نہین کیجاتی وجمعها دعاوی بفتح الواو کفتوی وفتاوی درر اور جمع دعوی کی دعاوی ہے بفتح واو جیسے فتوی اور فتاوی کے کذا
فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرها ایضا فیهما محافظة علی الف التانیث لیکن مصباح اللغة مین واو کے کسرہ پر یقین کیا دونون میں
یعنی دعاوی اور فتاوی مین الف تانیث کی محافظت کے واسطے هم عبارت مختلف ہی مصباح مین لوں ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو جیسے ہی
کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو بہی الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی البحر لغة و شرعا قول مقبول عند القاضی یقصد به طلب
حق قبل غیره خرج الشهادة والاقرار اور اصطلاح شرع مین دعوی عبارت ہی اوس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اوس سے طلب حق کا ارادہ
غیر شخص سے مقصود ہو تو نکل گئی شہادت اور اقرار هم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا اور قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی
کے روبرو دعوی مسموع نہین اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اوس سے
اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسیطرح اقرار بہی ادفعه ای دفع الخصم عن حق نفسه دخل دفع دعوی التعرض فتسمع به یفتی بزازیة
دعوی عبارت ہی دفع کرنے مدعی سے خاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو یمین داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا اسی قول کا فتوی
ہی کذا فی البزازیة هم دفع تعرض کی صورت یہہ ہی کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہی اور مین اوسکے دفع تعرض کا مطالب
ہون یہہ دعوی مسموع ہے قاضی اوسکو ایسی تعرض سے بازرکہے جب تک اوسکے پاس حجت نہین ہے تو وہ تعرض سے روکا جائیگا اور جب اوسکو حجت
ملے تو تعرض کرے کذا فی البحر بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیة بخلاف دفع قطع نزاع کے وہ مسموع نہین کذا فی السراجیة هم صورت
اوسکی یہہ ہے کہ قاضی کے پاس جائے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجہہ پر کچہہ ہو تو دعوی کرے اور نہین تو ابرا کرے تو اوس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوی مین اسواسطے
کہ وہ صاحب حق ہی کذا فی البحر وهذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہہ یعنی تعریف دعوی مین ادفعه عن حقه کا قول
زیادہ کرنا ضرورت ہی جب کہ تعریف مذکور مین حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجئے هم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی جیسا کہ دفع کو تعریف شامل
نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنیکی حاجت ہوئی تا دفع بہی دعوی کی تعریف مین داخل ہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بہی شامل ہو
اسواسطے کہ دفع عدمی نہین ہے کیونکہ دفع سے کف عن المنازعة مراد ہے فلو ارید ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لهذا القید سو اگر حق سے
وہ ارادہ کیجئے کہ وجودی اور عدمی دونون کو شامل ہو تو اس قید کے زیادت دفع کی حاجت نہین والمدعی من اذا ترک دعواه ترک ای
لا یجبر علیها اور مدعی وہ شخص ہی کہ جب کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چہوڑ دیا جاوے یعنے حاکم اوس سے زبردستی دعوی نکرواوے والمدعی علیه بخلافه ای
یجبر علیها اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے چہوڑا نجاوے بلکہ اوس سے زبردستی خصومت کروائی جائے قلو فی البلد
قاضیان کل فی محلة فالخیار للمدعی علیه عند محمد وبه یفتی بزازیة ولو القضاة فی المذاهب الاربعة علی الظاهر قربه اقتیت بزازیة
بحر فا اگر ایک شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک قاضی ہو محلہ میں تو مدعا علیہ کو اختیار ہو جس قاضی کے پاس چاہے جاوے امام محمد کے نزدیک اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہان چارون مذہب کے قاضی ہون بنا بر قول ظاہر کے اور اسیکا مین نے فتوی دیا ہے کئی بار کذا فی البحر هم علامہ مقدسی
نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنے مدعی کو اختیار ہی اسواسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی اور مدعا علیہ
کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایة لقاضیین فاکثر علی السواء فالعبرة للمدعی علی نص لو امر السلطان باجابة المدعی
علیه لزم اعتباره لعزله بالنسبة الیها کما مرانتهی مصنف نے اپنی شرح مین اور اگر دو قاضیون کی یا زیادہ کی ولایت برابر جیسے محلات

شہر میں نفوذ حکم کا اعتبار ہے بان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اوسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اوس قاضی کے جسکو قاضی نے
پسند نہیں کیا اس دعوی کی سماعت کا اعتبار ہے چنانچہ جب بار مذکور ہوچکا کہ قضا قید پذیر ہے کذا فی البحر قلت و هذا الخلاف فيما اذا كان
كل قاضٍ على محلّة على حدة اما اذا كان في المصر حنفي و شافعي و مالكي و حنبلي في مجلس واحد و الولاية واحدة فلا ينبغي ان يقع
الخلاف في اجابة المدعي لانه صاحب الحق كذا بخط المصنف على هامش البزازية فليحفظ میں کہتا ہوں اور یہہ خلاف محمد و ابو یوسف کا
اوس صورت میں ہے جب کہ ہر ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حاکم ہوا اور جب کہ شہر میں حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس میں ہوں اور ولایت ایک
یعنی حکومت سب کی برابر ہو تو لائق نہیں کہ اجابت مدعی میں خلاف واقع ہو اسواسطے کہ بلاشک مدعی ہی تو صاحب حق ہے اسیطرح لکھا ہے مصنف نے
خط بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتحاد مجلس قید نہیں بلکہ عموم ولایت پر مدار ہے چنانچہ مذکور ہوچکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا
تو خوب ہوتا و ركنها اضافة الحق الى نفسه لو اصيلا او الى عليه كذا او اضافته الى من ناب المدعي منابه كوكيل و وصي عند النزاع
متعلق باضافة الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کے طرف نزاع کے وقت اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میرا مال اوسپر آتا ہے یا نسبت
کرنا حق کا اوسکے طرف جسکے مدعی قائم مقام ہے مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہے و اهلها
العاقل المميز و لو صبيا لو ماذونا في الخصومة و الا لا اشباه اور دعوی کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار باتمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اوسکے ولی نے
اوسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوی نہیں کذا فی الاشباه و شرطها اي شرط جواز الدعوى مجلس القضاء
و حضور خصمه فلا يقضى على غائب اور دعوی کی شرط یعنی جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اوسکے مخاصم کا تو حکم نکیا جاے
مدعا علیہ غائب پر و هل يحضره بمجرد الدعوى ان بالمصر او بحيث يبيت بمنزله نعم و الا لا يحضره او يحلف منه اور کیا قاضی
مدعا علیہ کو بمجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اوسی شہر میں یا شہر سے باہر ہو اسطرح پر کہ جوابدہی کرکے اپنے گہر رات کو جا پہونچے تو ہان بمجرد
دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اوسکو نہ بلاوے تاوقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کہائے کذا فی المنية ثم مدعا علیہ بعید کے حضار میں دو قول ہیں بعضوں کے
نزدیک احضار نہیں مگر بعد شہادت اور بعضوں کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہہ گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہے نہ حکم دینے کے واسطے شلبی نے
کہا کہ ہمارے زمانہ کے قاضیوں کا عمل برخلاف ما تقدم ہے کہ بمجرد دعوی مدعا علیہ کو طلب کرتے ہیں اور دریافت نہیں کرتے کہ دعوی صحیح ہے یا فاسد
اور یہہ اونکی غفلت ہے فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا في الطحطاوي و منها تسمية المال المدعى اذ لا يقضى بمجهول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا
اوس مال کا جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہیں دیا جاتا و لا يقال مدعى فيه و به الا ان يتضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا فیہ
اور مدعا بہ نہیں کہتے مگر جب کہ لفظ ادعا معنی اخبار کے متضمن ہو تو اب مدعا بہ بولنا درست ہے ہم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہیں اگرچہ فقہین بولتے
ہیں مگر یہہ سہو ہے لا وہ بہتر ہے صواب ہجر ہے کذا في الحموي و شرطها ايضا كونها ملزمة شيئا على الخصم بعد ثبوتها و الا كان عبثا اور
بہی دعوی کی شرط یہی ہوا دعوی کا لازم کرنیوالا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر ملزم نہوتا تو بے فائدہ ہوتا ہم جب ملزم ہونا
دعوی کی شرط ٹہیرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوی کرنا صحیح نہیں امکان عزل کے سبب سے کذا في البحر و كون المدعى مما يحتمل الثبوت
فدعوى ما يستحيل وجوده عقلا و عادة باطلة لتيقن الكذب في المستحيل العقلي كقوله لمعروف النسب او لمن لا يولد مثله لمثله
هذا ابني و ظهوره في المستحيل العادي كدعوى معروف بالفقر اموالا عظيمة على آخر انه اقرضها اياه دفعة واحدة او غصبها منه
فالظاهر عدم سماعها بحر و به جزم ابن الغرس في الفواكه البدرية اور دعوی کی شرط یہی ہونا اوس چیز کا جسکا دعوی کیا اوس قسم سے جو محتمل
الثبوت ہی تو اوس کا دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی میں چنانچہ یوں کہنا
معروف النسب کو کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا اوسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اوس جیسے آدمی سے پیدا نہیں ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی میں چنانچہ

سلہ و نظم الحموي شرط الدعوى بقوله سبعة طالبا بمجلس حكم ... من قاضي الماجلا ... و مجلس حكم ... معلومة الدعوى ... و الانكار و العقل ... لسان المدعي ... و الزام خصم بالتعلم ...

خلاصہ یہ ہوا کہ دعویٰ اسوال علیہ کا دوسرا متضمن ہے اسطرح کہ اوس مجیب اوسکا سوال ترتیب میں ہے میں ایک ہی دفعہ پایا جاتا ہے علیہ احوال مذکورہ کو ادس نے نصب
کر لیا تو ظاہر ا یہ دعویٰ غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور یہی پر یقین کیا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم و
ہو المدعی علیہ بلا او بنعم حتی لو سکت کان انکارا فتسمع البینۃ الا ان یکون اخرس اختیار و مستحقیقہ اور دعویٰ کا حکم
واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہیں یا ہاں کر کے تو اگر وہ چپ رہا نہیں بولا نہ ہاں تو یہ سکوت انکار ٹھہرے گا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ
گونگا ہو تو اوسکا سکوت انکار نہو گا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو محقق بیان کریں گے تسلسلہ تفصیل نکولہ کی شرح میں وسببہا تعلق البقاء
المقدر بتعاطی المعاملات اور دعویٰ کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات میں زیادت اور نقصان
اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیرہ کا جاری ہونا سبب ہے تو دعویٰ کا اوسی مترتب ہے بسبب بقاء عالم مکلفین کا متقضی ہے اسواسطے کہ اگر دعویٰ نکیجئے
تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے فلو کان ما یدعیہ منقولا فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مرہونا فی یدہ او
محبوسا بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعویٰ کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے قبضہ
میں ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اوس مال کے مرہون مدعا علیہ کے پاس یا اسیطرح محبوس بواسطہ ثمن کے ہو اوسکے پاس وطلب المدعی احضارہ
ان امکن نقلہ الی مجلس الحکم لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والاستحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اوسکے حاضر کرنیکا اگر ہے ہٹانا اوسکا
ممکن ہو بلا مشقت تو دیوان میں حاضر اوسکا واجب ہے تا اوسکے طرف اشارہ کیا جائے دعویٰ اور شہادت اور استحلاف میں وذکر المدعی قیمتہا ان تعذر
احضار العین بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت او کان ہالکا بالعرانہ اور مدعی اوسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو حاضر عین کا اسطرح کہ
اوسکے لے آنے میں مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت خزانہ کرکے ہم کلام ابن کمال بھی اور ذہیر وغیرہ میں ہے
ہلاک عین میں تو شارح کا بیان اسکو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحطاوی ہلاکہا او غیبتہا لانہ مثلہ معنی قیمت بیان کرے اگر حاضر اوسکا متعذر
ہو اوسکے ہلاک ہو جانے سے یا اوسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اوسکی مانند ہے اوسکے باعتبار معنی کے یعنی قیمت اوسکی مثل معنوی
ہو وان تعذر احضارہا مع بقائہا کرحی وصبرۃ طعام وقطیع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر حاضر اوسکا متعذر ہو باوجود
اوسکے موجود ہونیکے جیسے چکی اور گیہوں کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بھیجے تا اوسکے طرف اشارہ کیا جاوے والا تکن باقیۃ الحق
فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو دعویٰ میں ذکر قیمت کفایت کرے و قالوا لو ادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر
قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجبر علی البیان درر وابن ملک ولذا لو ادعی اعیانا مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل
جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصحیح وتقبل بینتہ او یحلف خصمہ علی الکل مرۃ اور فقہاء نے کہا ہے کہ اگر دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی
فلانی چیز غصب کی ہے اور اوسکی قیمت نہ بیان کی تو دعویٰ مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی در صورت انکار یا اوس پر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی
در صورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسیواسطے یعنی بسبب صحیح دعویٰ غصب اگرچہ مدعی اوسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف
الجنس والنوع والصفۃ کا دعویٰ کیا اور سب چیزوں کی قیمت بالتفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہے صحت دعویٰ میں بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان
قیمت میں مقبول ہونگے یا اوسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزوں پر یکبار مع اعیان مختلف الجنس چنانچہ ذائج اور مختلف النوع چنانچہ گیہوں اور جوار
مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گیہوں اور ناقص ولا یشترط ذکر قیمۃ کل عین علی حدۃ لانہ لما صح دعوی الغصب بلا بیان فلان یصح اذا بین قیمۃ
الکل جملۃ بالاولی قیمت مجمل کا دعویٰ مسموع ہوگا اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کری اسواسطے کہ جب دعویٰ غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو
جب کہ کل اشیاء کی قیمت مجملا بیان کرے بطریق اولے وقیل فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم کونہا نصابا فاما فی غیرہا فلا یشترط
عمادیہ اور بعضوں نے کہا کہ چوری کے دعویٰ میں قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اوس کا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوا میں تو بیان قیمت شرط نہیں

کذا فی العمادیة و ھذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شیء مستھلک اشترط بیان جنسہ و نوعہ فی الدعوی والشہادۃ
لیعلم القاضی بماذا یقضی اور یہہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی مین ہے نہ دین کے دعوی مین تو اگر مدعی نے شے مستہلک کا دعوی کیا تو
اوسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہے دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے و قد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی
الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار و شرط الشہید بیان السن ایضا و تمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر خلاف ہے
جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھہ اسکو بہی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار مین پسند
کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھہ جانور کی عمر کا بیان بہی شرط کیا ہے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے و فی
دعوی الایداع لا بد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکہنے کے دعوی مین مکان ایداع کا
بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکہنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی
مکان مین جہان ودیعت رکہی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اوسکی قیمت و فی الغصب ان لہ
حمل و مؤنۃ فلا بد لصحۃ الدعوی من بیانہ و الا لا اور غصب کے دعوی مین اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور
ہے اوسکے صحت دعوی کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین و فی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ
یوم غصبہ علی الظاہر عمادیہ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کی اوسکی قیمت بیان کرے بنابر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ و یشترط التحدید فی دعوی
العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ و لو کان العقار مشہورا خلافا لہما اور گہر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعوی مین حدود کا بیان کرنا شرط ہے
جیسا اوسکی گواہی مین تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہین ہم عقار بروزن سلام
مین عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گہر اور کہجور کا درخت اور گاہے متاع کو بہی عقار بولتے ہین اہو اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات
سے ہے اور اسمین شفعہ نہین جب کہ اوسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی وعن البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر
منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جب کہ شہود گہر کو بالخصوص جانتے ہون تو اوسکی حدود کے بیان کی حاجت نہین ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے
مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی لما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر
زمین وغیرہ کی ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوی ہے نہ زمین کا کذا فی البحر و لا بد من ذکر بلدۃ فیہا الدار ثم
المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اوس شہر کے بیان سے جسمین وہ گہر ہے پہر محلہ پہر کوچہ کی بنا ثابت
تو پہلے عام ترکو بیان کرے پہر خاص تر بعد خاص ترکو چنانچہ نسب مین ہم یعنی یون کہے کہ وہ گہر فلانے شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہے پہر حدود بیان کرے اور
نسب کی یہہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہین تو خاص ترکی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ
جعفر بن محمد ہو اگر معلوم ہو جاوے تو بہتر نہین تو دادا کے طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ و یکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان
ذکرہ و غلط فیہ لا ملتقی لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدون کے ذکر مین کفایت ہے تو اگر چوتہی کو
ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتہی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہو جاتا ہے پہر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے
ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک تین حدود اور ابعہ کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف پوری نہین ہوتی مگر حدود اربعہ سے و لہذا حد رابع
کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی و ذکر اسماء اصحابہا ای الحدود و اسماء انسابہم و
لا بد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورا و الا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کا نام ذکر کرنا اور اون
لوگون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے اونمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اوسی کا نام کافی ہے

بسبب حاصل ہو مقصود کہ ہم متعدد ہیں کہ اگر دادا معروف ہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اوسکے موالی کے ذکر سے یا اوسکے پیشہ یا وطن یا اوسکی دکان
یا اوسکے حلیہ سے تو مقصود تمیز ہے خواہ اوس سے حاصل ہو یا اور سے وذکر انہ ای العقار فی یدہ والمصنف یجب ذکرہ اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعا
مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تاکہ وہ خصم ٹھہرے کہ ہم منقول اور غیر منقول کو قبضہ مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ بیان یہاں عقار کا
کرنا ہے لفظا وزید بیدہ علیہ بغیر حق ان کان المدعی منقولا لما مرّ اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ
ہم بیان ذکر کر چکے کہ بغیر حق کی اسواسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اوسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یدہ فی العقار بتصادقہما
بل لابد من بینۃ او علم قاض لاحتمال تواضعہما بخلاف المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہیں ہوتا قبضہ اوسکا عقار میں دونوں متخاصمین
باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم کو بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اوسمیں تصادق متخاصمین سے قبضہ
ہو جاتا ہے کہ منقول کے احتمال تزویر نہیں ہے کہ یہ شخص سے [illegible] آنکھ مدعی اور مدعا علیہ [illegible] الیہ [illegible] مطلق
اطلاقہ بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا [illegible] مدعا علیہ پر سے [illegible] ملک مطلق کا
دعوی کرے کہ ملک مطلق وہ ہے جسمیں ملک کا سبب کہ ذکر نہ ہو یا خرید یا میراث یا ہبہ کا کی دعوی الغصب و دعوی الشراء من ذی الید
ولا یفتقر لبینۃ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا [illegible] اور [illegible] دعوی اور ذوالید سے خرید کرنے کے
دعوی میں تو حاجت نہیں گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ثم شارح نے الیہ
اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی میں اور فعل کے دعوے میں فرق ہے فعل سے مراد غصب یا خرید ہے وذکر انہ یطالبہ بہ لتوقفہ علی طلبہ
ولاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن وبہذا استغنی عن زیادۃ بغیر حق ما فی [illegible] اور اسکا ذکر ضرور ہو کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہو
سو بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اوسکی طلب پر اور اوسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور ذکر مطالبہ سے بغیر حق کے
زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سو مسکو تمہید مصنف نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ مستلزم مطالبہ
ہے اور ولو کان ما ید عیہ دینا ذکرہ [illegible] ذکر وصفہ لانہ لا یعرف الا بہ اور جس کا مدعی دعوی کرتا ہو اگر دین
خواہ کیلی ہو یا موزون نقد ہو جیسے چاندی سونا ہو یا سوائے اسکے تو اسکے وصف کو ذکر کرے اسواسطے کہ کیلی یا موزون دریافت نہیں
ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہوں مثلا عمدہ یا ناقص جانے کی کہرا یا کھوٹا اور ذکر وصف کی اوسی وقت حاجت ہے جب کہ
شہر میں کئی قسم کے روپیے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی الکوی لابکی
فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفۃ والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیہ ولم یذکر
سببا لم تسمع اور ضرور ہے مثلیات کے دعوی میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب کا تو اگر مدعا علیہ پر ایک
کر گیہوں کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے مسموع نہ ہوگا جنس جیسے گیہوں اور نوع جیسے گیہوں سفید اور صفت
جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب وانما ذکر فی السلم انہ اذا المطالبۃ فی مکان
عینا اور جب کہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم میں اوسکو مطالبہ جائز نہیں مگر اوسی مکان میں جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا تھا
فی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض ونحوہ بخیر للتحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوی
میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اوسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان میں کذا فی البحر تو جسکو اور کہنا چاہیے وقیل ال
القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتہا والا تمسک لعدم صحتہا لا یسأل لعدم
وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے کہ اوس نے دعوی کیا تجھ پر ایسا دعوی کیا ہو ہم تو کیا کہتا ہے سو اگر

بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوی صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب واجب ہونے اوسکے جواب کے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر
موقوف ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اوسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیۃ فان اقر بہا او انکر فبرھن
المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ
یعنی اوسکے ہرادی اور مدعیکو جتاوے بدون طلب مدعی کے ہم اگر مدعا علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت
دے اور بعد مدت اسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجپر حکم کرتے ہین مستحب ہے لازم نہین کذا فی الطحاوی والا یبرھن حلفہ
الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی اربع علی ما فی البزازیۃ اور اگر مدعی گواہون سے
اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوی مین مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسف کے
نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہے مشتری خدا کی قسم کہائے کہ مین راضی نہین ہوا
عیب سے اور تصریح قسم کہائے کہ مین نے تیرا شفعہ باطل نہین کیا اور عورت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یون قسم کہائے کہ زوج نے اوسکو
نفقہ نہین دیا اور کچہہ اوسکے واسطے چہوڑ گیا اور مستحق قسم کہائے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال واجمعوا علی التحلیف بلا طلب
فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ہم صورت
تحلیف یہان یون ہے کہ قاضی مدعی کو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے تجہکو ادا کیا اور نہ تیرے طرف
کسی نے اوسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اوسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسیکا تو نے اوسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اوسکی کوئی چیز
رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جب کہ مدعا علیہ نے کہا
دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو حاکم قسم نہ دے بلکہ اوسکو قید رکہے تا کہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر ہم یہہ امام کا قول ہے اور
صاحبین کے نزدیک اوسے قسم لینا چاہیے وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی
علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع الاشبہ انہ انکار فیستحلف اور اسیطرح مدعا علیہ قید کیا جائے اگر
سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ بحر الرائق مین کہا اور اسیکا مین نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات
قضا مین ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے انتہی ہم نے البحر میں صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ تر بحق یہہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار
انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم شتباہ در یہہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کے طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ مسئلہ متن کے
طرف راجع ہے اور وہ صاحبین کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصا قیدنا بتحلیف الحاکم لانہما
لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض و یکون بریا فہو باطل لان الیمین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ لیمین ولا
نکول عند غیر القاضی بزازیہ تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہین اور قسم کہا کر
اور بری الذمہ ہو جائے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتہہ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے
پاس قلو برھن علیہ ای علی حقہ یقبل ولا یحلف ثانیا عند قاض بزازیۃ الا اذا کان حلفہ الاول عنده فیکفی درر سو اگر
غیر حاکم کے پاس قسم کہا چکی پہر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نلایا تو مدعا علیہ کو دوسری بار قسم لیجائے قاضی کے پاس کذا فی
البزازیۃ مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لیگئی تو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان
التحلیف حق القاضی فما لم یکن باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک
تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہو گی معتبر نہو گی ہم یہہ مسئلہ منافی ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ متن یہہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کہانا

باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی کے پاس قسم کہائی مدعی کے استحلاف سے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی العینی ولو اصطلحا
ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال وحلف ای المدعی لم یضمن الخصم لان فیه تغییر الشرع اور اگر دونوں نے
اس پر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کہائے تو مدعا علیہ ضامن ہے مال کا اور مدعی نے قسم کہائی تو مدعا علیہ ضامن نہ ہوگا اسواسطے کہ اسمیں تغییر ہے شرع کا اور وجہ تغییر شرع یہ ہے کہ قسم مدعا علیہ پر ہے
نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو پہیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہے والیمین لا ترد علی المدعی لقوله
البینة علی المدعی اور قسم پہیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے جیسے یعنی گواہ مدعی پر ہے عموم ہلا یہ حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی
ابوداود اور نسائی میں بروایت ابن عباس یوں ہے البینة علی المدعی والیمین علی من انکر کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور
قسم اوس پر ہے جو انکار کرتا ہے جعل جنس الایمان علی المنکرین اور وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قسمیں منکر پر فرمائیں اور قسمت منافی شرکت ہے
اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہے اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جیسے
وان ہو دونوں مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہیں تو اگر مدعی پر بہی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاهد و
الیمین ضعیف بل ردّه ابن معین بل انکره الراوی یعنی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہے بلکہ اوسکو یحیی بن معین نے رد کیا ہے بلکہ اوس
حدیث کے راوی نے اوس کا انکار کیا ہے کذا فی العینی ہم مسلم اور ابوداود میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یمین وشاہد کے لئے انتہی یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی
نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہے سہیل بن صالح سے اور سہیل اسکی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر
ہونے اوسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہو سکیگی ایسے برهن المدعی علی دعواه وطلب من القاضی ان یحلف
المدعی انه محق فی الدعوی او علی ان الشهود صادقون او محقون فی الشهادة لا یجیبه القاضی الی طلبه لان الخصم لا یحلف
مرتین فکیف الشاهد لان لفظة اشهد عندنا یمین ولا یکرر الیمین لان الامر باکرام الشهود ولذا لو علم الشاهد ان القاضی
یحلفه ویعمل بالمنسوخ له ان یمتنع عن اداء الشهادة لانه لا یلزمه مراد یہ کہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے
یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لیجیے کہ وہ اس دعوے میں حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کہا دیں کہ وہ سچے ہیں یا اس گواہی میں وہ
حق پر ہیں تو قاضی اوسکی خواہش کو نہ مانے اسواسطے کہ مدعا علیہ مخاصم ہے وہ دو بار قسم نہیں لیجاتی تو شاہد سے دو بار کیونکر قسم لیجائیگی اسواسطے
کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دوبار قسم نہیں لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہیں اور اسیواسطے اگر شاہد نے جانا
کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اوسکو ادای شہادت سے باز رہنا جائز ہے اسواسطے کہ اب اوسکو ادای شہادت لازم نہیں کذا
فی البزازیہ ہم اب ہندوستان میں نصاری کی کچہریوں میں شاہدوں پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد بلحاظ حلف ادای شہادت میں سستی کریں
تو بموجب اس روایت کے شاید گنہگار نہوں گے واللہ اعلم وبینة الخارج فی الملک المطلق وهو الذی لم یذکر له سبب احق من بینة
ذی الید لانه المدعی والبینة علیه بالحدیث اور گواہ شخص خارج یعنی غیر قابض کی ملک مطلق میں اولے باقبول ہیں قابض کے گواہوں سے اسواسطے
کہ خارج مدعی ہے اور گواہ اوسیکے واسطے ہیں موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب ذکر نہو جیسے خرید یا میراث ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ شخص
غیر قابض نے ایک گہر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونوں گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونوں
نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے
حکم ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہے تو مدعی
خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بخلاف المقید بسبب کالنتاج ونکاحه فالبینة لذی الید اجماعا لانها تتضمن

دعوی اوس ملک کی جو مقید بسبب ہے جیسا کہ نتاج اور نکاح تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین بالاجماع چنانچہ آگے آویگا صورت نتاج یہہ ہو کہ ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ لونڈی اوسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہین اور قابض کے ساتھہ ترجیح ہی قبض کی اور نکاح کی صورت یہہ ہو کہ دونون نے گواہ اسپر قائم کیے کہ اوس نے نکاح کیا اوس عورت سے تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین تو ملک سے مراد وہ ہی جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کہانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس مین ہو نے الحقیقۃ مدعا علیہ یون کہنے سے کہ مین نہین قسم کہاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اوس کا آفت سے نہین مانند گونگے اور بہرے ہونیکے قول صحیح مین کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پہر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہی یعنے مستحب ہی نہ واجب وھل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف درر ولم ار فیہ ترجیحا قالہ المصنف قلت قدمنا انہ یفترض القضاء فورا الا فی ثلاث اور کیا شرط ہی حکم دینا انکار کے بعد فورا اسمین خلاف ہی علما کا کذا فی الدرر اور اس خلاف مین مین نے کسی قول کی ترجیح نہین دیکہی یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مین کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فورا فرض ہے مگر تین صورت مین ہم پہلی صورت یہہ ہے کہ قاضی کو شک پڑے طریق قضا مین چنانچہ گواہون مین دوسری یہہ کہ مدعی مہلت مانگے تیسری یہہ کہ امید صلح ہو اقارب مین کذا فی الطحاوی فقضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پہر مدعا علیہ نے قسم کہانے کا ارادہ کیا تو اوسکے طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہی کذا فی الدرر تو طریقے قضا کے تین ہوگئے یعنے برہان اور یمین اور نکول وعدھا فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ وعلم قاض علی المرجوح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوھا فورا فراوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ مین طریق قضا سات شمار کیے ہین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ چنانچہ خالی گہر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتہری چہری لئے نکلا پہر اوس گہر مین فورا لوگ داخل ہوئے تو اوسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکہا تو شخص خارج خائف اوسکے خون مین ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہی کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہے بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہی اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طریق قضا تین ہی ہین فتامل کذا فی الطحطاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی خصمہ ولا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اوسمین جسکا اوسنے دعوی کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہہ ہے یعنی واجب ہی کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نلے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رایہ ان المدعی مبطل حلف والا بان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ اور اگر اوسکا مخاصم نمانے سوای قسم کے اگر اوس کا ظن غالب یہہ ہو کہ مدعی باطل پر ہے تو مدعا علیہ قسم کہائے اور اگر ایسا نہو اسطرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نکہائے کذا فی البزازیہ ہم یہہ مسئلہ مغایر ہے مسئلہ شک سے خلاصہ یہہ ہے کہ مدعیکو اگر اپنے دعوی کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نلے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کہائے اور نہین تو قسم نکہائے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی ان قال قبل الیمین لا بینۃ لی سراج منلا فا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے اونکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے

سلہ و تو نظمہا الحموی فقال حکما الدی لمن رام القضاء بہ بہا حجۃ کان مثلہم الوالی بصلاۃ بینۃ وزاد نکول قسامۃ وقرینۃ علی ما اطلقہا کدا رای الذی بید ولہ من وزادت اذا بلغت بالیقین قضاء

گواہ نہیں کذا فی السراج برخلاف اوس قول کے جو عینی مجمع میں ہے اور شرح مجمع میں ہے اور محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ
نہیں ہیں دعوی پر پھر دو گواہ لایا تو امام کے نزدیک مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں کی تکذیب کرچکا اور محمد کے نزدیک مقبول ہیں
اس احتمال سے کہ اوسکے گواہ ہوں مگر پھر وہ بھول گیا انتہی یہی خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اسمیں تعرض نہیں مگر شرح مجمع کے حاشیہ میں
سراجیہ سے قول محمد کی ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحاوی بعد یمین المدعی علیہ ثم اقام البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ
مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہیں بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیہ عند العامۃ وہو الصحیح بقول شریح الیمین
الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ ولان الیمین کالخلف عن البینۃ واذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کانہ
لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شریح کہ جھوٹی قسم رد کرنیکے لائق تر
ہے عادل گواہوں سے اور اسواسطے کہ قسم گواہوں کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر الرائق
کذا ہذا لو اقامہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی
طلاق الخانیہ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار
سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی کتاب الطلاق من
الخانیہ برخلاف اطلاق درر درر میں کہا صواب یہ ہے کہ اوس کا کذب ظاہر ہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور ہوگا انتہی تو صاحب درر کا
کلام عام ہے خواہ دعوی سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامہا المدعی علی السبب
لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراجیہ وشمنی وغیرہم اور اگر
مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اوس پر دین نہیں ہے پھر مدعی نے سبب یعنی قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ
کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابرا یا قرض ادا کیا گیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف
فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعۃ جحدہا ہو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدۃ واستیلاد تدعیہ الامۃ ولا یتاتی
عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ الاعلی
او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہیں نکاح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا
عورت بعد عدت کے اور ایلا میں جبکہ مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور اوس استیلاد میں جس کا دعوی لونڈی کرتی ہے اور اسکے عکس
یعنی ادعای استیلاد مولے سے حاصل نہیں ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب میں قسم نہیں یعنی دعوی
کیا شخص مجہول پر کہ وہ اوس کا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنی مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولے ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور
ولاء عتاقت یا ولاء موالات میں قسم نہیں ولا کا دعوی کیا شخص اعلے نے یا اسفل نے یعنی معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر
اور حد اور لعان میں قسم نہیں ہے ان ساتوں مسئلوں میں امام کے نزدیک تحلیف نہیں خلافا للصاحبین رجعت میں بعد عدت کی اسواسطے قید لگائی کہ
قبل عدت رجعت ثابت ہو جائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے اور ایلا میں بعد مدت کی قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت
میں ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوی سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا میں تو وہ مواضع خلاف سے ہے والفتوی علی انہ یحلف
المنکر فی الاشیاء السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل
الا فی الحدود اور فتوی اسپر ہے کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ میں اور جسنے اونکو چھ شمار کیا ہے اوسنے ام ولد ہونیکو نسب میں یا
رق میں ملایا ہے حاصل یہ ہے کہ قول مفتی بہ تحلیف ہے کل امور مذکورہ میں سوای حدود کے وسہ کلہ تقدیر ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا

تفتش حقا بان علق عتق عبدہ بزنی نفسہ فللعبد تحلیفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنی اور سن جملہ حدود حد قذف اور لعان کی حد سے
تو او سنین قسم نہین باجماع امام اور صاحبین کے مگر جب کہ حد حق العبد کی متضمن ہو اسطرح پر کہ مولے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہے
تو غلام کو قسم لینا مولے کا درصورت انکار جائز ہے سو اگر مولے قسم نکہا دے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا ہم غلام یون کہے کہ مولے نے دعوی
کیا جسپر میری آزادی معلق کی تہی اور یہہ نکہے کہ اوسنے زناکاری کی تا اپنے مولے کا قاذف نہ ٹہیرے کذا فی الطحطاوی وکذا یستحلف
السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لیجاے سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نکہاوے
تو تاوان دیگا مال کا اور اوسکا ہاتہہ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائےگا وقالوا یستحلف فی التعزیر
کما بسطہ فی الدرر اور علما نے کہا ہے قسم لیجائیگی تعزیر مین چنانچہ اسکو درر مین شرح بیان کیا ہے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ تعزیر حق العبد ہے
ولہذا عبد اسکو ساقط کرسکتا ہے معاف کردینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا
تحلیف اور فصول مین ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ ہے کہ وہ نکاح کرلے تو اوس سے اب قسم
لیجائیگی وفی الخانیۃ لا استحلاف فی احدی وثلاثین مسئلۃ اور خانیہ مین ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین ہے یہہ مسائل کتاب الوقف
کے اخیر مین مفصل مذکور ہوچکے النیابۃ تجری فی الاستحلاف لا الحلف وفرع علی الاول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی و
اب الصغیر یملک الاستحلاف فلہ طلب یمین خصمہ نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے مین نہ قسم کہانے مین اور مصنف نے
تفریع کی اول یعنے جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصے اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اوسکو
مطالبہ اپنی مخاصم کی یمین کا جائز ہے ہم اوسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم ہے اصیل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ
اور وصی یتیم کے اور متولی وقف کے اور باپ طفل صغیر کے مدعا علیہ کا قسم ولا یحلف احد منہم الا اذا ادعی علیہ العقد او صح اقرارہ
علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ پر
قسم نلیجائیگی مگر جب کہ اوسپر عقد کا دعوی کیا جاوے یا اوسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اوسکا اقرار صحیح ہے اپنے
موکل پر تو اسیطرح اوسکا قسم نکہانا بہی صحیح ہے وفی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث ذکرہا و
الصواب فی اربع وثلاثین لما مر عن الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ
والنظائر لابن المصنف ولولا خشیۃ التطویل لسردتہا کلہا اور خلاصہ مین ہے کہ جس موضع مین کہ اگر آدمے اقرار کرے تو اوسکو اقرار
لازم آوے پہر جب اوسکا منکر ہو تو اوس سے قسم لیجائیگی سوا ان تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹہیک بات تو یہہ ہے
کہ چونتیس صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہوچکا یعنی اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی ملکر چونتیس ہوئین اور چہہ صورتین
اور بحر الرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیۂ اشباہ اور نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف
نہوتا تو مین اون سب صورتون کو مفصل بیان کرتا ہم تو سب چون صورتین ہوئین جنمین منکرین پر قسم نہین اور اون سبکو شارح کتاب الوقف مین
مذکور کرچکا ہے اب یہان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کی حاشیہ کا
نام زواہر الجواہر نام ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہے تو یہہ خطا اغلاط کاتب سے ہے واللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون علی
البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات یعنے یقین پر اسطرح کہ دعوی مدعی کا ایسا نہین ہے
منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کہاوے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چہین لی اور اوسکے نکہانے نہین تو زید یون قسم کہاوے
کہ واللہ مین نے اسکی حویلی نہین چہینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہہ بالیقین جانتا ہے والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی

البائع ای انه لا یعلم انه کذلک لعدم علمه بما فعل غیره ظاہرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے علم پر یعنے نفی علم پر یعنی یون قسم کہا
کہ مین نہیں جانتا ہون کہ دعوی مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اوسکو ظاہرا علم حاصل نہین کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا الا جبکہ
اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل به ای بالحالف وقد مر ملخصه بقوله فان ادعی المشتری العبد بسبب ان العبد ابق و اثبت
ذلک یحلف البائع علی البتات مع انه فعل الغیر وانما صح باعتبار وجوب تسلیمه سلیما فرجع الی فعل نفسه فحلف
علی البتات لا علی العلم ولذا اشتهر مطلقا بخلاف العکس درر عن الزیلعی غیر کے فعل پر ہتے علم پر قسم ہے بارخدایا مگر جبکہ
غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریع کی ساتھ اپنے اس قول کے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی
چوری یا بھاگنے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہو گیا تو بائع یقین پر قسم کہا ہے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین کا اس
اعتبار سے ہے کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلاعیب واجب ہے تو غیر کا فعل اوسکے ذاتی فعل کے طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کہا ہے اسواسطے
کہ حلف علی القطع موکد تر ہے علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اوسکے عکس کے یعنی
یمین علم کی جسکا ہر کہیں نہیں کذا فی الدرر عن الزیلعی ہم بحرالرائق مین ہے کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم واجب ہو اور اوس نے یقین پر
قسم کہا لی تو کافی ہے اور اوسی سے یمین ساقط ہو گئی اور بالعکس اوسکے نہیں ہے یعنی جہان حلف علی القطع ہو علی العلم کافی نہین اور جو حلف آن
واجب نہین اوسکے نکول سے قاضی حکم نہ لگاوے گا وفی شرح المجمع عند محمد اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی
البتات کمن ادعی قبض ذهبا اور شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہے کہ یمین علی العلم اوس وقت ہے جب کہ منکر کہے کہ مجھکو اس کا
علم نہین ہے اور اگر اوسکی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کہا ہے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوی کیا
ہو یعنی قبض صاحب ودیعت ہرچند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اوسکے علم کا دعوی کیا تو اب اوس پر یمین علی القطع لازم ہو گی وقس علیہ
قوله وعلی غیره علی العلم مثل واذا ادعی بائع سبق الشراء له علی شراء زید ولا بینة یحلف خصمه وهو بکر علی العلم
ای انه لا یعلم انه اشتراه قبله کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیره علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دعوی
سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اوسکا مخاصم یعنی بکر قسم کہا ہے علم پر یعنی وہ یون قسم کہا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اوسکو خرید
کیا قبل اوسکے بدلیل گذشتہ یعنے غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہے ہم اوس نے یہ بتایا کہ شارح بجائے زید بکر کے زید کہتا اسواسطے کہ وہ
احسن تعبیر ہے کذا فی الطحاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونه میراثا او اقر به المدعی او برهن الخصم
علیه یحلف علی العلم ایضا جب کہ دعوی کیا دین یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہو یا مدعی نے اوسکی
ہونے کا اقرار کیا ہو جسمین مدعا علیہ اوسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کہا ہے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام
جسکا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کہا ہے کہ مین نہین جانتا
کہ وہ تیرا مملوک ہے ہم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم ہو گا تو یقین پر قسم لیگا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو
چکی اور برہان میں تصویر صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہ چیز اوسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا
تو مدعی یمین کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اوس نے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اوسکا انکار کیا تو وارث
نے گواہ قائم کئے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کہا ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ دعوی عین مین تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہے کہ امور ثلثہ مین سے ایک
امر ہو کذا فی الطحاوی ولو ادعاها ای الدین والعین الوارث علی غیره یحلف المدعا علیه علی البتات لانه وهبه او شراه
دعوی کیا دونون کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہا ہے کہ اوسمین مورث کا حق نہیں چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی

ہم ہبہ اور خرید کی صورت یہہ ہو کہ اگر ایک مردنے دوسریکو غلام ہبہ کیا اور اوس نے اوسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خریدکیا پہر ایک
مرد آیا اور اوس نے دعوی کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے اور اوسکے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائے نہ علم پر کحطاوی نے کہا کہ دلحین کا
وا ومعنے اوسے کہ لا تخفے ویحلف جاحد القود اجماعًا اور قسم کہائے قصاص کا منکر باتفاق امام اور صاحبین کے ہم خانیہ مین ہو کہ قتل کی
تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہو کہ حاصل پر قسم کہائے کہ واللہ مجہپر فلانے کا خون نہین اور نہ مجہپر کوئی حق ہے اوس
خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہہ ہو کہ سبب پر قسم کہائے یعنے مین نے واللہ فلان بن فلان کو عمدًا قتل نہین کیا اور سوا سے
قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کہائے یعنے نہ سبب پر انتہے فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یقر او یحلف سو اگر منکر
قصاص قسم نکہائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جائے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کہائے وفیما دونہ یقتص لان الاطراف خلقت وقایۃ
للنفس کالمال فیجری فیہا الابتذال خلافا لہما اور قتل نفس کے ماسوا یعنی قطع اور جراحات مین در صورت نکول قصاص لیا جائے اسواسطے
کہ اطراف آدمی کے جیسے مثلا ہاتہہ پاؤن حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہین مال کے مانند تو اوسمین ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین
کے ہم ایک نسخہ مین بذل ہے بجای ابتذال کے اور بذل او ضح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا دونون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اس
واسطے کہ نکول اقرار ہے جسمین شبہہ ہو تو قصاص اوس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فے البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی
المصر وطلب یمین خصمہ لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اوس نے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو
وہ قسم نکہائے برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل یہہ ہو کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان
کیونکر قسم لیجائے اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے تو جب اوسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم
لم یحلف اتفاقًا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقًا ابن ملک وقدر فی المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون
تو قسم نکہائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کہائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبی مین غائب ہونیکو مدت سفر کی ساتہہ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل گواہ دور ہون تو
مدعا علیہ پر قسم ہے گواہ ہونگا وہان سے بلا ضرور نہین ویأخذ القاضی فی مسئلۃ المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یؤمن ہربہ وبہ
یجر بالمحفظ من خصمہ ولو وجیہا والمال حقیرا فی ظاہر المذہب یعنی بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنے جب کہ مدعی
کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اوس دعوی مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حدود مین قاضے معتمد ضامن لے کہ اوسکے بہاگ جانے سے
اطمینان حاصل ہو کذا فے البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے قاضے مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو
اور مال تہوڑا حقیقت ظاہر مذہب مین کذا فے العینی وعن الثانی الی مجلسہ الثانی وصحح اور ابو یوسف سے روایت ہو کہ قاضی کی مجلس ثانی
تک حاضر ضامن لے اور یہہ قول بہی صحیح ہے فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل
لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اوس کا اوسکے ساتہہ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنے تین دن یا مجلس
ثانی تک تا کہ مدعا علیہ غائب نہو جائے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازم او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر
حتی لو علم وقت سفرہ یکفلہ الیہ وینظر فی زیہ او یستخبر رفقاءہ لو انکر المدعی بزازیہ مگر یہہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی
مسافر ہو تو مدعی اوسکے ساتہہ رہے یا حاضر ضامن لے تا انتہای مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم
ہو تو اوسوقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکہے کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اوسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت
کرے اگر مدعی اوسکی مسافری کا منکر ہو کذا فے البزازیہ ہم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بہی حکم غریب کے
مانند ہو قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام منہ

سلہ اس نسخہ کی بدل ہمارے نسخہ میں بدال ہیں اور ابتذال ہمارے نسخہ میں [illegible] ایک نسخہ میں ۳۲

مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور مدعا علیہ سے قسم چاہی سو قاضی نے اوس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوی پر تو قسم کے بعد تو یہ گواہ
مدعی کے جانب سے امام کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینة آتی بها فهی شهود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال
فحلف فبرهن علی الحق قبل خانیه وبه جزم فی السراج شمامۃ اور اسیطرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا بولا
کہ جب تو قسم کہا ویگا تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اوس نے قسم کہائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہو کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا
ہے سراج میں چنانچہ مذکور ہوچکا وتقبل البینة لو اقامها بعد یمین کی شرح میں وقیل لا یقبل قائله محمد کما فی العمادیة وعکسه ابن ملک
اور قول ضعیف یہہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد ہیں جس میں چنانچہ عمادیہ میں ہے اور ابن ملک نے عکس کیا ہے یعنی
قبول کو محمد کے طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام کے طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اتی بالدفع او قال الشاهد لا
شهادة لی ثم شهد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقره المصنف اور اسیطرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ
کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی بابت نہیں پھر دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میرے گواہی نہیں پھر اوس نے گواہی دی اور قول صحیح تو یہہ ہے کہ
مقبول ہو بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سو کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال
فانکر المدعی ذلک ولا بینة له علی ذلک وطلب یمینه فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنی له ذلک تنبیه
مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اوسکے مدعا پر سو مدیون نے اوسکی قسم کی درخواست
کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کرتے تا حاضر کر پھر مجہ سے قسم لے تو اسکو یہ اختیار ہے کذا فی القنیه ثم طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد
واللہ اعلم سکتہ ہے اسواسطے کہ قاموس میں ہے کہ مختم بوزن منبر وہ آلہ ہے جس پر کہدتے ہیں اور مقصود حضار حق ہے انتہی اور محکمہ سے کہا ہے
حق کا یہہ مطلب ہو کہ میرا حق تہیل میں سربمہر کر کے حاضر کر پہر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ
تعالی او لیذر وهو قول والله خزانه وظاهره انه لو حلفه بغیره لم یکن یمینا ولم اره صریحا اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالی کے
نام پاک سے جل وعلا بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کہا نیوالا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالی کی قسم کہائے یا نہ قسم کہائے اور یمین یہہ قول
کہ واللہ کذا فی الخزانہ اور ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کہائے تو یمین نہوگی اور مین نے اسکو صریحا نہیں
دیکہا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیه الفتوی تتارخانیة لان التحلیف بهما حرام خانیه قسم نہیں طلاق
اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ
وقیل ان مست الضرورة فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت
لگے تو یہہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہا فلو حلفه القاضی به فنکل فقضی علیه بالمال لم ینفذ قضاؤه علی قول
الاکثر کذا فی خزانة المفتین وظاهره انه متفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بهما فیعتبر نکوله ویقضی به والا
فلا فائدة تجدد اعتمد المصنف سو اگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی قسم دی پہر اوس نے قسم نکہائی تو اوس پر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہ
ہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانة المفتین اور ظاہر یہہ کلام متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا
اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم علامہ مقدسی نے کہا لکھا ہے فائدہ تحلیف یہہ ہوتا ہے تا خاطر مدعی مطمئن ہوجاوے جب کہ مدعی کو
دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پہر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کہائی تو مدعی اوسکی تصدیق کریگا انتہی تو تحلیف بطلاق دعتاق
باوجود عدم قضا بنکول کے بے فائدہ نہوئی قلت ولو حلف بالطلاق انه لا مال علیه ثم برهن المدعی علی المال ان شهدوا علی
السبب کالاقراض لا یفرق وان شهدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین مین کہتا ہون اور اگر طلاق

کی قسم کہائی کہ اوسپر مال نہین پہر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہد دین سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نکیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب لازم نہین قیام دین کا ہم اسواسطے کہ شاید یون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اوسکو معاف کردیا ہو یا ہبہ کردیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہی کما فی الخلاصہ وعن شرح الوہبانیہ للعلامہ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال صدق دعواه خلافاً لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وقد تقدم اور محمد نے کہاکہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور البتہ یہہ مسئلہ مقدم گذر ہوچکا ویغلظ بذکر اوصافه تعالی اور سخت اور شدید ہوجاتی ہے قسم حق تعالی کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ہم از انجملہ ایک یہہ مثال ہی کہ قاضی کہے مدعا علیہ کہ تجکو قسم ہے اوس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرا اوپر اس شخص کا مال نہین ہے وقیدہ بعضہم بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھہ مقید کیا ہی یعنی تو معروف بصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین والاختیار فیہ وفی صفتہ الی القاضی اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنی تشدید مین قاضی کیا اختیار ہی ہم یعنی تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہی جیسے اوسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ کہہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کری عطف سے تاکہ قسم مکرر نہوجاے ہم یعنی یون نکہو قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلفه باللہ ونکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ به ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اوسنے تغلیظ یمین سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نکری اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم ہے اور وہ تو حاصل ہوچکا کذا فی الزیلعی لا یستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہره انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہہ ہی کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہی یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمانی کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقده فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اسطرح کہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اوتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام پر انجیل اوتاری اور مجوسی سے اسطرح کہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کری ہر دین والے پر اوسکے اعتقاد کے موافق سو اگر کفار مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کری تو کافی ہے کذا فی الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نلے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسیطرح ہنود سے گنگا کی قسم نلے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانه یقر به وان عبد غیره اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالے کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہی اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہی ہم مصباح العلوم مین ہے کہ وثن صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتہر سے یا سوا اسکے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالی قالت وعلیہ فبماذا یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکہتے مین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہہ لوگ کسکی قسم کہاوین وبقی تحلیف الاخرس ان یقول له القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقه ان کان کذا وکذا فاذا اومی براسه ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اوس کا طریقہ یہہ ہی کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجہپر عہد ہی خدا کا اور اوسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پہر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کری کہ ہان تو وہ حالف ہوجائیگا ہم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوی ثابت ہوگا کذا فی العینیہ اور قاضی گونگے سے یون نکہو کہ خدا کی قسم کہا کہ تیرا اوپر اسکا حق نہین کہ یہہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کری کہ ہان اسواسطے کہ اوس کا

اشارہ کرے یون ہو جاوے گا کہ مین قسم کہاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہیں کذا فی المعراج من النہایۃ و لو امرہ ایضا ان یکتب له فیجیب بخطه ان
علیہ و الا فبالاشارۃ ۔ اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اوسکا جواب لکھ دے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہیں تو اوسکے اشارہ سے
تریے ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیه او من نصبه القاضی شرح وہبانیہ ۔ اور اگر گونگا اور بہرا اندہا بہی ہو تو اوس کا باپ قسم کہاویگا یا اوسکا
وصی جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ م شارح کو یون کہنا لازم تہا ثم من نصبه القاضی اسواسطے کہ قاضی اوسکی طرف سے
نائب کو اوسوقت قائم کریگا جب کہ باپ یا اوسکا وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق غیر کے ہے یقین
اسکو تحریر کرنا چاہیے پہر معلوم کر کہ یہ قول متقدم کے مخالف ہے کہ نیابت استحلاف مین جاری ہوتی ہے نہ حلف مین کذا فی الطحاوی و لا
یستحلفون فی بیوت عبادتهم للکراهة دخول هاجر اور یہود اور نصاری اور بت پرستون سے قسم نہ لیجاوے اونکے عبادت خانون مین اونکے
جانے کی کراہت سے کذا فی البحر یعنی قاضی وغیرہ کو کافرونکے معابد مین جانا کروہ ہے اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت
تحریمیہ ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور یہ بہی کہ وہ دیکہے اوسکی تعظیم کا بہ اولازم آئیگا یہودکے ساتہ
کذا فی البحر الرائق و یحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی صورۃ انکار المنکر ۔ اور اوس سبب کے دعوے مین جو زایل اور دور ہو
سکتا ہے قاضی قسم دیگا حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر م حاصل کی تفسیر یعنے اصطلاحی ہے اور یعنے لغوی حاصل کا یہہ ہی جو ہر چیز سے باقی رہی
اور ثابت ہے اور اسواسطے کے جاتا ہے چنانچہ قاموس مین ہے انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوگی کہ منکر یون کہتا ہے کہ ہمارے ما بین
بیع اور طلاق اور غصب واقع نہیں کذا فی الطحاوی و فسرہ بقوله ای بالله ما بینکما نکاح قائم و ما بینکما بیع قائم و ما یجب علیک
رده لو قائما او بدله لو هالکا و ما هی بائن منک و قوله الآن متعلق بالجمیع مساکین فی دعوی النکاح و بیع و غصب و طلاق
علیه لف و نشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجہکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہیں اور تم دونون
درمیان بیع قائم نہیں اور تجہ پر اوسکا پہیر دینا واجب نہیں اگر وہ قائم ہو یا اوسکے عوض کا پہیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجہ سے
بائن نہیں یعنے قسم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس کلام مین لف و نشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سب سے متعلق
ہے یعنے نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق سب مین ثابت نہیں لا علی السبب ای بالله ما نکحت و ما بعت خلافا للثانی نظرا للمدعی
علیه ایضا لاحتمال طلاقه و اقالته ۔ نہ قسم سبب پر یعنی یون کہ تجہکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہیں کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف
کے سبب پر قسم ہے مدعا علیہ کے بہی اس احتمال سے کہ شاید اوس نے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو م ابو یوسف کے
نزدیک یمین تو استیفاء حق مدعی کے واسطے ہے تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور دعوی تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہ ہے
کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسیطرح بعد اقالہ بیع واللہ ما بعت اور بعد رد
غصب واللہ ما غصبت اور بعد ابانت بتجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من الحلف علی الحاصل ترک
النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعة بالجوار و نفقة مبتوتة والخصم
لا یراهما لکونه شافعیا لصدق حلفه علی الحاصل فی معتقده فیتضرر المدعی ۔ مگر جبکہ حاصل پر قسم کہانے سے مدعی کے جانب
ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کہاویگا یعنی دعوی مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوی مین اور حالانکہ مدعا علیہ
دونون کو واجب نہین دیکہتا بسبب شافعی مذہب ہونیکے بسبب صادق ہونے اوسکی قسم کے حاصل پر اوسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا م شافعی
مذہب مین شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہیں اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کہاوے کہ واللہ مجہپر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہیں تو اسمین
مدعی کا ضرر ہے تو یہان سبب پر اسطرح قسم کہاویگا کہ واللہ مین نے اس گہر کو نہین خریدا اور یہہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت

یعنی نہین ہی شفعہ جوار اور مبتوتہ کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت ومفاده انه لا
اعتبار بمذهب المدعی علیه وانما بمذهب المدعی ففیه خلاف والاوجه ان یسأله القاضی هل تعتقد وجوب شفعة
الجوار اولا واعتمده المصنف مین کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچہہ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے
مذہب مین اختلاف ہی علما کا اور قول موجہہ تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا ای یحلف
علی السبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع بعد ثبوته کعبد مسلم یدعی علی مولاه عتقه لعدم تکرر رقه اور اسی طرح یعنے
سبب پر بالاجماع قسم لے اوس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اوس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر
اپنی آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہے بسبب مکرر ہونے اوسکی رقیت کے واما فی الامة ولو مسلمة والعبد الکافر فلتکرر رقهما
باللحاق حلف مولاهما علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے انکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے
قاضی قسم دے دونون کے مالک کو حاصل پر ہم یعنی مولے کو یون قسم دے کہ تم دونو کے درمیان اب عتق قائم نہین ہے یون کہ نہین اوسکو آزاد نہین کیا
اس احتمال سے کہ شاید اوس نے آزاد کیا ہو پہر وہ دار الحرب مین جاملا ہو پہر وہ دار الاسلام مین پہر آیا ہو پہر رقیت کے طرف اوسنے عود کیا ہو تو
اس یمین کی صورت سے اوسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع
وسبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہہ ہی کہ تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہے مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے و
صح فداء الیمین والصلح منه لحدیث ذبوا عن اعراضکم باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس
حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ ہم فدیہ یمین ہوتا ہے بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب
قسم آئی تہی تو اونہون نے مال دیکر قسم نکہائی تہی اور اسیطرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم کے دعوی مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نکہائی
لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کہاتے ہین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کا ذبہ گمان کرے انتہے اور اسواسطے کہ مال دینا
اور قسم نکہانے مین حفظ آبرو ہی اور وہ مستحسن ہے عقلا وشرعا کذا فی الحموی ملخصا وقال الشهید الاحتراز عن الیمین الصادقة واجب قال فی البحر
ای ثابت بدلیل جواز الصلح عن الصادقة اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہی بحر الرائق مین کہا کہ واجب سے یعنے ثابت ہی بدلیل درست ہونے سچی قسم کے ہم یعنی واجب
واجب سے مراد نہین کہ سچی قسم کہانا جائز نہو بلکہ واجب بمعنے ثابت ہی ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا الا انه اسقط حقه اور منکر کو قسم نہ دیجائیگی کبہی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنیکے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقط
ای الیمین قصدا بان قال برئت من الحلف او ترکته علیه او وهبته لا یصح وله التحلیف بخلاف البراءة عن المال
لان التحلیف للحاکم بزازیة اور مصنف نے سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو قصدا
ساقط کردے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم یا یمین نے اوسکو چہوڑ دیا یا اوسکو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اسکو قسم لینا جائز
ہی بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم براءت عن المال لیعنے
مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار مین ہے بلا دخل حاکم وکذا اذا اشتری یمینه لم یجز لعدم رکن الصلح ہم اور اسی طرح
جب کہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب عدم ہونے رکن بیع کے کذا فی الدرر ہم رکن بیع یہہ ہے کہ بیچ مال ہو اور یمین
یعنی مال نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمه فقال حلفتنی مرة ان عندها کجراوه ثانیا ... ان
والا فله تحلیفه ثم ہم مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اوس نے کہا کہ تو مجہکو قسم دیچکا ہی ایکبار اگر تحلیف ... کر ...

ہن ہوتی اور دو اس پر گواہ دیا تو مدعیہ کا قول مقبول ہے اور یمین لازم ہیگی اوسکی تحلیف کا اختیار ہو کذا فی الدر قلت ولم ار ما لو قال انی قد
حلفت بالطلاق ان لا احلف فیحرر میں کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا یہہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ تحقیق میں اپنے پر طلاق کی قسم کہا چکا
کہ البتہ میں قسم نہ کہاؤنگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اوسکو قسم دیگا یا نہ لیکن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحلاف میں احد النقیضین سے
الحاق ضرر ہے نفعے ناچار ہے اور رعایت جانب مدعی اولی ہے تو یوں جب اسکے حلف بطلاق کے دعوے میں مدعا علیہ سچا نہو گا الا
قسم کہانے سے اوپر اوسکے حکم کیا جائیگا کیونکہ اوسنے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا طلاق کی قسم کہاکر اور اگر اوسکی قسم کا لحاظ کیجیے تو ابطال حکم
شرع لازم آتا ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی نفع المفتی

باب التحالف

یہ باب ہے دو شخصوں کے باہم قسم کہانے میں لما ذکر
یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جب کہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اوس نے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبایعان
فی قدر ثمن او وصفه او جنسه او قدر مبیع حکم لمن برهن لانه نور دعواه بالحجة متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار
میں یا اوسکے وصف یا جنس میں یا مبیع کے مقدار میں تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور لازم
کر دیا حجت اور برہان سے مقدار ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تہا اور مشتری کہے پانچ تہا اور وصف ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع
کہے کہ ثمن درم مروجہ تہا اور مشتری کہے برا درم کاسد تہا اور جنس ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع دعوی کرے کہ ثمن دینار تہا اور مشتری
نے کہا درم تہا وان برهنا فلمثبت الزيادة اذ البينات للاثبات اور اگر دونوں برہان لاوین اپنے دعوی پر تو مثبت زیادت کیواسطے
حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہیں مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ بائع
میں معارضہ نہیں ولو اختلفا فیهما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برهان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع
دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن میں اختلاف ہو صورت مختلف یہہ ہو کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہہ لونڈی تیرے ہاتہ
سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اوسکو اور دوسری لونڈی کو اوسکے ساتہ پچاس درم کو بیچا اور دونوں گواہ لاوین تو بائع
کے گواہ لیے ثمن میں اور مشتری کے گواہ مبیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونوں لونڈیاں مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فی
العنایة وبرهان المشتری لو فی المبیع نظرا لاثبات الزيادة اور برہان مشتری کی مقدم ہو اگر اختلاف مبیع میں ہو بلحاظ
اثبات زیادت وان عجزا فی الصور الثلاث عن البينة فان رضي كل بمقال الآخر فبها اور اگر متبایعین تینوں صورتوں میں عاجز
ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جہگڑا نزاع مرتفع ہے صورتین سوا ایک صورت یہہ
کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری یہہ کہ مبیع میں اختلاف ہو تیسری یہہ کہ ثمن اور مبیع دونوں میں اختلاف ہو والا ای لم یرض واحد منهما
بدعوی الآخر تحالفا ما لم یکن فیه خيار فيفسخ من له الخيار اور اگر متبایعین میں سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوے سے تو دونوں
قسم کہاوین جب تک کہ بیع میں خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہو ہر دونوں پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوے کا
منکر ہے مناسبہ میں ہے کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونوں پر قسم نہیں انتہے حموی نے کہا اور خیار میں بائع
بہی مشتری کے مانند ہے وبدا بيمين المشتري لانه البادي بالانكار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی شروع
کرنے والا ہے انکار کا اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وهذا لو كان بيع عين بدين اور
یہہ یعنی مشتری کی قسم شروع کرنا اوس وقت ہے جب کہ عین کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے ولو كان
مقايضة او صرفا فهو مخير وقيل يقرع ابن ملك اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو بلکہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع
نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک

باب التحالف

بیع متفاسخ اور مسرت مین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ ویقتصر علی النفی فی الاصح اور فقط نفی پر اقتصار کرے بقول اصح ہم یہہ بیان سے کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کہائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کہائے کہ واللہ مینے بعوض دو ہزار کے نہین خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادات مین ہے کہ نفی کے ساتھہ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدھما او طلبھما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے فلا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدھما بل بفسخھما جبرا اور بیع فسخ نہین ہو جاتی دونون کے قسم کہانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنے درصورت فسخ متعاقدین قاضی کے فسخ کرنیکی حاجت نہین ومن نکل منھما لزمہ دعوی الآخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ بعینھا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نکہائے اوسکو دوسری قسم کہانے والے کا دعوی لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس بیع ہو بہو موجود ہو تو دونون قسم کہائین اور باہم رد بیع کرین وھذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیئ کاختلافھما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہہ سب یعنے تحالف اور فسخ اوس شرط پر ہی جب کہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا صورت اوسکی یہہ ہی کہ مشتری نے گہی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو رطل ہے مثلا سو مشتری مشک لایا پہیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہی تو بائع نے کہا کہ یہہ میری مشک نہین اور اوسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تہی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اوسکو نہیں پاتا ہے اور مشتری اسکا منکر ہے کذا فی الحموی کما لو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظھیریہ چنانچہ اگر دونون نے وصف بیع مین اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہی کہ مین نے یہہ شرط نہین کی تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ ہم خلاصہ یہہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر وصف بیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین وقیدنا باختلافھما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرھما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد نحو اجل وشرط رھن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھہ اسواسطے کہ اون دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہہ شرط کرلی ہی کہ وہ تا ادای ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکہے اور مشتری اوسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بہی یہی حکم ہی یعنے قبول قول بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کے ساتھہ اور زفر اور شافعی نے کہا انمین بہی دونون قسم کہاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ھلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ اور قسم دونون پر نہین جب کہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اوسکے خارج ہو جانے سے اوسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اوس عیب کے ساتھہ کہ اوسکے سبب بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی

یحلف المشتری الا اذا استهلکہ فی ید البائع عند المشتری اور قسم کھائے فقط مشتری مگر جب کہ مبیع کو ہلاک کرے پاس غیر مشتری سے
تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاوینگے اور اگر مشتری مبیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ہو گیا اور تحالف نہیں جب کہ
اختلاف ثمن پر بعد قبض کے وقال محمد والشافعی یتحالفان ویفسخ علی قیمۃ الھالک اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری
دونوں قسم کھاوینگے اور فسخ بیع ہوگا مبیع ہالک کی قیمت پر وھذا لو الثمن دینا فلو مقایضۃ تحالفا اجماعا لان المبیع کل منھما ویرد
مثل الھالک او قیمتہ اور یہ یعنی خلاف مشتری پر قسم جب ہو کہ ثمن دین یعنی درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونوں قسم کھاوینگے
بالاتفاق اسواسطے کہ دونوں سے ہر ایک مبیع ہے اور مثل ہالک پھیر دیا جاوے اگر ہالک مثلی ہو یا اوسکی قیمت پھیری جاوے اگر ہالک قیمت والی چیز
ہو کما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ہلاک السلعۃ بان قال احدھما دراھم والآخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ
یہ ایسا ہے جیسا کہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اسطرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر
تھے تو دونوں قسم کھاوینگے اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ھلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبدین
مات احدھما عند المشتری بعد قبضھما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہیں
بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک اون میں سے مر گیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے
پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ
الھالک اصلا فحینئذ یتحالفان ھذا علی تخریج الجمھور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعض مبیع ہلاک
ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہوجاوے ترک حصہ ہالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آویگی یہ جو لیے استثناء کو تحالف کے طرف پھیرا
اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشائخ بلخ نے استثنا کو یمین مشتری کے طرف پھیرا ہے ہم اس استثنا میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ
استثنا تحالف کے طرف منصرف ہے اسواسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا ان
یترک البائع حصۃ الھالک فیتحالفان اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کے طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام میں کیونکہ تقدیر
کلام یون ہے کہ لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یترک البائع الخ تو اس صورت میں قسم نہو گی مشتری پر کذا فی الطحطاوی
منقرا ولا فی قدر بدل کتابۃ لعدم لزومھا اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم نہونے کتابت کے ولا فی قدر
رأس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہیں خلاف راس المال میں بعد
زائل کر دینے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول معتبر ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود ہوگا نہ
ان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار
ثمن میں بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہیں تو دونوں قسم کھاوینگے اور بیع پھر ثابت ہو جاویگی ہم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن میں ہوگا
اور مشتری کا حق بیع میں چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقض کا احتمال نہیں رکھتا اسواسطے کہ وہ
عبارت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یرد المشتری
المبیع الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان رد المبیع بحکم الاقالۃ لا یتحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اوس شرط پر ہے کہ ہر ایک مبیع
اور ثمن مقبوض ہوا اور مشتری نے اوسکو اوسکے بائع کے طرف پھیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اسکو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہیں برخلاف
قول محمد وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المھر او جنسہ قضی لمن اقام البرھان وان برھنا فللمراۃ ان کان مھر المثل
شاھدا للزوج بان کان کمقالتہ او اقل وان کان شاھدا لھا بان کان کمقالتھا او اکثر فبینتہ اولی لاثباتہ خلاف الظاھر

[illegible]

اور اگر زوجین نے اختلاف کیا مہر کی مقدار مین یا اوسکی جنس مین تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لادے اور اگر دونون گواہ لادین تو عورت کے
گواہ اولے ہین جب کہ اوسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اسطرح پر کہ مہر مثل زوجہ کے قول کے برابر ہو یا اوس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے
قول کا شاہد اسطرح پر کہ اوسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولے بقبول ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین
وان کان غیر شاهد لکل منهما بان کان بینهما فالتهاتر للاستواء ویجب مهر المثل علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے
کسی کا شاہد نہو اسطرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونیکے اثبات مین اور اس صورت
مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح ہم مابین قول زوجین کے ہونے سے یہہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہو بلکہ مراد
یہہ ہے کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہے اور زوج کے دعوے سے کثیر ہو کذا فی الدرر وان عجزا عن البرهان تحالفا ولم یفسخ النکاح
لتبعیة المهر بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کہاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح کا
بخلاف بیع ہم یعنے ہر ایک کی قسم دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا التسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہے نکاح کے
بخلاف بیع کہ اوسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہے کذا فی الدرر ویبدأ بیمینه لان اول التسلیمین علیه فیکون اول الیمینین علیه ظهیریه
اور زوج کی قسم ابتدا کی جاے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسمون مین سے پہلی قسم اوسپر ہوگی کذا فی الظهیریه ہم تسلیمین
سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم نفس زوجہ ہے اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یہہ تحالف عند العجز کرخی کی تخریج سے خواہ مہر مثل
زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک وجہ مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت
یہہ ہے کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہے قسم سے اگر مہر مثل اوسکے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا قول قسم سے مقبول ہے اگر مہر مثل اوسکے موافق ہو یا اکثر اور شراح ہدایہ
ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحطاوی ویحکم بالتسلید ای یحکم مهر مثلها حکما لسقوط اعتبار التسمیة بالتحالف فیقضی بقوله
لو کان کمقالته او اقل وبقولها لو کمقالتها او اکثر وبه لو بینهما ای بین ما تدعیه ویدعیه اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھیرایا جاے
بسبب ساقط ہوجانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اوسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل
اوسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوی زوجہ اور دعوی زوج ہو ولو اختلفا ای المؤجر والمستاجر فی بدل الاجارة
او فی قدر المدة قبل الاستیفاء للمنفعة تحالفا وترادا وبدئ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والمؤجر لو فی المدة
ولو برهنا فالبینة للمؤجر فی البدل وللمستاجر فی المدة اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار
مین منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کہاوین اور اجارہ کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم شروع کیجاے اگر دونون بدل اجارہ
مین مختلف ہون اور موجر کی قسم ابتدا کی جاے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لادین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور
مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ہم استیفاے منفعت سے مراد یہہ ہے کہ استیفاے منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفا سے عدم
قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفا بجاے استیفا ہے وجوب اجرت مین یعنے درصورت صحت عقد کذا فی البحر ولهذا
لا والقول للمستاجر لانه منکر للزیادة اور بعد استیفاے منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا
منکر ہے ہم بعد استیفاے منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفاے منافع فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر
اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علما نے یہہ مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تہا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولو
اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعة تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقادها
ساعة فساعة فکل جزء کالمعقود بخلاف البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفاے بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم

فسخ کیا ہو یا عقد اجارہ فسخ کر دیا ہو باقی میں اسکے حصہ میں مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارہ کے دم بدم تو ہر جز اوس کا بمنزلہ
عقد جدید کے بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بخلاف بیع کے ہم یعنی عقد اجارہ دم بدم منعقد ہوتا ہے بسبب وقت منفعت تو ہر جز منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہو اور منفعت
تو باقی گویا معقود علیہ ہے لہذا اس میں تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اس واسطے کہ ہر جز مبیع کا معقود علیہ مستقل نہیں بلکہ الکل معقود علیہ
واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض میں بسبب ہلاک ہونیکے تو باقی میں بھی کل مبیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوكين او مكاتبين
او صغيرين والصغيرة يجامع او ذمية مع مسلم حال قيام النكاح او لا فی بيت لهما او لاحدهما اخر انه الا انه لان العبرة لليد
اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہو یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ ہو اور
اختلاف کے وقت نکاح قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اوس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہے یا ایک شخص کا اون میں سے کذا فی النہایة
لا الملک لا عموم ہے اس واسطے کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع هو لها ما كان فی البيت ولو ذهبا او فضة فالقول لكل واحد
منهما فيما يصلح له مع يمينه تو زوجین نے اختلاف کیا اوس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین
میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اوس متاع میں جو اوسکے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور ٹوپی اور قبا اور ہتھیار
اور کمربند اور کتابیں اور گھوڑا اور زرہ اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور ریشم وغیرہ کے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اوس چیز سے
جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہو الا اذا كان كل
منهما يفعل او يبيع ما يصلح للآخر فالقول له لتعارض الظاهرين درر وغيرها مگر جبکہ زوجین میں سے ہر شخص بنایا بیچا ہو اوس
متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہ ہم مثلاً زوج زرگر
ہو کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا
شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہو گئے تو اب اعتبار
تصرف کو ترجیح ہوگی یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض میں ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا
کذا فی الطحطاوی بتصرف والقول له فی الصالح لهما لانها وما فی يدها فی يده والقول لذی اليد اور زوج کا قول مقبول ہے اوس متاع میں
جو دونوں کے لائق ہو اس واسطے کہ زوجہ اور جو اوسکے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنے تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا
ہو ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما يختص بها
لان ظاهرها اظهر من ظاهره وهو يد الاستعمال بخلاف اوس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اس واسطے کہ زوجہ کا ظاہر
اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اوس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب
دعاوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اوسکے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی
زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اوسکا جواب یوں دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بينة يقضى ببينتها
لانها خارجة خانية والبيت للزوج الا ان يكون لها بينة بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اس واسطے
کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہیں کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اس پر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے
کذا فی البحر وهذا لو حيين وان مات احدهما واختلف وارثه مع الحی فی المشكل الصالح لهما فالقول فيه للحی ولو رقيقا و
قال الشافعی ومالك الكل لهما وقال ابن ابی ليلى الكل له وقال الحسن البصری الكل لها وهی المسبعة وعد فی الخانية تسعة
اقوال اور یہ جو مذکور ہوا اوس صورت میں ہے جب کہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک اون میں سے مرگیا اور میت کے وارث نے

زندہ کے ساتھ مشکل مین ہے اوس متاع مین جو دونون کے لائق ہو خلاف کیا تو اوسمین زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے
کہا کل مال دونون کا برابر ہے اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلہ مین
سات قول ہین سات مجتہدون کے اور خزانیہ مین نو قول شمار کیے ہین ہم اقوال تسعہ بیان کرتے ہین پہلا قول امام کا ہے جو متن مین مذکور ہو چکا یعنی متاع
مشکل مین زندے کا قول مقبول ہے ۲ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳ ابن ابی لیلیٰ کا قول
کہ سب متاع زوج کی ہے ۴ قول ابن معن اور شریک کا کہ دونون مین مال برابر ہے ۵ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶ قول شریح کا
کہ گھر عورت کا ہے ۷ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت مین زوج کی ہے ۸ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونون مین برابر ہے ۹ قول
مالک کا کہ کل مال دونون مین برابر ہے کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل ملخصاً ولو احدھما مملوکاً ولو ماذوناً او مکاتباً وقالا والشافعی ھما
کالحر فالقول للحر فی الحیوۃ وللحی فی الموت لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب
ہو تو حر کا قول زندگی مین معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت مین مقبول ہے حر کا قول زندگی مین اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف
حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندے کا قول موت مین اسواسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہین اور صاحبین اور شافعی نے
کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم مین حر کے برابر ہین اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسھا فما فی البیت قبل العتق
فھو للرجل وما بعدہ قبل ان تختار نفسھا فھو علی ما وصفناہ فی الطلاق جو آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اوس نے
اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے زوجیت سابقہ سے راضی نرہی تو جو اسباب گھر مین ہے قبل آزاد ہونیکے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد
آزادی کے ہوا قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اُسطرح پر ہے جسکو ہمنے کتاب الطلاق مین مذکور کیا ہم یعنی دونون حر کے برابر ہین حکم مین
کذا فی المنح وفیہ طلقھا ومضت العدۃ فالمشکل للزوج ولورثتہ بعدہ لانھا صارت اجنبیۃ لا ید لھا اور بحر الرائق مین ہے
کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اوسکے وارثون کی زوج کے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف تا
نہین ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثۃ اور جب کہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق مین ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح
زوج کے وارث کی ہے ہم طحطاوی نے کہا لما شرطیہ ہے اور اوس کا جواب فکذا یکون لوارثہ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہین
اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے اما لو مات وھی فی العدۃ فالمشکل لھا لانہ لم یطلقھا بدلیل ارثھا اور اگر زوج مرگیا
اور زوجہ عدت مین ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اوس نے اُسکو طلاق ہی نہین دی اُسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف
الموجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ ولیس للموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ اور اگر موجر اور مستاجر نے
اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب مین تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اوسکو قسم کھلانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہین مگر جو اوسکے بدن پر
کپڑے ہین ولو اختلف اسکافی وعطار فی الات الاساکفۃ والات العطار وھی فی ایدیھما فھی بینھما بلا نظر لما یصلح
لکل منھما وتمامہ فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگرون اور عطارون کے ہتھیارون مین اور حالانکہ دونون قسم کے
ہتھیار دونون شخصون کے قبض اور تصرف مین ہین تو وہ دونون کے ہین بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی یہہ رعایت نہوگی کہ کفشگرون کے
ہتھیار کفش گر کے ہین اور عطار کے آلات عطار کے ہون اور پورا بیان اسکا سراج مین ہے ہم آلات مذکورہ دونون مین اسواسطے
برابر ہونگے کہ گاہے ایک پیشہ ور دوسرے پیشہ کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہین ہو سکتی دیکھ
معروف بالفقر والحاجۃ صار بیدہ غلام وعلی عنقہ بدرۃ وذلک بدار رجل فادعاہ رجل معروف بالیسار وادعاہ صاحب الدار فھو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی مین مشہور ہے اوسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن پر

اور جو بشناسائی تسبیں سان سے اس وہ مفلس کو رہنے کہ دیں سے سوا اس مقام کا اوس پر دعویٰ کیا ہو الداری اور وہ گھر میں ہے جو
سماعت حاصلہ ہیں اوس کا دعویٰ کیا وہ مدعی شخص کا ہے مالمراد مشہور ہے ھم ۔ اور اس پہلی کو کہتے ہیں جس میں دار یا مسمار ہو
یا ساتھ نزاع دیا ہو کہ لینے کا حق ہو ولد الکناس فی منزل رجل وعلی عنقه قطیفة یقول الذی ہو علی عنقه ہی لی
صاحب المنزل ہی لی فصاحب المنزل اولیٰ ایک مرد کسی کے ایک مرد کے گھر میں اور اسکی گردن پر ایک چادر ہے جسکی گردن پر
ہو وہ کہتا ہو کہ یہ میری ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے کہ میری ہو تو وہ صاحب خانہ کا ہو ھم یہ اور مسئلہ سابقہ میں ظاہر حال پر عمل کیا گیا ہے
السفینة وعلیٰ دقیق فادعی کل واحد السفینة وما فیہا واحدہما یعرف بیع الدقیق والآخر لہ ملاح
فالدقیق للذی یعرف بیعہ والسفینة لمن یعرف انہ ملاح عملا بالظاہر دو مرد ہیں ایک ناؤ میں جس میں آٹا ہے سو ہر ایک نے ادعا
کیا دعویٰ کشتی اور ایک شخص اون میں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہو اور دوسرا ملاح ہو تو آٹا اوسکا ہو جو آٹا بیچنے میں مشہور ہو اور ناؤ اوسکی
جو ملاح مشہور ہو بنابر عمل بظاہر حال ولو فیہا راکب واحد ممسک واخر یجذبہا واخر یمدہا وکلہم یدعونہا فہی بین الثلثة
اثلاثا ولا شیء للماد اور اگر کشتی میں ایک شخص سوار ہو اور دوسرا شخص اوسکو پکڑے ہو اور تیسرا اسکو اپنی طرف کھینچتا ہو اور چوتھا اوسکو
بہاتا ہو اور سب اوسکا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ کشتی تین شخصوں میں تہائی تہائی ہو اور چوتھے بہانے والے کا اوس میں کچھ نہیں ھم سایہ کا اسواسطے یہ کہا ہو
کہ وہ مدد دیتا ہے کہ اوس نے قبضہ کیا وفی الحاوی ولو قطار ابل واخر راکب علی کل واحد منہا او علی البعض فہی للراکب والقائد احیرا
وان لا شیء علیہا للراکب فامو لکنه والسائق للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامه فی بحر الا الاکمل ایک شخص اونٹوں کی قطار
کھینچتا ہو اور دوسرا شخص سوار ہو اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہو تو سب اونٹ اوسکے ہیں اور قطار کھینچنے والا اوسکا مزدور ہے اور اگر اونٹوں پر
اسباب نہیں تو سوار کو وہ اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہو اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور یہ اسلئے کہ
جو انکو کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کی ہیں کذا فی البحر

فصل

فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہے دعووں کے دفع کرنے میں یعنی مدعا علیہ نے لیے اور پر دعویٰ مدعی کا تاکہ دعویٰ باطل ہو جسکو دفع
دعویٰ قبل برہان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح اور اسی طرح قبل حکم صحیح ہے جیسے بعد حکم صحیح ہو اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہو
اگرچہ کثیر ہو قول مختار میں اور مدعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع بعد الورثہ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعویٰ کیا ہو کذا فی البحر
لما تقدم من یکون خصما ذکر من لا یکون خصما کہ مصنف نے بیان اسکے ذکر کیا جسکو خصم ہونا ہو اب ذکر شروع کیا اوسکا جو خصم نہیں

قال ذوالید ہذا الشیء المدعی منقولا کان او عقارا او دعیه او اعاریه او اجرتیه او رہنیه زید الغائب
او غصبته منه من الغائب ودفع علیه بذلک المدعی تامة لا ہالکة وقال الشہود نعرفه باسمه ونسبه او
بوجہه وشرط محمد معرفته بوجهه ایضا فلو حلف لا یعرف فلانا وہو یعرفه الا بوجهه لا یحنث ذکرہ الزیلعی
وفی الشرنبلالیة عن خط العلامة المقدسی عن الدرایة ان تعویل الائمة علی قول محمد استحسن بالمحیط کہا و ناپیہ
کہ جس شے کا مدعی دعویٰ کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول جیسے اس شخص نے کہا کہ یہ ودیعت دی یا عاریت رکھی یا وہ گرو رکھی یا
جو غائب ہے یہاں سے یا میں نے اسکو شخص غائب سے غصب کیا اور اس امر مذکور پر دو گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائم ہے
ہلاک اور گواہوں نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اوسکے نام اور نسب یا اوسکی صورت سے پہچانتے ہیں اور محمد نے اسم اور نسب کے ساتھ اوسکی
صورت شناسی بھی شرط کی ہے تو اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو صورت سے نہیں پہچانتا مگر اوسکی صورت سے
تو حانث ہوگا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے درایہ سے منقول ہے کہ ائمہ نے قول محمد پر اعتماد کیا ہے

قول پر ہی انتہی تو اسکو یادرکہنا چاہئیے دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان یدہ ہولاء لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے
دفع ہوجایگی خصومت اوس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ قبضہ ان لوگون کا یعنے مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور
غاصب کا قبضہ خصومت نہین ہے اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خریدکیا پہر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بکر ودیعت یا
غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع تہو گی اور ذی الید پر اوسکے آزاد کردینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذوالید
بالحیل لاتندفع وبہ یوخذ ملتقی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اوس سے
دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہے حیلہ گری اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کرلیتا ہو پہر
مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہون کے سامنے اوس مغصوب کو غاصب کے پاس ودیعت رکہتا ہو تاکہ جب مالک آدمی اور اپنی
ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکہا ہے تو مالک کا حق باطل ہوجای
زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگون کے حالات دیکہتا رہے اور اونکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہوئے بعد قاضی
ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنیکے ولیس الخبر کالمعاینۃ کذا فی الطحطاوی وہذہ مخمسۃ کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسۃ
علماء کما بسطہ فی الدرر اولان صورہا خمس عینی وغیرہ اور یہہ یعنے مسئلہ دفع مخمسہ ہے کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اسمین پانچ
عالمون کے قول ہین چنانچہ درر مین شرح ہے یا مخمسہ ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن
اور غصب کذا فی العینی وغیرہ ہم اقوال خمسہ مین سے پہلا[1] قول وہ ہے جو متن مین مذکور ہے دوسرا[2] قول ابو یوسف کا تیسرا[3] قول محمد کا کہ معرفت ہم
اور نسب کے ساتہہ روشناسی بہی ضرور ہے چوتہا[4] قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہوگی پانچوان[5] قول ابن ابی
لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہوجاتی ہے اگر اوسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وفیہ نظر اذ الحکم کذلک لو قال
وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیہا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او ضل منہ فوجدتہ بحر او
ہی فی یدی مزارعۃ بزازیہ فالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیۃ المزارعۃ بالاجارۃ والودیعۃ قال فلا زاد
علی الخمس وقد حررتہ فی شرح الملتقی مین کہتا ہون اور عینی کے قول مین گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسیطرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ
اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجکو وکیل کیا یا اس گہر مین مجکو زید غائب نے رکہا یا مین نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اسکو
نکال لیا یا اوسکے پاس سے وہ چیز گم ہوگئی تہی سو مین نے اوسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب
گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتہہ ملحق ہے بزازی
نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقے مین تحریر کی ہے وان کان ہالکا او قال الشہود اودعہ
من لانعرفہ او اقر ذو الید بید الخصومۃ بان قال ذو الید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق
بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ
منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما سیجی حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہالک ہوگیا ہو یا گواہون نے کہا کہ اسکو
ودیعت رکہا ہے اوسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اسکو خرید
کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اسطرح پر کہ مدعی نے
کہا کہ تو نے اسکو غصب کرلیا مجہہ سے یا یون کہا چرالیا گیا مجہہ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی
کے واسطے تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تو نے اسکو مجہہ سے چرالیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کرلیا گیا مجہہ سے یا اوسکو غصب

[1] یعنی زید نے کہا کہ بطور ماند ودیعت ۱۲
[2] مترجم اول نے الحق صیغہ ماضی کو الحق پڑہا تو ترجمہ غلط ہوا اور اخیر جملہ بین عبارت غالبا متغیر ہوا اگر صرف بہطرح بلکت کہ بزازیہ مین مزارعت کو اجارہ کے ساتہہ ملحق کیا ہو تو بہتر تہا ۱۲

کرتا ہے جیسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آئیگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جائیگی وقیل تندفع بالمصدر الغصب
لا بنا از یغا اور کیا خصومت دفع ہوگی بعینہٖ مصدر غصب قول صحیح یہ ہے کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ ہم لیئے اگر مدعی نے یون کہا
کہ یہ چیز میری ملک ہو اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوے مذکور
کا مندفع نہوگا وقال ذو اليد في الدفع اودعنيه فلان وبرهن عليه لا تندفع الا في الكل لما قلنا اور ذو الید نے دعوے
غصب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اوسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہو اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ مین خصومت مندفع
نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہیں علمائے الحسد وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام بینہ اور معرفت شہود کو
شارح شرط کر چکا ہو اور دعوے خریداری اور ہبہ مین اقرار قبض ملک ہی اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوے ہے مدعا علیہ کے فعل کا قال
في غير مجلس الحكم انه ملكي ثم قال في مجلسه انه وديعة عندي او رهن من فلان تندفع مع البرهان على ما ذكرنا اگر کہا ذی الید نے
مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم مین بولا کہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کے جانب سے تو خصومت
دفع ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر جیسے اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوے مدعی کا دفع ہو جاتا ہے کہ اوسنے غیر مجلس حکم
اقرار مقبول نہوگا مگر جب کہ شے اوسکو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تقریر کرتا ہو ولو برهن المدعي على مقالته الاولى
يجعله خصما ويحكم عليه لسبق اقراره بمنع الدفع بزازيه اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اوسکے دعوے
ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دیوے اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اوس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال
المدعي اشتريته من فلان الغائب وقال ذو اليد في الدفع اودعنيه فلان ذلك اي بنفسه فلو بوكيله لم تندفع بلا بينة
دفعت الخصومة وان لم يبرهن لتوافقهما ان اصل الملك للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا اور ذی الید اوسکو دفع مین کہا میرے پاس اوسی فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ
ذی الید گواہ نلاوے بسبب موافق ہونے دونون کے اس بات پر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب
کے وکیل نے اوسکو ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتريته ووكلني بقبضه
دفعه مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ مین نے اوسکو غائب سے خرید کیا اور اوس نے مجھکو وکیل کیا ہے اوسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر
گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنی ذی الید مدعی کو دیوے گا اسواسطے کہ مدعی احق بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدقه
في الشراء لم يؤمر بالتسليم لئلا يكون قضاء على الغائب باقراره وهي عجيبة اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے
مین تو اوسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضاء علی الغائب لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہے یعنی انکار مین تو تسلیم ہے اور
تصدیق مین تسلیم نہیں ہم طحطاوی نے کہا ہے مین ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہے مالک غائب پر سرایت
نہین کرسکتا اور اسیطرح علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھ عجب نہیں اسواسطے کہ اوسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ہم اتفقا ان الملك لغيرهما
على دعوى الشراء منه اتفاقي قلت اقال ولو ادعى انه له غصبه منه فلان الغائب وبرهن عليه وزعم ذو اليد
ان هذا الغائب اودعه عنده اندفعت لتوافقهما ان اليد لذلك الرجل پر حصر کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے
پر قید اتفاقی ہے اسواسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوے کیا کہ وہ چیز اوسکی ہے اوس سے فلانے غائب نے غصب کرلی اور
اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اوسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی
بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ قبضہ اوسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہو ولو كان مكان دعوى الغصب دعوى سرقة

لا تندفع بنا عِمِ ذی الید ابداع ذلک الغائب استحسانا بزازیۃ اور اگر بجای دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی
ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اوس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہی از روی استحسان کے کذا فی البزازیہ و فی شرح الوھبانیۃ
للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید و کل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور شرنبلالی کی شرح
وہبانیہ مین ہی کہ اگر دو شخص متفق ہوئے زید کی ملک پر اور ہر شخص اوس سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا
بقول صحیح ہم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہین
اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی و لا المدعی رہنا و شراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور شرا کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم
للکل اور مشتری تو سب کا خصم ہے یعنے جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانیکے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور شئے خرید کا خصم ہوگا کذا
فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یمھل الی المجلس الثانی صغری مدعا علیہ نے کہا کہ میرے
پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اوسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاویگی اشباہ و صغری للمدعی تحلیف مدعی الایداع
علی البتات درر مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہوں تو ذی الید سے یقین پر قسم علم پر
قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اوس کا تمام ہونا یعنے قبول ایداع اوس سے متعلق ہے اور ذخیرہ مین ہی کہ ذی الید
پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین انتہی تو یہہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی و الاوجہ
تحلیف المدعی علی العلم و تمامہ فی البزازیۃ اور اسکو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اس کا
بزازیہ مین ہے ہم جب کہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی نے
دفع مین اسکی تصدیق نکی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کہاوے اسطرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے
ذی الید کے پاس ودیعت رکہی ہے اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہین کذا فی البحر وکّل بنقل امتہ فبرھنت
انہ اعتقہا قبل الدفع للعتق لا للنقل ابن ملک مولے نے کسیکو اپنی لونڈی کے کہین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی
گواہ لائی اسپر کہ مولے نے اسکو آزاد کردیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر جب تک مولے نہ آوی کذا ذکرہ
ابن ملک **باب دعوی الرجلین** یہہ باب ہے دو مردون کے دعوی کرنے مین یعنی تیسرے شخص پر دعوی کرین
یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق ای لم یذکر لہ سبب کما مر علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج
کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہوچکا ہم خارج وہ شخص ہے جو ذی الید
اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہہ ہی کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث مین برہان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان وان وقت احدھما فقط
حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ہم یعنے خواہ دونون تاریخ ملک بیان نکرین یا دونون ایک ہی
تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ
سابق ہو تو اب اوسیکی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلبی و قال ابو یوسف ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنے جسنے
تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت مین و ثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ھذا العبد لی غاب عنی منذ شھر
و قال ذو الید لی منذ سنۃ قضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبۃ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفین فقضی ببینۃ
الخارج اور ثمرہ خلاف اما م اور ابو یوسف اوس صورت مین ہے کہ خارج نے کہا کہ یہہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ
بہر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بہر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ تاریخ غیبت

غائب ہونے کی تاریخ ہو سالکہ ہونیکی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کے طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے
نزدیک بتاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسیواسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف یقضی للمؤرخ ولو حالۃ الانفراد
اور امام ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو ہم منح الغفار مین جامع الفصولین سے
یون منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک حالت انفراد مین مورخ کی ترجیح ہی
انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد مین ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہی کہ قضا مورخ کی
واسطے ہی خواہ دونون سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ در صورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنے نہین اسواسطے
کہ تاریخ تو دونون سے ثابت ہی بلکہ یہان قضا للسابق ہوگی کذا فے الطحطاوی وینبغی ان یقضی بقولہ لانہ اذا وقتا ظہر ان
جامع الفصولین واقرہ المصنف اور لائق یون ہی کہ بقول ابو یوسف کے حکم کیا جائے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر
ہی چنانچہ جامع الفصولین مین ہے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم منح الغفار مین بجای ینبغی یقضی سے وہو الاظہر ولو
برہن خارجان علی شیء فی ید ثالث قضی بہ لہما اور اگر گواہ لائین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبض مین ہے تو دونون کے
واسطے اوس چیز کا حکم ہوگا ہم دلیل اسکی وہ حدیث ہی جو سنن ابو داود مین ابو موسی اشعری سے روایت ہی کہ دو شخصون نے ایک اونٹ
کا دعوی کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین اور ہر شخص دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اونٹ کو
دونون مین نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہی کہ بینات حجج شرعیہ سے ہین تو حتے الامکان اونپر عمل واجب ہی اور یہان
عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تحمل امری سے وجہ براوقات مختلفہ مین ہو اگرچہ تو گواہی دینے کے واسطے ہر فریق اوسپر اعتبار کرتا
ہی جو اوس نے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برہنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لو حیۃ پھر اگر دو شخص گواہ لائے
نکاح کے دعوی مین تو دونون کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے ہم یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا دونون
سا ہی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہین ہے بت برہان کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا بثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ
اوسکے مقبول نہونگے چنانچہ خریداری کے دعوی مین برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہین کذا فے الطحطاوی ولو میتۃ قضی بہ
بینہما وعلی کل نصف المہر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منہما وتمامہ فی الخلاصۃ
اور اگر عورت میت ہی تو دونون مدعیون کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونون شخص ایک زوج کی
میراث کے وارث ہونگے اور اگر عورت جنی یعنی بعد اوسکے مر گئی تو ولد کا نسب دونون شخصون سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ
مین ہی ہم خلاصہ مین باقی بیان یون ہی کہ ولد مذکور دونون شخصون سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونون ولد کے متروکہ سے اب
واحد کی میراث پاوینگے کذا فے البحر وہی لمن صدقتہ او لمن کانت فی بیتہ ولم یکن دخل من کذبتہ بہا اور عورت
اوسکی زوجہ ہی جسکی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اوسکے پاس نہو جسکی اوسنے تکذیب کی اور جسکی اوس نے تکذیب کی اوس
عورت کی وطی نکی ہو ہم خلاصہ یہ ہی کہ جب دو شخصون نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دونون گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک
کی تاریخ مقدم ہی تو وہ اولے ہی اور اگر تاریخ بیان نکی یا دونون کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبضہ ثابت ہو چنانچہ عورت کو اپنے مکان
کا رکھنا تو وہی شخص اولے ہی اور اگر یہ کچھ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہی الحاصل سبقت تاریخ راجح ہے سب پر پھر قبضہ پھر وطی
پھر اقرار پھر صاحب تاریخ مقدم سے ظہیریہ مین ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر مین ہو تو صاحب خانہ اولی ہے کذا

السابق هذا اذا ارخا فان ارخت احدهما فالتي ارخ له اولى اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اوس وقت ہے جب کہ دونون نے تاریخ بیان
نکی سو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اوس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ قبضہ اور دخول کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے
کہ وہ تاریخ دلالت برخلاف ہے فلو ارخ احدهما فهي لمن صدقته او لذي اليد بزازيه قلت وعلى ما مر عن الثاني ينبغي اعتبار تاريخ
احدهما ولم ار من نبه عليه فتامل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اوسکی زوجہ ہے جسکی اوس نے تصدیق کی یا ذی الید کی
کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون اور بموجب اوس قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہوچکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور مین نے نہین دیکھا
اوسکو جسنے اوسپر آگاہ کردیا ہو تو غور کر اسمین ہم طحطاوی کہا صاحب بحرالرائق نے اسپر صریحا آگاہ کردیا ہے کہ ایک شخص کی بہی تاریخ موجبات
رجحان سے ہے ولو اقرت لمن لا حجة له فهي له وان برهن الاخر قضي له اور اگر عورت نے اقرار کیا اوس مدعی کے واسطے جسکے
پاس گواہ نہین تو وہ اوسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہوگیا
اوسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح ولو برهن احدهما
وقضي له ثم برهن الاخر لم يقض له الا اذا ثبت سبقه لان البرهان مع التاريخ اقوى منه بدونه اور اگر گواہ لایا ایک مدعی
اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا پہر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اوسکے واسطے حکم نہوگا مگر اوس صورت مین جب کہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اس
واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اوس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہرچند یہان دونون دعوون مین تاریخ ثابت ہی اسواسطے
کہ سبقت نہین ہوسکتی بدون تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہو وہ مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اوسنے پہلا تاریخ
مذکور نکی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحطاوی كما لم يقض ببرهان خارج على ذي يد ظهر نكاحه الا اذا ثبت سبقه
اي ان نكاحه اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اوس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہوچکا مگر اوس صورت مین برہان
خارج سے حکم ہوگا جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذكرا سبب
الملك بان برهنا على شراء شيء من ذي اليد فلكل نصفه بنصف الثمن ان شاء او تركه انما خير لتفريق الصفقة عليه
اور اگر دونون مدعیون نے سبب ملک کا مذکور کیا اسطرح پر کہ دونون گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے
نصف نصف شے کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اوسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا لینے نلینے مین کہ اوسپر
صفقہ متفرق ہوگیا یعنی پوری چیز اوسکے واسطے باقی نرہی اور شاید اسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادہوری پر وان ترك احدهما
بعد ما قضي لهما لم ياخذ الاخر كله لانفساخه بالقضاء فلو قبله فله اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑا دونون کیواسطے
حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اسکو پورا نہین لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی مین قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے
ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے لے تو اوسکو جائز ہے وهي اي ما ادعيا شراءه للسابق تاريخا ان ارخا فيرد البائع ما
قبضه من الاخر اليه سراجيه اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونون نے دعوی کیا اوس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونون نے
تاریخ خرید بیان کی تو بائع پہیر دے جو ثمن اوسنے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اوسوقت اعتبار ہے جب کہ بائع ایک
ہو اور اگر دونون کے بائع مختلف ہون تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہین اور نہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وهي لذي يد ان لم يورخا
او ارخ احدهما او استوى تاريخهما اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونون مدعیون نے تاریخ خرید کی بیان نکی یا ایک
نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونون کی تاریخ برابر ہے وهو لذي وقت ان وقت احدهما فقط والحال انه لا يد لهما وان لم يوقتا
فقد مر ان لكل نصفه بنصفه اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونون مین سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونون کا
وقت بیان کیا ۱۲

اوس پر قبضہ نہیں اور اگر دونوں نے وقت مذکور نہ کیا تو اوس کا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر والشراء
أحق من هبة وصدقة ورهن ولو مع قبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ ہمراہ
قبض کے ساتھ ہو اور وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جانبین سے بخلاف ہبہ و صدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ
ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خرید اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن وهذا إلا أن
يؤرخا فلو أرخا واتحد المملك فالأسبق أحق لقوته اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اوس وقت ہے جب کہ دونوں
مدعیوں نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کر دیا اور مالک کرنیوالا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی
ہونے کے سبب سے ولو أرخت إحداهما فقط فالمؤرخة أولى اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوی میں فقط ایک کی تاریخ مذکور
ہو تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملك استويا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنے اس صورت
میں خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں وهذا فيما لا يقسم اتفاقاً اور یہ یعنی برابر ہونا اوس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مثل
چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحيح فيما يقسم كالدار والأصح أن الكل لمدعي الشراء لأن الاستحقاق
من قبيل الشيوع المقارن لا الطارئ هبة الدرر اور تصحیح علما مختلف ہے اوس چیز میں جو قابل قسمت ہو جیسا کہ گھر اور
صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن
کے ہے نہ من قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر یہہ روسے سماوی ہر کہ اوسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو
یکسان قرار دیا ہے اور مسئلہ میں شیوع طاری ٹھیرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحطاوی والشراء والمهر سواء
فينتصف ويرجع هي بنصف القيمة وهو بنصف الثمن أو يفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہیں تو دونوں میں اون
میں نصف نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اوس چیز کی پھیر لے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ یعنی جب کہ
ایک مدعی نے دعوی کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے
مہر میں مقرر کیا تو دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قوت میں یکسان ہیں کیونکہ ہر ایک سے خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملک ہے مشتری کو
فسخ بیع میں اختیار ہے بسبب تفرق صفقہ کے کما مر هذا إذا لم يؤرخا أو أرخا واستوى تاريخهما فإن سبق تاريخ أحدهما كان أحق
یہہ یعنی استوای خرید اور مہر اوس وقت ہے جب کہ دونوں کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ
سابق ہو تو وہی احق ہے قيد بالشراء لأن النكاح أحق من هبة أو رهن أو صدقة عمادية والمراد من النكاح المهر
كما حرره في البحر مغلطاً للجامع مصنف نے خرید کی قید لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ
اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر ہے جیسا کہ بحر الرائق میں اسکی تحریر کی ہے صاحب جامع الفصولین کے طرف غلط گوئی کی نسبت کر کے ہم صاحب
جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہیں وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہہ ہے کہ وہ یوں سمجھا کہ دو شخصوں
نے ایک لونڈی میں تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ میں اوس کا مالک ہوں بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اوس سے نکاح کیا حالانکہ
یہہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہان نکاح سے مہر مراد ہے یعنی نہ عقد چنانچہ لواحق کلام
بحر اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی نعم يستوي النكاح والشراء لو تنازعا في الأمة من رجل واحد
ولا مرجح فتكون مملوكة لهذا منكوحة للآخر فتدبر ہان برابر ہیں نکاح اور خرید اگر دو شخصوں نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی میں اور
کوئی مرجح مثل سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی مدعی شرا کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کر لے اسکو وجہ تدبر

یہہ ہی کہ خرید اور نکاح مین منافات نہین یہہ بحث ہی صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر ورَهنٌ مع قبض احقُّ من هبةٍ بلا عوضٍ معه استحسانًا
اور رہن مع القبض احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ہم وجہ استحسان یہہ ہی کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہی اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون
نہین حالانکہ عقد ضمان اولے ہی اور قیاس یہہ ہے کہ ہبہ اولے ہی رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن ولو بہ فهی احقُّ لانها
بیعٌ انتهاءً والبیعُ ولو بوجهٍ اقوی من الرهن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولی ہے وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ
کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ولو العینُ معهما استویا ما لم یُؤرِّخا و احدُهما اسبقُ اور اگر شے متنازع فیہ دونون مدعیون کے
قبض مین ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہین تا وقتیکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنی درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ
اسبق اولے اور مقدم ہی وان برهن خارجانِ علی ملکٍ مؤرَّخٍ او شراءٍ مؤرَّخٍ من واحدٍ غیرِ ذی یدٍ او برهن خارجٌ علی
ملکٍ مؤرَّخٍ وذو یدٍ علی ملکٍ مؤرَّخٍ اقدمَ فالسابقُ احقُّ اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مورخ پر یا خرید مورخ پر ایک ہی
بائع سے جو ذی الید نہین یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا اوس ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق
احق اور اولے ہے ہم بائع مین غیر ذی الید کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا
تعمیم مین وان برهنا علی شراءٍ متفقٍ تاریخُهما او مختلفٍ عینی وکلٌّ یدّعی الشراءَ من رجلٍ آخرَ او وقّتَ احدُهما فقط
استویا ان تعدّد البائعُ وان اتّحد فذو الوقتِ احقُّ ثم لا بدّ من ذکرِ المدّعی وشهودِه ما یُفید ملکَ بائعِه ان لم یکن
المبیعُ فی یدِ البائعِ ولو شهدوا بیدِه فقولان بزازیة اور اگر خارجین گواہ لائے ایسی خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہین یا مختلف ہین
کذا فی العینی اور ہر مدعی خرید کا دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہین اگر بائع متعدد ہین
اور اگر ایک ہی بائع سے ہے تو صاحب وقت احق اور اولے ہی پھر یہہ ضرور ہی کہ مدعی اور اوسکے گواہ وہ چیز ذکر کرین جو مفید ملک ہو اوسکے بائع کی
درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنی درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہین قبض سابق کی
گواہی دی بلا ذکر اوسکی ملک کے تو اسمین دو قول ہین کذا فی البزازیہ ہم بزازیہ مین ہی کہ گواہون نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر
نکیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہین اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اوسکی ملک
کی تو اسمین فقہا مختلف ہین کذا فی الطحطاوی فان برهن خارجٌ علی الملکِ وذو الیدِ علی الشراءِ منه او برهنا علی سببِ ملکٍ
لا یتکرّر کالنتاجِ وما فی معناه کنسجٍ لا یُعادُ وغزلِ قطنٍ وحلبِ لبنٍ وجزِّ صوفٍ ونحوِها ولو عند بائعِه دررٌ فذو الیدِ
احقُّ من الخارجِ اجماعًا پس اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے
سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہی نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنی پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو چنانچہ نسج غیر معتاد یعنی
ثیاب قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہین ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودہ کا دوہنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکررہ کے
اگرچہ اسباب مذکورہ اوسکے بائع کے پاس واقع ہوئے ہون تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق ہم نتاج سے مراد یہہ ہی کہ مدعی کی ملک مین
نتاج ہوا ہو یا اوسکے بائع کی ملک مین یا اوسکے مورث کی ملک مین جامع الفصولین مین ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلا یہہ اونٹنی میری بائع کے پاس
جنی اور ذی الید بھی اسیطرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونون کے
بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادّعی الخارجُ علیه فعلًا کغصبٍ او ودیعةٍ او
اجارةٍ ونحوِها فی روایةٍ دررٌ او کان سببًا یتکرّر کبناءٍ وغرسٍ ونسجِ خزٍّ وزرعِ برٍّ ونحوِه او اشکل علی اهلِ الخبرةِ
فهو للخارجِ لانه الاصلُ وانما عدلنا عنه بحدیثِ النتاجِ دعوی نتاج مین ذی الید احق ہی مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا

مدعی ہو جیسا کہ خود ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے وغیرہ کی روایت میں کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعویٰ ہو جو مکرر ہو سکتا
ہو جیسا کہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہوں وغیرہ کا کہیت بونا یا سبب ملک کا مکرر یا غیر مکرر معلوم ہونا مشکل
ہو دانشمندوں اور واقف کاروں پر تو خارج کے واسطے ہے نہ ذی الید کی اسواسطے کہ مدعی خارج مدعی اصلی ہے اور جیسے جو بیان
مدلل کیا اصلی مذکور ہے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ہم نے روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ میں بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف
مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر مکرر عمارت کی یہہ صورت ہے کہ ذی الید نے دعویٰ کیا کہ یہہ میری اینٹ ہے میں نے اس سے دیوار بنائی
اور خارج نے بھی اسیطرح دعوے کیا تو دعویٰ خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہوں کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہے اسواسطے کہ
انسان گاہے اسکو ایک زمین میں بوتا ہے پھر اسکو پلٹی سے چہان لیتا ہے اور دوسرے کہیت میں بوتا ہے تو اگر خارج اور ذی الید نے دعویٰ
کیا کہ یہہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک
مرد نے ایک اونٹنی کا دعویٰ کیا ایک شخص کے قبضہ میں اور گواہ لایا کہ یہہ اونٹنی اسکی ہے اسکے پاس جنی ہے اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی
ہے اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلادی اور یہہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ
نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط میں ہے کذا فی الطحطاوی ولان برھن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید
علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعیٰ بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں
سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید
تو دونوں برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعویٰ ہو وہ اوسکے قبضہ میں چھوڑا جاویگا جسکے پاس وہ ہے ہم وقت کی قید
اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کریں گے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی قرۃ الاکمل وقال محمد
یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ در صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب
میں کہتے ہیں شیخین کے طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اسکے طرف سے دوسرے کی ملک کا تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے
شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اسمیں بالاجماع تساقط ہے بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تھاترا اتفاقا اور اگر فریقین کے گواہ خرید
کے ساتھہ قبض بھی ثابت کریں گے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح عندنا
بقوۃ الدلیل لا بالکثرۃ اور ترجیح نہیں دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہے دلیل کی قوت سے
نہ اوسکی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہہ صورت ہے کہ ایک دلیل متواتر ہو اور دوسری از قسم آحاد یا ایک دلیل مفسر ہو اور دوسری مجمل
تو مفسر کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی آحاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کے آحاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی
موجبات ترجیح سے نہیں لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس
کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ھذا الاصل بقولہ فلو اقام احدہما عدلین شاہدین والآخر اربعۃ فہما
سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر متفرع کی اپنے اس قول سے کہ اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کئے اور دوسرے مدعی نے
چار گواہ قائم کئے تو دونوں برابر ہیں اسمیں یعنی اقامت شہادت ماخوذ ہیں اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہیں ولا الترجیح
بزیادۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسیطرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے
کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہے اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہیں ہم یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی
کے گواہ عادل ہوں تو ترجیح واقع ہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص ان سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا

تو حکم مستقر نہوسکے گا ایک حال پر کذا فی الطحطاوی دار فی ید اخر ادعی رجل نصفها واخر کلها وبرهنا فللاول ربعها والباقی
للاخر بطریق المنازعة وهو ان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعة ثم استوت منازعتهما فی النصف الاخر فینصف
ایک گہر ہی ایک شخص کے قبضہ مین سو ایک مرد نے اوسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسرے مرد نے تمام گہر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے
تو اول مدعی کا چہارم گہر ثابت ہوگا اور باقی گہر یعنے تین چوتہائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہہ ہی کہ نصف دار
مدعی کل کے واسطے سالم ہی بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا ہوچکا اسکے اقرار سے پہر
دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع
مدعی ثانی کے وقالا الثلث له والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلة کلا ونصفا فالمسئلة من اثنین وتعول الی ثلثة
اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گہر اول مدعی کا اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف
مجتمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کے طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم
ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ؎ عول یہہ کہ مخرج مین سہام کی گنجایش نہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کرڈالا
جاوے چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا واعلم ان انواع القسمة اربعة ما یقسم بطریق العول اجماعا وهو ثمانیة
میراث ودیون ووصیة ومحاباة ودراهم مرسلة وسعایة وجنایة رقیق اور معلوم کرکہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ
جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہی باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹھہ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات
اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ؎ میراث کی یہہ صورت ہی کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ مترکہ مین اونکی پوری
ہونے کی گنجایش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلا ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک ماوری بہن چہوڑ گئی تو
مسئلہ چہہ سے ہی اور بطریق عول کے سات ؎ سے اور دیون کی صورت یہہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئے کہ مترکہ سے ادا نہین ہوسکتے تو ارباب دیون
مین بطریق عول مترکہ تقسیم ہوگا مثلا ایک شخص کے میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل مترکہ سو درم ہی اور وصیت کی یہہ
صورت ہی کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی
اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نہ رکہی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث مترکہ ٹہرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات ؎ یعنے
محابات کی وصیت کی یہہ صورت ہی کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہی وہ اس مرد کے ہاتہہ ہزار درم کو بیچا جاوے اور جس
غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتہہ ایک ہزار درم کو بیچا جاوے سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات
ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا ؎ اور دراہم مرسلہ کی قسمت کی یہہ صورت ہی کہ مثلا ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت
کی اور دوسرے کیواسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہہ صورت ہی کہ یہہ وصیت کی کہ یہہ
غلام نصف آزاد کیا جاوے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاوے اور ثلث مترکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین
بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سعی بقدر اوسکے حصہ کے سعایت ساقط ہوجائیگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دو صورتین
داخل کردین ایک صورت جنایت عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہہ ہی کہ ایک غلام نے ایک
مرد کی آنکہہ پہوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دیدیا گیا تو عبد جانی کی دونون مین
بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہہ ہی کہ غلام مدبر نے
جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اسکی اولیاء جنایت کو دی گئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی

؎ یہہ اسلیئے کہ تین سہم زوج کو ہین اور تین سگی بہن کے اور ایک سہم اخیافی بہن کا ۱۲
؎ قیمت مین نابرابری
؎ بشرطیکہ میت کا مال اور کچہہ نہو اور وارث وصیت کو جائز نہ رکہین ۱۲

وبطریق المنازعۃ اجماعاً وہی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام اور صاحبین کے اول دو فضولیون کا مسئلہ ہے یعنی مسئلہ فضولیین سے ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کو پھر مولے نے دونون بیعون کو جائز رکھا تو دونون مشتریون کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کرین تو تین ربع مشتری کل سے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ عندہ والعول عندہما وہی ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا اوصی لرجل بکل مالہ او بعبد بعینہ وللآخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے تین مسئلے ہین ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنی مسئلہ اور جو متن مین مذکور ہو چکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت ہے دوسرا مسئلہ ہے ادہر کل اور نصف غلام کی وصیت ہے دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق مین سے کہ کل اور نصف مال کی وصیت مین اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملیگا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت مین اگر ثلث مال اسکو کفایت نکرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھین تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملین گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریق العول عندہما والمنازعۃ عندہ وہو خمس کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے پانچ مسئلے ہین چنانچہ اوسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہو دو مالکون مین ایک مولے نے اوسکو سو درم دیے یعنی کوئی چیز اوسکے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اوسکو درم بطریق دین کے دیئے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی مین بطریق اثلاث منقسم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اس واسطے کہ اوانت مولے اوسکے شریک کے نصیب مین صحیح ہے نہ خود اوسکے نصیب مین اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونون مین ثمن کی تقسیم اثلاث ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو ازراہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے دو وارث ہین سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد مین اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دسہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت مین خود غلام کو دے تو دونون شخصون مین اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ مین اور مولے اوسکی قیمت دے پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو وارث ہین سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علے التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع مین سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونون مین تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعاً فعولیۃ اذا ثمۃ لاحدہما شائعاً وللآخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین امام کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگی اوسکے واسطے اوس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ مین بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اوس مسئلہ مین قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق

تمیز کے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہو اور دوسرے کا حق کل مین تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہو مؤ بہتر یون تہا کہ شارح یون کہتا فی ذمۃ
او عین شائعا اسواسطے کہ ذمہ مین تبعیض معقول نہین اور یون کہنا بہتر تہا شائعا فی البعض دون الکل چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی
وَعِنْدَهُمَا مَتٰى ثَبَتَا مَعًا عَلَى الشُّيُوعِ فِعَوْلِيَّةٌ وَاِلَّا فَمُنَازَعَةٌ فليحفظ اور صاحبین کے نزدیک جب کہ دو حق ساتہی بطریق شیوع کے ثابت
ہون تو قسمت بطریق عول کے ہو اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور خلاف امام اور صاحبین کے ہین مسائل مذکورہ مین
وَلَوِ الدَّارُ فِي اَيْدِيْهِمَا فَهِيَ لِلثَّانِيْ نِصْفٌ لَا بِالْقَضَاءِ وَنِصْفٌ بِهٖ لِاَنَّهٗ خَارِجٌ اور اگر گہر دو شخصون کے قبض مین ہو یعنی ایک شخص
نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گہر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہے ہم مدعی ثانی کو
نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہے تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اوسکو نصف
ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبض مین ہے اوسمین خارج اور ذی الید کے
گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی وَلَوْ فِيْ يَدِ ثَلٰثَةٍ فَادَّعٰى اَحَدُهُمْ كُلَّهَا وَاٰخَرُ نِصْفَهَا وَاٰخَرُ ثُلُثَهَا وَبَرْهَنُوْا قُسِّمَتْ عِنْدَهٗ بِالْمُنَازَعَةِ وَعِنْدَهُمَا بِالْعَوْلِ وَبَيَانُهٗ فِي الْكَافِيْ اور اگر
گہر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص اونمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو
وہ گہر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے تقسیم ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہے ہم امام کے نزدیک
قسمت اس مسئلہ کی چوبیس سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چہہ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک اکتیس
اٹہتر سہم سے قسمت ہے ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور چہبیس ۲۶ سہم مدعی ثالث کے اور اسکا بیان شرح طحطاوی
مین شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کر دیا وَلَوْ بَرْهَنَا عَلٰى نِتَاجِ دَابَّةٍ فِيْ يَدِهِمَا اَوْ اَحَدِهِمَا اَوْ غَيْرِهِمَا
وَاَرَّخَا قُضِيَ لِمَنْ وَافَقَ سِنُّهَا تَارِيْخَهٗ بِشَهَادَةِ الظَّاهِرِ اور اگر دو مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا
ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو
اوس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اوس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال ہم یعنے جسکی تاریخ جانور کی عمر
کے موافق ہے اوسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فَلَوْ لَمْ يُؤَرِّخَا قُضِيَ بِهَا لِذِي الْيَدِ سو اگر دونون
مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی تو اوس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا وَلَهُمَا اِنْ فِيْ اَيْدِيْهِمَا اَوْ فِيْ يَدِ ثَالِثٍ اور دونون
مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وَاِنْ لَمْ يُوَافِقْهُمَا بِاَنْ خَالَفَ اَوْ اُشْكِلَ فَلَهُمَا
اِنْ كَانَتْ فِيْ اَيْدِيْهِمَا اَوْ كَانَا خَارِجَيْنِ فَاِنْ فِيْ يَدِ اَحَدِهِمَا قُضِيَ بِهَا لَهٗ هُوَ الْاَصَحُّ قُلْتُ وَهٰذَا اَوْلٰى مِمَّا وَقَعَ فِي الْكَنْزِ وَ
الدُّرَرِ وَالْمُلْتَقٰى فَتَدَبَّرْ اور اگر تاریخ دونون مدعیون کی موافق نہو اسطرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتہہ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت
کچہہ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر اونکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے قبضے مین
ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہہ یعنی مصنف کی یہہ تعبیر وان لم یوافقہما بہتر ہے
اوس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکہہ لے ہم وجہ اولویت یہہ ہے
کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت
بَرْهَنَ اَحَدُ الْخَارِجَيْنِ عَلَى الْغَصْبِ مِنْ زَيْدٍ وَالْاٰخَرُ عَلَى الْوَدِيْعَةِ مِنْهُ اسْتَوَيَا لِاَنَّهَا بِالْجَحْدِ تَصِيْرُ غَصْبًا گواہ

لا یا ایک خارج اوس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا شخص گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اوسنے ودیعت رکھی تو دونون برابر ہین شے
اوس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہی ہم اس مسئلہ میں مدعا علیہ غصب
اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اوسپر ضمان واجب ہوتا ہی اور ضمان ساقط نہین ہوتا اگر
منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہی تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوی کیا لہذا دونون
مساوی ہونگے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ
العقل وعبارۃ الاشباہ والدیۃ یعنی لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود
اور قصاص اور قتل مین اسیطرح ہی مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجای قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیۃ ہی ہم وجہ
حریت مسلمین یہہ ہی کہ دار الاسلام دار الحریۃ ہے اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حر آزاد
ہین حسب ہدایہ دین حریت اصل نہ ٹھیری تو وہ شی ظاہر ہے پر کفایت نکریگی بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اوسکو دریافت کریگا
لوگون سے اور بلا طلب تفتیش نکریگا اور جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہی تو اوسپر حد قذف
جاری نہوگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہی تو
تا اثبات حریت قصاص کا حکم ہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ
پر دیت کا حکم ہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت ہو اور نسخ ثلثہ یعنی قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہی اسواسطے کہ
قتل سے قتل خطا مراد ہی جو موجب دیت ہی کذا فی الطحاوی ایضا متصرف وحینئذ فلو ادعی علی مجہول الحال انہ حر ام لا انہ عبد
فانکر وقال انا حر الاصل فالقول للمنکر بالاصل اور اسوقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹھیری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین یہہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اوسیکا قول قابل تصدیق کے ہی بسبب متمسک ہونے
اوس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے واللابس للثوب احق من اخذ الکم اور کپڑے کا پہنے والا احق ہی آستین کے پکڑنیوالے سے
ہم یہان سے وہ مسائل شروع ہوئے جن مین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہی بدائع مین کہا کہ جس مقام مین ایک مدعی کی ملک کا
حکم ہوگا اس وجہ سے کہ متنازع فیہ اوسکے قبض مین ہی تو اوسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اوس نے قسم کہا لی تو بری الذمہ ہوگیا
اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا لکھتے لابس ثوب اسواسطے احق بثوب ہوا کہ اوس کا تصرف ظاہر تر ہی آخذ آستین
کے وہ مقتضی ملک ہی تو لابس ہی ذی الید ٹھیرا اور حتنہ خارج اور ذی الید اولے ہی خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب
وہی احق بثوب ہوگا اور یہی علت جاری ہی مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحاوی والراکب احق من اخذ اللجام اور جانور کا سوار احق
ہی لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے اور دونون دعوی کرتے ہین کہ یہہ جانور میرا ہے
تو سوار احق ہی بسبب ظاہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہی وہ احق ہے اوس شخص سے جو اوسکے
پیچھے بیٹھا ہی یعنی اسواسطے کہ تمکن اوسکا اوس موضع مین مقدم کی دلیل ہے وذو حملہا ممن علق کوزہ بہا لانہ اکثر تصرفا اور
جس کا بوجھہ جانور پر لدا ہی وہ احق ہی اوس شخص سے جسنے اپنا کوزہ اوسپر لٹکا دیا ہی اسواسطے کہ اوس کا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ
والے کا تصرف زیادہ تر ہی دوسرے کے تصرف سے حمل بکسر حا وسکون میم اوس بوجھہ کو کہتے ہین جو پیٹھہ یا سر پر لادا جاوے کذا فی
الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالسیہ وراکبی سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہی اور جو فرش کو پکڑے ہو دونون تصرف
مین برابر ہین مانند اون دو شخصون کے جو فرش پر بیٹھے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہی اسواسطے کہ فرش

بیٹھنا فرش کا قبض نہین بلکہ قبض اوسوقت ہوتا جب فرش اوسکے گھر مین ہوتا یا کہ وہ فرش اوٹھا لیجاتا کذا فی الدر کمن معہ ثوب وطرفہ
مع الآخر لا ہدبتہ ای طرفہ الغیر منسوج فانہ لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند اون دو شخصون کے کہ ایک کے
پاس کپڑا ہی اور دوسری کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہی نہ دو شخص برابر ہے جسکے ہاتھہ مین کپڑی کا ہدبہ یعنی جہیر ہے ہم ہدبہ یعنی کپڑی کا طرہ
بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہے بخلاف جالسی دار تنازعا فیہا حیث لا یقضی لہما لاحتمال انہا فی ید غیرہما
وہنا علم انہ لیس فی ید غیرہما عینی بخلاف اون دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونو
کے واسطے گھر کا حکم بنصفا النصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصون کے سوا کسی اور کے
قبضے مین ہو اور وہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہوچکا ہی کہ فرش دونون شخص کے سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہے کذا فی العینی
والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الآخر ولو من خشب
فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الآخری للدلالۃ علی انہما بنیا معا ولذا سمی بذالک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اوس
شخص کی ہی جسکی کڑیان دیوار پر رکھی ہون یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اسطرح پر کہ ایک دیوار کی آدہی
آدہی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار
مین مرکب اور پچی ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اس پر کہ دونون دیوارین ساتھہ بنی ہین اور اسیواسطے اس کا نام تربیع رکہا
گیا کیونکہ اسوقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہے ہم اتصال دو طرح ہی ایک اتصال ملازقت وہ یہہ ہی کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری
دیوار کے کنارہ سے ملا ہو یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین
آدہی آدہی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب
ہون کذا فی الدر و طحطاوی کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہی اور قول ظاہر کرخی کا یہہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو
احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اوسکی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تا کہ دیوار مربع
ہو جائے قبہ کے مانند تو اسوقت مین کل شئ واحد کے حکم مین ہونگی انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب وادخال او ہرادی کقصب
وطبق یوضع علی الجذوع اوسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہی یعنی لگا ہی بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب اور ادخال
ہی یعنی سوراخ کرکے لکڑی اوسمین داخل کرنا یا اوسکی دیوار نہین جسکی بنگے ہین مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین ہم ہرادی
جمع ہی ہردیہ کی بکسرہا منح الغفار اور درر مین ہے کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دہنیون پر رکھی جاتی ہین اور اون پر مٹی ڈالی جاوے انکو
اہل ہند اونکو بنگا یا برگہ یا تختہ یا چہاپ بولتے ہین خلاصہ یہہ ہی کہ دہنیان رکہنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگے رکہنا بل یکون
بین الجارین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الہرادی بل صاحب الجذع الواحد احق منہ خانیہ بلکہ بنگے والی دیوار دونون
پڑوسیون مین مشترک ہی اگر دونون اوسمین جہگڑا کرین اور وہ دیوار بنگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دہنی کا دیوار پر رکہنے والا اوس سے
زیادہ ترحقدار ہے دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحدہما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل
لذی الجذوع ملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور اگر ایک شخص کی دہنیان ہون دیوار پر اور دوسری شخص کی دیوار کے واسطے اتصال
ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسری شخص کو دہنی رکہنیکا حق ہی اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دہنیون والے
کی ہی کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہے ہم محیط مین ہی کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہی اتصال تربیع اتصال ملازقت و
مجاورت اور وضع جذوع و محاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہی پہر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہی پہر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہی

کذا فی الطحاوی وأما حق المطالبة برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بإبراء ولا صلح وعفو وبیع وإجارة اشباه ومن
احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دہنیاں ظلم سے رکہی گئین اونکے اوٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابراکردینے سے اور صلح
وعفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود فاسکو یاد رکہنا چاہئے م یعنی اگر دہنیون کا مالک اوکہاڑ ڈالنے کے مطالبہ سے
ابراکرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا بلکہ اوس حق سے ہوسکتا ہے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہو اور اگر دہنیاں رکہنے والا
یا جسکی دیوار پر دہنیان ہین وہ مکان کو بیچڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب دیوار دہنیان رکہنے والے کے پاس
وہ مکان اجارہ رکہے تو حق مذکور ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحاوی و ذو بیت من دار فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا
فھی بینھما نصفین کالطریق اور ایک کوٹہری اور دالان والا بمنزلہ اوس گہر کے جسمین بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس شخص کے مانند
ہے جسکی بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس گہر مین سے اوسکے صحن کے حق مین تو صحن گہر کا دونون مین نصفا نصف ہے راہ کے مانند م یعنی
صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پہرنے مین اور اسباب رکہنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وفی غیر ذلک پس حکم
صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور مین برابر ہین بخلاف الشرب اذا
تنازعا فیہ فانہ یقدر بالاراضی بقدر سقیہما بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اوسمین جہگڑا کرین تو اوسکا اندازہ ہوگا سقیہما
زمین سے بقدر اوسکے سینچنے کے م یعنی آبپاشی مین تہوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کیواسطے
ہے تو جتنی زمین زیادہ ہوگی پانی لینے کی حاجت زیادہ ہوگی تو اوس کا اندازہ بقدر اراضی کرینگے م ادعیا ای الخارجان علی ذی ید کل منہما
ارضا قضی بیدہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونون کا قبضہ زمین مین ہے تو دونون کے ثبوت قبضہ کا حکم ہوگا
تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برہن علیہ ای علی الید احدہما او کان تصرف فیہا ان لبن او بنی قضی بیدہ
لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اوسمین تصرف کرتا ہے اسطرح پر کہ اوسنے اوسمین اینٹ
پاتہیں یا عمارت بنائی تو اوسکے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اوسکے تصرف کے م یعنی تمکن تصرف اشیای مذکورہ اوسکے قبضہ
کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال وشہدا انہ کان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ما ثبت فی زمان یحکم ببقائہ
ما لم یوجد المزیل درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہہ چیز مدعی کی ملک تہی یعنی زمانہ
ماضی مین تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ مین تو اوسکے باقی رہنے کا حکم
رہتا ہے جب تک وہ چیز نہ پائی جائے جو اوسکے ثبوت کو دور کردے کذا فی الدرر صبی یعبر عن نفسہ ای یعقل ما یقول قال انا حر
فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کرسکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اوسکو سمجہتا ہے وہ بولا کہ مین آزاد ہون
تو اوسکا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اوسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو
درصورت اوسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فی الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید
کونہ لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون یعنی اوسکا جو ذی الید نہین تو ذی الید
کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاوے گا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر
م یعنی جب کہ اوسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اوسکی مملوکیت ذی الید کے اوس دعوی سے
ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے تو صغیر کے اقرار سے تواب یہہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اقرار صغیر صغیر کے حق مین معتبر نہین علی الخصوص کہ
اسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لما تقرر ان التناقض فی دعوی

الحریة لا یمنع صحة الدعوی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اوس نے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ دعوی حریت مین تناقض صحت دعوی کا مانع نہین ہے علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت مین ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہہ باب ہے نسب کے دعوی مین الدعوة نوعان دعوة استیلاد وهو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہے ایک استیلاد کی دعوت وہ یہہ ہے کہ اصل علوق یعنے نطفہ رہنا مدعی کی ملک مین ہو م اکثر عرب طعام مین دعوت بفتح دال بولتے ہین اور نسب مین بکسر دال کہتے ہین ودعوة تحریر وهو بخلافه دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہے یعنی مدعی کی ملک مین نطفہ نرہا ہو والاول اقوی لسبقه واستنادها لوقت العلوق واقتصار دعوة التحریر علی الحال وسنبینه اور اول یعنی دعوت استیلاد قوی تر ہے بسبب اوسکے سابق ہونیکے اور اوسکے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصور ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہہ بیان واضح ہوگا مبیعة ولدت لاقل من ستة اشهر منذ بیعت فادعاه البائع ثبت نسبه منه استحسانا لان العلوق حصل فی ملکه ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیه التناقض یعنی لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین جس وقت سے کہ اوسکی بیع ہوئی پھر اوس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روی استحسان کے اس سبب سے کہ علوق رہنے کے بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اسمین تناقض معاف ہوگا م یہان قیاس یہہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہوا اور یہی قول ہے زفر اور امام شافعی کا اسواسطے کہ بائع کا بیچنا یہہ اقرار ہے اوسکے جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہین تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہے بیان استحسان یہہ ہے کہ بنای نسب پوشیدگی پر ہے تو اسمین تناقض معاف ہے جب کہ متیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہی گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہین رہا پھر ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ اوسیکا ہے تو یہہ عذر ہو سکتا ہے اعتبار تناقض کے [illegible] واذا صحت استندت فصارت ام ولد له فیفسخ البیع ویرد الثمن اور جب کہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانہ کے طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہو گئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اوسکا مشتری کو پھیر دیا جائیگا ولکن اذا ادعاه المشتری قبله ثبت نسبه منه لوجود ملکه و ولایتها باقراره وقیل یحمل علی انه نکحها ثم استولدها ثم اشتراها ولیکن جب کہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوی سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اوسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا مشتری کا دعوی اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اوس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک مین پھر استیلاد کیا پھر اوسکو خرید کر لیا ولو ادعاه معه ای مع ادعاء البائع او بعده لا لان دعوته تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی کما مر اور اگر مشتری نے بائع کے دعوی کے ساتھہ دعوی کیا یا بعد اوسکے دعوے کے دعوی کیا تو اوسکا دعوی مسموع نہین اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد ہے تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹہیریگی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب مین وکذا اذا ثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد لفوات الاصل اور اسیطرح ثابت ہوگا نسب لڑکا بائع سے بعد مر جانے اوسکی ماکے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے م یعنی حریت مین اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوگیا نسب سے ویأخذه البائع بعد موت امه ویسترد المشتری کل الثمن وقالا حصته اور بائع ولد کو لیگا اوسکی ماکی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیر لے واعتاقهما ای اعتاق المشتری الام والولد کموتهما فی الحکم اور دونون کا اعتاق یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو اون دونون کی موت کے مانند ہے حکم مین م قوله والولد واو بمعنے او ہے جسمین جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہوا اور

اوسکا نسب اوس سے ثابت ہوگا اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد میں اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے
بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حق میں دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ وہ ولد کی تابع ہی پہر جب اصل میں صحیح نہوا تو تابع کے حق میں بطریق اولیٰ
صحیح نہوگا کذا فی الظہیریۃ من البیع والتدبیر کالاعتاق لانہ ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصتہ اتفاقا ملتقی وغیرہ ولذا حصتہا ایضا
علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کی
مانند محل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پہیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے جب کہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے
بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسیطرح ماں کا بھی حصہ پہیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب کو چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہی ونقلہ
فی الدرر والمنح عن الہدایۃ علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہی اسکو درر اور منح الغفار میں ہدایہ سے برخلاف
اوس قول کے جو کافی میں مبسوط سے منقول ہے ہم درر میں ہدایہ سے یہہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصۂ ثمن ولد
مشتری کو پہیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پہیرے چنانچہ موت میں انتہی اور کافی میں مبسوط سے یہہ منقول ہے
کہ حصۂ ولد پہیر دے نہ اوسکی ماں کا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ پر اعتراض کیا ہے کہ محمد نے
امام سے جامع صغیر اور اصل یعنے مبسوط میں تصریح کی ہے کہ حصۂ ثمن ولد پہیرا دیگا اور اسیطرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصر میں اور شیخ شمس
الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ میں اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں تو ظاہر ہوا کہ صدایہ کا قول مرجوح ہی اگرچہ اوس نے اوسکی تصحیح
کی ہے چنانچہ سوری زادہ نے اوسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاہ بعد عتقہا او موتہا ثبت منہ وعلیہ
رد الثمن واکتفیا برد حصتہ وقیل لا یرد حصتہا فی الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہہ روایت ہی اور اگر
بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کرنے اوسکی ماں کے یا اوسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور سب ثمن پہیر دینا لازم آویگا اور
صاحبین نے حصہ ولد کے پہیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ماں کا حصۂ ثمن اعتاق میں بالاتفاق پہیرا نجاویگا انتہے کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا
چاہئے کہ جس قول کو مواہب میں ضعیف کہا ہی وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامۃ المذکورۃ لا کثر من حولین
من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح
اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت میں بیع کے وقت سے اور بائع نے اوسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا
نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنے لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے ہم
بتوت نسب میں مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک میں بالیقین واقع نہیں ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہیں
ہوتی اور بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک میں نہیں ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے
لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک ٹہیریگا اور نسب اوسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے
دو سال میں لونڈی جنے گی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا بعنی لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر صدقہ تحکیمہ کالاول
لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا یعنی تو یہہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین میں یعنی سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر
مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اوس کا حکم اول کے مانند ہے یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے
کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اوسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا سکوت کیا
نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث
شرنبلالیہ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلا بائع نے کہا کہ میں نے اوس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد کیا

اور مشتری نے کہا چھہ مہینے سے زیادہ مدت ہوچکی بیع کی اور ولد تیرا نہین ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسیطرح گواہ بھی اسیکے مقبول ہین ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدھما لدون ستة اشھر والاخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبھما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع مین ہی کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھہ مہینے سے کمتر مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت مین پہر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونون لڑکون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اوس صورت مین نسب دونون کا ثابت ہوگا جبکہ دونون کی ولادت مین چھہ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونون توأمین ہین کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پہر جب اول مین دعوی بائع کا بلا تصدیق متحقق ہوگیا تو دوسرے مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھہ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پہیر دیا جایگا باع من ولد عنده وادعاه بعد بیع مشتریه ثبت نسبه لکون العلوق فی ملکه ورد بیعه لان البیع یحتمل النقض بائع نے اوس ولد کو بیچا جو اوسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اوسکو تیسرے شخص سے بیچا پہر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائعکی ملک مین اور بیع اوسکی پہر جایگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہی یعنی اور حق دعوت محتمل نقض نہین لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رھنه او اجره او کاتب الام او رھنھا او اجرھا او زوجھا ثم ادعاه فیثبت نسبه وترد ھذه التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسیطرح بیعکے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اوسکی ماں کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن کیا یا اجارہ دیا یا اوسکا کسی سے نکاح کردیا پہر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہہ تصرفات مذکورہ یعنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پہیر ڈالے جاوینگے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کردیگا تو رد نہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہین باع احد التوأمین المولودین یعنی علقا وولدا عنده واعتقه المشتری ثم ادعی البائع الولد الاخر ثبت نسبھما وبطل عتق المشتری بامر فوقه وھو حریة الاصل لانھما علقا فی ملکه حتی لو اشتراھا حبلی لم یبطل عتقه لانھا دعوة تحریر فتقتصر علیه ثم غیره وجزم به المصنف بیچا ایک توام کو توأمین مولودین سے یعنی وہ توأمین جن کا علوق اور تولد بائعکے پاس ہوا اور مشتری نے اوسکو بیچا الا پہر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہین ہوئی دعوی کیا تو دونون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہوجائیگا اوس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہی یعنی اور عتق حریت عارضی ہے دونون کا نسب ایک کے دعوی سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونون کا علوق بائع کی ملک مین رہا تہا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور بعد اوسکے دو توام جنی اور مشتری نے اونمین سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اوسکو آزاد کردیا پہر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اوسکی ملک مین نہ تہا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور رہوگی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ثم قال وحیلة اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انه ابن عبد ه فلان فلا تصح دعواه ابدا مجتبی پہر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہہ ہی کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز بیعکا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہین وقد افاده بقوله قال عمرو لصبی معه او مع غیره یعنی ھو ابن زید الغائب ثم قال ھو ابنی لم یکن ابنه ابدا وان وصلیة جحد زید بنوته خلافا لھما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوته حتی لو صدقه بعد تکذیبه صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اوس صغیر کو جو اوسکے ساتھہ ہی یا کسی اور شخص کے ساتھہ ہی کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہی پہر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اوس کا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اوسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اسواسطے کہ

نسب لیکہ اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہیں یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اوسکی تکذیب کے تو صحیح ہے یہ صاحبین کا مذہب ہی کہ موت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح نہین اسواسطے کہ جب اوسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اوس نے اقرار ہی کیا تہا ولہذا
لو قال لصبی ہذا الولد منّی ثم قال لیس منّی لا یصحّ نفیہ لانہ بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیاً و لا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ منلا خسرو لما افادہ الشرنبلالی اور اسیواسطے یعنی چونکہ نسب محتمل نقض نہین اگر ایک صغیر کو
کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پہر کہا کہ میرا نہین ہے تو اوسکی نفی صحیح نہین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہین ہوسکتی نفی کرنے سے
تو اب کچہ حاجت نہین دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچہ سہو نہین عمادی کی عبارت مین چنانچہ وہ توہم سہو کا گمان کیا ہو منلا
خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہی اسکو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسرو صاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہے کہ قال ہذا الولد لیس
منی ثم قال منّی صحیح ظاہراً یہہ سہو ہی کاتب اول کا اسواسطے کہ تشکیل عمادی اسکو مقتضی ہو کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت
مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری عبارت اوسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین
انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث لیعنی اقرار ثانی کی ظاہراً میرے نزدیک کچہ ضرورت نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے
اوسکی نفی کرنے سے نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصراً ہذا اذا صدّقہ الابن واما بدونہ فلا الّا اذا عاد الابن الی التصدیق
لبقاء اقرار الاب ... ثبوت نسب ... مین ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اوسکے تصدیق کرنے کے
نسب ثابت نہوگا مگر اوس صورت مین جب کہ بیٹا دوبارہ اوسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم یہہ تفصیل اوس
جاری ہی جہان صغیر اپنا حال بیان کرسکتا ہو ولو انکر الاب الاقرار فبرھن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر
ہو پہر گواہ لاوے بیٹا اوسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانہ اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہہ اقرار کہ وہ شخص میرا
بہائی ہو سو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر اقرار ہے یعنی تو بلا تصدیق اوسکے کیونکر مقبول ہو **فروع** مسائل لحقہ شارح کے لو قال لست
وارثہ ثم ادّعی انہ وارثہ وبیّن جہۃ الارث صحّ اذ التناقض فی النسب عفوٌ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اوسکا وارث نہین ہون
پہر اوس نے دعوی کیا کہ مین اوسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہو ہم جامع
الفصولین مین ہی کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک جہت ارث بیان نکرے یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادّعی بنوۃ العم لم یصحّ
ما لم یذکر اسم الجدّ اور اگر چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنی یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بہائی ہی تو دعوی صحیح نہین جب تک دادا کا نام بیان کرے ولو
برھن انہ اقرّ انہ ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا علی خصم ہو وارثٌ او دائنٌ او مدیونٌ او موصًی
لہ اور اگر گواہ لایا اسپر کہ اوس نے اقرار کیا ہی کہ مین اوسکا بیٹا ہون تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اوسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی
مسموع نہین مگر خصم پر یعنی وارث یا دائن یا مدیون یا موصے لہ پر یعنی جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدّعی علیہ
حقاً لابیہ وہو مقرّ بہ او لا فلہ اثبات نسبہ بالبیّنۃ عند القاضی بحضرۃ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اوسپر اپنے باپ کے
کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اوسکو چاہیئے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اوس مرد کے
سامنے ولو ادّعی ارثاً عن ابیہ فلو اقرّ بہ امر بالدفع الیہ ولا یکون قضاءً علی الاب حتی لو جاء حیًّا یاخذہ من الدافع و
الدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اوسکا اقرار کیا یعنی اوسکی فرزندی کا تو اوسکو امر کیا جاویگا
مدعی کے دینے کا اور یہہ امر قضا نہین اوسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے
ولو انکر قیل للابن برھن علی موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والصحیح تحلیفہ علی العلم بانہ ابن فلان وانہ مات ثم یکلّف

الابن لِبَيِّنَةٍ بذالك وتمامه فی جامع الفصولین من الفصل الثامن والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے
کہا جائیگا کہ گواہ قائم کر کہ اپنے باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اوس کا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہہ ہے
کہ اوسکی تحلیف ہو علم پر اس طرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا یعنی مدعا علیہ یون قسم کہائے کہ مین نہین جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے
اور وہ مرگیا ہے پہر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اوسپر گواہ لانیکے لئے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اوسپر اقامت بینہ اپنے دعوی
پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہے ستائیسوین فصل سے ہم جامع الفصولین مین باقی بیان یہہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے
انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹہریگا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہے ملخصا اور یہہ بیان ہماتیسوین
فصل مین ہے نہ ستائیسوین میں کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم هو عبدی وقال الکافر هو ابنی فهو
حر ابن الکافر فینالہ الحریۃ حالاً والاسلام مآلاً اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتہہ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے
اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا اس سبب سے حاصل کریگا آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ہم یعنی
دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنے مسلمان کا غلام ٹہرتا تو اسلام تو اوسکو بالتبع حاصل
ہوتا لیکن اوسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانه یکون مسلماً لان حکمه حکم دار الاسلام وعزاه للتحفة
قال المحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اوس کا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اس قول کو
تحفہ کے طرف تو اس خلاف کو یاد رکہنا چاہیئے قال زوج امرأة لصبی معهما هو ابنی من غیرها وقالت هو ابنی من غیره
فهو ابنهما ان ادعیا معاً والا ففیه تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اوس لڑکے کو جو زوجین کے ساتہہ ہے کہ وہ
میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونون کا بیٹا ہے اگر دونون نے ساتہی
دعوی کیا اور اگر ساتہی دعوے نہین کیا تو اوس مین تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ہم تفصیل مذکور یہہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اوسکا
بیٹا ٹہریگا اور عورت سے تو اگر اوسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اوس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوے کیا پہر زوج نے کہا
کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونون مین نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہین اور وہ دونون کا بیٹا ہے اور اگر دونون کا نکاح
ظاہر نہین تو عورت کا قول معتبر ہے اور اوسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ لڑکا اپنا حال بیان
نکر سکتا ہو اور اگر بیان کر سکتا ہو اور وہان رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اوسی سے اوس کا
نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصا وهذا لو غیر معبر والا بان کان معبراً فهو لمن صدقه اور یہہ یعنی دونون کا ولد
ہونا اوس وقت ہے جب کہ طفل اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی بیان کر سکتا ہو تو وہ لڑکا اوسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیهما
وفراشهما یفید انه منهما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونون کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونو
کا ہے ہم طحطاوی نے کہا یہہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فهو ابنهما اور بہتر یہہ تہا کہ علت مذکورہ اوس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امة
اشتراها فاستحقت غرم الاب قیمة الولد یوم الخصومة لانه یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی
پہر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اوسکی خصومت کے دن ٹہرے اسواسطے کہ یوم
خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دیگا وهو حر لانه مغرور والمغرور من یطأ امرأة
معتمداً علی ملک یمین او نکاح فتلد منه ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ
شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اوسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پہر وہ عورت اوس سے جنے پہر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال و

کذا الحکم لو ملکھا بسبب اخر ای سبب کان غیر کما لو تزوجھا علی انھا حرۃ فولدت لہ ثم استحقت غرم قیمۃ ولدہ یہ کہ
واسطے مصنف نے کہا اور سراج کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوای خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا
اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اوس کا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دیگا اوس عورت کے مالک کو
فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شیٔ علی ابیہ لعدم المنع لما مر وارثہ لہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر سو وہ لڑکا
لڑکا مرگیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اوسکے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اوسکے والد کو ہے
اسواسطے کہ ولد حر اصل ہے باپکے حق میں تو وہ اوسکا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ وقبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ
غرم الاب قیمتہ للمستحق کما لو کان حیا سو اگر ولد کو اوسکے باپنے قتل کیا یا اوسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اوس کا
خون بہا بقدر اوسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اوسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا در صورت حیات ولد ولو لم یقبض شیئا
لا شیٔ علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھہ خون بہا نلیا تو اوسپر کچھہ تاوان نہیں اور اگر اوس کا
خون بہا اوسکی قیمت سے کمتر لیا تو اوسپر تاوان اوسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بھا ای بالقیمۃ فی الفصول
کما یرجع بثمنھا ولو ھالکۃ علی بائعھا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت پھیر لے دونوں صورتوں میں یعنی ملک اور تزوج میں جیسے
لونڈی کا ثمن بائع سے پھیر لے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اوس نے مستحق کو اوسکی قیمت اور اوسکے ولد کی قیمت کا
تاوان دیا تو بائع سے اوس کا ثمن اور ولد کی قیمت پھیر لیگا وکذا الو استولدھا المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول
علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواھب وغیرھا اور سراج مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے
لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیریگا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواھب وغیرہ لا بعقرھا الذی اخذہ المستحق لزومہ
باستیفاء منافعھا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبھا مر فی متفرقات القضاء ویجیٔ فی الاقرار
تو پھیر لے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور
ہو چکا باب المرابحۃ والاستحقاق میں تناقض کے مسائل کے ساتھہ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات میں گذر گئے اور کتاب الاقرار میں
بھی اونکا ذکر آویگا **فروع** مسائل محمد شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے ہم مجملہ
مواضع مخفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا میں صحیح ہے اور لبعد
اوس کا نکاح اوس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نرہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہوا ہو اور ازانجملہ یہہ ہے کہ وارث نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور
دفع میراث پر پھر اوسنے استرجاع میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق بر مانع ہو میراث کا تو دعوے مسموع ہے کہ اونکا عذر بواسطہ استقصا جاہل زوجیت اور حیثیت
خفای مذہبی کے ظاہر ہے اور ازانجملہ یہہ ہے کہ ایک کپڑا وہ مال میں لپٹا کرایہ کو لیا پھر جب اوسکو کھولا تو بولا یہہ میرا ہے تو دعوی مسموع
ہے اور وجہ تناقض اوسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتیٰ بہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ ولا تسمع الدعوی علی غریم المیت
دعوی مسموع نہیں میت کے غریم پر ہم غریم معنے دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں
دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا وھب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانھا
تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعوی مسموع نہیں مگر جب کہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کر جاوے اور اوسکے قبض میں کر دی تو اوسپر
دعوی مسموع ہوگا ثلث مال پر زیادہ ہونے سے ہم یہہ استثنا منقطع ہے بزازیہ میں ہے کہ جسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو
وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی لا یحلف المدعی علیہ الا اذا ادعی علیہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرھن فیتمکن من الرد و

فی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی
گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اوسکے پہیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اوس مبیع کو اپنے بائع کو پہیر دے اور دعوی وصی میں انکار
جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہرا دو قول ہیں یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی ابق قسم نہیں برہان
کے ساتہہ مگر تین مسئلوں میں دعوی دین میں میت پر اور استحقاق مبیع میں اور دعوی عبد آبق میں ھم تنویر الاذہان میں بزازیہ سے ہے کہ جس نے
میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یوں قسم لے کہ واللہ میں نے دین نہیں پایا مدیون
سے اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اوسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میرے طرف سے کسی قابض نے کچھہ قبض کیا میرے
امر سے اور نہ میں نے اوسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے کسیکو اوس پر حوالہ کیا تھا اور جب کہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہوں
سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یوں قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اسکو نہیں بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہہ چیز میری ملک سے کسی
وجہہ سے نکلی اور دعوی آبق کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پہر ایک شخص آیا اور اوس نے اوس کا دعوی کیا اور گواہوں سے
ثابت کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے تو اوس شخص سے قسم لیجاوے کہ وہ غلام ہنوز اوسکی ملک میں باقی ہے یا ہبہ سے اوسکی ملک سے خارج نہیں ہوا پہر جب قسم
کہائی تو اوسکو دیا جاوے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بہلائی سے اوسکی
رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی الاقرار لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من
مشتری ودعوی الابق اقرار مجتمع نہیں ہوتا بینہ کے ساتہہ یعنی جب مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو اب گواہ لانے کی کچہہ حاجت نہیں ثبوت
دعوی میں مگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہوں کے ساتہہ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں میت پر اور استحقاق
عین میں مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی میں ھم یہہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہہ
شخص اوس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرے اوپر ہے تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہوں کے اوسکو دین دیگا تو مدعا علیہ
کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ
فلان بن فلان نے مجھکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اوس کا اسپر اتنا ہے پہر مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی تو قاضی اوسکی وصایت کو ثابت نکرے اوسکے
اقرار سے جب تک وصی گواہ نلاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہہ صورت
ہے کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اوسکے حصے کے
اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تا کہ اوس کا حق تمام ترکہ سے متعلق ہو جاوے اور اگر سب وارث اقرار کریں تو بہی گواہ اوسکے
مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے دائن کے حق میں اور استحقاق عین کی یہہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کیواسطے
تو وہ ثمن پہیر نہیں سکتا پہر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پہیر لے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العلم جائز ہے تا کہ بہتر جامع
پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوی کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہے وہ میرے پاس سے بہاگ آیا ہے اور اوس نے
اس کا اقرار بہی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کی مدعی کے جانب سے کذا فی
الطحطاوی لا تحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رہن مجہول ودعوی
سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہیں مگر چہہ صورتوں میں جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم
جانے اور رہن مجہول میں اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی میں ھم ایک شخص نے دعوی کیا کہ اس نے میرا مال کچہہ تلف کیا یا لیا

کہا کہ میں نے کچھ دین ادا کیا گر مجکو یاد نہیں کہ کتنا تہا اور مدعا علیہ نے قسم چاہی تو قاضی اوسکی طرف التفات نکرے جیسی جہالت قبول شہادت کی
مانع ہو ویسی ہی استحلاف کی مانع ہے لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف میں کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونوں سے قسم لے
برعایت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اوسکا انکار کیا تو مرتہن سے
قسم لیجائے بعض علمانے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علمانے کہا کہ ان مسائل میں صحت دعوی مع الجہالۃ متفق علیہ ہے کہ جو بیع
اور غصب اور سرقہ کے دعوی میں بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ملخصاً لا یحلف المدعی اذا حلف
المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وھی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وھی ما لو قال المغصوب منہ کانت
قیمۃ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ
ثم یحلف المغصوب منہ ایضا ان قیمتہ مائۃ ولو ظہر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم کہائے جبکہ
مدعا علیہ قسم کہا چکے مگر ایک مسئلہ میں جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی میں مذکور ہے مترجم کہتا ہے صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ غریب ہے اوسکا
یاد رکہنا واجب ہے کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور مسئلہ مذکور یہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میری کپڑے کی قیمت سو تہی اور غاصب نے
کہا کہ میں اسکو نہیں جانتا ولیکن اوسکی قیمت سو تک نہ پہونچی تہی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اوسکی قسم کہانیکے ساتھ اور اوسپر بیان قیمت
لازم کیا جائے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کہائے یعنی یون کہے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم نتہے پہر مغصوب منہ سے بہی
قسم لیجائے کہ اوسکی قیمت سو درم تہی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مذکورہ
چاہے اوسکی قیمت لے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے الحاصل اگر مدعی قسم کہائے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم تہی تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب
خواہ قسم کہائے یا نکہائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہوگا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نکہائے کذا فی الطحاوی

كتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں اور اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال تعالیٰ ولیملل الذی علیہ الحق فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے
وہ شخص جسپر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہوتا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبۃ
ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وھو اقرب لغلبۃ الصدق اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر
دعوی مدعی ہے یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر کمال سلیم ہے بوجہ غلبۂ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوی میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں
اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا جیسی ایسا اوسکے مال پر مضر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور
کمال ولایت کے بخلاف اوس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے ھو لغۃ الاثبات یقال قر الشیء اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت میں بمعنی اثبات
ہے عرب بولتے ہیں قر الشیء جب کہ شے ثابت اور مستقر ہو وشرعا اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید بلیۃ لانہ لو کان
لنفسہ یکون دعوی لا اقرارا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اوس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہو اقرار اخبار کی
ایک راہ سے اور انشاء ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہے مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کیواسطے اگر خبر
تو وہ دعوی ہوگا نہ اقرار اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثم فرع علی کل من الشبہین پہر مصنف نے تفریع کی دونوں
شبہوں پر یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشاء دونوں کے مشابہ ہے لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا اور بعض اور جزئیات میں انشاء کا
حکم دیا گیا فللوجہ الاول وھو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ الی المقر لہ اذا ملکہ
برہۃ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنے اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا
غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اوس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اوسکا تسلیم کرنا اوس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جب کہ مقر اوس مال کا اندک مدت بہی مالک

[illegible] ۱۲

بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب موجود ہونے ملک کے تلعنے اقرار کے وقت مقر اوس مال کا مالک
تھا کہ اقرار صحیح ہوتا ہم مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہہ غلام خالد کا ہی پہر زید اوس کا مالک ہوا کسیطرح تو اوسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے
مفتی ابو مسعود نے کہا کہ اس مسئلہ سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے مین پہر ایک شخص نے اوسکی گواہی دی اور کسی
وجہ سے مقبول نہوئی پہر شاہد اوس چیز کا مالک ہوا تو اوسکو تسلیم اسلے المدعی کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم شراہ عتق علیہ
ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم شراہا او ورثہا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ مین ہی کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار
کیا پہر اوسکو خرید کیا تو وہ غلام اوسپر آزاد ہوجائیگا اور اوس کا ثمن بائع سے نہ پہیر لیسکیگا یا ایک گہر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پہر اوسکو خرید لیا
یا اوس کا وارث ہوا تو وہ گہر وقف ہوجائیگا اوسکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہی غیر پر
ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء لصح لعدم التخلف اور صحیح نہین اوس کا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی
سے اور اگر یہہ اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار ازراہ زبردستی اسواسطے صحیح نہین کہ دلیل کذب یعنی اکراہ
موجود ہی اور اقرار اخبار ہے احتمال رکتا ہی صدق اور کذب کا تو اوسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہی اور اگر انشا ہوتا تو تخلف
صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا مین مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہے وصح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف
دارہ مشاعا والمرأۃ بالزوجیۃ من غیر شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اوس عین مین جو اوسکے
پاس ہی اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب مین اور اپنے گہر مین سے نصف مشاع کا اقرار صحیح ہی اور زوجیت کا اقرار عورت کے جانب سے بلا شہود
صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ مین صحیح نہوتا ہم در صورت انشا ہونیکے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اوس کا اقرار
تبرع ہوتا اوسکے جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہین اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اوسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر انشا ہوتا اقرار
تو لازم آتی تملیک شراب کی مسلم کے جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہوسکتا ہی نہ غیر کو مالک کرسکتا ہی اور نصف دار مشاع کا اقرار
صحیح ہوا بسبب اوسکے اخبار ہونیکے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہین ہوتا باوجود قبض کے بہی اور اسیطرح زوجیت کا
اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلا شہود صحیح نہوتا ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقرلہ بشیء معین بناء علی الاقرار لہ
بذلک بہ یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ
کان ابتداء ہبۃ وہو الاوجہ بزازیۃ اور مسموع نہین دعوی مقر لہ کا اسطرح کہ اوسنے اوسکے واسطے شئی معین کا اقرار کیا بنا بر اوس
اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہان تک کہ اگر جہوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہین یعنے اوسکو
زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہین اسواسطے کہ اقرار مالک ہونے کا سبب نہین ہان اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے
تو اب یہہ ابتدا ہبہ ٹہیریگا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیۃ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی واقر لی بہ او یقول
لی علیہ کذا وہکذا اقر بہ فتسمع اجماعا لانہ لو یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہہ کہ مدعی اپنے دعوی مین یون کہے وہ شے
میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اوس کا اقرار بہی کیا ہی میری واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہے اور اسیطرح اوسنے اقرار بہی کیا ہی تو اب دعوی
مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہین ٹہیرایا ثم لو انکر الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف
علی الاقرار بل علی المال پہر بعد دعوی ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہوا تو کیا اوس سے قسم لیجائیگی یا نہین فتوی یہہ ہے
کہ اوس سے اقرار پر قسم نلیجائیگی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائیگی واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامۃ اور اقرار کا دعوی
تو دفع مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہی یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیئے کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ اوس کا حق جانب مدعا علیہ کچہہ نہین یا مین

مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہو تو دونوں صورتیں صحیح ہیں اور گواہ مقبول ہیں ولو جہ الثانی وہو الانشاء لو ردّ المقر لہ اقرارہ ثم قبل لا یصح ولو کان اخبارًا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشاء ہونے کے اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا ہم اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں کہ اقرار رد ہو جاتا ہو رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو اوسمیں اگر اقرار کریگا اور بعد رد کر دینے کے مقر لہ اوس کا دعوی کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مثل نکاح رد ہوتے رد کر دینے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجہہ سے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پہر بولی کہ ہان اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ مجرد انکار احد الزوجین سے باطل نہیں ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہی تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہوگا کذا فی الطحاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کر دینے سے ولو اعاد المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ لانہ اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہہ دوسرا اقرار ہے جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود ہوا ثم لو انکر اقرارہ الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینتہ قال البدیع والاشبہ قبولہا واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ الشرنبلالی پہر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اوس سے قسم نلیجائیگی اور مقر لہ کے گواہ اوسپر مقبول ہونگے قاضی بدیع نے اور صاحب قنیہ نے کہا اور اشبہ بالقواعد قبول ہی ہے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکہا ہے والملک الثابت بہ لا یظہر فی حق الزوائد المستہلکۃ فلا یملکہا المقر لہ ولو اخبارا لملکہا اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقر لہ مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو اونکا مالک ہوتا ہم مثلا زید نے کہا کہ یہہ باغ خالد کا ہے اور پہل اوس باغ کے طیار ہو چکے تہے ہوا سے ٹوٹے اور اپنے تصرف میں لایا تو زید پر اوس کا ضمان لازم ہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشاء ہے گویا اوس نے مال خالد کو ملک کیا۔ اقر حر مکلف یقظان طائعا او عبد او صبی او معتوہ ماذون لہم اقر بتجارۃ کاقرار محجور بحد وقود الا بعد عتق والنائم والمغمی علیہ کمجنون وسیجیء السکران ومر المکرہ بحق معلوم او مجہول صح من معلوم لمجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہے جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص میں صحیح ہے اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو یا حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اوسکا مواخذہ بعد اوسکی آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہے جسکا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق میں بہی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال پر صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ ضروریات تجارت سے ہے اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اون سے معاملہ نکریگا تو جو امر متعلق بتجارت ہے وہ اذن میں داخل ہے چنانچہ دیون اور عواری اور مضاربات اور غصوبات اور جو امر متعلق بتجارت نہیں چنانچہ مہر اور جنایات اور ضمانات اوسمیں اونکا اقرار صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لان جہالۃ المقر بہ لا تضر الا اذا بین سببا تضرہ الجہالۃ کبیع واجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہے کہ جہالت مقر بہ کی مضرت نہیں کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہے کہ کبہی مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہے اسطرح کہ اوس نے کچہہ مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اوسکو معلوم نہیں ہان بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلا اقرار کیا کہ اوس نے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ پر لی یا کوئی چیز خرید کی تو اقرار صحیح نہیں اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کا واما جہالۃ المقر فتضر کقولہ علی احدنا لک الف درہم لجہالۃ المقضی علیہ الا اذا جمع بین عبدہ ونفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہے چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون میں سے ایک شخص کے ہزار درہم تیرے ہیں بسبب معلوم ہونے اوس شخص کے جسپر ہزار درم کا حکم کیا جائے مگر جب کہ

مقر نے اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کر دیا تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے ہم مثلاً ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہین مجھپر یا میرے غلام پر
تو صحیح ہی اسواسطے کہ بہر صورت مولے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر وتضرّ جہالۃ المقرلہ ان تفحشت کقولہ لواحد من الناس علیّ کذا
اور اسیطرح مقرلہ کی جہالت مضر کرتی ہی اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا مجھپر اتنا مال ہی و
لا کلاحد ہذین علیّ کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر لکن باختصار مخل کما بینہ عزمی
زادہ اور اگر مقرلہ کی جہالت فاحش نہو تو ضرر نہین کرتی چنانچہ یہہ اقرار کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہی تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نکیا
جائیگا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہی لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا
ہی ہم مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب
حق کو کاہے مقر بھول بھی جاتا ہی صاحب درر کی نقل مین خلل یہہ واقع ہوا کہ اوس نے جبر علی البیان ذکر کیا ہی اور عزمی زادہ کا حاصل بیان یہہ
ہی کہ مقر پر جبر اوس صورت مین ہے جب کہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقرلہ کی جہالت مین اسواسطے کہ جبر ہوتا ہی صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان
مجہول ہی کذا فی الطحطاوی ولزمہ بیان ما جہل کشیء وحق بذی قیمۃ کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ
وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اوس مقر بہ کا بیان کرنا جسکو اوس نے مجہول بیان کیا مانند شیء اور حق کے بیان
چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اوس چیز سے جسکی کچھہ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کہال اور صغیر
آزاد اسواسطے کہ بلاقیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جب کہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھہ چیز ہی
یا حق تو اوسپر بیان لازم ہی قیمت دار چیز سے نہ بلاقیمت سے زیلعی مین ہے کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ
کیا تو اوسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی قول لائق اعتماد کے ہی والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر
ان ادعی المقرلہ اکثر منہ ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم ساتھہ اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقرلہ اوسکے بیان
کرنیسے زیادہ تر کا دعوی کرے اور اوسکے گواہ نہون ولا یصدق فی اقل من درہم فی علیّ مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے
کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب
الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب السرقۃ وصحح فی مال عظیم لو بینہ من الذہب او الفضۃ اور اگر مقر نے
اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہی سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون
نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہی تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بہی تصحیح ہوئی ہے ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسلئے قرار دیا
کہ نصاب عظیم ہے شرعاً لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اوسپر واجب ہوگی اور عرف مین بہی اسکو غنی کہتے ہین ومن
خمس وعشرین من الابل لانہا ادنی نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اوسکی تصدیق نہوگی اگر یون بولا
کہ مجھہ پر مال عظیم ہی اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہی جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہی ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ
کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پچیس سے کمتر مین زکوۃ ہم جنس نصاب نہین لیجاتی ہان پچیس سے
ایک اونٹ لیا جاتا ہی تو باعتبار جنس مجانست پچیس ہی ادنی نصاب ٹہیری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار
نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق نہوگی غیر مال زکوۃ مین ہم تشریح جس مال مین زکوۃ واجب نہین اسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ
مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اوس نے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت
دو سو درم چاندی یا بیس مثقال سونا نہین تو اوسکی تصدیق نہوگی ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام ولو فسرہ بغیر

ماله الزکوة اعتبر فیها ثلاثة اور تین نصابون سے کمتر مین تصدیق نہوگی اس قول مین کہ علی اموال عظام یعنی مجھپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی
تفسیر غیر مال زکوة یعنی ثیاب وغیرہ سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہم اموال عظام مین تین نصابین اسواسطے معتبر ہوئی
کہ تین اقل جمع ہے وفی دراهم ثلثة اور دراہم مین تین درم ہین سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین درم سے
کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراهم او دنانیر او ثیاب کثیرة عشرة لانها غایة اسم الجمع اور اس اقرار مین
کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہون گے اسواسطے کہ دس منتہای اسم جمع ہے تو وہی
اکثر ٹھیرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا لانها اقل ما لزم جمع الکثرة تو بہتر ہوتا اور یہہ بھی
احد القولین ہے کذا فی الطحاوی وکذا درهما درهم علی المعتمد اور اس اقرار مین کہ علی کذا درهما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضه
لزمه مائة درهم اور درم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا اسطرح کہ علی کذا درهم تو سو درم لازم ہون گے وفی دریهم او درهم عظیم درهم
والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجة زیلعی اور اس اقرار مین کہ علی دریهم بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علی درهم عظیم ایک درم لازم ہوگا اور درم کا
وزن وہ معتبر ہے جو اس شہر مین رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنی تصغیر اور تعظیم مین پورا درم
وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درهما احد عشر اور اس اقرار مین کہ علی کذا کذا درهما گیارہ درم لازم ہین ہم اسواسطے کہ دو عدد مبہم
بغیر حرف عطف کے مقر نے مذکور کیے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہے اور اکثر تسعة عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اوسکی بیان پر موقوف
ہے کذا فی النہر وکذا وکذا احد وعشرون لان نظیره بالواو احد وعشرون اور اس اقرار مین کہ علی کذا وکذا درهما اکیس درم لازم
ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر واو کے ساتھہ احد وعشرون ہے ہم اگر شارح یون کہتا لانه اقل نظیره تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی
ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر له فیحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقر تین بار بولا بدون واو کے اسطرح کہ علی کذا کذا کذا تو احد عشر
یعنی گیارہ لازم ہین ہم اس عدد مبہم کا مانند مفسر کوئی نہیں تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا وبها قیاسا واحد وعشرون اور اگر کذا کا لفظ تین بار
واو کے ساتھہ اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا فمائة واحد وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس ہم اسواسطے کہ اقل تعبیر مین عدد کی واو کے ساتھہ
مائة واحد وعشرون ہے کذا فی الدرر وان ربع مع الواو زید الف اور اگر کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھہ اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا وکذا
تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاویگا اسطرح کہ الف ومائة واحد وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہون گے اسواسطے کہ یہی اوس کا نظیر ہے عدد
مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمس زید عشرة آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر
عشرة آلاف زیادہ ہوجاوینگے اسطرح کہ عشرة آلاف والف ومائة واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس زید مائة الف اور
اگر لفظ کذا چھہ بار بولا تو عدد سابق پر مائة الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مائة الف وعشرة آلاف والف ومائة واحد وعشرون یعنی ایک لاکھہ گیارہ
ہزار ایکسو اکیس لازم ہون گے ولو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الف
ومائة الف وعشرة آلاف والف ومائة واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھہ گیارہ ہزار ایکسو اکیس وهکذا یعتبر نظیره ابدا اور اسطرح عدد مبہم
نظیر عدد مفسر جہانتک غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال له علی او قبلی فهو اقرار بدین لان علی للایجاب وقبلی للضمان غالبا اور اگر
بولا کہ له علی یعنے اوس کا مجھپر ہے یا یون بولا کہ له قبلی یعنے اوسکا میرے جانب تو یہہ قول دین کا اقرار ہے اسواسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے
ہے اور لفظ قبلی ضمان کیواسطے غالبا مستعمل ہے ہم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب مین مستعمل ہوتا ہے اور محل ایجاب
ذمہ ہے اور ذمہ مین دین ثابت ہوتا ہے نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہے لیکن ایجاب مین اوسکا استعمال
غالب ہے تو مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہے کذا فی الاتقانی ولو قال وصل به هو ودیعة لانه یحتمله مجازا اور

اوسکی تصدیق ہو گی اگر اوس نے اوس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علیّ اور قبلی کا مجازاً ودیعت کا بہی احتمال رکہتا ہو ہم اسواسطے کہ علیّ اور
قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب ودیعت مین بہی متحقق ہی اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہی اور قبلے کا استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت
مین بہی ہوتا ہی وان فصل لا یصدق لتقررہ بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علیّ یا لہ قبلے سے جدا کہا تو اوسکی تصدیق نہو گی بسبب ثابت
ہونے دین کے سکوت مین الکلام سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی
یا فی کیسی یا صندوقی اس کا اقرار ہی کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنیسے یعنی اوسکی چیز میرے نزدیک ہی یا میرے ساتھ یا میری کوٹہری مین یا میری
تہیلی مین یا میرے صندوق مین سے جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراہمی کذا فہو ہبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب
مال اوسکا ہی یا جس کا مین مالک ہون اوس کا ہی اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اوسکے اتنے ہین تو یہہ قول ہبہ ہی نہ اقرار ولو قال فی
مالی او فی دراہمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درمون مین اوس کا اتنا ہی تو یہہ شرکت کا اقرار ہی
فلا بد لصحۃ الہبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے ہبہ صحیح ہونیکے واسطے تسلیم جمیع مال سے بخلاف اقرار کے کہ اوسکی صحت
کے لیئے تسلیم ضرور نہین ہم جب کہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹہیرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اوسنے اپنا سب مال اوسکو دیدیا تو ہبہ صحیح ہو گا
والا غیر صحیح والاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہان یہہ ہی کہ جب مقر نے مقر بہ کو اپنی ملک کیطرف
مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہو گا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کے طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہی کہ اوسکو حمل کیجیے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی
نہ انشا پہر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہو گیا تو اسمین وہ شرط ہو گی جو ہبہ مین شرط ہی اور اگر شی کو اپنی ذات کے طرف مضاف نکیا مثلا
یون کہا کہ ہذا المال لفلان یعنی یہہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہہ اقرار ہی نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکور
پر اعتراض وارد نہو گا ما فی بیتی کا اسواسطے کہ یہہ نسبت کی اضافت ہی نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہہ ہی کہ ما فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کے
طرف موجود ہی اور باوجود اسکے یہہ اقرار ہے نہ ہبہ خلاصہ جواب یہہ ہی کہ یہہ ملک مقر کی اضافت ملک نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہی چنانچہ لکہنو کا
مثلا رہنے والا کہے کہ لکہنو میرا شہر ہے تو یہہ سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی ولا الارض التی حدودہا کذا لطفلی فلان فانہ ہبۃ
وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط قبضہ مفرزا انتہی للاضافۃ تقدیرا بدلیل قول المصنف
اقر لآخر بمعین ولم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فہل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیہ
شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہو گا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل کی ہی
اسواسطے کہ یہہ قول ہبہ ہی اگرچہ طفل نے اوسپر قبضہ نکیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہی مگر یہہ کہ
موہوب اوس قسم سے ہو جس مین قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپ صغیر کو اوسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اوس کا جدا کرنا قبضہ شرط ہو گا انتہی
الاعتراض اسواسطے کہ زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہو گا کہ اضافت زمین کی متکلم کے طرف تقدیری ہی مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے
واسطے شی معین کا اقرار کیا اور اوس شی کو اپنے طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ وہ شی مقر کی ملک ہی تو کیا یہہ قول اقرار
ہو گا یا تملیک جواب مناسب فقہ یہہ ہی کہ یہہ قول تملیک ہو گا تو اوسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سو اسکے طرف مراجعت کرو قاعدہ مذکورہ سے یہہ مفہوم
ہوتا ہی کہ جب مقر بہ کو مقر اپنے طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہو نہ ہبہ تو چاہئے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم اضافت ارض اقرار ہوا درحالانکہ وہ
ہبہ ہے خلاصہ جواب یہہ ہی کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہی لیکن اوسمین اضافت تقدیری ہے گویا اوس نے یون کہا کہ میری وہ
زمین جسکی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہی اور اضافت تقدیری پر دلیل یہہ ہی کہ ملک اوس زمین کی لوگون کو معلوم ہی الحاصل
اضافت الی نفسہ جو مقتضی تملیک ہی خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون میں مشہور ہونا کہ وہ متکلم کی مملوک ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا

قال لی علیک الف فقال اتزنه او انتقدہ او اجلنی بہ او قضیتکہا ایاہ او ابرأتنی منہ او تصدقت بہ علیّ او وہبتہ لی او
احللتنی بہ علی زید ونحو ذلک فہو اقرار لہ بہا لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے
کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہیں سو مخاطب نے کہا کہ ان کو وزن کر لے یا ان کو پرکھ لے یا ان کی مجھکو مہلت دے یا میں تجھکو وہ دے چکا ہوں یا تو نے مجھکو وہ
معاف کر دیے ہیں یا تو نے مجھکو وہ خیرات میں دیے ہیں یا ان کو تو نے مجھکو ہبہ کر دیا ہے یا میں نے تجھکو وہ زید سے دلائے ہیں اور مانند ایسے
کلمات کے سو یہہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھرنے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب مثالوں میں کذا ذکرہ عزمی زادہ اور یہہ جواب
ٹھیرا کلام اول کا یعنی اثبات اوس کا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وھذا اذا لم یکن علی سبیل الاستھزاء فان کان وشھد الشھود
بذلک لم یلزمہ شیء اور یہہ یعنے اقرار اوسوقت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی کے ہو اور گواہ
خوش طبعی کی گواہی دیں تو اوس پر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستھزاء لم یصدق اور اگر مخاطب خوش طبعی کا دعوی کرے اور گواہ نہو تو اوسکی تصدیق نہوگی ولکن ضمیرہ مثل
اتزن الخ ولکن یتحاسب او ما استوفیت من حق سوای او غیرک وقیل اوبعدک لایکون اقرارا لعدم انصرافه الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بغیر ضمیر کے
چنانچہ وزن کر لے یا پرکھ لے الخ اور اسیطرح حساب تو کر لے یا میں نے کسی سے قرض نلیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نلیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہہ اقرار
نہوگا بسبب نہ پھرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہہ کلام جداگانہ ٹھیرا نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل
جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لھما یجعل ابتداء لئلا یلزمه المال بالشك اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ
مین یہہ ہے کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونیکی نہ ابتدای کلام ہونیکی تو وہ جواب ٹھیرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتدای کلام ہونیکی
نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ یہہ قول کہ وزن کر لے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ
ٹھیرایا جاتا ہے تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وھذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان
اقرارا مطلقا اور یہہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اوسوقت ہے جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب مین پورا ہو بلا انضمام غیر
تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہو ضمیر کی مثال یہہ کہ نعم ہو علیّ اور عدم ضمیر کی مثال
فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ھذا او افتح لی باب داری ھذہ او جصص لی داری ھذہ
او اسرج دابتی ھذہ او اعطنی سرجہا او لجامہا فقال نعم کان اقرارا منہ بالعبد والدار والدابۃ کافی تو اگر کہا کہ مجھکو میرے اس
غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے میرے اس گھر کا دروازہ کہولدے یا میرے لیے اس گھر کی چونہ کاری کر دے یا زین باندھ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجھکو اس
گھوڑے کا زین یا اوسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہہ اوسکی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقرلہ کے واسطے کذا فی
الکافی یعنے غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فہو اقرار لہ
بہا وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں ہیں سو وہ بولا بلی یعنے کیون نہیں تو یہہ اقرار ہوگا اوسکے واسطے
ہزار کا اور اگر جواب مین بجای بلی کے نعم یعنی ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا فی
الجوھرۃ اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بھی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف مین بلی اور نعم دونون
برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوھرۃ والفرق ان بلی جواب الاستفہام المنفی بالاثبات ونعم جوابہ بالنفی اور فرق
بلی اور نعم کا عربی مین یہہ ہے کہ بلی استفہام منفی کا جواب ہے نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہے اوسکے نفی کر دینے سے ق
الایماء بالرأس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارۃ وھبۃ اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار
نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا اور ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ صاف لیجے گونگے آدمی کا اشارہ کرنا

امور مذکورہ مین سے قائم مقام اوسکے بولنے کے بقول معتمد ہی سوای حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحاوی بخلاف افتاءٍ و
نسبٍ و اسلامٍ و کفرٍ و امانِ کافرٍ و اشارۃِ محرمٍ لصیدٍ و الشیخِ برأسہ فی روایۃ الحدیث و الطلاقِ فی انتِ طالقٌ ھکذا و
اشار بثلاثٍ اشارۃُ الاشباہ و نزاد الیمینُ کحلفہ لا یستخدم فلانًا او لا یظھرُ سرّہ او لا یدلُّ علیہ و اشار حنث عمادیۃ فتحرر
بطلانُ اشارۃِ الناطقِ الا فی تسعٍ فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوی دینے مین اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے
اشارہ مین شکار کے طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ اس قول مین کہ تو طالق ہے
اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کیگئی چنانچہ اوس کا یون قسم کہانا کہ فلانے شخص سے خدمت
نلیگا یا اوسکا بھید ظاہر نکرے گا یا اوسپر دلالت نکریگا اور پہر اوسپر اشارہ کیا تو حانث ہو گا کذا فی العمادیۃ تو متحقق ہوا اشارۂ ناطق کا باطل
ہونا مگر نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے و ان اقرّ بدینٍ مؤجّلٍ وادّعی المقرّ لہ حلولہ لزمہ الدین حالًّا وعند
الشافعی مؤجّلًا بیمینہ کاقرارہ بعبدٍ فی یدہ انہ لرجلٍ وانہ استأجرہ منہ فلا یصدق فی تأجیلٍ و اجارۃٍ لانہ دعوی
بلا حجّۃٍ اور اگر اقرار کیا دین موجل کا اور مقر لہ نے دعوی کیا بلا مدت دین کا تو اوسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین
موجل لازم ہوگا مقر کے قسم کہانیکے ساتھہ چنانچہ اوس کا اقرار اوس غلام کا جو اوسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اوس نے اوسکو
بطریق اجارہ کے اوس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہو گی تاجیل دین اور اجارہ غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوی ہے بدون حجت کے ھم اسواسطے
کہ مقر نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ پر تو اوس کا اقرار حجت ہے اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہین کذا
فی الحموی و حینئذٍ یستحلف المقرّ لہ فیھما اور اس وقت مین قسم لیجائیگی مقر لہ سے دونون مین یعنی تاجیل اور اجارہ مین یعنی درصورت
عدم گواہ مقر بخلاف ما لو اقرّ بالف دراھم السود فکذّبہ فی صفتھا حیث یلزمہ ما اقرّ بہ فقط لان السود نوعٌ و الاجل عارضٌ
لثبوتہ بالشرطِ و القولُ للمقرِّ فی النوعِ و للمنکر فی العوارضِ بخلاف اوسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر لہ نے اوسکی تکذیب
کی درمون کی صفت مین یعنی اونکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہون گے جس کا اوس نے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہے
درمون کی اور مدت دین مین عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہے اور منکر کا عوارض
مین مقبول ہے یعنی مدت عارض ہے کہ نفس عقد سے ثابت نہین ہوتی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عارض مین منکر کا قول مقبول ہے
کذا فی الحموی کاقرارِ الکفیلِ بدینٍ مؤجّلٍ فانّ القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ المؤجّل بلا شرطٍ جیسے ضامن کا اقرار دین موجل کا
اسواسطے کہ مدت مین ضامن ہی کا قول مقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل مین بدون شرط کرنیکے ھم اسواسطے کہ ضمانت مین مدت نوع
ہے نہ عارض کہ شرط پر اوس کا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی و شراء امۃ متنقبۃ اقرارٌ بالملک للبائع کثوبٍ فی جرابٍ اور نقاب
والی لونڈی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے و کذا الاستیام و الاستیداع و قبول الودیعۃ
و الاعارۃ و الاستیھاب و الاستیجار و لو من وکیلٍ فکلّ ذالک اقرارٌ بملک ذی الیدِ فیمنع دعواہ لنفسہ و لغیرہ بوکالۃٍ او
وصایۃٍ للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خرید اور مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکہنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اعارہ یا اور طلبگاری
ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہین تو اب طلبگار مذکور کو اوسکا دعوی کرنا اپنی
ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہو گا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرتا
پہر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اوسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابرائہ عن جمیع الدعاوی ثم ادعی بما لم یعلم التناقض ذکرہ
فی الکنز قبیل الاقرار و صححہ فی الجامع خلافًا للتصحیح الوھبانیۃ بخلاف اوسکے ابرا کرنیکے جمیع دعاوی سے پھر دعوی کرنیکے تو اسطہ دلیل

روایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال سے جیسے دعاوی سے اسکا مقتضی نہین کہ غیر کے طرف سے بھی ابرا کرے و مودی کبری ذکر
کیا ہے اسکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اسکو جامع صغیر مین برخلاف تصحیح وہبانیہ ہم جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہے کہ ہبہ اور
استیجار و استعارہ اور ہبہ اسکے اقرار ملک مستام منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ کا اور وہبانیہ مین ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں
اسواسطے کہ ہبہ مثلا شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا سبب ہے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہوئی اور یہہ روایت زیادات کے
موافق ہے کذا فی الطحطاوی ووفق شارحها الشرنبلالی بانه ان قال بعنی هذا کان اقرارا وان قال ابتعه هذا لا یکون اقرارا قال وهذه مسئلة
کثیرة وحیلة علی ملک البیع لانه لیس باقرار بعدم ملکه اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اسطرح تطبیق کی ہے کہ اگر
یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہے اسکی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو
بیچتا ہے تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استظہار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہین اور مؤید قول شرنبلالی ہے
اسکی کتابت اور ہبہ نامہ پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ ہبہ نامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین ہے تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکی ملک کا
دعوی کرنا اسی واسطے جائز ہے تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہے بطریق اولی عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی قوله
علی مائة ودرهم کلها دراهم وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اوسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہے تو تمام
درم ہین یعنی سو درم اور ایکدرم اور اسیطرح کیلی اور موزون از روی استحسان کے ہم قیاس یہہ ہے کہ مقر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہوا اور سو کی
تفسیر اوسی کیطرف رجوع کیجائیگی کہ سو درم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے وجہ استحسان یہہ ہے کہ درم بیان ہے مائة کا عادتا
مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو دو بار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہہ دلالت ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند کیلی
اور موزون کے کہ ذمہ پر ثابت ہوتے ہین سلم اور قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر کیلی اور غیر موزون کے کہ اونکا وجوب ذمون پر اسطرح بکثرت
نہین کذا فی العینی قوله وفی مائة وثوب ومائة وثوبین بان یفسر المائة لانها مبهمة اور اس قول مین کہ اوسکا مجھپر سو اور ایک کپڑا ہے
اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائیگا مقر سے کہ کیا اوسکی مراد ہے اسواسطے کہ وہ مبہم ہے غیر مفسر قوله وفی مائة وثلثة اثواب
کلها ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیهما لاستوائهما فی الحاجة الیه اور اس قول مین کہ مجھپر
ایک سو اور تین کپڑے ہین دو سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے
اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائیگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف عطف مذکور نہین تو تفسیر مائة اور ثلثہ دونون کیطرف
پہر گئی اسواسطے کہ تفسیر کیطرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین والاقرار بدابة فی اصطبل تلزمه الدابة فقط
اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل ہم یعنے یون اقرار کیا کہ یہہ جانور جو اصطبل مین ہے سو فلانے شخص کا ہے تو
یہہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقله
لزماه والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقوله درهم فی درهم درر اسمین قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل
مین یہہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اوس چیز کا اوٹہانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر
نقل اوسکا متصور نہین جیسے اصطبل کے تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کے اونکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر
وہ چیز ظرف ہونیکی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایکدرم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنے اس صورت مین درم
اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اسواسطے کہ اوسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور
گیہون گون مین کذا فی الدرر قلت ومفاده انه لو قال دابة فی خیمة لزماه ولو قال ثوب فی درهم لزمه الثوب ولم اره فیحرر

کہتا ہون اور اس قاعدہ سے مستفاد ہوتا ہی کہ اگر کہا مجھپر جانور ہی خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اسکو یعنے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہی اور
اگر بولا کپڑا درم مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے انتہی
یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہی وبخاتمٍ تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعًا اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اوس کا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے
کہ خاتم عبارت ہی حلقہ اور نگین سے وبسیفٍ جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اوس کا میان اور پرتلا اور لوہا لازم ہی وبحجلةٍ بعا
انجیم بیتٌ مزینٌ بسُتُورٍ وسُرُرٍ العیدانُ والکسوۃُ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہون گے حجلہ بجای مہلہ پھر جیم عبارت ہی اوس
کوٹھری سے جو آراستہ ہی پردون اور چارپائیون سے ہم طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہی کہ بعضون نے
کہا کہ حجلہ وہ ہی جو لکڑی اور پردون سے بنایا جای اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہی اور اب اختلاط
لفناری سے اسکو سہری بھی بولتے ہین وتمرٍ فی قوصرۃٍ او بطعامٍ فی جوالقٍ او فی سفینةٍ او ثوبٍ فی مندیلٍ او فی ثوبٍ یلزمہ
الظرف کالمظروف لما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ہی ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے
مین اسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اوس دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنے ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہو جاتے
ہین ومن قوصرۃٍ مثلًا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوھا اور کھجور کے اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور اسکے مانند اوسکے کوئی ظرف لازم نہوگا اس
واسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہی تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی وثوبٍ فی عشرۃٍ وطعامٍ فی بیتٍ فیلزمہ المظروف
فقط لما مرّ اذ العشرۃ لا تکون ظرفًا لواحدٍ عادۃً جیسے کپڑیکا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اوسکو فقط مظروف لازم
ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین وبخمسةٍ فی خمسةٍ وعنی معنی علی او الضرب خمسة
لما مرّ والزمہ زفر بخمسةٍ وعشرین اور یون اقرار کیا کہ لہ علی خمسةٌ فی خمسةٍ اور لفظ فی کو بمعنے علی قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا پانچ لازم ہونگے
اس وجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی اور زفر کے نزدیک مقر پر پچیس لازم ہونگے ہم چونکہ علی مقتضے انفصال اور تمیز ہی نہ مقتضی جمع لہذا فقط
پانچ لازم ہوئی کتاب الطلاق مین یہہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمسةٌ فی خمسةٍ کہا تو اس سے تو نے یہہ ارادہ
کیا کہ ہر درم کے دراہم خمسہ مثلًا پانچ پانچ جز ہین اور ولوالجیہ مین ہے کہ جب اوس نے کہا لہ علی عشرۃٌ فی عشرۃٍ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر
اجزا کا قصد کیا تو اوسپر لازم نہون گے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہون گے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت
نکی یعنے تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نکی تو اوسکو دس لازم ہون گے اجزا کی نیت پر محمول کرکے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت مین خلاف
ہی فقہا کا کذا فی الطحطاوی وعشرۃٌ ان عنی مع کما مرّ فی الطلاق اور دس لازم ہون گے اگر فی سے معنے مع مراد رکھو گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق مین
ومن درھمٍ الی عشرۃٍ او ما بین درھمٍ الی عشرۃٍ تسعةٌ لدخول الغایةِ الاولی ضرورۃً اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ
بخلاف الثانیةِ وما بین الحائطین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر ہے ایک درم سے دس تک یا ما بین ایک درم کے دس تک تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل
ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درم کا وجود نہین ہو سکتا بدون پہلے درم کے
بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف ما بین الحائطین کہ وہان دونون حدین داخل محدود نہین ہم امام کے نزدیک محدود مین حد داخل نہین
ہوتین اسواسطے کہ حد مغائر محدود ہے لیکن یہان پہلی حد کو داخل کرنے مین ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہین
ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود مین داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے مین کوئی ضرورت داعی نہین کذا
فی الدرر فلذا قال وفی لہ کرّ حنطةٍ الی کرّ شعیرٍ لزماہ جمیعًا الا قفیزًا لانہ الغایةُ الثانیةُ سوا ایک سی کے یعنے بسبب لفظ مذکور کے
مصنف نے کہا اور اس اقرار مین کہ اوس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہون ہین جو کے ایک کر تک تو اوسپر دونون کر لازم ہونگے سوای ایک قفیز کی

ف مترجم اول نے نقل کا ترجمہ کوئی بکار چند کو مناسب جانا ہی کہ لغت مین نقل پہل کو کہا ہے ۱۲
عہ اسکے مجھپر پانچ مین پانچ ہین ۱۲ انور
عسہ اور ایک مجھپر دس مین دس ہین ۱۲ انور

اسوجہ سے کہ قفیز دوسری حد ہو جسم کہ بعضم کا وہ بڑا پیمانہ ہو جسمین چند قفیز سماتے ہین اور قفیز کریسے چھوٹا پیمانہ ہی طحطاوی نے قدوری سے نقل کیا کہ امام
مثال مذکور مین تمام کر کو غایت قرار نہین دیا اسواسطے کہ عادت مین غایت زیادہ نہین ہوتی ہے سوا اور نہ نصف اوسکی لہذا قفیز کو غایت بنایا
ولو قال له علیّ عشرۃ دراهم الی عشرۃ دنانیر یلزمہ الدراهم وتسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر نہایۃ اور اگر یون کہا کہ اوسکا
مجھہ پر دس درم سے دس دینار تک لازم ہے تو اوسکو دراہم اور نو دینار لازم ہونگے ابوحنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنے اسواسطے
کہ غایت ثانیہ داخل نہین ہوتی وفی له من داری ما بین هذا الحائط الی هذا الحائط له ما بینهما فقط لما مر اور اس قول مین کہ اوسکا
میری گہر مین سے ماببن اس دیوار کے سے اس دیوار تک تو مقرلہ کے واسطے دونون دیوارون کا فقط مابین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی مین
درہم الی عشرۃ مین پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تہی اور یہان کچہہ ضرورت نہین لہذا دونون دیوارین محدود مین داخل نہونگی فقط مابین
الحائطین لازم ہوگا وصح الاقرار بالحمل المحتمل وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد لاقل من نصف حول لو مزوجۃ او لدون حولین
لو معتدۃ لثبوت نسبہ اور صحیح ہوا اقرار اوس حمل کا جس کا موجود ہونا محتمل ہو اقرار کے وقت اسطرح پر کہ لونڈی چہہ نصف سال سے کمتر مدت مین اگر
وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر مین اگر وہ عدت مین ہو بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب کے مدت تک معلوم یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص
کے واسطے صحیح ہی اسطرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنے بچہ اوسکا فلانے شخص کا ہی اگرچہ اوس کا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اوسکی تصحیح کی
یہہ وجہہ موجود ہی کہ کسی شخص نے مقرلہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا پہر اوسکے وارث نے اوس کا اقرار کیا کذا فی الدرر و طحطاوی
ولو الحمل غیر آدمی ویقدر بادنیٰ مدۃ یتصور ذلک عند اهل الخبرۃ زیلعی لکن فی الجوهرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشهر
والبقیۃ الدواب ستۃ اشهر حمل کا اقرار صحیح ہی اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اوس کمتر مدت سے جو اوسکے
واسطے متصور ہو تجربہ کارون کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ مین ہے کہ بہیڑ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے ہین اور باقی جانورون کی اقل مدت
چہہ مہینے ہین وصح له ان بین المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث والوصیۃ کقوله مات ابوہ فورثه او اوصی له به فلان فحو
ذلک فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی یون کہنا کہ یہہ مال اس لڑکے کا ہی جو اس عورت کے پیٹ مین ہے صحیح ہے
بشرطیکہ مقر اوسکے مالک ہونیکا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اوسکے واسطے ممکن اور متصور ہو جیسا کہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یون کہنا کہ اس
جنین کا باپ مرگیا سو وہ اوس کا وارث ہوا یا اوس مال کے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہی تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان کریگا تو
اقرار جائز نہین جیسا کہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدته حیا لاقل من نصف حول مذ اقر فله ما اقر وان ولدت حیین فلهما نصفین
ولو احدهما ذکر والآخر انثی فکذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث ای فانه یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر وہ عورت جنی اوسکو
زندہ نصف سال سے کمتر مین جسوقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اوسی کا جس کا اوسنے اقرار کیا اور اگر دو زندہ لڑکے جنی تو دونون کے واسطے نصف
مال ہوگا اور اگر ایک نر ہی اور دوسرا مادہ تو بہی نصف نصف مال دونون کو ملیگا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے ملینگے علم اور اگر ایسے
چہہ مہینے سے زیادہ مدت مین جنیگی تو اوسکو کچہہ نہ ملیگا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر مین کہ گذشتہ المری وان ولدت میتا
فیرد لورثۃ ذلک الموصی والمورث لعدم اهلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اوس موصی اور مورث کے وارثون کو
پہیر دیا جاوے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہین رکہتا وان فسر بما لا یتصور کهبۃ او بیع او اقراض او
ابهم الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبهم علی السبب الصالح وبه قالت الثلاثۃ اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور
متصور نہین جیسا کہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم کہا اور اوس کا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا
اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا معلوم ہو کہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تہا اسواسطے کہ امور مذکورہ اوس کو متصور نہین تحفۃ اور سید لو

صریح ہو اور نہ حکما اسطرح کہ اوسکے طرف سے کوئی اوسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرنا اسواسطے کہ اوسپر کسیکی ولایت نہین لہذا اقرار مذکور لغو ٹہیرا اور
سبب مبہم سے اقرار کی یہہ صورت ہی کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہی کذا فی الدرر وا ما الاقرار للصبیع فانہ صحیح وان بین المقر
سببا غیر صالح منہ حقیقۃ کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیرخوار لڑکے
کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہی اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقۃ بیان کری چنانچہ قرض دینا یا ثمن بیع کا اسواسطے کہ یہہ مقر ثبوت
دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہی کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار
لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے
تو اوسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہی تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اوسکی تصدیق کری خیار مین تو بھی اوسکی تصدیق معتبر
نہوگی ھم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار مین تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہین کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہی اور جب کہ
اقرار مین اس وجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہی احتمال فسخ کا نہین لہذا اوسمین شرط خیار جائز نہین اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا
اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برھن فلذا قال الا ان یکذب بہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لہ
اقرار قابل خیار نہین مگر جب کہ مقر نے اوس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط خیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہی باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ
اوسکی تصدیق کرے یا مقر اوسپر گواہ لاوے سو اسیواسطے مصنف نے کہا مگر یہہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہی اور
قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی درصورت عدم برہان ھم عقد بیع کا اقرار یعنی اوس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اوسپر لازم آیا یعنی یون کہے کہ میرے
اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہین کاقرارہ بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی مدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا
صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ افعال لا تقبل الخیار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے باین شرط کہ اوسکو
اختیار ہی مدت مین اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہی جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کری اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہی بخلاف اوسکے جو مذکور ہوچکا
اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین کہ شرط خیار کے قابل نہین کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما
فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امرأتی صح کتب
ام لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد وقود خانیۃ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکمی ہے اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے
ہوتا ہی ویسے ہی انگلیون کے پورون کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھہ میرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھہ میری
گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاقنامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبالہ نویس اسکو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال ہے اوسکی گواہی دینا سوای حد اور
قصاص کے کذا فی الخانیہ ھم امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر انشا ہی اور اقرار خبار تو دونون ایک نہونگے حقیقت
مین بلکہ مراد یہہ ہے کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فی الدرر وقدمنا فی الشہادات عدم اعتبار مشابہۃ
الخطین اور کتاب الشہادات مین عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کرچکے ہین ھم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتہہ کا لکھا
اقرارنامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اوسکا سوا اوس سے کچہہ لکھایا گیا اور اوسنے لکھا تو یہہ خط اقرارنامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اوسپر ثبوت دعوی کا
بدون گواہون کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک حکم ہوگا از انجملہ قاری ہدایہ ہے کذا فی الطحطاوی وبتصرف احد الورثۃ اقر
بالدین المدعی بہ علی مورثہ وجحد الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برھان وشرح مجمع ایک وارث نے اوس دین کا
اقرار کیا جس کا اوسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثون نے اوس کا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آویگا یعنی بشرطیکہ جو مال اوسنے
وراثت مین پایا ہی وہ ادای دین مین کفایت کری کذا فی البرہان وشرح المجمع ھم مثلا سو درم کا دعوی ہے اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث مین

ینبغی علی اللہ بالاخبار

تو وارث کو سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہہ مطلب نہین کہ اگر وہ دس درم میراث مین پاوے تو بھی اوسپر سو درم لازم ہونگے وقیل حصتہ واختارہ ابو اللیث دفعًا للضرر اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اوسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیث نے مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اوس شخص اوس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکہ سے متعلق ہے تو اوسپر لازم نہوگا مگر بقدر اوسکے حصے کے ولو شہد هذا المقر مع اخر ان الدین کان علی المیت قبلت وهذا اعلم انه لا یحل الدین فی نصیبه بمجرد اقراره بل بقضاء القاضی علیه باقراره فلیحفظ هذه الزیادة کذا فی الدرر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی مقبول ہے اور اس سے یعنی قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نکریگا بمجرد اوسکے اقرار کرنیکے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اوسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر ھم مجرد اقرار سے دین لازم آیا اسواسطے کہ اگر اوسکے اقرار سے سب دین اوسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو شاہد مقر پر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوتا تو اوسکی گواہی مین اوسپر دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہین پھر اوسکی گواہی کا مقبول ہونا اسپر دلیل ہے کہ اوس کا اول اقرار معتبر نہین اور اوس اقرار سے دین لازم نہین مگر یہہ مشکل ہے اسواسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہے اوسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا اوسمین حکم کرنا منظور حق ہونے حیثیت اور اگر یہہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹھیرے تو ظاہر ہے اسواسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہین کی کذا فی الخلاصۃ

واشهد علی الف فی مجلس واشهد کذلك اخرین فی مجلس اخر بلا بیان السبب لزم المالان الفان کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مرد دیگر گواہ کیا دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب دین کے تو دونون مجلسون کے دونون مال یعنی دو ہزار اوسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہونگے ھم بلا بیان سبب کی یہہ صورت ہے کہ اقرار کرے کہ مجھپر زید کے ہزار درم دین ہین دونون مجلسون مین اور اختلاف سبب کی یہہ شکل ہے کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہے اور دوسری مجلس مین کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہے بخلاف ما لو اتحد السبب او الشهود او اشهد علی صك واحد او اقر عند الشهود ثم عند القاضی او بعکسه ابن ملك بخلاف اسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا شرح ابن ملک ھم اتحاد سبب کی یہہ صورت ہے کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہہ صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف او المنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیره اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ معرف یا منکر جب کہ معرف ہوکر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہوکر دوبار مذکور ہو تو ثانی اول کے مغایر ہوگا ھم اول اور ثانی کی معرف ہونے کی صورت یہہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ له علی الف ثمن هذا العبد پہلا اسکو دوسری بار اقرار کرے اور اول کو نکرہ اور ثانی کی معرفہ ہونیکی یہہ صورت ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ له علی الف پھر کہے له علی الف ثمن هذا العبد اور اعادہ نکرہ کی صورت یہہ ہے کہ کہے له علی الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ له علی الف اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ تو اسکی صورت یہہ ہے کہ اول یہہ اقرار کرے کہ له علی الف ثمن هذا العبد پھر دوسری بار کہے له علی الف تمامہ فی العمادی ولو نسی الشهود انی مکانین ام موطنین فهما مالان ما لم یعلم اتحاده وقیل واحد وتمامه فی الخانیة اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہے

اقر ثم ادعی المقر انه کاذب فی الاقرار یحلف المقر له ان المقر لم یکن کاذبا فی اقراره عند الثانی وبه یفتی درر اقرار کیا پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار مین تو قسم لیجاوے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہین ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول ہے

فتویٰ ہی کذا فی الدرر ھم اور طرفین کے نزدیک اوسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اوسطرح کا حکم جاری ہی
اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنے مورث کے اقرار مین اوسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجاوے گی کہ مورث کاذب نہ تہا اپنے اقرار مین وان
کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیھم بالعلم انا لانعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا اوسکے وارث کا دعوی
مذکور مقر لہ کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آویگی اسطرح کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جہوٹا تہا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ

یہہ باب ہی احکام استثنا مین اور جو استثنا کے معنے سے ہی اقرار کے بدل
ڈالنی مین چنانچہ شرط اور مانند اسکے ھم جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کرلیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہہ مثال ہی کہ اوسکے
میرے اوپر ہزار درم ہین اوس غلام کا ثمن جو میرے قبضے مین نہین آیا ہو عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب
ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وھی ما ذکرناہ ومختصرۃ وھی ان یقول ابتداء لہ
علی سبعۃ وھذا معنی قولھم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء ہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہی باقی کی بولنی
بعد استثنا کرنیکے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کی حاصل کے اعتبار سے اور نفی اور اثبات ہی باعتبار اجزای لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ
یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین ایک عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصرہ
یہہ ہی کہ ابتداء اسے یون کہے کہ اوسکے میرے اوپر سات درم ہین اور یہی مطلب ہی فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنیکے وشرطہ
الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کنفس وسعال او اخذ فم بہ یفتی اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہی مگر
عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کہانسی کا آنا یا موہنہ بند کرلینا یعنی کوئی شخص مقر کا موہنہ بند کرے اس قول پر فتوی ہے والنداء بینھما لا یضر لانہ
للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقر لہ کو مابین مستثنی اور مستثنی منہ کے ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ ندا اوسکے آگاہ کرنیکے واسطے ہی اور تاکید کیواسطے ہے
بواسطہ تعیین مقر لہ ھم جوہرہ مین ہے کہ اگر ندا اوسی مقر لہ ہو غیر ہو تو مضر ہے کذا فی الطحطاوی کقولک لک علی الف درھم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ
مقر کا یون کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین اے فلانے مگر دس درم بخلاف لک علی الف فاشھدوا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان
الاشہاد یکون بعد تمام الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے
اور قسم سی جو فاصل شمار ہو اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونیکے بعد ہوتا ہی تو بسبب حیلولت اشہاد سے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنی بعض ما اقر
بہ صح استثناؤہ ولو الاکثر عند الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنے جسکا اقرار کرچکا ہے اوسمین سے بعض کو نکال ڈالی تو اوسکو
استثنا کرنا صحیح ہی اگرچہ مستثنی اکثر ہو مستثنی منہ سے اکثر علمای نحو کے نزدیک ھم فرا کے نزدیک استثناء اکثر جائز نہین اور جواز کی دلیل حق تعالے کا
یہہ قول ہے قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم
کھذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذھب اور مقر کو باقی بعد الاستثنا لازم ہوگا اگرچہ مقر بہ اوس قسم کا ہو جو قسمت پذیر
نہین ہوتا چنانچہ یہہ قول کہ یہہ غلام فلانے شخص کا ہی مگر اوسکا سیوم حصہ یا دو ثلث اوسکے صحیح ہی بنا بر مذہب قوی والاستثناء المستغرق
باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان استثناء الکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد ھو الصحیح جوھرہ اور وہ استثنا جو
کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہی اگرچہ اوس چیز مین ہو جو قابل رجوع ہی چنانچہ وصیت ہے اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہین بلکہ وہ فاسد استثنا ہی یہی قول
صحیح ہی کذا فی الجوہرہ ھم جوہرہ مین ہی کہ بعضون کے نزدیک استثنا وکل رجوع ہی اور بعضون کے نزدیک رجوع نہین استثنا فاسد ہی اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو
استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اسواسطے کہ وصیت مین رجوع کرنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وھذا ان
کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ کما یأتی اور یہہ یعنی استثنا مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہی کہ صدر کے لفظ سے ہو بعینہ یا اوسکے برابر ہو

باب الاستثناء

۱ الصواب کذا قال صدر الشریعۃ ۱۲
۲ اوسکے مجبور ہین [illegible] ۱۲
۳ یعنی گواہ کرنیکا حائل ہوجانا [illegible] ۱۲
۴ کہ گواہ رہو یا کسی بات کو جو اوسکے ساتھ ملی ہو یاد کرو ۱۲

چنانچہ اس کو ذکر آدی کا ہم ستثنا لفظ صدر کی مثال عبیدی احرار الا نسائی نسائی طوالق الا زینب و جاءنی عبیدی احرار الا الیکی
وان بغیرها لعبیدی احرار الا ھؤلاء الا سالما وغانما وراشدا ومثالہ نسائی طوالق الا ھؤلاء الا زینب وعمرۃ وھند
وھم الکل صح الاستثناء اور اگر استثنا ستغرق لفظ صدر یا اوس کے مساوی سے ہو چنانچہ یہہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوای ان غلاموں کے یا
سوای سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اوسکے یہہ مثال ہے کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں سوای ان عورتوں کے یا سوای زینب اور عمرہ اور ہندہ کے
اور حالانکہ یہی شخص اسکے ہیں اور اوسکے سب غلام یہی ہیں تو استثنا صحیح ہے وکذا الثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح
فلا یتحقق شیئا اذا الشرط ایھام البقاء لا حقیقتہ حتی لو طلقھا ستا الا اربعا صح ووقع ثنتان اور اسی طرح یہہ قول کہ میرا تہائی
مال زید کا ہے سوای ہزار کے اور حالانکہ اوسکا تہائی ہزار ہے تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہے اور زید کسی چیز کا ستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقا بعض
مستثنی منہ ہے نہ حقیقت بقا یہانتک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات ستہ مگر چار طلقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقتین واقع ہونگی
ثم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہے تو ستے کا اہمال اوسکو مضر نہیں جیسا کہ یہہ ہے کہ عبیدی احرار الا سالما
وغانما ہیں تکلم بالباقی بعد الاستثنا ممکن ہے باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور غانم اور راشد اسکے
کل عبید ٹہیرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظ ایہام بقا بالاشتباہ ٹہیرا انما صح استثناء الکیلی
والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت احادہ کالفلوس والجوز من الدراھم والدنانیر ویکون المستثنی القیمۃ استحسانا لثبوتھا
فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہے استثنا کیلی اور وزنی اور ایسے معدود کا جسکے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ فلوس اور اخروٹ کا درہم
اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنی ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمہ پر جاری اور سوئے کیطرح
تو یہہ اشیاء مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہو گئیں اس واسطے کہ کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنے
کے جنس واحد ٹہیرے اور اگرچہ صورت میں اجناس مختلفہ ہیں اسواسطے کہ یہہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ان میں استثنا کرنا باعتبار معنے کے تکلم بالباقی
ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ لہ علی مائۃ درھم الا ثوبا کہ یہہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ
متفاوت القیمۃ ہے فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹہیرا معلوم سے پس قیاسا اور استحسانا دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ملخصا وان استغرقت القیمۃ
جمیع ما اقر بہ لاستغراقہ بغیر المساوی کیل وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اوسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہہ غیر
مساوی کا استغراق ہے اور یہہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درھم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء
الکل بحر لکن فی الجوھرۃ وغیرھا علی مائۃ درھم الا عشرۃ دنانیر وقیمتھا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شیء فلیحرر بخلاف اس قول کے کہ اوسکے
میرے اوپر ایکدینار ہے مگر سو درم کہ یہہ صحیح نہیں بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہہ تمام مقربہ کا استثنا ہے کذا فی البحر یعنی تب تو
مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹہیرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہہ قول کہ مجھپر سو درم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینار کی
سو درم ہے یا زیادہ تو مقر پر کچھہ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹہیرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے ہم جلبی نے
کہا کہ ظاہر اس مسئلہ میں دو قول ہیں یعنی دو روایتوں پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنسین واللہ تعالی اعلم واذا استثنی عددین
بینھما حرف الشک کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درھم الا مائۃ درھم او خمسین درھما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی
الاصح بحر اور اگر ان دو عددوں کو استثنا کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہو تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار
درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اوسکو نو سو اور پچاس درم لازم ہوں گے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کمتر شک استثنا میں کمتر کا مثبت ہے
واذا کان المستثنی مجھولا ثبت الا الاکثر نحو لہ علی مائۃ درھم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک

فی الخزانۃ فیحکم بخروج الاقل اور جب کہ مستثنیٰ مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد ثابت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اوسکے میرے اوپر سو درم
ہین مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکیاون لازم ہون گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا ع اور قلت ثابت
ہوتی ہی اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو کے نصف یعنی پچاس سے ایکدرم گھٹایا تو اکیاون باقی رہگئے ولو وصل اقرارہ بان
شاء اللّٰہ او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھہ ملایا
یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اوس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینیہ کی چنانچہ
یون کہنا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہہ تعلیق نہین تنجیز ہی یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاوے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے
والی ہی کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیئۃ ہل یصدق لم اَرَہ و قدمنا فی الطلاق ان المعتمد لا فلیکن الاقرار کذلک لتعلق حق العبد
قالہ المصنف باقی رہی یہہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین سینے اسکو مصرح نہین دیکھا اور ہمنے
کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعای مشیت قول معتمد یہہ ہی کہ تصدیق مدعیکی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق
ہونے حق العبد کے یہہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح مین و صح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منہا لدخولہ تبعًا فکان
وصفًا و استثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہی استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونون سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اسواسطے
کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹہیری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین ہم چنانچہ یہہ قول صحیح نہین کہ اوس کا یہہ ... الا انہ
مگر اوسکی سیاہی مقرلہ کی نہین ہی وان قال بناءُ ہا لی و عرصتہا لک فکما قال لان العرصۃ ہی البقعۃ لا البناء حتی لو قال وارضہا لک
کان لہ البناء ایضًا لدخولہ تبعًا الا اذا قال بناءُ ہا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہی اور اوس کا
عرصہ تیرا ہے تو ویسا ہوگا جیسا اوسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہی نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہی بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کریگا کہ گھر کی
عمارت میری ہی اور اوسکی زمین تیری ہی تو عمارت بھی مقرلہ کی ٹہیریگی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہی مگر جب یون کہی کہ گھر کی عمارت زید کی
ہی اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا ہم اسواسطے کہ جب اوسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی ملک ہوگئی تو اب
زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اوسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ مقدمہ
اسواسطے کہ عمارت مقر کی مملوک ہی پھر جب اوسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی تابع ہوگئی کذا فی المنح و استثناء فص الخاتم و
نخلۃ البستان و طوق الجاریۃ کالبناء فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے
مانند ہی امر مذکور مین ہم اسواسطے کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہی تو استثنا صحیح نہوگا بنا
مین ہی درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہی اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھہ ہو تو استثنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل یعنے جڑ کا اقرار قصدًا
واجب ہی نہ تبعًا وان قال مکلف لہ علیّ الف من ثمن عبد ما قبضتہ الجملۃ صفۃ عبد و قولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکرہ فی
الحاوی فلیحفظ و عینہ ای عین العبد و ہو فی ید المقر لہ فان سلمہ الی المقر لزمہ الالف والا لا عملا بالصفۃ اور اگر یون اقرار
کیا بالغ عاقل نے کہ اوسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اوس غلام کا ثمن جسپر مینے ہنوز قبضہ نہین کیا عدم قبض کو اقرار کے ساتھہ ملاکر بولا اور غلام کو
معین کردیا اور حالانکہ وہ غلام مقرلہ کے پاس ہے تو اگر مقرلہ مقر کو غلام تسلیم کردے تو مقر پر ہزار درم لازم ہونگے اور نہین تو لازم نہونگے صفت عدم قبض پر
عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہی غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ سے یہہ مذکور ہی حاوی قدسی مین تو اسکو یاد
رکہنا چاہیے یعنے تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم یعین العبد لزمہ الالف مطلقًا وصل ام فصل و قولہ ما قبضتہ لغو لانہ رجوع اور اگر
مقر مذکور نے غلام کو معین نکیا تو اوسکو ہزار لازم ہونگے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملاکر کہے یا اوسکو جدا کرکے کہے اور اوس کا یہہ قول کہ مینے اوسپر

ہونا نہیں کیا تو ہو گا اسواسطے کہ رجوع ہوا قرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں کقولہ من ثمن خمر او خنزیر او مال قمار
او حر او میتۃ او دم لم یلزمہ مطلقا وان وصل لانہ رجوع الا اذا صدقہ او اقام بینۃ فلا یلزمہ چنانچہ اس قول میں کہ اوسکے مجھ
ہزار درم میں شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اوس پر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہا ہو اسلئے
کہ یہ اقرار کرکے پھر جانا ہے مگر جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے اور مذکورہ میں پیش گواہ قائم کرے تو اب ہزار اوسکو لازم نہوں گے ولو قال
لہ علی الف درہم حرام او ربوا یعنی لازمہ مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حلہ عند غیرہ اور اگر یوں اقرار کیا کہ اوسکے میرے اوپر ہزار
درم حرام یا بیاج کے ہیں تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہے اوسکے حلال ہونیکے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ہم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اوروں کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اوس پر قبضہ نہیں کیا اور اسکو بائع مذکور
کے ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین اونکے نزدیک
حرام نہیں اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحاوی ولو
قال علی الف زور او باطل لزمہ ان کذبہ المقر لہ وان صدقہ لا یلزمہ اور اگر یوں اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلا ہزار درم میں بطریق
زور یا بطلان کے تو اوس پر لازم ہونگے اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نکرے اسطرح کہ اوسکی تصدیق کرے تو اوس پر کچھ لازم نہیں ولو اقر ان البیع
تلجئۃ ہی ان یلجئک ان تاتی امرا باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانہ علی ہذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والا لا اور بیع تلجئہ کا اقرار
کرنا بھی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجئہ یہ ہے کہ تجھکو مضطر کرے اوس امر کے کرنے
پر جسکا باطن اوسکے ظاہر کے مخالف ہے مثلا صورت اضطرار یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اوس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا
حال تا کر بیچ ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو درحقیقت یہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہے ولو قال لہ علی الف درہم زیوف ولم یذکر السبب صدق
لما قال علی الاصح بحر اور اگر بولا کہ اوسکے مجھ پر ہزار درم زیوف ہیں اور اوسکا سبب مذکور نکیا کہ ثمن بیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اوس نے
کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا بر قول اصح ہم زیوف جمع ہے زیف کی یعنی کھوٹے درم جو خزانۂ سلطانی میں نہ لئے جاویں ولو قال لہ علی الف من
ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلا لم یصدق مطلقا لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اوسکے مجھ پر ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور
حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلا تو اوسکی مطلقا تصدیق نہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرتا ہے ولو قال من غصب او ودیعۃ الا انہا زیوف
او نبہرجۃ صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا
نبہرجہ تو اوسکی مطلقا تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کرکے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامتی از عیب نہیں اسواسطے کہ غاصب
جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اور اسیطرح مودع ہم نبہرجہ وہ درم ہیں جن کو سوداگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں وان قال ستوقۃ او رصاصا فان وصل
صدق وان فصل لا لانہا دراہم مجازا اور اگر بولا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر استثنا اقرار سے ملا
بولا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ دراہم ہیں
جنکے دونوں طرف چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصدق بیمینہ فی غصبتہ او اودعتنی ثوبا اذا جاء بمعیب ولا بینۃ اور
اوسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اوس سے کپڑا غصب کیا یا اوس نے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جب کہ مقر کپڑے کو عیب دار
لاوے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہیں یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کو مقتضی نہیں وصدق فی لہ علی الف ولو من
ثمن متاع متصلا الا انہ ینقص کذا ای الدراہم وزن خمسۃ لا وزن سبعۃ اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اوسکے میرے
اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلا متاع کے ثمن سے ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ ہم یعنی

اس ہزار درم سے ہر دہ ہی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہون سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی متصلا وان فصل بلا ضرورة لا یصدق لعدم استثناء
القدر لا الوصف کالزیافة مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھہ ملا کر بولا اور اگر جدا کہے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہوگی بسبب صحیح
ہونے مقدار کے استثنا کی نہ وصف کے استثنا کی چنانچہ کہوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعة فہلکت فی یدی بلا تعد
وقال الآخر بل اخذتہا منی غصبا ضمن المقر لاقرارہ بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجہہ سے
ہزار درم بطریق ودیعت رکہنے کے لیئے سو وہ تلف ہو گئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تونے مجہہ سے دراہم مذکورہ غصب کے طریق
سے لیئے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اوسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پہر وہ موجب برائت
کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی قولہ انت اعطیتنیہ ودیعة
وقال الآخر بل غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول مین کہ تونے مجہکو درم بطور ودیعت کے دیئے اور دوسرے
نے کہا بلکہ تونے غصب کیئے مجہہ سے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اوسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے اسواسطے کہ اوس نے سبب ضمان کا
اقرار نہین کیا یعنے اپنے لینے کا بلکہ اوسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہین تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا
مقر ہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اوس کا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنح وفی ہذا کان ودیعة او قرضا لی
عندک فاخذتہ منک فقال المقر لہ بل ہو لی اخذہ المقر لہ لو قائما والا فقیمتہ لاقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ منہ وہو سبب
الضمان اور اس قول مین کہ یہہ چیز میری ودیعت تہی یا میرا قرض تہا تیرے پاس سو مین نے اوسکو تجہہ سے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تہا تو مقر لہ
مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اوسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پہر اوس سے لینے کا
اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی جب اوس نے اوسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پہر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اوسکی تصدیق نہو
وصدق من قال آجرت فلانا فرسی ہذہ او ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ او اعرتہ ثوبی او اسکنتہ بیتی وردہ الی او خاط
فلان ثوبی ہذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی فالقول للمقر استحسانا لان الید فی الاجارة ضرورة بخلاف
الودیعة اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ مین نے فلانے شخص کو اپنا یہہ گہوڑا یا اپنا یہہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گہوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا
یا اوسکو یہی کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اوسکو مین نے اپنے گہر مین رکہا اور فلانے شخص نے اسباب کو نمانا یا یون اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہہ
کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو مین نے اوس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ
قبض اور تصرف اجارہ مین ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے ہم اجارہ مین قبض ستنای معقود علیہ کے واسطے ضرور ہے تحصیل منافع کے واسطے
تو مستاجر کے قبض کا اقرار اوسکی ملک کی دلیل نہین ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقراض کے ہذا الالف ودیعة فلان لا بل ودیعة فلان
فالالف للاول وعلی المقر الف مثلہ للثانی ہی لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیہ للثانی شیء لانہ لم یقر بایداع
یہہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہین بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقر لہ کے ہین اور مقر پر مانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقر لہ کے
لازم ہون گے بخلاف اس قول کے وہ ہزار درم فلانے کے ہین نہین بلکہ فلانے کے ہین بلا ذکر ایداع کہ اسصورت مین مقر پر مقر لہ ثانی کے واسطے کچہہ
واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسکی ودیعت رکہنے کا مقر نے ذکر نہین کیا وہذا ان کانت معینة وان کانت غیر معینة لزمہ ایضا اور یہہ جب ہوتا
ہے جب کہ دراہم معین ہون اور اگر غیر معین ہون تو مقر لہ ثانی کے واسطے بہی ہزار درم مقر پر لازم ہون گے لقولہ غصبت فلانا مائة درہم او
مائة دینار او کر حنطة لا بل فلانا لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا اس قول
مقر کے کہ مین نے فلانے سے سو درم اور سو دینار اور ایک کر گیہون غصب کیئے نہین بلکہ فلانے سے چہین لیئے تو مقر پر دونون مین سے ہر شخص کا

اتیا تو ذکر دو کے برابر لازم ہونگے ولو کان المقرلہ واحدا یلزمہ اکثرہما قدرا وان تصلہما وصفا حتی لہ الف درہم لا بل الفان او الف درہم جیاد لا بل زیوف او عکسہ اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو یعنے اما احد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس مثال میں کہا کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یون اقرار کیا کہ اوسکے ہزار کہرے درہم ہیں نہیں بلکہ کہوٹے درم ہیں یا بالعکس اوسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پہر ایک ہزار کا یا اول کہوٹے درمونکا اقرار کیا پہر کہرون کا ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فہو اقرار لہ وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقرلہ بری خلاصہ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقرلہ کو تسلیم کریگا تو ادای دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہوجائیگا کذا فی الخلاصہ لکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ہبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطہ علی القبض فان قال اسمی فی کتاب الدین عاریۃ صح ولا لم یقلہ لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعتبرات خلافا للخلاصۃ فتامل عند الفتوی لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اوس قول کے جو کہ یہہ مذکور ہوچکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹہیریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسی واسطے حاوی قدسی میں کہا ہے اور اگر مقر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین میں عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہہ نکہے تو صحیح نہیں مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ میں ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجو اس مسئلہ میں فتوی کے وقت ہم شرح وہبانیہ میں تتمہ سے منقول ہے کہ جب یہہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہے اور مقرلہ اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول کے واسطے ہے نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دیگا بری الذمہ ہوجائیگا اور راوی اول وکیل کے مانند ہوجائیگا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہرا بمجرد تصادق کے دین مقرلہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نکہے کہ میرا نام عاریت ہے اور اسکو قبض پر مسلط نکرے تو بہی تصادق ملک مقرلہ کا مثبت ہے اور اگر حاوی کا قول اسپر محمول کیجے کہ مقرلہ ساکت تہا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلے جو خلاصہ کی موافق ہے تصدیق مقرلہ پر محمول کیجے تو توافق بین القولین حاصل ہوجاوے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا افادہ الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض وسیجئ فی الوصایا یہہ باب ہے اقرار مریض کے احکام میں یعنے وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہو اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض میں اور آگے آویگی کتاب الوصایا میں اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ باثر عمر مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہے اوسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ جو فاروق سے مروی ہے اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنے جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اوسپر جائز ہے اوسکے تمام متروکہ میں اور ایسی صورت میں اثر بجای حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جسمین قیاس کو گنجایش نہیں تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بہی اسیطرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تملیک مریض کی اوسکے مرض میں معلوم ہو یعنی قرائن سے یہہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری میں تو یہہ تملیک مقید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین میں تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہے لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی میں ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی البحر اور اقرار ابتدائی سے مراد یہہ ہے کہ اوسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت میں ابتدای تملیک ہو تاکہ وارثون کو حصہ نہو اور اقرار حکایت

باب اقرار المریض

تو حقیقے اقرار ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا واُخر الارث عنه اور میراث پیچھے ڈالی جاتی ادای دین مذکور سے تینے اسواسطے کہ قضاء دین مقدم
ہی میراث پرتا او سپر آخرت کا مواخذہ باقی رہے ودین الصحة مطلقا وما لزمه فی مرضه بسبب معروف ببینة او بمعاینة
قاضٍ قُدِّم علی ما اقرّ به فی مرض موته اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہوں سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار
ہو یا دین کا اور جو دین کہ اوسکو مرض میں لازم ہوا سبب معروف سے جو گواہوں یا قاضی کے معاینہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اوس دین پر
جس کا مریض نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا ولو المقرّ به ودیعة دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مُقرّ بہ ودیعت ہو وقا
جس کا اقرار کیا ۱۲
عند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہیں بلا تقدم والسبب المعروف ما لیس بتبرّع
کنکاحٍ مُشاهَدٍ ان بمهر المثل اما الزیادة فباطلة وان جاز النکاح عنایه اور دین کا سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح
جو شاہدوں کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح میں باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہو
کذا فی العنایة ہم زیادت مہر مثل سے باطل ہے بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیعٍ مُشاهَدٍ واتلافٍ کذلک ای مُشاهَدٍ اور
جیسا بیع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسیکا مال تلف کرنا شاہدوں کے سامنے والمریض لیس له ان یقضی دین بعض الغرماء دون بعض
ولو کان ذلک اعطاء مهرٍ وایفاء اجرة اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوای بعض کے اگرچہ یہہ دین مہر کا دینا
اور اجرت کا ادا کرنا ہو ہم اسواسطے کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے میں اور دوں کی حق تلفی ہی مریض کی قید سے
معلوم ہوا کہ حر غیر مجبور کو اسطرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا تسلم لهما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا مسلم نرہیگا مگر دو مسئلوں میں
ادای بعض دین جائز ہی اذا قضی ما استقرض فی مرضه او نقد ثمن ما اشتری فیه لو بمثل القیمة کما فی البرهان وقد عُلِم
ذلک ای ثبت کلٌّ منهما بالبرهان لا باقراره للتهمة دونوں مسئلے یہہ ہیں جب کہ مریض مستقرض کو ادا کرے جو اوسنے اپنی بیماری میں لیا
یا ادا کرے اوس چیز کا ثمن جو اوسنے مرض میں خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہی اور حالانکہ یہہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہو قرض
اور خرید گواہوں سے نہ اوسکے اقرار سے بسبب تہمت کے ہم تہمت یہہ ہی کہ شاید اوسکو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ گھٹانا منظور ہو بخلاف
اعطاء المهر ونحوه وما اذا لم یؤدّ حتی مات فان البائع اسوة للغرماء فی الثمن اذا لم تکن العین المبیعة فی یده ای ید البائع
فان کانت کان اولی بخلاف اعطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف اشتراء مرض کے جب کہ مریض نے اوس کا ثمن ادا نکیا یہاں تک کہ مرگیا تو اوس کا
بائع اور دین والوں کے برابر ہے ثمن پانے میں جب کہ شے مبیع بائع کے ہاتھ میں نہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے ہم تو مبیع
بیچی جاوے اور اوسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اوسکے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ میں ملائی جاوے اور اگر ثمن دین سے
ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا اقرّ المریض بدینٍ ثم اقرّ بدینٍ تحاصّا وصل
او فصل للاستواء اور جب کہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پاوینگے خواہ دونوں اقرار کو
اوسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقراروں کے ولو اقرّ بدین ثم بودیعة تحاصّا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر
ودیعت کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پاوینگے وبعکسه الودیعة اولی اور اوسکے برعکس میں ودیعت اولی اور مقدم ہی
یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا پھر دین کا تو ودیعت کی تقدیم ہے اسواسطے کہ جب اوسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اوس کا مالک ہوگیا
پھر اوسکے دین کا اقرار غیر کے مال میں جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی واقراره لمدیونه وهو مدیون غیر جائز ای لا یجوز ان کان اجنبیا
وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا او لا للتهمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ
مریض خود مدیون ہی غیر جائز ہے تو یعنی ابرا جائز نہوگا اگر اوس کا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقا جائز نہیں

وقوله لم یکن لی علی ھذا المطلوب شیء یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاءً لا دیانۃ فیبقی بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الآخرۃ حاوی الا اذا کان المھر فلا یصح علی الصحیح بزازیۃ ای لظھور انہ علیہ غالبا ابن الشحنۃ وحیلۃ صحتہ ان یقول لا حق لی علیہ کما افادہ بقولہ
برابر ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہ ہو تہمت کے سبب ہے اور ابراء مدیون کا حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اوس پر کچھہ حق نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے بیان
کیا ہے اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھہ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے
تو مدیون سے طلب دنیا کا مطالبہ مرتفع ہو گا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا اسکے دین مہر کے کہ اوس کا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح ہوتا نہیں
صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے یعنی اگر زوجہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر
بخلاف اقرار البنت فی مرضھا ان الشیء الفلانی ملك ابی او امی لا حق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ
تو یہہ ابرا صحیح ہو گا
فانہ یصح ولا تسمع دعوی زوجھا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلانی چیز میرے باپ یا
ماں کی ملک ہے میرا اوسمین کچھہ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہہ ابرا صحیح ہو گا اور اوسکے زوج کا دعویٰ اسمین مسموع ہو گا چنانچہ اسکو شرح
بیان کیا ہے اشباہ میں اسطرح کہہ کر کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہہ میری کتاب کی خصوصیات سے ہے ہم اس قول کو اشباہ سے بخشیوان نامہ مجموعی
اور تصحیح صالح وغیرہا نے مسلم نہیں رکھا ہے اسواسطے کہ یہہ اقرار ہے عین کا وارث کے واسطے بعینہ جسطرح اوسکی عدم صحت میں اختلاف نہیں اور
صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہے وہ موضوع ہے دین میں نہ عین میں خلاصہ یہہ ہے کہ ابرا لفظ سے البتہ جائز ہے دین میں اور عین کا اقرار وارث کے
واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمامہ فی الطحاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی
ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھہ عین کا اقرار
کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہیں وارث کے واسطے دین کا اقرار ابن شیبہ
دارقطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اوس صورت میں باطل نہیں
جب کہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر واوصی لزوجتہ او ھی لہ صحت الوصیۃ واما غیرھما فیرث الکل
فرضا اوردًا فلا یحتاج لوصیتہ شرنبلالیہ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے
زوج کیواسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہو گی اور وارث نیز زوجین تو کل ترکہ کا وارث ہو گا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے
کی کچھہ حاجت نہیں کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ للوھبانیہ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جھۃ عامۃ صح تصدیق السلطان
او نائبہ وکذا الوقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا
یعنی بطور حکایت کے اور حال یہ کہ اوس کا کوئی وارث نہیں تو اگر وقف بجہت عامہ ہو چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہے بادشاہ
یا اوسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض میں تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب کہ کوئی
وارث نہو تو اوس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح ہے طرسوسی نے کہا
کہ جب وارث نہو گا تو وقف ثلث مال میں صحیح ہو گا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہو گی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا کہ جو طرسوسی نے کہا
وہ معمول بہ نہیں کذا فی الطحاوی ملخصا ولو کان ذلك اقرارًا بقبض دینہ او غصبہ او رھنہ وسوی ذلك علیہ ای علی وارثہ
او عبد وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہوا اور مانند اسکے
اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کرلینے کا اقرار ہے تو صحیح ہو گا کیونکہ عبد اور مکاتب کا اقرار اوسکے مولے کیواسطے واقع
ہو گا یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اوسکو مین نے اوس سے پایا یا جو میری وارث نے میری چیز غصب

کی تہی یا اوسکے پاس گرو تہی وہ مین نے پائی تو یہہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برء ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار
اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پہر وہ صحیح وسالم ہوگیا بعد اوسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہوجائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا
فی الاختیار یعنے جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تہا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض
و ورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ للاجنبی بحر ومیجی عن الظہیریۃ اگر پہلے مقر لہ مرا پہر مریض مرگیا اور
مقر لہ کے وارث مریض کے بہی وارثون سے ہین تو اوس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آویگا
تیسیر فیہ ہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پہر پوتا اپنا باپ چہوڑ کر مرگیا پہر دادا اقرار کرنے والا اپنے
اوس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہے چہوڑ کر مرگیا تو یہہ اقرار جائز ہے صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تہا جو اقرار
صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ
لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرۃ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار
کرے سو وہ جائز ہے اور صورت اوسکی یہہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تہی سو وہ مینے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرۃ فی
الحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی
کلا حق لی قبل ابی وامی وہذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ ومنہ ہذا الشیء الفلانی ملک ابی وامی کان عندی
عاریۃ وہذا حیث لا قرینۃ وتمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثون کی
اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے
اور از انجملہ نفی ہے چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچہہ حق نہین میرے باپ اور ماکی جانب اور یہی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی
حق مریض یہہ قول ہے کہ یہہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماکی ملک ہے میرے پاس عاریت تہی اور یہہ وہان ہے جہان قرینہ نہو اور پورا بیان
اسکا اشباہ مین ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے کہ یہہ امر ضروری ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے
مخالف ہے چنانچہ مذکور ہوچکا اور جب یہہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بہی کچہہ حاجت نہین رہی اقر فیہ ای فی مرض موتہ
لوارثہ بعین امر فی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ وانما تنتقض بعد
الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پہر جب مریض مرجائے تو وارث
مقر بہ کو پہیر دے کذا فی البزازیہ اور قنیہ مین ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین
والعبرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ ابن صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اوسکے وارث
ہونے کا موت کیوقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بہائی کے واسطے اقرار کیا پہر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب
نہ وارث ہونے اوسکے بہائی کے یعنے ہر چند اقرار کے وقت بہائی وارث تہا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نرہا
الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزویج وعقد الموالاۃ فیجوز لما ذکرہ بقولہ مگر جب کہ مقر لہ وارث ہوگیا
موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آیندہ
قول مین مذکور کیا فلو اقر لہا ای لاجنبیۃ ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر او ابن اذا زال حجبہ باسلامہ
او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پہر اوس سے نکاح کیا تو اقرار
صحیح ہے بخلاف اوسکے اقرار کے اپنے اوس بہائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جب کہ اوسکا حجب جاتا

زائل ہو جاتی ہے اسکو استحسان ہے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح ہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث قدیم سبب ہو نہ حادث سبب وعلاوہ
ہبۃ الیہا فی مرضہ والوصیۃ لہا ثم تزوجہا فلا تجوز لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وہی حینئذ وارثۃ کذا فی ... اور اگر اجنبی
عورت کے ہبہ کرنے کے لئے اپنے مرض الموت میں اور اسکے واسطے وصیت کرنیکے پھر اوسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے
کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہے مقر کی اقر فیہ انہ کان لہ علی ابنتہ المیتۃ عشرۃ
دراہم قد استوفیتہا ولہ ای المقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت میں اقرار کیا کہ اوسکی بیٹی
مردہ پر اوسکے دس درم تھے سو میں نے وصول کر لیے اور اوس مقر کا ایک بیٹا ہے جو اوسکا انکار کرتا ہے تو اوسکا اقرار صحیح ہے اسواسطے کہ میت
وارث نہیں ہے ولو اقر لامرأتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترکت منہا ولدا فاخر الاقرار وقیل لا قالہ بدیع الدین
صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقر سے ایک وارث چھوڑا
عورت مذکورہ کے بیٹے کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صحیح نہیں قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیۃ ولو اقر فیہ لوارثہ
ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیہ اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برخلاف
محمد بن حسن کے یہ عمادیہ میں ہے وان اقر لاجنبی مجہول نسبہ ثم اقر ببنوتہ وصدقہ وہو من اہل التصدیق ثبت نسبہ
مستندا الی وقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لہ لما مر اور اگر اوس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جس کا نسب معلوم نہیں پھر مقر نے اوسکی
فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنے حال بیان کر سکتا ہے تو اوسکا
نسب ثابت ہوگا اوسکی ابتدای پیدایش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہوا تو اوسکا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ یعنی جو وارث
ہو موت کے وقت قدیم سبب سے اسکے واسطے اقرار صحیح نہیں ولم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب
شرنبلالیہ معزیا للینابیع اور اگر نسب ثابت نہ ہو اسطرح پر کہ مجہول النسب نے تکذیب کی یا اوسکا نسب معروف ہو کسی شخص سے تو اقرار
صحیح ہے بسبب ثابت نہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے ینابیع سے ولو اقر لمن طلقہا ثلثا یعنی بائنا فیہ ای فی مرض موتہ
فلہا الاقل من الارث والدین لکن لہا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیہ
اور اگر اوس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت میں تو جو کمتر ہو کا میراث اور دین میں وہ اوسکو ملیگا
اور کمتر اوسکو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ٹھیریگی متروکہ کی اشیا میں کذا فی الشرنبلالیہ طلاق
بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہے کہ ابتک ہی عدت میں مقر مرجاوے اور اگر بعد عدت مرگا
تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کانت فی العدۃ وطلقہا بسؤالہا فاذا مضت العدۃ جاز لعدم التہمۃ
عزمیہ اور یہ حکم مذکور اوسوقت ہے جب کہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اوسکو طلاق دی اوسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار جائز ہے
بسبب عدم تہمت کے کذا فی العزمیہ عدم تہمت یہ ہے کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اوسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تاکہ اسکو
میراث نہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی جاتی رہی وان طلقہا بلا سؤالہا فلہا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا
وارثۃ اذ ہو فار واہملہ اکثر المشائخ لظہورہ من کتاب الطلاق اور اگر اسکو طلاق دی بدون اوسکی طلب کے تو اوسکو میراث ملیگی
جس مقدار کو کہ وہ پہنچے اور اوسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اسواسطے کہ زوج اوسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے
یہاں مذکور نہیں کیا بسبب اوسکے ظاہر ہونیکے کتاب الطلاق سے ولو اقر الغلام المجہول النسب فی مولدہ او فی بلد ہو فیہا وہما
فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر وحینئذ ثبت نسبہ ولو مریضا

عرضًا وَاِذا ثبت شارکَ الغلامُ الورثة اور اگر اوس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہین او سکے وطن مین یا اوس شہر مین جسمین وہ وارد ہی اور حالانکہ مقر اور مقرلہ اوس عمر مین واقع ہین کہ ویسی عمر واسطے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہی یہہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اوس کا بیٹا ہی اور لڑکے نے اوسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اوسکی تصدیق کی کچہہ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسوقت مین یعنے در صورت اجتماع شرائط مذکورہ اوس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جب کہ اوس کا نسب ثابت ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شریک ہوگا فان انتفت ھذہ الشروط یؤاخذ المقر من حیث استحقاق المال لما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا فی الشرنبلالیۃ فلیحرر عند الفتوی تو اگر یہہ شروط مذکورہ نپائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونیکا اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالیہ تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور تنقیح چاہیے ھم اگر شرط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب اور پیدا ہونا مثل مقرلہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نپائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ مین ہی یعنے جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پہر اوسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اوسکو مال لازم دیگا اگرچہ نسب ثابت نہوگا اور شرنبلالیہ مین ینابیع سے یہہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتہے اور شارح کی عبارت رکیک ہی تو اگر یون کہتا فلو انتفی احد ھذہ الشروط وقد اقر لہ بمال یؤاخذ بہ المقر تو البتہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہی پہر جب نسب ثابت نہوا تو مقربہ لازم ہوگیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی الطحطاوی مختصرا ؕ والرجل صح اقرارہ ای المریض بالوالد والوالدین قال فی البرھان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول الزیلعی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ المتقدمۃ فی الابن اور بیمار مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے اون تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہو چکین فرزند مین برہان مین کہا والدین کا اقرار صحیح ہی اگرچہ والدین اوپچے ہون یعنے دادا پردادا مقدسی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کے کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس اقرار مین غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر ؕ وصح بالزوجۃ بشرط خلوھا عن زوج وعدتہ وخلوہ ای المقر عن اختہا مثلا واربع سواھا اور یون اقرار کرنا کہ یہہ عورت میری زوجہ ہی صحیح ہے بشرط خالی ہونے اوس عورت کے زوج اور اوسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اوس عورت کی بہن سے مثلا اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اوس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اسوقت صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہوا اور نکسی کی عدت مین ہو اور جب کہ اوس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جب کہ سوای اوس عورت کے چار عورتین اوسکے پاس نہون حموی نے کہا یہہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسیہ اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی مین ہی بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہو مقر پر ؕ وصح بالمولی من جہۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاءہ ثابتا من جہۃ غیرہ ای غیر المقر اور صحیح ہی مولی کا اقرار یعنی یون کہنا کہ یہہ شخص میرا مولے ہی آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اوس کا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأۃ صح اقرارھا بالوالدین والزوج والمولی اور صحیح ہے عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہہ میرے والدین ہین یا یہہ میرا زوج اور مولے ہی الاصل ان اقرار الانسان علی نفسہ حجۃ لا علی غیرہ قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہی کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحۃ الاقرار بالام کالاب ھو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للاباء لا للامہات وفیہ حمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصح انتہی ولکن المعول صحتہ بجامع الاصالۃ

ف ۱ اور اگر مقرلہ مقر کی تکذیب کرے یا وہ معروف النسب ہو غیر مقر سے تو مقر کو وہ لازم ہوگا جس کا اوس نے اقرار کیا اور نسب ثابت نہوگا ۱۲

ف ۲ تو اگر ان شروط سے ایک منتفی ہوا در حالانکہ مقر نے اوسکے واسطے اقرار کیا ہو تو وہ ماخوذ بمال ہوگا ۱۲

ولو کانت لہا اب یلیخفظ میں کہتا ہوں اور یہہ جو مصنف نے ماں کے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جسپر اکثر علما ہیں اور عتابی نے اپنی فرائض میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور یہی مختار ہے سراج میں ہے اسواسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے نہ ماؤں سے اور ایسے ہی زوجیت بھی ہے غیر شخص پر یعنے مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہے ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت ماں کے یعنی اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوئی پس لے یاد رکھنا چاہیے ولکن لابد فی الولادة من شہادة امرأة ولو قابلة لتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور یہ بھی عورت کا یہہ اقرار صحیح ہے کہ یہہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی ہو تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اوس وقت شرط ہے جب کہ بچہ جننا ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد میں اوس وقت شرط ہے جب کہ ولادت پر تنازع ہوا اور تعیین ولد میں اختلاف والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدة جحدت ولادتہا بحجة تامة کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار بدون حجت صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا او صدقہا الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدة منہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اوسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اوسکی معتدہ ہو وھو مطلقا ان لم تکن کذلک ای مزوجة ولا معتدة او کانت مزوجة وادعت انہ من غیرہ فصار ثم لو ادعاہ منہا لم یثبت فی حقہا الا بتصدیقہا صحیح ہے اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نپائی جائے اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہہ دعوی کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہہ اقرار ویسا ہوا جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں اوسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قال تبقی لو لم تعرف لہا زوج غیرہ لو ادعاہ فیحتمل میں کہتا ہوں باقی رہ گئی یہہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہہ دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے ہم اس صورت میں ظاہرا وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھیرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہیں ہو سکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہہ ہے کہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث ہوتا ہے تو ایسی توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصدیق ہؤلاء اور صحت اقرار میں اون اشخاص مذکورین کی تصدیق ضروری ہے یعنی جب مرد نے یہہ اقرار کیا کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہہ میرے والدین ہیں یا یہہ زوج اور یہہ میرا مولے ہے عتاقت سے تو ان لوگوں کی تصدیق ضروری ہے اسواسطے کہ ہر شخص ان میں سے اپنی ذات کے تصرف میں ہے تو غیر کا اقرار اونکو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جب کہ لڑکا ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنے تو جس کے پاس ہوگا اوسی کا ٹھیرے گا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اوسکے مولے کی تصدیق شرط ہوگی اسواسطے کہ حق اوسی کا ہے وصح التصدیق من المقر لہ بعد موت المقر لبقاء النسب والعدة بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر لہ کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقرة لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اوسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ لم یقبل من غیر ولاد کما فی الدرر لقصدہ بالحمل وابن الابن کما قال کالاخ والعم والجد

دَابنِ الابنِ لایصحُّ لِانَّ اقرارٌ فی حقِّ غیرِہ الاَّ ببرھانٍ اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اوس نسب کا جس مین غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یون کہنا
کہ یہہ میرا بہائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہی تو اقرار صحیح نہین غیر شخص کے حق مین مگر شہادت سے مصنف نے نسب مین غیر ولا دکی قید نہ لگائی
چنانچہ درر مین ہے بسبب فاسد ہونے اوس قید کے جدا و ابن الابن سے ومنہ اقرار اثنینِ لِما مرّ فی بابِ ثبوتِ النسب فلیحفظ
اور انہین جملہ ہی اقرار دو شخصون کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب مین تو یاد رکہنا چاہئے ھم یعنی غیر کے حق مین اقرار نسب صحیح نہین مگر برہان
سی سو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثون سے دو شخصون کا اقرار کرنا ہی نسب کا تو باقی وارثون پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک
شخص ہوگا تو فقط اوسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثون کا اقرار مثبت نسب نہین جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہین کذا فی
الطحطاوی وکذا الوصدّقہ المقرّ علیہِ اِ والورثۃ وھم مِنْ اَھلِ التصدیقِ اور ایسا ہی اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اوسکے
وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکہتے ہون ھم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ
قول سابق مین مندرج ہی لیکن دونون مین یون تفرقہ ہو سکتا ہی کہ پہلی صورت مین مقر علیہ کے دو وارثون کا اقرار مثبت نسب ہی اور
دوسری صورت مین اقرار مقر اور علیہ کے دو وارثون کی تصدیق مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہہ ہے کہ وارث عاقل بالغ
ہون اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصحُّ فی حقِّ نفسہٖ حتّٰی یلزمہٗ ای المقرَّ الاحکامُ مِنَ النفقۃِ والحضانۃِ والارثِ
اذا تصادقا علیہِ ای علی ذلک الاقرارِ لانَّ اقرارھما حجۃٌ علیھما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق مین صحیح ہی تو مقر کو لازم ہونگے
نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونون اوس اقرار پر باہم تصادق کرین اسواسطے کہ دونون کا اقرار دونون پر حجت ہی
ھم نفقہ اوسوقت ہی جب کہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکہتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہین مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق
کے نہین لیکن یہہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہو یعنے اپنے پاس رکہنا جب کہ بنت بالغہ ہو اور اوسکی بیحرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی
فانْ لم یکن لہ ای لِھذا المقرِّ وارثٌ غیرہٗ مطلقًا لا قریبًا کذوی الارحامِ ولا بعیدًا کمولی الموالاۃِ عینی وغیرہ ورثہٗ سو اگر اس مقر کا
سوای مقر لہ کے کوئی وارث مطلقا نہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولای محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اوس کا وارث
ہوگا ھم یہہ وراثت فقط مقر لہ پر مقصور رہی تو اوسکی اصل اور فرع کے طرف میراث منتقل نہو گی اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ وصیت کے ہی کذا فی
الطحطاوی والّا لالانَّ نسبہ لم یثبت فلا یزاحم الوارثَ المعروفَ والمرادُ غیرُ الزوجینِ لانَّ وجودَھما غیرُ مانعٍ قالہ ابن الکمال
اور نہین تو نہین یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ مقر کا وارث نہوگا اسواسطے کہ اوس کا نسب ثابت نہین تو وہ مزاحمت نہین کر سکتا
وارث مشہور سے اور اوس وارث سے جو مانع ارث مقر لہ ہی وہ وارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہو مقر لہ کے
ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثمّ للمقرِّ اَن یرجعَ عن اقرارہٖ لانّہ وصیّۃٌ من وجہٍ زیلعی ای وانْ صدّقہ المقرّ کما فی البدائع لکن
نقل المصنف عن شروح السراجیّۃ انَّ بالتصدیقِ یثبتُ النسبُ فلا ینفع الرجوعُ فلیحرر عندَ الفتوٰی پہر درایت کرکہ مقر کو
اپنے اقرار سے پہر جانا جائز ہی اسواسطے کہ یہہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہی کذا فی الزیلعی یعنے رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقر لہ
تصدیق بہی کرے کما فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح مین سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہی تو رجوع
عن الاقرار فائدہ بخش نہین تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہئے فتوی دینے کے وقت ھم ظاہر از یلعی کا کلام حق ہی چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہی
اور اس تعلیل مین اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہین تو تحریر مقام یہہ ہی کہ نسب کے اقرار مین اگر خود پر تحمیل نسب نہو اور تصدیق مقر لہ کی پائی جاوے
تو اوس مین رجوع جائز نہین اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقر لہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہی غرضکہ یہان کلام ہی دو مقامون مین فتدبر
کذا فی الطحطاوی ملخصًا ومن ماتَ ابوہُ فاقرَّ باخٍ شارکہ فی الارثِ فیستحقُّ نصفَ نصیبِ المقرِّ ولم یثبتْ نسبُہ لِما مرَّ انَّ اقرارہٗ

مقبولٌ فی حق نفسہٖ فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اوس نے اقرار کیا کہ یہہ شخص میرا بھائی ہے تو مقرلہ اوس کا شریک ہوگا وراثت میں تو
وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اوس کا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اوس کا اقرار فقط اوسیکے حق مین مقبول ہے
قلت فی کون اقرار الاخ بابنٍ ھل یصح قال الشافعیۃ لا لانہ ما اَدّی وجودہ الی نفیہٖ انتفی من اصلہ ولم اَرہ لائمتنا
صریحًا وظاھر کلامھم نعم واللہ اعلم مین کہتا ہون باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنے میت کا بھائی کہے کہ یہہ
شخص میت کا بیٹا ہے تو یہہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علمای شافعیہ نے کہا کہ یہہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ جس کا وجود باعث ہو اوسکی نفی کا
یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہوجاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی یہہ شرط ہے
کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجئے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آوے کیونکہ بھائی وارث
نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہہ مسئلہ میں نے اپنے اماموں کے کلام میں صریح نہیں دیکھا اور اونکے ظاہر کلام سے یہہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ یہ
اقرار مذکور صحیح ہے تو اسکی تلاش چاہیے کتب مذہب میں ہم وجہ صحت یہہ ہے کہ مقتضای کلام حنفیہ یہان یہہ ہے کہ اگر مقر میں نصاب شہادت
موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثون سے ہو اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائیگا فقط مقر کے حق مین اگرچہ نسب ثابت
نہوگا کذا فی الحاوی وان ترک شخص ابنین وله علی آخر مائۃ فاقر احدھما بقبض ابیہ خمسین منھا فلا شیٔ للمقر ولا ثلث
اقرارہ ینصرف الی نصیبہٖ وللاخر خمسون بعد حلفہٖ انہ لا یعلم انّ اباہ قبض شطر المائۃ قالہ الاکمل قلت وکذ
الحکم لو اقرّ انّ اباہ قبض کل الدین لکنہ ھنا یحلف لحق العزیز ذیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑکر مرگیا اور باپ کے دوسرے
شخص پر سو درم ہین سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اوس کا باپ پچاس درم اون مین سے لیچکا ہے تو فرزند مقر بعض کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ اوس کا
اقرار اوسکے حصے کی طرف پھر جائیگا اور دوسرا فرزند کو پچاس درم ملینگے یون قسم کہانیکے بعد کہ واللہ اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے
باپ نے سو درم اسے نصف پایی یہہ قول ہے اکمل کا مین کہتا ہون اور یہی حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اوسکے باپ نے تمام
دین قبض کر لیا لیکن یہان مدیون کے حق کے واسطے قسم لیجائیگی کذا فی الزیلعی ہم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کیواسطے ہے نہ خصم کیواسطے
اسواسطے کہ اوس پر اوس سے زیادہ مطالبہ نہین جو اوس پر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم کہائیگا تو مقر پچاس درم مین اوس کا شریک ہوگا
اور دوسری صورت مین اگر غیر مقر بھائی قسم نکہائیگا تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کہائیگا کہ میرے باپ نے کچھ نہین لیا تو اوسکے
حصہ دیا جائیگا یعنی پچاس درم کذا فی الطحاوی **فصل فی مسائل شتّٰی** یہہ فصل ہے کتاب الاقرار کے چند مسائل متفرقہ مین آزاد عورت
الحرۃ المکلفۃ بدینٍ لآخر فکذبھا زوجھا صحّ اقرارھا فی حقہٖ ایضًا عند ابی حنیفۃ فتحبس المقرۃ وتلازم وان تضرر الزوج
وھذہ لاحدی المسائل الستّ الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ علی المقر ولا یتعدّی الی غیرہ وھی فی الاشباہ عورت
آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب کی تو اوس کا اقرار اوسکے زوج کے حق مین بھی صحیح ہے
امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کے بابت حبس کیجائیگی اور اوسکے ساتھہ چھوڑا جائیگا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوج کو ضرر ہو اور یہہ ایک
مسئلہ ہے اون مسائل ستہ سے جو اس قاعدہ سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کے طرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل
اشباہ مین ہین ہم منجملہ مسائل ستہ کے ایک مسئلہ وہی ہے جو متن مین مذکور ہوچکا ۲ اگر موجر نے اوس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹھکانا نہین مگر مبیع
سو جرہ کے ثمن سے تو دائن کو اوسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا
کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اوسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعویٰ کیا اور
مدعی کا ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جبکہ ولد حرہ کا دعویٰ کیا الخ

بہائی کی زندگی مین تو دعوی صحیح ہو گا اور میراث اوسکے ولد کو ملیگی نہ بہائی کو ۱۲ ایک چیز بیچ ڈالی پہر اقرار کیا کہ بیع تلجیۃ تہی اور مشتری نے
اوسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اوسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لاٰخر بدین
فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وھی واقعۃ الفتوی ولم نرھا صریحۃ اور لائق یون ہو کہ یہہ مسئلہ بھی قاعدۂ مذکورہ سے خارج ہو
کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہو پہر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اوس کا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو
ضرر ہو اور یہہ حادثہ فتوی طلب ہوا تہا اور مین نے اوسکو مصرح کسی کتاب فقہ مین نہین دیکہا وعندھما لا تصدق فی حق الزوج
فلا تحبس ولا تلازم در رقلت وینبغی ان یعول علی قولھما افتاء وقضاء لان الغالب ان الاب یعلمھا الاقرار لہ او لبعض
اقاربھا لیتوصل بذلک الی منعھا بالحبس عندہ عن زوجھا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ
المصنف اور صاحبین کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہو گی زوجکے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہو گی کذا فی الدرر مین کہتا ہون
اور لائق یون ہے کہ صاحبین کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوی دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اوسکو تعلیم کرتا ہی
کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توصل سے اوسکو روک رکہے اپنے پاس اوسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اسکی
حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جبکہ مین مبتلا بالقضا ہوا تہا ایسا کچہہ ذکر کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین اعتراض ہے اسواسطے کہ
علت خاص ہی اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہہ حیلہ اپنے پاس رکہنے کا
نہین ہو سکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہی نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹہیرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح مین ائمہ ترجیح سے
کسیکی سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقھا المقر لہ ولھا زوج واولاد منہ ای الزوج
وکذبھا زوجھا صح فی حقھا خاصۃ فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے
واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی اور اوس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہی اوس شوہر سے اور اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب
کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہو گا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہو گا مقر لہ کا برخلاف قول محمد کہ ولد
مذکور بہی رقیق نہو گا لا فی حقہ یرد علیہ انتقاص طلاقھا لما حققہ فی الشرنبلالیۃ شوہر کے حق مین اوس کا اقرار صحیح نہو گا اس
قول پر انتقاص طلاق مقرہ کا اعتراض وارد ہوتا ہی چنانچہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ مین مذکور ہی مع مبسوطین ہی کہ اس عورت کی طلاق دو طلاقہ ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین
بالاجماع اسواسطے کہ یہہ لونڈی ہو گئی اور یہہ حکم اسی عورت کا خاص ہی انتہی اور جواب اعتراض کو اسی قول مین نکلتا ہی کہ وہ لونڈی ہو گئی اور یہہ حکم اسیکو خاص ہی اسواسطے کہ طلاقین ہمارے نزدیک عورتونکا
اعتبار رہی اور اسیطرح حیض مین تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخلفہ سے ہی کذا فی الطحطاوی وحق الاولاد اور نہ اولاد کے
حق مین اوس کا اقرار صحیح ہی وفرع علی حقہ بقولہ فلا یبطل النکاح وعلی حق الاولاد بقولہ والاولاد حصلت قبل الاقرار وما فی
بطنھا وقتہ احرار لحصولھم قبل اقرارھا بالرق اور مصنف نے حق زوج پر متفرع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہو گا اقرار مذکور سے
اور حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے کہ اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اوس عورت کے پیٹ مین ہے اقرار کے وقت وہ
سب آزاد ہین بسبب انکے حاصل ہونیکے مملوکیت کے اقرار سے پہلے مجہول النسب حرر عبدہ ثم اقر بالرق لانسان وصدقہ المقر لہ صح
اقرارہ فی حقہ فقط دون ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پہر اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور
مقر لہ نے اوسکے اقرار کی تصدیق کی تو اوس کا اقرار صحیح ہو گا فقط اوسکے حق مین نہ عتق کے باطل کرنے مین فان مات العتیق یرثہ
وارثہ ان کان لہ وارث یستغرق الترکۃ والا فیرث الکل او الباقی کما فی شرنبلالیۃ المقر لہ پہر اگر غلام آزاد مر گیا تو اوس کا
وارث اوسکی میراث پاویگا اگر اوس کا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہو یعنی اوسکا کوئی مطلقا وارث نہو یا وارث ہو

کہ کل متروکہ نہ پاسکے چنانچہ اسمیں الزوجین تو مقرلہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقرّ ثم العتیق فارثہ لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقر مرگیا پھر غلام آزاد تو اوسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولوجنی ھذا العتیق تسعیٰ فی جنایتہ لانہ لاعاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت مین سعے کرے یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اوسکا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہین جسپر دیت لازم آوے ولوجنی علیہ یجب ارش العبد وہو کالمملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر وہو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اوسپر جنایت کیجاوے یعنی کوئی اوس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے مین اسواسطے کہ اوس کی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے استحقاق کی قال رجل لاٰخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر لقولہ حقًا ونحوہ او کرر لفظ الحق او الصدق کقولہ الحق الحق او حقًا حقًا ونحوہ او قرنہا بالبر کقولہ البر الحق او الحق برٌّ لہ فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہین سو اوس نے جواب مین کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے چنانچہ یون بولا کہ حقًا اور نہ اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق حقًا حقًا اور نہ اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ بر کا لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر الحق یا الحق بر الخ تو یہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلا ولو قال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الخ اور اگر مخاطب یون بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہوچکے کہ وہ کلام تام نہین اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتدائی کلام ہونے کی لیاقت نہین رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہرے تو گویا اوس نے یون کہا کہ تو نے حق بات کا دعویٰ کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا ابقۃ او قال ھذہ السارقۃ فعلت کذا وباعہا فوجد بہا واحدًا منہا ای من ھذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یون کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اسکے اوسکو بیچ ڈالا پھر اوس لونڈی مین عیب مذکورہ مین سے کوئی عیب پایا تو مولے کے قول مذکور سے اوسکی ردہ نہوگی اسواسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہین ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو مع قوال اخبر گالی ہے اور باقی ندا ہے بخلاف ھذہ سارقۃ او ھذہ ابقۃ او ھذہ زانیۃ او ھذہ مجنونۃ حیث ترد باحدہا لانہ اخبار وھو لتحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے یہ کہ یہ چوٹی ہے یا یہ بھگوڑی ہے یا یہ زانیہ ہے یا یہ دیوانی ہے کہ اس صورتمین اوسکی ردہ ہوگی ایک عیب کے پائے جانیسے اسواسطے کہ یہ قول اخبار ہے اور اخبار وصف کے ثابت کرنیکے واسطے ہوتا ہے یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکورہ لونڈی کو خریدکرے پھر اخبار کا اوسکو علم ہو تو وہ پھیر دے سکتا ہے وبخلاف یا طالق او ھذہ المطلقۃ فعلت کذا حیث تطلق امرأتہ لتمکنہ من اثباتہ شرعا فیجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاول درر اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ یا طالق یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اوسکی عورت کو طلاق ہوجایگی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعًا تو زوج کا کلام ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر یعنے مولے قادر نہین جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی مین اقرار السکران بطریق محظور ای ممنوع محرم صحیح فی کل حق اوس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق مین حق تعالے نے فرمایا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ یعنی نماز کے قریب نجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستون سے اور ان کو مکلف کیا مستی کی حالت مین کذا فی الاشباہ تو معلوم ہے کہ مستے تکلیف شرعی کی مسقط نہین فقد بر فلو اقر بقصاص اقیم علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقۃ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی افندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اوسپر حد قائم ہوگی اوسکی مستی کی حالت مین اور اگر اقرار کیا چوری مین تو اوسپر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہے سعدی

اٹندی نے حد شرب کے باب مین الا فی ما یقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر کہ مست مذکور کا اقرار صحیح نہین اون چیزون مین جو رجوع
من الاقرار کے قابل ہین چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہم یعنی اگر مستی مین اقرار کیا کہ اوس نے شراب پی ہی تو اوسکا اقرار صحیح نہین تو اوسپر
حد قائم نہوگی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مسئلا موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح کشربہ مکرھا لا یعتبر بل ھو
کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہوگیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پینا تو اوسکا
اقرار معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہی مگر نماز کی قضا کے ساقط ہونے مین اغما کے مانند نہین اور پورا بیان اس کا اشباہ کی احکامات
مین ہی ہم یعنے اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اوس سے ساقط ہوا اور مستی قضاء صلوۃ ساقط نہین المقر لہ
اذا کذب المقر بطل اقرارہ لما تقدم انہ یرتد بالرد مقر لہ جب کہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ
اقرار مردود ہوجاتا ہے رد کرنے سے ہم یعنی جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پہر اوسکی تصدیق کرے تو اوسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر مواضع آیندہ مین
تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی ست علی ما ھنا تبعا للاشباہ تکذیب مقر لہ مبطل اقرار ہے مگر چہ صورتون مین بموجب
اوسکے جسکو مصنف نے یہان اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہے الاقرار بالحریۃ والنسب وولاء العتاقۃ والوقف بجملہ مواضع ستہ آزادگی کا
اقرار ہی اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہے ہم اقرار حریت کی یہہ صورت ہی کہ جسکے پاس غلام ہے اوس نے اقرار کیا کہ یہہ آزاد
ہی تو اوسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اوسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب مین پہلے مذکور ہوچکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہی صحت اقرار
اور تصدیق مولای عتاقت بہی شرط ہی اور یہان اوسکے خلاف ہی مگر یہہ کہ اس پر محمول کیجیے کہ جب مقر لہ تصدیق کے طرف عود کرے بعد تکذیب کے
تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابہی بیان کرچکے ہین اور اس حمل پر متفرقات بحر الرائق کی یہہ عبارت دلالت کرتی ہی کہ بزازیہ مین ہے کہ ایک
شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا مین غلام ہون سو مقر لہ نے اسکو رد کیا پہر اوس نے اوسکی تصدیق کی تو وہ اوس کا غلام ٹہیریگا اور رقیت کا اقرار
رد کرنے سے باطل نہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہین ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہی اور طلاق اور
عتاق رد کرنے سے باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہین فقط مسقط سے ساقط ہوجاتے ہین انتہی اشباہ مین اسعاف سے منقول ہی کہ جب
مقر لہ وقف کو رد کرے پہر اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی انتہی تو یہان کے مسائل مذکورہ کی تعبیر بمثل تصویر رق ہوگئی سوای طلاق اور عتاق کے
اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول
ارتد اسعاف مین ہی کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر پہر اوس نے وقف کو قبول کیا پہر اوسکو رد کیا تو وقف مردود نہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد
کرے گا تو پہر جائے گا والطلاق والرق فکلاھا لا یرتدان اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہین ہوتا مقر لہ کے
رد کرنے سے وزاد المیراث بزازیۃ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنی اگر وارث اوس میراث کو جو مورث
سے حاصل ہے رد کرے تو مردود نہوگی والنکاح ثمانی متفرقات قضاء البحر وتمامہ ثمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہی چنانچہ بحر الرائق کی کتاب
القضا کی متفرقات مین مذکور ہی اور پورا اوس کا بیان وہین سے ہم یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پہر تصدیق کرے تو صحیح ہی بحر الرائق کی متفرقات
مین یہہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم اَرہ الآن انتہی یعنی نکاح کا اقرار مین نے ابتک نہین دیکہا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح مین
توقف ہی کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب نہ تہا واستثنی مسئلتین من الابراء وھما ابراء الکفیل لا یرتد
وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلیحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابرا سے مستثنی کیے ہین اور
وہ دونون یہہ ہین کہ ضامن کا ابرا کرنا مکفول لہ کے رد سے نہین پہرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اوسکے یون کہنے کے بعد کہ مجھکو بری الذمہ کردے دین سے
سو اون نے اوسکو بری الذمہ کردیا نہین پہرتا تو مستثنی دس مسئلے ہوے سو انکو یاد رکہنا چاہیے ہم بجملہ مسائل عشرہ چہ صورتین متن مین مذکور ہین

اور چار صورتیں شارح نے بتائی ہیں لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح میں توقف ہے تو درحقیقت تو صورتیں مستثنیٰ ٹھہرتی ہیں کہ رد کرنے سے رد نہیں ہوتی ہیں
وفی الوکالۃ الوہبانیہ ومن ہکذا فیہا لم ترتد لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے اور جب کہ اوس نے تصدیق کی وکالت
وغیرہ میں پھر اسکو رد کیا تو اوسکے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا ہے طحطاوی نے کہا فیہا کا مرجع ضمیر جیں یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت او
وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی مگر تصویر وکالت
یون کیجئے کہ زید امین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر بمثل ثمن معین خرید کی پھر رد وکالت کا دعویٰ کیا تو یہہ رد وکالت
مقبول نہیں لیتے وھل یشترط لصحۃ الرد مجلس الابراء خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونیکے لئے مجلس ابرا شرط ہے یا نہیں اس پر
مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں والضابط ان ما فیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد
والا فلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وھذا ضابط جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت
یہہ ہے کہ جس عقد میں مال کی تملیک ہو کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہیں وہ قابل رد نہیں چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا
باطل کرنا یہ رد کو قبول نہیں کرتا اور یہہ قاعدہ جیدہ ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثۃ وابرأ ابراء عاما وقال
لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظہر فی ید وصیہ من الترکۃ شیء لم یکن وقت
الصلح تحققہ تسمع دعوی حصتہ منہ علی الاصح صلح البزازیۃ ولا تناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علی
ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجہ عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وحققہ
فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اوسکو ابراء عام کر دیا یا یون بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی
نہیں رہا یا یون کہا کہ میں نے اپنا سب حصہ پا لیا یا مانند اسکے کچھہ اور لفظ بولا پھر اوسکے باپ کے وصی کے پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح
وقت نہیں لیتے اوسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اوس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اوسکے حصے کا دعویٰ اوس چیز سے مسموع ہے بنا بر
قول صحیح کے کذا فی صلح البزازیہ اور کچھہ تناقض نہیں ادعا بعد الابرا میں بسبب محمول کرنے اوسکے اس قول کو کہ میرا کچھہ حق باقی نہیں یعنی اوس ترکہ
سے حق باقی نہیں رہا جسکو میں نے قبضے میں کیا علاوہ یہہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنے وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص دیون ہے اور اس
وقت میں عدم صحت برات کی تو یہی وجہ حق ہے دعوی مسموع ہونیکی چنانچہ ابن شحنہ نے یہہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہے اور عنقریب
ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح میں ھم سب حصہ پا لینے کی یہہ صورت ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو کچھ والد کا متروکہ لوگوں پر تھا اوسکو میں
پا یا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعویٰ کیا تو دعویٰ اوسکا مسموع ہے کذا فی المنح عن الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی ہے تو غیر وصی
اتفاقی ہو گیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پھر یون کہتا او عند
غیرہ الوصی شیئا وقال ذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیا ذکر تو مناسب تر ہوتا اقر رجل بمال فی صک واشہد
علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ھذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ تقبل وان کان متناقضا
لانا نعلم انہ مضطر الی ھذا الاقرار شرح وہبانیۃ قلت وحرر شارحہا الشرنبلالی انہ لا یفتی بھذا الفرع لانہ لا عذر
لمن اقر بانہ ان یقال بانہ یحلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ھذا ونحوھا الخ قلت وبہ جزم المصنف فیما
مر فتنبہ اقرار کیا ایک مرد نے اوس مال کا جو دستاویز میں مرقوم ہے اور اوس پر گواہ کر دیا پھر اوس نے دعویٰ کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہے
اور بعض بیاج ہے مجھ پر پھر اگر گواہی قائم کریگا اس پر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اس اقرار کرنے میں
مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ

مقر مذکور کے واسطے کچھہ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہہ ہی کہ کہا جاوی یعنے اس کا فتوی دیا جاوی کہ مقر لہ سے اوسکی قسم لیجائی بموجب
قول ابی یوسفؒ جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلہ میں اور اسکے مانند میں مختار ہی میں کہتا ہون اور اسی قول پر یقین کیا ہی مصنف نے اوسمین
جو مذکور ہوچکا تو سوچ لے اقرّ بعد الدخول من ھنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انه طلقھا قبل
الدخول لزمه مھر بالدخول و نصفه بالاقرار اقرار کیا کہ اوسنے اوسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اوسکو پورا مہر
لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہی اور شرح مصنف کی نسخون
سے ساقط ہی اقرّ المشروط له الریع او بعضه انه ای ریع الوقف یستحقه فلان دونه صح و سقط حقه ولو کتاب الوقف بخلافه
جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہی اوسنے اقرار کیا کہ حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہی نہ مین تو اقرار صحیح ہے اور اوس کا
حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعله لغیره او اسقطه لا لاحد لم یصح اور اگر اوسنے حاصلات کو اپنے
غیر کے واسطے مقرر کردیا یا اوسکو ساقط کردیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہین ہم جعل سے مراد انشا و جعل ہے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب جانے
اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط له النظر علی ھذا المامر فی الوقف وذکره فی الاشباه ثمه وھنا
فی الساقط لا یعود فراجعه اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہی اوس کا حکم بھی علے القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہوچکا
اور اشباہ مین وہان یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنے کتاب الاقرار مین اس قاعدہ مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کیطرف مراجعت کر
القصص المرفوعة الی القاضی لا یؤاخذ رافعھا بما کان فیھا من اقرار و تناقض لما قدمنا فی القضاء انه لا یؤاخذ بما فیھا الا
اذا اقر بلفظه صریحا جو حکایات کہ لکھکر قاضی کے طرف پیش ہون تو اونکا پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اوس مضمون کیسبب جو ان مین مندرج ہی
اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا مین مذکور کرچکے ہین کہ اونکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہین مگر جب کہ پیش کرنیوالا بلفظ
صریح اوس کا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال له علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیٔ علیه خلافا للثانی فی الاول
قلنا ھی للشك عرفا نعم لو قال علمت لزمه اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین یا بجای فی علمی کے فیما
اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اوسپر کچھہ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول مین یعنے معنے علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہونگے ہم جواب مین کہتے
ہین طرفین کے طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہین عرف عرب مین ہان اگر علمت کا لفظ کہی یعنی مین معلوم کرچکا کہ اوسکے مجھپر ہزار
درم ہین تو اوسکو ہزار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرة انفس مثلا وادعی الغاصب
کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلك من نسخ الشرح و صوابه وادعی الطالب کما عبر به فی المجمع وقال شراحه ای المغصوب
منه انه ھو وحده لزمه الالف کلھا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے پھر بولا کہ ہم دس شخص غاصب تھے مثلا اور جس
سے غصب کیے وہ کہتا ہی کہ فقط مقر ہی نے ہزار درم غصب کیے ہین تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہونگے شارح نے کہا متن کے نسخون مین ادعی الغاصب ہی اور تو
معلوم کرچکا ہی کہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہہ عبارت ساقط ہی اور بجای ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہی چنانچہ مجمع کی تعبیر سے اور مجمع کے
شارحون نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہی والزمه زفر عشرھا اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسوان حصہ لازم کیا ہی ہم اسواسطے کہ
مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنے طرف اور غیر کے طرف کی ہے تو اوسپر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ھذا الضمیر یستعمل فی
الواحد والظاھر انه یخبر بفعله دون غیره فیکون قوله کنا عشرة رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناه کلنا صح اتفاقا لان کلنا
لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ یہہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم مین بھی مستعمل ہوتی ہی کما قال تعالی انا ارسلنا اور
ظاہر اسکا اپنے فعل کی خبر دیتا ہی نہ غیر کے فعل کی تو اوس کا یہہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہی تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر یون کہتا کہ ہم سبنے

عــه میری گمان میں یا میرے ظن میں ۱۲
عــه یعنی محو نہیں ہوا اور حالانکہ بھیجے والا وحدہ لاشریک لہ ۱۲

ہزار درم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہونا بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ لفظ جہد مین مستعمل نہین قال رجل اوصی ابی بثلث مالہ لزید بل لعمرو
بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیرہ شیٔ وقال زفر لکل ثلثہ ولیس للابن شیٔ ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال کی زید کے
واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث مال ہو اور اوسکے سوای کسیکو کچہہ
نہین اور زفر نے کہا تینون شخصون کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچہہ نہیں ملیگا زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہہ ہی کہ اسطرح تین شخصون کے
واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملیگا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد
ذلک للثانی بخلاف الدین لنفاذہ من الکل من الجمیع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث
مال مین ہوتا ہو اور حالانکہ ثلث مال کا اوس شخص کے واسطے اقرار کرچکا ہی تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہوگیا تو بعد اوسکے رجوع اقرار دوسرے شخص
کے واسطے وصیت کرنیسے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہہ مسائل مجمع سے منقول ہین واللہ اعلم

فروع مسائل متفرقہ شتی اقر بشیٔ ثم ادعی الخطاء لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع
دیانۃ قنیۃ کسی چیز کا اقرار کیا پہر خطائے الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہین مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پہر عدم وقوع
طلاق ظاہر ہوا یعنے بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تہا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق
کا اقرار کریگا تو خطای مذکور مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی حواشی الاشباہ و اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہا فافتی بعضہم بصحۃ
ظہیریۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہو مگر جب کہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہو کذا فی الظہیریۃ
ہم تجنیس اور نہستانی مین ہو کہ در صورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی نہ دیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہے الاقرار بشیٔ محال و بالدین بعد
الابراء منہ باطل شیٔ محال کا اقرار اور دین کا بعد اوسکے معاف کرنیکے باطل ہو ہم شیٔ محال کی یہہ صورت ہو کہ ایک شخص نے اقرار کیا
کہ مجھکو زید نے فلسفے مہینے مین قرض دیا اور حالانکہ زید اوس سے پہلے مرچکا اور ثانی کا جملہ یہہ ہو کہ ہیم حبہ کا بعد ذکر ثمن اقرار کیا پہر جبکا منکر ہوگیا
تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ بلا ثمن باطل ہو علی احد القولین کذا فی الطحاوی ولو ہبہ بعد ہبتہا لہ علی الاشبہ اقرار دین بعد ابراء
باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج جسکو بنابر قول اشبہ ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ زوجہ نے اپنا مہر بخشدیا پہر زوج نے
ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار صحیح نہین اور یہہ اوسکے مخالف نہین جو عبد البر شارح وہبانیہ نے خلاصہ اور مصنف سے نقل کیا کہ ایک
مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت مین اقرار کیا اور مرگیا پہر وارثون نے گواہون سے ثابت کیا کہ عورت نے مہر کو جسکی تہی
زوج کی حیات مین تو گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسرے بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم
ہوتا ہو کہ اقرار صحیح نہین مگر بقدر مہر مثل کے پہر شارح مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابراء کے مخالف ہی تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابراء کردے پہر
زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہین کذا فی الطحاوی نعم لو ادعی دینًا بسبب حادث بعد الابراء العام قالہ اقر بہ یلزم ذکرہ المصنف
فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضًا فحکمہ کالاول وہی واقعۃ الفتوی تامل ہان اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب
کی جہت سے بعد ابراء عام کے اور یہہ دعوی کرے کہ مدیون نے اوسکا اقرار کیا ہے تو اوسکو لازم ہوگا یہہ مصنف نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہم
کہتے ہین اور مفاد اوسکا یعنی سبب حادث کی تقیید کا یہہ ہی کہ اگر مدیون باقی رہنے اوس دین کا جس کا ابراء ہوگیا اقرار کرے تو اوسکا حکم مانند اول کے
ہو یعنے وہ اقرار باطل ہے سو تامل کر ہم اس عبارت اور عبارت سابقہ مین فرق یہہ ہے کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجہہ پر دین
تہا اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجہہ پر باقی ہے اور دونون مین ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحاوی الفعل
فی المرض احط من فعل الصحۃ مریض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت مین

کمتر ہو صحت کے افعال مذکورہ سے اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال میں نافذ ہے الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تمہ وتمامہ فی الاشباہ ۔ فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنے اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ واقف نے تفویض نظارت کی اوسکے واسطے شرط کی ہو سو یہہ تفویض مرض الموت مین صحیح ہے نہ صحت مین کذا فی التتمہ اور پورا بیان اس کا اشباہ مین ہے ۔ وفی الوہبانیۃ ؎ اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ + فبینۃ الاتہاب من قبل تہدر + اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے اس مسئلہ کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند سطر مذکور ہوچکا ؎ واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن + وفی القبض من ثلث التراث یقدر + بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کر اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جاوے گا ۔ منتقی مین ہے کہ اگر مرض الموت مین اقرار کیا کہ اس غلام کی مین نے بیع کی فلانے سے حالت صحت مین اور اوسکے ثمن پر مین نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اوسکی تصدیق ہوگی بیع مین اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینہ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ ؎ ولیس بلا تشہد مقرا لعدلہ + ولو قال لا تخبر فخلف یسطر + اور اس قول سے مقر نہوگا کہ گواہی نہ دیجیو ہم اوسکو بحکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین خلاف مسطور ہے ۔ اگر یون بولا کہ اوسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہہ نہی ہے وجوب بالزور کی اثبات سے بسبب یا کہ نہی بمعنے نفی ہے یعنے تم اسکے گواہ نہیں ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین خلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہہ مذہب ہے کہ یہہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہہ ہے کہ یہہ اقرار ہے قنیہ مین کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ؎ ومن قال ملکی ذا لذا کان منشئا + ومن قال ہذا ملک ذا فہو مظہر + اور جس نے کہا کہ میری یہہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنے اوسنے بالفعل اسکو ہبہ کیا تو اوسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہیں ؎ ومن قال لا دعوی لی الیوم عند ذا + فما یدعی من بعد منہا فمنکر + اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اوسکے بعد جو دعوی کریگا اوس دن اور ما تقدم کے دعاوی سے سو اوس پر شرع کا انکار ہے یعنی مقبول نہیں ہے اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ مین نے فلانے پر دعوی کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی ۔ واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الصلح

یہہ کتاب ہے صلح متخاصمین کے احکام مین ہے مصالح علیہ اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوا اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لے اور حویلی کا دعوی نکر تو یہان سو درم مصالح علیہ اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبتہ ان انکار المقر سبب الخصومۃ المستدعیۃ للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا ۔ ہو لغۃ اسم من المصالحۃ ۔ یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالحہ کا اسم ہے وشرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ ۔ اور شرع مین صلح عبارت ہے اوس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹاوے وہ صلح ہے ورکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونون مین ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کے واسطے والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبولہ عنایۃ وسیجیٔ ۔ اور رکن صلح کا قبول کرنا ہے مطلوب کا متعین اور غیر متعین مین چنانچہ دراہم مین تو صلح تمام ہوجاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا ہم صلح بلا قبول اوسوقت تمام ہوگی جب کہ خود مطلوب طالب صلح شروع کرے اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ مین نے

اس پر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہین اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہے مدعی کے جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی
وشرطه العقل لا البلوغ والحرية اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبي مأذون ان عرى صلحه عن ضرر بين تو
صلح کرنا صحیح ہے صغیر ماذون کے جانب سے اگر اوسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سے ہم عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہے ایک یہہ کہ محض نفع
دوسری یہہ کہ نہ نفع ہو اوس مین نہ ضرر تیسرے یہہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اوس سے بعض
حق پر صلح کی تو اگر دعوے کے گواہ نہون تو صلح جائز ہے اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوای خصومت اور قسم کہانے کے کچھہ حاصل نہین اور مال ضائع
ہو خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہون تو صلح جائز نہین اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہین اور جسمین نہ ضرر ہو
نہ نفع اوسکی مثال یہہ ہے کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اوسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اوسکی مثال یہہ ہے کہ دین مین تاخیر کرے
کہ یہہ جائز ہے اسواسطے کہ یہہ اعمال تجارت سے ہے وصح من عبد مأذون ومكاتب لو فيه نفع اور صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے
اگر صلح مین نفع ہو ہم طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اوسکو شامل رہتا جس مین نہ نفع ہے نہ ضرر یا جسمین ضرر ہے مگر غیر صریح
وشرطه ايضا كون المصالح عليه معلوما ان كان يحتاج الى قبضه اور یہہ بہی صلح کی شرط ہے کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم
ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو ہم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہین چنانچہ ایک گہر مین اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے
مدعی کی دوکان مین اپنے حق کا دعوی کیا اور دونون نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہے اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار
نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین کذا فی الدرر وكون المصالح عنه حقا يجوز الاعتياض عنه ولو كان غير مال
كالقصاص والتعزير اور یہہ شرط ہے کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اوسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر
ہم حق سے مراد یہہ ہے کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہے وہ اوسکا
ہے زوج مدعا علیہ سے منکر ہے اوسکو کچھہ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہہ صلح باطل ہے اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین تو
عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہین اور تعزیر سے مراد وہ ہے جو حق العبد ہو چنانچہ سوای قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو
تعزیر کہ حق اللہ ہو جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہرا صلح جائز نہین اور یہہ مسئلہ تحریر طلب ہے کذا فی الطحطاوی معلوما كان المصالح عنه او
مجهولا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول ہم مجہول ہونیکی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھہ مال غیر معین کا دعوی کیا پہر مدعا علیہ نے کچھہ دیکر صلح کی
تو صحیح ہے لا يصح لو المصالح عنه مما لا يجوز الاعتياض عنه بقوله كحق شفعة وحد قذف وكفالة بنفس صلح صحیح نہین اگر مصالح عنہ
اوس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہین اور اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی
کہ اسکی بدلائی صحیح نہین ہم اگر مشتری نے صلح کری شفیع سے بجہت اوس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہے کسی شی پر اس شرط پر کہ گہر مشتری کو
تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہین محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھہ قیمت نہین تو بمقابلہ اوسکے
مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہہ
عبارت ہے بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھہ مال دیکر
صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہہ صلح بہی جائز نہین اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمین حق العبد ہے لیکن حق اللہ اوسمین غالب ہے اور مغلوب ملحق
بالمعدوم ہے اور اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہین اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سارق نے کچھہ مال دیکر صلح کی کہ اوسکو حاکم کے
پاس نہ لیجاوے اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہے اور اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ويبطل به الاول والثالث
وكذا الثاني لو قبل الرفع للحاكم اور باطل ہوتا ہے صلح سے اول اور ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی حد قذف بہی باطل ہو جاتا ہے

صلح ہی اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو لاحدٌ زنیً وشربٍ مُطلقاً صلح صحیح نہین حدزنا اور شراب خواری سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اوسکی نالشر
کی ہو یا نکی ہو ھم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اوسکے زوجکو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھہ مال پر تاکہ وہ معاف
کر دی تو یہہ باطل ہی اور عفو کرنا اوس کا باطل ہے اور اگر حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھہ مال لیکر اور معاف کر دے تو صحیح نہین اور اوس کا مال پہیر دینا چاہیے
قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہے کذا فی الطحطاوی وطلبُ الصلحِ کافٍ عن القبول من المدّعیٰ علیہ ان کان المدعی بہ مما لایتعیّن بالتعیین کالدراہم
والدنانیر وطلبُ الصلحِ علی ذٰلک لانّہٗ اسقاطٌ للبعض وہو یتمّ بالمُسقِط اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کے جانب سے کافی ہے مدعا علیہ
قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اوس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہی
مدعی کے جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہی ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب الصلح علے ذلک کچھہ حاجت نہین اسواسطے
کہ خود متن مین موجود ہے انتہے لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اوس کا ترجمہ نکیا وان کان مما یتعیّن بالتعیین فلابدّ من قبول المدّعیٰ
علیہ لانّہٗ کالبیع اور اگر مدعا بہ اوس قسم سے ہو کہ متعین ہو جاتا ہو تعیین کرنیسے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہی اسواسطے کہ وہ
یعنی صلح اس صورت مین بیع کی مانند ہی ھم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضرور ہی اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھہ بیچ اور بائع کہے کہ مین نے بیچا تو
قول مشتری کافی نہین قبول سے وحکمہٗ وقوعُ البرائۃِ عن الدعوی ووقوعُ الملکِ فی مصالحٍ علیہ وعنہ لو مقرًّا اور حکم اسکا یعنی اثر
مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہی دعوے سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہی مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہی مصالح عنہ مین اگر مدعا علیہ مدعی کی دعوی کا مقر ہو ھم اسرار
مصالح عنہ کی ملک کی قید ہی اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہے وہو صحیحٌ مع اقرارٍ وسکوتٍ وانکارٍ اور صلح صحیح
ہی مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھہ ھم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالے (والصلح خیرٌ) اور حدیث مین وارد ہی کہ ہر صلح جائز ہے
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹہیرا دے انتہے اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح
نہین جو حرام کو حلال کر دے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہٗ کبیعٍ ان وقع عن مالٍ بمالٍ وحینئذٍ فتجری فیہ احکامُ البیعِ کالشفعۃ
والرد بعیبٍ وخیارِ رؤیۃٍ وشرطٍ سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو صلح مین بیع کے
احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رؤیت اور خیار شرط ھم اگر صلح واقع ہوئی ایک گہر کی دوسرے گہر سے تو دونون گہر دونمین
شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اوسمین مدعی عیب پاوے تو اوسکو پہیر دینا جائز ہی اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو
نہین دیکھا تو دیکھنے کے بعد پہیر سکتا ہی اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا اختیار شرط کرے تو صحیح ہی
ویُفسِدہٗ جہالۃُ البدلِ المصالحِ علیہ لاجہالۃُ المصالحِ عنہ لانّہٗ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہی غیر معلوم ہونا بدل یعنے مصالح علیہ کا
نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین وتشترطُ القدرۃُ
علی تسلیمِ البدلِ اور شرط ہی قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ھم حلبی نے کہا یہہ جملہ مستانفہ بجای تعلیل واقع ہوا ہی اس کا عطف لیسقط
صحیح نہین انتہے یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہی کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہی اور قدرت درصورت جہالت متصور نہین وما استُحِقّ من المدّعیٰ
ای المصالحِ عنہ یردُّ المدّعی حصّتہٗ من العِوَضِ ای البدلِ ان کلًّا فکلًّا وبعضًا فبعضًا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق بالکے
غیر نکلے بقدر اوسکے حصہ مدعی عوض سے یعنے بدل صلح سے پہیر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پہیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پہیر دے
وما استُحِقّ من البدلِ یرجع المدّعی بحصّتہٖ من المدّعیٰ کما ذکرنا لانّہ معاوضۃٌ وہذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ مستحق ملک
غیر نکلے بقدر اوسکے مصالح عنہ مدعی پہیر لے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پہیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پہیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت
معاوضہ ہی اور معاوضہ کا یہی حکم ہی وحکمُہٗ کاجارۃٍ ان وقع الصلحُ عن مالٍ بمنفعۃٍ کخدمۃِ عبدٍ وسکنیٰ دارٍ فیُشترطُ التوقیتُ ان احتیج الیہ

۱۷ ار رشوت دفع ظلم ...

والا فکبیع فیہ اور صلح کا حکم اجارہ کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت بیان کرنا ضرور ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں جیسے کپڑا رنگانے کے مانند ہے تو توقیت شرط ہے اجیر خاص میں چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں توقیت کی نہیں چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل بموت احدہما وبہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہے صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل سے باطل ہوگی اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمد کا جس پر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وکذا لو صالح عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم منفعت کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا ہم درصورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہے جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اسواسطے کہ استیجار منفعت کا ہم الجنس سے جائز نہیں اسیطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین وقطع نزاع فی حق الآخر یعنی دو قسمیں صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلا ہے مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں ہم مدعی کے حق میں معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں قسم اور قطع نزاع کا بدلا ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا رہتا فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدہما ای مع سکوت او انکار اور اسوقت میں تو شفعہ نہیں اوس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اوسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کر لی تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہہ ہے کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور یہہ اوسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اوسکو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن لہ بینۃ حلف المدعی علیہ فنکل شرنبلالیہ لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعوی میں تو بیان مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہوں تو گواہوں کو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ کے لے اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ مقرر صلح بمعنے بیع کے تھی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہوں اور قسم لے شفیع مدعا علیہ سو وہ قسم کھانے سے انکار کرے کذا فی الشرنبلالیہ وتجب فی صلح وقع علیہا باحدہما او باقرار لان المدعی یاخذہا عوض المال فیؤاخذ بزعمہ اور شفعہ واجب ہے اوس صلح میں جو واقع ہوئی ہے گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعوض مال کے تو شفیع اوس سے مواخذہ کرے بموجب اوسکے گمان کے ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کر لی تو اس میں شفعہ واجب ہوگا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت میں جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اوسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق میں خصومت راجع کرے تا مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اوسواسطے دیا تھا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اوسکے ہاتھ میں باقی رہے بلا خصومت احدے پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بیجا نہ تھی تو وہ مدعی عوض پھیر لیگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوے کے طرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعوی کرے ہذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ

لا بِالمَعنوی لانّ اِقدامہ علی المُبایعۃ اِقرارٌ بالمِلکیّۃ عینی وَغیرہا یعنی رجوع الی الدعوی درصورت استحقاق بدل اوسوقت ہی جب کہ صلح منزلہ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پہیر لیکر رجوع اسلئے دعوی کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر الکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ مین ہے وَھلاکُ البدَلِ کُلّاً وبعضاً قبل التسلیم لہ اِلی المُدّعِی کاستحقاقِہ کذالک فی الفصلَینِ ای مع اقرارٍ ومع سُکوتٍ وَاِنکارٍ اور ہلاکی بدل کی قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے اوسی طرح دونون فصلون مین یعنے صلح مع الاقرار مین یا صلح مع السکوت والانکار مین ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو مدعی مصالح عنہ کو پہیر لیگا اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کے طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہی تو بمقدار ہلاکی صلح باطل ہوگی اور باقی مین باقی رہیگی کذا فی المنح وَھٰذا لو البدلُ مما یتعیّن والّا لم یَبطُل بل یَرجِع بمثلِہ عینی اور یہہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اوسوقت ہی جب کہ بدل اوس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو یعین سے اور اگر متعین نہو تا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہو گی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پہیر لیگا مدعا علیہ سے کذا فی العینی صَالحَ عن کذا کنسخ المتنِ وَالشرحِ وصوابہ علی بعضِ ما یدَّعیہ ای عینٍ یَدَّعیہا لجوازہ فی الدَّینِ کما سیجیءُ فلو ادّعی علیہ داراً فصالحہ علی بیتٍ معلومٍ منہا فلو من غیرِہا صحّ قہستانی لم یصحّ لانّ ما قبضہ من عینِ حقّہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہین اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اوس کا حق ہی یعنے بعض حق ہی عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوی مین بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گہر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے صلح کی اوس گہر کے ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہین او ماگر اوس گہر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح کہتا ہی اور شرح کے نسخون مین صالح عن بعض ما یدعیہ ہی اور حق عبارت یون تہا کہ صَالحَ علی بعضِ ما یدّعیہ وحیلۃُ صحّتِہ ما ذکرہ بقولہ اِلّا بزیادۃِ شیءٍ آخرَ کثوبٍ ودرہمٍ فی البدلِ فیصیرُ ذٰلک عوضاً عن حقّہ فیما بَقِیَ اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہی جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہین مگر بدل مین کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنیسے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جایگی مدعی کے باقی حق سے ھم مثلاً گہر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوس گہر کی ایک کوٹہری اور چار درہم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ کوٹہری کے سوا جو مدعی کا حق گہر مین باقی رہا اوسکے عوض مین درم یا کپڑا ہو گیا اَو یُلحِقُ بہ الاِبراءُ عن دعوی الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جای باقی کے دعوی سے ھم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہہ ہے کہ گہر کے دعوی مین ایک کوٹہری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوی سے ابرا کردی لکن ظاہرُ الروایۃِ الصحۃُ مطلقاً شرنبلالیہ ومشی علیہِ فی الاختیارِ وعزاہ فی العزمیّۃ للبزازیۃِ وفی الجلالیۃِ لشیخِ الاسلامِ وجعل ما فی المتنِ روایۃَ ابنِ سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہہ ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہی مطلقاً خواہ حیلہ مذکورہ کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہو صاحب اختیار اور منسوب کیا ہی اس قول کو عزمیہ مین بزازیہ کے طرف اور جلالیہ مین شیخ الاسلام کیطرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹہرایا ہی ھم ظاہر الروایۃ پر یہہ سوال وارد ہوتا ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہو گی مطلقاً حالانکہ اوس سے لازم آتی ہے برائت باقی عین سے اور فقہا کا قول یہہ ہے کہ ابرا اعیان سے باطل ہی تو یہہ اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہوا اور اسیطرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بہی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہی اس کا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا وقولہم الاِبراءُ عن الاعیانِ باطلٌ مَعناہ بَطَلَ الاِبراءُ عن دعوی الاعیانِ ولم تَصِر مِلکاً للمدّعی علیہِ ولذا لو ظفرَ بتلکَ الاعیانِ حلّ لہ اَخذُہا لکن لا تُسمع دَعواہ فی الحکمِ اور فقہا کا یہہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اوسکا یہہ ہی کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس ابرا سے مدعا علیہ کے مملوک نہین ہو جاتے ہین اور اسیواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کر چکا ہے پاجای تو اوسکو ان کا لینا جائز ہی لیکن اوس کا قاضی کے حکم مین دعوی مسموع نہوگا ھم بہتر یہہ تہا کہ شارح یون کہتا بَطَلَ الاِبراءُ عن الاعیان اور دعوی الاعیان نلکہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہی چنانچہ مذکور ہو گا خلاصۂ جواب یہہ ہے کہ بطلان برائت عن الاعیان کا مطلب یہہ ہی کہ ابرا کی

اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہوجاتے ہیں تو مدعی کو اوسکا لینا حلال ہے اگر پاجاوے اور بطلان مذکور کا یہہ مطلب نہیں ہو کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا
بعد الابراء صحیح ہو کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا الصُّلحُ علٰی بَعضِ الدَّینِ فیصحُّ ویَبرأُ عن دعوی الباقی ای قضاءً لا دیانۃً فلو ظفر بہ اخذہ
قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققناہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ
ہوجائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اوسکو لیلیگا اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکام
دین میں ہو اور اسکو ہمنے شرح ملتقے میں بحقیق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہہ ہو کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہو اور دونو
بلاخلاف مطلقا صحیح ہو یا متعلق بنفس اعیان سے تو اگر اعیان مغصوبہ ہلاک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہو دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں تو براۃ
عن الاعیان کا مطلب یہہ ہے کہ اوسکے تاوان سے براۃ صحیح ہے اگر ہلاک ہوجائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگی کہ اون پر ضمان نہیں الا
تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو براۃ صحیح نہیں دیانۃً یہانتک کہ جب مالک اونکو پاجاوے تو اونکو لے مگر قضاءً براۃ صحیح ہو تو قاضی ویکا
دعوی بعد براۃ کے نسنیگا اور اسیکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقے میں ہے کذا فی الطحطاوی وصحّ الصلحُ عن دعوی المالِ مطلقاً ولو باقرارٍ وبمنفعۃٍ
اور صحیح ہو صلح مال کے دعوے سے مطلقا اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو منفعت سے ہو یعنے بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر کی اجرت
جب کہ مستاجر اجارہ کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃِ ولو بمنفعۃٍ عن جنسٍ آخر اور صلح صحیح ہو منفعت کے دعوے سے اگرچہ صلح
بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مرّ وعن دعوی الرقِّ اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر
دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے اور اوسنے کچھہ مال دیکر صلح کی تو صحیح وکان عتقاً علی مالٍ ویثبتُ الولاءُ لو باقرارٍ والا لا الا ببیّنۃٍ درر اور
صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹہیریگی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار
مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہوں سے کذا فی الدرر قلتُ ولا یعودُ بالبیّنۃ رقیقاً وکذا فی کلّ موضعٍ اقام بیّنۃً بعد
الصلحِ لا یستحقُّ المدّعی لانّہ باخذِ المالِ باختیارِہ صار بائعاً فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر غلام نہوجائیگا
اور اسیطرح ہر جگہہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹہیرا یا گیا اسکو یاد رکھنا
چاہیے وعن دعوی الزوجِ النکاحَ علی غیرِ ذاتِ زوجۃٍ اور صلح صحیح ہو دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا
دعوی کیا اور اوس عورت نے کچھہ دیکر صلح کر لی تو صحیح ہے اور اگر اوسکا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو صلح بھی صحیح نہوگا وکان خلعاً
ولا یطیبُ لو مبطلاً اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹہیریگا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہو کا ہم عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں
بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہہ حکم جاری ہے کذا فی الطحطاوی ویحلّ لہا التزوّجُ لعدمِ الدخولِ اور عورت کو تزوج حلال ہوگا اسواسطے
عدم دخول کے ولو ادّعتہ المرأۃُ فصالحہا لم یصحّ وقایہ ونقایہ ودرر وملتقی وصحّحہ فی المجتبی والاختیار وصحّح الصحۃَ فی درر
البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھہ مال دیکر صلح کر لی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ والنقایۃ
والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہو عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں ولو قتلَ العبدُ المأذونُ رجلاً
عمداً لم یجز صلحہ عن نفسہ لانّہ لیس من تجارتہ فلم یلزم المولی لکن یسقطُ بہ القودُ ویؤاخذ بالبدلِ بعد عتقہ اور اگر
عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا تو اوسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنے اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اسواسطے کہ
صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہہ صلح اوسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ
اوس سے ہوگا بعد اوسکے آزاد ہونیکے ولو قتلَ عبدٌ لہ ای للماذونِ رجلاً عمداً فصالحہ المأذونُ عنہ جاز لانّہ من تجارتہ
اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کے طرف سے صلح کرلی اولیای مقتول سے تو جائز ہو اسواسطے کہ وہ اوسکے

تجارت کے باب سے ہی یعنی اسواسطے کہ استخلاص اوس کا اوسکی خریداری کے مانند ہی تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کرکے
اوسکی جان بچانا بھی جائز ہی والمکاتب کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہی جواز صلح مین اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولے کے تصرف سے
خارج ہی والصلح عن المغصوب الھالک علی اکثر من قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک کا
اکثر پر اوسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونیسے پہلے جائز ہی جیسے مغصوب سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہی
غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر ہنوز قاضی نے اوسکی قیمت دینے کا حکم نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اوسکے مالک سے صلح کرلی تو یہہ جائز ہی
امام کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہے خواہ اوسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل بینۃ الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمتہ
اقل مما صالح علیہ جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ
سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منہ بشیئ کما لو تصادقا بعدہ انہا اقل منہ اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ
سے جیسے کہ رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین اسپر کہ قیمت کمتر ہی مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق موسر عبداً مشترکا فصالح الموسر الشریک
علی اکثر من نصف قیمتہ لا یجوز لانہ مقدر شرعاً فبطل الفضل اتفاقاً اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک
سے غلام کی نصف قیمت سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز نہین اسواسطے کہ عتق مین قیمت ہی شرعاً مقدر اور منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی
باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کالصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمۃ المغصوب بعد القضاء بالقیمۃ فانہ لا یجوز لان تقدیر
القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولے مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین اسواسطے کہ قاضی کا قیمت ٹھیرانا شارع کے
ٹھیرانیکے مانند ہی یعنے اسواسطے کہ قاضی اجرای احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہی واللہ تعالے اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان کانت القیمۃ اکثر
من قیمۃ مغصوب تلف لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب ہالک سے زیادہ ہو
بسبب عدم ربا کے اسواسطے کہ ربا متحقق نہین ہوتا ہی درصورت اختلاف جنس وصح فی الجنایۃ العمد مطلقاً ولو فی نفس مع اقرار باکثر من
الدیۃ والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہی جنایت عمد مین مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ اکثر دیت اور ارش سے
یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا ہم عمد مین مطلقاً صلح درست ہی خواہ عمد نفس مین ہو خواہ مادون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے
اسمین قلت اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہوا اور قصاص مال نہین تو ربوا اسمین متحقق نہین وفی الخطاء کذالک لا تصح
الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطاء مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرھا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دیناً بدین اور جنایت خطا
مین اوسیطرح یعنی اگرچہ خطا نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعاً معین اور مقرر ہے لو
اگر مقادیر دیت کی مغایر سے صلح کی تو صحیح ہی جسطرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہی اور
ثانی سے مصالح علیہ ہم خطا کی دیت شرعاً سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اس پر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلاً دو سو اونٹ
یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہین جیسے دعوی دین مین جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغایر سے صلح ہو
چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اسباب پر تو بشرط اتحاد مجلس جائز ہی وبتعیین القاضی احدھا یصیر غیرہ کجنس آخر اور مقادیر ثلثہ
مذکورہ سے ایکا مقدار کو قاضی کے مقرر کردینے سے اوسکی سوا اور مقدار دوسری جنس کے مانند ہوجاتی ہی یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا
پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کرکے مثلاً دو سو[ه] دینار پر پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ اونٹ مین
بحکم قاضی حق متعین ہوگیا تو دینار اور درم اوسکے مغایر ٹھیرے دوسری جنس کے مانند تو حل سے المعاوضہ ممکن ہوگیا کذا فی المنح ولو صالح علی
خمر فسد فتلزم الدیۃ فی الخطاء ویسقط القود لعدم ما یرجع الیہ اختیارا اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہی تو اب اوسپر خطا کی دیت

[ه] یہہ سہو مترجم ہے اول کا کہنا ہزار کی جگہہ سو کہنا ہے دونون جگہہ مناسب یہہ تہا کہ دو ہزار دینار اور پندرہ ہزار درم کہتا ... صلح زیادہ ... موجود

لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمداً بسبب ہونے اوس چیز کے جسکی طرف رجوع کیا ہے کذا فی الاختیار۔ وکل زید عمرًا بالصلح عن دم عمد
او علی بعض دین یدعیه علی آخر من مکیل او موزون لزم بدله الموکل لانه اسقاط فکان الوکیل سفیرًا۔ وکیل کیا زید نے عمرو کو تاکہ
کی صلح کریگا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر من جملہ کیل اور موزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ
اسقاط ہے یعنی اسقاط قصاص ہے قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھیرا عاقد ہے اور اس صورت میں کہ جب کہ وکیل کی
طرف سے صادر ہوئی ہو۔ ولی مقتول کے طرف سے کیونکہ وہ جسقدر ہو تو اوسکو یون نہیں کہہ سکتے کہ بدل صلح اوسکو دینا لازم ہے اور یہ صلح مسئلہ
دین میں مدعی کے طرف سے توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی موکل ہے تو بدل صلح اوسکو کیونکر لازم ہوگا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تہا او علی بعض ما یدعیه
علیه آخر کذا فی الکفایة الا ان یضمنه الوکیل فیؤاخذ بضمانه ثم لو تم الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانه حینئذ
کبیع مگر یہ کہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونیکے سبب سے نہ وکیل ہونیسے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے عوض
مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ صلح اسوقت بیع کے مانند ہے یعنے اور بیع میں وکیل کے طرف حقوق راجع ہوتے
ہیں اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقًا کذا فی الدرر۔ اور اگر صلح ہو انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقًا لازم نہین کذا فی البحر والدرر مطلقًا
وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد میں ہو خواہ دین خواہ اوسکے غیر میں کذا فی الخلاصة۔ صالح عنه فضولی بلا امر صح ان ضمن المال او اضافه
الی ماله او قال علی هذا او کذا او سلم المال صح وصار متبرعًا فی الکل۔ اگر کسی غیر شخص نے بلا امر مدعا علیہ زائد مصالحہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کے
سے مدعی سے اوسکے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح کے بدل صلح کو اپنے مال کے طرف نسبت کرے یا یون کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ
کرکے کہ صلح کرتا ہوں اس پر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلاً ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی متبرع ہو جائیگا سب صورتون مین کہ جب
ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع ہوگا کذا فی عزمی زادہ۔ اضافت الی مالہ کی یہ صورت ہے کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجہسے ہزار درم پر
اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے والا یسلم فی الصورة الرابعة فهو موقوف فان اجازه المدعا علیه جاز
ولزمه البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نکرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہے سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے اور اوسکو بدل
صلح لازم ہے اور اگر جائز نرکھے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسة کالصلح اور خلع جمیع مذکورات مین حکم مین
صلح کے مانند ہے یعنی جب کہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کے طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اوسکو اپنے مال کیطرف
نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہین تو
عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادعی وقفیة دار ولا بینة له فصالحه المنكر لقطع الخصومة جاز وطاب له البدل لو صادقًا فی
دعواه وقیل قائله صاحب الاجناس لا یطیب لانه بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گہر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور
مدعی کے گواہ نہین پہر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اوس سے صلح کرلی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے اگر دعوی
مین سچا ہو اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس ہے کہ بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلح
بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے صلح ثانی اوسوقت باطل ہے جب کہ پہلے سبیل الاسقاط ہو اور جب کہ
عوض پر صلح ہو پہر دوسرے عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الخلاصة عن ابی السعود وکذا النکاح
بعد النکاح والحوالة بعد الحوالة والصلح بعد الشراء الخ یعنی نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہے مسئلہ
نکاح خلافی ہے جامع الفصولین میں ہے ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پہر اوس سے نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے
کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہے اور قنیہ میں ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پہر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونون تسمیہ ثابت ہین قول اصح میں کذا

حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد الشرا کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گہر دوسرے سے مول لیا پہر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گہر میری ملک ہی سو بائع سے اوس پر صلح کی تو یہہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پہر دعوی اور صلح بعد اوسکے صریح تناقض ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر خریدا بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہی کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقدٍ اعید فالثانی باطلٌ الا فی ثلٰثٍ مذکورۃٍ فی بیوع الاشباہ الکفالۃُ والشراءُ والاجارۃُ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہہ ہی کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور عقد اجارہ تو اونکی طرف رجعت کرنا چاہیئے ہم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پہر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہی اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہو گا چنانچہ خانیہ مین ہی اور شرا بعد شرا جب کہ ثمن اول کے مغایر ہو اسطرح کہ اوس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہو گا اور ثانی معتبر ہو گا اور اگر عقد ثانی کے ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہو گا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی

اقام المدعی علیہ بینۃً بعد الصلح عن انکارٍ ان المدعی قال قبلہ قبل الصلح لیس لی قبل فلانٍ حقٌ فالصلح ماضٍ علی الصحۃ ما لیہ گواہ قائم کیئے بعد اوس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تہا قبل صلح کے کہ میرا کچہہ حق نہین فلانے کے جانب تو صلح جاری اور نافذ ہو صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ لاحقہ کے کہ اوسمین مدعی کا یہہ اقرار ہی کہ وہ مبطل ہے اپنے دعوی مین ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعا علیہ حقٌ بطل الصلح بحر قال المصنف وہو مقیدٌ باطلاق العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کے جانب کچہہ حق نہین تو صلح باطل ہو گی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہے ہم عمادیہ کی عبارت یہہ ہے ادعی بکرٌ فصالحہ ثم ظہر بعدہ ان لا شیٔ علیہ بطل الصلح انتہی یعنی بکر نے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے مصالحہ کر لیا بعد اوسکے ظاہر ہوا کہ اوسپر کچہہ حق نہین تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد الصلح مین یہہ قید ہی کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اوس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن دعوی البزازیۃ انہ لو ادعی الملک بجہۃٍ اخری لم یبطل فلیحرر پہر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہین تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیئے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہہ ہے کہ بطلان صلح اوس وقت ہی جب کہ ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پہر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہین اور اگر کہے کہ میرا حق نہین بطریق میراث کے پہر دعوی کرے کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہین انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچہہ حاجت نہین کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح مین قید لگائی ہے تو اسمین کچہہ اشکال نرہا والصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ ما یمکن تصحیحہا اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہین دعوی فاسدہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر ہم دعوی فاسدہ وہ ہی جسمین تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوی برفع تناقض ہے مثلا اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سے تو باطلہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن نہین اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہے دعوی حد سے اور دعوی اجرت نائحہ یا مغنیہ یا التصویر محرم سے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ان الصلح عن انکارٍ بعد دعوی فاسدۃٍ فاسدٌ الا فی دعوی مجہولٍ فجائزٌ فلیحفظ اور اشباہ مین تحریر کی ہی کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہی مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہی تو ہمکو یاد رکہنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا معتمد تحریر وہی ہے جو ماتن نے بہ تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ مین مذکور ہے کہ علمای خوارزم کا فتوی اسپر ٹہر گیا ہی کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہین اوسپر صلح صحیح نہین اور جسکی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہو یا کسی حد مین غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیحٍ مطلقاً فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما اعتمدہ صدر الشریعۃ اخر الباب واقرہ ابن الکمال وغیرہ فافہم

الا شتغال لکنہ اقر بصحتہ اور یہ شرط نہیں کیا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقا خواہ اوسکی تصحیح ممکن ہو یا
تو صلح صحیح ہو بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اسپر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے جسکو ابن کمال پاشا
نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اوسکے طرف مراجعت کرو طحطاوی نے کہا کہ جسکو قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعہ نے جو پکی لیا
پکڑی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول پر صحیح
ہوا سواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول کے معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعۃ
وحق وضع الجذوع علی الاصح اور صحیح ہے صلح دعوی حق شرب اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیاں رکھنے کے حق سے بقول اصح شرب کے
اول عبارت ہو پانی لینے کی باری ہے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اسلئے
کہ حق شفعہ مال نہیں جس کا معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہ ہے کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت
علم بینہ مدعی قسم کہانی پڑے والاصل انہ متی توجہت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراھم جاز حتی فی دعوی
التعزیر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب درر اور حقوق مذکورہ کے وغیرہ سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کے
جانب کسی حق میں ہو سو اوس نے یمین کے بدلے درم دیئے تو جائز ہے یہان تک کہ دعوی تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد
اور نسب کے کذا فی الدرر صم دعوی تعزیر کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجھکو پلید
کہا اور قسم مدعا علیہ پر عاید ہوئی سو اوس نے قسم کے بدلے درم دیئے تو بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہہ صورت ہے کہ مثلا عورت نے دعوی
کیا کہ یہہ بیٹا میرا اوس مرد کا ہے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی نسب پر مصالحہ کیا تو جائز نہیں الصلح ان کان بمعنی المعاوضۃ بان
کان دینا بعین ینتقض بنقضہما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنے معاوضہ ہو اسطرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹجاتی
ہے دونوں کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان کان لا بمعناہا ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض
فلا ینقض اقالتہ ولا نقضہ لان الساقط لا یعود قنیۃ وصیرفیۃ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنے معاوضہ نہو بلکہ بمعنے استیفاء بعض حق
اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اوس کا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ والصیرفیۃ لیس اسکو یاد
رکہنا چاہیے ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منہا ابدا او صالح علی دراہم الی الحصاد او صالح مع المودع بعد دعوی
الہلاک لم یصح الصلح فی الصور الثلث سراجیۃ اور اگر گہر کے دعوی سے صلح کی اوسمیں سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی
درموں کے دینے پر کہیتوں کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بعد دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی
السراجیۃ قید بعدم دعوی الہلاک لانہ لو ادعاہ وصالحہ قبل الیمین صح بہ یفتی خانیہ مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ کر لے قبل قسم کہانیکے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیہ
یصح الصلح بعد حلف المدعا علیہ دفعا للنزاع باقامۃ البینۃ اور صلح مدعا علیہ کے قسم کہانیکے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع
ہو جائے یعنی صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لاکر پھر جھگڑا قائم نکرے ولو برہن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی
الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضہ ثم وجد البینۃ فانہا تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول
نہیں مگر وصی کے دعوی میں یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جب کہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ
پائے تو گواہ مقبول ہیں ولو بلغ الصبی فاقامہا تقبل ولو طلب یمینہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اوس نے گواہ قائم کیے تو
بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجاوے تو قسم نلیجاویگی کذا فی الاشباہ ثم طلب بصیغۃ مجہول ہے یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ

قسم چاہی یا یتیم قسم چاہی بعد بلوغ کے تو قسم لی جائیگی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ و قیل لا جزم بالاول فی الاشباہ و بالثانی فی السراجیۃ
وحکاہما فی القنیۃ مقدما للاول اور دوسرا قول یہہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہین یقین کیا ہی اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین
اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین اور دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہی پہلے قول کو پہلی بیان کرکے ھم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا
قول ہی چنانچہ معین المفتی مین ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون
اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفهم المتاخرون والاول اصح بزازیہ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کا
دعوی سے دعوی یعنی مدعا بہ کا اقرار نہین متقدمین کے نزدیک اور علمای متاخرین اونکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہی کذا فی البزازیہ بخلاف
طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانه اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ
اقرار ہی مال کا کذا فی الاشباہ ھم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہین بخلاف صلح
عن الحق یا ابراء عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہی صالح عن عیب او دین وظهر عدمه او زال العیب بطل الصلح وہی کا حکاہ
اشباہ وہی صلح کی بائع نے مبیع کے عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوئی
اور اسکو پھیرنے جسکو اوس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر **فصل فی دعوی الدین** یہہ فصل ہے دعوی دین کے احکام مین الصلح
الواقع علی بعض جنس ماله علیه من دین او غصب اخذ لبعض حقه وحط لباقیه لا معاوضة للربوا جو صلح کہ واقع ہوا اوس
مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہی دین یا غصب سے وہ لینے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہین ہے
بیاج کے سبب سے یعنی اوسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تا کمی اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہین اور عاقل کی تصرف بقدر امکان
صحت پر محمول ہے وحینئذ فیصح الصلح بلا اشتراط قبض بدله عن الف حال علی مائة حالة اور اسوقت مین یعنی جب کہ صلح مذکور
اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھیرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو بلا مدت پر ھم بدل
صلح سے یہاں بدل ظاہری مراد ہے جسقدر پر صلح واقع ہوا اور درحقیقت یہان بدل نہین بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہہ مثال فقط اسقاط بعض
حق کی ہی او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہی ہزار بلا مدت سے ہزار موجل پر ھم اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہے وعن الف جیاد علی
مائة زیوف اور صلح صحیح ہے ہزار کھرے درہم سے کھوٹے سو درہم پر ھم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہے ولا یصح عن
دراهم علی دنانیر مؤجلة لعدم الجنس فكان صرفا فلم یجز نسیئة اور صلح صحیح نہین دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہونے جنس کے تو یہہ
عقد صرف ٹھیرا تو بطریق نسیئہ جائز نہوگا ھم یعنی دینار حق کی جنس نہین ہے کہ اخذ بعض حق ٹھیرکے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہہ معاوضہ ہی عقد صرف کا
تو مدت صحیح نہوگی او عن الف مؤجل علی نصفه حالا الا فی صلح المولی مکاتبه فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہین ہزار درم موجل سے پانسو
درم بلا مدت پر مگر مولے کی صلح مین اپنے مکاتب سے جائز ہی کذا فی الزیلعی ھم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف حق کا لینا عوض
ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولے اسواسطے کہ احسان ہونے کا ظاہر تر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او
عن الف سود علی نصفه بیضاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منهما فمعاوضة یا صلح صحیح نہین
ہزار سیاہ درہم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ احسان اگر دائن کے طرف سے پایا جاوی تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونو
کے طرف سے پایا جاوی تو وہ معاوضہ ہی ھم دائن کا احسان یہہ کہ اوسپر صلح کرے جو اوسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت مین
اور دائن اور مدیون کا احسان یہہ کہ صلح مین وہ چیز داخل ہو جس کا دائن مستحق نہین چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی
یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھیرا تو معاوضہ کا حکم اوسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ

سد ہو گا اور نہیں تو صحیح ہو گا کذا فی المحیط اور نیز قال لغریمه اذا ادیت الی خمسمائة غدا من الالف لی علیک علی انک بری من النصف الباقی
فقبل وادی فیه بری وان لم یؤده ذلک فی الغد عاد دینه کما کان لفوات التقیید بالشرط واگر دائن نے اپنے مدیون سے
کہا کہ اگر تو میرے پاس پانسو کل ادا کرے ہزار سے جو تیرے ذمہ ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائیگا نسبت باقی سے سو مدیون نے قبول کیا
اور اوسنے پانسو ادا کئے تو بری الذمہ ہو گا اور اگر اوس پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اوس کا دین پورا پھر آویگا چنانچہ پہلے شرط کے سبب
فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلفظ علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی
براءت میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت ہو گی دوجہ مطابق کما اخذ ادا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانه ابراء
مطلق اور اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں ایک ان میں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید لگائی
تو عدم ادا سے دین اعادہ نکریگا اسواسطے کہ وہ مطلق ابراء ہے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجکو پانسو دے ہزار سے اس پر کہ
تو بری ہو باقی سے تو اگر مدیون ادا نکریگا تو دین کا اعادہ نہو گا کیونکہ قول مذکور ابرای مطلق ہے یہ ابرای مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت
معین نکیا تو ادا سے غرض صحیح نرہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو براءت مقید بادا نرہی والثالث وکذا لو صالحه من دینه
علی نصفه یدفعه الیه غدا وهو بری مما فضل علی انه ان لم یدفعه غدا فالکل علیه کان الامر کالوجه الاول لما قال کانه
صرح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہے اور اسیطرح اگر دائن معالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون
زائد از نصف سے بری ہے اس شرط پر کہ اگر اوسکو کل ندے تو تمام اوس پر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہو گا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے
کہ اس قول میں براءت کی شرط کا تقیید ہے ہم تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہو گا اور اگر کل ادا
نکریگا تو سب دین اوسپر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایة والرابع فان ابراه عن نصفه علی ان یعطیه ما بقی غدا فهو بری ادی الباقی
فی الغد او لم یؤد لانه بدأ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اس شرط پر کہ مدیون اوسکو باقی دین
کل دے تو وہ بری ہو گا باقی کو کل ادا کرے یا نکرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیه والخامس لو علق
بصریح الشرط کان ادیت الی کذا فانت بری لا یصح الابراء لما تقرر ان تعلیقه بالشرط صریحا باطل لانه تملیک من وجه
اور پانچویں صورت یہ ہے کہ اگر دائن ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یوں کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر ادا کرے یا جب جس وقت ادا کرے تو ابرا
صحیح نہو گا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے ہم جیسے اگر یوں کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر دے
تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ابرا میں تملیک اور اسقاط دونوں معنے ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور
تملیک تعلیق کے منافی ہے تو یہ دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو جیسے بحروف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہو
چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابرا صحیح ہو کذا فی شرح الوقایة یہ توضیح ولو قال المدیون لآخر سرا لا اقر لک بمالک
حتی تؤخره عنی او تحط عنی ففعل الدائن ذلک تأخیرا او حطا صح لانه لیس بمکره علیه اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں
تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجکو تاخیر ندے مطالبه دین سے یا میرے اوپر سے کچھہ دین کم کر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو
یہ سب صلح ہو اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں ہم صلح جائز ہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبه نہیں کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے
پورا دین نہیں لیسکتا کذا فی الفتح ولو اعلن ما قاله سرا اخذ منه الکل للحال اور اگر اعلان کیا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال
ہم حال سے مراد یہ ہے کہ دائن بسبب تاخیر اور حط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرکے پھر اعلان کیا
اسیو کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان میں پورا دین اوسوقت فی الحال لیگا جب کہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کر دیگا علانیه یا اقرار کریگا تو

صحیح ہوگا بلکہ اعلان ادسے ہی خفا سے وَلوادّعیٰ الفاً وجحد فقال اقرلی بہا علی ان احطّ منہامائۃ جاز بخلاف علی ان اعطیک مائۃ لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوی کیا اور مدیون اوسکا منکر ہوا سو دائن نے کہاکہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ مین ہزار سے سو کم کر ڈالونگا تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجھکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہہ رشوت ہے ولو قال ان اقررت لی حططت لک منہا مائۃ فاقرّصحّ الاقرار لا الحط مجتبی اور اگر دائن نے کہاکہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرا اوپر سے ہزار مین سے سو کم کر ڈالون پہر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبی ھ اسواسطے کہ ایسی شرط صریح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اوسمین تعلیق معنوی ہے نہ صریح الدّین المشترک بسبب متّحد کثمن مبیع بیع صفقۃ واحدۃ اودین موروث اوقیمۃ مستھلک مشترک اذا قبض احدھما شیئا منہ شارکہ الاٰخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم کما یأتی جو دین کہ مشترک ہو دو شخصون مین ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اوس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا موروث ہو یا تہلک مشترک کی قیمت ہو جب کہ ایک شریک دین مشترک سے کچہہ لیگا تو دوسرا شریک اوسمین شریک ہوجائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچہا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا م ثمن مبیع مثلاً یہ اوس صورت کو جب کہ دونون شریک مبیع مین شریک ہون اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہون اسطرح پر کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتہہ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اوسی مرد کے ہاتہہ اپنا حصہ بہی پانسو کو بیچا اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکہا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوض مین شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف ہے اور مشارکت مین یہہ ضرور ہے کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص بیع بصفقہ واحدہ کرین اس پر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ پانسوم ہے اور فلانے کا حصہ پانسو درم ہے پہر ایک شخص اوس دین سے کچہہ قبض کرے تو دوسرے کی اوسمین مشارکت نہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ بائعین کے حق مین تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذٍ فلو صالح احدھما عن نصیبہ علی ثوب ای علی شیء خلاف جنس الدّین اخذ الشریک الاٰخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اسوقت مین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنے خلاف جنس دین پر تو دوسرا شریک اوس کپڑے کا آدہا لیگا مگر یہہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتہائی کی ضامنی کردے تو اب اوسکا حق نہ رہیگا کپڑے مین ھ مثلاً اصل دین چار درم تہا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑا اسے لیگا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے مین حق باقی نرہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئا ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ فی جمیع ما مرّ لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نکیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچہہ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دیگا بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب مقاصہ کے یعنے بسبب مجرا ہوجانے دین کے ثمن مین یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنے مسئلہ صلح اور مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنے اوسکے حق کے مدیون کے ذمے پر ۔ اذا ابرأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور جب کہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کردیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اوس سے ربع دین کو نہ پہیرے گا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا تلفنے اور مواخذہ شریک کا قبض مین ہے نہ اتلاف مین وکذا الحکم ان کان للمدیون علی احدھما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسیطرح عدم رجوع کا حکم ہے اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون شریکون کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہوگیا ہوا وسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض ھ اور مشارکت

تقاص میں ثابت ہوتی ہے تو یہی قید مدیون پر سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکوں کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب تقاص سے شریک قابض کے ہو گا اور اسمین شرکت ثابت ہو گی کذا فی الطحاوی ولو ابرأ احد الشریکین المدیون عن البعض قسم الباقی علی سہامہ اگر ایک شریک نے مدیون کو بری الذمہ کرنے بعض دین سے تو باقی دین اوسکے سہام پر تقسیم ہو گا مثلا اگر دونوں شریکوں کے مدیون پر بیس درہم ہوں اور ایک شریک نے اپنے حصے سے نصف معاف کر دیے تو اب تین کا مطالبہ مدیون سے پانچ درہم کا باقی رہیگا اور شریک ساکت کو دس درہم کا وکذا المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہے جو ہم نے بیان کیا اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درہم دین تھے تو بیس درہم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درہم بعد ہو گیا اوسکے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درہم سے ہو گی سے شریک مدیون پانچ درہم پایگا اور دوسرا شریک دس درہم ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے یعنی اور دیگر اجل احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیون ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحاوی والغصب والاستئجار بنصیبہ قبض الا اذا کبر والتزوج والصلح عن جنایۃ اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ ولیا لقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے یعنی اگر ایک شریک کی چیز مدیون کی غصب کی اور وہ اوسکے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھیریگا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہو گا علی ہذا القیاس استیجار اور مدیون سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھیریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ میں یہ اتلاف ہے تو شریک تانی اسمیں رجوع نہیں کر سکتا اور جنایت عمد کی صلح میں اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ مقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کے وہ حکم اموال پر ہے جنایت خطا کی صلح میں قابض ٹھیریگا کذا فی الطحاوی فحیلۃ اختصاصہ بما قبض ان یہب الغریم قدر دینہ ثم یبرئہ او یبیعہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اوسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کر دے مثلا ایک شریک کا دین پر چالیس درہم ہیں تو اگر مدیون اس شریک کو چالیس درہم بطریق ہبہ کے دیوے اور وہ اپنا حصہ معاف کر دے تو اس چالیس درہم میں شریک ثانی کی شرکت نہو گی کیونکہ مقبوض ہبہ ہے نہ دین او یبیعہ بہ کفا من تمر مثلا ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ ومرّت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین کے یعنی جسقدر اوسکا حصہ اوسکا کھجور کا ثمن ٹھیراوے پھر مدیون کو دین معاف کر دے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکت میں یعنی اگر اوسکا حصہ دین سے دس درہم ہو تو دس درہم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کر دے تو اب جو مدیون دس درہم ادا کر دیگا وہ ثمن بیع ٹھیریگا نہ اوسکے دین کا حصہ کذا فی الطحاوی صالح احد ربّی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من رأس المال فان اجازہ الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ ردّ کان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل دو رب السلم میں سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصہ سے صلح کی مسلم الیہ سے اوس مال پر جو اوس نے دیا باعتبار راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہو گی اور اگر شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائیگی اسواسطے کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے یعنی جب کہ دو شخصوں نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون میں اور راس المال بیس درہم ہو اور ہر شخص نے دس دس درہم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے دس من گیہون سے اس دس درہم پر صلح کی اور دس درہم جو مسلم الیہ کو دیئے تھے سو اوس نے لے لیے تو یہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہیں بلا اجازت شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہو گی اور دس درہم مقبوض دونوں میں مشترک ہونگے اور جو سلم باقی رہیگی وہ بھی دونوں میں مشترک ہو گی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہو گی اسواسطے کہ دونوں کے حصے میں بدون رضامندی شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہو سکتی اور اگر فقط صلح کے حصے میں جائز کیجئے تو لازم آتا ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اوسکے حصے کی بلا تمیز نہیں ہو سکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہیں کذا فی الدر والمنح وغیرہ وتعلیلہم یفید ان الشریکین مفاوضان او کانا شریکی عنان بان خلطا ثم عقدا فیجوز مطلقا اتفاقا

كذا في البحر هم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین لین ہو کہ جائز و لزني الجميم یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جنس سہم فیہ مین ہو یعنی جواز مخصوص نصیب صالح نہین بلکہ جب وہ سب مین فسخ کرے تو جائز ہے

فصل في التخارج

یہہ فصل ہے تخارج کے احکام مین تخارج خروج سے ہے اصطلاح شرع مین تخارج اس سے عبارت ہی کہ وارث آپس مین اتفاق کرین کہ مثلا ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھہ مال معین لیکر کذا في النہر اخرجت الورثة احدهم عن التركة وهي عرض او هي عقار بمال اعطوه له او اخرجوه عن تركة هي ذهب بفضة دفعوها اليه او على العكس او عن نقدين بهما صح في الكل صرفا للجنس بخلاف جنسه خارج کردیا وارثون نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہی یا کہ وہ زمین اور باغ ہے بعوض اوس مال کے جو اونہون نے اوسکو دیا یا وارثون نے اوسکو نکالا اوس ترکہ سے جو سونا ہی بعوض چاندی کے کہ اونہون نے اوسکو دی یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کے طرف پھیر کر یعنی صرف جنس بخلاف جنس یہہ علت ہی تخارج عن النقدين بالنقدين کی قل ما اعطوه او كثر لكن بشرط التقابض فيما هو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر بہر صورت تخارج صحیح ہو لیکن تقابض البدلین اوس تخارج مین جو منجملہ عقد صرف کے ہو یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط ہی صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفي اخراجه عن نقدين وغيرهما باحد النقدين لا يصح الا ان يكون ما اعطى له اكثر من حصته من ذلك الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج صحیح نہین مگر یہہ کہ جو سونا یا چاندی اوس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اوسکے حصے سے اوس جنس مین سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو یعنی اگر متروکہ مین درہم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے مین مثلا دس درہم ہوتے ہون تو عوض اوسکا دس درہم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درہم عوض سے اوسکے حصے کے برابر ہو جاوین اور باقی درہم باقی متروکہ مغایر درہم کے مقابلہ مین پڑین اور اگر عوض کے درہم فقط دس ہون یا کم یا کیہ وارث کا حصہ درہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہی سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدين عند الصلح وعلمه بقدر نصيبه شرنبلالية وجلاليه اور ضرور ہی موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا في الشرنبلالية والجلالية ولو بعرض جاز مطلقا لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہونے سے وكذا لو انكروا ارثه لانه حينئذ ليس ببدل بل لقطع المنازعة اور اسیطرح مطلقا صلح جائز ہی اگر وارث منکر ہون اوسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت مین جو وہ دیتے ہین بدلا نہین بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہی وبطل الصلح ان اخرج احد الورثة وفي التركة ديون بشرط ان تكون الديون لبقيتهم لان تمليك الدين من غير من عليه الدين باطل اور صلح باطل ہی اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ متروکہ مین دیون ہین اس شرط سے کہ دیون باقی وارثون کے واسطے ہین نہ خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے ہر جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون پر چھوڑا تو اوس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اوسکو مالک کرنا باطل نہین جسپر دین ہو ثم ذكر لصحته حيلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منه اي من حصته لانه تمليك الدين ممن عليه الدين فيسقط قدر نصيبه عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کے حیل اور تدابیر مذکور کین سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کرین صلح مین ابرا مدیونون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہو مصالح کا دین مین اوسکو وہ معاف کردے تو صحیح ہے اسواسطے کہ اس ابرا مین مالک کرنا ہی دین کا اوسکو جسپر دین ہی اور یہہ صحیح ہے سو بقدر اوسکے حصے کے دین ساقط ہو گا مدیونون سے ہر اس حیلہ مین باقی وارثون کا فائدہ یہہ ہی کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہہ نہین کہ اوسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا في شرح صدر الشريعة او قضوا نصيب المصالح منه اي الدين تبرعا منهم واحالهم بحصته یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین کا اپنے مال مین سے ادا کرین بطریق احسان کے اور اونکے جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنے وارثون کو اپنا حصہ دلادے مدیونون سے ہر اس حیلہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہی

اسواسطے کہ نقد بہتر ہو نسیئہ سے کذا فی سعدیہ او اقرضوه قدر حصته منه وصالحوه عن غيره بما يصلح بدلا وكذا لو احالهم بالقرض على الغرماء
وقبلوا الحوالة وهذا احسن الحيل ابن كمال یا باقی وارث مصالح کو قرض دین بقدر اوسکے حصہ کے دین سے اور صلح کرلین مصالح سے دین کے سوا
اور ترکہ سے بعوض اوس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہو اور مصالح وارثون کو جل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ ورثہ اس حوالہ کو قبول کرلیں
اور یہ حیلہ بہتر ہو اور حیلوں سے کذا ذکرہ ابن کمال رح اسواسطے کہ حیلہ اولے مین مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا
ضرر ہو احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی والاوجه ان يبيعوا كفا من تمر او نحوه بقدر الدين ثم يحيلهم على الغرماء ابن ملك اور اوجہ
حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہو کہ ورثہ مصالح کے ہاتھ مٹھی بھر چھوہارا یا مانند اسکے بیچین بقدر اوسکے دین کے پھر مصالح
اپنے حصہ دین کا مدیونوں کے واسطے مدیونون پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک رح اس وجہ مین بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہو لیکن مصالح کا نقصان ہو صریح
وفي صحة صلح عن تركة مجهولة اعيانها ولا دين فيها على كيلي او موزوني متعلق بصلح اختلاف والصحيح الصحة زيلعي لعدم اعتبار
شبهة الشبهة اور جس ترکہ کے اعیان معلوم نہیں اور اسمین دین نہیں اوسکی صلح کے صحیح ہونے مین کیلی اور موزون پر اختلاف ہو اور قول صحیح
صلح کا کذا فی الزیلعی بسبب معتبر نہونے شبہۃ الشبہہ کے تسامح کیا علی کیلی او موزون صلح سے متعلق ہو رح یعنی جب ترکہ میں دین نہو اور اعیان اوسکے
معلوم نہون اور کیلی یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اوسکی صحت مین اختلاف ہے فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہو اور ظہیر الدین مرغینانی
عدم صحت کا قائل ہو بعلت شبہہ ربوا وجہ صحت یہہ ہو کہ یہہ سود کا شبہۃ الشبہہ ہو اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ترکہ مین کیلی یا موزون ہو برابر اوسکے
ہونیکے برابر یہہ احتمال ہو کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہوا اور عدم صحت میں شبہہ سود کا معتبر ہے نہ شبہۃ الشبہہ وقال ابن الكمال
ان في التركة جنس بدل الصلح لم يجز والا جاز ولذا لم يذكر على الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز
نہیں اور اگر ہم جنس نہیں تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اوس صورت مین اختلاف ہو ولو التركة مجهولة وهي غير مكيل او موزون
في يد البقية من الورثة صح في الاصح لانها لا تفضي الى المنازعة لقيامها في يدهم حتى لو كانت في يد المصالح او بعضها لم يجز لعدم
حاجتها في يده للحاجة الى التسليم ابن ملك اور اگر ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہو قول اصح میں اسواسطے کہ
جہالت اوسکی موجب نزاع نہیں بسبب موجود ہونے ترکہ کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہیں جبتک
کہ تمام مقبوضہ اوسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک رح خلاصہ یہ ہے کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہیں تو
جہالت موجب نزاع نہیں لہذا صلح صحیح ہو اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جبتک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہیں کیونکہ بیان لتسلیم کی حاجت
ہو اور تسلیم در صورت جہالت موجب نزاع ہو وبطل الصلح والقسمة مع احاطة الدين بالتركة اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اوسکے نکالنے
کے لیے اور باطل ہے قسمت ترکہ کے وارثوں مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکہ سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہوا تو ورثہ ترکہ کے مالک نہیں ہوا اوسمین صلح
یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان يضمن الوارث الدين بلا رجوع مگر اوس صورت مین صلح اور قسمت باطل نہیں جب کہ
ورثہ دین کے ضامن ہوں بلا رجوع یعنے ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹھیریگا کذا فی الطحطاوی او يضمن اجنبي
بشرط براءة الميت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمہ میت ھم تقیید براءت میں شارح مصنف کا تابع ہو گیا ہو اور زیلعی مین تو عدم رجوع
فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہو کذا فی الطحطاوی او يوفي من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوای ترکہ کے یعنی وارث خواہ اپنے مال
ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہو گئی کذا فی الطحطاوی ولا ينبغي ان يصالحوا ولا يقسم قبل القضاء للدين في غير دين محيط اور سزاوار
نہیں کہ صلح کریں وارث یا قسمت کیا ترکہ کا دین ادا کرنے سے پہلے اوس ترکہ میں جسکو دین محیط نہیں ھم اسواسطے کہ میت کی گلوخلاصی اول
بہتر ہو طحطاوی نے کہا صورت نہ کرے وہ مین صلح اور قسمت کر دے تو ہی ولو فعلوا صح الصلح والقسمة لان التركة لا تخلو عن قليل دين

وتقف الكل تنفیذ الوصیة فیوقف قدر الدین استحساناً وقایة لئلا یحتاج الی نقض القسمة بحر۔ اور اگر صلح اور تقسیم کیجائے ترکہ مذکورہ مین
قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا اور اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہے تو وارثون کا ضرر ہے تو
بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر ھم استحسان متعلق ہے صحت
یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہہ ہے کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکہ کا ہر جز مشغول بدین ہے
بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحداً من الورثة فحصته تقسم بین الباقی علی
السواء ان کان ما اعطوہ من مالھم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکالا الا از راہ صلح کے تو اوسکا حصہ
باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انہون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہو میراث کے سوا وان کان
المعطی مما ورثوہ فعلی قدر میراثھم یقسم بینھم اور اگر دیا مال اوسمین سے ہو جسکو انہون نے میراث مین پایا تو بقدر اونکی میراث کی
اونمین خارج کا حصہ تقسیم ہوگا وقیدہ الخصاف بکونه عن انکار فلو عن اقرار فعلی السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکورہ مین صلح انکاری کی قید
لگائی ہے یعنی جب کہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہہ تفصیل ہے تو اگر صلح ورثہ کی اقرار
میراث سے ہو تو قسمت برابر ہے مطلقاً خواہ ترکہ سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہہ صلح بیع کے مانند ہے تو گویا وارثون نے اوسکو خرید
کیا اور تساوی ظاہر ہے مگر جب کہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو تو مال کذا فی الطحطاوی وصلح احدھم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا
بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہے یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صلح التخارج ان فی الترکة دیناً ام لا فالصلح صحیح و
کذا لو لم یذکر فی الفتوی فیفتی بالصحة ویحمل علی وجود شرائطھا مجمع الفتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہہ مذکور نہو کہ ترکہ مین دین
تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور اسیطرح اگر یہہ مذکور نہو فتوی مین یعنے استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور عدم ذکر وجود شرائط صحت
صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنے مفتی پر اسکی بحث واجب نہین کذا فی الطحطاوی والموصی له بمبلغ من الترکة کوارث فیما قدمناہ من مسئلة
التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسیقدر ترکہ سے وصیت کیگئی ہو وہ وارث کے مانند ہے ان احکام مین جنکو ہم مقدم ذکر کرچکے ہین تخارج کے مسئلہ
یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہے اوسی تفصیل سے موصی له سے جائز ہے صالحوا ای الورثة احدھم وخرج من بینھم ثم ظھر
للمیت دین او عین لم یعلموھا ھل یکون ذلك داخلاً فی الصلح المذکور قولان اشھرھما لا بل بین الکل والقولان حکاھما فی الخانیة
مقدماً لعدم الدخول وقد ذکر فی اول فتاواہ انه یقدم ما ھو الاشھر فکان ھو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیة انه الاصح ولا
یبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پہر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم
نہ تھا تو یہہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے ان دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہے
بلکہ وہ دین اور عین سب وارثون مین مشترک ہے اور ان دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضیخان نے اپنے
فتاوی کے اول مین ذکر یہہ کیا ہے کہ جو قول مشہور تر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول ہی معتمد ٹہرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ البتہ
وہی صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل نہو گی وفی الوھبانیة وفی مال طفل بالشھود فلم یجز وما ادعی خصم ولا یلتوی ۔ اور وہبانیہ
مین ہے اور صلح طفل کے اوس مال مین جو گواہون سے ثابت ہے جائز نہین اور صلح جائز نہین اوسمین جسکا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی
گواہون سے روشن نکرے یعنے اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق
نہین مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہے نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہے کذا فی الطحطاوی وصح علی
الابراء من کل عیب اور صحیح ہے صلح ابراء پر ہر عیب سے یعنے مشتری اگر براءت عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے طحطاوی

لو نكل أي عيب عنه صالح فهذا كذا ۔
یہا اسوا سطے کہ ابرا من العیب بلا بدل صحیح ہی تو بعوض بدل کے ساتھ بھی صحیح ہی کیونکہ یہہ اسقاط حق ہے ۔ اور اگر عیب بسبب سی زائل ہوگیا تو صلح باطل ہے م یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ پھیلا ہونیسے صلح کی اور جالا یا آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی ۔ تو بدل صلح پھیرد یا جاوی اور یہ صلح ہر عیب اول کا حکم ہے کذا فی المحیط اور اگر مدعی نے مدعا علیہ سے کہا کہ اگر تو قسم کہاوی تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنی پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں جیسا کہ مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاویگا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاوے گی اسواسطے کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوئی کذا فی المحیط اور اگر مدعی نے قسم کہائی تو صلح باطل ہی اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں م ۔ مدعی کی قسم کی یہہ صورت ہو کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کہاوی اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہی تو اگر مدعی قسم کہاتے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص جو غیر مدعی ہے قسم کہاوے تو مال مجھ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی المحیط واللہ تعالی اعلم و استغفر اللہ العظیم الغفور

کتاب المضاربة

یہہ کتاب ہی عقد مضاربت کے احکام میں هي لغة مفاعلة من الضرب في الارض وهو السير فيها مضاربت باعتبار لغت عرب معاملت ہو ضرب فی الارض سے اور ضرب کے معنی ارض عبارت ہی زمین کے چلنے پہرنے سے م اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکہا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلنے پہرنے ہی نفع حاصل کرنیکے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسواسطے کہ قرض بمعنے قطع ہوا اور صاحب مال کچہہ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہے کذا فی البحر وشرعا عقد شركة في الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت فی المنفعت کا عقد ہی جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کے جانب سی ہو اور عمل مضارب کے جانب سے ہو م مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دئے کہ اول اس سی تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرعی مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہی وركنها الايجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے م ایجاب بایں طرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہہ مال تجہہ بطریق مضاربت یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہوا وہ میں تیرا آدھا حصہ ہی یا یوں کہے یہہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہہ مضمون ادا ہو کذا فی المحیط والحموی وحكمها انه امين ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اسکا اثر مترتب چند نوع ہی لیکن باعتبار مختلف اسواسطے کہ مضاربت آثار کہتا ہی شرع میں م مضاربت ابتدا میں ایداع اسواسطے ہی کہ قبض کرنا مال کا ہی باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشرا کہ وہ قبض ہے بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پہر جب مضاربت ایداع ٹہیری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں ومن حيل الضمان ان يقرضه المال الا درهما ثم يعقد شركة عنان بالدرهم وبما اقرضه على ان يعملا والربح بينهما ثم يعمل المستقرض فقط فان هلك فالقرض عليه اور ہلاک راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوای ایک درہم کے پہر شرکت عنان منعقد کرے اوس باقی درہم سے اور اوس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں اور نفع دونوں میں برابر ہو پہر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنے مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا م شرکت عنان کو اسواسطے خاص کیا کہ اوسمین نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہوجاویگی اور فسد اشتراط العمل واحد ہی نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلہ سے مضاربت باقی نہ رہی بلکہ راس المال میں شرکت ہوگئی وتوكيل مع العمل لتصرفه بامره اور مضارب توکیلی ہی عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے م پہر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے کذا فی الدرر وشركة ان ربح اور مضاربت شرکت ہی اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اسمین شریک ہونگے

وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعده لصيرورته غاصبا بالمخالفة اور مضاربت غصب ہی اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ
رب المال بعد اس خلاف کے اوسکو جائز رکھے بسبب ہوجانے مضارب کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہہ صورت ہی کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کی اور بیچی
جس سے رب المال نے منع کر دیا تہا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال مین تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ ان فسدت
فلا ربح للمضارب حینئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح اولا بلا زیادۃ علی المشروط خلافا لمحمد والثلاثة اور مضاربت اجارۂ فاسدہ ہے
اگر عقد مضاربت فاسد ہوجاوی تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اوسکے واسطے اوسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح تجارت مین نفع
حاصل ہو یا نہو زیادہ نہ دی جاے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے ہم اجارۂ فاسدہ کا یہی حکم ہی کہ اوسکی اجرت مثل مشروط سے
زیادہ نہین ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربة فاسدة لشرطه لنفسه عشرة دراهم فلا شیء له فی مال الیتیم اذا عمل اشباه
فصار مستثنا من اجر عمله مضاربة فاسدة مین اجرت عمل ہے مگر اوس وصی مین جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے
دس درم کا شرط کر لینا تو اوسکو کچہہ نہ ملیگی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کریگا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہی اجرت عمل سے ہم یہان
محل اشتباہ تہا کہ استثنا اجرت عمل سے ہی یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ایہام کر دیا تہا اس قول فلا شیء له سے لیکن شارح نے
مزید توضیح کے واسطے کہول کر کہدیا والفاسدۃ لا ضمان فیها ایضا کصحیحة لانه امین اور مضاربت فاسدہ مین بہی ہلاکت مال سے تاوان نہین جیسے
مضاربت صحیحہ مین اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضمین نہین ہوتا دفع المال الی آخر مع شرط الربح کله للمالك بضاعة فیکون وکیلا متبرعا
دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونیکے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہی یعنے یہہ عقد مضاربت نہین بلکہ عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل
کرنیسے وکیل محسن ہوگا مالک کا احسان یہہ کہ اپنے واسطے مال سے فائدہ شرط نہین کیا ومع شرطه للعامل قرض لقلة ضرره اور تمام نفع عامل
کے واسطے مشروط ہونیکے ساتہہ مال دینا قرض ہے کہ اسمین قلت ضرر قرض ہم یعنے اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونون مین یہہ ہوئی کہ
تمام نفع محنت کرنیوالے کا ہے نہ صاحب مال کا تو یہہ مضاربت نہین ہی قرض ہے اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہین ہوسکتا مگر جب کہ راس المال کا
مالک ہو اور ملک متصور نہین مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ مین مالک کا سراسر نقصان ہی اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہے عین اور اوسکے بدل دونون سے
بخلاف قرض کہ وہ فقط عین مین قاطع حق ہی نہ اوسکے عوض مین تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹہرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف
وشرطها امور سبعة اور صحت مضاربت کی سات شرطین ہین ۱ شرط راس المال کا بنحو اثمان کے ہونا ۲ اوسکا معلوم ہونا ۳ راس المال کا
عین ہونا نہ دین ۴ مضارب کو راس المال کا تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین مقدار ۶ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷ مضارب کا حصہ منفعت سے
ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی متن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی ککون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکة شرط صحت مضاربت
ہونا راس المال کا اثمان سے جیسا کہ مذکور ہوچکا کتاب شرکت مین ہم تو مضاربت صحیح نہین مگر اوس مال سے جس سے شرکت صحیح ہوتی ہو اسواسطے کہ مضاربت
شرکت ہی فائدہ حاصل ہونیکے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ
کذا فی الدرر وهو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہونا عاقدین کو یعنی اسطرح کہ عاقدین عقد مضاربت کرین مقدار معین راس المال پر مثلا ہزار یا
دو ہزار درم پر وکفت فیه الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونیمین اشارہ کرنا کفایت کرتا ہی ہم صورت اشارہ یہہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو
درم دیے اور اونکی مقدار معلوم نہین کی تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدره وصفته للمضارب بیمینه والبینة للمالك اور درصورت
جہگڑے راس المال کی مقدار اور وصف مین مضارب کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتہہ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہی واما المضاربة بدین فان
علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکره اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہین اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز
ہوا اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبدا نسیئة ثم بعه وضارب بثمنه ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام

اور دار خرید کر پھر اوسکو بیچ ڈالا اور اوسکے ثمن سے مضاربت کر سو اوس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اسواسطے کہ مضاربت غلام کے طرف مضاف نہیں
جو جائز ہو بلکہ اوسکے ثمن کیطرف مضاف ہی اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدرر اور یہ حیلہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کو
ثمن کے طرف مضاربت کو مضاف کرے کقوله لغاصب او مستودع او مستبضع اعمل بما في يدك مضاربة بالنصف جاز یعنی جائز ہے
یون کہنا غاصب یا مودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اوس مال سے جو میرا تیرے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر تو جائز ہے کذا فی التبیین
مستبضع وہ ہی جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اوس صورتمین جائز ہوگی جب غاصب غیر کے پاس اوس قسم کا مال ہو جسمین
مضاربت جاری ہوتی ہے یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وكون رأس المال عينا لا دينا لما يبطل في الدرر اور شرط صحت ہی ہونا راس المال کا عین یعنی
ہونا شرط ہو نہ دین ہونا چاہیے جسکو دررمین واضح بیان کیا ہے اور عین سے مین ہونا شرط ہے تو دین ہونا اسواسطے کہ مضاربت عین ہی شرط عین ہونا اور
جس پر دین ہے اوسکا امین ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اوس دین مین جو تیرے ذمہ ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز
نہین انھنے طحطاوی نے کہا مین سے غرض یہ مراد نہیں بلکہ متعین مراد ہے ومسلما الى المضارب ليمكنه التصرف درحالیکہ رب المال تسلیم کر دیا ہو راس المال کو
مضارب کو تا اوسکو تصرف اوسکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضارب کے جانب سے ہی اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال نے شرط
کر لی کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال بامر مضارب اس المال سے خرید فروخت کرے تو نفع مین دونون شریک
ہونگے بموجب شرط کے اسواسطے کہ استعانت ہو عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال مین عقد مین کہ وہ مفسد ہی کذا فی الطحطاوی
بخلاف الشركة لان العمل فيها من الجانبين بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ اوسمین دونون جانب سے عمل ہے وكون الربح بينهما شائعا
فلو عين قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہی ہونا منفعت کا بین دونون کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرلے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت
شائع ہو مثلا دونون میں نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ اسمین منفعت کی شارکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور دراہم معین کرنا جیسے سو درم یا
نفد منفعت کے ساتھ دس درم زیادہ تو یہ قاطع ہی شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر معین پھر جب شرکت منفعت کی نہ رہی تو مضاربت باطل
رہی وكون نصيب كل منهما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت ہی ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا
معلوم ہو نہ مجہول صورت مجہول یہ ہے کہ مثلا مالک کہے مضارب سے کہ تجھکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہو معلوم ہونا اسواسطے شرط ہو اکہ عقد مضاربت کی
نفع کے واسطے ہی تو اوسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطها ان تكون نصيب المضارب من الربح حتى لو شرط له من رأس المال او منه
ومن الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے یہ ہے کہ ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونون سے حصہ
شرط ہو تو مضاربت فاسد ہی اسواسطے کہ ان دونون شرطون کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی في الجلالية كل شرط يوجب جهالة في الربح او يقطع
الشركة فيه يفسدها والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوكالة جلالیہ مین ہی جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں تو
شرط مفسد مضاربت ہی اور نہیں تو شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس وکالت کے یعنی جسطرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا
ہم جہالت نفع جیسا کہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دونکے سوا اور شرط
فاسد جو مفسد عقد نہیں از انجملہ یہ ہے کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جاے یا دونون پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعى المضارب فساده
فالقول لرب المال وبعكسه فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اسکے برعکس یعنی اگر
صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے الاصل ان القول لمدعي الصحة في العقود الا اذا قال رب المال شرطت لك
الربح الا عشرة وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فيه فسادها لانه منكر زيادة يدعيها المضارب خانية اور قاعدہ
یہ ہے کہ عقود مین مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوای اوس دس درم
کے یعنی دس درم کم

اور مضارب کہ ثلث نفع مشروط ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول مین فساد مضاربت ہی مقبول اسواسطے ہی کہ صاحب مال اوس
زیادت کا منکر ہی جس کا مضارب مدعی کرتا ہی کذا فی الخانیہ وَمَا فِی الاَشبَاہِ فِیہِ اشتِبَاہٌ فَافہَم اور جو قول اشباہ مین ہی اوسمین اشتباہ ہی سو اوسکو
سمجہہ لے ہم اشباہ کی عبارت یہہ ہی القَولُ قَولُ مُدَّعِی الصِّحَّۃِ اِلَّا اِذَا قَالَ رَبُّ المَالِ شَرَطتُ لَکَ الثُّلُثَ وَزِیَادَۃَ عَشرَۃٍ وَقَالَ المُضَارِبُ الثُّلُثَ فَالقَولُ
لِلمُضَارِبِ یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہی مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے
ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہو لیکن الترجمۃ مصنف نے اپنی شرحین اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ
کے مطابق ہی اسواسطے کہ مضارب اس صورت مین مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہی صاحب اشباہ کو اشتباہ یہہ واقع ہوا
کہ اوسنے یہہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اوسمین داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحطاوی وَیَملِکُ المُضَارِبُ فِی
المُطلَقَۃِ الَّتِی لَم تُقَیَّد بِمَکَانٍ اَو زَمَانٍ اَو نَوعٍ البَیعَ وَلَو فَاسِدًا بِنَقدٍ وَنَسِیئَۃٍ مُتَعَارَفَۃٍ اور مضارب مالک ہی مضاربت مطلقہ یعنی
اوس مضاربت مین جسمین مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہین ہوگا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیچ کر یا مدت متعارفہ کے
ساتھ ہم یہہ مراد نہین کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹہرے اور مال اوسکے
ہاتھہ مین امانت نہ باقی رہے مدت مین متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو وَالشِّرَاءَ وَالتَّوکِیلَ بِہِمَا اور مضارب
خرید کرنے کا مالک ہی اور خرید فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنیکا مالک ہی وَالسَّفَرَ بَرًّا وَبَحرًا وَلَو دَفَعَ لَہُ المَالَ فِی بَلَدِہٖ عَلَی الظَّاہِرِ
اور مالک ہی سفر کرنے کا خشکی اور تری مین یعنی زمین اور دریا مین اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر مین نہ مسافرت مین بنا بر قول ظاہر کے
ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہی امام سے کہ اگر اپنے شہر مین مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اوسکو سفر کرنا
تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہہ ہے کہ مضاربت مشتق ہی ضرب فی الارض سے تو بمقتضای لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہی وَالاِبضَاعَ
اَی دَفعَ المَالِ بِضَاعَۃً اور مالک ہی ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کہ جسمین تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہوتا وَلَو لِرَبِّ المَالِ فِی
لَا تَفسُدُ بِہِ المُضَارَبَۃُ کَمَا یَجِیءُ اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بہی اوسکو اختیار ہی اور اس دینے سے مضاربت فاسد
نہین ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا وَیَملِکُ الاِیدَاعَ وَالرَّہنَ وَالاِرتِہَانَ وَالاِجَارَۃَ وَالاِستِیجَارَ فَلَو استَاجَرَ اَرضًا بَیضَاءَ لِیَزرَعَہَا اَو
یَغرِسَہَا جَازَ ظَہِیرِیَّۃٌ اور مضارب مالک ہی کسیکے پاس ودیعت رکہنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس گرو رکہنے اور اجارہ دینے اور اجارہ
لینے کا تو اگر ٹہیکہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا اوسمین کہیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ وَالاِحتِیَالَ اَی قَبُولَ الحَوَالَۃِ
بِالثَّمَنِ مُطلَقًا عَلَی الاَیسَرِ وَالاَعسَرِ لِاَنَّ کُلَّ ذٰلِکَ مِن صَنِیعِ التُّجَّارِ اور مالک ہی احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقًا خواہ دست
اور تنگدست پر اسواسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور
احتیال سوداگرونکے دستور العمل سے ہی لَا یَملِکُ المُضَارَبَۃَ وَالشَّرِکَۃَ وَالخَلطَ بِمَالِ نَفسِہٖ اِلَّا بِاِذنٍ اَو اِعمَل بِرَاْیِکَ اِذِ الشَّیءُ لَا یَتَضَمَّنُ مِثلَہٗ
مضارب مالک نہین مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہین دیسکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھہ ملانیکا مگر صاحب
مال کا اذن پاوے یا اوسکے یون کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے مالک نہین کہ شی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کو
متضمن ہوتی ہی ہم عدم تضمن مماثل علت عدم ملک مضاربت کی علت ہی نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یون کہتا اِذِ الشَّیءُ لَا یَتَضَمَّنُ مِثلَہٗ وَالاَعلٰی مِنہُ تو بہتر ہوتا
اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہی مضاربت سے خلط مال اوس صورت مین جائز نہین جب کہ اوس شہر مین رائج نہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب
پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وَلَا الاِقرَاضَ وَالاِستِدَانَۃَ وَاِن قِیلَ لَہُ ذٰلِکَ اَی اِعمَل بِرَاْیِکَ لِاَنَّہُمَا لَیسَا مِن صَنِیعِ التُّجَّارِ فَلَم یَدخُلَا
فِی التَّعمِیمِ مَا لَم یَنُصَّ المَالِکُ عَلَیہِمَا فَیَملِکُہُمَا اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور نہ ادھار لینے کا اگرچہ قول مسند کو اوس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ

صاحب مال نے مضاربت کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ دونوں دراہم تجارت کے دستور میں ملی نہیں ہیں تو دونوں قسم قول مذکور میں داخل نہیں ہیں
الا ان ینص [illegible] اور دونوں پر تقسیم کر دی پھر تقسیم کے بعد اوسکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہا کہ مجھکو قرض دینے اور ادھار دینے میں اختیار ہے
ترا اقرض اور استدانت کا مالک ہوگا ورنہ نہیں تو بعض نسخوں میں ہے کہ استدانت ممنوع ہے یہ کہ مال مضاربت سے زیادہ قیمت پر خرید کرے [illegible]
شرکۃ وجوہ وحینئذ لو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصرہ بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فہو متطوع
لانہ لا یملک الاستدانۃ بقولہ اعمل برایک اور اگر مضارب اوسکا اختیار نہ رکھتا تو اذن سے کنا فی الطحاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور استدانت میں ہرگز
مضاربت کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اوسکو پانی سے دھو لایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لادا یا اپنے مال سے اور حالانکہ اوس سے یہ قول کہا
گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہیں لیسکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنیکا مالک
نہیں ہوتا ہے یعنی صورت استدانت یہ ہے کہ دراہم یا دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کرچکنے کے راس المال سے انھوں نے کپڑا کو خرید کیا
دراہم یا دنانیر اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے دراہم یا دنانیر باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور ہدایہ
میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسیطرح صلاح مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خرید کیے
پھر اوسکی باربرداری یا دھلائی یا پیٹنی کی مزدوری خرچ کی تو ان سب امور میں متبرع ہوگا اسواسطے کہ اوسکے پاس مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں رہا تو
استدانت مضاربت پر ادھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب اپنے نفس پر متبرع ہے کذا فی الطحاوی وانما قال بالماء لانہ لو قصرہ بالنشا فحکمہ
کالصبغ اور مصنف نے کپڑے کے دھوبی میں فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب نے تھان کو نشاستہ سے دھلوایا تو اوسکا حکم رنگانے کے مانند ہوگا و
ان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ فیہ ودخل فی اعمل برایک کالخلط اور اگر مضارب نے کپڑے کو سرخ رنگ سے رنگا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اوس مقدار
میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگنے اور نشاستہ کی وجہ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق
خلط کے مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب کے واسطے اوسکے رنگ کی قیمت کا حصہ اگر فروخت کیا
گیا اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال میں جیسے مثلاً سفید تھان خرید ہوا پانچ روپیہ کو راس المال سے اور اوسکا رنگ ایک روپیہ کے صرف سے
اور رنگین کرنے سے آٹھ روپیہ کو بکا تو مضارب ایک روپیہ لیگا اور صاحب مال اکرو پیہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونوں میں نصف
ہوگیا اور ایک روپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت میں پایا ولو لم یقل اعمل برایک لم یکن متبرعا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یوں نہ کہا کہ عمل کر حسب
اپنی صوابدید کے تو مضارب متبرع نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت نہ رہا مضارب کے پاس تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا
کذا فی الطحاوی وانما قال احمر لما ان السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ
رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر جیسا کہ مذکور ہو چکا کہ یہ قول جنس پر اختلاف زمانہ پر
ہے ہمارے زمانہ میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تعمیم قول میں اور رنگوں کے مانند کذا فی الطحاوی ولا یجاوز بلدا او سلعۃ او وقتا او شخصا عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو بعد العقد ما لم یصر المال عرضا
لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجیء اور مضارب کسی ایسے شہر کا یا سامان یا وقت یا شخص کا تجاوز نہ کرے جسکو
مالک نے معین کر دیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت
نہیں ہوگیا اسواسطے کہ اوسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آئیگا قسم ثالث
امر مذکور میں اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کی تفویض سے اور تفویض مقید ہوگی جسطرح اوسنے تفویض کی اور تخصیص کو
فائدہ [illegible] نہیں اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدر [illegible] المفید لانہ

غیر المفید لا یعتبر اصلا کنھیہ عن بیع الحال قید لگای ہنی تقیید مفید کی اسواسطے کہ تقیید نہی مفید ہر گز معتبر نہیں چنانچہ منع کردیا صاحب مال کا بیع مال بدین
بیع مجمل سے واما المفید فی الجملۃ کتسویق من مصر فان صرح بالنھی صح والا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص سو اگر
نہی کی صاحب مال نے تصریح کردی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ہے شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہیں کہ شہر باوجود تباین اطراف کی
البقعۃ واحدۃ کے مانند ہے لیکن اگر نہی مصرح ہو اسطرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور نہ تجارت کرنا اوسکے سوا دوسرے بازار میں تو اب تقیید صحیح ہوگی کذا فی
التحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ وکان ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکل کر دوسرے شہر میں خریداری کی یا
جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید فروخت کی تو مضارب پر ضمان
مال لازم ہوگا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید مخالف امر مالک فقط مضارب کی ہوگی یعنے تو اوسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اوس نے
غیر کے مال پر بدون اوسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم یتصرف فیہ حتی عاد للوفاق عادت المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضاربت میں تصرف
نکیا یہان تک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضاربت پھر صحیح ہو جاویگی یہ متعلق ہے تعیین شہر سے یعنے اگر مالک نے شہر معین کردیا اور مضارب اوس شہر سے نکلا تو مضارب
سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اوسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اوسکے
ہاتھ میں قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبارا للجزء بالکل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال
مضاربت میں عود کیا جز کو کل کے ساتھ قیاس کر کے یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے ولا یملک
تزویج قن من مالھا اور مضارب مالک نہیں نکاح کر دینے اوس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من یعتق علی رب المال بقرابۃ او
یمین اور مضارب مالک نہیں اوس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت قریبہ کے قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے
کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں اوس کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المقیدۃ للوکالۃ
کاشتر لی عبدا ابیعہ او استخدمہ وجاریۃ اطاھا برخلاف خرید کرنیکے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اوس مملوک کی خرید کرنیکا اختیار رکھتا ہے جو موکل پر
آزاد ہو جاوے جب کہ قرینہ مخصص وکالت نہو چنانچہ یون کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے وہ غلام خرید کر کہ جسکو میں بیچون یا اوس سے خدمت لون یا جاریہ
خرید کر جس سے میں قربت کرون ہم تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہے کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا نچاہئے کہ موکل پر آزاد ہو جاوے ولا من
یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربح ہو ھنا ان تکون قیمۃ ھذا العبد اکثر من کل راس المال کما بسطہ العینی فلیحفظ اور
مضارب اوس غلام کی خرید کرنیکا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بسبب قرابت کی بشرطیکہ مال مضاربت میں نفع ہو نفع سے یہان مراد وہ نفع ہے کہ اوس غلام کی
قیمت اکثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ
آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ آنکی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے
مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال میں نفع ہو یا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب
کی ملک اوس غلام میں ظاہر نہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھیریگا راس المال سے تو اگر راس المال اول ہزار رہا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو
مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اوسپر آزاد نہوگا انتہے مختصرا کذا فی الطحطاوی فان فعل شراء من یعتق علی واحد منھما
وقع الشراء لنفسہ سو اگر مضارب نے اوس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر تو واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کیواسطے نہ مضاربت کیواسطے ہم اور مضارب
تاوان دیوے دونون صورتون میں پہلی صورت میں جمیع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اوس کے
سے ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح ہو ما ذکرنا صح الشراء للمضاربۃ اور اگر وہ نفع نہو جسکو ہم نے عینی سے بیان کیا تو مضاربت کے
واسطے خرید صحیح ہوگی ہم یہ متعلق ہے اوس صورت کے ساتھ جب کہ مضارب اسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الحلبی فان ظھر الربح بزیادۃ

۵ یعنی اگر مضارب بیچکر نقد روپیہ ست کرلے تو بہمہ تنہا بیچ نمول ۱۲

ثم یسعی لرب المال فی حصتہ ثم یرجع من نصیب المالک ولم یتعذر فیہ لا یضمنہ وسعی العبد المعتق فی قیمۃ نصیب رب المال پس اگر نفع ہو کر
غلام کی قیمت بڑھ جاوے تو بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہو گا اور مضارب پر ضمان لازم نہ ہوگا مالک کے حصے میں بسبب آزاد ہونے غلام کے
لا صنعت مضارب اور کوشش کر کے آزاد غلام اوا کی قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے ہم غلام اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہوا اور
مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند المالک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب یاد و ہوجانے قیمت کے اختیار مضارب کی اوجہ ذکر
شیئی من الشراء من یعتق علی شریکہ او والا با او الوصی ثم من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد لانہ انظر فیہ لانعدم علیہ الا ان سخ من الرابح اور اگر علام
خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو بیع ہے عاقد پر نافذ ہوگی اسواسطے کہ صغیر
صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہے عاقد سے شریک یا باپ یا وصی پر مثل شامل کی کی اجرت کے اور شریک میں ولایت ہے جو مضارب میں مذکور ہوچکی ہے
عدم حصول نفع شریک قال اسماعیل رحمہ اللہ اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لہما فلہ فیہ ابن الاحمد
اذن دار غلام جب کہ اس غلام کو خرید کیا جو مولے پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہوا اور وہ غلام مولے پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہ ہوا اور نہیں تو آزاد نہ
ہوگا بخلاف صاحبین کذا فی الزیلعی ہم نے بیت نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اوسکی گردن اور کسب کو محیط ہو یا نہ ہو امام کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور
صاحبین کے نزدیک آزاد ہو گا کذا فی الحاوی مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا
فصارت قیمتہ ای الولد وکذا کما ذکرنا الفا ونصفہ ای خمسمائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح المذکور یعتق مضارب
جسکے پاس ہزار درہم ہیں بنصف منفعت پر اوس نے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی لیکن بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار
درہم کے برابر ہے پھر مضارب نے اوس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی حالت میں پھر قیمت اوسکی یعنے فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہم بیان کیا ڈیڑھ
ہزار ہو گئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو اب ولد مذکور آزاد ہو گا کیونکہ جب دعوی
مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اوسکا فرزند ٹھیرگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہو گا یعنے بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہ ہوگا
اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کی صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی فیسعی
سعی لرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اوسکی چوتھائی یعنی ڈھائی
بارہ سو درہم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اوسکو آزاد کر دے ہم ہزار راس المال کی بابت ہے اور ڈھائی سو نفع کی بابت مالک کے حصے میں پڑی
ولو قبض المال بعد قبضہ الالف من الولد ضمن المدعی ولو کان معسرا لانہ ضمان تملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور
صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درہم کے ولد سے تاوان لیوے مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے ملک کا
یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے مالداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درہم کا ولد سے ہم نے شرط کیا کہ
لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے اسلئے کہ لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درہم لیلئے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہو گئی اب
بالکل منفعت میں داخل ہو گئی تو اب نصف مضارب کی ملک ظاہر ہو گئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الطحطاوی وتحمل علی انہا زوجۃ
لہ اشتراہا مثلا منہ اور دعوت مضارب اسپر محمول ہوگی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اوسکو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تھی مضارب
ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زناکار نہ ٹھیرے ولو صارت قیمتہا الفا ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو معسرا
ولو معسرا فلا سعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی لتمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہو گئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جاوے گی اور مضارب
دی مالک کو ساڑھے بارہ سو درہم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہے تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق
میں ہے ہم نے یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اوسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درہم ولد سے نہیں پائے اور تضمین مضارب میں مالداری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی

ہی لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ مضارب پر مطلقاً ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہی اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ ام ولد پر سعایہ نہین
پہر جس مال کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہی اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک کہ راس المال نملے گا تب تک لڑ رقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی
الحلبی **باب المضارب یضارب** یہ باب ہے اوس مضارب کے احکام مین جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دیوے بطریق مضاربت کے
لما قدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جب کہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب
المضارب آخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع ما لم یعمل الثانی ربح الثانی او لا علی الظاہر لان الدفع ایداع وہو یملکہ فاذا عمل تبین
انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت پر بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی
عمل تجارت نکرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکہنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکہتا ہی پہر جب
ثانی نے تجارت اسمین شروع کی تو کہل گیا کہ ودیعت نتہی مضاربت ہی تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان
وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہین اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب
ثانی کیواسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کو وہ نفع ہی جو اوسمین اور مالک مین مشروط ہے ہم درصورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی
اجیر ٹہیریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پہر اگر
مال ضائع ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتہ سے اوس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہین نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہی
وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہین اگر ثانی سے مال چہین لیا گیا اور تاوان
تو فقط غاصب پر ہی ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے
خاص کرکے فان عمل حتی ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح
ولا یضمن لیس لہ ذلک یعنی پہر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہی چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب
ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نلے تو اوسکو وہ جائز نہین کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب ٹہر گیا اور مالک کے مغصوب کے
جاتے رہنے کے بعد اختیار نہین مگر تضمین بدل مین نہ نفع لینی مین غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول
ما رزق اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف عملا بشرطہ وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پہر اگر مالک نے مال دینے کا اذن
دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تہا کہ جسقدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم مین نصفا نصف ہی تو
مالک کیواسطے نصف نفع ہی بموجب اوسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے چہٹا حصہ ہی جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے
ثلث مشروط ہی ولو قیل ما رزقک اللہ بکاف الخطاب فی المسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف
فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کے جو تجکو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اوسیطرح ہی یعنے اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا
اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال بایتن تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجکو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے
تیرے درمیان نصفا نصف ہی تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیان مضارب اول اور مالک مین نصفا نصف ہین باعتبار
کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملیگا ہم مالک کی شرط مضارب اول سے یہہ تہی کہ جو نفع اوسکو ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہی سو اوسکو
نفع نہین ملا سوای دو تہائیون کے تو دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملی ومثلہ ما ربحت من شیء او ما کان لک فیہ
من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہی یون کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجکو فائدہ حاصل ہو کسیچیز سے یا جس چیز مین تجکو نفع ہو اور مانند
اسکے ہم چنانچہ یون کہنا کہ جو تجہہ پر خدا فضل کرم کرے یا جو تجہکو بڑہوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک مین نصفا نصف ہی

باب المضارب یضارب

وكذا لو شرط للثاني اكثر من الثلث او الثلث فالثاني ماله ولا للاول اور اسیطرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی شرط کی ہو
مشروط ہو تو باقی بعد مالک اور مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال له ما رزقت فبيننا نصفان ودفع بالنصف فللثاني النصف واستويا
فيما بقي لانه لم يرزق الا ذلك اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجھکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہو اور مضارب اول نے
مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اسواسطے کہ مضارب
اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ نہیں پایا ولو قال ما رزق الله فلي نصفه او ما كان من فضل الله فبيننا نصفان ودفع بالنصف فللمالك
النصف وللثاني كذلك ولا شيء للاول لجعله ماله للثاني اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو کچھ اللہ تعالے روزی دیوے اسکا نصف میرا ہو یا جو
اسکا اصل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہو سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہو اور اسی طرح مضارب
ثانی کو نصف ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نہیں اسکے کر دینے کے لئے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اسنے مضارب ثانی کے واسطے
کر دیا ولو شرط الاول للثاني ثلثيه والمسئلة بحالها ضمن الاول للثاني سدس ما التسمية لانه التزم سلامة الثلثين اور اگر مضارب اول
مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود رہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دیگا کیونکہ بسبب التزام
کے اسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے ف توضیح مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو نفع ملے وہ مجھ میں اور تجھ میں نصفا نصف
ہو سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ثلث کے ششم حصہ
ہے وہ ثلث سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ تاوان کے واسطے ثلثین کاملین کی شرط ہو گئی ہے وان شرط المضارب للمالك ثلثه وشرط
لعبد المالك ثلثه وعلى ان يعمل معه جاز وليس بقيد وشرط لنفسه ثلثه صح وصار كانه اشترط للمولى ثلثي الربح كذا في
عامة الكتب وفي نسخ المتن والشرح ههنا خلط آخر اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کے واسطے تہائی اور اپنی
شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے تو جائز ہے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلہ کی لیے اشتراط اور عدم اشتراط
برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے بھی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مالک کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں
طرح یہ مسئلہ صحیح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں غلط واقع ہوا ہے سوا ہمارے اصحاب کے بعض جو متن کے ایک نسخہ میں
یوں دیکھا ولو شرط للمالك ثلثه ولعبد المالك ثلثه على ان يعمل معه ولنفسه ثلثه صح حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ چار تہائیاں جمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلہ
مضارب ثانی کا وجود نہیں ہے اور شرح کی عبارت یہ ہے على ان يعمل معه جاز وليس بل تصحيح الشرط ويكون لسيده • وان لم يشترط لا يجوز بحث ہو
ہو کہ لا یجوز حذف کیا جاوے اور یہ شبہ کیا اول مبہم ہو کہ عمل قید نہیں كذا في الفوائد ولو عقد المأذون مع اجنبي وشرط المأذون عمل مولاه
لم يصح ان لم يكن المأذون مديونا لانه اشتراط العمل على المالك اور اگر عبد ماذون نے مضاربت کسی شخص اجنبی کے ساتھ اور ماذون نے اپنے
کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون مدیون ہو اسواسطے کہ اسمیں عمل کا شرط کرنا ہی مالک پر ہو والاصح لانه حينئذ لا يملك كسبه واشتراط عمل رب
المال مع المضارب مفسد للعقد لانه يمنع التخلية فيمنع الصحة اور اگر ویسا ہی عبد ماذون مدیون ہو تو عقد بشرط العمل بھی صحیح ہے اسواسطے
کہ اس وقت میں مولے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا
مانع ہو تو مانع ہوگا صحت عقد کا یعنی مضاربت میں عمل مضارب ضرور ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ مابعد
اور مابعد میں وكذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربه او عمل رب المال مع المضارب الثاني بخلاف مكاتب شرط عمل مولاه لان المولى كالاجنبي
مولاه اور اسی طرح مانع صحت عقد ہو عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ
اوس نے اپنے مولے کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہے چنانچہ مبسوط میں ہے کہ اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولے کے ساتھ اور وجہ صحت یہ ہے کہ مکاتب اپنی کمائی کا مالک

احرار کی مانند ہی پہر اگر عاجز ہو جاوی بدل کتابت سی قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو شرط بعض الربح للمساكين او للحج
او فی الرقاب او لامرأة المضارب او مكاتبه صح العقد لم يصح الشرط ويكون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھہ منفعت محتاجونکی
واسطے یا حج کیواسطے یا گردنون کے چھڑانیکے واسطے یا مضارب کی عورت کے واسطے یا اوسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہی اور شرط صحیح نہین اور
نفع مشروط صاحب مال کا ہی نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہو زوجۂ مضارب یا مکاتب کے واسطے اشتراط نفع اوس صورت مین غیر صحیح ہی جب کہ انکا
عمل شرط نہوا اور اگر اون کا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور مشروط اونہین کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہوگئی عمل شرط کرنیسے
اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہو گی بلکہ ہبہ موعود ہی جس کا کرنا لازم نہین اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین
اور رقاب مین فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاءه لنفسه او لرب المال
صح الشرط والا بان شاء لاجنبي لا يصح اور اگر بعض منفعت اوس شخص کے لئے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہی تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کے
واسطے چاہی تو شرط صحیح ہی اور اگر اپنے یا مالک کے واسطے نچاہی اسطرح پر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہین یعنے اسواسطے کہ اوسکا عمل شرط
نہین کیا ومتى شرط البعض لاجنبي ان شرط عليه عمله صح الشرط والا لا اور جب کہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اوسپر اوسکا عمل بہی شرط ہوا تو
شرط صحیح ہی اور نہین تو شرط صحیح نہین یعنے تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لكن في القهستاني انه يصح مطلقا والمشروط
للاجنبي ان شرط عمله والا فللمالك ايضا وعزاه للذخيرة خلافا للبرجندي وغيره قنبه مین کہتا ہون لیکن قہستانی مین ہی کہ عقد مضاربت صحیح
ہی مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہوا اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اوس کا عمل مشروط ہوا اور اگر اوسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بہی مالک کا ہی اور قہستانی
نے اس قول کو ذخیرہ کے طرف نسبت کیا ہی برخلاف قول برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو جب یہہ ثابت ہوچکا اول کہ عقد مضاربت بہر صورت صحیح ہے
اور نفع اجنبی کے واسطے بشرط اوسکے عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہی اور برجندی کا کلام غلام مین ہی نہ اجنبی مین چنانچہ شرح ملتقی سے معلوم ہوتا
ہی کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض لقضاء دين المضارب او دين المالك جاز ويكون للمشروط له قضاء دينه ولا يلزم بدفعه لغرمائه بحر اور اگر
بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنیکے واسطے شرط ہوا تو جائز ہے اور مشروط لہ کو اپنے دین کا ادا کرنا اوس نفع سے جائز ہی اور ہر ایک مضارب
اور مالک پر لازم نکیا جائیگا دینا نفع مذکور کا اوسکے دین والون کو کذا فی البحر وتبطل المضاربة بموت احدهما لكونها وكالة اور باطل ہو جاتی ہی مضاربت مالک
یا مضارب کی موت سی بسبب ہونے مضاربت کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہوجاتی ہی موکل یا وکیل کی موت سی وكذا بقتله وحجر يطرأ على احدهما وبجنون
احدهما مطبقا قهستاني اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کی قتل ہو جانیسی اور ایک کے منع تصرف سی جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے
جنون مطبق ہونے سے ہم بالغ ممنوع التصرف ہوجاتا ہی جنون سی یا سفاہت سے یا عبد ماذون کے حجر سے ہر چند جنون منع تصرف مین داخل تہا لیکن شارح نے
پہر اسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اوسمین اطباق کی قید لگاوی وفي البزازية مات المضارب والمال عروض باعها وصيه اور بزازیہ مین ہی کہ مضارب
مرگیا اور مال عروض اور قماش ہے یعنے اسباب ہی نقد نہین تو اوسکو مضارب کا وصی بیچ ڈالے اور قول اصح یہہ ہی کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونو کو
بیع مین اختیار ہی اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو فقط مالک مختار ہے یا کہ حاکم مضارب کے طرف سی وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھہ بیع مین دخل کرے پہر جب
مال نقد ہوجاوی تو مالک اپنا راس المال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اوسکے وارث لین كذا في الطحطاوي ولو مات رب المال والمال نقد تبطل
في حق التصرف ولو عرضا تبطل في حق المسافرة لا التصرف فله بيعه بعرض ونقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال نقد ہے تو مضاربت باطل ہی
حق تصرف مین یعنی مضارب اب اس مال سے بیع اور شرا نہین کرسکتا اور اگر مال عرض ہے نہ نقد تو مضاربت باطل ہے حق مسافرت مین یعنی مضارب اس اسباب کو
سفر مین نہین لیجاسکتا ہے اوسکو وطن مین اوسکا بیچنا عرض اور نقد سی جائز ہے ہم اور اگر مضارب کسی شہر مین گیا تہا مال مضاربت لیکر اور وہان خریدی کی پہر جب
مالک مرگیا اور اسکو خبر نہین موت کی پہر وہ دوسرے شہر مین مال لیگیا تو مضارب کا خرچ اوسکے ذاتی مال مین محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال مین اور اگر مال

سے ہوکر رہا ہیں تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المحیط وبالحکم بلحوقہ بدار الحرب مرتدا اور مضاربت باطل ہو جاتی ہے لحوق مالک مرتد کے حکم ہو جانے سے
یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا اور حاکم نے اوسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اس واسطے کہ لحوق دارالحرب موت کے مانند ہے ولہٰذا
اوسکا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اوسکی ام ولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد الیہ مسلما فالمضاربۃ علی حالہا
لحکم بلحاقہ ام لا کذا فی العنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دارالحرب مسلمان ہو کر دارالاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اوسکے لحوق کا حکم کیا
ہو یا نہوا ہو کذا فی العنایۃ بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے
یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اوسکے لحوق کا حکم ہو گیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آنے سے وکالت عود نہیں
کرتی ولو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد ہو گیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات
موقوف رہتے ہیں اوسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت کے مال میں لہٰذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل
او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت وما تصرف فیہ قبل ذلک فعہدتہ علی المالک عند الامام پھر اگر مضارب مر گیا یا مقتول ہوا یا دارالحرب میں
جا ملا اور اوسکے لحاق کا حکم ہو گیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اوس نے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اوسکی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام کے
نزدیک کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط فمات او لم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط یعنی اور دارالحرب میں نہیں جا ملا
تو مضارب کا تصرف موقوف ہے یعنی اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں وردۃ المراۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد ہونا
عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت میں خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مر جاوے یا دارالحرب میں ملحق ہو جاوے اور اوسکے لحاق کا حکم
ہو اس واسطے کہ اوسکا ارتداد اوسکی املاک میں موثر نہیں تو اسیطرح اوسکے تصرف میں مؤثر نہیں کذا فی النہر عن الجوہرہ وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان
علم بہ بخبر رجلین مطلقا او فضولی عدل اور معزول ہو جاتا ہے یعنی مضارب معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ
مضارب معزول کو پہونچے دو مردوں کی خبر سے مطلقا خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا ایلچی ممیز کی خبر سے وان لم یعلم لا ینعزل
اور اگر مضارب کو خبر عزل کی نہ پہونچی تو معزول نہ ہوگا فان علم بالعزل ولو حکما بموت المالک ولو حکما والمال عروض باعہا ما کان عملا جنسیا
من جنس المال فالدراہم والدنانیر جنسان باعہا ولو نسیئۃ ثم لا عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو جیسے
مالک کا مر جانا اگرچہ موت حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک مع الحکم باللحاق یا اوسکا مجنون ہونا جنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عروض سے مراد وہ
وہ چیز جو راس المال کی مخالف جنس ہے تو دراہم اور دنانیر اس تقریر میں دو جنسیں ہیں تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع اودھار ہو اور گو مالک نے اوسکو
اودھار بیچنے سے منع کر دیا ہو ہم جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہوا تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے تو اگر جنس راس المال دراہم ہوں
اور مضارب نے دنانیر خرید کئے ہوں تو اوسکو بیچکر دراہم کرنا ہوگا اور اسیطرح لیکن دوسری ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہ ہوگا
اسواسطے کہ اوسکا حق ہی نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اوسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہو جاوے ثم لا یتصرف فی ثمنہا ولا فی غیرہا
من جنس راس مالہ پھر اسکے بعد مضارب تصرف کرے عروض کے ثمن میں اور نہ اوسکے سوا میں جو ہم جنس راس المال کی ہو ویبدل خلافہ بہ استحسانا
لوجوب ردہ جنسہ ولیظہر الربح اور بدل کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روی استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے
اور تاکہ نفع ظاہر ہو ہم قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہوں تو دنانیر سے نہ بدلے وکذا عکسہ اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہیں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ
بیان صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور یہ بلا بدل نہیں ہو سکتا کذا فی الدرر والدر مع فائدہ بیان کہ یہ ہے
کہ نفع ظاہر ہوتا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق مشروط کو پاویں ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل ولا تخصیص الاذن لانہ عزل من
وجہ ہدایہ اور مالک کو اختیار نہیں فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنی جب کہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہیں اسواسطے کہ تخصیص اذن کی ایک

راہ سے عزل ہی کذا فی النہایہ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ وما لہا امتعۃ حیث یصح بخلاف احد شریکین جب کہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور
شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہی افترقا وفی المال دیون وقد ربح اجبر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدا
ہو گئی مالک اور مضارب مین اور مضاربت کے مال مین دیون اور نفع ہی تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے پر اسواسطے کہ مضارب
اسوقت عامل باجرت ہوگا ھ دیون کی وجہ یہہ ہی کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہین کیا تو مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے
ٹہیرا کہ وہ اس صورت مین اجیر کے مانند ہوا اور نفع اجرت کے مانند ہی تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر مین ہو اور اگر دوسرے شہر مین ہو تو خرچ
مضاربت کے مال مین ہوگا کذا فی الطحطاوی وان لم یربح لا یجبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال مین نفع نہو تو مضارب پر تقاضای دیون مین جبر نہین
اسواسطے کہ مضارب اسوقت مین متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہین ویؤمر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر
حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضای دیون پر متعین اور مقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہی یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہین ہوتے مگر عاقد کے طرف تو مالک
مطالبۂ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب یؤمران بالتوکیل اور اسوقت مین یعنی جبکہ متبرع پر جبر علی
الاقتضا نہین تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہین دونون کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا
الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہی تقاضای دین مین اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونون اجرت پر کام کرتے ہین سمسار
بکسر اول وہ ہی جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگون کے جمع ہون تاوہ اجرت لیکر بیچدے بلا عقد اجارہ تو وہ بہی عامل بالاجرۃ ہی اور یہہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت
موافق کذا فی الدرر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استوجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ
ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اس پر اجرت ٹہیرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہہ جائز نہین اسکے سبب سے کہ نہ قادر ہونیکے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز
ہونیکا یہہ ہی کہ اسکو مزدوری پر لگاوے اور نوکر رکہلے خدمت کیواسطے مدت معین تک اور اوس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ھ عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے
ہوئی کہ خرید فروخت تمام نہین ہوسکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہین اسکی تسلیم پر اور حیلۂ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد
شامل ہی منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہی اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ مین کذا فی الطحطاوی
عن الزیلعی وماھلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ تبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کے طرف پہیرا جاتا ہی اسواسطے کہ نفع تابع
راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الھالک علی الربح لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پہر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر
تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہوا اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہو اسواسطے کہ مضارب امین ہی یعنے اور امین ضمین نہین ہوتا وان قسم الربح
وبقیت المضاربۃ ثم ھلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل فھو بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع
بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پہر سب مال یا بعض مال تلف ہو جاوے تو دونون شخص نفع پہیر دین تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے
وہ دونون مین شرط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہین ثم ذکر
مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم عقدا ھا فھلک المال لم یترادا
وبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وھی الحیلۃ النافعۃ للمضارب پہر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور
مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتہہ مین ہی پہر دونون نے مضاربت کو منعقد کیا پہر مال ہلاک ہوگیا تو دونون نفع سابق کو نہ پہیرینگے اور مضاربت
ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہی اور وہ حیلہ نافعہ ہی مضارب کے واسطے ھ یعنے اگر مضاربت رہی استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے
راس المال کے تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرلے اور اگر راس مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولے نفع مسترد
نہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلۂ مذکورہ مین سو اتفاقی ہی کذا فی الطحطاوی **فصل فی المتفرقات** یہہ فصل ہے مسائل متفرقۂ مضاربت مین

ملہ یعنی دلال ہندی اور ساکر اردو مین کہتے ہین ۱۲

المضاربة لانه مستحق المال او بعينه تقييدا لما ابتداه بالعقد باتفاق فی عنایة الی المالک بضاعة لا مضاربة لما تم مضاربت تا سپرد غیر
ن مالک کو تمام مال بالاصل مال کے نیت سے بطریق بضاعت کے نیعلوہ مضاربت بدلیل گذشتہ شارح کہا ہدایہ کی تقیید وقع بعض مال کی اتفاقی ہو کہا
فی النہایہ ہم بضاعت سے یہاں استعانت مراد ہے اسواسطے کہ ابضاع حقیقی یہاں متحقق نہیں کیونکہ بضاعت حقیقیہ میں سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں
ایسا نہیں ہے اور اگر مضارب نے مالک کو بطریق مضاربت کے دیگا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولے وجہ بطلان یہ ہے کہ شرکت ایسا مانند ہم
نہیں ہوتی کذا فی المحیط وان اخذه ای المالک المال بعد ما اشتری المضارب باع واشتری بطلت ان کان رأس المال نقدا لانه عامل لنفسه
اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر رأس المال نقد ہو اسواسطے کہ مالک اپنی ذات کے لئے عامل
ہوا ہم مبسوط میں مثلا لکھا ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اسطرح پر کہ صاحب مال اوسکے منع کرنے پر مالک نہیں تو صاحب مال اوس تصرف میں مضارب کا
معین شمار ہوگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اوس تصرف میں عامل لنفسہ ہوگا مگر یہ کہ ابتدا
یا بدون مضارب ہو تو ہر وقت میں معین شمار ہوگا کذا فی المحیط وان صار عرضا لان النقض المعین حیث لا یعمل فیہ فلا ابطال الا ولی اعانة اور اگر راس المال
عرض ہوگیا تو مضاربت باطل نہو گی تصرف مذکور سے اسواسطے کہ اس وقت میں مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت میں عمل نہیں کرتا تو یہ نقض غیر صریح بطریق اولے
عمل نہ کریگا کذا فی النہایہ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے
بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر ولو یوما فطعامه وشرابه وکسوته ورکوبه بفتح الراء ما یرکب ولو بکراء
وکل ما یحتاجه عادة ای فی عادة التجار بالمعروف فی مالها اور جب کہ مضارب نے سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اوس کا کھانا اور
پینا اور پہناوا اگرچہ سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجار کی عادت میں دستور کے موافق مضاربت کے مال میں ہے شارح کہا کہ بہ تفخیم
ہو اوسمیں جسپر چڑھی کیجائے ہم سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرعی مراد نہیں بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر میں نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا
الیسا جیسے کپڑوں کی دھولائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی بطول التستر میلے کچیلے کپڑے والا
شمار کیا جاتا ہے تو خرید فروخت کا سامان اوس سے کمتر ہوگا دستور کی قید ہم نے اسلئے لگائی کہ اگر فضول خرچی کریگا تو بقدر زیادتی مضارب پر لازم آویگا مضاربت کے
مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوئی کہ اوس نے اپنی ذات کو تجارتیں مصروف کیا اور کہیں آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اوس کا نفقہ لازم
آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتباس کے لو صحیحة لا فاسدة لانه اجیر فلا نفقة له کمستبضع ووکیل وشریک کاف
وفی الاخیر خلاف نفقہ مضارب کا سفر میں مضاربت کے مال سے ہے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کیا ہے تو اوس کا
نفقہ نہیں ہے مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر میں اختلاف ہے ہم کافی میں شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ میں وجوب مصرح ہے اور
ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد ہے اسواسطے کہ اوس نے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد سے مروی ہے کذا فی المحیط وان عمل فی المصر سواء ولد
فیها او اتخذه دارا فنفقته فی ماله کدوائه علی الظاهر اور اگر مضارب نے شہر میں کام کیا خواہ اوس شہر میں مضارب پیدا ہوا ہو یا وہاں رہ پڑا ہو گھر
بنا کر تو اوس کا خرچ اوسکے مال میں ہے چنانچہ اوسکی دوا علاج کا خرچ اوسکے مال میں ہے بنابر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت میں نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں
اسواسطے کہ مرض عارضی امر ہے کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں جیسے شرح میں ہے کہ حجامت یعنی پچھنے اور سینگی اور سرمہ علاج میں داخل ہے واما اذا نوی الاقامة
بمصر ولم یتخذه دارا فله النفقة ان ملک مالوا حدا لانه لم یحتبس لها اور جب کہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اوسکو وطن
قرار دیا تو اوس کا نفقہ مضاربت کے مال میں ہے کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اوس نے ... نہیں لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محتبس نہیں ہوا ہم
شہر مذکور میں نفقہ اوسوقت تک ہے جب تک اوسکو وطن نہ بنایا گیا ہو اور اوس شہر میں اوسکا شہر سے سفر نکیا ہو مبسوط میں ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور
مالک اور مضارب کوفہ میں ہیں اور کوفہ مضارب کا وطن نہیں تو مضارب اپنی ذات پر مال مضاربت سے صرف نکرے اسواسطے کہ اوسکی اقامت کوفہ میں

مضاربت کے سبب سے نہین تو مستوجب نفقہ نہین جبتک وہان سے باہر نجاوے سو اگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن مین گیا اور پھر کوفے مین تجارت کے واسطے آیا تو اوسکو کوفہ
مین مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اوسکا کوفہ مین رہنا مستعار تھا سو وہان سے سفر کرجانے سے وطن مستعار بھی دور ہوگیا
انتہی مختصرا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ اوسکا نفقہ ہے جب تک اوسنے مال نہین لیا اس سے نکلتا ہے کہ جب مال لیگا اور کوفہ مین رہیگا تو اوسکو نفقہ نہ ملیگا اور حالانکہ
ایسا نہین ہے اور شاید کہ شارح نے یہہ سمجھا ہے منح الغفار کی اس عبارت سے فلو اخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ لہ انتہی اور مقصود
اس عبارت سے وہی ہے جو ہمنے اوپر سے نقل کیا کذا فی الطحطاوی و لو سافر بمالہ ومالہا او خلط باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم
رد ما بقی مجمع ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملا یا مالک کی اذن سے
یا دو مردون کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اوسکو پھیرے اور جسقدر زیادہ صرف کیا
دستور سے اوسکا تاوان دے وہ خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہوگیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہین کرتا بالقول راجح اس اعتراض کو
بعض حواشی مین دیکھا ہے کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک و لو ہلک لم یرجع علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے
مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرلے مضاربت کے مال مین تو یہہ اسکو جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہوگیا تو اوس صرفکو مالک سے نہین لیسکتا
یاخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شئ من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ
یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اوتنا نفع سے جتنا مضارب خرچ کرچکا ہے راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال
پورا کرلیا نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بانٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹھیرایا
جاتا ہے اور ہالک نفع کے طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یظہر ربح فلا شئ علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر
کچھہ نہین یعنی راس المال کے کم ہوجانے سے اوسپر تاوان نہین وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار و
الصباغ ونحوہ مما یزید ضمہ ویقول قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو اوسکو حساب کرے جو اوس متاع پر خرچ کیا از قسم صرف بار برداری کے اور دلال اور دھوبی اور رنگریز
کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکے ملالینے کی سوداگرون مین عادت ہے اور بائع یون کہے کہ یہہ چیز مجھکو اتنے مین پڑی ہے یعنی اسقدر کی خرید بتادے تاکہ دروغ نہو وکذا یضم الی راس المال ما
یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما واعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملائی جاوے راس المال کے طرف وہ چیز جو راس المال
مین موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اوسکے ملانیکی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھہ ملانیکا کذا فی
النہایہ حصہ زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا لایضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے
راس المال کے ساتھہ بیع المرابحہ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ہم کتاب المرابحہ مین مذکور ہوچکا کہ ملانے مین عادت
تجار کا اعتبار ہے تو اگر مضارب مضارف کی ملانیکی عادت ہو تو ملاوے اور نہین تو نہین مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین وشری
بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقدہما لبائع العبد غرم المضارب نصف الربح ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار
درہم سے کپڑے کے تہان خرید کئے اور اونکو دو ہزار درہم سے بیچا اور اون دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دونون ہزار مضارب کے ہاتھہ مین تلف ہوگئے
بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے وجہ جب کہ
مال ایکہزار سے دو ہزار ہوگیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو مضارب کو اوس مین سے پانسو پہنچے پھر جب دو ہزار کو
غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہوگیا دونون مین تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیان مالک کی ہوئین پھر جب دو ہزار تلف ہوگئے قبل
ادای ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اوسکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنے پانسو اور تین چوتھائیان مالک پر یعنے
ڈیڑہ ہزار ویصیر ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ

قولہ بس اگر مال کوفہ مین یا ملا کیا وہ اہل بصرہ کے ہو اور کوفہ مین مسافر آیا ہو تو اوسکو نفقہ نہین ملیگا ۱۲

اِلّا اور چوتھائی غلام ملوک مضارب کا تابع ہو جائیگا مضاربت کے مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اوسپر ہوا اور مضاربت کا مال امانت ہوا اور تاوان
امانت میں تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں ہم خلاصہ یہ ہو کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ
کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب عدم تنافی کذا فی المسد ورأس المالِ جمیع ما دفع المالک وہو الفٌ
وخمسمائۃ اور راس المال یعنے وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے ہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیئے یعنی جس سے کپڑا خریدا ہوا تھا پھر ڈیڑھ
ہزار دیئے ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایہ ویکون رابحۃ للمضارب فی بیع العبد علی الالفین فقط لانہ شراہ بہما ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو
ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کریگا اسواسطے کہ اوسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہم یعنی لیکن یہ نکہو کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار
واقع ہوئی تو اوسکو تاوان کو ملا دیگا یہ سبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع العبد بضعفہما باربعۃ الاف فحصتہا
ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بکا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار سے ہوگا
کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنے ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف فیما اذا راس المالِ الفان وخمسمائۃ اور منجملہ تین ہزار کے پانسو نفع
مالک اور مضارب میں تقسیم ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے ہم یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکلیگے تو پانسو باقی رہیگے وہی نفع
ہے وہ دونوں میں بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المالِ بالفٍ عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ و
قد جاز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اوسکی بیع بطور مرابحہ
پانسو کر یگا اور اسیطرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا کہ
مالک کی خرید اوسکا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحہ نکریگا مگر پانسو سے اسواسطے کہ یہ مالک کی مضاربت
ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ اوسکا وکیل ہے تو ہرچند یہ بیع مذکور جائز ہے لیکن اوسکا شبہہ عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر
تو اقل ثمنین کا اعتبار کرنا چاہیئے کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثۃ ارباع الفداء علی
المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکیہما اور اگر مضاربت کے ہزار درہم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اوس غلام نے ایک مرد کو خطا
مار ڈالا تو فدا کی غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اوسکی مضارب پر دونوں کی ملک کے بموجب ہم یہ صورتیں جب ہیں کہ مالک اور مضارب غلام
قاتل کا دینا اولیاء مقتول کو قبول نکریں اور خون بہا دینا قبول کریں مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام فعل دو ہزار کا
نصف نفع مضارب کا ٹھیرا یعنی پانسو اور وہ چہارم دو ہزار کا والعبد یخدم المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی
کما مرّ اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب نکلجانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب بعلت منافات یعنی
اور مضاربت میں تباین ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم وجہ خروج یہ ہے کہ حکم قاضی تقسیم فدیہ متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتفی ہو جاتی ہے قسمت سے کذا
فی المسد شرح ... ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فله ذلک لتوہم الربح حینئذ اور اگر مالک غلام کا دیڈالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے
تو یہ اسکو جائز ہے بسبب وہم نفع کے اس وقت میں ہم اس علت کا محل وہ ہے جسمیں غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہاں تو قیمت دو ہزار ہے تو یہاں نفع
ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشتری بالفہا عبدا وہلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک للمضارب
الفا اخریٰ ثم وثم ای کلما ہلک دفع اخریٰ الی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایکہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اوسکا تلف ہو گیا قبل ادا کرنے بائع کے
تو مضارب پر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دیگا پھر اور دیگا اور دیگا یعنی جتنی بار ثمن تلف ہو جاوے ہزار
ہزار دیا کریگا ... وراس المالِ جمیع ما دفع اور راس المال کل مال مدفوع ہے ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر تین بار دیا تو تین ہزار
... تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جب تک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچیگا لیکن بیع مرابحہ ہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا

مستیفاءٍ لکمانیۃٍ بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفاء ہے نہ قبضہ امانت کا ہم حاصل مقام یہہ ہے کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خریدنے کے پھر ثمن ہلاک ہو گیا تو رجوع نہین لینے مالک سے دوبارہ نہین لیسکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اوسکو ثمن دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہے اسواسطے کہ بدفوع قبل شرا امانت ہے اوسکے ہاتھہ مین تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع ہے پھر رجوع نہین تو شارح کا قول مصورت پر محمول ہے جب کہ موکل نے ثمن قبل خریدنے دیا اسواسطے کہ بعد شراکے دینے مین تو صلا رجوع نہین تلف ہو نیکے بعد کذا فی الطحاوی ومن معہ الفان فقال للمالک دفعت الی الفا وربحت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکرہ اصلا مضارب کے پاس دو ہزار ہین سواوسنے مالک سے کہا کہ تو نے مجھکو ہزار دیے اور مین نے نفع مین ایک ہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ مین نے تجھکو دو ہزار دیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض مین قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبضہ کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اوسکے ساتھہ یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتھہ نفع کی بھی مقدار مین خلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار مین اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اوسکے معین کر دینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اوسیکا قول مقبول ہوگا ہم مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے مین نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال مین مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وایہما اقام البینۃ تقبل اور مالک اور مضارب مین سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاماہا فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی مین اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی مین یعنے اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بکونہ فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلذا قال معہ الف فقال ہی مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک ہی بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کی خلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر خلاف صفت مین ہوگا تو مالک کا قول مقبول ہوگا تو ایسا ہی مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہین سواوسنے کہا کہ وہ میرے پاس بنصف النصف مضاربت کے طور پر ہین اور مضارب نے ہزار منفعت مین حاصل کیے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہین نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک ینکرہ اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہین یا ودیعت ہین یا مضاربت ہین تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان سے اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے ہم جب اوسنے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھیرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھیریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت مین اوس کا انکار ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر بجای مضارب اضع یہ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت مین مالک اور واضع یہ دونون عدم مضاربت پر متفق ہین واما لو ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ منکر ہے اداکا اور دونون مین سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم دعوی مضاربت مین ضمان کا انکار ہے اسواسطے کہ بارہا مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے ولو اقاما فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ اونمین زیادہ تر اثبات ہے ہم زیادت اثبات کی وجہ یہہ ہے کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص

فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعویٰ کرے اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے تو مضارب کا
قول مقبول ہے بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کو کہ اطلاق کی یہ صورت ہو کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجھکو تری اور خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی
اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے اسطرح کہ میں نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت میں
عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکو مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص ولو ادعی کل نوعا فالقول
للمالک والبینۃ للمضارب لیقیمہا علی صحۃ تصرفہ وبلزوم نفی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعویٰ کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور
گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنی تصرف کی صحت پر اور اسکو نفی تاوان لازم ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا
ہو تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے واسطے عنایہ میں جواب اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی
لایا ہے اور جب اوسکا تصرف صحیح ہوا تو اوسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات قضی بالمتأخرۃ والا فبینۃ المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت
بیان کیا تو بینۂ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو بینہ مالک پر ہم بینۂ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم توقیت کی تحت
میں دو صورتیں ہیں ایک یہہ کہ مطلقا وقت بیان نہو دوسری یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے دفع الوصی مال
الصغیر الی نفسہ مضاربۃ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا یجعل الوصی لنفسہ من الربح اکثر مما یجعل لامثالہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ
وصی نے یتیم کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اوس سے زیادہ نفع
نہ ٹھیراوے جو اپنے مثل ون کیواسطے ٹھیراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح میں ہے وفیہا مات المضارب ولم یوجد مال المضاربۃ فیما خلفہ عاد
دینا فی ترکتہ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اوس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھیرےگا اوسکے
ترکہ میں ہم اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجاوے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اوسپر دین ثابت
ہوگا اوسکے ترکہ میں اسلئے کہ وہ تجہیل یعنی بیان نکر دینے سے مستہلک ٹھیرا اور اگر میت کے وارث ہلاکی مال کا دعویٰ کریں یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم
کرچکا ہے تو انکی تصدیق نہوگی کذا فی الخلاصۃ اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ میں آویگا وفی الاختیار دفع المضارب شیئا للعاشر لیکف عنہ ضمن
لانہ لیس من امور التجارۃ لکن صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانما یقصد بہ الاصلاح وعلیہ یخرج
اخذ الوصی یعنی اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال بطریق رشوت کے عاشر کو دیدے پرمٹ والیکو تا وہ اوس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسلئے
کہ عشر کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان مصرح ہے ہمارے زمانہ میں صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہیں
اسلئے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہیں اور عنقریب آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر میں وفیہ لو اشتری بالمال متاعا فقال
انا امسکہ حتی اجد ربحا کثیرا واراد المالک بیعہ فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ لعملہ باجر کما مر الا ان یقول المالک اعطیک راس
المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب
بولا کہ میں اسکو رکھ چھوڑونگا یہانتک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اوسکی بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اوسکی بیع پر
اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم درپیش ہے چنانچہ مذکور ہوچکا مگر یہ کہ مضارب سے مالک کہے کہ میں تجھکو راس المال اور تیرا حصہ نفع کا
دونگا تو مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفی البزازیۃ دفع الیہ الفا نصفہا ہبۃ ونصفہا مضاربۃ فہلکت یضمن حصۃ
الہبۃ لانہا فاسدۃ اور بزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف ہوگئی ہزار درم تو مضارب پر
حصۂ ہبہ کا تاوان لازم آویگا انتہے کلام البزازیہ ہم حصۂ مضاربت کی ہلاکی میں اسواسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور حصۂ ہبہ میں اسواسطے تاوان
ہے کہ ہبہ فاسد ہے اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ میں تو موہوب لہ اوسکا مالک نہ ٹھیرا تو اوسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا

لانی المضمر بتہ لانّہا امانۃ ولانی الھبۃ لانّہا فاسدۃ وھی تملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کما سیجئ فلانہما ان ذہبا وبہ یفرق قول نوم
ہے وادعہ عشرا علی ان خمسۃ لہ ھبۃ فاستہلک الخمس عشرۃ مین کہتا ہون قول مفتی بہ یہہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ مین مطلقا تاوان نہین ہے
یعنا اسواسطے کہ وہ امانت ہو اور ہبہ مین اسواسطے کہ ہبہ فاسد ہے اور وہ مملوک ہوجاتی ہی قبض کرلینے سے بنابر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان
آوے گا کتاب الہبۃ مین تو ہبہ فاسدہ مین تاوان نہین اور بموجب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہی وہبانیہ کا یہہ قول اور ودیعت رکھوایک شخص کے پاس درم
اسطرح پرکہ پانچ اونمین سے ہبہ ہین سواوس نے پانچ تلف کرڈالے تو تاوان آوے شرنبلالی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیئے اور کہا انمین
پانچ تجھکو ہبہ ہین اور پانچ تیرے پاس ودیعت ہین سو قابض نے اونمین سے پانچ تلف کرڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہوگئے تو قابض ساڑہے سات درم تاوان دے اسواسطے
کہ ہبہ سو ہبہ مضمون ہین قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہی محتمل القسمۃ مین اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درم اوسنے تلف کرڈالے اونمین سے نصف ہبہ مین اور
نصف امانت اور یہہ مسئلہ مبنی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الحطاوی مختصرا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الایداع

یہہ کتاب ہی ودیعت کے مسائل مین لاخفاء فی اشتراکہ مع ماقبلہ فی الحکم وھو الامانۃ پوشیدگی نہین ایداع کے مشترک ہونیمین اوسکی ماقبل کی کتاب کے ساتھہ حکم
مین یعنی امانت ہونیمین ایداع اور مضاربت مشترک ہین دونون لہذا مضاربت کے بعد مصنف ایداع کو لایا ھو لغۃ من الودع ای الترک ایداع لغت مین ودع سے
ترک سی یعنی ایداع لغت مین عبارت ہی تسلیط غیر کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد ہی مثلا زید نے اپنا مال خالد کے پاس
ودیعت رکہا تو زید مودع اور مستودع ہی بکسر دال اور خالد مودَع اور مستودَع ہے بفتح دال اور منتقی مین ہے کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہے اور خیانت
باعث شقاوت کونین حدیث مین وارد ہی کہ امانت دار کے مالداری کو کھینچ لاتی ہی اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہی روایت ہی کہ جب زلیخا محتاج اور
اندھی ہوگئی یوسف علیہ السلام کے غم مین تو ایکروز راہ مین کھڑی ہوکر پکاری کہ ای بادشاہ میری بات سن یوسف علیہ السلام کھڑے ہوگئے زلیخا بولی کہ امانت نے
مملوک کو بجای ملک کر دیا اور خیانت نے ملک کو بجای مملوک کردیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہہ کون ہی لوگون نے کہا زلیخا ہے حضرت نے ازراہ ترحم اوس سے نکاح
کرلیا کذا فی الہامش وشرعا تسلیط الغیر علی حفظ مالہ صریحا او دلالۃ کان انفتق زق رجل فاخذہ رجل بغیبۃ مالکہ ثم ترکہ ضمن
لانہ بھذا الاخذ التزم حفظہ دلالۃ تجر اور اصطلاح شرع مین ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہی اپنے مال کی حفاظت پر صریحا تسلیط ہو یا دلالۃ چنانچہ ایک مرد
کی مشک پھٹ گئی سو دوسرے مرد نے اوسکو مالک کی غیبت مین اوٹھا لیا پھر اوسکو چھوڑ دیا تو اوسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اوسنے اوسکی حفاظت
لازم پکڑلی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر اس صورت مین تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہہ ہو کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہی اور اوسکی حفاظت پر
مددگاری کو پسند کرتا ہی تو گویا مالک نے اوسکو نگہبانی کا امر کردیا منح الغفار مین ہی محیط سی اور اگر وہ مرد مشک لیگا اور اوسکے قریب نہ جائیگا تو اوسپر تاوان نہین
اور اگر مالک موجود رہیگا تو بھی دونون صورتون مین تاوان نہین یعنے اخذ اور عدم اخذ مین والودیعۃ ماتترک عند الامین اور ودیعت وہ چیز ہی
جو امین کے پاس چھوڑ دیجای یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکھی جای تو اس قید سی عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سی اسواسطے کہ عاریت مین حفاظت اور
انتفاع دونون ہین کذا فی البرجندی وھی اخص من الامانۃ لما حققہ المصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیعت خاص تر ہی امانت سی چنانچہ مصنف
وغیرہ نی اسکی تحقیق بیان کی ہے عام وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہہ ہی کہ امانت اوس کا نام ہی جو غیر مضمون ہو یعنی اوسکا تاوان لازم نہو تو یہہ
شامل ہے اون سب صورتون کو جنمین ضمان نہین ہی چنانچہ عاریت اور اجارہ کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصی لہ کے پاس ہو غیر
ذلک اور ودیعت وہ ہی جو ایجاب اور قبول سے حفاظت کیواسطے رکھی جای تو دونون مین تغایر ہوا عموم اور خصوص کا عموم اور خصوص کی یہہ وجہ بھی ہی
کہ ودیعت وہ شی ہی جو امانت ہو اور مالک کے استحفاظ سی غیر کے پاس قصدا اور امانت گاہی بلا قصد بھی ہوتی ہے اور ودیعت عقد سے ہوتی ہی اور امانت
عام ہی تو امانت منفرد ہی اس صورت مین کہ ہوا نے کپڑا اوڑا کر ایک آدمی کی گود مین ڈالدیا اور حکم ودیعت کا یہہ ہی کہ اعادہ دالی الوفاق سے ضمان لازم نہین ہوتا
برخلاف امانت کے کذا فی الطحاوی ورکنہا الایجاب صریحا کاودعتک او کنایۃ کقولہ لرجل اعطنی الف درہم او اعطنی ھذا الثوب مثلا
کہ ہیں بعض اوقات وفاق منفرد ہوتا ہی ۱۲

فقال اعطیتك كان وديعة تجرلان الاعطاء يحتمل الهبة لكن الوديعة ادنى وهو متيقن فصار كناية اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحا
ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے پاس ودیعت رکہی خواہ کنایۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجہکو ہزار درم دو یا یہہ کپڑا
مثلا مجہکو دو سو اوس نے کہا کہ میں نے تجہکو دئیے تو یہہ ودیعت ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونوں کا احتمال رکہتا ہے لیکن ودیعت کمتر
چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہہ کنایہ ٹہرا ایجاب ودیعت کا اور کنایہ سے یہان یہہ مراد نہیں کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کے طرف بلکہ یہان کنایہ سے یہہ
مراد ہے کہ جو ایک شئ اور غیر شئ دونوں کا احتمال رکہے چنانچہ کنایۂ طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلا کما لو وضع ثوبه بین یدی رجل ولم یقل
شیئا فهو ایداع یا ایجاب قولی نہیں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک شخص کے آگے رکہدیا اور کچہہ نہ بولا تو یہہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے مفتاح
میں ہے کہ اپنی کتابیں ایک قوم کے آگے رکہدین پہر وہ لوگ اسکو چہوڑکر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا درصورت تلف ہو جانیکے اور اگر ایک ایک باقی رہا
اور تہا تو پیچہلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہو گیا تو ضمان کیواسطے بہی مخصوص ہو گیا انتہی تو یہہ ایجاب اور قبول دونون
فعلی ٹہرے والقبول من المودع صریحا کقبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہا کہ میں نے ودیعت
قبول کیا او دلالة کما لو سکت عند وضعه فانه قبول دلالة کوضع ثیابه فی حمام بمرأی من الثیابی وکقوله لرب الخان این اربطها فقال
هناك كان ايداعا خانیه یا قبول باعتبار دلالت حال کے ہو چنانچہ اگر چپ رہا اوسکے رکہنے کے وقت تو یہہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے
ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکہنا حمام میں کپڑون کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا سرا فرخانہ کے مالک اور مہتمم سے کہ کہان اپنا گہوڑا باندہون
سو اوس نے کہا وہان تو یہہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ ہر اس صورت میں ایجاب اور قبول دونون دلالۃ ہیں وهذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق
الامانة فيتم بالايجاب وحده حتى لو قال للغاصب اودعتك المغصوب برئ عن الضمان وان لم يقبل اختيار اور یہہ ایجاب اور قبول
رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق میں ہے اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب پر تمام ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ میں نے مال مغصوب کو تیرے
پاس ودیعت رکہا تو غاصب تاوان سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب نے اسکو قبول نہ کیا کذا فی الاختیار ہر حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول کا حال
سکوت اور رد دونون کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وشرطها کون المال قابلا لاثبات الید علیه فلو اودع الآبق او الطیر فی الهواء لم یضمن
اور ودیعت کی شرط یہی ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گریختہ کو یا پرندہ کو ہوا میں ودیعت رکہا تو تاوان لازم نہوگا یعنی اسواسطے کہ یہہ
ایداع صحیح نہیں اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفا شرط لوجوب الحفظ علیه فلو اودع صبیا فاستهلکها لم یضمن
ولو عبدا محجورا ضمن بعد عتقه اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہہ شرط ہے واسطے نگہبانی واجب ہونیکی تو اگر ودیعت رکہی صغیر کے پاس سو اوس نے
وہ چیز تلف کر ڈالی تو اوس پر تاوان نہیں اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکہی تو اوسپر تاوان آویگا اوسکے آزاد ہونیکے بعد یعنی بشرط اسکے
بالغ ہونیکے وهی امانة هذا حکمها مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولها اور ودیعت امانت ہے یہہ حکم ہے ودیعت
ساتہہ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادای ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہر ادای ودیعت عند الطلب
واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنیکو تو اوس وقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی میں ہے فلا تضمن
بالهلاك الا اذا كانت الوديعة باجر اشباه معزيا للزيلعي جب ودیعت امانت ٹہری تو اوسکے تلف ہو جانیسے تاوان نہیں مگر جبکہ
ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ میں ہے زیلعی سے منقول ہے زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہہ اسکی یون بیان کی ہے کہ جو اجرت پر حفظ ودیعت کا عقد
بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحطاوی مطلقا سواء امکن التحرز عنه ام لا هلك معها شئ ام لا لحدیث الدار قطنی لیس علی المستعیر
غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقا ضمان نہیں خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہو کوئی جز ودیعت کے ساتہہ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دار قطنی
کہ ودیعت قبول کرنیوالے غیر خائن پر تاوان نہیں واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل به یفتی خلاصه وصدر الشریعة

اور تاوان کا شرط کر لینا امانتدار پر جیسا کہ حمامی اور مسافرخانے والے پر باطل ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظها
بنفسه وعياله كماله اور ودیعت قبول کرنیوالے کو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنی عیال سے اپنے مال کیطرح وهم من يسكن
معه حقيقة او حكما لا من يمونه اور وہ یعنی مستودع کی عیال وہ لوگ ہین جو اوسکے ساتھ رہتے ہون حقیقۃ یا حکما نہ وہ لوگ اوسکی عیال ہین جنکو
وہ نفقہ دیتا ہو هم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اوسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین
مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اوس اجنبی کو دی جو اوسکے ساتھ رہتا ہی تو اوس پر تاوان لازم نہوگا خلاصہ مین
ہی کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نپایا تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانیسے دوسرے کے ہاتھ
مین گھر کو نہین کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعها لولده المميز و زوجته ولا يسكن معهما ولا ينفق عليهما لم يضمن خلاصہ تو اگر امانتدار نے
اپنی ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونون کے ساتھ نہین رہتا اور اونکو نفقہ نہین دیتا تو اوسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصۃ هم
یہہ تفریع ہی سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون مگر وہ دونون درحکم مسکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم
ہی غلام کا لیکن ولد مین یہہ شرط ہی کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی وكذا لو دفعها لزوجها لان العبرة للمساكنة لا للنفقة وقيل
يعتبران معا یعنی اوسیطرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوجکو ودیعت غیر شخص کی دی اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہی نہ نفقہ دینے کا اور قول
ضعیف یہہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط كونه اى من فی عياله امينا فلو علم خيانته
ضمن خلاصہ اور اوسکی عیال کا امانتدار ہونا شرط ہی رفع وصیت مین تو اگر اونمین سے کسیکی خیانت اور دغابازی معلوم ہوا اور پھر اوسکو ودیعت
غیر کی سپرد کری تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنی درصورت ہلاکی کذا فی الخلاصۃ هم دو صورتون مین تاوان نہین جب کہ امانتدار اوسکے معلوم ہوا ور جب بطلق
اوسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فی عياله الدفع لمن فی عياله اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہی اوسکو جائز ہی دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نهاه عن الدفع الى بعض
من فی عياله فدفع ان وجد بدا منه بان كان له عيال غيره ابن ملك ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اوسکی بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر
اوسنے اوسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اوسکو اوسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اوسکی عیال مین سوای اوس شخص کے اور شخص بہی ہو کذا ذکرہ ابن ملک
تو اوسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اوسکے سوا دوسرا شخص اوسکی عیال مین نہو تو اوسکے دینے سے تاوان نہ آویگا وان حفظها بغيرهم ضمن وعن محمد
ان حفظها بمن يحفظ ماله كوكيله وماذونه وشريكه مفاوضة وعنانا جاز وعليه الفتوى ابن ملك واعتمده ابن الكمال وغيره واقره
المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوای اپنی عیال کے تو اوسپر تاوان آویگا اور محمد سے روایت یہہ ہی کہ اگر حفاظت
کروائی اون لوگون سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہی جیسا کہ اوسکا وکیل اور غلام ماذون اور اوسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہی
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہی اس پر ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح مین اور اوسکے سوا اور علما نے بہی اسی قول پر اعتماد
کیا ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی هم بحاریہ مین یہہ فتوی تمرتاشی کیطرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوانی کے طرف
کی ہی ولهذا التحفہ مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اوسطرح حفاظت کری جیسے اپنے مال کی حفاظت
کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا خاف الحرق او الغرق وكان غالبا محيطا فلو غير محيط ضمن فسلمها الى جاره او الى فلك فغیر عیال کے دینے
مین تاوان ہے مگر جب کہ مستودع آگ کی جلانے سے یا پانی کے غرق کرنیسے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہو
سو اوس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والون کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان
اوس پر آویگا هم حموی نے کہا یہہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مین ہو جسکو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہی جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو
کذا فی الطحطاوی الا اذا امكنه دفعها لمن فی عياله او القاها فوقعت فی البحر ابتداء او بالتدحرج ضمن یعنی خوف حرق یا غرق مین تاوان

نہیں مگر جب مستودع کا اس حالت میں اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اوس نے نا سپرد کیا یہانتک کہ وہ پہلے سے دریا میں گر پڑی
یا ہلاک کر کر پڑی تو ضامن ہوگا تاوان آویگا کہ اپنے گرنے میں پینے واسطے کہ اوسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا کافی اذا قال ای المالک لم تجاوز ای
تلک اخرجتہا من علیہ و توجہ الی الحریست ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دیکر کا ملنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی میں رکھدینے کا
دعوی کیا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوئی بشرطیکہ اوسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہوا اور اسیطرح وقوع غرق دریافت ہو ولا یقبل وقوع الحریق فی
دارہ لا یصدق الا ببینۃ تحصل بین کلامی الخلاصۃ والہدایۃ التوفیق وباللہ التوفیق اور اگر اوسکے گھر میں وقوع آتش کی معلوم
نہو تو اوسکے قول کی تصدیق نہو گی مگر گواہوں سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہو گئی یعنی خلاف زائل ہوگیا اور
خدا ہی کیجانب سے توفیق ہے خیر کی ہم خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش اوسکے گھر میں معلوم ہو تو اوسکا قول مقبول ہے اور نہیں تو
مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اوسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہے تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونوں
عبارتوں کا اختلاف رفع ہوا ہے اور تبیین و ذخیرہ میں منقول ہے مستغرق ولو منعہ الودیعۃ ظلماً لعدد طلبہ لم یرد ودیعتہ فلو اخذھا الیہ
لم یقبض ابن مالک بنفسہ ولو حکما لو کیلہ خلاف دعواہ ولو بعلامۃ منہ علی الظاہر فادعا علی تسلیمہا اقتیس و اگر مستودع نے مالک کو
ودیعت دینے سے انکار ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے ودیعت کی بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حقیقتاً ہو چاہے اوسکے وکیل کی طلبگاری ہو حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت
قادر ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کے طرف او سنے ایسا ایسے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ ہوگا اور کہا ابن ملک نے خلاف حاکم
یعنی اگر مالک کا دوستدار طلب ودیعت کرے تو اوسکے نہ دینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کیجانب سے کسی نشانی کا دینا ہو جو ظاہر اردا تہ ہے ولا بان کان
عاجزا وخاف علی نفسہ او مالہ بان کان مدفوناً معہا ابن ملک لا یضمن بطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو بایں طور کہ عاجز ہو یا اپنی
جان یا مال پر اس طرح کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان نہ ہوگا جیسے طلبگاری ظالم بدنقا کی کہ نہ دینے میں
تاوان نہیں ہم محیط میں ہے کہ اگر ایام فتنہ و فساد میں ودیعت مانگی اور اوس نے کہا کہ میں اس وقت میں اوسپر قادر نہیں ہوں اسواسطے کہ وہ دور ہی پڑی ہے وقت
تنگ ہے پھر اوسکے طرف تاخیر ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو تاوان نہیں اور اوسکا قول مقبول ہے انتہے تاکہ ظالم کی صورت یہ ہے
کہ مالک اپنی ودیعت مانگے ظلم کرنیکے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسیطرح اگر ظالم نے غلام
ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگی تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولے کا ہو کذا فی البحر فلو کانت الودیعۃ سیفاً اراد
صاحبہ ان یاخذ لیضرب بہ رجلا ظلماً للمنع الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرای الاول وانہ ینتفع بہ علی وجہ مباح جوہرہ تو اگر ودیعت
تلوار ہو مالک اوسکا چاہتا ہو کہ اوسکو لیکر کسی مرد کو اوس کو ناحق قتل کرے تو اوسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہے جہاں تک اوسکو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنی
قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امراۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بالہ قبض
مہرھا منہ فلہ منعہا لئلا یذہب حق الزوج خانیہ چنانچہ عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جسمیں عورت کا اقرار ہے خاوند کے مال کا یا مہر لینے کا
تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنہ ای من الظلم ما لو مات ای منع المودع مجہلاً فانہ
یضمن بتصییرہا دینا فی ترکتہ اور بجملہ منع ناحق سے یہ ہے کہ مستودع کا بلا بیان ودیعت مر جاوے تو اوسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکور دین ہو جائیگی اوسکے ترکہ
میں ہم جب اوسنے بیان کر دیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو دستبردار نہ ہوا اس تجہیل اور عدم بیان ہو لہذا تاوان اوسپر لازم ہے الا
اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جب کہ معلوم ہو جائے کہ میرا وارث اوس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا
علمتہا وانکر الطالب ان فسرھا وقال ھی کذا وانا علمتہا وھلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور
طالب ودیعت کا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہوا اور میں اوسکو جانتا تھا اور وہ تلف ہو گئی تو وارث کی تصدیق

ہوگی یعنے مورث پر تاوان نہ آویگا هذا وما لو كانت عنده سواها الا فی مسئلة وهی ان الوارث اذا دل السارق علی الودیعة لا یضمن ولو المودع
اذا دل ضمن خلاصہ یہہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم ضمان میں درصورت عدم تعدی مگر ایک مسئلہ میں
برابر نہیں اور وہ مسئلہ یہہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتادے تو اوسپر تاوان نہیں اور ودیعت کا قبول کرنیوالا جب سارق کو بتادیگا تو تاوان
دیگا کذا فی الخلاصة الا اذا منعه من الاخذ حال الاخذ مگر جب کہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اوسنے
ودیعت سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اوسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اوس پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن الخلاصة
کما فی سائر الامانات فانها تنقلب مضمونة بالموت عن تجهیل کشریك ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہوجاتی
ہیں یعنے اون کا تاوان لازم ہوجاتا ہے امین کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند هم عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہے عام پر
الا فی عشر علی ما فی الاشباه مگر دس مسئلوں میں موت بلا بیان سے تاوان نہیں کذا فی الاشباہ منها ناظر اذا اودع غلات الوقف ثم مات مجهلا
فلا یضمن منجملہ مسائل عشرہ ایک یہہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مرگیا تو اوسپر تاوان نہیں
قید بالغلة لان الناظر لو مات مجهلا لمال البدل ضمنه اشباه ای لثمن الارض المستبدل له قلت فلعین الوقف بالاولی کالدراهم الموقوفة
علی القول بجوازه قاله المصنف واقره ابنه فی الزواهر وقید موته بحثا بالفجاءة فلو بمرض ونحوه ضمن لتمكنه من بیانها فكان مانعا لها ظلما
فیضمن ورده ما بحثه فی النفع الوسائل فتنبه مصنف نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاوے بلا بیان بدل وقف کے تو اوسپر
تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن میں کہتا ہوں تو عین وقف کی تجہیل سے بطریق اولے اوس پر تاوان ہوگا
چنانچہ دراہم وقفی کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا کچھہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور ثابت رکھا ہے اوسکو مصنف کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر شرح
اشباہ میں اور صاحب زواہر نے موت ناظر میں ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو
تو تجہیل سے تاوان اوسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھیرا تو تاوان دے اور صاحب زواہر نے اسکو رد کیا ہے
جس کی النفع الوسائل میں طرسوسی نے بحث کی ہے تو خبردار رہیو ہم مصنف کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف میں اور علامہ بیری نے
کہا غلات مسجد کی تجہیل میں تاوان نہیں اور غلات مستحقین کی تجہیل میں تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات مستحقین میں من حیث البحث یہہ تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور
اوس نے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اوسپر تاوان ہے اور نہیں تو یوں کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بین الناس اور نیتدار ہو تو تاوان نہیں
شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مرگیا تو ظالم تقصیر وار ٹھیرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اوسپر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی
کرتا تو بہتر وہی قول ہے جس پر مشائخ اعلام ہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنها قاض مات مجهلا لاموال الیتامی زاد فی الاشباه عند من
اودعها ولا بد منه لانه لو وضعها فی بیته ومات مجهلا ضمن لانه مودع بخلاف ما لو اودع غیره لان للقاضی ولایة ایداع مال
الیتیم علی المعتمد كما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور ازانجملہ یہہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مرگیا اشباہ میں یہہ قید زیادہ ہے کہ قاضی
اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اوسنے ودیعت رکھا اور یہہ قید ضروری ہے اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مرجاوے
تو اوسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اس صورت کے کہ اوسنے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اسواسطے کہ قاضی کو ایداع مال
یتیم کی ولایت ہے بر قول معتمد کذا فی تنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ومنها سلطان اودع بعض الغنیمة عند غاز ثم مات مجهلا
اور ازانجملہ یہہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہیں هم اور ازانجملہ وصی ہے
جب کہ بلا بیان مرجاوے اور ازانجملہ باپ ہے جب کہ بلا بیان مال صغیر مرجاوے اور ازانجملہ وارث ہے جب کہ بلا بیان مرجاوے کہ اوسنے مورث کی پاس کیا ودیعت رکھا
تھا اور ازانجملہ اوس شخص کی موت بلا بیان ہے جسکے گھر میں آندھی سے اوڑکر کوئی چیز گر پڑی اور ازانجملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اوسکے

اوسکے گھر مین کوئی چیز ودیعت رکھی اور ازانجملہ موت صغیر ہے بلا بیان ودیعت غیر کے سوا ان مین تاوان نہین امین پر کذا فی
الحاوی من الاشباہ ۔ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ
ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت واذا لم یحتسبوہا بقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ
اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہیں ہے مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اسواسطے کہ مصنف نے اپنی شرح مین یہان یعنی کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ
مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہی ہے کہ شریک مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اسکے مخالف
قول غلط ہے مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہے تو مستثنی نو مسئلے باقی رہ گئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی صاحب
اشباہ نے دس مسئلے مستثنے کیے تھے جن مین امین کی موت بلا بیان سے تاوان نہین آتا اور منجملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بھی تہا مگر جب شریک پر ضمان حق
ٹھیرا تو فقط نو مسئلے مستثنے باقی رہ گئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ الوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الحاکم ووصیہ ووصی القاضی ووصیۃ حین
المحجورین لان الحجر یشمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل مذکورہ
نو مسئلے اور زیادہ کیے ہین یعنے دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور ہر شخص مجورین ہے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہے کیونکہ
حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے جو نکہ صغیر اشباہ میں مذکور ہے تو مجورین چہہ شخص باقی
رہگئے والمعتوہ کصبی لو بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہد انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل
صغیر کے مانند ہے اور اگر صغیر بالغ ہوئے پھر بلا بیان مرجاوے تو اوسپر ضمان نہین مگر جب کہ گواہ یہہ گواہی دین کہ ودیعت اوسکے ہاتہہ مین تھی بعد اوسکے بالغ
ہو جانیکے بسبب دور ہو جانے مانع ضمان کے یعنے طفلی نرہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما قبل البلوغ
فلا فانہ ضمینا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہون یعنے ماذون فی التجارۃ ہون کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون قبل
ودیعت میں کما فی الوجیز پہر دونون مرجاوین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو ان پر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز جامع سے جامع کبیر مراد ہے
اور وجیز نام ہے اوسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم عاطفا علی بیتی الوہبانیۃ بیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنی مسئلے انیس ہو گئے
ہیں گواور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی یہ ہین ہ وکل امین مات والعین تحصر + وما وجدت عینا فذا بالتصیر
سوی متولی الوقف ثم مفاوض + ومودع مال الغنم وہو المؤمر + اور وہ چاروں بیتین یہہ ہین کہ ہر امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تہا
اور جو امانت کہ اوسکے پاس تہین اوس شخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہو جاتی ہے اوسکے متروکہ مین سوا متولی وقف کے پہر سوا شریک مفاوض کے
اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے ہم مذکور ہو چکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہے ہ وصاحبیہم
دار القاضی الربہ مثل ما + لو القاہ ملاک بہا لیس یشعر + کذا والد الجد والقاضی ووصیہم + جمیعا ومجور کوارث یسطر + اور وہ صاحب خانہ
جسکے گھر مین ہوا نے کچہہ ڈالدیا مانند اوس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر مین ڈالدیا اور صاحب خانہ اوسکی خبر نہین اسیطرح والد اور دادا اور
قاضی اور ان سب تینون کے وصی اور شخص مجور التصرف پہر لحد اسکے وارث مرقوم ہے ہم مجور الانواع سبعۂ مذکورہ کو شامل ہے تو یہہ سب اشخاص امین
ہین جنکی موت بلا بیان سے تاوان نہین آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز
الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف بحیث ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسیطرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتہہ ہم جنس ودیعت
یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اسطرح پر کہ ودیعت جدا نہین ہو سکتی مگر مشقت سے
چنانچہ گیہون کا ملانا جو کے ساتہہ اور کہرے درمون کا ملانا کہوٹے درمون کے ساتہ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کر دینے
مودع کے ملا دینے سے ہم امام کے نزدیک خلط استہلاک ہے لہذا اوسپر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہون کے ساتہہ ہو خواہ
بطریق ممازجت کے ہو جیسے پانی پانی مین ملجاتا ہے

مثلاً بطور ممازجت کے ہو چنانچہ خلط الخ کا مانع ہے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکہ کا سرکہ سے لکن لا یباح تناولھا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت مخلوطہ کا تناول
اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے وصح الابراء اور صحیح ہے معاف کر دینا یعنے اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے اور اسکا حق عین اور
دین سے ساقط ہو گا ابرا سے کذا فی البحر ولو خلطہ بردی ضمنہ لانہ عیبہ وبعکسہ شریک لعدمہ مجتبی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا
تاوان دے یہ اسواسطے کہ اوس نے اسکو عیبدار کر دیا اور اسکے برعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہونے
عیب کے کذا فی المجتبی ولو باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کا ساتھ
مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت مل جاے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درموں کی پھٹ گئی اور ودیعت
درم مودع کے درموں کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھیرینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطہا غیر المودع ضمن الخالط
ولو صغیرا ولا یضمن ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے
باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی الخلاصہ ولو انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی خلطا لا یتمیز معہ ضمن الکل لخلط مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت
خرچ کر ڈالی سو برابر اوسکے پھیر دی پھر اوسکو باقی ودیعت کے ساتھ اسطرح ملایا کہ باقی علحدہ نہیں ہو سکتی اوس خلط کرنیکے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان
اوسپر لازم ہو گا بسبب مخلوط کرنے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ ہم ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنیکے سبب سے اور بعض باقی کا خلط
کرنیسے تو وہ متعدی ہوا انفاق سے اور جو اوس نے پھیر دیا وہ اوسکی ملک پر باقی ہے کذا فی البحر فلو اتی القیمیا وانفق ولم یرد او اودع ودیعتین فانفق
احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اوس نے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اوسمیں اصل نہیں
کی یا اوسکے پاس دو ودیعتیں رکھی ہیں سو اوس نے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط اوتنا تاوان اوسپر ہے جتنا اوس نے خرچ کر ڈالا کذا فی المجتبے وھذا اذا لم یضرہ
التبعیض اور یہہ جو ضمان بقدر انفاق اسوقت ہے جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نکرتا ہو ہم یہہ مرتبط ہے انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق میں ہے
رد مثل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نکریگا تو فقط اوسی قدر کا ضامن ہو گا جتنا اوس نے صرف کیا اسواسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اسمیں کچھہ عیب نہیں
لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہیں اسواسطے کہ گفتگو اسمیں ہے جب کہ ودیعت دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو لیکن اور میں نے یہہ
مصرح نہیں دیکھا کہ جب اوس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض مضر ہے کہ اوسمیں تمام کا تاوان ہے یا بقدر خرچ اور نقصان باقی کا تو اوسکی تحریر کرنا چاہیے
کذا فی الطحطاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا ورکب دابتہا واخذ بعضہا ثم رد عینہ الی یدہ حتی زال التعدی زال ما یؤدی
الی الضمان اور جب کہ اوس نے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اوسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی
اپنے قبض اور حفظ کے طرف یہاں تک کہ تعدی زائل ہو گئی تو وہ چیز دور ہو گئی جو تاوان کے طرف مودی ہے یعنی متعدی رد کرنے سے دور ہو گئی جو تاوان کی
موجب تھی اذا لم یکن من نیتہ العود الیہ اشباہ من شرط النیۃ رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جب کہ اوسکی نیت میں اوسکی طرف عود کرنے کا
ارادہ نہو چنانچہ اشباہ میں ہے شرط نیت کے بیان میں ہم تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اوتار رکہا اور اوسکا ارادہ یہہ ہے کہ اوسکو دن میں پھر پہنیگا
پھر وہ رات میں چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہو گا کذا فی الحمایات من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالا لم یبرآ لعملہما لانفسہما
بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارۃ او استیجار ومضارب ومستبضع وشریک عنانا او مفاوضۃ ومستعیر لرہن اشباہ
بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل کر دیں تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے اسواسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے
واسطے ہے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک مفاوضہ کے اور اوس شخص کے
جس نے کوئی چیز عاریت لی گرو رکہنے کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان کیواسطے پھر وہاں سے آگے بڑہ گیا
پھر اوسی مکان میں پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہو گا تو تاوان اوسپر لازم ہو گا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع کی تعدی کی یہہ صورت ہے کہ جس کپڑے کی

پہن گا وہ وکیل ہوا اسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہو گیا تو اوسپر تاوان نہیں اور وکیل استبار کی یہہ صورت ہی کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیئے تاکہ ایک
کپڑا اسکو کرایہ پر لے دی سو وکیل نے دوکان کے کرایہ مین دراہم دیئے پھر پہر لیئے بعینہا سو وہ تلف ہو گئے تو تاوان نہیں اور مستعیر رہن کی یہہ صورت ہی
کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اوسکو گرو رکہہ دے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اسکو گنتے مال پر جو اسکی
قیمت کے برابر ہو گرو رکہا پھر اوس نے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چہوڑا یہانتک کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہیں
اور اس مسئلہ مین یہہ شبہہ ضرور ہی کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکہو تو اگر تعدی کے بعد رہن رکھے گا اور وہ ضائع ہو گا تو اوسپر تاوان لازم ہو گا اور وہ
داخل ہو گا اوس مسئلہ مین جو متن مین مذکور ہے اور یہہ مسئلہ مستثنی ہی مسئلہ مستعیر سے جو متن مین مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے
كذا في البحر مختصرا والحاصل ان الامين اذا تعدى ثم ازاله لا يزول الضمان الا في هذه العشرة اور حاصل مقام یہہ ہے کہ امانتدار جب کہ
تعدی کرے پھر تعدی دور کری تو اوسپر تاوان زائل نہین مگران دس مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہے لان يده كيد المالك موضع پر بعد ازالہ تعدی
تاوان ہو اسطے نہیں کہ مودع کا ہاتہہ ادر قبضہ مالک کے قبضے کے مانند ہی طحطاوی نے کہا یہہ مسئلہ مسئلہ ودیعت کی جو متن میں مذکور ہے انتہی اور کسی
نسخہ مین یون ہے لان يده كيد المالك یعنے اسواسطے تاوان نہین کہ اشخاص مذکور کا قبض بمنزلہ مالک کے قبض کے ہے اور یہی نسخہ مناسب تام ہی واللہ
اعلم ولو كذبه في عوده للوفاق فالقول له وقيل للمودع عمادیہ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی میں تو اوسیکا قول یعنے مالک ہی کا
قول مقبول ہے اور بعضون نے کہا مودع یعنی امین کا قول مقبول ہی کذا في العمادية وبخلاف اقراره بعد جحوده اى جحود الايداع اور بخلاف اقرار کرنے
مودع کے انکار ایداع کے بعد یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اسطرح کہ مالک نے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا
اقرار کیا تو اوسپر تاوان لازم ہو گا لیکن چند شرطون کے بعد جنکو مصنف آگے بیان کریگا حتى لو ادعى هبة او بيعا لم يضمن خلاصة تو اگر مودع ہبہ
یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا في الخلاصہ یعنی درصورت تلف ودیعت اوس پر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوی سے وقيد بقوله بعد طلب
ربها ردها فلو سأله عن حالها فجحدها فهلكت لم يضمن نهر مصنف نے اقرار بعد انکار مین یہہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے
بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچہا کہ وہ کسطرح ہی سو اوس نے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اوسپر
تاوان نہین کذا في البحر وقيد بقوله ونقلها من مكانها وقت الانكار اى حال الجحود لانه لو لم ينقلها وقته فهلكت لم يضمن خلاصہ
اور مصنف نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اوسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت مین اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہان سے اوٹھا لیجائیگا
پھر وہ تلف ہو گئی تو اوسپر تاوان نہ ہو گا کذا في الخلاصہ عدم نقل حالت انکار پر صادق ہے کہ مطلقا نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو
طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہہ ہے کہ انکار کے زمانے مین اوس نے نقل ودیعت کی اور یہہ مراد نہین کہ وقت حقیقے انکار مین نقل
واقع ہوئی اسواسطے کہ یہہ صورت نادر الوجود ہی وقيد بقوله وكانت الوديعة منقولا لان العقار لا يضمن بالجحود عندهما
خلافا لمحمد في الاصح غصب الزيلعي اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہین انکار سے شیخین کے نزدیک
بخلاف محمد کے قول اصح مین کذا في كتاب الغصب من الزيلعي طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچہ حاجت نہ تھی وقيد بقوله
ولم يكن هناك من يخاف منه عليها فلو كان لم يضمن لانه من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہان یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہو جس کا
خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا سو اگر ایسا شخص ہو گا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا
بمنزلہ حفاظت اور نگہبانی کے ہی وقيد بقوله ولم يحضرها بعد جحودها لانه لو جحدها ثم احضرها فقال له ربها دعها وديعة فان
امكنه اخذها لم يضمن لانه ايداع جديد والا ضمنها لانه لم يتم الرد اختيار اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اوسکے انکار کے
مودع حاضر نکری اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اسکو حاضر کرے سو اوسکا مالک اوس سے کہے اوسکو چہوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے

تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اوسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ یہہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نکیا تو مودع پر
ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پہیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار وقیّدہ بقولہ لمالکہا لانہ لو جحدہا لغیرہ لم یضمن لانہ
من الحفظ اور قید لگائی مصنف نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرکے اقرار کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اوسپر
تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہے حاصل متن یہہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہین مگر سات شرطون سے تاوان
لازم آتا ہے ۱ شرط یہہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہہ کہ ودیعت کو نقل کر چکا ہو ۳ یہہ کہ زمانۂ انکار مین نقل ہوئی ہو ۴ یہہ کہ ودیعت منقولات
سے ہو ۵ یہہ کہ انکار کیوقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۶ یہہ کہ ودیعت کو انکار کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہہ کہ انکار مالک سے کیا
نہ غیر سے فاذا اجتمعت ہذہ الشروط ثم لم یبرأ باقرارہ الا بعقد جدید ولو جحدہا پر جب کہ یہہ شرطین پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے
بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین ہے ولو جحدہا ثم ادعی ردہا بعد ذلک
وبرہن حلیہ قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پہر دعوی کیا کہ اوسنے ودیعت کو پہیر دیا بعد اسکے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے
اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برہن انہ ردہا قبل الجحود وقال غلطت فی الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتہا قبل برہانہ جیسا کہ
اگر گواہ لایا کہ اوسنے ودیعت پہیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار راز راہ غلط کیا یا مین بہول گیا تہا یا مجہکو یہہ گمان تہا کہ مین ودیعت کو
دیچکا ہون تو برہان اوسکی مقبول ہوگی ولو ادعی ہلاکہا قبل جحودہا حلف المالک ما یعلم ذلک فان حلف ضمنہ وان نکل بری و
کذا العاریۃ منہاج اور اگر دعوی کیا ودیعت کے ہلاک ہونیکا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجاوے کہ وہ اوسکو یعنی ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو
اگر مالک یہہ قسم کہاوے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نکہاوے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ہم قاضی مالک سے
سوقت قسم لیگا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہو جانے پر گواہ نلاسکے اور عاریت کی یہہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا
دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحطاوی ویضمن قیمتہا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیہ اور انکار کے دن
جو ودیعت کی قیمت ہوگی اوسکا تاوان لیا جائیگا اگر اوسدن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بخلاف
مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیہ بخلاف اوس مضارب کے جسنے انکار کیا پہر خرید کیا تو اوسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ ہم جامع الفصولین مین خانیہ سے
منقول ہے کہ مضارب نے جب صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجکو کچہہ نہین دیا پہر بولا کہ ہان دیا ہے مجکو پہر مال سے کچہہ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر
مال ضائع ہوگا اوسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہہ ہے کہ وہ ہر حال مین ضامن ہو اور استحسان مین جب کہ اوسنے انکار کیا پہر
اقرار کیا پہر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پہر خرید کریگا پہر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہو اور متاع اوسکی ہوگی انتہی تو اگر
شارح یون کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن تو ٹہیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل مؤنۃ عند عدم نہی
المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا درصورت نہ منع کرنے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے
اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر ہم جوہرہ مین حمل کی تفسیر کی ہے کہ جسکے اوٹہانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہو
فلو نہاہ او خاف فان لہ بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وباہلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کر دیا
یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور با وجود اسکے سفر مین لیجاوے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین
لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتہہ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یجز ان یدفع
المودع الی احدہما حظہ فی غیبۃ صاحبہ اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکہی خواہ وہ چیز مثلی ہو جیسا کچہہ وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو جیسا کہ
کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین یہہ کہ ان مین سے ایک شخص کا حصہ دے دوسرے شخص کے پیچہے ہم قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا

تاوان ہو یعنی امام اعظمؒ کے نزدیک اوسکا حصہ دینا جائز ہے ولو دفع ہل یضمن فی الدر نعم وفی البحر الاستحسان لا لکان ہو المختار اور اگر دوسرے
کی غیبت میں ایک کا حصہ دیگا تو اوسپر تاوان آویگا یا نہیں دو وجہ میں سے کہ ہاں تاوان آویگا اور بحر الرائق میں ہے کہ استحسان میں اوسپر تاوان نہیں
پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا ہم کہتے ہیں کہ اوسنے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے
قول پر ہیں فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ کمرتہنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رہن ووکیلی
شراء ہو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونون مرد اسکو بانٹ لیں اور ہر مرد اوسکے نصف کی محافظت
کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے دو وکیلون کے ہم قسمت پذیر سے مراد مکیلات
اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار ہو جاوے تقسیم سے جو خرید کے دو وکیلون کی یہہ صورت ہے کہ اگر مثلا ہزار درم دیئے غلام کی خرید کرنے کیلئے تو دونون ہزار کو قسمت
کر لیں پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اوسپر تاوان لازم آویگا یعنی درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہے کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہیں کذا فی الخلاصہ
دفع نصفہ الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دیدے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف
ما لا یقسم لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اوس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہیں کہ اوسمیں دافع پر تاوان نہیں بسبب جائز ہونے ایک شخص
کی محافظت کے دوسرے کے اذن سے ہم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جاوے کذا فی المحیط ولو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی ہذا
البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار ان کانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ او آخر لم یضمن اور اگر
مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت مت دیجیو اپنی عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری میں سو مودع نے ودیعت اوس شخص کو اپنی عیال میں سے دی جس
سے اوسکو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اوس گھر کی دوسری کوٹھری میں تو اگر اوس گھر کی کوٹھریاں محفوظ ہونے میں برابر ہوں یا دوسری کوٹھری محفوظ تر
مالک کی تعین کی کوٹھری سے ہو تو اوسپر تاوان نہ آویگا یعنی درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکور مفید نہیں لہذا معتبر نہیں ہم
عیال لابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہے اوسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ محشی نے کہا ہے
اوس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کردیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا فلا فہم لان التقیید مفید اور اگر دیا
تو تاوان دیگا اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے ہم جیسے اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلا اوس زوجہ یا اوس غلام کو سپرد کرے
جسکو دینے سے مالک نے منع کردیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری میں حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اوسکی
پشت راہ کے طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ تعیین مفید ہے کیونکہ بعض عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت
میں بہت متفاوت ہوتے ہیں بدائع میں ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اوسمیں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے
اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی المحیط ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت
بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہیں مودع کا مودع مثلا زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس رکھدی پس مودع اول
یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہو گئی تو ضمان نہیں ہم یہہ امام کا قول ہے
اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالک ہلکت عند الثانی وقال بل ردہا وہلکت
عندی فہو یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اوس نے مجھکو پھیر دی تھی اور میرے پاس
ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق ہوگی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اوسکی تصدیق
ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیہ ہم یعنی اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان
لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبی

القصّار اذا غلط فدفع ثوب رجلٍ لغیرہ فقطعہ فکلاھما ضامنٌ ۱ ورمجتبی مین ہی کہ جب دہوبی چوک جاوے سو ایک مرد کا کپڑا دوسری مرد کو دی
پہر دوسرا شخص اسکو قطع کر ڈالے تو دونون شخص یعنے دہوبی اور قاطع ضامن ہین ہم یعنی مالک جس سے چاہے تاوان لے لے اگر دہوبی سے تاوان لے
تو دہوبی قاطع سے پہیر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دہوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسیکو مقتضی ہین کذا فی الطحطاوی یعنی یہہ تفصیل بحث ہی نہ روایت
مذہب وعن محمدٍ اصاب الودیعۃ شیءٌ فامر المودع رجلاً یعالجہا فعطبت من ذٰلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج
رجع علی الاوّل ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہیٰ ۱ اور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے جانور کو کچھہ بیماری ہوگئی سو مودع نے
ایک مرد سے کہا کہ اوسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اوسکا مالک جس سے چاہی تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع
سے پہیر لے اگر معالج جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نکریگا انتہیٰ فی المجتبیٰ بخلاف مودع الغاصب
فیضمن ایاً شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہی تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اوسکے مودع سے ہم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہی اور مودع
سے اسواسطے کہ اوسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اوسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع علی الغاصب وان علم
علی الظاہر درر بخلاف لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبّہ اور جب مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب
سے پہیر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے برقول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اوس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہ نے نقل کیا کہ
درصورت علم کے رجوع نہین تو خبردار رہو اس اختلاف سے معہ الفٌ ادعیٰ رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما
فہو لہما وعلیہ الفٌ اخریٰ بینہما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اور دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اوسکے ہین اوسنے اوس
شخص کے پاس ودیعت رکہی ہین یعنی دونون کے گواہ نہین سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اوسنے دونون کے واسطے قسم نکہائی تو وہ ہزار دونون مدعیون کے
مملوک ٹہیرینگے اور اوس شخص پر ایکہزار درم اور واجب الاداہونگے جو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہونگے ہم قسم نکہانا اقرار ہوا دونون دعونکا
لہذا ایک ہزار اوسپر زیادہ لازم آئی ولو حلف لاحدہما ونکل للآخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کہائی اور
دوسری کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اوس مدعی کے ٹہیرینگے جسکے واسطے اوسنے قسم نکہائی دفع الی رجلٍ الفاً وقال ادفعہا الیوم الی فلانٍ فلم یدفعہا
حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذٰلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دئیے اور کہا کہ یہہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہنچادی سو اوسنے
اوسکو نہین پہنچائے یہان تک کہ وہ تلف ہوگئے تو اوس سے تاوان نلیا جاویگا اسواسطے کہ یہہ فعل اوسپر کرنا لازم نہین کما لو قال لہ احمل الیّ الودیعۃ فقال
افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وھلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اوٹہالا
ودیعت کو سو کہا اوسنے کہ مین یہہ فعل کرونگا پہر وہ نہ اوٹہالایا یہان تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوگئی تو اوسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر
تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیہ یعنی فقط اوسکو دینا یا مالک کے طرف ودیعت کا اوٹہالانا اوسپر واجب نہین ہی جسکے نکرنے سے تاوان اوسپر لازم ہو بلکہ مالک اور
ودیعت مین تخلیہ البتہ اوسپر واجب ہی قال ربّ الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلانٍ فقال دفعت وکذبہ فی الدفع فلانٌ وضاعت
الودیعۃ صدّق المودع مع یمینہ لانہ امینٌ سراجیہ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دی سو اوسنے کہا مین نے اوسکو دی اور فلانے
شخص نے دینے مین اوسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتہہ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ قال المودع
ابتداءً لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالعقول قولہ مودع نے شروع سے کہا مین نہین جانتا
ہون کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اوسپر تاوان نہین برقول صحیح ترچنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور مین نہین جانتا ہون کہ کیونکر وہ جاتی
رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضعٍ آخر فانہ یضمن
بخلاف قول مودع کہ مین نہین جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی یا مین نہین جانتا کہ مین نے ودیعت رکہدی یا دفن کردی اپنے گہر مین یا کسی اور جگہہ

تو اسپر تاوان آویگا ہم نے کہا کہ یہ مسئلہ فتاویٰ عالمگیری میں عمادیہ سے ہے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر بولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی تو
تاوان اسپر نہیں ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان الذی دفنت فیہ لا یضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن دینا کا
مکان بیان نہ کیا لیکن اوس نے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اوس مکان سے جہاں میں نے دفن کی تھی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا پورا بیان عمادیہ میں ہے **فروع** مسائل متفرقہ
شارح نے کہا حمل المودع او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی مجبور کیا گیا بعض مال کے دینے پر اگر
مودع یا وصی ظالم سے اپنی جان پر یا اپنے عضو پر ڈرا اور بعض مال دیا تو اسپر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر حبس یا قید میں
ڈالنے سے ڈرا اور بعض مال دیدیا تو اسپر تاوان ہے ولو خشی اخذ مالہ کلہ فہو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھن جانے سے ڈرا تو وہ عذر ہے
فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اسکے مال کے تلف کر ڈالنے سے مگر وہ ودیعت کو دیدے تو اسپر تاوان آویگا اگر اوسکے پاس بقدر کفایت
کے باقی رہے اور اگر سب لے لے تو وہ معذور ہے اور اسپر تاوان نہیں کما لو کان الجائر ہو الآخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیۃ جیسے اگر ظالم جابر
بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیۃ ہم طحطاوی نے کہا منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور نہیں ہے
خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر الی الحاکم لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسدت فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا کہ بگڑ جاویگی تو مودع یہ حال
حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہانتک کہ ودیعت بگڑ جاوے تو اسپر تاوان نہیں ہم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے
کہ اگر اوس شہر میں حاکم نہو تو خود مودع اسکو بیچ ڈالے اور اسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر قاض فہو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ
خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنیوالا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہیں لیسکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فتلف فی حالۃ القراءۃ
لا ضمان لان لہ ولایۃ ہذا التصرف صیرفیۃ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت میں تو اسپر تاوان نہیں
کیونکہ اسکو اس تصرف کی یعنی پڑھنے کی ولایت ہے کذا فی الصیرفیۃ ہم کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق سے
ضرر نہو اور یہ اسطرح ہے جیسے کسیکی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہے کہ بدون اجازت مالک نظر نہ کرے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طشت ودیعت
رکھا سو مودع نے [illegible] کے سر پر رکھا سو تلف ہوگیا تو اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں ہے اور اسکی معرفت کا
طریقہ یہ ہے کہ اگر طشت میں پانی یا اناج ہو تو رکھنا [illegible] کا استعمال ہے اور اگر طشت خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی المحیط [illegible] قال وکذا الوضع السراج علی المنارۃ
[illegible] کو مصنف نے کہا اسطرح اگر ودیعت کا چراغ منارہ پر رکھے تو تاوان نہیں [illegible] منارہ [illegible] فیہا ای [illegible]
ادا بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء احتبس المودع الصک ابدا اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت
رکھا اور اداء بعض حق معلوم ہوا اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ہے اداء بعض حق کا تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند کر رکھے [illegible]
میں سو محمود نے زید کو سو درم کا تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک عامر کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درم زید کو ادا کئے [illegible] بعد اسکے زید مرگیا
اسکا وارث پچیس درم [illegible] دینے کو نہیں مانتا [illegible]
[illegible] حق کا اقرار کرے [illegible] وفی الاشباہ لا یقبل قول الوصی بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اشباہ
[illegible]
چنانچہ ودیعت میں بھی شرط ہے [illegible] ودیعۃ الصبی [illegible]
[illegible] للعامل لغیرہ امانۃ لا اجر لہ الا الوصی والناظر [illegible] جو شخص کہ غیر کے
واسطے عمل کرے [illegible]
کیا اجرت [illegible] قلت فعلم منہ ان لا اجر للناظر فی المستحق اذا احیل علیہ المستحق

فليحفظ مین کہتا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کی شرائط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہین سیٹھ ہوئی مکان مین جبکہ مستحقین وقف کو اوسکے بانٹنے کا حوالہ کردیا گیا ہو تو اسکو اور کہنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنیوالیکی طرف سے اجرت مشروط ہو گی تو ناظر کو ملیگی وفی الوهبانية ودافع الف مقرضا ومقارضا + ودرهم القراض الشرط جاز فی تعذ د + اور وہبانیہ میں ہے اور ہزار درم قرض اور مضاربت میں دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کیواسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص دوسرے کو ہزار درہم دیے اور کہا کہ نصف قرض اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بعینہ بضاعت ٹہیریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنیسے صاحب مال کیواسطے تو مضاربت منقلب ببضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونیکی یہہ ہے کہ حدیث مین قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے پہر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کیواسطے اور ٹوٹا بہی دونون پر ہے اسواسطے کہ دونون ہزار مین شریک ہین کذا فی الطحطاوی ٥ وان يدعى رب المال قرضا وخصمه + بتوا ضاعا فرب المال قد قبل مجحد كذا + اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اوسکا مخاصم مضاربت کا دعوے کرے تو بعضوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق قبول ہے ہم اور دوسرا قول یہہ ہے کہ مضارب کا قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے ٥ وفی العکس بعد الربح فالقول قوله + کذلك فی الابضاع ما يتغير + اور اسکے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت دینے کے خلاف مین حکم متغیر نہین ہے ہم بالعکس کی صورت یہہ ہے کہ مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تہا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تہا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب گواہ لانا لازم ہے اور ابضاع کی یہہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ مینے اوسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب مضاربت کا دعوی کرتا ہے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی ٥ وان قال قد ضاعت من البيت وحدها + يصح وسيحلف فقد يتصدق + اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت گہر سے ضائع ہوگئی تو یہہ قول صحیح ہے یعنے صادق ہے اور اوس سے قسم لیجائے اسواسطے کہ یہہ صورت ہوسکتی ہے ہم یعنی سوائے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع نہونا متصور ہے اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا نسکا یا کہ وہی چیز اوسکو مقصود تہی کذا فی الطحطاوی ٥ وتاركه فی قوم لامر صحيفة + فراحوا ودا حت يضمن المتأخر + اور ایک قوم مین ودیعت کا چہوڑنیوالا بواسطہ امر مکتوب کے پہر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچہلا شخص جانیوالا تاوان دیگا اسواسطے کہ اوسی پر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بہی اوسی پر مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتہی اوٹہہ گئے تو سب پر تاوان آویگا کذا فی الطحطاوی ٥ وتاركه نشر الصوف صيفا فعث لم + يضمن وقرض الفار بالعكس يوثر + اذا لم يسد الثقب من بعد علمه + ولم يعلم الملاك ما هي تنقر + اور گرمیکی موسم مین صوف پہیلانیکا ترک کرنیوالا مودع یعنے مالک کے امر سے پہر صوف کو کیڑا لگ گیا تو مودع تارک سے تاوان نلیا جائیگا اسواسطے کہ اوسنے ودیعت کی حفاظت کی جسطرح کہ اوسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلہ کے مروی ہے جب کہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کردے بعد اوسکے دریافت ہونیکے یا کہ مالک ودیعت خبر نکردے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے ہم یعنی جب کہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اوسکو مکان مین رکہی جسمین سوراخ نہین پہر اوسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اوس پر تاوان نہین اور اگر اوس مکان مین سوراخ ہے اور مودع اوسکو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر کردی سوراخ کی تو اوس پر تاوان نہین اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نکیا تو اوس پر تاوان ہے خلاصہ یہہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ درصورت اعلام مالک کے مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہوگیا اوس مکان مین رکہنے سے باوجود سوراخ دار ہونیکے تو معلوم ہوا کہ واو قوله ولم يعلم کا سہو ہے کذا فی الطحطاوی قلت بقی لو سد هاربة ففتحه الفار وافسد لم يذكر وينبغی تفصيله کما قد ذكرته + مین کہتا ہون باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کردیا سو چوہے نے اوسکو کہولدیا اور ودیعت کو خراب کر ڈالا اوسکا حکم مذکور نہین اور اسکی بہی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اوسکو غور کر ہم تفصیل مذکور یہہ ہے بقول طرسوسی کہ یا مالک سوراخ کو بتادے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کردے تو تاوان اوس سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنے علامہ عبد البر ابن شحنہ نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ مین ہے کہ ودیعت پہیرنے کی مؤنت مالک پر ہے نہ مودع پر انتہے کذا فی الطحطاوی والله اعلم استغفر الله الحليم

كتاب العارية

یہہ کتاب ہے عاریت کے احکام مین ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالے نے فرمایا (ويمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہین

ماعون اس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جس کا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اسمیں اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علماء اسپر ہیں کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود واخرها عن الودیعۃ لان فیہا تملیکا وان اشترکا فی الامانۃ مصنف نے پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونوں امانت ہونے میں مشترک ہیں ہم یعنی عاریت میں تملیک ہے اور ایداع بھی ہے تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب کی اور مرکب موخر ہے مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالی فی اجابۃ المضطر لانہا لا تکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیوں سے حق تعالی کی نیابت ہے حاجتمند مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اسواسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر حاجتمند کیواسطے قرض کے مانند ہم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے اپنی حاجت کے واسطے قال تعالی (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حق تعالی کا وہ نائب ہوا فریادرسی میں تو عاریت دینے والا متخلق ہوا تجلی فریادرسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی ایماندار متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر اسواسطے یعنی بعلت محتاجی خیرات ایک درم دس درم کے برابر ہے تو ثواب اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہے ہم یعنی قرض نہیں لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونوں کو پہونچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہے صدقہ کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ کا اسوجہ سے ہوا کہ قرض کا ایک درم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ہوا لیکن صدقہ میں صدقہ کرنیوالے کی طرف کچھ عود نہیں کرتا اور قرض کا درم مقروض کی طرف سے عود کرتا ہے تو مقابل اوسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹھارہ درم باقی رہ گئے ولہذا اگر مقروض مستحق معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا وہی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشیء قاموس عاریت لغت عرب میں عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا تحتانیہ مشدد ہے اور اوسکی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا تملیک المنافع مجانا اور شرع میں عاریت عبارت ہے منافع کو مالک کر دینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلا گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ نکل جاے اسواسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہیں بلکہ بعوض ہے افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کے لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونیکا فائدہ عاریت میں ظاہر کر دیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاوی عالمگیری میں کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کیجانب سے اور مستعیر کے طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روی استحسان شرط نہیں بحر الرائق میں ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہیں تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا مگر قبول کا ہے فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے لے بطور عاریت کے سو اوس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ لو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہے عاریت کا امانت ہونا یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جاے تو مستعیر پر تاوان نہیں اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اسواسطے کہ عاریت شرط العوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہو جاتی ہے ہم قابلیت انتفاع سے مراد غیر کا عاریت ہونا اسکے حق میں نکل گیا اور یہ ضرور ہے کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم و دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روئی اور صوف اور ریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہیں بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کیواسطے یا زینت کے اور تجمل کے واسطے عاریت لے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہے لیکن اوسکو سواے وجہ مذکورہ کے اوسکا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان وصح فی العمادیۃ بجواز اعارۃ المشاع والیداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لا تفضی الی المنازعۃ لعدم لزومہا اور تصریح کی ہے عمادیہ میں مشاع کو عاریت دینے اور اسکو ودیعت رکھنے اور اسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہاں موجب نزاع نہیں بسبب نہ ہونے لزوم عقد عاریت کے وقالوا علف الدابۃ علی المستعیر وکذا نفقۃ العبد اما کسوۃ

فعلى المعير اور فقہا نے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے وهذا اذا
طلب الاستعارة فلو قال المولى خذه واستخدمه من غير ان يستعيره فنفقته على المولى ايضاً لانه وديعة یعنی اسمین غلام کا نفقہ مستعیر
پر ہونا ہوتا ہے جب کہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولے نے کہا کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اوسکا کھانا پینا بھی مولے پر ہے اسواسطے کہ
یہہ ودیعت ہے ٭ عاریت ہم ظاہر اسمیں اباحت انتفاع ہے اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اوسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہتے کہ یہہ ویسی ودیعت ہے جسکے
انتفاع کو مالک نے مباح کردیا ٭ وتصح باعرتك لانه صريح اور عاریت صحیح ہے اعرتک کے لفظ سے یعنے مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین
صریح اور کھلا ہوا ہے ٭ واطعمتك ارضى اى غلتها لانه صريح مجازاً من اطلاق اسم المحل على الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی
یعنی مینے اپنی زمین تجھکو کھانیکو دی یعنے زمین کا غلہ تیری کھانیکو دیا اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر ہم غلہ
پیدا ہوتا ہے زمین مین تو غلہ حال ہے اور زمین اسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز استعارہ ہے بقرینہ اطعام کے اسواسطے کہ جب اطعام غیر مطعوم مثلاً زمین کیطرف
مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے ٭ ومنحتك بمعنى اعطيتك ثوبى اوجاريتى هذه لا وحملتك على دابتى هذه لا اذا لم يرد به الهبة ٭ قال منحتك و
حملتك الهبة لانه صريح فيفيد العارية بلا نية والهبة بها اى مجازاً اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مینے تجھکو کپڑا یا اپنی یہہ لونڈی
دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مینے تجھکو چڑہایا اپنے اس جانور پر جب کہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح ہے
تو عاریت کو مفید ہے بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے ہم یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت
نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا ٭ واخدمتك عبدى واجرتك دارى شهراً مجاناً اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ مینے اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور
اپنا گھر ایک مہینہ بھر تجھکو مفت اجارہ یا ہم اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی
عالمگیری مین عدم عاریت پر عمل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ٭ ودارى مبتدأ لك خبر سكنى تمييز اى بطريق السكنى اور اس قول سے عاریت صحیح ہے کہ دارى لك
سكنى یعنی میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے دارى مبتدا ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تمیز ہے ہم سکنے مصدر ہے بمعنے اقامت یا اسم ہے بمعنے مکان صاحب در مختار نے کہا سکنی محکم ہے انتفاع
نفع مین لہذا لام بمعنے ملک مراد نہوا ٭ ودارى لك عمرى مفعول مطلق اى اعمرتها لك عمرى سكنى تمييز اى جعلت سكناها لك مدة عمرك
اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ دارى لك عمرى سكنى یعنی مینے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا
یعنی اعمرتها لك عمرى اور سکنی تمیز ہے ہم اور یہہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدة عمرك اسیکے طرف شارح نے تفسیر ثانی مین اشارہ کیا لیکن اوسنے ایک احتمال کو
دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا زیلعی نے کہا دارى لك اسکا محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ
ارادہ منفعت مین محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنے لام بمعنی ملک مراد نہوا ٭ ولعدم لزومها يرجع المعير متى شاء
اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ٭ ولو مؤقتة معیر کو عاریت پھیر لینے مین اختیار ہے اگرچہ عاریت کا
وقت بھی معین کردیا ہو ہم دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہہ ہے کہ مستعیر کو اس سے
فائدہ لینا جائز ہے جسطرح چاہے اور جبتک چاہے دوسری قسم یہہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مخصوص مذکور ہو اسکا حکم یہہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین
سے تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہہ کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتھی قسم یہہ کہ مدت کی قید نہو بلکہ انتفاع کی قید ہو تو دو
حکم یہہ ہے کہ تعیین معیر سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج ٭ او فيه ضرر فتبطل وتبقى العين باجر المثل كمن استعار امة لترضع ولده
وصار لا ياخذ الا ثديها فلها اجر المثل الى الفطام وتمامه فى الاشباه یا کہ عاریت کے پھیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی
چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنے اسصورت مین عاریت منقلب باجارہ ہوجاویگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودہ پلانیکے واسطے اور لڑکا ایسا
لونڈی سے ہل گیا کہ کسیکی چھاتی موہنہ مین نہین لیتا سوای اوس لونڈیکی تو اس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودہ چھوڑانے تک اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے

له یعنی اس میں تو لام بمعنی ملک ہوگا ۱۲

وبناء ثم اللغة تلزم العارية فيما اذا استعار جدار غيره لوضع جذوعه فوضعها ثم باع المعير الجدار ليس للمشتري رفعها وقيل نعم
الا اذا شرطه وقت البيع قلت وبالقيل جزم في الخلاصة والبزازية وغيرهما واعتمده محشيها ابن ... الصابر ولم يتعقبه ابن المصنف
فكأنه ارتضاه والحفظ اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اس صورت میں جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کو پھر اسکی
پھر دھنیاں اس پر رکھ کر پھر بیچ ڈالی دیوار پھر بیچنے والا تو مشتری کو دھنیوں کا رفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ان کا رفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ بیع سے عدم رفع کی شرط
کر لے بیع کے وقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر الابصار میں اور شیخ
ابن مصنف نے اوس پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالهلاك من غير تعد اور بلا تعدی کے عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان
اسکا لازم نہیں آتا ہے اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور یا امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہے اور تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کو ایک جگہ لیجا کر
وہ ہلاک ہو گیا یا اسکو مسجد میں گیا اور اسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہو گیا یا سوار ہی کیواسطے عاریت رکھا سو اسکو بند کر رکھا یا اپنی بلا نکے واسطے اسکو زمین پر
لیگیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جوتنے کیواسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اوربیل کے ساتھ جوتا اسکی خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اوسپر تاوان ہے
اور اگر اسکو چراگاہ میں چرانے کیواسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اسطرح چھوڑنے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک ہو تو تاوان
ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چورا لے گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہو گا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہو گا تو تاوان نہیں اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر کا
ہو جانے سے تاوان مطلقا نہیں جب کہ مستعار چیز اوسکے گھر میں ہو یا ہمسایہ کے رکھی ہو یا اسکے پاس ہو اسطرح کہ عادت میں اسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا في البحر وتقدم ان العاریة
ما قبل کشرط ملتمسه في الرهن حلاف فالجواهر ع اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ
کے جو ہرہ میں ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا تؤجر ولا ترهن لان الشيء لا يتضمن ما فوقه اور مستعار کا اجارہ اور رہن کرنا جائز
نہیں ہے اسلئے کہ شی متضمن نہیں ہوتی اپنے مافوق کی ہے اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کے كالوديعة فانها لا تؤجر ولا ترهن بل لا تودع
ولا تعار بخلاف العارية على المختار مانند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت
دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار کے یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر مستعمل میں جبکہ استعمال مختلف
نہوتا ہو اور یہی قول صحیح ہے۔ کذا في العطايا وما المستاجر فيؤاجر ويودع ويعار ولا يرهن اور مستاجر یعنی جس چیز کو اجارہ لیا تو اسکا اجارہ رکھنا
اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن کرنا اسکا جائز نہیں واما الرهن فكالوديعة اور مرہون تو ودیعت کی مانند ہے یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور اعارہ
اور اعارہ جائز نہیں وفي الوهبانية نظم تسع مسائل لا يملك فيها تمليكا لغيره بدون اذن سوا القبض ولا اور وہبانیہ میں نو مسائل نظم کئے ہیں
جنکو بغیر مالک کے اذن مالک کی کے صحیح نہیں خواہ اوسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال ومالك امر لا يملكه بدونه ... وكيل مستعير ومستاجر
ثلاث باوكسا فيهما ومضارب ومرتهن ايضا وقاض ... سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں وہ سو کی تملیک بدون امر مالک کے
وکیل ہے اور مستعیر اور مستاجر یعنی مستاجر جبکہ سواری ہو اور لبس مثلا پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی اور وصی مالک کا
جیسا ہے اور حیلہ لایملکہ کا اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ کی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کریں بلا تفویض موکل اور اسطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا
بلا امر معیر درست نہیں جب کہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کیواسطے
جانور کرایہ لیا یا اسیطرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اوسپر سوار کرنا یا دوسرے کو وہ قمیص پہنانا جائز نہیں اور اسیطرح مضارب دوسرے کیساتھ مضاربت نکریگا اور مرتہن
دوسرے کے پاس رہن نکریگا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ نکریگا بلا اذن امام مالک نہیں کذا في العطايا ومستبضع ع ... انا لم يكن من عنده البذر
اور مستبضع بفتح دال ابدا مکا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دیگا اور جسنے زمین بعقد مزارعت لی جب کہ مزارع کے پاس بیج نہو کہ کھیت میں بیج ڈالا جاوے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور
مزارعت کے نہیں دیسکتا بلا اذن ہے اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا في العطايا قلت والعارية و ما للمساقي ان

يساقي غيرہ + وان اذن المولى له ليس بذكره مين كہتا ہون اور دسوان مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل مین یون مذکور ہے اور جائز نہین عقد مساقات الگیو
کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے اور اگر ہو سے یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہین فان اجر المستعير او رهن فهلكت ضمنه المعير للتعدي سو اگر مستعیر عاریت
کو اجارہ مین دے یا اسکو رہن کو سپرد وہ تلف ہوجاے تو معیر اسی سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے ولا رجوع له المستعير على احد لانه بالضمان ظهر انه اجر ملك
نفسه ويتصدق بالاجرة خلافا للثاني اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہین اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا کہ اوسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ
دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر دے برخلاف ابو یوسف کے ہم اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا
اور خیرات کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنیسے کذا في الطحطاوي او ضمن المستاجر يا معیر تاوان لے مستاجر سے سکت عن
المرتهن وفي شرح الوهبانية الخامسة لا يملك المرتهن ان يرهن فيضمن للمالك الخيار ويرجع الثاني على الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے
اور وہبانیہ کی شرح مین ہے اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہین مرہون کے رہن رکھنے کا تو اوسپر رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو ضمان کے
چاہے مرتہن اول سے تاوان چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے پھیر لے ويرجع المستاجر على المستعير اذا لم يعلم بانه عارية في يده دفعا
لضرر الغرر اور جب معیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال پھیر لے جب کہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہے اسکے ہاتھ مین فریب کے دفع ضرر کیواسطے یعنی اگر
عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہین بسبب عدم فریب وله ان يعير ما اختلف استعماله او لا ان لم يعين المعير منتفعا اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا دینا خواہ
اسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نکر دیا ہو ہم اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور الگی
دوسری کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا في الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر لوجھہ لادنا
کذا في صدر الشريعة ويعير ما لا يختلف ان عين وان اختلف لا للتفاوت وجزاه في زواهر الجواهر للاختيار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا
ہو تو مستعیر اوس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہین ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر مین اختیار
کیطرف نسبت کیا ہے ومثله اي كالمعار الموجر وهذا عند عدم النهي فلو قال لا تدفع لغيرك فدفع فهلك ضمن مطلقا خلاصه اور عاریت کی چیز کی مثل
ہے اجارہ کی چیز یعنی مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اسکا استعمال مختلف ہوتا ہو اور درصورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہین اور یہ تفصیل کو
درصورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو مستعیر نے دی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اوسپر آویگا کذا في الخلاصة یعنی خواہ
وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابة او استاجرها مطلقا بلا تقييد يحمل ما شاء ويعيره له للحمل ويركب عملا بالاطلاق سو جو شخص
کہ عاریت لے جانور کو یا جانور کو بطریق کرایہ لے مطلقا بلا تقیید تو بوجھہ لادے اوسپر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور آپ اوسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنیکو واسطے
فعل او لا تعين مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہو جائیگا مراد ہونیمین ہم اسواسطے کہ مطلق ہر تنفع انکو شامل ہے اور تعیین تھا عین مستعیر اور مستاجر کو
اختیار ہے تو اگر اول سوار ہوا تو اب اوسپر بوجھہ لادنہین سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھہ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا في الطحطاوي وضمن بغيره
ان عطبت حتى لو البس او اركب غيره لم يركب بنفسه بعده هو الصحيح كافي اور تاوان دے اسکے غیر مین اگر جانور ہلاک ہو جاے تو اگر عاریت کا کپڑا
غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہے کذا في الكافي وان اطلق المعير والموجر الانتفاع في الوقت والنوع
انتفع ما شاء اي وقت شاء لما مر اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع مین مطلق بلا قید کہا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جسوقت چاہے بدلیل گذشتہ
یعنی بنا بر عمل بالاطلاق وان قيده بوقت او نوع او بهما ضمن بالخلاف الى شر فقط لا الى مثل او خير اور اگر تھا عین وقت یا نوع یا دونو کی قید لگائے تو
تاوان سے بہتر خلاف کرنیمین تاوان نہین ہے ہم خلاف بتر کی مثال یہ ہے کہ جانور عاریت لیا مثلا دو من گیہون لادنیکے واسطے پھر اوسپر اسیقدر جو لادے تو تاوان دیگا
اسواسطے کہ جو کا بوجھہ زیادہ پھیلتا ہے جانور کی پیٹھہ پر گیہون سے اور خلاف مثل کی مثال یہ ہے کہ معین گیہون کے عوض اور گیہون اسیقدر لادے یا اپنے گیہون کے عوض غیر کے گیہون لادے
لادے اور بہتر خلاف کی یہ مثال ہے کہ جو کے واسطے عاریت لے اور اوسپر گیہون لادے وكذا التقييد في الاجارة نوعا او قدرا مثل العارية اور اسیطرح کا حکم اجارہ میں

له يعني اجرت سے جو اُن کو غیر کو دیکر کماوے نفع نہین ۱۲

نحو آٹا ہو یا بیسا ہو یا ترکاری کا عاریت لینا وعارية الاثمان والمكيل والموزون والمعدود المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورة استهلاك اعيانها ر
اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت بلا قید کے وقت قرض ہے بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ کے یعنی عاریت منافع کی تملیک ہے اور انتفاع
اشیاء مذکورہ میں متصور نہیں ہو سکتا بدون انکے استہلاک عین کے یا لہذا ایسا عاریت قرض ٹھہری مثلاً درم و دینار و متقارب چیزیں جیسے اخروٹ و انڈا اور اسیطرح سوف اور پشم
اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی مطبوعات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فيضمن المستعير بهلاكها قبل الانتفاع لانه قرض حتى لو استعارها ليعير
الميزان او يزين الدكان كان عارية تو تاوان اسکے عاریت لیوالے پر واجب ہوگا اگر وہ تلف ہو جائے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت اور اگر روپیہ اسلئے
عاریت لیا تاکہ اپنے ترازو کی درستی جانچے یا اپنی دکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض لیکن اسواسطے کہ اس میں استہلاک عین نہیں
دلوا اعارلا قصعة ثريد فقبضها ولم يكن بينهما مباسطة فاكلها اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر معیر اور مستعیر میں کسی قسم کی اور بے تکلفی
ہو تو یہ اباحت ہے اور ثرید وہ کھانا ہے جو شوربے میں روٹی ترکرکے مرتب ہوتا ہے جب قرض ہوا تو مستعیر اسکی قیمت دیگا اور یہ اباحت ہو تاوان نہیں دیگا او نعقد
عارية المصحف ولا يضمن كما في الرحمية بهلاكها صيرفية اور تیر کی عاریت صحیح ہے اور تلف ہو جانے سے تاوان نہیں ہے اسواسطے کہ اگر اسنے تیر مارا تو تاوان معلوم
بالکل ہے کذا فی الصیرفیہ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا ایسی تاوان نہیں ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعة اور اگر
زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے بسبب منفعت کے معلوم ہونے کے وله ان يرجع متى شاء لما تقدم انها غير لازمة اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت
پھیرلے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ويكلفه قلعهما الا اذا كان فيه مضرة بالارض فيتركان بالقيمة مقلوعين
لئلا يتلف ارضه اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھود ڈالنے کو کہے مگر جب کہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودی عمارت اور کھودے درختوں
کی قیمت لیکر دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دیدے ولو وقت العارية فرجع قبله كلفه قلعهما وضمن
المعير للمستعير ما نقص البناء والغرس بالقلع بان يقوم قائما الى المدة المضروبة وتعتبر القيمة يوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت بتلا
کر پھیر لی عاریت پہلی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارات اور درخت کھودوا ڈالے اور مستعیر کو تاوان ادا کرے جو عمارت اور درخت کا نقصان ہوا کھودنے کی وجہ سے اسطرح کہ مدت معین تک عمارت
اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت اسکی مقرر کیجاوے اور پھیر لینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر مثلاً درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک
قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی تو دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دیگا ولو استعارها للزرع لم توخذ منه قبل ان يحصد الزرع بل يترك باجر المثل مراعاة للحقين اور جب کہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنیکے واسطے دیدی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین لیجا نہیں جاوے گی بلکہ مدت تک کی جو ہو تو ویسا
مستعیر کے اجر مثل اجرت مثل چھوڑ دیجاویگی دونوں حقوق کی رعایت کرکے مثل ولو قال المعير اعطيك البذر وكلفتك ذلك لم يجبر المستعير لان بيع الزرع لم
يات بالبذر كعطایہ بيع كلام اقتداراتی الحواشی العمی قال لو بعد کہا مستعیر کو میں تجھکو بیج اور تیری محنت کا خرچ دیتا ہوں تو کھیت مجھکو دیدے تو جائز نہیں
اسواسطے کہ کھیت کی بیع قبل اوسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اسکے جمنے کے ایسی گفتگو جس معنی میں اسکی جائز ہو بلکہ اجارہ کیا ہو کذا فی المحیط ہم تو ثبت بھی جائز ہے
کذا فی الخلاصہ عن النهاية ومؤنة الرد على المستعير اور عاریت پھیر دینیکا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اسواسطے کہ اوسنے اپنی نفع کو اوسکو لیا تھا اور پھیر دیا
او سباب ہی لو کانت موقتة فامسكها بعده فهلك ضمن لان مؤنة الرد عليه هداية تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکھی
ہو تو اس وقت کے پھیر عاریت ضائع ہو گئی تو مستعیر ضامن ہوگا اور اسواسطے کہ پھیر دینیکا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایہ یعنی تو تعدی ہے اور وہ متعدی ہے یہ امر اس
مسئلہ میں دونوں ہیں اول ان فاسیاتی مختار ہے اور عدم ضمان کا ثانی محل میں ہوگا کذا فی البحر الا اذا استعارها لیرهنها فنفقة کالاجارة وهنا
لحاجة عاریت پھیر دینیکا خرچ مستعیر ہے مگر جب کہ مستعیر نے رہن کو رکھنے کے واسطے عاریت لی تو عاریت اجارہ کی مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو ثمن معیر پر ہوگا جیسے
اجارہ ہو تا ہے کذا فی البحر وكذا الموصى له بالخدمة مؤنة الرد عليه اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینیکا خرچ اسپر ہے
اكذا الموجر والغاصب والمرتهن مؤنة الرد عليهم لحصول المنفعة لهم اور اسیطرح موجر اور غاصب اور مرتہن پر پھیر دینیکا خرچ ہے بسبب حصول منفعت

نسخت کیا اور نہیں کیونکہ یہ ھذا الی الاخراج باذن رب المال والانمونۃ رد مستاجر مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یعنی مدبر خرچ
لازم ہوتا ہو وقت ہی جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن مدبر اخراج کیا تو اجارہ دار وعاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسی پر ہے جس نے
اسکو اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ ومضاربۃ وھبۃ تقضی بالرجوع مجتبیٰ بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے
کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبیٰ یعنی شرکت میں رد راس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر کذا فی النہر وان رد المستعیر الدابۃ
مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لا مسانہۃ او مع عبد ربھا مطلقا یقوم علیہا او لا فی الاصح او اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا
بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنی چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے
غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہ ہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور
ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا اور یومیہ دار کو ہو اسطے نکالا کہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا
بخلاف نفیس کجوھر فلا بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا وبخلاف
الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ اور بر خلاف اجنبی کے ساتھ پھیر
دینے یعنی اسطرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت گذر چکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہ ہوگا بسبب تعدی کے کہ مستعیر نے بعد مدت کے رکھ چھوڑ دینے
والا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بہ یفتی زیلعی فتعین حمل کلامہم علی ہذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں
انقضاء مدت کی قید نہ لگائی بلکہ مطلقاً تاوان کے قائل ہوں تو صحیح نہیں ہو سکتی کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جس میں عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا
فتویٰ ہو کذا فی الزیلعی تو فقہاء کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہے جب کہ بعد انقضاء مدت دیا ہو مطلقاً
وبخلاف رد ودیعۃ ومغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پھیر دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ یہ تسلیم نہیں یعنی جب
مالک کو پہنچاوے گا تب تسلیم ثابت ہوگی واذا استعار ارضاً بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فیخص شئلا یعم الزیناء
ونحوہ اور جب کہ سفید خالی زمین زراعت کیواسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھے اسطرح پر کہ تو نے اپنی زمین سیر کہا نیکو دی تا میں اسمیں زراعت کروں تو
زراعت کی اسواسطے تخصیص کرتی ہے تا عمارت وغیرہ کو شامل نہ ہو عاریت نامہ لکھنا افضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہ ہے تا تطاول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا
انکار نکرے والعبد المأذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک ہی یعنی اسکو کہ عاریت دیا سو اگر دیگا درست ہو کذا فی المنح والمحجور اذا
استعار وہلکہا یضمن بعد العتق غلام محجور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تاوان دیگا آزاد ہونیکے بعد ولو اعار عبد محجور عبداً مثلہ فاستہلکہ ضمن الثانی للحال اگر
غلام محجور اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دے سو اسکو تلف کر ڈالا تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال تاوان دیگا ولو استعار ذہبا فقلد صبیا فسرق الذہب ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ
ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن لانہ اعارۃ والمستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے میں ڈالدیا پھر وہ چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کر سکتا ہو اپنی جو
بدن پر لباس وغیرہ ہے تو مستعیر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو پہنانا عاریت دینا ہی اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہی اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر پر ضمان ہوگی
اسواسطے کہ اسنے پرایا مال ضائع کیا تاوان کو دیگر وضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن ولو نام جالساً لانہ لا یعد مضیعاً لہا
عاریت کو اپنے سامنے رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو مستعیر پر تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا ہو اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا
وضمن لو نام مضطجعاً التربۃ لعدم الحفظ اور تاوان دیگا اگر لیٹ کر سو گیا ہو بسبب نگہبانی چھوڑ دینے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی
والوصی باپکو جائز نہیں اپنے دلد صغیر کا مال عاریت دینا بسبب عوض نہونیکے اور اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں عمدہ قول فتاویٰ عالمگیری کے
مخالف ہی اسواسطے کہ اسمیں بروایت طحاوی کے منقول ہی کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہی کذا فی الحالی طلب شخص من رجل ثوراً عاریۃ فقال اعطیتک
غداً فلما کان الغد ذہب الطالب واخذہ بغیر اذنہ واستعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ خانیہ عن ابراہیم بن یوسف قال فی المجتبیٰ وغیرہ

انہ یعنی ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سو اوس نے کہا میں کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدوں اسکے اذن کے اور اوس سے
کام لیا پھر بیل مر گیا تو مستعار ضامن نہیں کذا فی الخانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبے وغیرہ میں ہے کہ وہ تاوان دیگا ہم تو آمین قبال ثابت ہوئی جہیز
ابنتہ بما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمر بین الناس ان الاب یدفع ذلک الجہاز ملکا لا اعارۃ لا یقبل قولہ
انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول
لہ اتفاقا باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورتکو دیا جاتا ہی پھر باپ نے کہا کہ میں نے بیٹی کو یہ اسباب عاریت دیا تھا ملک فقط پر اگر لوگوں میں یہ رواج ہی کہ باپ
اس جہیز کو دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپکا یہ قول کہ اوس نے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکی تکذیب کرتا ہے
اور اگر یہ طریقہ رواج نہو یا کبھی بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور کبھی بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو
اوس جہیز سے جو ویسی عورتکو دیا جاتا ہی تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ
مانند ہی حکم مذکور میں ہم یعنے اگر ماں یا ولی صغیرہ کا کچھ جہیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو وہی اعتبار ہوگا اور یہی حکم ماں اور ولی میں ہی اور اس بیان کی
بحث ہی کذا فی البحر وفیما یدعیہ الاخ بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المہر اور جس چیز کا بھائی دعوی کرے
بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ میں نے اسکو فلانی چیز عاریت دی تھی تو اسکا قول مقبول نہیں مگر ساتھ شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیہ اور باب المہر میں پہلے مذکور ہو چکا
وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی
الصرف الی الموقوف علیہم بعد ما کالاولاد والفقراء وامثالہا اور اشباہ میں ہے کہ جو امین امانت کو پہنچا دینے کا اوسکے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اسکا
قول قسم کے ساتھ مقبول ہی چنانچہ مودع جب کہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنیکا دعوی کرے تو خواہ
علیہم سے مراد واقف کی اولاد ہو اور محتاجین اور مانند اونکے یعنی علما اور شرفا کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا
یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروا لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ
قلت وقد مر فی الوقف عن المولی ابی السعود واستحسنہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ میں نے روزینہ
داروں کے وظائف میں صرف کیا تو اوسکا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہیں بلکہ ناظر اونکو دوبارہ دیگا
وقف کے مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ میں شرح ہی میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں پہلے مذکور ہو چکا مفتی ابو سعود سے اور مصنف نے اسکو پسند کیا ہی اور
اوسکے فرزند نے اسکو ثابت رکھا ہی حاشیہ شامی میں تو اسکو اور کہنا چاہیے وسواء کان فی حیوۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین
اذا ادعی بعد موت الموکل انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیوتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ امانت پہنچانے کا دعوی امین کرے مستحق امانت کی زندگی میں یا بعد اسکی موت
پر مگر قبض دین کے وکیل میں جبکہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعوی کرے کہ اوس نے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اسکی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے
ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کالودیعۃ قال قبضتہا فی حیوتہ وھلکت وانکرت الورثۃ او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ یرید الضمان
عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کے ودیعت کی مانند وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثوں نے اسکا انکار کیا
یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دی تو اوسکے قول کی [illegible] تاوان کی نفی کرتا ہی یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو
اوٹھاتا ہو اور یہ اسکا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے [illegible] علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا
یصدق فی وکالۃ الوالوالجیۃ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اوسکا قول مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب کرتا ہی میت پر اور وہ
تاوان مقبوض کے برابر ہو تو اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الوالوالجیہ ہم ایصال دین کے دعوی میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قضا ہی دیون امثالہا
دیون کے ہوتا ہی تو دعوی ایصال فعلا مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہوجاتا ہے اور اوس حق کا جو دیون میں ہی اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہیں کذا فی

الطحاوی مختصرا قلت وظاهره انه لا یصدق لا فی حق نفسه ولا فی حق الموکل وقد افتی بعضهم انه یصدق فی حق نفسه لا فی حق الموکل
وحمل علیه کلام الولوالجیة فلیتأمل عند الفتوی میں کہتا ہون اور ظاہر کلام ولوالجیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ وکیل کی تصدیق نہوگی نہ اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے
حق مین اور البتہ بعض فقہا نے فتوی دیا ہی کہ وکیل کی تصدیق اوسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہی تو تامل
کرنا چاہیئے فتوی دینے کے وقت م ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کے فہم کے موافق پر دلالت نہین کرتا بلکہ اوسکی عبارت سے یہہ ظاہر ہی کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق
نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان علی المیت تو افتای بعض فقہا متین ہوگیا اور تامل کی کچھہ حاجت نرہی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسایل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ
الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستعیر سے مترجم کہتا ہی یہہ اوس صورت مین ہی جب کہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی
موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحطاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدهما عاریت اجارہ کی مانند فسخ
ہوجاتی ہی معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعلیه دین وعنده ودیعة بغیر عینها فالترکة بینهم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اوسپر دین ہے اور اوسکے پاس ودیعت ہے
غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون مین مقسوم ہوگا بقدر اونکے حصون کے م ودیعت غیر معین کی یہہ صورت ہی کہ میت مرگیا اور یہہ بیان نکر گیا کہ فلانی چیز ودیعت ہے
تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکہ مین برابر ہین بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ اداے کل دیون مین کفایت نکرے استأجر بعیرا الی مکة فعلیه الذهاب
وفی العاریة علی الذهاب والمجیء لان ردها علیه اونٹ کرایہ کیا مکہ تک تو یہہ اجارہ فقط جانے پر ہی نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے
دونون پر ہی اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہے یعنی اور پہونچانا بدون آنیکے نہین ہوسکتا بخلاف اجارہ کہ اوسکے آنیکا خرچ موجر پر ہی نہ مستأجر پر استعار
دابة للذهاب فامسکها فی بیته فهلکت ضمن لانه اعارها للذهاب لا للامساك جانور عاریت لیا جانیکے واسطے پھر اوسکو باندہ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف
ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اوسنے اوسکو جانیکے واسطے عاریت دیا تہا نہ باندہ رکھنے کیواسطے استقرض ثورا فاغار علیه الاتراك لم یضمن لانه عاریة عرفا
بیل قرض لیا سو اوسپر ترکمانون نے غارتگری کی تو اوسپر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ عاریت ہے رواجین یعنے اور بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی ویسکن
واذا اخرج فالبناء للمالك فللمالك اجر مثلها مقدار السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارة تملیك بلا عوض فکانت اجارة معنی وفسدت
بجهالة المدة زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ مکان سے نکلجاے تو عمارت مالک زمین کی ہی تو مالک کو کرایہ ملیگا ویسی زمین کا بقدر اوسکی سکونت کے
اور عمارت تو مستعیر کی ہی اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہی تملیک منافع بلا عوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنے تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے
م عوض وہ عمارت ہی جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بہی معلوم ہوتی تو بہی اجارہ فاسد ٹہرتا جہالت
بدل سے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کیوقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجهالة البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹہیر گی اگر
زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے م خراج تہا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹہرا اور یہی حقیقت ہی اجارہ کی اسواسطے کہ عقود
مین معانی کا اعتبار ہی نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحیلة ان یؤجرها الارض سنین معلومة ببدل معلوم ثم یامره باداء
الخراج منه اور مستعیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادای خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعار
کتابا فوجد فیه خطأ اصلحه ان علم رضا صاحبه قلت ولا یأثم بترکه الا فی القرآن لان اصلاحه واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت
لی سو اوسمین غلطی پائی تو اوسکی اصلاح کردے اگر مالک کی رضامندی جانی مین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک اصلاح سے البتہ
گنہ گار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کر دینا واجب ہے بخط مناسب قرآن م اصلاح مین رضای مالک اسواسطے کہ غیر کی ملک مین تصرف ہی ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط
مناسب بخط کتاب ہو اور اوسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضای صاحب کتاب اصلاح کردے اور اگر خط مناسب نہو تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکہکر وہان رکہدے اور محل خطا پر نشان
کردے تا مالک اوسکا مطلع ہوکر درست کرلے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادت سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوهبانیة ویستغفر اصلاحه مستعیره
یجوز اذا ما کان لا یتأثر اور وہبانیہ مین ہی کہ ایک کتاب مین مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہی اصلاح جب کہ اوسکا مالک آزردہ نہو وفی معنا یأتها اور

دیباچہ کی مانند ہیں اگرچہ یہ ہم سمجھتے ہیں وہ کلام ہے جسکے فہم اور جواب میں مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور چیستان اور پہیلی وَالْاُغْلُوطَةُ لَيْسَ تَمَلُّكُ اخذ ماله ابتداءً
وفي غياث الاحكام التصوف اور وہ کون شے ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہیں اور رہن کے سوا اور میں یہ مسئلہ متصور ہے ہم ستر اوسکی یہ ہے کہ زمین
عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک میں کرا وسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں وهل داخلت [illegible] اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی ہے
کہ جسکو ہبہ لینا جائز ہو ہم ستر اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہو تو اوسکو ہبہ لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک نہیں ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اوسکے
مالک کے لئے ہے اور درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو ہبہ لینا جائز ٹھیرا وهل سوى ما تقوم المال بحبسه اور ایسا کوئی ہے جسنے مال ضائع نہیں کیا اور اوس
تاوان پڑتا ہو ہم ستر اوسکی یہ ہے کہ وصیت کرنیوالے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد
اوسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اوس سے تاوان لینگے کذا فی الاصلاح والله اعلم واستغفر الله الحليم الكريم

كتاب الهبة

یہ کتاب ہے ہبہ کی
یعنی بخشش اور دینے کی وجه المناسبة ظاهر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبہ کے ظاہر ہے ہم سمجھتے ہیں کہ عاریت عبارت ہے
تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے هي لغة التفضل على الغير ولو غير مال ہبہ لغت میں عبارت ہے فضیلت مال
کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضل بغیر مال کے ہو وشرعا تمليك العين مجانا اي بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فيه اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین کے
مالک کرنے سے مفت یعنی بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے اور ہبہ میں ہم تملیک عین سے اباحت اور عاریت ہبہ سے خارج ہوگی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل
گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہیں لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تہا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے تو
مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہے تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جاوے واما تمليك
الدين من غير من عليه الدين فان امره بقبضه صحت لرجوعها الى هبة العين اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اوسکو
دین قبض کرنیکا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم سمجھتے ہیں یہ جواب ہے اوس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو چاہئے
کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کہیں اوسکا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اوسکو قبض دین کا امر کیا اور اوسنے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہو گیا تو
تملیک عین متحقق ہوگی وسببها ارادة الخير للواهب دنيوي كعوض ومحبة وحسن ثناء واخروي اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے
واسطے خواہ خیر دنیوی ہو جیسے عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ اخروی ہو جیسے ثواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور يجب على المؤمن ان يعلم
ولده الجود والاحسان كما يجب عليه ان يعلمه التوحيد والايمان اذ حب الدنيا راس كل خطيئة نهاية امام ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے
ہر ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکہاوے جس طرح اوس پر یہ واجب ہے کہ اوسکو توحید اور ایمان بتاوے ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا
النہایہ یعنی بلا تعلیم فرزند کو چھوڑ دے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جاوے اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے
نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض ہے كذا في الطحطاوي وهي مندوبة وقبولها سنة قال صلى الله عليه وسلم تهادوا تحابوا
اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست ہو جاؤ ہم اور کا ہے سبب
عارض کے ہبہ قبول نہ کرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جاوے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا یہ کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وشرائط صحتها في الواهب العقل
والبلوغ والملك فلا تصح هبة صغير ورقيق ولو مكاتبا اور صحت ہبہ کی شرطیں ہبہ کرنیوالے میں عقل اور بلوغ اور مالک ہونا ہے تو صغیر اور مملوک کا
ہبہ صحیح نہیں اگرچہ مملوک مکاتب ہو وشرائط صحتها في الموهوب ان يكون مقبوضا غير مشاع مميزا غير مشغول كما سيتضح اور صحت ہبہ کی شرطیں موہوب
یعنی بخشی چیز میں ہونا اوسکا مقبوض غیر مشاع متمیز غیر مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا ہم زیلعی میں ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے ہم سمجھتے ہیں کہ جواز ثابت
قبل قبض کے بالاتفاق ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنف کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے اور باقی شروط ہبہ کی
فتاوی عالمگیری میں یوں مذکور ہیں کہ موہوب موجود ہو ہبہ کے وقت تو اگر اپنے درخت کے پھل ہبہ کرے جو امسال پہلینگے تو جائز نہیں اسواسطے کہ فی الحال معدوم ہیں اور اگر [illegible]

كتاب الهبة

یہہ شرط ہی کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سُوَر اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہیں اور از انجملہ یہہ شرط ہی کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وَرُکنُہا ھُوَ الایجابُ والقبولُ کما سیجیُٔ اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وحُکمُہا ثبوتُ المِلکِ للموھوبِ لہ غیرَ لازمٍ فلہ الرجوعُ والفسخُ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہی یعنی سوای ان صورتون کے جو مذکور ہونگی وعدمُ صحّۃِ شرطِ الخیارِ فیہا فلو شرطہ صحّت ان اختارہا قبل تفرّقہما اور حکم ہبہ نہ صحیح ہونا شرط خیار کا ہی ہبہ مین تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے ہم بہتر یہہ تہا کہ مصنف یون کہتا وعدم صحتہا بخیار الشرط بقرینہ تفریع کے ورنہ حاصل اوس کا یہہ ہی کہ ہبہ مطلقا صحیح ہے اور شرط باطل ہے وکذا لو اَبرأہ صحّ الابراءُ وبطل الشرطُ خلاصہ اور اسیطرح اگر واہب شرط خیار سے ابرا کرے تو ابرا صحیح ہی اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصۃ ہم حلبی نے کہا اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منح الغفار مین واقع ہی ورنہ تشبیہ غیر صحیح ہی وحُکمُہا انّہا لا تَبطُلُ بالشروطِ الفاسدۃِ فھبۃُ عبدٍ علی ان یُعتِقَہ تصحُّ وتبطُلُ الشرطُ اور ایک حکم ہبہ کا یہہ ہی کہ باطل نہین ہوتا ہی شروط فاسدہ سی پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو موہوب لہ آزاد کر دی صحیح ہی اور شرط باطل ہی وتصحُّ بایجابٍ کوَھبتُ ونحلتُ اور ہبہ صحیح ہی ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی مین نے ہبہ کیا ونحلت یعنی مینے بخشا اپنی دل کی خوشی سی بلا مطالبہ واطعمتُکَ ھذا الطعامَ ولو ذلک علی وجہِ المزاحِ اور مینے یہہ کہانا تیرے کہانیکو دیا اگرچہ یہہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو ہم خلاصہ مین ہے کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے سو واہب نے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنیوالا نہ تہا اور موہوب لہ نے اوسکو قبول کر لیا بقبول صحیح انتہے اور اسیطرح خلاصہ کے مانند خزانہ کی عبارت ہے جسکو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجہا ہی اور حالانکہ اوس سے مصنف کا مطلب ثابت نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب بطور وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہین بخلاف اَطعمتُکَ اَرضی فانّہ عاریۃٌ لرقبتِہا واطعامٌ لغلّتِہا بر خلاف اس قول کے کہ مین نے اپنی زمین تیری کہانیکو دی اسواسطے کہ یہہ قول عاریت ہی رقبہ زمین کی اور طعام ہی اوسکے غلہ کا کذا فی البحر یعنے وہ غلہ جسکو مستعیر بودی چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا او الاضافۃُ الی ما ای الی جزءٍ یُعبّرُ بہ عن الکلِّ کوَھبتُ لکَ فرجَہا وجعلتُہ لکَ لانّ اللامَ للتملیکِ یا ایجاب مین اضافت ہو جزو کیطرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہی چنانچہ مینے تجہکو اوس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو مینے تیرے لیئے مقرر کر دیا یا ٹہرا دیا اسواسطے کہ لام لک کے لفظ مین تملیک کے واسطے ہی ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تہا ولو بالاضافۃِ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سی ہو بخلاف جعلتُہ باسمکَ فانّہ لیس بھبۃٍ بر خلاف اس قول کے کہ اسکو مینے تیری نام کے ساتہہ ٹہرا دیا یا مقرر کر دیا ہو اسواسطے کہ یہہ قول ہبہ نہین ہے ہم یہہ قول غیر اظہر ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین غیاثیہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ لابنی یعنی اسکو مینے اپنے بیٹے کے نام کے ساتہہ ٹہرا دیا تو یہہ ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشایخ ہین کذا فی الطحطاوی وکذا ھی لکَ حلالٌ الّا ان یکونَ قبلَہ کلامٌ یُفیدُ الھبۃَ خلاصۃ اور اسیطرح یہہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجہکو حلال ہے مگر ہو وقت ہبہ ہے جب کہ اسکی پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ ہم قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سی ہے یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہین اور اباحت فرج مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اسطرح ہی کہ ایک شخص دوسرے سی کہے کہ کیا تو مجہکو یہہ لونڈی ہبہ کرتا ہی یا میرا اول رغبت ہے اسکے لینے پر یا کہ تونے اس سے پہلے مجہکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجہہ پر یہہ حلال ہے تو البتہ اب یہہ قول ہبہ ٹہریگا واعمرتُکَ ھذا الشیءَ اور مینے یہہ چیز تجہکو بطور عمری دی یعنی عمر بہر کو ہم عمری یہہ ہی کہ اپنے الحال مالک کرے اور بعد موت موہوب لہ کے پہیر لے سو تملیک صحیح ہے اور پہیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد شرط سی حدیث مین وارد ہی کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ کی مملوک ہی اور اسکے وارثون کی ہے بعد اوسکے کذا فی الزیلعی وحملتُکَ علی ھذہ الدابّۃِ ناویًا بالحملِ الھبۃَ کہا اور مینے تجہکو اس جانور پر سوار کر دیا حمل سے ہبہ کی نیت کرکے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا ہم حمل گاہی بمعنے ہبہ اور گاہی بمعنے عاریت مستعمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وکسوتُکَ ھذا الثوبَ اور مینے تجہکو یہہ کپڑا پہنایا ہم پہنانیسے تملیکا عین مراد ہوتی ہی بولتے ہین کہ فلانے نے فلانیکو کپڑا پہنایا جب کہ اسکو کپڑیکا مالک کر دیا اور عاریت مین اسطرح نہین بولتے وداری لکَ ھبۃً اور میرا گہر تیرا ہی ہبہ کرکے ہم لفظ ہبہ منصوب ہے حال ہونیسے ضمیر ظرف سی اور لام تملیک کا ہی کذا فی الدرر او عمری تسکنُہا لانّ قولَہ تسکنُہا مشورۃٌ لا تفسیرٌ لانّ الفعلَ لا یصلحُ تفسیرًا

الاسم فقد اشار علیہ من ملکہ بان یسکنہ وان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا ہے بطور عمری کہ تو اسمین
سکونت کرے یہ قول ہبہ ہی اسواسطے ہے اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہی واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونیکی لیاقت نہیں رکھتا تو واہب نے
موہوب لہ کو مشورہ دیا اسکی ملک میں صلاح کہ اسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اسکے مشورہ کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے ولو قال
ہبۃ تسکنہا او سکنی ہبۃ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن یہ ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہے کہ میرا گھر تیرا ہی موہوب کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ موہوب
ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر یقین کو لیکر مع لفظ ہبہ احتمال ہے اور سکنے تمیز عاریت ہونیکی وجہ یہ ہے کہ لفظ سکنے محکم ہی تملیک منفعت میں تو یہ قول
عاریت ہی خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا موخر کذا فی التاتارخانیہ البرجندی حاصلہ ان اللفظ ان انبأ عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل
اعتبر النیۃ نوازل اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دیوے یعنی دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہی یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہی یا ہبہ اور
عاریت دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل وفی البحر عن الخلاصۃ بابہ ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے
کو رہنا امرین ابنی دوں کا نام مین بقول اقرب صحت ہی یہ صاحب بحر نے خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے بعینہ یہ حکم مذکور ہے کہ قول
ہبہ نہیں ہی تو اس پر اعتماد چاہیئے کذا فی الہندیہ وتصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع
حتی لو حلف ان یہب عبدہ لفلان فوہب ولم یقبل بر وبعکسہ حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہی قبول کرنیسے یعنی موہوب لہ کے حق میں
اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہوجاتا ہی فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کہائی کہ اپنا غلام فلانے شخصکو ہبہ کریگا سو اوس نے اوسکو ہبہ کیا اور اوس شخص نے
ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے برعکس میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ مین فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اوس نے ہبہ کیا اور اوس نے قبول نکیا تو حانث
ہوگا برخلاف بیع کے یعنی اگر قسم کہائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اوس نے بیع کا ایجاب کیا اور اوس نے قبول نکیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ
تمام نہین ہوتا اگر ایجاب اور قبول سے تو جبتک قبول نپایا جاوے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی العینی وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ہنا کالقبول
فاختص بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ موہوب لہ کو قبض کرنیسے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہان یعنی ہبہ مین قبول کرنیکے مانند ہی لہذا مخصوص ہو
بمجلس عقد ہوا اور قبض بجای قبول کے ہو اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہیں مگر
قبض سے تو قبض مقید بمجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو تا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی و
بعدہ بہ ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضای مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید
بالمجلس ویجوز القبض بعدہ اور محیط مین ہے کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنیکا امر کیا ہو ہبہ کرنیکے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا
بعد اسکے بھی والتمکن من القبض کالقبض فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم
تمکنہ من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر کوئی ہبہ کرے کپڑے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اوسکے طرف بلند کیا یعنی سامنے
کیا تو یہ قبض نہوگا بسبب اوسکو قادر ہونیکے قبض پر وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کہلا ہو
تو قبض ثابت ہوگا سپرد کرنیسے بوسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہو بیع مین وفی الدرر والمختار صحۃ بالتخلیۃ
فی صحیح الہبۃ لا فاسدہا اور درر مین ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہی تخلیہ سے ہبہ صحیح مین نہ ہبہ فاسد مین یعنی اگر واہب موہوب اور موہوب لہ مین تخلیہ کر دیا
تو قبض صحیح ہوگیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو وفی النتف ثلثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور نتف مین ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہین بدون قبض کے مع عقود کے
ہبہ مین ا ہبہ ہی ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد وا ورزاعی وابن شبرمہ وحسن بن صالح ۵ عمری ۶ نحلہ یعنی عطاے جنین ۸ منح ۹ راس المال سلم
۱۰ بدل سلم مین جب کہ قبض بدل کو مشارط ہو تو اگر کچھ شی درمون کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اوس حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جب کہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو
جنس مختلف ہو چنانچہ گیہوں کی بیع جو سے تو اسمین تفاضل جائز ہی لیکن نسیئہ ۱۳ جب کہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف جنس تو اسمین بھی تفاضل جائز ہی نہ نسیئہ

کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن النہر ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقاً ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع
کر دیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقاً صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب مین قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہی دلالت سے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو
قبض صحیح ہی مجلس مین اور بعد مجلس کے بھی اگر قبض نہ کیا تو قبض صحیح نہین مجلس مین نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہی دلالت سے یعنی صحت قبض کی تھی ایجاب باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہی اور
حالانکہ صریح قوی تر ہی دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس مین صحیح ہی نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہوا اور موہوب لہ نے وہان جا کر قبض کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہو تو صحیح ہی ورنہ نہین وتتم
الہبۃ بالقبض الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے ہم قبض کامل منقول مین وہ ہی جو منقول کے مناسب ہے اور عقار مین وہ ہی جو عقار کے مناسب ہے تو گہر کی
کنجی کا قبض گہر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ مین قبض کامل تقسیم کر کے ہوتا ہی تا موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ مین قبض کامل تبعیت
کل ہوتا ہی کذا فی الدرر ولو الموہوب شاغلاً لملک الواہب لا مشغولاً بہ یہ قبض کامل سے پورا ہو جاتا ہی اگرچہ موہوب شاغل ہو ملک واہب کا نہ مشغول بملک واہب کے
الاصل ان الموہوب ان مشغولاً بملک الواہب منع تمامہا وان شاغلاً لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام
ہونیکا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونیکا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت
شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو وہب جراباً فیہ طعام الواہب او داراً فیہا متاعہ او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا
کذلک لا تصح تو اگر پہلا ہبہ کیا جسمین واہب کا طعام ہے یا وہ گہر جسمین واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہی اور تینون چیزون کو اسیطرح تسلیم کیا
تو ہبہ صحیح نہوگا ہم اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہی اور ظرف مظروف کو مشغول نہین کرتا کذا فی الدرر وبعکسہ
تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل لملک الواہب لا مشغول بہ اور اسکے بعکس مین ہبہ صحیح ہی طعام اور متاع اور زین مین فقط
اسواسطے کہ ہر چہار اشیاء ثلثہ سے ملک واہب کے شاغل ہے نہ مشغول ہم خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہین اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہی کیونکہ
اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک واہبہ لا یمنع تمامہا عدم تمام ہبہ مین مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول
ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہین ہم منجملہ اسکی صورتون کے ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گہر ہبہ کیا اس متاع کے ساتہہ جو اس گہر مین ہے
اور گہر تسلیم بھی کر دیا پہر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گہر مین اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گہر اور اسباب دونون پر تہا حقیقۃً تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی
پہر استحقاق متاع سے ظاہر ہوگیا کہ متاع واہب کی ملک نہی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہین کذا فی الطحطاوی کرہن وصدقۃ لان القبض شرط تمامہا
کتمامہ فی العمادیۃ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہی رہن اور صدقہ کی مانند اسواسطے کہ قبض شرط ہی رہن اور صدقہ کے تمام ہونیکی اور پورا بیان اسکا
عمادیہ مین ہے ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہین ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مفسد ہے اور
دونون کا شاغل ہونا مضر نہین تو تشبیہ راجع متن سے ہی کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لا تجوز الا اذا وہب الاب لطفلہ اور اشباہ مین ہے
کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین مگر جب کہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہی قلت وکذا الدار المعارۃ مین کہتا ہون اور اسیطرح عاریت کا گہر ہی ہم صورت اسکی یہ
ہی کہ ایک گہر عاریت یا اجارہ پر دیا پہر مستعیر یا مستاجر کے اسباب غصب کیا اور اس گہر مین رکہا پہر مستعیر کو وہ گہر ہبہ کر دیا تو اس گہر کا ہبہ صحیح ہی اسواسطے
کہ ظاہر ہوگیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہی کذا فی الطحطاوی والتی وہبتہا لزوجہا علی المذہب لان المرأۃ ومتاعہا فی ید الزوج فصح التسلیم
اور ہبہ مشغول اس گہر مین جائز ہی جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے ہاتہہ مین ہی تو تسلیم موہوب صحیح ہوگی
ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گہر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمین رہتی ہی اور اسکا اسباب اسمین ہی اور زوج بھی اسکے ساتہہ اسی گہر مین رہتا ہی تو ہبہ صحیح ہی
اسواسطے کہ زوجہ گہر اور اسباب کے ساتہہ زوج کے ہاتہہ مین ہی اور مقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ
فقلت ومن وہبت للزوج داراً لہا بہا متاع وہم فیہا تصح المحرر اور متغیر کی بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو مینے یون کہا اور جس زوجہ نے زوج کو
اپنا وہ گہر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو ہبہ صحیح ہی یہی قول محرر معتمد علیہ ہے ہم وہبانیہ کی اصل بیت یون تہی ومن

وتبیت الزوج وانہا جائزۃ ۔ متاع کی وجہ سے ہبہ تمام نہیں فقط لانہ مشغول بمتاع الواہب جیسے گہر ہبہ کیا جسمین واہب کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ جسمین رہتی ہیں
تو قول ایسین مرقوم ہیں جیسے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تہا البدا شارح نے بیت میں تصرف کر دیا و فی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ
المشغول ان یودع الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلا فتصح لشغلہا بمتاع فی یدہ الا اور جوہرہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ
یہ ہے کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت رکہے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گہر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گہر کے متاع کے ساتھ جو موہوب لہ کے
ہاتہ میں ہے جب شاغل بطریق ودیعت موہوب لہ کے قبض میں آیا پہر مشغول بتسلیم واہب اوسکے پاس آیا تو دونوں پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا
فی متعلق بتتم محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے موہوب مفرغ میں یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہو گیا پہل سے
درخت پر اور میوہ کی ہبہ سے جو درخت پر ہو اور کہیتی کے ہبہ سے زمین میں مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہو گئی ہو اور متاع باقی نہ رہا ومتمیز لا یبقی منتفعا
بہ بعد ان یقسم کبیت وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اس متاع یعنی غیر مقسوم میں جو نفع لینے کے لائق نہیں رہتا قسمت کرنے کے
چنانچہ چہوٹی کوٹہری اور حمام صغیر ہم متاع اس قسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکہتا ہے کہ بعد قسمت کے وہ قابل منفعت نہیں رہتا چنانچہ عبد واحد
اور دابہ واحد و بعد قسمت کے منتفع بہ نہیں رہتا ہے کہ اسکا انتفاع جو قبل قسمت کے تہا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب متغیر کرنے اور لا تتم بالقبض فیما یقسم
مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنے سے اس متاع میں جو قسمت پذیر ہو مثل قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب غیر وغیرہ اور ہبہ
اسکو کذا فی الدرر قہستانی نے کہا جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہیں اور جنمین کو قسمت پذیر سے انہمین بحر الرائق میں ہے کہ حد
فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ میں یہ ہے کہ جو چیز دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ مانے تو اگر قاضی
مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شریکی پاس سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہے چنانچہ گہر اور زمین کو ٹہری ہا اور اگر قاضی جبر نہ کر سکے تو وہ محتمل للقسمۃ نہیں چنانچہ عبد اور
حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل
قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بسبب عدم تصور قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ میں ہے تو یہی یعنی شریک کو
بہی ہبہ مشاع کا جائز نہ ہونا مذہب ہے اھ اور یہ مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا و فی الصیرفیۃ عن العتابی و
قیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ میں عتابی سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے ہم فقہا کی ظاہر
عبارت سے عدم جواز مستفاد ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کیطرف منسوب کیا ہے بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی البحر وان قسمہ
وسلمہ صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع یعنی مانع قبض کامل اشاعت تہی سو
اور تسلیم سے زائل ہو گئی ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت
تسلیم کر دیا اسطرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اوسکا تصرف اسمین نافذ نہوگا تو موہوب لہ اسکا تاوان دے گا
یعنی درصورت تصرف اور واہب کا تصرف اسمین نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصولین الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی
ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ لکن لفظ الفتوی اکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام
المشاع لیکن درر میں ہے فصولین سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہوتا ہے قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے بزازیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جسکو
صحیح کہا ہے عمادیہ میں لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتہ ہم ظاہر ہے
شارح وال ہے کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہے چنانچہ مسئلہ میں آنقانی سے مذکور ہے اور کلام صاحب بحر بہی صحت پر دلالت کرتا ہے مسئلہ
کہ جائز ہے قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اوسکا جائز ہے شریک سے نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگی اور عاریت
اوسکا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کر دی تو اجارہ ہے یا نفعہ ہے والا جائز نہیں اور رہن اسکا فاسد ہے مقسوم اور غیر مقسوم میں اور شریک

قولہ کہ جائز ہے ہبہ

ہبہ

اور غیر شریک برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی نہ محمد کے نزدیک اور خلاف محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز ہی
اور ایداع مشاع شریک سی جائز ہی اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وھل للقریب الرجوع فی الھبۃ الفاسدۃ قال فی الدرر
نعم وتعقبہ فی الشرنبلالیۃ بانہ غیر ظاھر علی المفتی بہ من افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہی قریب کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ میں
درر میں کہا کہ ہاں جائز ہی اور شرنبلالیہ میں اسپر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنابر قول مفتی بہ کے اور وہ یہ ہی کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہو جاتا ہی قبض کرلی
سی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طارئ کان یرجع فی بعضھا شائعا فانہ لا یفسدھا اتفاقا اور مانع
قبض سی وہ شیوع ہی جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنے وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے
کیونکہ شیوع طاری مفسد ہبہ نہیں بالاتفاق ھم شیوع متصل کی یہ صورت ہی کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر
نصف یا ثلث شائع میں ہبہ کو باطل کردے والاستحقاق شیوع مقارن لا طارئ فیفسدھا الکل حتی لو وھب ارضا وزرعا وسلمھا فاستحق
الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق البعض الشائع فیما یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہی کل
موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق مالک غیر نکلی تو ہبہ زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کی محتمل القسمۃ میں ھم زرعت
کے بعض شائع ہونے میں کلام ہی اور صاحب درر نے یوں وجہ بیان کی ہی کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شی واحد کے مانند ہی پھر جب احدہما مستحق ٹھیرا تو یوں ہو گیا کہ گویا
بعض شائع مستحق ٹھیرا محتمل القسمۃ میں تو ہبہ باطل ہوگا باقی میں اور اس تعلیل پر شارح کا قول آیندہ یعنی لانہ کمشاع بہی دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی والاستحقاق
اذا ظھر بالبینۃ کان مستندا الی ما قبل الھبۃ فیکون مقارنا لھا لا طارئا کما زعمہ صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال قنیۃ اور استحقاق
جب کہ گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ماقبل ہبہ کے طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیساکہ صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہی اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا
اتباع کیا ہی اس قول میں سو آگاہ رہو ھم استحقاق زرع کو ظہیریہ میں شیوع مقارن کہا ہی اور نہایہ اور کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہی قہستانی نے کہا کہ شاید ظہیریہ
میں دو روایتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال اس قول میں منفرد نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح ھبۃ لبن فی ضرع وصوف علی غنم ونخل
فی ارض وتمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور روئیں کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت میں کیونکہ
یہ ہبہ مشاع کی مانند ہی ولو فصلہ وسلمہ جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کر دے یعنی مثلا دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہبہ اور تسلیم کر دے تو جائز
ہی بسبب دور ہو جانے مانع قبض کامل کے وھل یکفی فصل الموھوب لہ باذن الواھب ظاھر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہی جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے
اذن سے درر کا ظاہر یہ ہے کہ ہاں کفایت کرتا ہی بخلاف دقیق فی بر ودھن فی سمسم وسمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا یملک الا
بعقد جدید برخلاف آٹے کی جو گیہوں میں بالقوۃ ہی اور اس تیل کے جو تلوں میں ہی اور اس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ ہبہ چلا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ بالفعل
معدوم ہے تو مملوک نہوگا مگر عقد جدید سے ھم عدم جواز کا یہ سبب ہی کہ گیہوں مستحیل ہو کر آٹا ہو جاتے ہیں اسیطرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتی ہیں کذا
فی الدرر وملک بالقبول بلا قبض جدید لو الموھوب فی ید الموھوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب مملوک
ہو جاتا ہی قبول کرلینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ میں ہو ہبہ کے وقت اگرچہ اسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی جب
موہوب لہ قابض نے ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنیوالا ہی یعنے بوسیلہ قابض ہونیکے اپنی مالک ہی والاصل ان القبضین اذا تجانسا
ناب احدھما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جبکہ دو قبض ہمجنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبضہ کا نائب ہو جاتا ہی ھم چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تہی پہر
مالک نے وہ بطور عاریت کی دی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کی ہوگا اسواسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا بلا قبض مستانف واذا
تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسہ اور جب کہ دونوں قبض ہمجنس نہوں متغایر ہوں تو قبض اعلے قائم مقام ہوتا ہی قبض ادنے کے اور ادنی اعلی کا نائب
نہیں ہوتا ھم نیابت اعلی کی مثال یہ ہے کہ غصب سے قبض کیا پہر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور قبض ادنے کی مثال یہ کہ ایک

ہو اور ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی ہبہ کر دی اوسکے ابتدا ہبہ جائز ہے وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة وهو كل من يعوله فدخل الأخ والعم
عند عدم الأب لو في عيالهم اور ہبہ اوس شخص کا جسکو بالجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہو اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا
ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونیکے وقت بشرطیکہ صغیر اونکی عیال میں ہو ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نکر سکے اور باپ سے
مراد یہ ہے جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموهوب معلوما وكان في يده
أو يد مودعه لأن قبض الولي ينوب عنه ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہے عقد ہی سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور بلا قبض ہے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب
ولی کے ہاتھ میں ہو یا اوسکے مودع کے ہاتھ میں ہو اسواسطے کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والأصل أن كل عقد يتولاه
الواحد يكتفى فيه بالإيجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اوسمیں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے اور اشتراط قبول نہیں وإن وهب
له أجنبي تتم بقبض وليه وهو أحد أربعة الأب ثم وصيه ثم الجد ثم وصيه وإن لم يكن في حجرهم وعند عدمهم تتم بقبض من يعوله
كعمه اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اوسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اوسکا وصی
پھر دادا پھر اوسکا وصی اگرچہ صغیر اونکی گود یعنی اونکی پرورش اور حمایت میں نہو اور اونکے نہونیکے وقت ہبہ تمام ہوتا ہے اوس شخص کے قبض سے جسکی عیال اور پرورش میں
صغیر ہو جیسے صغیر کا چچا وأمه وأجنبي ولو ملتقطا لو في حجرهما وإلا لا لفوات الولاية اور ہبہ صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اوسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض
اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بوجہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا
ذا ابتدار محرم ہو کذا فی النهر وبقبضه لو مميزا يعقل التحصيل اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کر لینے سے بشرطیکہ وہ صاحب تمیز ہو اور ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا
ولو مع وجود أبيه مجتبى لأنه في النافع المحض كالبالغ حتى لو وهب له أعمى لا نفع له وتلحقه مؤنته لم يصح قبوله أشباه ہبہ تمام ہو جاتا ہے صغیر کے
قبض سے اگرچہ باپ اوسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے کہ نافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور اوس
مذکور کا خرچ اوسپر حق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الأشباه قلت لكن في البرجندي اختلف فيما لو قبض من يعوله والأب حاضر فقيل لا يجوز
والصحيح هو الجواز انتهى میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ اوس شخص نے قبض کیا جو صغیر کی پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود تھا تو بعضوں نے
کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی اور یہی قول پر نظام القهستاني تصحيحه وعزاه لفخر
الإسلام وغيره على خلاف ما اعتمده المصنف في شرحه وعزاه للخلاصة اور قہستانی کا اوسکی تصحیح جواز ہے اور قہستانی نے اوسکو فخر الاسلام کی طرف
منسوب کیا ہے برخلاف اوسکے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اوسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے ثم قهستاني جواز قبض
من في عياله باوجود حاضر ہونے باپ کے حضرات سے نقل کیا ہے بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغری
سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا في الطحطاوي لكن في منية المصلي ولو بأمه والأجنبي أيضا فتأمل لیکن مصنف کا متن یہ احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب وصل ان
ولو مع وجود أبيه کو أمه والأجنبي کے ساتھ بھی سو اسمیں تامل کرو یعنی جسطرح مصنف کا قول ولو مع وجود أبيه موصول ہے اوس قول سے وبقبضه لو مميزا اسیطرح
اگر اوسکا أمه والأجنبي سے بھی وصل سمجھے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہو جاتا ہے کذا في الطحطاوي وصح
رده لها كقبوله منه أجنبيه اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اوسکا صحیح ہے کذا في السراجية وفيها حسنات الصبي له ولأبويه أجر التعليم ونحوه اور سراجیہ
میں ہے صغیر کی نیکیاں اوسکے واسطے ہیں یعنی اوسکو ثواب ہوگا اور اوسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ثم بعضوں کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب
اوسکے والدین کو ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اوسکا کفارہ ہوں لہذا اوسکی حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا في
الطحطاوي ويباح لوالديه أن يأكلا من مأكول وهب له وقيل لا انتهى فأفاد أن غير المأكول لا يباح لهما إلا لحاجة اور صغیر کے والدین کو اوس ماکول
کا کھانا مباح ہے جو اوسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی ما في السراجية تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت

چنانچہ انلاس والدین وضعوا ھدایا الختان بین یدی الصبی فما یصلح له کثیاب الصبیان فالھدیۃ له والا فان المھدی من اقرباء الاب ومعارفه فللاب او من معارف الام فللام قال ھذا للصبی اولا لڑکون کے ختنے کیوقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہی چنانچہ لڑکونکے کپڑی تو وہ تحفہ صغیر کا مملوک ہی اور اگر ایسا نہین چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریہ تو اگر تحفہ لانیوالا باپکے قرابتدارون یا اوسکے دوستون کسے ہی تو تحفہ باپکے واسطے ہی یا مانکے اقارب اور دوستون سی ہی تو تحفہ اوسکی ماںکو واسطے ہی تحفہ لانیوالے نے یہہ کہا ہوکہ یہہ تحفہ صغیر کے واسطے ہی یا کہا ہو ولو قال اھدیت للاب او للام فالقول له اور اگر تحفہ لانیوالا کہی کہ مینے باپ یا ماںکو تحفہ دیا ہی تو اوسیکا قول مقبول ہوگا وکذا زفاف البنت خلاصہ اور یہی حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفون کا کذا فی الخلاصۃ وفیھا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعھا لغیرہ لیس له ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انھا عاریۃ اور خلاصہ مین ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑی بنائی پھر چاہا کہ کپڑی غیر کو دی تو یہہ اسکو جائز نہین جبتک کپڑی بنانیکے وقت یون بیان نکری کہ کپڑی عاریۃ ہین ھم ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کی حق مین بلا تسلیم ہبہ ہونا معلوم نہین ہوتا مگر یہہ اسکے حق مین اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجیے بزازیہ مین ہے کہ شاگرد کی واسطے کپڑی بنائی پھر چاہا کہ غیر کو دی تو احتیاط یہہ ہے کہ بنانیکے وقت بیان کردے کہ وہ عاریت ہی تا غیر کو دینا ممکن ہوا نہو تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہی اسواسطے کہ عاریت متحقق نہین ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکھا بلبسھا بخلاف نحو ملحفۃ و وسادۃ اور مبتغی مین ہے کہ بدن کے کپڑون کا لڑکا مالک ہوتا ہی اونکے پہننے سی برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ھم تو بعد موت صغیر کے بدنکی کپڑی میراث ہونگی اور لحاف توشک وغیرہ بلا الفاظ تملیک میراث نہونگی اور یہہ مسئلہ مشہور مین مفروض ہے جب قبل تولد صغیر کے یہہ کپڑی بنائی گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ ثیاب تولد کی بعد مفروض ہی تو دونون فرق ظاہر ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانھا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد به الاضرار وان قصدہ یسوی بینھم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی اور خانیہ مین ہے کہ کچھہ مضائقہ نہین بعض اولاد کو زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہی یعنی اوسمین اختیار نہین اور اسیطرح بعض اولاد کو زیادہ دینی مین کچھہ مضائقہ نہین جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کری تو اونمین برابری کری یعنی بیٹی کو دی بیٹے کے برابر ابویوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی ھم عطایا مین کمی زیادتی مکروہ ہی جب اولاد درجے مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم مین مشغول ہو نہ کسب مین تو اگر اسکو زیادہ دی تو جائز ہی بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سی زیادہ ندی تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہری اور خلاصہ مین ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہوا اور باپ چاہی کہ مین اپنا مال امور خیر مین صرف کرڈالون تو یہہ بہتر ہے اوسکے واسطے چھوڑ جانے سی اور امام محمد کا قول غیر مختار یہہ ہی کہ عطایا مین بیٹی کا دونا بیٹے کو دی میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وھب فی صحته کل المال للولد جاز واثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال مین تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کردے تو جائز ہی اور وہ گنہگار ہوگا ھم یعنی ایک لڑکو دی اور باقیکو محروم کری تو جائز ہی یعنی ہبہ بعد موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ ہی تو نکرنا چاہیے اور بعضے مذاہب مین ہبہ مذکور منقوض ہوگا اوسکی موت کی بعد اور سب وارث اسمین سی میراث پاوینگی کذا فی الطحطاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ جبر مورث نامورث قول ضعیف ہی واللہ اعلم وفیھا لا یجوز ان یھب شیئا من مال طفله ولو بعوض لانھا تبرع ابتداء اور خانیہ مین ہے کہ باپکو جائز نہین اپنے طفل صغیر کے مال سی ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہوا سواسطے کہ ہبہ ابتدا مین احسان ہی یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وفیھا یبیع القاضی ما وھب للصغیر حتی لا یرجع الواھب فی ھبته اور خانیہ مین ہے کہ قاضی وہ مال بیچڈالی جو صغیر کو ہبہ کیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیرلے ولو قبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فالقبض لھا بعد الزفاف ما وھب لھا صح قبضه ولو بحضرۃ الاب فی الصحیح لنیابته عنه فصح قبض الاب کقبضھا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ ہوا تو قبض اوسکا صحیح ہی اگرچہ قبض زوج باپ کی سامنے ہو قول صحیح مین بسبب نائب ہونے زوج اوسکے باپکے طرف سی پھر جب باپکے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولے صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بالقبض شوہر اور باپکے صحیح ہی اور اگر بالغہ ہی تو اوسیکا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپکا ھم زفاف سی مراد زوجہ کا بیاہا ہوا زوج کے گھر مین نکاح کی بعد وقبله ای الزفاف لا یصح لعدم الولایۃ اور زفاف سی پہلے زوجکا قبض صغیرہ کے موہوبہ پر صحیح نہین بسبب ولایت کے نہونے وھبا لثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع مفصون ہے دو شریکون نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ عدم شیوع ھم اسواسطے کہ دونون

اولاد کو عطا دینے میں کسے زیادتی کرنا

تصرف تام کرے تسلیم کیا اور موہوب نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت ہوا کذا فی الغرر والنہر ویصح تملیکہ لکبیرین لا عند الشیوع فیما یحتمل القسمۃ
اور بعکس اسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ میں ہم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر
ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ میں اور وہ ہبہ کا مانع ہے اما ما لا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل
القسمۃ نہو جیسا کہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصون کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے قیدنا بالکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال
الکبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا ہم نے دو بالغون کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے
اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق ہم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہے لو وہب لکبیر وصغیر فی عیالہ اور دونون کتابون
مین مبسوط سے تعلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب ہی بچے کے حصہ صغیر کا قابض ہو گیا تو منعقد آخر شائع باقی رہا اھ اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیال کی قید
اتفاقی ہے برخلاف ما قال شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالہبۃ لجواز الرہن والاجارۃ من اثنین اتفاقا اور ہم نے
ہبہ کی قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارہ کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخص کے پاس کوئی چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہے واذا تصدق
بعشرۃ دراہم او وہبہا لفقیرین صح لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالی وہو واحد فلا شیوع اور جب دس درم دو فقیر کو
خیرات دے یا ہبہ کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضامندی ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع
ثابت نہوا اھ زیلعی میں ہے اور فقیر نائب ہے خدا تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمہا وسلمہا
صح صحیح نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصوں کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہو گا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہو گا تو اگر درہم مذکورہ کو قسمت کر
اور دونو کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہو گی ہم نے صحت سے نفی ملک مراد ہی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کو وہب لرجلین درہما ان صحیحا صح ایک شخص
دو مردونکو ایک سالم درہم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے کذا فی النہر وان مغشوشا لا لانہ مما
یقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے کہ وہ حکم اسباب کے
ہے ومعہ درہمان فقال لرجل وہبت لک احدہما او نصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درم ہین سو اس نے دوسرے مرد سے کہا کہ مین نے ان دونون
سے ایک درم تجکو ہبہ کیا یا انکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونون درم برابر ہین یعنی وزن اور جودت مین تو ہبہ جائز نہیں ہم اسواسطے کہ جب وزن اور جودت مین برابر ہوئے تو
ہبہ مشاع کا ہے محتمل القسمۃ مین کیونکہ ایسی چیز کے لیے قسمت جائز ہے کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہبہما جاز مطلقا
اور اگر دونون درم مختلف ہون اسطرح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی البحر والمکرۃ تو ہبہ جائز ہے اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسواسطے
اگر دونون درمون کو درشت ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقا خواہ دونون مستوی ہون یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز ہبۃ حائط بین داریہ ودار الجار لا ہبۃ البیت
من الدار فہذا یدل علی کون سقف الواہب علی الحائط واختلاط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ مجتبی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اس
دیوار کا جو واہب کے گھر اور اسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے واہب کی چھت کے ہونے پر
دیوار پر اور مختلط ہونا بیت گھر کی دیوارون سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے لکھا دیوار پر چھت کی ہونیکی دلالت طلاق کی جہت سے البیت ہے والا اسکی [illegible]
اس کلام مین [illegible] عالمگیری مین ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام مین اپنا حصہ ہبہ کرے اور نہیں کر دے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہے اسطرح
بیت کا مع جمیع حدود و حقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن جب کا مشترک ہی اتین اور دوسرے مین جائز ہے انتہی

باب الرجوع فی الہبۃ

یہ باب ہے رجوع فی الہبہ مین یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا اعیان مین ہوتا ہے اقوال مین کذا فی الطحطاوی
صح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کرکے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض سے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض
موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو نہ دیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہین کہتے مع انتفاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریما

باب الرجوع فی الہبۃ

قبل تمیزہا کفایہ موہوب کا پہیر لینا صحیح ہی ساتہہ ہونے مانع رجوع کی جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پہیر لینا مکروہ تحریمی ہی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہی کذا فی
النہایہ ہم حدیث مین وارد ہی اوسکی مثل جو دیتا ہی پہر پہیر لیتا ہی اوس کتّی کی سی مثل ہے جو کہاتا ہی پہر جب آسودہ ہوتا ہی تو قی کرتا ہی پہر اپنی قی کو نگل لیتا ہی اور
دوسری حدیث یہہ ہی کہ جو ہبہ کر دے وہ اوسکا زیادہ تر حقدار ہی جبتک اوسکا عوض نملے انتہی تو رجوع فی الہبہ صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے مین جمع بین الحدیثین ہو گیا وشئہ
التامل کذا فی الطحطاوی و لو اسقط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاطہ خانیہ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کو اسقاط کی ساتہہ ہو تو رجوع
ساقط نہین ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سی کذا فی الخانیہ و فی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع و لو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح و کان عوضا
عن الہبۃ لکن سیجیء اشتراطہ فی العقد اور جواہر مین ہے کہ صحیح نہین ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہی اور یہہ
عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا عقد مین یعنی مجتبی سے منقول ہوگا و یمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ یعنی الموانع السبعۃ الاتیۃ
اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کی منع کرتے ہین حروف مذکورہ سے موانع سبعہ آیندہ مراد ہین ہم موانع سبعہ کو تسہیل ضبط کی واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ
مین جمع کیا ہی اور معنی ترکیب یہہ کہ آنسو نے انکو زخمی کر دیا الاخزق بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتہہ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی
نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ مین دال سے مراد زیادت ہی نفس عین موہوب مین یعنی زیادت متصل جو قیمت زیادہ
ہو جانیکی موجب ہے ہم زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہین اور نفس عین کی زیادت کی قید سے
زیادتی نرخ کی خارج ہوگئی کہ وہ رجوع کی مانع نہین اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہی چنانچہ غلام اور لونڈی مین طول
فاحش فان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لان الساقط لا یعود اگرچہ
زیادت متصلہ زائل ہوگئی ہو قبل رجوع کی چنانچہ غلام جوان ہوا پہر بڈہا ہوگیا لیکن خانیہ مین اسکے مخالف ہی اور اعتماد کیا ہی اسپر قہستانی نے تو اوس سے آگاہ ہونا چاہیئے یعنی
زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور نہ چاہیئے مقام تامل ہے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ عود نہین کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار مین دو قول ہین محیط مین ہے کہ اگر کوئی
غلام ہبہ کیا پہر وہ جوان ہوا اور بڈہا ہوگیا اور قیمت اوسکی گہٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہین اسواسطے کہ اوسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پہر اور وجہ سے
گہٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس مین ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پہر وہ موٹی اور بڑی ہوگئی تو واہب کو رجوع جائز ہی اور اسیطرح جمیع حیوانات اور اسی
طرح فتاوی عالمگیری مین ہے اور یہہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا سو مسلم نہین بلکہ یہہ از قبیل زوال مانع کے ہی کذا فی الطحطاوی و کبناء و غرس ان عد زیادۃ فی کل الارض
والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ مین بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت مین شمار ہو اور اگر
کل زمین کی زیادت مین معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہے و لو عدا فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ مین
شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اوسی قطعہ مین کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارہ پر کہجور جمائی
یا عمارت بنائی اور یہہ عمارت بنانا اور کہجور جمانا زمین کی زیادت ٹہیری تو واہب کو ہبہ پہیر لینا جائز نہین کل مین نہ بعض مین اور اگر یہہ زیادت [illegible] نہو بالفعل زمین
مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین تو اگر دوکان نہایت صغیر بنا دی تو یہہ اصلا زیادت نہ ٹہیریگی تو اوسکا کچہ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم ہو یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت
مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اوسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹہیریگی تو واہب کو اوس قطعہ کے غیر مین رجوع جائز ہوگا انتہی و یلتحق بہ جمال و خیاطۃ و صبغ
و قصر ثوب و کبر صغیر و سماع اصم و ابصار اعمی و اسلام عبد و مداواتہ و عفو جنایۃ و تعلیمہ قرآنا و کتابۃ او قراءۃ و نقط مصحف
باعرابہ و حمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا و شبہہا اور مانند زیبائی اور خوبصورتی کے اور درزی اور رنگنا اور کپڑے کو دہونے کے اور جوان ہونا صغیر اور سننا
بہرے اور دیکہنا اندہے کے اور مسلمان ہونا غلام کے اور اوسکے معالجہ کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑہنے بعض قرآن کے
اور لکہنی اعراب مصحف کے اور مانند لا دلیجانے کہجور کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلا اور مانند امثلہ مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اوسوقت زیادت متصلہ مین شمار ہوگی جبکہ
وہ واہب کے پاس بیمار ہوا اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور صحت ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہین اور جنایت

ہو و عنایت مراد ہے تو قصہ سے مراد ہوتی ہو یعنی اوس غلام کسیکا ٹھیکا خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اوسکو معاف کردیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کو بغیر زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اوسکو زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا دفی البزازیۃ والحمل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص کان زیادۃ ہے یعنی ہوا اور حمل لونڈی کا اگر بہتری یا دہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں ہم موافق قول کے حال حاملہ ہونے میں مختلف ہو بعض صورت حاملہ ہو جیسے سوتی اور خوبصورتی ہو جاتی ہے اور بعض میں بدصورتی ہو تو صورت اولی زیادت متصلہ ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ فالقول للواہب کذا فی الکبریٰ القول للواہب فی حق ذلک دخانیۃ وصنع الموہوب لہ خانیہ دحاوی ومثلہ فی المحیط الکتۃ استثنی لو کان لا یبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کرنے میں اور ہونے میں اختلاف کیا تو قول واہب کا معتبر ہو جیسے جوان ہونے میں ایک قول معتبر ہو اور اسی طرح عمارت اور پیدا ہونے کو موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور شہد اوسکے محیط میں لیکن صاحب محیط نے اس عبارت کو مستثنیٰ کیا ہے یعنی نہیں سکتی معتدیہ میں ہم توضیح اختلاف یہ ہے کہ مثلاً موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں بلکہ اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوبہ کا اور دیت اور مہر ملک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل چیز کو پھیر لیگا زیادت ہم مثلاً زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اوسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اوسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا خون بہا کیونکہ وہ زیادت موہوب سے جدا اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا لکن القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ لو قال ابیعوا فلیتمتہ لہ لیکن اوسکو واہب اپنے حق کے بچہ کی ماں یعنی جب تک بچہ اوس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہو قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہو کہ وہ اگر حمل ہو تو امام کا قول ہی سو ٹھیر دار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد ہل للواہب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہوگئی اور ہنوز موہوب لہ کے پاس نہیں جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج میں کہا کہ رجوع جائز نہیں اور زیلعی نے کہا کہ ہاں رجوع جائز ہے وفی الجوہرۃ مریض مدیون مستغرق وہب امۃ فباعت وقد وطئت ردہا مع عقرہا ہو المختار اور جوہرہ میں ہے مریض ایسا مدیون ہو جو سراپا مستغرق ہو یعنی اوس نے لونڈی ہبہ کی پھر وہ مرگیا اور حالانکہ موطوئہ ہوگئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اوسکے غیر سے تو موہوب لہ اوسکو مع اوسکی مہر کے ساتھ پھیر یگا یہی مختار ہے والموت من احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور ہبہ موجانع من جملہ دہی ہے اور یہ مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبضہ کے تو اگر قبض سے پہلے کوئی مرگیا تو عقد باطل ہو ولو اختلفا والعین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دو شخصوں میں اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ میں ہو تو وارث ہی کا قول مقبول ہے ہم اختلاف کی یہ صورت ہو کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ سے کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی میں نہیں کیا بلکہ اوسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اوسکی حیات میں میں نے قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہو کہ موہوب کا وارث کے ہاتھ میں ہونا قید اتفاقی ہے وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال کفارۃ دیۃ خراج ورابع ضمان لعتق ہکذا النفقات کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا کما ان ہذا حکم الجمیع سقوطہا اور البتہ مصنف نے نظم کیا ہو ان حقوق کو جو ساقط ہو جاتے ہیں موت سے تو یوں کہا ہو کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعوض عتق اسی طرح نفقات اور اسیطرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہو موت سے آگاہ کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہیں ہم سقوط کفارہ درصورت عدم وصیت ہو ضمان عتق کی یہ صورت ہو کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کر دیا اور شریک تاوان لازم آیا بسبب یسار کے اور پھر وہ غلام آزاد کرنیوالا مرگیا والعین العوض بشرط ان یذکر لفظا یعلم الواہب انہ عوض کل ہبتہ اور عین سے مراد عوض ہو بشرطیکہ موہوب لہ عوض دینے کے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب جان جاوے کہ اوسکو تمام ہبہ کا عوض ہے ہم طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہو کہ عوض کی الف لام کائی ہے یعنی لاؤ کرے موہوب لہ فان قال خذہ عوض ہبتک او بدلہا او فی مقابلہا ونحو ذلک فقبضہ الواہب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اوسکا بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابل لے اور مانند اس کلام کے کہی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہو گیا ہم اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت ہبہ ہو ولو لم یذکر انہ عوض رجع

كل هبته اور اگر موہوب له یون ذکر کرے کہ یہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ پہیرے ولذا اشترط فيه شرائط الهبة كقبض وافراز وعدم شيوع
ولو العوض مجانساً او يسيراً وفي بعض نسخ المتن بدل الهبة العقد وهو تحريف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونیکے ہبہ ہے اسیواسطے عوض مین
ہبہ کی شرطین شرط ہین چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب له کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہمجنس ہبہ کے ہو یا کمتر ہو ہبہ سے اور متن کے
بعضے نسخون مین بجای بدل الهبة کے بدل العقد ہے اور وہ تحریف ہے کاتبون کی هم مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہین ہے اسواسطے
کہ اگر بدل ہوتا تو قلت مین جائز نہین ہوتا بسبب لازم آنے بیاج کے دلیل اسپر یہ ہے کہ موہوب له مالک ہے ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہین دیتا اور عوض تو
اوسنے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہوجاے كذا في الطحطاوي ولا يجوز للاب ان يعوض عما وهب للصغير من ماله اور باپکو یہ جائز نہین
کہ عوض دے اوسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو اوسکے مال سے هم تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دے تو جائز ہے ولو وهب العبد التاجر ثم عوض فلكل منهما
الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھہ مال ہبہ کیا پہر موہوب له نے اسکا عوض دیا تو دونون مین سے ہر شخص کو پہیر لینا درست ہے كذا في البحر هم وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع
سے نہین ہے پہر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسیطرح موہوب له بہی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بناے تعویض ہبہ پر تہا جب ہبہ باطل ہوا
(عوض مین دیا) تو تعویض بہی باطل ہوئی ولا يجوز تعويض مسلم من نصراني عن هبته خمراً او خنزيراً اذ لا يصح تمليكهما من المسلم بحر اور جائز نہین مسلمانکو شراب یا سور
عوض دینا نصرانی کو ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہین كذا في البحر هم یعنی اگر نصرانی نے کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے
شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہین تو نصرانی کو اپنا ہبہ پہیر لینا درست ہوگا ويشترط ان لا يكون العوض بعض الموهوب فلو عوضه البعض عن
الباقي لا يصح فله الرجوع في الباقي اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب له نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض مین دے تو صحیح نہین تو واہب کو باقی موہوب مین
رجوع درست ہے ولو الموهوب شيئين فعوضه احدهما عن الآخر ان كانا في عقدين صح والا لا لان اختلاف العقد كاختلاف العين اور اگر
موہوب دو چیزین ہون سو موہوب له ایکچیز کو دوسری چیز کے عوض مین دے اگر دونون چیزین دو عقد مین موہوب ہوئی ہون تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد مین
موہوب ہون تو درست نہین اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراهم تتعين في هبة ورجوع مجتبى اور درہم متعین ہوجاتے ہین ہبہ اور رجوع ہبہ
مین كذا في المجتبى هم تو جب دراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پہر دراہم کا بدلا بجنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز نرہا اور رجوع اسیوقت تک جائز ہوگا جبتک دراہم
موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہین اور اگر موہوب له نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مانع رجوع ہے كذا في الطحطاوي ودقيق الحنطة يصلح عوضاً عنها لحدوثه
بالطحن اور گیہون کا آٹا گیہون کے عوض ہونیکی صلاحیت رکہتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے هم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہین ہے کہ تعویض اوسکی
صحیح نہو وكذا لو صبغ بعض الثياب او لت بعض السويق ثم عوضه صح خانيه اور اسیطرح اگر موہوب له نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تہوڑے ستو پانی سے
گہولے پہر اسکو عوض مین دیا تو صحیح ہے كذا في الخانيه هم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب له نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسیطرح موہوب
سیر بہر ستو مین سے موہوب له نے پاو بہر ستو گہولکر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب مین زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نرہا گویا
دوسری چیز ہوگئی ولو عوضه ولد احدى جاريتين موهوبتين وجد ذلك الولد بعد الهبة امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیون مین سے ایک لونڈی کا
وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب له نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہوگیا وصح العوض من اجنبي ويسقط حق الواهب في الرجوع اذا قبضه كبدل الخلع
اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کیطرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہوجاتا ہے جب واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب له کیطرف سے عوض دے تو صحیح
ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعويض بغير اذن الموهوب له اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب له ہو ولا رجوع ولو بامره الا اذا قال
عوض عني على اني ضامن لعدم وجوب التعويض بخلاف قضاء الدين اور رجوع نہین یعنی اجنبی موہوب له سے عوض کا عوض نہین لیسکتا اگرچہ تعویض موہوب له
کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب له اجنبی سے کہے کہ عوض میرا کا دے میرے طرف سے یا اس شرط کہ مین ضامن ہون عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونیکے سبب سے ہے بخلاف اداے دین کے هم
وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب له کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہین بخلاف اداے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کے طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے

ہو اوسکا ادا کرنا لازم ہو جب تو جب کسی نے دین ادا کر دینے کو کہا تو گویا اجنبی سے قبضہ کر لینے کو کہا اور قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان
بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ
رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاوے حبس اور ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا شرط ضمان اور جو ایسا نہیں ہے
یعنی اسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اوسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جب کہ امر کرنیوالا اپنے اوپر ضمان کی شرط کرے کذا فی الظہیریہ ترجمہ حبس اور
ملازمت کی قید سے ادا نذر اور کفارہ وغیرہ کا امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہیں کذا فی الطحاوی وحینئذ فلو امر
المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اسوقت میں یعنی جب قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک
سے اپنی طرف سے ادا کر دینے کو کہا تو وہ مرد مدیون سے پھیر لیگا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یعترض علی الاصل بالو قال
انفق علی بناء داری او قال للاجنبی اشتر لی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیۃ مع انہ لا یطالب بہما لا بحبس و
لا بملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کی بنائی پر خرچ کر یا کسی نے دوسرے
سے کہا کہ مجھکو خرید کر لے یعنی اگر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا شرط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ باوجودیکہ
آدمی پر مطالبہ نہیں بنا و دار اور خلاص کا نہ حبس سے نہ ملازمت سے اسمیں تامل کرو شاید یہ رجوع اسلئے ہے کہ عرف میں اسکا ضمان لازم ہوا ہے اور شارح
بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ یہ جواب میں نظر ہے کذا فی الطحاوی وان استحق نصف الہبۃ رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہبہ مستحق یعنی ملک غیر نکلا
تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے ہم جوہرہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض اسوقت ہے جبکہ موہوب محتمل القسمۃ نہو اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق
باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی الطحاوی وعکسہ لا مالم یرد ما بقی لانہ یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنہ یتخیر للتبعیض
العوض اور بالعکس اوسکے یعنی جب کہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جبتک کہ باقی عوض کو نہ پھیر دے اسواسطے کہ باقی عوض ہونیکی صلاحیت
رکھتا ہے ابتداء تو بقا میں بھی اسیطرح اسکی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا باقی عوض کا کذا فی الطحاوی اسواسطے کہ شارح یوں کہتا کہ تجزیہ عدم
العوض یعنی در صورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول کا بسبب تجزیہ عوض کے ومراد العوض العوض المشروط فی المتن لانہ
کالبیع ینوع المعدل علی المتبادل نہایہ اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو عقد ہبہ میں مشروط ہو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی درحقیقت
وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں ثمن کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایہ قال واستحق کل العوض رجع فی کلہا اذا کانت
قائمۃ لا ان کانت ہالکۃ چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جب کہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اسوقت کہ ہلاک ہبہ مانع
رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہبۃ لم یرجع خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہو گئی ہو تو رجوع نکرے کذا فی
الخلاصہ یعنی اسلئے کہ زیادت مانع رجوع ہے وان استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما ومثلہ ان کان ہالکا مثلیا
وبقیمتہ ان قیمیا غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیرے اگر عوض ہلاک ہو بشرطیکہ عوض مثلی
یعنی وزنی یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیرے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایہ ولو عوض النصف رجع بما لم یعوض ولا یضر الشیوع لانہ طارئ اور اگر نصف
ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضر نہیں کرتا کیونکہ شیوع طاری ہے تنبیہ
یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر نقل فی المجتبیٰ انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعد ذلک
فلم ار من صرح بہ غیرہ وفروع المذہب مطلقۃ کما ترینہ تنبیہ مجتبیٰ میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے
عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہوا ختم اور میں نے دوسرے شخص نہیں دیکھا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوای صاحب مجتبیٰ کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے لا قید ذکر
کئے ہیں چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کر لے ہم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گیہوں کا آٹا گیہوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا ہبہ ہو تا گر لیوے گیہوں کے اس

از انجملہ دو موہوب لو نڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے موہوب مانع رجوع ہوتا ہی کذا فی البحر والخاء خروج الهبة عن ملك الموهوب له
اور خا سے مراد ہبہ کا خروج ہی موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا ولو بهبة الا اذا رجع الثانی فللاول الرجوع سواء كان
بقضاء او رضى لما سيجيء ان الرجوع فسخ حتى لو عادت بسبب جديد بان تصدق بها الثالث على الثانی او باعها منه لم يرجع الاول
خروج من الملک مانع ہی رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہی خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی
سے یہ اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت فسخ ہبہ سے ہے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح پر کہ واہب ثالث واہب ثانی
پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھ بیچ کرے تو واہب اول رجوع نکریگا ولو باع نصفه رجع فی الباقی لعدم المانع اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب
نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف مبیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں وقيد الخروج بقوله بالكلية بان يكون خروجها
عن ملكه من كل وجه ثم فرع عليه بقوله اور مصنف نے خروج میں بالكلية کی قید لگائی یا معنے کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریع
کی بقول آیندہ فلو ضحى الموهوب له بالشاة الموهوبة او نذر التصدق بها وصارت لحما لا يمنع الرجوع تو اگر موہوب لہ نے دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا
اسکے خیرات کرنیکی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنے سے گوشت ہوگیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں ہم اسواسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں اصل رہتا ہی تو خروج عن الملک
ثابت نہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکور اور متعہ ادا ہو جاتا ہی محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک رجوع جائز
نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام کا قول محمد کے قول کے مانند ہی ومثله المتعة والقران والنذر مجتبى اور قربانی کی مانند متعہ اور قران اور نذر ہی كذا فی المجتبی
ہم لمطلب نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہی تو متن سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنهاج ولو وهب له ثوبا فجعله صدقة لله تعالى فله
الرجوع خلافا للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف مذہب ابو یوسف
ہم جتاب تعقیب سے خبر نہیں اتی کہ رجوع درست ہے کذا فی الخطابی لو ذبحها من غير تضحية فله الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون
قربانی کرنیکے تو واہب کو رجوع جائز ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد عليه دين او جناية خطأ فوهبه مولاه
لغريمه او لولي الجناية سقط الدين والجناية ثم لو رجع صح استحسانا ولا يعود الدين والجناية عند محمد رواية عن الامام كما لا يعود النكاح
لو وهبها لزوجها ثم رجع خانیہ ایک غلام ہی جسپر دین یا جنایت خطا ہی پہر اوسکے مالک نے اوسکے دین یا ولی جنایت کو ہبہ کردیا تو دین اور جنایت ساقط
ہوگی پہر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد کے نزدیک عود نکریگی اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نکریگا
کہ اگر مالک نے لونڈی ہبہ کردی اسکے شوہر کو پہر اوس نے ہبہ پہیر لیا کذا فی الخانیہ والزاء الزوجية وقت الهبة اور زا سے مراد ہے زوجیت وقت ہبہ کی
مراد ہی فلو وهب لامرأة ثم نكحها رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پہر اوس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نتھی ولو وهب لامرأته لا
كعكسه انتهى اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے بالعکس اسکے انتہی یعنی اگر واہب عورت ہوا اور ایک مرد کو ہبہ کرے پہر اوس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہی
اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لا تصح هبة المولى لام ولده ولو فی مرضه ولا تنقلب وصية اذ لا يتصور
للمحجور امالو اوصى لها بعد موته تصح لعتقها بموته فيسلم لها كافی سیحچ نہیں ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ ہبہ اوسکے مرض الموت میں ہو
اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہو جائیگا اسواسطے کہ مجور کو کچہہ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کیواسطے وصیت کرجاے اپنی موت کی بعد یعنی یوں کہے کہ میری موت کی بعد
ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہوجانیکے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبض کرادیا جاویگا کذا فی الکافی ہم ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے
صحیح نہوا کہ شرائط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب مجور التصرف ہونیکے والقاف القرابة فلو وهب لذی رحم محرم منه
نسبا ولو ذميا او مستأمنا لا يرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہی تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابتدار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع
نکریگا کذا فی الشمنی ہم محرم وہی جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہوگیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیت ہی نہ فقط قرابت اور فقط محرمیت

ولو وہب لمحرم بلا رحم کاخیہ رضاعا ولو ابن عمہ ولمحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ وہو عبد لاجنبی او لعبد اخیہ رجع
اور اگر واہب نے ہبہ کیا ایسے محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اوسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور اولاد
اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائیکو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا امام اس حکم لفظ سو متن پر سوالیہ کرنا صحیح ہے
اسواسطے کہ ابن عم قرابتدار ہے تو اوسکو بعد سہیلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام
ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد ومولاہ ذا رحم محرم من الواہب فلا رجوع فیہما اتفاقا علی الاصح لان الہبۃ لاحدہما
وقعت تمنع الرجوع بہما اور اگر دونوں یعنی غلام اور اوسکا مالک واہب کے محرم قرابتدار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے
کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہبۃ کا کذا فی البحر مع غلام اور مولے کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ
صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی ہو اسکے ماں جائے بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط **فرع** مسئلہ متعلقہ شائع کا ذہب لاخیہ واجنبی ما لا یقسم
فقبضاہ لہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع اور اگر اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونوں
اوسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والہاء ہلاک العین الموہوبۃ اور ہا سے مراد
عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہے ہم ہلاک سے تلف ہوجانا عین کا یا اوسکے حاشیہ شائع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بھائی ملک تو یہ گمان کرنا چاہئے کہ خروج
عن الملک مثل ہی ہلاکت سے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز ہو گا بخلاف شاۃ مذبوحۃ کذا فی
الطحطاوی عن المکی ولو ادعاہ ای الہلاک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موہوب لہ شے موہوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق
ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ پھیرنے کا فان قال الواہب ہی ہذہ العین حلف المنکر انہا لیست ہذہ خلاصہ پھر اگر واہب
کہے کہ وہ یہی ہبہ کی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے کہ ہبہ یہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ ولا یحلف الواہب ان الموہوب لہ لیس اخیہ اذا ادعی
الاخ ذلک لانہ یدعی ثبات النسب خانیہ جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موہوب لہ اوسکا بھائی نہیں جبکہ بھائی دعوی کرے بھائی ہونیکا
اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے بسبب نسب کا کذا فی الخانیہ یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں
تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب سے مال پر ہے نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب کا
تو اوسمیں قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا تصرف ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ اور
صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب خلاف ہونیکے رجوع میں ہم بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز
نہیں پھر جب اسمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضای طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کو پھیر لیگا بلا رضای موہوب لہ یا حکم حاکم
تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اوسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعہ بعد القضاء لا قبلہ تو موہوب لہ
بعد حکم حاکم موہوب کو نہ دینے سے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ہم جبتک حاکم حکم کرے استرداد کا یا فسخ ہبہ بتراضی نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب پر
ثابت ہے تو اوسکا تصرف اوسکی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اوسکے پاس تلف
ہوجاوے تو اوسپر تاوان نہیں کیونکہ اوسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا
بسبب اوسکی تعدی کے کذا فی النہر واذا رجع احدہما بقضاء او برضی کان فسخا لعقد الہبۃ من الاصل واعادۃ لملکہ القدیم لا ہبۃ
للواہب اور جب کہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی
ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے ہم اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا بدون قبض کے اور جبکہ
قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمیں رجوع کرنا جائز نہو گا کذا فی الطحطاوی عن البدائع ولہذا لا یشترط

فيه قبض الواهب في حق الرجوع في الشائع ولو كان هبة لما صح فيه اور چونکہ رجوع بقضا یا برضا اما دونوں کا ایک ہی سا ہے نہ ہبہ موہوب کا ہے اسواسطے شرط نہیں جو ہر
قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع مین اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع مین صحیح نہوتا یعنی اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کما تقدم ولو واهب رده على بائعه
مطلقا بقضاء او رضى اور واہب کو جائز ہے پہیر دینا موہوب کا اوسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہو یعنی واہب نے ایک چیز خرید کی پہر وہی چیز
دوسرے شخص کو ہبہ کی پہر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبۃ واقع ہوا پہر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پہیر دینا جائز ہے بخلاف الرد
بالعيب بعد القبض بغير قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہے یعنی اگر ایک چیز خرید کی پہر اسکی بیچی پہر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب کے
مشتری اول کو پہیر دیا تو اگر پہیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہہ فسخ ہے عقد ہوگا تو مشتری اول کو بہی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی
سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہین پہیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامة لا فی الفسخ فاذا
رد بالعيب فقط رضا بلا قضاء اسواسطے جائز ہوا کہ مشتری کا حق سلامتی مبیع کے وصف مین ہے نہ فسخ مین تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا ہم چونکہ حق مشتری
سلامتی مبیع مین ہے لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہو جاوے تو پہیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور در صورت عدم سلامتی مبیع مشتری پہیر لیگا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃ
لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کہ اسمین فسخکا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو در صورت رجوع علی ملک واہب اسکی طرف عائد ہو گی نہ ہبہ جدا گانہ تو فرق
بیع اور ہبہ کا ظاہر ہوگیا کذا فی المنح ملخصا ثم المراد بالفسخ من الاصل ان لا يترتب على العقد اثر في المستقبل لا بطلان اثره اصلا والا لعاد
المنفصل الى ملك الواهب برجوعه فصولين پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل مین نہ مترتب ہو نہ
باطل ہو جانا اسکے اثر کا بالکل یعنے زمان ماضی مین بہی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی مین تو زیادت منفصل ملک واہب کی طرف عود کرتی واہب کے رجوع الہبہ سے
کذا فی الفصولین ہم زوائد منفصلہ جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پہل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کی پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے
زوائد مذکورہ کا لینا نہین پہونچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہین اتفقا الواهب والموهوب له على الرجوع في موضع لا يصح رجوعه من الموانع
السبعة السابقة كالهبة لقرابة جاز هذا الاتفاق منهما جوهره واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا ایسے مواضع مین جنمین رجوع صحیح نہین منجملہ
موانع سبعہ سابقہ کے جیسا کہ ہبہ واہب کی قرابتی کو تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوهرة وفي المجتبى لا يجوز الاقالة في الهبة والصدقة في المحارم
الا بالقبض لانها هبة اور مجتبی مین ہے کہ جائز نہین اقالہ ہبہ اور محارم کے صدقہ مین بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہان ہبہ ہے ثم قال وكل شيء يفسخه الحاكم
اذا اختصما اليه فهذا حكمه پہر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جب کہ متعاقدین حاکم کی پاس جہگڑا لیجا دین تو اسکا یہی حکم ہے ہم یعنی
در صورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمین اقالہ کرنا نافع نہین بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وهب الدين لطفل المديون لم يجز لانه غير مقبوض
اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ دین غیر مقبوض ہے وفي الدرر قضى ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر مین ہے حاکم نے
حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پہر وہ مانع زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوضین تو یہہ نہین ہو سکتا
مگر خروج عن الملک مین ہو سکتا ہے جب کہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پہر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العين الموهوبة واستحقها مستحق وضمن المستحق
الموهوب له لم يرجع على الواهب بما ضمن لانها عقد تبرع فلا يستحق فيه السلامة چیز موہوب تلف ہوگئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹہیرا اور حقدار نے
موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ پہیر لیگا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمین سلامتی موہوب مستحق نہین ہم ہبہ کی قید اسواسطے
لگائی کہ معاوضات کے عقود مین تاوان دینے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارہ مین
جب کہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہو جاوے پہر اگر دوسرے کا مستحق ثابت ہو اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونون شخص دافع سے تاوان پہیر لینگے کذا فی الطحطاوی
والاعارة كالهبة هنا لان قبض المستعير كان لنفسه ولا غرور لعدم العقد تمامه في العمادية اور عاریت ویسا ہبہ کی مانند ہے اس مقام مین اسواسطے
کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہے اور یہان غرور نہین بسبب نہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ہم عقد نہین یعنی عقد معاوضہ نہین والاجارة

اور ہبہ میں عقد ضرور ہے تمام عقد ہبہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہو جائے اور ہبہ کا رکن ادا کرے اور مالک کو جو اپنی سوئی کے اور مالک مستعیر سے تاوان لے تو مستعیر
تاوان کو ہبہ سے نہیں لیسکتا وإذا وهبت الهبة بشرط العوض المعين فهي هبة ابتداء فيشترط التقابض في العوضين ويبطل العوض
بالشيوع فيما يقسم بيع انتهاء فترد بالعيب وخيار الرؤية ويؤخذ بالشفعة هذا إذا قال وهبتك على أن تعوضني كذا أما لو قال
وهبتك بكذا فهو بيع ابتداء وانتهاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابض
شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرؤیت سے پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے
لیا جائیگا یہ تصور تین ہے جب کہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجھکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہیگا کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا مقابلہ اسکے تو وہ
بیع ہی باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہے تو ایجاب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا اور اسیطرح خیار الرؤیت اور شفعہ دونوں میں ثابت ہوگا
اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنی حق میں ثابت ہوگی اور بتاع تسلیم جائز نہو گا اور قبض شرط نہ ہوگا اور شیوع مفسد ہوگا
كذا في الينابيع وقيد العوض بكونه معينا لأنه لو كان مجهولا بطل اشتراطه فيكون هبة ابتداء وانتهاء اور عوض میں معین ہونے کی
جو قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونوں اعتبار سے ہبہ ہوگا
یہ بحر الرائق میں ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وهبت لواقف ارضها بشرط استبداله بلا شرط عوض لم يجز ولو شرط كان كبيع ذكره الناصحي
اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال کا بشرط مقابلہ عوض ہبہ کیا تو بمنزلہ بیع کے ہوگی یہ ناصحی نے اسکو ذکر
کیا ہے در المحیط وأجاز محمد هبة مال طفله بشرط عوض مساو ومنعاه قلت فيحتاج على قولهما إلى الفرق بين الوقف ومال الصغير
اور محیط میں ہے اور جائز کہا ہے امام محمد نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط ایسے عوض کے جو قیمت میں برابر ہے اور شیخین نے اسکو منع کیا ہے میں کہتا ہوں
تو شیخین کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین کے نزدیک
جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے
استبدال کا شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرطوں میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر کے اسواسطے کہ ہبہ تو
باعتبار ابتدا کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع ہے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقا **فصل** في مسائل متفرقة یہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقہ
میں وهب أمة إلا حملها أو على أن يردها عليه أو يعتقها أو يستولدها أو وهب دارا على أن يرد عليه شيئا منها أو يعوضه
ثلث الدار أو ربعها أو على أن يعوض في الهبة والصدقة شيئا عنها صحت الهبة وبطل الاستثناء في الصورة الأولى
وبطل الشرط في الصور الباقية لأنه بعض أو مجهول والهبة لا تبطل بالشروط لونڈی ہبہ کی سوا اسکے حمل کے یا ہبہ کی اس شرط پر
کہ لونڈی واہب کو پھیر دے یا موہوب لہ اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بنا دے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو
چنانچہ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقہ میں کسی کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثنای حمل باطل ہے اور باقی صورتوں
میں شرط باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شرطوں سے جو مجہول ہو یا پہلی دو صورتوں میں ظاہر ہے صورت ثانیہ
اور ثالثہ اور رابعہ میں تو زیلعی کی یہ تعلیل بہتر ہے کہ یہ شروط مقتضای عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہو گئے اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے
ولا تمنع ما مر من اشتراط معلومية العوض اور یہ نہیں ہے مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا ہے یعنی جہالت عوض کی مفسد ہی مراج
میں ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض ہے تو شرط اسکی مفسد نہیں ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن كذا في الطحطاوي أعتق حمل أمته
ووهبها صح ولو دبره ثم وهبها لم يصح لبقاء الحمل على ملكه فكان مشغولا به بخلاف الأول حمل لونڈی کا آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی
تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا یعنی اور شرط ہبہ یہ ہے کہ

موہوب مشغول نہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی درصورت عتق حمل واہب کی ملک پر جنین باقی رہتا تو موہوب مشغول بملک واہب رہتا فتبہا لا یصح
تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غدٌ او ان متَّ بفتح التاء فانت بریءٌ من الدین او ان متُّ من مرضی
او ان متُّ من مرضی ھذا فانت فی حلٍّ من مھری فھو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق ہے صحیح نہیں تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب
دین کا یون کہنا اپنی مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مرجاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یون کہنا اپنے شوہر سے اگر تو مرجاوے اپنے اس مرض سے یا مین
مرجاؤن اپنے اس مرض سے تو تو میری مہر سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے ہم کہتے ہیں عقد مین مخاطرہ نہیں مگر جب مجیء غد کو
بقاء دین کے ساتھ ملاحظہ کیجئے کذا فی الطحطاوی الا بشرطٍ کائنٍ لیکون تنجیزاً کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابرأتک عنہ صح تعلیق
ابراء کی شرط محض صحیح نہیں مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہے تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاوے چنانچہ اپنے مدیون کو یون کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو مین نے تجھکو بری الذمہ
کردیا صحیح ہے وکذا ان متُّ بضم التاء فانت بریءٌ منہ او فی حلٍّ جاز وکان وصیۃً خانیہ اور اسیطرح یہ تعلیق کہ اگر مین مرجاؤن تو تو
اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیہ ہم مرض مخصوص سے اشارۃ الیہ سے مرنا یقینی نہیں لہذا شارح نے اسکو
وہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہے لہذا اسکو یہان وصیت کہا جاز العمریٰ للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لبطلان الشرط ہبہ
بطریق عمری جائز ہے اور موہوب اسکا مملوک ہے جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اوسکے اسکی وارث کا مملوک کردیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ہم عمری
بضم اول ہبہ ہے کہ ایک شخص مثلا اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمین رہے پھر جب موہوب لہ مرجاوے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پہیر لے سو اسطرح کے
دینے سے موہوب لہ اور اوسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہین اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے لا تجوز الرقبیٰ لانہا تعلیق بالخطر رقبی جائز نہین کیونکہ تعلیق ہے خطر پر ہم رقبی بضم کے یہ کہ گھر ترا ہے
بطریق رقبی یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مرے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہے امام اور محمد کا یہ قول ہے کہ یہ ہبہ جائز نہین بسبب تعلیق
بالخطر کے اور ابو یوسف کا یہہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن المضمرات
واذا لم تصح تکون عاریۃ تنمۃ لحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمریٰ فھی للمعمر فی حیاتہ وموتہ لا ترقبوا من ارقب شیئا فھو سبیل المیراث
اور جب کہ رقبی صحیح نہوا تو اسطرح کا دینا عاریت ہوگا کذا تنمہ ہم جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے
بطریق عمری تو اسکا مالک زندگی اور موت مین وہی شخص ہے جسکو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبی نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبی رکھے وہی تو اس چیز کا طریقہ میراث کا
طریقہ ہے یعنی رقبی دینے والی کی میراث ہے بعث الی امرأتہ متاعاً ھدایا الیھا وبعثت لہ ایضا ھدایا عوضاً للھبۃ صرحت بالعوض اولا ثم
افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج انہ عاریۃ لا ھبۃ وحلف واراد الاسترداد وارادت ھی الاسترداد ایضا یسترد کل منھما
ما اعطی اذ لا ھبۃ فلا عوض زوج نے زوجہ کیطرف اسباب تحفہ بہیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بہیجا ہبہ کے عوض خواہ اوسنے عوض کی تصریح کی یا نکی
پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تہا نہ ہبہ اور اسپر اوسنے قسم کہائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت
نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہیں تو بدلا بھی نہیں یعنی اوسنے ہبہ کی جہت سے جو عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا
تو عوض بھی باطل ہوگیا ولو استھلک احدھما ما بعثہ الآخر ضمنہ لانہ من استھلک العاریۃ ضمنھا خانیہ اور اگر زوج یا زوجہ نے اسباب
تلف کردیا جو دوسرے نے بہیجا تہا تو اسکا تاوان دیگا اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اسکا ضامن ہے کذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی قید اسلئے لگائی
کہ اگر متاع خود تلف ہوجاویگی تو تاوان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی ھبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراءہ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ
عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اوس شخص کو جسپر دین ہے اور دین کا معاف کردینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم
فسخ ہوجانیکا موجب نہو ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہیں کہ ہبہ دین اور ابراء معنے اسقاط ہے اور اسقاط مین قبول شرط نہیں اور اگر ابراء عقد سلم یا عقد صرف کے
فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے اوس قبض کے جو

ساقط ہو جاتا ہے اور ایک مانند کو فسخ میں خیار نہیں لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ
ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہو جاتا ہے مجلس اور غیر مجلس میں رد کر دینے سے اسواسطے کہ اس میں معنی اسقاط ہے اور بعضوں نے کہا کہ رد کرنا مقید بمجلس ہے
کذا فی العنایہ م سپنے اسقاط تمیم کی تبدیل سے یعنی رد غیر مجلس سو اسلیے صحیح ہوا کہ اس میں معنی اسقاط ہی ہو اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بمجلس ہے لکن فی
الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم ردہ بعد ایام لا یرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ میں ہے کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نہ کرے اور نہ رد کرے
یہاں تک کہ دائن اور مدیون جدا ہوں پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح میں رد نہ ہو گا م صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے
اور اس پر یہ استدراک ہے بعضوں نے لکھا ہوں جو اوپر ہے کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہو لیکن دوسرا قول اصح ہو تو دو قول صحیح ہیں کذا فی البحر ولکن فی المجتبی
الاصوات ان الہبۃ تملیک والابراء اسقاط لکن مجتبیٰ میں ہے کہ صحیح یہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے م یہ استدراک ہے نصا کو اوّل پر کہ
ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہ اس قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی البحر تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل
الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ یعنی دین کا مالک کر دینا اس شخص کو
جس پر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جب کہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب
تملیک صحیح ہو گی م جب اس نے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ و حوالہ کی یہ صورت ہے کہ محتال علیہ
محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلا دے تو دین منتقل ہو گا محیل کے ذمے سے محتال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال
کی وصیت کی اور ترکہ میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کی مالک ہو گا یعنے مطالبہ کا مالک ہو گا کذا فی الطحطاوی ووہبۃ مالہ وہبت
من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط ازانجملہ تملیک غیر مدیون یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہے
تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنے کے م یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند کو بالفعل شرط نہیں اور فتاویٰ قاضیخان میں یہ ہے
کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہیں مگر جب عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو اب جائز ہو اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہو گی
اور اسی طرح اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ذلک لو کان وکیلا بالبیع فصولین
اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا
کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنے وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں
ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ
قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جب دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور میرا نام
یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ تملیک ہونے کے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی
البزازیہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں دین کے احکام سے ہے م تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اسی طرح مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین
الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ
باطل فتأملہ اور اسی طرح اقرار صحیح ہو گا اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیہ وغیرہ میں کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اسواسطے
کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہو گی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کرے م جواب اشکال کا یوں ممکن
ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ تصرف الامام
تعرف بالصلح البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں بھی تصرف امام کے قاعدہ میں بزازیہ کی
کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اس پر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جاوے تو عطای سلطانی اسی شخص کے واسطے ہے

ہوئی جسکا نام دفتر مین لکھا گیا الی آخرہ عم مضمون عبارت بزازیہ یون ہے جس شخص کی عطا دفتر مین آئی وہ دو فرزند چھوڑکر مرگیا دونون نے اسپر اتفاق کیا
کہ ایک کا نام دفتر مین لکھا جاوے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا مین کچھ نہین اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح
اوس عطا والے کو واپس ہوگا اسواسطے کہ امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے اور رضای غیر کو اسمین دخل نہین کذا فی
الظہیریہ والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطای غیر واجب ہے اسیطرح صدقہ بھی اور دونون
احکام مین یکسان ہین وحینئذ لاتصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت مین یعنے جب صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح
یعنی تمام نہین اور مشاع محتمل القسمۃ مین صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہین اگرچہ
الدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقے مین مقصود ثواب ہے نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اسمین رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال الآخذ
صدقۃ فالقول للواہب خانیہ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے کہا ہبہ ہے یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھکو پھیر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے
کہا صدقہ ہے یعنی پھیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیہ **فائدہ جلیلہ** سید حموی نے کہا کہ جان کہ تملیک سے ہبہ
ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہوجاتی ہے اور جب تک کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اوسمین علما کا اختلاف ہے بعضون نے کہا جائز ہے اور بعضون کے نزدیک
جائز نہین بقیاس علے الہبہ اور اکثر علما اسپر ہین کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہے اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دو شے ہین باعتبار نام کے
بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغایرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغایرت اسواسطے ہے کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار
کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسی پر لوگونکا عمل ہے اور مقر کی موت بمنزلہ
تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ منہاج مین ہے انتہی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل لمحمد شارح کتب قصۃ الی السلطان یسالہ تملیک ارض محدودۃ فامر
السلطان بالتوقیع فکتب کاتبہ جعلتہا ملکا لہ ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول اقیم السؤال بالقصۃ
مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اسمین تملیک ارض محدودہ کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اوسکے منشی نے لکھدیا
کہ اوس زمین کا مین نے اسکو مالک کردیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ ہان قیاس یہ ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن چونکہ
پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصہ حاضر ہونیکے قائم مقام کردیا گیا ہم وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی بہ ہستیا کرتا ہم
مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسؤالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان کانت وہبتہ
او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لا الہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اوسکے سوال
پر تا کہ زوج وسعت کرے مصارف مین پھر اس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اوسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے
پھیر لینا جائز نہین اور اگر اوس نے دیا ہو تا کہ زوج اوسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہے زوج کو دفع
لابنہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے
اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اوسمین تصرف کرے سو اوس نے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہوگیا پھر باپ مرگیا اگر باپ نے اوسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال
فرزند کا ہے اور نہین تو میراث ہے یعنی وہ مال سب وارثون مین تقسیم ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہے بعث الیہ ہدیۃ فی اناء ہل یباح
اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء اخر ذہبت لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے
دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھانا اوسی برتن مین مباح ہے یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنی روٹی شوربے مین بھیگی ہو یا مانند اوسکے اسی قسم کا
کھانا کہ اگر اسکو دوسرے برتن مین کیجے تو لذت اوسکی جاتی رہے تو اوسمین کھا لینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین
بے تکلفی ہو تو بھی اوسمین کھانا مباح ہے اور نہین تو مباح نہین ہم فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیرنا ظرف کا رواج اور عادت ہے چنانچہ

پیالی اور تبلی وغیرہ ذلک تو وہ شخص اسکا مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھلون کی تو ظرف بھی تحفہ ہوگا پھیر دینا اسکا ضرور نہین پر
تحفہ نہ پھیریگا تو امانت ہوگا دعا قوما الی طعام وان تصرف علی آخرین لیس لاهل خوان مناولة اهل خوان آخر ولا اعطاء سائل
وهرة لعبد رب المنزل ولا لكلب لو لرب البيت الا ان يناوله الخبز للعادة لا ذن عادة وتمامه في الجوهرة اگر شخص نے
کھانے کی دعوت کی اور لوگونکو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والیکو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز نہین اور نہ سائل اور
اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اسکو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اسکا اذن ثابت
اور بوریان اسکا جوہرہ میں ہے ہم فقیہ نے کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان مین یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اسکا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم
لیں چنانچہ عالمگیری مین ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے جو دستارخوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اسکو دینا درست
نہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اس مین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھو تو مکتوب الیہ کو اس
خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمین تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی
فی الاشباه لا جبر علی الصلات اور اشباہ مین ہے کہ جبر نہین صلون پر ہم صلات جمع ہے صلہ کی اور صلہ عبارت ہے ادای مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے جیسے
زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحاوی من المعراج الا فی اربع شفعة ونفقة زوجة وعین موصی بها وملک وقف یعنی صلون پر زبردستی نہین مگر
چار صلون پر زبردستی ہے شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اس چیز میں جسکی وصیت لگئی اور وقف کے مال میں ہم تو مشتری پر تسلیم عقار
شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے و لہذا اگر شفیع مرجاوے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے عوض
کیونکہ وہ احتباس کا بدلہ ہے اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بتایا یہ شمل کے تو ہوا ۔ پانچوین صورت نفقہ اقارب کی زیادہ
چھٹی صورت ادای دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحاوی وقد نظمت ابیات الوهبانية علی وفق ما ذکره
للشرنبلالی نقلت وواهب دین لیس یرجع مطلقا + وابراء ذی نصف یصح المقرر اور مذہب یہ ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہے شرنبلالی کی شرح
یعنی یون کہا اور دین کا ہبہ کرنیوالا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والیکا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی لائق
اور تحقیق ہے ہم ابرای نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص نے معاف کردی تو اگر داین نے یوں کہا کہ حصہ اپنا
معاف کر دیا تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مین نے نصف دین معاف کر دیا تو ظاہر الروایہ یہ ہے کہ پہلی صورت کیطرح اسکا تمام حصہ معاف ہو
اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحاوی علی ... ظلمه + اذا وهبت مهرا ولم یوف یخشى
عورت نے اپنے زوجکو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر یا زوج کے ظلم کرنے پر زوجہ پر اور زوج نے شرط مذکور پوری کی تو زوجکو نقصان ہوگا ہم صورت اول
یہ ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کی یا ترک ظلم کے عورت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر اسکو حج کے واسطے لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر
سابق باقی رہیگا اسلئے کہ عورت ترک مہر پر اسی وقت راضی تھی کہ شرط مذکور پوری ہو جب نہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہے ہاں اگر زوج قادر نہ تھا تو مہر وہ
بار مجالی تو البتہ مہر معاف ہو جاویگا اسلئے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہین کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر + معلق تطلیق بابراء مهرها + وانکاح اخری تو
فیطلق طلاق کا معلق کرنیوالا عورت کی ابرا مہر اور دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفریاب ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی ہم صورت اسکی
ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب مین تیرا اور دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجکو معاف کردے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے
ابرا قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہین بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے وفي قبض الانسان كل مبيعه + فابرأ فتى ... منه قال الا
اظهر + اور اگر آدمی نے اپنی بیچکا مال یعنی ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اسکے پھیر لیا جاویگا اس مین یہ قول ظاہر تر ہے ہم ابراء
بیع صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تمام

بائع سے پہیر لیگا اسیطرح اگر دائن بعد قبض دین مدیونکو دین معاف کرے تو مدیون اوس دین پہیر لیگا دہبۃ دون آرض فی البناء صحیحۃ + وعندی فیہ
وقفۃ فتدبّرہ + اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہی اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہی تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے قلت وجہ توقفی
تمہ بحثہ فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتامّلہ مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ
مین تقدیم کرنا فقہا کا ہی کتاب الرہن مین اس مسئلہ کا کہ رہن کہنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن کہنا بدون عمارت کے صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ شائع کے
مانند ہی تو اسمین تامل کرو مہل توقف علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ سے ہی شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبۂ عمارت بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور
دلیل مسئلہ کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہی اور بائع نے مجکو عمارت اوسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت
دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پہر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ بیان کی صحت تقدم ملک ارض سے
حاصل ہوئی ہی اور لائق یہہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہو اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن
عمارت بلا ارض وبالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہی اور کافی مین ہی کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پہل درخت پر اور زیور تلوار مین یا عمارت گہر مین
اور مین بھر تاج ڈہیر سے اور موہوب لہ کو کہیت کاٹنے اور پہل توڑنے اور زیور اوکہیڑنے اور عمارت ڈہانے اور تاج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے
امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کی وجہ سے گویا اوس نے علحدہ کرنیکے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن ندے اور موہوب لہ ویسا کرے تو تاوان
اوسپر لازم ہوگا انتہے تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹہیرا اور کافی کا کلام فیصلۂ توقف مین کافی ہوگیا یعنی صحت ہبۂ عمارت بلا ارض مشہورت مین ہی جبکہ
واہب نے عمارت ڈہانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اوسپر عمل کیا کذا فی الطحاوی واشرت باظہر لما فی العمادیۃ عن خواہرزادہ
انہ لا یرجع واختارہ بعض المشایخ + اور اشارہ کیا مین بلفظ اظہر جو تہی بیت مین اوس قول ضعیف کے طرف جو عمادیہ مین ہے خواہرزادہ سے کہ بعد قبض ثمن مشتری بائع
سے ثمن نہ پہیرے اور بعض مشایخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وینظر ای بنکاح ضرتہا لانہ برؤہ للابراء ابطلہ فلا حنث فلیحفظ اور بلفظ لیظفر سارم
کیا تیسری بیت مین یعنی زوجہ کی سوت کے ساتھہ نکاح کرنے پر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابرا کو رد کرنیسے اوس نے تعلیق طلاق کو باطل کردیا تو مترجم
ثوبی سوسکو یاد رکہنا چاہیے **خاتمہ** تاتارخانیہ مین ہی طحاوی سے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ جسمین کا محتمل نہو جیسا پچہ کپڑا یا اوس قسم سے ہو کہ فی
الحال ماکول نہو جیسا پچہ گوشت اور مانند اسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اوسمین سے کچہہ ندے اور اگر فی الحال کہانیکے لائق ہو تو صحبت والون کو
اوسمین سے کچہہ دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکہے سراج وہاج مین ہے ایک مرد مرگیا سو دوسرے شخص نے اوسکے فرزند کو کپڑا بہیجا اوسکے کفن کے
واسطے تو اوس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن ہمکا کرے اور وہ کپڑا اپنے واسطے رکہہ چہوڑے یا مالک نہین جواب یہہ ہے کہ اگر میت بزرگ
شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اوسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پہیر دینا اوسپر واجب ہوگا
اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے کذا فی الطحاوی واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم وصلی اللہ علی سیدنا وشفیعنا
محمد وآلہ وصحابہ اجمعین + **خاتمۃ الطبع** الحمد للہ والمنہ کہ جلد تیسری کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار کی اوائل ماہ صفر
الخیر مین تصحیح اور تحشیہ اور تکمیل بندۂ ضعیف محمد احسن صدیقی سے مطبع منشی گلشن بریلی مین حلیۂ طبع سے آراستہ ہوئی اللہ تعالے
سے امید ہی کہ دونون جلدین باقی بھی اپنے فضل وکرم سے کمال تک پہنچاکر مطبوع خلائق کرے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ربنا تقبل منا
انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ علی منبع الرسالۃ واصل الشریعۃ سیدنا ومولنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اشتہار

التماس

جس جلد کے ملاحظے پر ناظرین مہر طغرائی احقر نہ پائیں اسکو مسروق مال کر قصد خریداری نہ فرمائیں

تنبیہ

واسطے اطلاع بات کے کہ یہ کتاب مطبع صدیقی کی ہے سطر اول عنوان لوح کی مصرع ۲ تاریخ لکھی گئی